ازالۃ الخفاء
عن خلافۃ الخلفاء
مترجم
تالیف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
مترجمہ
حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب دیوبندی
جلد دوم
قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

یہ
ازالۃ الخفا مترجم کی جلد دوم
کا
نیا اور مکمل ایڈیشن ہے
جس میں
اس کی فصل ہشتم کا وہ گمشدہ حصہ شامل ہے
جو اب تک "ازالۃ الخفا" کے کسی نسخہ میں موجود نہیں تھا
اب وہ اردو ترجمہ کے ساتھ
پہلی بار
شامل کتاب کیا جا رہا ہے

فہرست مضامین ازالۃ الخفاء ترجمہ اردو

جلد دوم

تتمہ فصل مشتمل کی
فہرست مضامین
اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

فہرست مضامین ازالۃ الخفا تتمۂ فصل ہشتم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ششم

فصل ششم

در موجبات قرآن و تعریضات آن کہ دلالت می‌کنند بر صفات خلافت خاصہ و بر خلافت خلفاء و فضائل و سوابق ایشان و آیاتے کہ موافقات خلفاء اند و آیاتے کہ سبب نزول آنہا خلفاءؓ بودہ اند۔

جیسے ارشادات قرآن کے بیان میں جن میں عموم ہے اور جن میں ایسی تعریضات ہیں جو خلافت خاصہ کی صفات اور خلفاءؓ کی خلافت اور ان کے فضائل اور مناقب سابقہ پر دلالت کرتی ہیں اور ایسی آیات کے بیان میں جو خلفاء کی رائے یا قول کے موافق نازل ہوئیں اور ایسی آیات کے بیان میں جن کے نزول کا سبب خلفاءؓ ہوئے ہیں۔

علم حدیث بہ نسبت خود منقسم می‌شود بہ پنج فن اول ہمہ باعتبار اسناد فن سنن است مثل موطا و جامع سفیان بعد از آن فن سیرت مثل کتاب محمد بن اسحٰق و کتاب موسیٰ بن عقبہ و ابواب شمائل نیز داخل ہمانست دوم فن تفسیر مثل تفسیر عبد الرزاق و تفسیر بخاری و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و غیر ایشان سوم فن زہد و رقائق مثل کتاب الزہد لابن المبارک در متقدمین و کتاب قوت القلوب و امثال آن در متاخرین و ابواب فتن و اشراط قیامت و بعث و بہشت و دوزخ نیز در رقائق داخل است چہارم فن معرفۃ الصحابہؓ مثل استیعاب و مناقب صحابہؓ نیز داخل این فن داخل است اکثر احادیث مناسبت بدو فن یا سہ فن دارد ازین فنون و ہر محدثے میزان بکار برد و بعض کتب مصنف اند برائے یک فن و بعض برائے دو فن یا سہ فن۔

واضح رہنا چاہئے کہ علم حدیث اپنی علمی حیثیت سے پانچ فن پر منقسم ہوتا ہے پہلے نبوی (صلی اللہ علیہ) باعتبار اسناد کے پہلی فن ہے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال روایات کئے ہوتے ہیں جیسے موطا اور جامع سفیان۔ اس کے بعد فن سیرت مثل کتاب محمد بن اسحٰق و کتاب موسیٰ بن عقبہ اور شمائل کے ابواب بھی اسی میں داخل ہیں۔ دوسرا فن تفسیر جیسے تفسیر عبد الرزاق اور تفسیر بخاری و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم وغیرہ۔ اور فن زہد و رقائق جس کی بابت دنیا سے کنارہ کشی اور قلب میں رقت پیدا کرنے والے ارشادات منقول ہوتے ہیں جیسا کہ متقدمین میں سے ابن المبارکؒ کی کتاب الزہد اور متاخرین میں سے کتاب قوت القلوب اسی کی قسم ہے۔ اور ابواب فتن اور علامات قیامت اور دوبارہ اٹھایا جانا اور بہشت و دوزخ کے بیانات بھی رقائق میں داخل ہیں۔ اور فن معرفۃ الصحابہ جیسے استیعاب اور مناقب صحابہؓ بھی اسی فن میں داخل ہیں۔ اکثر احادیث ایسی ہیں جو دو یا تین فنون سے مناسبت رکھتی ہیں تو ان کو ان فنون میں سے ہر فن کے ماتحت لایا جا سکتا ہے۔ اور بعض کتابیں ایسی ہیں جو تنہا ایک فن کے لئے تصنیف کی گئی ہیں اور بعض ایسی ہیں جو دو فن یا تین فن کے لئے

فرمود کہ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ
ازین آیہ می تواں استدلال کرد کہ خدائے تعالیٰ
عباد خود را تعلیم می فرماید کہ وقت مناجات از من
طلب کنید ہدایت بسوی صراط مستقیم چوں بعد
القضاء و اتفق منقح شد کہ صراط مستقیم طریقہ
شیخین است لازم آمد کہ شیخینؓ خلیفہ خاص
باشند زیرا کہ خلیفہ خاص او ست کہ صراط مستقیم
طریقہ او باشد و مطلوب بود در شریعت توجہ
بسوی او۔ قال اللہ تعالیٰ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ
إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا
أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ
بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ
الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَ
زَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ
يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ
فقیر گوید عفی عنہ خدائے تعالیٰ قصص پیشینیان
بیان نہ فرمودہ است الا برائے آنکہ عبرت
باشد برائے پسینیان پس ازین آیہ مستنبط شد
از مسائل خلافت چند مفہوم اول آنکہ
چوں غلبہ کفار بر مسلمین پدید آمد در صورت
وجوب جہاد دفعاً یا اہل موعود و مشخص در
در صورت وجوب جہاد ابتداءً و آنچہ آنجا مثل
است از رئیس و مرؤس و مملکۃ و ہدیۃ کفایت
نمی کنند در انتظام امر مقصود در غیب
الٰہی لازم است شود حکم بملک شخصے کہ
در غیب فتح بنام او نوشتہ اند و چوں نوبت آنجا
رسد فرض میگردد استخلاف او و او خلیفہ
خاص باشد من عند اللہ بقضائہ و حکمتہ چنانکہ بنی اسرائیل
چوں مغلوب شدند در دست عمالقہ

فرمایا کہ پیروی کرو اُن کی جو میرے بعد ہوں گے یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ۔ سو
آیت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے اس طرح استدلال کر سکتے ہیں
کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو تعلیم فرماتا ہے کہ مناجات (دعا و زاری) کے ساتھ
(دعا) کے وقت مجھ سے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت طلب کرو، اور
چونکہ بعد امور مذکورہ بالا کے یہ بات صاف ہو چکی ہے کہ صراطِ مستقیم شیخین
(ابوبکرؓ و عمرؓ) کا طریقہ ہے تو اس سے لازم آیا کہ شیخینؓ خلیفۂ خاص ہوں
اس لئے کہ خلیفۂ خاص وہی ہے جس کا مسلک صراطِ مستقیم ہو اور جس
(صراطِ مستقیم) کی طرف متوجہ رہنا شریعت میں مطلوب ہے۔

آیاتِ سورۃ البقرۃ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وقال لھم نبیھم الخ (پ ۲، ع ۳۲) ان کے
نبی نے ان سے (یعنی پیغمبر نے) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا ہے
کہنے لگے ان کو ہم پر حکمرانی کا کیسے حق حاصل ہو سکتا ہے حالانکہ بہ نسبت ان کے
ہم حکمرانی کے زیادہ مستحق ہیں اور ان کو تو کچھ مالی وسعت بھی نہیں دی گئی
ان کے پیغمبر نے جواب میں فرمایا کہ (اوّل تو) اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلہ
میں ان کو منتخب فرمایا ہے اور (دوسرے) علم اور جسامت میں ان کو
زیادتی دی ہے اور (تیسرے) اللہ تعالیٰ اپنا ملک جس کو چاہیں دیں (اس لئے
دے سکتے) اللہ تعالیٰ وسعت دینے والے جاننے والے ہیں۔

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے پہلے لوگوں کے قصے صرف اسی لئے
بیان کئے ہیں کہ پچھلے لوگوں کو عبرت ہو۔ تو اس آیت سے خلافتِ خاصہ
کے مسائل میں سے چند مسئلے سمجھ میں آتے ہیں۔ اوّل یہ کہ جب مسلمانوں پر
کفار کا غلبہ ہو جائے تو اُن کے دفع کرنے کے لئے وجوب جہاد کی صورت
میں یا فتح کا جو وقت علم الٰہی میں ہے (ابتداءً) وجوب جہاد کی صورت میں جو کچھ
ہے (یعنی) اور ان (یعنی مطلوب سلطانوں کے پاس) جو کچھ بھی سردار
نمائندے حکام، عوام اور سامانِ جنگ اور لڑنے والوں کی تعداد ہے
امرِ مقصود کے پورا کرنے میں کافی نہ ہو تو قضاءِ الٰہی میں لازم ہو جاتا
ہے کہ کسی ایسے شخص کو بادشاہ بنا دیا جائے جس کے نام پر غیب میں فتح
لکھی جا چکی ہو۔ اور جب نوبت وہاں تک پہنچ جائے تو اس کو خلیفہ مقرر
کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے اس کی قضا اور حکم کے مطابق
وہ خلیفۂ خاص ہوگا جیسا کہ بنی اسرائیل جب جالوت کے ہاتھ سے مغلوب ہو گئے

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ ۖ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۞ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۞ وقال تعالىٰ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۞ وقال تعالىٰ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

لے جائیے پروردگار ہم کو اپنا (اور زیادہ) مطیع بنا لیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت (پیدا) کیجئے جو آپ کی مطیع ہو اور (نیز) ہم کو ہمارے حج (وغیرہ) کے احکام بھی بتا دیجئے اور ہمارے حال پر توجہ رکھئے (اور) فی الحقیقت آپ ہی ہیں توجہ فرمانے والے مہربانی کرنے والے۔ اے ہمارے پروردگار اور اس جماعت کے اندر انہی میں کا ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور ان کو (آسمانی) کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کرے اور ان کو پاک کردے۔ بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرۃ کامل الانتظام۔ اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وکذلک جعلنٰکم الخ (۲: ۱۴۳) اور ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنا دیا ہے جو (ہر پہلو سے) نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم (مخالف) لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو اور تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) گواہ ہوں۔ اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کنتم خیر امۃ الخ (۳: ۱۱۰) تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔

اخرج البغوي عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إن هذه الأمة توفي سبعين أمة هي خيرها وأكرمها على الله عز وجل. وأخرج الدارمي عن كعب في السطر الأول محمد رسول الله عبدي المختار لا فظ ولا غليظ ولا صخاب في الأسواق ولا يجزي بالسيئة السيئة ولكن يعفو ويغفر مولده بمكة وهجرته بطيبة وملكه بالشام وفي السطر الثاني محمد رسول الله أمته الحمادون يحمدون الله في السراء والضراء يحمدون الله في كل منزلة ويكبرونه على كل شرف رعاة الشمس يصلون الصلوة إذا جاء وقتها ولو كانوا على رأس كناسة ويأتزرون على أوساطهم ويوضئون أطرافهم وأصواتهم بالليل في جو السماء

بغوی نے یہ حدیث اخذ کی جو مروی ہے ابی سعید الخدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امت پورا کرے گی (باعتبار شمار) ستر امتوں کو یعنی ان سب میں کی بہترین اور بزرگ ترین ہے اللہ عزوجل کے نزدیک۔ اور دارمی نے یہ حدیث اخذ کی کعب سے روایت ہے کہ (توریت کی) پہلی سطر (یعنی پہلی فصل) میں ہے محمد رسول اللہ میرا بندہ برگزیدہ ہے نہ تندخو ہے نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا اور وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے گا لیکن معاف کرے گا اور بخش دے گا۔ اس کی پیدائش کی جگہ مکہ ہوگی اور اس کی ہجرت کی جگہ طیبہ ہوگی اور اس کی بادشاہی شام تک ہوگی۔ اور دوسری سطر میں یوں ہے محمد اللہ کا رسول ہے۔ اس کی امت کے لوگ بہت حمد کرنے والے ہوں گے۔ ہر سکھ اور دکھ میں اللہ کی حمد کریں گے، وہ اللہ کی حمد کریں گے ہر منزل میں اور اللہ کی بڑائی بیان کریں گے ہر اونچی جگہ پر (اذان کی وجہ سے) دھوپ کی رعایت رکھنے والے ہوں گے وہ نمازیں پڑھیں گے جب ان کا وقت آ جائے گا چاہے وہ کسی کوڑی کے کنارے پر ہوں۔ اپنی نصف ساق پر ازار کی گرہ لگائیں گے اپنے اطراف (یعنی ہاتھ پاؤں) کو وضو سے صاف کیا کریں گے۔ رات میں ان کی آوازیں [illegible]

[illegible]

أخبر انا اتينا فسبقنا هنيئة فأخبرهم من
صاحبك صاحبك الذي يأتيه بالوحي
فقال جبرئيل قالوا ذاك عدونا من
الملائكة ولو ان صاحبه صاحب صاحبنا
لآمنا. فقال عمر من صاحب
صاحبكم قالوا ميكائيل قال وما هما
قالوا اما جبرئيل فينزل بالعذاب و
النقمة واما ميكائيل فينزل بالغيث
والرحمة واحدهما عدو لصاحبه
فقال عمر وما منزلتهما قالوا
هما من اقرب الملائكة منه
احدهما عن يمينه وكلتا يديه
يمين والآخر من الشق الآخر فقال
عمر لئن كانا كما تقولون ما هما
بعدوين ثم خرج من عندهم فمر
بالنبي صلى الله عليه وسلم فدعاه
فقرأ عليهم من كان عدوا لجبرئيل
الآية فقال عمر والذي بعثك
بالحق انه الذي خاصمتهم به
آنفا. واخرج الحاكم عن ابي سعيد قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
وزيراي من اهل السماء جبرئيل و
ميكائيل ومن اهل الارض ابوبكر و
عمر. واخرج الطبراني بسند حسن عن ام سلمة
ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ان في السماء
ملكين احدهما يأمر بالشدة والآخر يأمر باللين وكل مصيب
ذكر جبرئيل وميكائيل ونبيان احدهما يأمر باللين
والآخر يأمر بالشدة وكل مصيب
وذكر ابراهيم ونوحا ولي صاحبان

سے سب سے زیادہ ملنے پاس آگئے حالانکہ تم سے زیادہ کوئی نہیں۔ تو آپ
ہمیں بتائیے کہ آپ کے صاحب یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
کون دوست فرشتہ ہے جو ان کے پاس وحی لایا کرتا ہے۔ عمرؓ نے کہا جبرئیل۔
تو انھوں نے کہا کہ فرشتوں میں سے یہ ہمارا دشمن ہے اور اگر تمہارے صاحب
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصاحب وہ ہوتا جو ہمارے صاحب (یعنی
موسیٰؑ) کا مصاحب تھا تو ہم ان کا اتباع کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
کہا کہ تمہارے صاحب (یعنی موسیٰ) کا کون صاحب تھا؟ تو انھوں نے کہا کہ
میکائیل۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ دونوں کیا کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا
کہ جبرئیل تو عذاب اور تنگی نازل کرتا ہے اور میکائیل بارش اور رحمت نازل
کرتا ہے اور ان دونوں میں سے ایک دوسرے کا دشمن ہے۔ پھر حضرت عمرؓ
نے پوچھا کہ ان دونوں کا مرتبہ کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ یہ دونوں سب
فرشتوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں ان دونوں میں سے ایک اللہ کے
داہنے ہاتھ کی طرف اور اس کے دونوں ہاتھ یعنی داہنی جانب ہیں اور
دوسرا فرشتہ دوسری جانب ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر وہ ایسے
ہی ہیں جیسا کہ تم کہتے ہو تو یہ دونوں دشمن نہیں ہو سکتے۔ پھر حضرت عمر
رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے نکل گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کا
گذر ہوا تو آپ نے ان کو پکارا (یہ بھی اصحاب کے ساتھ بیٹھ گئے) پھر آپ نے
سب کو یہ آیت سنائی من کان عدوا لجبریل ۔ آخر تک۔ تو حضرت عمرؓ نے
کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے یہی معاملہ
کے بارے میں ہے جس پر میں نے ابھی یہودیوں سے بحث کی ہے۔ حاکم نے
یہ حدیث اخذ کی اور مروی ہے ابی سعیدؓ سے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے دو وزیر (یعنی مددگار) آسمان والوں
میں سے جبرئیل و میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔
طبرانی نے اخذ کیا سند حسن کے ساتھ ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ آسمان میں دو فرشتے ہیں ان دونوں میں سے ایک سختی کا
حکم کرتا ہے اور دوسرا حکم کرتا ہے نرمی کا اور دونوں ٹھیک کرنے والے ہیں
اور آپ نے ذکر فرمایا جبرئیل اور میکائیل کا۔ اور دو نبی ہیں ان میں سے
ایک حکم کرتا ہے نرمی کا اور دوسرا حکم کرتا ہے سختی کا اور ہر ایک ٹھیک کرنے
والا ہے اور ذکر کیا آپ نے ابراہیمؑ اور نوحؑ کا اور میرے دو دوست ہیں

عن عمرؓ اصاب من النساء بعد ما نام فاتی النبی صلی الله علیه وسلم فذکر ذلک له فانزل الله تعالی اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ الی قوله ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط عن عمر بن الخطاب سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ذاکر الله تعالی فی رمضان مغفور له وسائل الله لا یخیب ۔ وعن عمرؓ فی قوله تعالی الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ قال شوال و ذو القعدة و ذو الحجة ۔ وعن عمرؓ افصلوا بین حجکم و عمرتکم اجعلوا الحج فی اشهر الحج و اجعلوا العمرة فی غیر اشهر الحج اتم لحجکم و عمرتکم ۔ وعن ابی بکر الصدیق انه قال فی خطبته الصدق امانة والکذب خیانة الکیس التقی والعجز الفجور ۔ وعن عمرؓ انه کتب الی ابنه عبد اللهؓ اما بعد فانی اوصیک بتقوی الله فانه من اتقاه وقاه و من اقرضه جزاه و من شکره زاده واجعل التقوی نصب عینیک وجلاء قلبک والسلام

عمر سونے کے بعد رمضان کی شب میں اپنی کسی بیوی سے ہم بستر ہو گئے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت اُحِلَّ لَكُمْ آخر آیت تک نازل کی (ترجمہ) تم لوگوں کے واسطے روزوں کی شب میں اپنی بیویوں سے مشغول ہونا حلال کر دیا گیا کیونکہ وہ تمہارے لئے (بجائے) اوڑھنے بچھونے کے ہیں اور تم ان کے لئے (بجائے) اوڑھنے بچھونے کے ہو خدا تعالیٰ کو اس کی خبر تھی کہ تم خیانت (گناہ) کے گناہ میں اپنے کو مبتلا کر رہے تھے (مگر) خیر اللہ تعالیٰ نے تم پر عنایت فرمائی اور تم سے گناہ کو دھو دیا سو اب ان سے ملو ملاؤ اور جو (قانون) اجازت تمہارے لئے تجویز کر دیا ہے (بلا تکلف) اس کا سامان کرو اور کھاؤ اور پیو (بھی) اس وقت تک کہ تم کو سفید خط (یعنی نور صبح صادق) متمیز ہو جاوے سیاہ خط سے پھر (صبح صادق سے) رات تک روزے کو پورا کیا کرو۔ اور اخرجہ طبرانی نے اوسط میں کہ مروی ہے عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے کہ رمضان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اللہ سے مانگنے والا نامراد نہیں رہتا۔

اور مروی ہے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دربارۂ ارشاد باری تعالیٰ الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ (ترجمہ) حج کے چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں (شوال ذیقعدہ اور دس تاریخیں ذی الحجہ کی) آپ نے فرمایا کہ وہ شوال اور ذی قعدہ اور ذی الحجہ ہیں۔ اور عمرؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے حج اور عمرہ کے درمیان فصل کرو حج کو حج کے مہینوں میں اور عمرہ کو دوسرے مہینوں میں رکھو اور اپنے حج اور عمرہ کو پورا کرو اور ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے خطبہ میں فرمایا صدق امانت ہے کذب خیانت ہے اور تقویٰ عقلمندی کا سبب ہوتی ہے اور فاجر ہونا عاجزی کا سبب ہے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبد اللہؓ کو لکھا بعد حمد و صلوٰۃ میں تم کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ یقینی ہے کہ جو متقی بنا اللہ نے اس کو بچا لیا اور جس نے اس کو قرض دیا (یعنی راہ خیر میں مال خرچ کیا) اللہ اس کو بدلہ عطا فرمائے گا اور جس نے اس کا شکر کیا اللہ نے اس پر نعمتوں کو زیادہ کر دیا تم تقویٰ کو اپنا نصب العین اور قلب کی جلا بنائے رکھو۔ والسلام

الی شیء ابدا۔

وعن الشعبی قال نزلت ہذہ الآیۃ ان تبدوا الصدقات فنعما ہی الآیۃ فی ابی بکر وعمر جاء عمر بنصف مالہ یحملہ الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی رؤس الناس وجاء ابو بکر بمالہ اجمع یکاد ان یخفیہ من نفسہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما ترکت لاہلک قال عدۃ اللہ وعدۃ رسولہ فقال عمر لابی بکر ما استبقنا الی باب خیر قط الا سبقتنا الیہ۔ اخرجہ احمد۔ وعن ابن ابی ملیکۃ قال ربما سقط الخطام من ید ابی بکر الصدیق فیضرب بذراع ناقتہ فینیخہا فیاخذہ فقلنا لہ افلا امرتنا نناولکہ فقال ان حبی صلے اللہ علیہ وسلم امرنی ان لا اسأل الناس شیئا۔ اخرجہ احمد وابو یعلی۔ وعن ابی سعید الخدری قال قال عمر یا رسول اللہ لقد سمعت فلانا اہو کذلک لقد اعطیتہ ما بین عشرۃ الی مائۃ فما یقول ذلک قال اما واللہ ان احدکم لیخرج بمسئلتہ من عندی یتابطہا نارا قال عمر یا رسول اللہ لم تعطیہا لہم قال فما اصنع یابون الا ان یسألونی ویابی اللہ لی البخل۔ اخرجہ البخاری ومسلم۔ وعن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعطینی العطاء فاقول اعطہ من ہو افقر الیہ منی فقال خذہ اذا جاءک من ہذا المال شیء وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ فتمولہ فان شئت کلہ وان شئت تصدق بہ۔

نہیں بڑھ سکتا۔

اور مروی ہے شعبی سے کہ یہ آیت اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا ہِیَ الخ (اگر تم ظاہر کر کے دو صدقوں کو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر ان کا اخفا کرو اور فقیروں کو دیدو تو یہ اخفا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے) ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔ عمرؓ اپنا نصف مال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں (یعنی مزدوروں) کے سروں پر اٹھوا کر لائے اور ابوبکرؓ اپنا سب مال اس طرح سے کر لائے کہ گویا اس کو اپنے نفس سے بھی چھپانے کی کوشش کر رہے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا تو انھوں نے کہا کہ اللہ کا وعدہ (کہ وہ ان کو رزق دے گا) اور اس کے رسول کا وعدہ (کہ ان کی دعائیں شامل حال رہیں گی) تو عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ ہم نے جس باب خیر میں بھی تم سے بڑھنے کی کوشش کی تم ہی ہم سے آگے بڑھے رہے۔ اور احمد نے یہ روایت نقل کی۔ مروی ہے ابن ابی ملیکہ سے انھوں نے بیان کیا کہ بسا اوقات ایسا ہوا کہ اونٹ کی مہار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے چھوٹ جاتی تو آپ اپنی اونٹنی کے ٹخنے پر مارتے اور اس کو بٹھا کر مہار اٹھا لیتے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہم کو کیوں حکم نہیں دیتے کہ ہم اٹھا کر آپ کو دیدیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کروں۔ احمد اور ابو یعلیٰ نے اس کو نقل کیا۔ روایت ہے ابو سعید خدریؓ سے انھوں نے کہا کہ عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے فلاں شخص کے بارے میں سنا کہ وہ اس طرح کہتا ہے۔ آپ نے اس کو عطا کئے ہیں دس اور سو (درہم) کے درمیان (یعنی بہت سے مال) آپ اس کے بارے میں اب کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یاد رکھو کہ تم میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میرے پاس سے جب نکلتا ہے اپنا سوال لے کر تو آگ بھر کر لے جاتا ہے۔ عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ پھر ان لوگوں کو نہ دیجئے۔ فرمایا میں کیا کروں یہ لوگ مجھ سے مانگنے سے نہیں رکتے اور اللہ تعالیٰ مجھ میں بخل نہیں رکھنے دیتا۔ اور بخاری و مسلم نے نقل کیا ابن عمرؓ سے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے عطیہ مرحمت فرماتے تھے تو میں یہ عرض کرتا تھا کہ جو مجھ سے زیادہ حاجتمند ہو اس کو دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ لے لو تمہارے پاس اس مال میں سے جب کچھ پہنچے اور تم کو طمع بھی نہ ہو اور تم نے سوال بھی نہ کیا ہو تو لے لو پھر چاہو کسی کو دیدو یا اپنا مال بنا کر رکھو اس کو کھاؤ اور اگر چاہو تو صدقہ کر دو۔

پیوند و نشانۂ این حضرت بیان می نماید کہ
اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ آنجا خلافت خاصہ است کہ
اجتماع مسلمین بہر دو سمت متحقق گردد
واتفاق در مذہب رشد باشند و اعتقاد
کہ بسبب شورش نفس سبعی و بہیمیت
ایشان را مشوش سازد از میان خود دفع
کنند و آن قرن خیر القرون باشد قال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر القرون
قرنی الحدیث و ایام فتنہ آنکہ اختلاف
در مذہب پیدا آید و جماعات مسلمین از
جہت اعتقاد گروہا مختلف شوند و جوق
جوق گردند شرح و بسط این مباحث با خبر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درین
باب در اخبار مشہورہ بیان فرمودہ
سابق تقریر نمودیم فرق باز میگوییم
کہ ازین آیت ثابت شد کہ جماعۂ عظیمہ
از اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible] بودند و
متواتر شد کہ این جماعہ در قصۂ
خلافت درین شخصے را رئیس خود
ساختند و بر وفق حکم
ایشان دعوت بسوی خیر کردند و آن
است کہ خلافت ہیں اگر اتفاق ایشان بر
باطل باشد و غیر مستحق ریاست را نیز
غیر مستحق باشند و اگر جمعے غیر مستحق
ریاست را رئیس کردند و جمعے دیگر سکوت نمودند و
با آنہا منکر نشدند ہر دو از خیریت معزول باشند
سُبْحٰنَکَ ہٰذَا بُہْتَانٌ عَظِیْمٌ۔ قال اللہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ
اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ

پیوند و نسبت کے پیچھے رہ جانے کا سبب بھی بیان کیا ہے کہ منعم علیہم
اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کا اصل خلافت خاصہ ہے کہ مسلمانوں کا اجتماع کسی ایک امام
پر دونوں سمتوں سے (یعنی طبقہ خواص تو قائم ہو جائے جو علماء کرام اہل حل و
آخرت کے حصول میں مشغول ہے دوسرا طبقہ عوام جو صلحاء و علماء کے اشتغال
امر کرتا ہو) متحقق ہو جائے اور مذاہب میں عوام اتفاق رکھتے ہوں جو ایسے
نفس کی شورش سے جو درندوں اور چوپاؤں کی صفات رکھتا ہے جو کچھ پیدا
ہوئے جن سے بچنے پھر گئے ان کو آپس کے درمیان سے دفع کر دیں اور
قرن (زمانہ) خیر القرون ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ خیر القرون قرنی الحدیث (سب زمانوں سے بھلا میرا زمانہ ہے الخ) اور
فتنہ کے ایام وہ ہیں جن میں مذاہب میں اختلاف سر اٹھائے اور مسلمانوں
کی جماعتیں ایک دوسرے سے کینہ رکھنے کی بنا پر مختلف جماعتوں اور
گروہوں میں بٹ جائیں۔ اس مضمون کو شرح و بسط کے ساتھ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں جو اخبار مشہورہ مروی ہیں ہم
پہلے بیان کر چکے ہیں اس کو پھر دیکھ لیا جائے۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ اس آیت
سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے
ایک جماعت عظیمہ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ کا مصداق تھی اور تواتر سے ثابت
ہے کہ اس جماعت نے خلافت دین کے نظم و انصرام کے لئے ایک شخص کو اپنا
سردار بنا لیا۔ اور ایسا فرد اور شخص ہوا جو ان (سرداری) کے حکم
کے مطابق انھوں نے خیر کی طرف لوگوں کو دعوت بھی دی۔ پس یہی نکتہ
نکلتے ہیں۔ تو اگر (یہ کہا جائے کہ) ان کا اتفاق باطل پر ہو گیا اور
انھوں نے ایسے شخص کو سردار بنایا جو اس کا مستحق نہ تھا تو پھر وہ خیر
امۃ نہیں ہوں گے (اور اس سے اس آیت کا انکار لازم آئے گا جو کنتم)
اور اگر (یوں کہا جائے کہ) ایک جماعت نے سرداری کے غیر مستحق کو سردار
تجویز کر لیا اور دوسری جماعت نے اس پر سکوت کر لیا اور اس برے فعل
کے مقابلے کے لئے نہ اٹھے تو خیریت (یعنی مصداق آیت) میں داخل ہونے سے
دونوں جماعتیں معزول ہو جائیں گی۔ سبحان اللہ کتنا عظیم بہتان ہے جو صحابہ
و اہل بیت رسول پر ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ (پ ۴ ع ۸)

(۱۷۵) جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے کہنے کو قبول کر لیا

فَهَزَمْنَاهُمْ [illegible] اخرج ابوداؤد والترمذی عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اصر من استغفر وان عاد فی الیوم سبعین مرۃ ومن معاقبات عمر قولہ تعالٰی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ عن کلیب قال خطبنا عمر فکان یقرأ علی المنبر آل عمران ثم قال تفرقنا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد فصعدت الجبل فسمعت یہودیا یقول قتل محمد فقلت لا اسمع احدا یقول قتل محمد الا ضربت عنقہ فنظرت فاذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس یتراجعون الیہ فنزلت ہذہ الآیۃ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل اخرجہ البخاری عن ابی سلمۃ عن ابن عباس ان ابا بکر خرج وعمر یکلم الناس فقال اجلس یا عمر وقال ابوبکر اما بعد من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی قال اللہ وما محمد الا رسول الی قولہ الشاکرین قال واللہ لکأن الناس لم یعلموا ان اللہ انزل ہذہ الآیۃ حتی تلاہا ابوبکر فتلقاہا منہ الناس کلہم فما اسمع بشرا من الناس الا یتلوہا واخرج ابن المنذر عن ابی ہریرۃ وعروۃ وغیرہما نحو ذلک وقال ابراہیم قال ابوبکر

مشروع کر دیں اور ان کو مار کر پیچھے تک بھگا دیا۔ ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا مروی ہے ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (فرمایا کہ جس نے گناہ کے بعد) استغفار کیا اس نے اصرار نہیں کیا اگرچہ دن میں ستر مرتبہ ہو۔

اور موافقات عمرؓ میں سے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (۳، ۱۴۴) اور نہیں محمد اللہ کے رسول ہی تو ہیں۔ کلیب سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ عمرؓ نے ہم کو خطبہ دیا اور وہ منبر پر آل عمران پڑھ رہے تھے۔ پھر فرمایا کہ یوم احد میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو گئے تھے تو میں پہاڑ پر چڑھا پھر میں نے ایک یہودی سے سنا جو یہ کہہ رہا تھا قُتِلَ مُحَمَّدٌ (محمد قتل ہو گیا) میں نے کہا میں کسی سے نہیں سنوں گا کہ وہ یہ کہے کہ محمد قتل ہو گیا مگر میں اس کی گردن مار دوں گا۔ پھر میں نے نظر دوڑائی تو اچانک دیکھا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور لوگ لوٹ کر آپ کی طرف جا رہے ہیں پھر یہ آیت نازل ہوئی وَمَا مُحَمَّدٌ الخ اور محمد نہیں مگر رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت رسول گزر چکے ہیں۔ بخاری نے نقل کیا مروی ہے ابی سلمہؓ سے وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ (بعد حادثہ وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نکلے اور عمرؓ لوگوں سے کلام کر رہے تھے تو انھوں نے کہا کہ اے عمرؓ بیٹھ جاؤ اب ابوبکرؓ نے فرمایا اما بعد (اے لوگو!) جو شخص محمد کی عبادت کیا کرتا تھا (وہ سن لے کہ) محمد مر گئے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا (وہ یاد رکھے کہ) بیشک اللہ تو زندہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ سے الشاکرین تک (حضرت ابوبکرؓ نے پڑھا) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم (ایسا معلوم ہوتا تھا کہ) درحقیقت لوگ یہ جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل کی ہے یہاں تک کہ ابوبکرؓ نے اس کی تلاوت کیا اور ان سے سن کر سب لوگ اس کو پڑھنے لگے۔ عوام میں سے ہر بشر کی زبان سے میں یہی آیت سن رہا تھا۔ ابوہریرہؓ اور عروہؓ وغیرہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور ابراہیم نے کہا کہ ابوبکرؓ نے کہا رضی اللہ عنہ کے

له یہ جملے [illegible] جس گناہ سے توبہ کی [illegible] کے بعد پھر وہی گناہ [illegible]

لو متّو فی ریحانۃ اقطعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بالمرثم کرنا ۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا
رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ
اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ
روی عن علی بن ابی طالب فی قولہ وسیجزی
اللہ الشاکرین قال الثابتین علی دینہم ابا بکر و
اصحابہ فکان علیؓ یقول ابوبکر امیر الشاکرین۔
روی عن ابن عباس وشاورہم فی الامر
ابوبکر و عمر و فی روایۃ عن ابن عباس
قال نزلت ہذہ الآیۃ فی ابی بکر و عمر فقال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو اجتمعتما فی
مشورۃ ما خالفتکما و دریں موضع اشکالے بہم
می رسد زیرا کہ سوابق آیات برائے عتاب
است کہ در غزوۂ احد ازیشان تقصیری رو
دادہ و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنابر
کرم از سر تقصیر ایشان در گزرد و بانواع
ملاطفات غبار ندامت از چہرۂ حال ایشان
زدائد و ہنوز زا لجملہ است مشاورہ در
امور حرب و از شیخین تقصیرے دراں واقعہ ظاہر
نشدہ تا مصداق ایں آیت تواند بود جواب آن است
کہ ذکر کردن عبداللہ بن عباس شیخین را دریں موضع
نہ بجہت داں غیر مذاہب مشہورہ در تفسیر دارد گفت
کہ عرب گویند اذا ذکر الشئ بالشئ و ایں نکتہ
را ہر کہ در بسیاری از مواضع کافل حل مشکلات
تفسیر خواہد بود و عن ابن عمرو قال کتب
ابوبکر الصدیق الی عمرو ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کان یشاورنی
فی الحرب فعلیک بہ و عن الضحاک
قال کان عمر بن الخطاب یشاور

کے وقت، اگر یہ لوگ مجھ سے اونٹ کی نکیل کی رسی کا ٹکڑا بھی روکیں
گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو میں ان پر
جہاد کروں گا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (اور محمد
نہیں ہے رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں
سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ الٹے
پھر جاؤ گے۔ اور علی بن ابی طالب سے مروی ہے ارشاد خداوندی وسیجزی
اللہ الشاکرین (اور عنقریب اللہ شکر گزاروں کو بدلہ دے گا) کی تفسیر میں آپ نے
فرمایا الثابتین علی دینہم یعنی وہ لوگ اپنے دین پر قائم رہیں گے ابوبکرؓ و ان کے ساتھی
کہا کرتے تھے کہ ابوبکر امیر الشاکرین ہیں۔ اور مروی ہے ابن عباسؓ سے وَ
شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (اور ان سے کام میں مشورہ کیا کرو) کی تفسیر میں کہ
ابوبکرؓ و عمرؓ سے مشورہ کیا کرو یعنی حضرت سے مراد ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں اور ایک روایت
میں ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے میں نازل ہوئی
تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دونوں کسی مشورے میں متفق
ہو جاؤ گے تو میں تمہارے خلاف نہ کروں گا۔ اس مقام پر ایک اشکال پیدا
ہوتا ہے کہ آیت کا سیاق اس جماعت کے عتاب میں ہے جس سے غزوۂ احد میں
کچھ لغزش واقع ہوئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے
کہ ان کی کوتاہی سے درگزر کرتے ہوئے انواع لطف و مہربانی کا معاملہ
فرما کر شرمندگی کا غبار ان کے چہروں سے صاف کر دیں اور ان ہی انواع
لطف میں سے امور حرب میں مشاورت بھی ہے اور شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ)
سے اس موقع پر کوئی لغزش واقع نہیں ہوئی تھی کہ وہ اس آیت کا
مصداق بن سکیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ کا شیخین
کو اس موقع پر ذکر کرنا ایک خاص مذہب (نقطۂ نظر) کے مطابق ہے جو مذاہب
مشہورہ سے جدا ہے تفسیر کے بارے میں۔ اور وہ یہ ہے کہ عرب کہتے ہیں کہ
ایک شے کو یاد دلایا جاتا ہے دوسری شے کے ذکر سے (مقصود اصل درحقیقت
وہ شے نہیں ہوتی جو مذکور ہوتی ہے) اور اس نکتہ کو یاد رکھو کہ یہ بہت سے
مواقع میں تفسیر کی مشکلات کے حل کا کفیل کرے گا۔ اور ابن عمرو سے
مروی ہے کہ انہوں نے کہا ابوبکر صدیقؓ نے عمرو (بن العاص) کو لکھا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے جنگ میں مشورہ کیا کرتے تھے تمہیں
بھی کرنا چاہیے۔ اور ضحاکؓ سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب مشورہ کیا کرتے تھے

ذلك فغضب أبو بكر فضرب وجه فنحاص ضربة
شديدة وقال والذي نفسي بيده لولا العهد الذي
بيننا وبينك لضربت عنقك يا عدو الله فذهب
فنحاص إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال
يا محمد انظر ما صنع بي صاحبك فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لأبي بكر ما حملك على ما
صنعت قال يا رسول الله قال قولا عظيما يزعم
أن الله فقير وأنهم عنه أغنياء فلما قال
ذلك غضبت لله مما قال فضربت وجهه
فجحد فنحاص فقال ما قلت ذلك فأنزل فيما
قال فنحاص تصديقا لأبي بكر لقد سمع الله
قول الذين قالوا إن الله فقير الآية و
نزل في أبي بكر وما بلغه في ذلك من الغضب ولتسمعن
من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم ومن الذين
أشركوا أذى كثيرا الآية وعن السدي في
قوله لقد سمع الله قول الذين قالوا إن الله
فقير قالها فنحاص اليهودي من بني مرثد لقيه
أبو بكر فكلمه فقال له يا فنحاص اتق الله وآمن
وصدق وأقرض الله قرضا حسنا فقال
فنحاص يا أبا بكر تزعم أن ربنا فقير يستقرضنا
أموالنا وما يستقرض إلا الفقير من الغني
إن كان ما تقول حقا فإن الله إذا
لفقير فأنزل الله هذا فقال أبو بكر فلولا
هدنة كانت بين النبي صلى الله عليه
وسلم وبين بني مرثد لقتلته
وعن مجاهد قال صك أبو بكر رجلا
منهم الذين قالوا إن الله فقير
ونحن أغنياء لم يستقرضنا وهو
غني وهم يهود

یہود کے بارے میں ہیں۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ پھر اس کی یہ بات
سن کر ابو بکرؓ کو غصہ آگیا اور انہوں نے فنحاص کے منہ پر سخت تھپڑ
مارا اور کہا کہ اے دشمن خدا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں
میری جان ہے اگر وہ معاہدہ جو ہمارے اور تیرے درمیان نہ ہوتا تو میں تیری
گردن اڑا دیتا۔ اس کے بعد فنحاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں پہنچا اور اس نے آپ سے کہا کہ اے محمد دیکھو تمہارے رفیق نے میرے ساتھ
کیا معاملہ کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ سے کہا کہ تم نے اس کے
ساتھ ایسا کیوں کیا؟ ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس نے بڑی سخت
کلام کیا یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور یہ لوگ اس سے بے پرواہ ہیں
جب اس نے ایسا کہا تو مجھے اللہ تعالیٰ کے واسطے غصہ آگیا اس کے اس قول
پر اور میں نے اس کے منہ پر مارا۔ یہ سن کر فنحاص مکر گیا اور بولا کہ میں نے
ایسا نہیں کہا تو اللہ تعالیٰ نے فنحاص کے قول کے بارے میں ابو بکرؓ کی
تصدیق کے لئے یہ آیت نازل فرمائی لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ الخ
اور اس بات پر ابو بکرؓ کو غصہ آیا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَ
لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الخ (۱۸۶،۳) اور البتہ آگے کو اور سنو گے بہت
سی باتیں دل آزاری کی ان لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں اور
ان لوگوں سے جو مشرک ہیں الخ۔ اور سدی سے روایت ہے اللہ تعالیٰ
کے قول لقد سمع اللہ الخ میں کہ یہ بات فنحاص یہودی نے کہی تھی جو
بنو مرثد میں سے تھا اس سے ابو بکرؓ ملے تھے اور اس سے گفتگو کی تھی ابو بکرؓ
نے اس سے کہا تھا کہ اے فنحاص اللہ سے ڈر۔ اور ایمان لا اور تصدیق
کر دے (توحید و رسالت کی) اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے تو فنحاص نے
کہا کہ اے ابو بکرؓ تو گمان کرتا ہے کہ ہمارا پروردگار فقیر ہے جو ہم سے ہمارے
اموال کو قرض مانگتا ہے اور مالدار سے قرض وہی مانگتا ہے جو فقیر ہوتا
ہے۔ اگر وہ سچ ہے جو تو کہتا ہے تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ یقیناً فقیر
ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اس پر ابو بکرؓ نے یہ کہا کہ اگر
نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور بنو مرثد کے مابین معاہدہ نہ ہوتا تو
میں اس کو ضرور قتل کر دیتا۔ اور مجاہدؒ سے مروی ہے کہ ابو بکرؓ نے تھپڑ
مارا ان لوگوں میں سے ایک شخص کے جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور
ہم اغنیاء ہیں وہ غنی ہونے کی حالت میں ہم سے قرض نہ مانگتا اور وہ یہود

قراءۃ الیتیم وللأم ثلث ۔ یبقے ۔ باقیہ للأب
وعن ابن عباس انہ دخل علی عثمان فقال
ان الاخوین لا یردان الام عن الثلث قال
اللہ فان کان لہ اخوۃ والاخوان لیسا
بلسان قومک اخوۃ فقال عثمان لا استطیع ان
اردّ ما کان قبلی ومضی فی الامصار وتوارث
بہ الناس ۔ واجاب زید بن ثابت بجواب
آخر قالوا یا ابا سعید ان اللہ یقول فان
کان لہ اخوۃ وانت تحجبہا بأخوین قال
ان العرب تسمی الاخوین اخوۃ ۔
تقریر گویم این اختلاف نیست بلکہ حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ تمسک نمود بان اصل
کہ حکم خلیفہ راشد چون مستجمع شود در
سبیل المسلمین گردد حجت است در دین و
زید بن ثابت معنی را کہ صحابہ در وقت شان
فہمیدہ بودند تقریر نمود ۔ وعن ابن شہاب
قال قضی عمر بن الخطاب ان میراث الاخوۃ
من الام للذکر مثل الانثی ۔ وما اری عمر بن
الخطاب قضی بذلک حتی علم من رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ولہذہ الآیۃ قال
اللہ تعالی فان کانوا اکثر من ذلک
فہم شرکاء فی الثلث ۔ وعن عمر
وعلی وابن مسعود وزید فی امّ
وزوج واخوۃ لاب وامّ واخوۃ
لامّ ان الاخوۃ من الاب والام شرکاء للاخوۃ
من الامّ فی ثلثہم وذلک انہم قالوا
ہم بنو امّ کلہم ولم تزدہم الاب الا

بیوی کو چوتھائی اور دونوں میں سے ماں کو تہائی اور جو کچھ باقی بچے وہ باپ
کو دیا جائے ۔ اور مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ وہ عثمانؓ کے پاس گئے
اور کہا کہ اخوین (یعنی دو بھائی یا ایک بہن اور ایک بھائی) تو ماں کو ثلث
ایک تہائی سے نہیں گھٹائیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فان کان لہ
اِخْوَۃٌ اور اخوین کو آپ کی قوم کی زبان میں اخوۃ نہیں کہا جاتا ۔ تو
عثمانؓ نے کہا کہ مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ ان فیصلوں کو رد کر دوں جو
مجھ سے پہلے کے ہیں اور شہروں میں ان پر عمل بھی جاری ہے اور ان
کی رو سے لوگوں کو وراثت ملی ہے ۔ اور زید بن ثابتؓ نے اس کا دوسرا
جواب دیا ۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ اے ابوسعید اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
فان کان لہ اخوۃ اور آپ اس کو (یعنی ماں کے حصہ کو) اخوین سے
محجوب کرتے ہیں (یعنی تہائی کی جگہ چھٹا حصہ رکھتے ہیں) زیدؓ نے فرمایا کہ
عرب (زمانہ کلام میں) اخوین کو اخوۃ کہتے ہیں ۔
تقریر کہتا ہے کہ ان دونوں میں اختلاف نہیں ہے بلکہ عثمان رضی اللہ
عنہ نے دلیل پکڑی ہے اس اصل کو کہ خلیفہ کا جب حکم نافذ ہو جائے اور
مسلمان اس کا اتباع کرتے ہوئے اپنی راہ قائم کرلیں تو وہ دین میں حجت
ہے اور زید بن ثابتؓ نے اس معنی کی تقریر کی جو صحابہؓ کے وقت
صحابہؓ سمجھتے تھے ۔ اور ابن شہاب سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ عمر بن الخطابؓ
نے فیصلہ کیا کہ ماں جائے بھائیوں کی میراث کا حق مرد کا حصہ عورت
کے برابر ہوگا اور میں نہیں سمجھتا کہ عمر بن الخطابؓ از خود یہ فیصلہ کرتے
بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور معلوم ہوا ہوگا اور اس آیت
سے بھی حق تعالیٰ کا ارشاد ہے فان کانوا اکثر (۔۔) اور اگر یہ لوگ ایک
سے زیادہ ہوں تو وہ سب تہائی میں شریک ہیں ۔ اور مروی ہے عمرؓ سے
اور علیؓ و ابن مسعودؓ اور زیدؓ سے ماں اور شوہر اور سگے بہن بھائیوں
اور ماں جائے بہن بھائیوں کے بارے میں کہ جو سگے بہن بھائی ہیں وہ ماں
جائے بہن بھائیوں کے ساتھ ان کے تہائی حصہ میں شریک ہیں اور اس
کی بنا یہ ہے کہ ان کا قول ہے کہ وہ سب ایک ہی ماں کی اولاد ہیں اور
ان کے باپ نے ان میں صرف اس وصف کا اضافہ کیا ہے کہ وہ (باہم)

له ابن کثیر میں ہے کہ یہ بات ثابت نہیں ۔ [illegible] شعبہ کے [illegible] امام مالک کی [illegible] ہے [illegible] ابن عباسؓ کا [illegible]
[illegible] اصحاب [illegible] کے خلاف [illegible] ۔ مترجم

و حضرت علی را مسئلہ و حضرت علی و
ابن عباس را مسئلہ پر سند التسبیل
بیضرابو و بغیر ثابہ سے تو تصریف زید
فقیر گوید بعد ازاں از حضرت فاروقؓ
و حضرت مرتضیٰ کلماتے نقل کردہ شد کہ
ازیں ملاحظہ رجوع کردند و دریں مسئلہ
قولے ثابت تر از قول حضرت صدیقؓ
نیست آنکہ او را اخروا الجاہلیۃ و عن
ابن عباس قال اول من اعال الفرائض
عمر تدافعت علیہ ورکب بعضہا بعضا
قال واللہ ما ادری کیف اصنع بکم واللہ ما ادری
ایکم قدم اللہ ولا ایکم اخر وما اجد
فی ہذا المال شیئا احسن من ان اقسمہ
علیکم بالحصص ثم قال ابن عباس وایم
اللہ لو قدم من قدم اللہ واخر من اخر
اللہ ما عالت فریضۃ فقیل لہ وایہا قدم
اللہ قال کل فریضۃ لم یہبطہا اللہ من
فریضۃ الا الی فریضۃ فہذا ما قدم اللہ و
کل فریضۃ اذا زالت عن فرضہا لم یکن لہا
الا ما بقی فتلک التی اخر اللہ فالذی قدم
کالزوجین والام والذی اخر کالاخوات و
البنات فاذا اجتمع من قدم اللہ واخر بدئ
بمن قدم فاعطی حقہ کاملا فان بقی شیء کان لہن وان
لم یبق شیء فلا شیء لہن وذکر عند عمر الثلث
فی الوصیۃ فقال الثلث وسط لا بخس ولا
شطط وعن ابی عبد الرحمن السلمی

احسان سے مثالیں بیان کیں اور علیؓ اور عباسؓ بھی ان سے زائد کہیں
اسی راہ پر چلتے ہوئے زیدؓ کی طرح ادھر اُدھر کی مثالیں دیتے ہیں۔
فقیر کہتا ہے کہ اس کے بعد حضرت فاروقؓ اور حضرت مرتضیٰؓ سے
کلمات منقول ہیں (جن سے ثابت ہوتا ہے) کہ انھوں نے اس بات سے رجوع
کر لیا۔ اور اس مسئلہ میں کوئی قول حضرت صدیقؓ کے قول سے زیادہ مستحکم نہیں
ہے کہ انھوں نے دادا کو باپ کا قائم مقام بنایا اس کو بخاری نے بھی لیا ہے۔
اور مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ عمرؓ نے فرائض میں جب پہلے عول کا طریقہ
نکالا وہ عمرؓ تھے (جب کہ حصص میں) ان کے سامنے عول واقع ہوا اور بعض
حصص بعض پر بڑھنے لگے تو انھوں نے کہا واللہ میں نہیں جانتا کہ تمہارا
کیا فیصلہ کروں؟ واللہ میں نہیں جانتا کہ تم میں سے کس کو خدا نے مقدم کیا
اور کس کو مؤخر کیا اور میں اس مال میں کوئی طریقہ اس سے بہتر نہیں سمجھتا کہ
میں اس کو تمہارے اوپر باعتبار حصص تقسیم کر دوں۔ پھر کہا ابن عباسؓ
نے اور خدا کی قسم اگر عمرؓ اس کو مقدم کرتے جس کو اللہ نے مقدم کیا
اور اس کو مؤخر کرتے جس کو اللہ نے مؤخر کیا تو فریضہ میں عول نہ
واقع ہوتا۔ ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ کن حصص کو اللہ نے مقدم کیا تو
انھوں نے کہا کہ جس فریضہ کو خدا نے نیچے نہیں اتارا مگر ایک فریضہ کی طرف
(جیسے تہائی کو آدھا کر چھٹا حصہ کر دیا) تو یہ وہ ہے جس کو خدا نے مقدم
کیا۔ اور جو فریضہ ایسا ہو کہ جب اس کو اس کے معینہ فرض (معین حصہ) سے
ہٹایا تو اس کے لئے کوئی اور مقدار معین نہیں کیا بجز اس باقی کے تو وہ
ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے مؤخر کیا ہے تو جن کو خدا نے مقدم کیا جیسے زوجین اور
ماں اور جن کو مؤخر کیا جیسے بہنیں اور بیٹیاں جب اس طرح کے ذوالفروض
جمع ہو جائیں جن کو خدا نے (جیسے ذکر ہوا) مقدم و مؤخر کیا ہے تو مقدم سے
شروع کیا جائے گا کہ اس کا حصہ پورا دیا جائے۔ پھر اگر کچھ بچ جائے تو
ان مؤخر والوں کو دیا جائے اور اگر کچھ نہ بچے تو ان کو کچھ نہ دیا جائے۔
اور عمرؓ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ وصیت میں ثلث ہوتا ہے تو آپ نے کہا کہ
ثلث درمیانی درجہ ہے نہ کم نہ زیادہ۔ اور مروی ہے ابی عبدالرحمن السلمی سے

لے قول ... کا مطلب ہے کہ [illegible]
[illegible]
[illegible] کو مقول کہتے ہیں ۱۲ مترجم

قال قال عمر بن الخطاب لا تغالوا في
مهور النساء فقالت امرأة ليس ذلك
لك يا عمر إن الله يقول وآتيتم
إحداهن قنطارا من ذهب قال
وكذلك في قراءة ابن مسعود
فقال عمر إن امرأة خاصمت عمر فخصمته
وعن بكر بن عبد الله المزني قال
قال عمر خرجت وأنا أريد أن أنهاكم
عن كثرة الصداق فعرضت لي آية
من كتاب الله وآتيتم إحداهن قنطارا
وروي أن رجلا تزوج امرأة ولم يدخل
بها حتى رأى أمها فأعجبته فاستفتى
ابن مسعود فأمره أن يفارقها ثم
يتزوج أمها ففعل وولدت له
أولادا ثم قدم ابن مسعود المدينة فسأل
عمر وفي لفظ فسأل أصحاب النبي
صلى الله عليه وسلم فقالوا لا تصلح
فلما رجع إلى الكوفة قال للرجل إنها
عليك حرام ففارقها وسئل عمر
عن جاريتين أختين أتطأ إحداهما بعد
الأخرى فقال عمر ما أحب أن أجيزهما
جميعا ونهاه وأخرج مالك عن ابن شهاب
عن قبيصة بن ذؤيب أن رجلا سأل
عثمان بن عفان عن الأختين من ملك
اليمين هل يجمع بينهما فقال أحلتهما آية
وحرمتهما آية وأما أنا فلا أصنع
ذلك فخرج من عنده فلقي
رجلا من أصحاب النبي
صلى الله عليه وسلم

انھوں نے کہا کہ عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ عورتوں کے مہروں میں مبالغہ
(یعنی حد سے زیادہ گرانی) نہ کرو تو ایک عورت نے کہا کہ تحقیق اس میں آپ کا
کچھ اختیار نہیں ہے اے عمرؓ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا
(ترجمہ: اور تم ان میں سے کسی کو سونے کا انبار بھی دے چکے ہو) راوی کہتا
ہے کہ ابن مسعودؓ کی قرأت میں یوں ہی ہے (یعنی مِنْ ذَهَبٍ کے
ساتھ) تو عمرؓ نے فرمایا کہ ایک عورت نے عمرؓ سے جھگڑا کیا اور اس پر
غالب آگئی۔ اور مروی ہے بکر بن عبد اللہ مزنی سے انھوں نے کہا کہ عمرؓ
نے فرمایا کہ میں تم کو مہر کی زیادتی سے منع کرنے کے لئے نکلا تو کتاب اللہ
کی ایک آیت پیش آگئی وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا۔ اور مروی ہے
کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ ابھی وہ اس کے پاس گیا نہیں
تھا کہ اس نے اس عورت کی ماں کو دیکھا تو وہ اس کو پسند آگئی تو اس نے
ابن مسعودؓ سے فتویٰ پوچھا تو انھوں نے اس کو یہ حکم دیا کہ اس لڑکی کو
(طلاق دے کر) مفارقت کرے پھر اس کی ماں سے نکاح کر لے تو اس نے
ایسا کر لیا اور اس عورت سے اس کی اولاد بھی ہوئی۔ پھر ابن مسعودؓ کا
مدینہ میں آنا ہوا تو انھوں نے عمرؓ سے سوال کیا اور ایک روایت میں ہے کہ
اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو سب نے کہا کہ یہ ٹھیک نہیں
ہے تو جب ابن مسعودؓ کوفہ واپس آئے تو آپ نے اس شخص کو بلا کر
سمجھایا کہ وہ تجھ پر حرام ہے پھر اس نے اس عورت کو علیحدہ کر دیا۔ اور
حضرت عمرؓ سے پوچھا گیا دو لونڈیوں کے بارے میں جو بہنیں تھیں کہ
ان میں سے ایک سے مقاربت کی جائے دوسری کے بعد تو عمرؓ نے جواب
دیا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ دونوں کو دونوں سے مجامعت کی اجازت دیدوں
اور اس کو منع کر دیا۔ اور مالکؒ اور شافعیؒ نے نقل کیا بروایت قبیصہ
ابن ذؤیب کہ ایک شخص نے ایسی دو بہنوں کے حق میں جو لونڈیاں
ہوں حضرت عثمانؓ سے سوال کیا کہ کیا دونوں کو جمع کیا جا سکتا ہے
یعنی دونوں سے مقاربت جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ ان کو ایک
آیت تو حلال کرتی ہے (یعنی وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ) اور
دوسری آیت حرام کرتی ہے (یعنی وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ)
اور میں یہ کام نہیں کر سکتا (یعنی اجازت نہ دوں گا) پھر وہ شخص ان کے
پاس سے اٹھ کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص سے ملا

الكبير، فتبدل له ساعة أخرى تقال مرة بكذا: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، وفي رواية أخرى مكان سماه، قال عمر: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم: أول ما يرفع من الناس الأمانة وآخر ما يبقى الصلاة، ورب مصل لا خير فيه. ثم عن عكرمة في قوله تعالى: وأولي الأمر منكم، قال: أبو بكر وعمر. وعن الكلبي: وأولي الأمر، قال: أبو بكر وعمر وعثمان وعلي وابن مسعود. وعن عكرمة أنه سئل عن أمهات الأولاد، فقال: هن حرائر. فقيل: بأي شيء؟ قال: بالقرآن. قالوا: بماذا من القرآن؟ قال: قول الله: أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم، وكان عمر من أولي الأمر، قال: عتقت، وإن كان سقطا. وعن عمران بن الحصين قال: كان عمر إذا استعمل رجلا كتب في عهده: اسمعوا له وأطيعوا ما عدل فيكم. وعن عمر قال: اسمع وأطع وإن أمر عليك عبد حبشي مجدع، إن ضربك فاصبر، وإن حرمك فاصبر، وإن أراد أمرا ينتقص دينك فقل: دمي دون ديني. ثم أخرج الثعلبي عن ابن عباس في قوله: ألم تر إلى الذين يزعمون أنهم آمنوا بما أنزل إليك وما أنزل من قبلك الآية، قال: نزلت في رجل من المنافقين يقال له بشر، خاصم يهوديا

اس کی تفسیر یہ ہے کہ ساعت میں تھوڑا وقفہ بدل جائے گی۔ تو حضرت عمرؓ کبھی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے یعنی ایسا ہی کہتے ہیں اور ایک روایت میں بجائے سماع کے ان کا نام مذکور ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے قریب سب سے پہلے جو چیز لوگوں میں سے اٹھالی جائے گی وہ امانت ہوگی اور باقی رہنے والی چیزوں میں کی آخری چیز نماز ہوگی۔ اور بہت سے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جن میں خیر نہیں۔ اور مروی ہے عکرمہؓ سے بابت ارشاد باری تعالیٰ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کہ کہا ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں۔ اور مروی ہے کلبی سے وَاُولِی الْاَمْرِ کہا ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و ابن مسعودؓ۔ اور عکرمہؓ سے مروی ہے کہ ان باندیوں کے بارے میں پوچھا گیا جن سے بچے پیدا ہوگئے تو انھوں نے کہا کہ وہ آزاد ہیں۔ پوچھا گیا کہ آپ کس دلیل سے کہتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ قرآن سے۔ لوگوں نے کہا کہ قرآن میں کیا ہے تو انھوں نے کہا کہ حق تعالیٰ کا قول ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں اولی الامر ہیں ان کی) اور حضرت عمرؓ اولی الامر میں سے تھے انھوں نے کہا ہے کہ آزاد کر دی جائیں گی اگرچہ اسقاط ہی کیوں نہ ہو گیا ہو۔ اور مروی ہے عمران ابن الحصینؓ سے انھوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ جب کسی کو عامل بنایا کرتے تھے تو اس کی سند پر حسب مضمون ذیل کے یہ ہدایت لکھتے تھے کہ ان کی بات سنو اور اطاعت کرو جب تک تم میں عدل کرتے رہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (لوگو!) آپ نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر ایک حبشی نکٹی بوچی ناک والے غلام کو امیر بنا دیا جائے اگر وہ تجھے مارے تو صبر کر اور اگر تجھے محروم کرے تو بھی صبر کر اور اگر کسی ایسے کام کا ارادہ کرے جس سے تیرے دین کو نقصان پہنچے تو کہہ دے کہ تو میرا خون بہا سکتا ہے مگر دین نہیں۔ اور ثعلبی نے ابن عباسؓ سے مروی ہے اس آیت کے بارے میں اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ (الآیۃ) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف اتاری گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی آخر تک۔ فرمایا کہ منافقین میں سے ایک شخص کے بارے میں جس کو بشر کہا جاتا تھا نازل ہوئی۔ اس نے ایک یہودی کے ساتھ جھگڑا کیا

فدعا اليهودي إلى النبي صلى الله عليه وسلم ودعاه المنافق إلى كعب بن الأشرف ثم إنهما احتكما إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقضى لليهودي فلم يرض المنافق وقال تعال نتحاكم إلى عمر بن الخطاب فقال اليهودي لعمر قضى لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يرض بقضائه فقال للمنافق أكذلك قال نعم فقال عمر مكانكما حتى أخرج إليكما فدخل عمر فاشتمل على سيفه ثم خرج فضرب عنق المنافق حتى برد ثم قال هكذا أقضي لمن لم يرض بقضاء الله ورسوله فنزلت وللحديث طرق مسندة نحو ذلك بعضها عن ابن لهيعة عن أبي الأسود وعن عتبة بن ضمرة عن أبيه وعن مكحول وغير ذلك وأخرج مسلم في حديث ابن عباس عن عمر بن الخطاب قال لما اعتزل النبي صلى الله عليه وسلم نساءه دخلت المسجد فناديت بأعلى صوتي لم يطلق نساءه ونزلت هذه الآية وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ فكنت أنا استنبطت ذلك الأمر وعن يعلى بن أمية قال سألت عمر بن الخطاب فقلت فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وقد أمن الناس

یہودی نے دعویٰ پیش کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور یہودی پر منافق نے دعویٰ کیا کعب ابن اشرف کے یہاں۔ پھر دونوں نے مقدمہ بتایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو۔ تو آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا لیکن منافق راضی نہ ہوا اور اس نے (یہودی) سے کہا کہ آؤ ہم یہ مقدمہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس لے جائیں۔ (چنانچہ گئے) تو یہودی نے عمرؓ سے کہا کہ جناب فیصلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کر دیا ہے مگر یہ آپ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا تو عمرؓ نے منافق سے پوچھا کیا یہی بات ہے؟ اس نے کہا ہاں تو عمرؓ نے کہا یہیں ٹھہرے رہو جب تک میں باہر آؤں۔ عمرؓ گھر میں گئے تو پھر تلوار ہاتھ میں لے کر نکلے اور منافق کی گردن اڑا دی یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا میں اس طرح فیصلہ کرتا ہوں اس کا جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ پر راضی نہ ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حدیث کے اور بھی چند طرق ہیں جن سے استدلال کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے جو ابن لہیعہ سے وہ روایت کرتے ہیں ابی الاسود سے وہ عتبہ بن ضمرہ سے وہ اپنے باپ سے وہ مکحول سے وغیرہ ذلک۔ آیت کا مسلم نے ابن عباسؓ کی حدیث میں روایت ہے عمرؓ بن الخطاب سے آپ نے کہا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی تو میں مسجد میں داخل ہوا اور میں نے بلند آواز سے یہ اعلان کیا کہ آپ نے اپنی عورتوں کو طلاق نہیں دی۔ اور یہ آیت نازل ہوئی وَاِذَا جَاءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ (۴-۸۳) اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اس کو رسول کے اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں۔ تو وہ شخص میں ہی تھا جس نے اس امر کا استنباط کیا تھا۔ یہی مراد ہے کہ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ سے وہ جن میں سے ایک میں ہوں۔ اور یعلی بن امیہ سے مروی ہے انھوں نے کہا میں نے سوال کیا عمرؓ بن الخطاب سے اور عرض کیا کہ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ (۴-۱۰۱) (اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کر دو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے) جس شرط کے ساتھ یہ حکم دیا گیا تھا وہ اب باقی نہیں رہی یعنی کفار کی طرف سے اندیشہ کیونکہ اب سب لوگ امن میں ہیں پھر یہ حکم کیا باقی ہے؟

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

ترجمہ گفت حق سبحانہ این آیت اوّل دلیل است بر خلافت خاصہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و بر فضائل و مناقب او و تابعان او بوجہے کہ اہل آن معدود نباشند و منکر آن متعلق الحجۃ باشد در اسلام۔

تفصیل این اجمال آنکہ خدائے تعالیٰ درین آیات خبر داد کہ جماعہ از متکلمین بکلمہ اسلام مرتد خواہند شد و وعدہ فرمود کہ جماعہ از محبین و محبوبین دیگر را بجائے ایشان آورد و معنے آنست کہ از قبائل عرب گروہ گروہ بیایند بعض از توفیق الٰہی مجتمع شوند و در مقابلہ مرتدین داد قتال دہند و این وعدہ بہمین صورت در زمان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ واقع شد و گروہ گروہ از قبائل عرب بیکبار زیر رایت حضرت صدیق جمع شدند و با مرتدان مقاتلہ نمودند تا آنکہ فتنہ فرو نشست و عالم بحکم اول باز گشت بعد از ان حادثہ تا امروز چنانکہ مدتے طویل گزشت باین صفت قتال مرتدین واقع نشد پس صدیق اکبر و اتباع او باین فضائل عظیمہ کہ در اسلام فضیلتے بالاتر از آن نمی باشد متصف شدند و ہمین است معنے خلافت خاصہ و ہو المقصود و اخرج البخاری و مسلم عن طارق بن شہاب قال قالت الیہود لعمر انکم تقرءون آیۃ لو نزلت فینا معشر الیہود لاتخذنا ذلک الیوم عیدا قال ای آیۃ قالوا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ قال عمر

ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں خوب جاننے والے ہیں۔ تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایماندار لوگ ہیں جو کہ اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں کہ ان میں خشوع ہوتا ہے اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بے شک غالب ہے۔

ترجمہ: یعنی یہ آیات ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت خاصہ اور ان کے تابعین کے فضائل و مناقب پر اس قدر واضح دلیل ہیں کہ جب وہ شخص معین کر دیا جانے والا تھا معدود نہیں ہے گا اور جو ان فضائل کا منکر ہے اس پر اسلام میں حجت تمام ہو گئی۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں خبر دی ہے کہ ایک جماعت کلمہ اسلام پڑھنے والوں کی مرتد ہو جانے کی اور وعدہ فرمایا کہ محبین و محبوبین کی ایک جماعت کہ جن کی ایسی اور ایسی صفات ہوں گی ہم لائیں گے اور وعدہ کے معنے یہ ہیں کہ وہ لوگ قبائل عرب میں سے گروہ گروہ نکل کر بعض ترغیب الٰہی سے جمع ہو جائیں اور مرتدین کے مقابلہ پر دادِ قتال دیں اور یہ وعدہ اسی حیثیت و صورت کے ساتھ صدیق اکبر کے زمانہ میں پورا ہو گیا کہ گروہ در گروہ قبائل عرب نکل نکل کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے اور ان ہی کے حکم سے انہوں نے مقاتلہ کیا یہاں تک کہ فتنہ کے شعلے ٹھنڈے ہو گئے اور عالم پہلی شکل پر واپس آ گیا اور اس حادثہ کے بعد جو آج تک بہت بڑی مدت گزر چکی ہے اس صفت کے ساتھ مرتدین سے کوئی جنگ نہیں ہوئی پس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے تابعین ان فضائل عظیمہ سے کہ اسلام میں کوئی فضیلت ان کے برابر نہیں ہے متصف تھے اور یہی خلافت خاصہ کے معنے ہیں اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ اور بخاری و مسلم نے طارق بن شہاب سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ یہودیوں نے حضرت عمر سے کہا کہ تم لوگ ایک ایسی آیت اپنی کتاب میں پڑھتے ہو کہ اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید قرار دے لیتے۔ عمر نے پوچھا اور وہ کونسی آیت ہے تو انہوں نے کہا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ (م ۵: ۳) آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کر دیا۔ عمر نے کہا

وقال إني لأعلم اليوم الذي نزلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه والساعة التي نزلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه نزلت في يوم الجمعة وفي عشية. قال لما نزلت اليوم أكملت لكم دينكم وذلك يوم الحج الأكبر بكى عمر فقال له النبي صلى الله عليه وسلم ما يبكيك قال أبكاني أنا كنا في زيادة من ديننا فأما إذ كمل فإنه لم يكمل شيء قط إلا نقص قال صدقت. وعن علقمة بن عبد الله المزني قال كنت في مجلس عمر بن الخطاب فقال عمر لرجل من القوم كيف سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول قال إن الإسلام بدأ جذعا ثم ثنيا ثم رباعيا ثم سديسيا ثم بازلا قال عمر فما بعد البزول إلا النقصان. وعن عمر بن الخطاب قال المسلم يتزوج النصرانية ولا يتزوج النصراني المسلمة. وعن بريدة قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يتوضأ عند كل صلاة فلما كان يوم الفتح توضأ ومسح على خفيه وصلى الصلوات بوضوء واحد فقال عمر يا رسول الله إنك فعلت شيئا لم تكن تفعله قال عمدا فعلته يا عمر. وعن علي أنه قرأ وأرجلكم قال رجع إلى الغسل. وعن ابن مسعود أنه قرأ وامسحوا برءوسكم وأرجلكم بالنصب. وعن عروة أنه كان يقرأ وأرجلكم يقول رجع الأمر إلى الغسل. وعن أبي عبد الرحمن السلمي قال

بالضرور میں اُس دن کو جس میں یہ آیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی بخوبی جانتا ہوں اور اُس ساعت کو بھی جس میں یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ عرفہ کی شام اور جمعہ کے دن میں۔ اور عمرؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ جب آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ نازل ہوئی اور یہ حج اکبر کا دن تھا تو عمرؓ رونے لگے۔ اس پر ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم کو کیا چیز رلا رہی ہے؟ عمرؓ نے کہا کہ مجھ کو (یہ خیال) رلا رہا ہے کہ اب تک ہم اپنے دین میں ترقی پر تھے اور اب وہ کامل ہو چکا تو کوئی شے ایسی نہیں ہے جب وہ کامل ہو جائے (اس کا کمال باقی نہ رہے) اور اس میں انحطاط شروع نہ ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا۔ اور علقمہ بن عبداللہ مزنی سے مروی ہے انھوں نے بیان کیا کہ میں عمرؓ بن الخطاب کی مجلس میں تھا تو عمرؓ نے قوم (یعنی حاضرین مجلس) میں سے ایک شخص سے کہا کہ کیونکر سنا تھا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوا آپ فرماتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا کہ اسلام کی ترقی کی مثال اونٹ کی عمر جیسی ہے جو پہلے ایک برس کا اونٹ ہوتا ہے پھر دو برس کا پھر سات برس کا پھر آٹھ برس کا (جس کو بازل کہتے ہیں یعنی اب اس کا دانت نکل پڑا ہوتا ہے) عمرؓ نے کہا کہ بزول (یعنی نکلنے قوت پر پہنچنے) کے بعد کیا ہے بجز انحطاط کے۔ اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمان مرد نصرانی عورت سے نکاح کرلے اور مسلمان عورت نصرانی مرد سے نکاح نہ کرے [illegible] روایت ہے بریدہ سے انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے قریب وضو کیا کرتے تھے پھر جب فتح (مکہ) کا دن آیا تو آپ نے وضو کی اور اپنے دونوں موزوں پر مسح کیا اور نمازیں ایک ہی وضو سے پڑھیں تو آپ سے عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ (آج) آپ نے ایسا کام کیا جو آپ پہلے نہیں کیا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے قصداً کیا ہے اے عمرؓ۔ اور مروی ہے علیؓ سے کہ انھوں نے قرأت کی وَاَرْجُلَکُمْ فرمایا کہ (یہ کلام) رجوع ہے غسل (یعنی دھونے) کی طرف۔ اور مروی ہے ابن مسعودؓ سے کہ انھوں نے پڑھا وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ (لام کے زبر کے ساتھ) اور مروی ہے عروہ سے کہ وہ پڑھا کرتے وَاَرْجُلَکُمْ اور کہتے لوٹ گیا ہے امر غسل کی طرف۔ اور ابی عبدالرحمن سلمی سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ

لہ بازل وہ اونٹ جو آٹھ برس کا ہو کر نویں میں لگا ہو [illegible]

تفسیر کبیر این امر واقع شد در قتال
مرتدین بامداد اہل یمن متحقق گشت
عن عمر بن الخطاب قال إني أحلف
ولا أعطي أقواماً ثم يبدو لي أن أعطيهم
فأطعم عشرة مساكين صاعاً من
شعير أو صاعاً من تمر أو نصف صاع
من بر. وعن عائشة كان أبو بكر إذا
حلف لم يحنث حتى نزلت آية الكفارة
فكان بعد ذلك يقول لا أحلف
على يمين فأرى غيرها خيراً منها
إلا أتيت الذي هو خير وقبلت
رخصة الله. وأخرج الترمذي عن عمر
ابن الخطاب أنه قال اللهم بين لنا
في الخمر بيان شفاء فنزلت التي في
البقرة يسئلونك عن الخمر والميسر
قل فيهما إثم كبير الآية فدعي
عمر فقرئت عليه ثم قال اللهم بين
لنا في الخمر بيان شفاء فنزلت التي
في النساء يا أيها الذين آمنوا
لا تقربوا الصلوة وأنتم سكارى
فدعي عمر فقرئت عليه ثم قال اللهم
بين لنا في الخمر بيان شفاء فنزلت
التي في المائدة إنما يريد الشيطان
أن يوقع بينكم العداوة و
البغضاء في الخمر والميسر إلى
قوله فهل أنتم منتهون فدعي عمر
فقرئت عليه فقال انتهينا انتهينا
وأخرج النسائي عن عبد الرحمن
ابن الحارث قال سمعت عثمان يقول

تفسیر کبیر میں ہے کہ یہ امر واقع ہوا اور مرتدین کے ساتھ قتال اہل یمن
کی امداد سے متحقق ہو گیا۔ مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے آپ نے فرمایا میں
قسم کھا لیتا ہوں کہ میں (فلاں فلاں) اقوام کو نہیں دوں گا۔ پھر مجھے
ظاہر ہوتا ہے (یعنی قلب میں یہ داعیہ پیدا ہوتا ہے) کہ مجھے ان کو دینا
چاہئے تو میں دس مسکینوں کو جَو میں سے ایک صاع یا ایک صاع کھجور
یا نصف صاع گیہوں (بطور کفارہ قسم) کھلا دیتا ہوں (اور ان لوگوں کو
دے دیتا ہوں) مروی ہے عائشہؓ سے کہ ابو بکرؓ جب قسم کھا لیتے تھے
تو اس کو نہیں توڑتے تھے یہاں تک کہ آیت کفارہ نازل ہوئی اور اس کے
بعد کہا کرتے کہ میں کسی بات پر قسم نہیں کھاتا کہ پھر دوسری بات اس
سے بہتر دیکھ لیتا ہوں تو میں جو بہتر ہوتی ہے اس کو کر لیتا ہوں اور
اللہ تعالیٰ نے جو رخصت دی ہے میں نے اس کو قبول کر لیا۔ اور ترمذی نے
اخذ کیا مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے کہ انہوں نے یہ دعا کی تھی کہ یا اللہ
ہمارے لئے شراب کے متعلق شافی بیان نازل کر دیجئے تو یہ آیت
نازل ہوئی جو سورۂ بقرہ میں ہے یسئلونک عن الخمر الخ (پ۲ ع۱۱)
(لوگ آپ سے شراب اور قمار کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے
کہ ان دونوں (کے استعمال) میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں۔
آخر تک) تو عمرؓ بلائے گئے اور ان کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو پھر
انہوں نے یہی دعا کی یا اللہ ہمارے لئے شراب کے بارے میں شافی
حکم بیان کر دیجئے تو وہ آیت نازل ہوئی جو سورۂ نساء میں ہے یا ایہا
الذین آمنوا الخ (پ۵ ع۴) (اے ایمان والو تم نماز کے پاس بھی ایسی
حالت میں مت جاؤ کہ تم نشہ میں ہو) پھر عمرؓ بلائے گئے اور ان کے
سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو پھر انہوں نے دعا کی یا اللہ ہمارے لئے شراب
کے بارے میں شافی بیان نازل کر دیجئے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی جو سورۂ
مائدہ میں ہے إنما يريد الشيطن ... منتهون تک (پ۷ ع۲) (شیطان
تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں
عداوت اور بغض واقع کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے
تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آؤ گے) پھر عمرؓ بلائے گئے اور ان کو یہ
آیت سنائی گئی تو کہا کہ ہم باز آ گئے ہم باز آ گئے۔ نسائی نے اخذ
کیا مروی ہے عبد الرحمن بن الحارث سے انہوں نے کہا کہ میں نے عثمانؓ

اللہ عنہ یقول اجتنبوا الخمر فانہا ام الخبائث انہ کان رجل ممن خلا قبلکم یتعبد فعلقتہ امرأۃ غویۃ فارسلت الیہ جاریتہا فقالت انا ندعوک للشہادۃ فانطلق مع جاریتہا فطفقت کلما دخل بابا اغلقتہ دونہ حتی افضی الی امرأۃ وضیئۃ عندہا غلام وباطیۃ خمر فقالت انی واللہ ما دعوتک للشہادۃ ولکن دعوتک لتقع علی او تشرب من ہذہ الخمر کأسا او تقتل ہذا الغلام قال فاسقینی من ہذا الخمر کأسا فسقتہ کأسا قال زیدونی فلم یرم حتی وقع علیہا وقتل النفس فاجتنبوا الخمر فانہا واللہ لا یجتمع الایمان وادمان الخمر الا لیوشک ان یخرج احدہما صاحبہ۔ عن ابن عباس ان الشراب کانوا یضربون فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالایدی والنعال والعصی حتی توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر لو فرضنا لہم حدا فتوخی نحو ما کانوا یضربون فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان ابو بکر یجلدہم اربعین حتی توفی ثم کان عمر من بعدہ فجلدہم کذلک اربعین حتی اتی برجل من المہاجرین الاولین وقد شرب فامر بہ ان یجلد فقال لم تجلدنی بینی وبینک کتاب اللہ فقال وفی ای کتاب اللہ تجد ان لا اجلدک فقال ان اللہ یقول فی کتابہ

اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا کہ تم شراب سے بچو کیونکہ وہ خبائث کی جڑ ہے۔ جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں ان میں ایک شخص تھا جو عبادت کیا کرتا تھا۔ ایک بدکار عورت اس کے پیچھے لگ گئی جس نے اپنی لونڈی کو اس کے پاس بھیجا اور اس نے اس سے کہا کہ ہم آپ کو گواہی کے لئے بلاتے ہیں تو وہ اس لونڈی کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ جب مکان میں داخل ہوا تو اس نے یہ ترتیب شروع کر دیا کہ جب وہ مکان کے کسی دروازے میں داخل ہوتا تو وہ لونڈی پیچھے سے دروازہ بند کر لیتی یہاں تک کہ وہ اس عورت کے پاس پہنچا جو خوبرو تھی اور اس کے سامنے ایک غلام تھا اور ایک صراحی شراب کی رکھی تھی۔ عورت نے کہا واللہ میں نے تجھ کو شہادت کے لئے نہیں بلایا بلکہ اس لئے بلایا ہے کہ یا تو مجھ سے ہمبستر ہو یا ایک پیالہ شراب پی لے یا اس غلام کو قتل کر۔ تینوں کاموں میں سے ایک کام ضروری ہوگا۔ اس نے کہا کہ اچھا تو مجھے اس شراب میں سے پلا دے تو اس کو ایک پیالہ پلا دیا (پھر کہا) اور دو کہ اور پلا۔ ایسا ہی کرتا رہا یہاں تک کہ (نشہ میں مست ہو کر) اس عورت پر جا پڑا اور اس شخص (معصوم) کو قتل بھی کر دیا تو تم شراب سے بچے رہو۔ خدا کی قسم ایمان اور شراب خوری بھی اکٹھی نہیں رہ سکتی بلکہ ہو جاتا ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کو نکال دیتا ہے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ شراب خور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہاتھوں سے اور جوتوں سے اور لاٹھیوں سے پیٹے جاتے تھے یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا بہتر ہے کہ ہم ان کے لئے کوئی خاص سزا معین کر لیں تو آپ نے اس زمانہ کے پیش نظر سوچا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے لوگوں کو مارا جاتا تھا تو ابوبکرؓ نے یہ مقرر کر دیا کہ وہ چالیس کوڑے مارا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی پھر ان کے بعد عمرؓ خلیفہ ہوئے تو وہ بھی اسی طرح چالیس کوڑے مارتے رہے حتیٰ کہ ایک ایسا شخص آپ کے پاس لایا گیا جو مہاجرین اولین میں سے تھا اس حال میں کہ اس نے شراب پی تھی تو آپ نے حکم دیا کہ اس کے کوڑے لگائے جائیں تو اس نے کہا کہ تم مجھے کوڑے کیوں لگاتے ہو میرے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ موجود ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے کونسی کتاب میں دیکھا ہے کہ تجھے کوڑے نہ مارے جائیں۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں کہتا ہے

قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝

وقال سبحانہ أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا ۖ وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ۘ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۗ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ۝ فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَهَٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۝ لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

خدای عز وجل در سورۂ انعام سہ آیت نازل فرمود متضمن فضیلت سہ فرقہ از مہاجرین اولین فرقۂ اول جماعۂ ابو ذر و اصحاب او

آیاتِ سورۃ الانعام

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ (۶: ۵۲) اور ان لوگوں کو دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اُس کی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی اُن کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں پھر آپ نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔

اور فرمایا اللہ سبحانہ نے أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ (۶: ۱۲۲) اور ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ بنا دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے کیا ایسا شخص اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ تاریکیوں میں ہے ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا۔ اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تاکہ وہ لوگ وہاں فریب کیا کریں۔ اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ شرارت کر رہے ہیں اور ان کو ذرا خبر نہیں۔ اور جب ان کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنا پیغام بھیجے عنقریب ان لوگوں کو جنہوں نے یہ جرم کیا ہے خدا کے پاس پہنچ کر ذلت پہنچے گی اور سزائے سخت ان کی شرارتوں کے مقابلہ میں۔ سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتے ہیں اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو تنگ بہت تنگ کر دیتے ہیں جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھٹکار ڈالتا ہے اور یہی تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے واسطے ان آیتوں کو صاف صاف بیان کر دیا۔ ان لوگوں کے واسطے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے۔ اللہ عزوجل نے سورۂ انعام میں تین آیتیں نازل فرمائی ہیں جو مہاجرین اولین کے تین فرقوں کی فضیلت پر مشتمل ہیں۔ پہلا فرقہ ابی ذر و اصحاب کی جماعت ہے جو کہ

وداخل جمعیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایمان آوردہ
وبشہادت علوم جبالیہ کہ در صدور ایشاں موجود
بود تصدیق نمودہ و اول این جماعہ است عثمان بن
عفان و سر دفتر ایشان صدیق اکبر است کہ
ترک عبادت اصنام واثبات توحید واجتناب از
زنا و نفرت از خمر و سائر قبائح در جبلت او
مطبوع بود و خوابہائے دیدہ کہ دلالت بر رسالت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم می نمود و ہمہ
لاجرم بمجرد دعوت ایمان آوردند و محتاج تکرار
دعوت یا اظہار معجزات یا انواع مناصحات
نشد خدائے تعالیٰ تعریض بحال ایشان بلکہ
بحال سر دفتر ایشان می فرماید و مقابلہ می
کند در میان ایشان و در میان جماعہ اخریٰ
کہ در طرف مقابل ایشان ایستادہ اند
مانند مقابلہ نور با ظلمت و روز با شب
قال اللہ تعالیٰ فمن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح
صدرہ للاسلام فرقۂ ثانیہ جماعۂ کہ عمری
در کفر و عداوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسر
بردند و زمان دراز در موت معنوی کہ
عبارت از انکار رسالت پیغمبر است صلی اللہ علیہ وسلم بعد بعثت
دیگر تا مدتے [illegible] توفیق حق دستگیری ایشان نمودہ حیات
معنوی عطا فرمود و عمدۂ زمرۂ مسلمانان ساخت مثل حمزہ
ابن عبدالمطلب و عمر بن الخطاب و سر دفتر ایشان عمر بن
الخطاب است خدائے تعالیٰ بحال ایشان تعریض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے شروع ہی میں ایمان لے آئے اور علوم
جبالیہ کی شہادت سے جو ان کے سینوں میں موجود تھا انھوں نے تصدیق
کر دی۔ حضرت عثمانؓ بن عفان اس جماعت میں سے ہیں اور ان کے سرِ دفتر
صدیق اکبرؓ ہیں کہ بتوں کی عبادت کا ترک اور توحید کا اثبات اور زنا
سے پرہیز اور شراب اور برے کاموں سے نفرت ان کی فطری اور پیدائشی
خصلت میں داخل تھے۔ انھوں نے بہت خواب دیکھے جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی رسالت پر دلالت کرنے والے تھے۔ ان امور کا لازمی اثر یہ ہوا
کہ جیسے ہی دعوت اسلام پہنچی آپ فوراً ایمان لے آئے اور آپ تکرار دعوت
کے یا اظہار معجزات یا کسی قسم کے بحث و مباحثہ کے محتاج نہ ہوئے۔ خدا
تعالیٰ نے ایسے کلام کے ساتھ جو اس جماعت بلکہ اس جماعت کے سرِ دفتر کے
حال کی جانب تعریض ہو رہا ہے کفار کی جماعت کے ساتھ جو اپنی
حالت کے اعتبار سے ان کی سمت مقابل میں تھی مقابلہ کیا ہے یعنی ان کا
مقابلہ ایسا ہے جیسا نور کا تاریکی کے ساتھ اور دن کا رات کے ساتھ
ارشاد فرمایا فمن یرد اللہ ان یہدیہ یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ
راستہ پر لانا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتے
ہیں۔ دوسرا فرقہ اس جماعت کا ہے کہ جنھوں نے عمر کا ایک حصہ کفر میں
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں بسر کیا اور یہ لوگ طویل
زمانہ تک معنوی موت میں جس سے ہماری مراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی
بعثت کے بعد آپ کی رسالت کے انکار سے ہے گرفتار رہے۔ پھر توفیق الٰہی
نے ان کی دستگیری کی اور ان کو معنوی حیات عطا فرما دی اور جماعت
مسلمین میں بلند مقام بنا دیا جیسے حمزہؓ بن عبدالمطلب اور عمر بن
الخطاب۔ اور اس گروہ کے سرِ دفتر عمر بن الخطاب ہیں۔ حق تعالیٰ ان
حضرات کے حال کی جانب بلکہ ان کے سرِ دفتر کے حال کی جانب تعریض

[illegible]
[illegible] حق تعالیٰ نے انسان [illegible]
[illegible] انسان کے سامنے جب کوئی بات آتی ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

وعدۂ دار السلام میدهد و صراط مستقیم
برائے ایشان اثبات میفرماید و بهر تقسیم
میگوید و تابیک به من الخیرات و
اینها صفات خلافت خاصه است و فرقۂ
سوم را مے ستاید و میگوید یدعون
ربهم بالغداة والعشی بعد ازاں تعیین
میفرماید بر اخلاص ایشان که یریدون
وجهه و وعدهٔ مغفرت میدهد کلام فضیلت
بهتر ازیں نمیتواں تراشید و عن عمر بن
الخطاب قال الانعام من نواجب القرآن
تعلیقہ الدر المنثور الانعام من نجائب
القرآن او نواجب ای افاضل سوره
جمع نجیبه والنواجب ای وفاتہم وعن
قیس قال دخل عثمان بن عفان علی عبداللہ
ابن مسعود فقال کیف تجدک قال مردود
الی مولای الحق قال طبت اخرج
الترمذی عن سعد بن ابی وقاص عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فی هذه الآیة
قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ
عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما انها
کائنة ولم یات تأویلها بعد۔

تقریر گوییم ویذیق بعضکم بأس
بعض در قتال مسلمین وارد شده و آں
بروں است بعد انقضائے خمس و
ثلثین و در حدیث متواتر ظاهر شد که عذابا من
فوقکم او من تحت ارجلکم بدعای آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مرتفع شد ویذیق بعضکم بأس بعض
باقی است قوله ولا تطرد الذین الآیة اخرج

جنت کا وعدہ دیتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ یہ لوگ صراط مستقیم
پر ہیں اور وهو ولیهم (یعنی اللہ ان کا دوست ہے) فرماتے ہیں اب
ان کی فضیلت کا انکار کون کر سکتا ہے؟ اور یہ صفات خلافت
خاصہ کی ہیں۔ اور تیسرے فرقہ کی تعریف فرماتے ہوئے کہتے ہیں
یدعون ربهم بالغداة والعشی یعنی وہ صبح شام اپنے رب کی عبادت میں لگے رہتے
ہیں۔ اس کے بعد ان کے اخلاص پر قطعی فیصلہ فرماتے ہیں کہ یریدون
وجهه یعنی وہ خاص رضائے الٰہی کا قصد رکھتے ہیں۔ اور پھر ان کو
مغفرت کا وعدہ دیتے ہیں۔ ان فضائل سے اور کون سی فضیلت بہتر
ہوگی۔ اور مروی ہے عمر بن الخطاب سے انھوں نے کہا سورۂ انعام
قرآن کی اشرف سورتوں میں سے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ترجمہ یہ
ہے کہ انعام قرآن کی عمدہ یا نواجب یعنی افضل سورۂ قرآن میں
سے ہے۔ اور نواجب جمع ہے نجیبہ کی یعنی نواجب قرآن کا لب لباب
ہیں۔ اور قیس سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ عثمان بن عفان عبداللہ
ابن مسعود کے پاس پہنچے اور کہا کہ تم اپنا حال کیسا پاتے ہو؟ انھوں نے
کہا کہ اپنے سچے مولیٰ کی طرف لوٹتا ہوا۔ عثمان نے کہا تم بہت اچھے رہو
اور اخرج کیا ترمذی نے مروی ہے سعد بن ابی وقاص سے کہ مروی
ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت میں قُلْ هُوَ الْقَادِرُ
(۶: ۶۵) آپ کہئے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب
تمہارے اوپر سے بھیجے یا تمہارے پاؤں تلے سے؟ تو نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاد رکھو کہ یہ آئندہ ہونے والی بات ہے ابھی
اس کے ظہور کا زمانہ نہیں آیا۔

تقریر کہتا ہے ویذیق بعضکم بأس بعض (۶: ۶۵) یا کہ تم کو گروہ
گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور چکھائے ایک کو دوسرے کی لڑائی
(کا مزا) چکھائے۔ مسلمانوں میں قتال واقع ہونے کے بارے میں وارد
ہوا اور یہ ہونے والی بات تھی پینتیس سال گزرنے کے بعد۔ اور حدیث
متواتر میں یہ بات ظاہر ہوگئی ہے کہ عذابا من فوقکم او من
تحت ارجلکم (یعنی جس عذاب سے ڈرایا گیا ہے وہ) آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی دعا سے اٹھا لیا گیا اور ویذیق بعضکم بأس بعض
(والا) باقی ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا تطرد الذین یدعون

مسلم عن سعد بن ابی وقاص قال كنا مع
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ستة نفر فقال
المشركون للنبی صلی اللہ علیہ وسلم
اطرد هؤلاء لا يجترءون علينا قال وكنت
انا وابن مسعود ورجل من هذيل وبلال
ورجلان نسيت اسميهما فوقع فی نفس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما شاء اللہ
ان يقع فحدث نفسه فانزل اللہ عزوجل ولا
تطرد الذين يدعون ربهم بالغداة والعشی
يريدون وجهه۔ عن ابی بكر الصديق انه سئل
عن هذه الآية الذين آمنوا ولم يلبسوا
ايمانهم بظلم قال ما تقولون قالوا لم يظلموا
قال حملتم الامر على اشده بظلم بشرك
الم تسمع الى قول اللہ ان الشرك لظلم
عظيم۔ عن عمر بن الخطاب ولم يلبسوا
ايمانهم بظلم قال بشرك۔ عن عكرمة قال
لما تزوج عمر ام كلثوم بنت علی اجتمع
اليه اصحابه فبركوا له ودعوا له فقال لقد تزوجتها
وما بی حاجة الى النساء ولكنی سمعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم يقول ان كل نسب
وسبب ينقطع يوم القيامة الا نسبی وسببی
فاحببت ان يكون بينی وبين رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سبب۔ عن ابن
عباس فی قوله اومن كان ميتا فاحييناه
قال كان كافرا ضالا فهديناه
وجعلنا له نورا هو القرآن كمن
مثله فی الظلمت فی الكفر
والضلالة۔ عن زيد بن اسلم
فی قوله اومن كان

مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ ہم چھ
آدمی تھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو مشرکین نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ان لوگوں کو نکال دیجئے یہ ہمارے [illegible]
نہیں ہو سکیں گے۔ سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ میں تھا اور ابن مسعودؓ
اور ایک شخص (قبیلہ) ہذیل کے تھے اور بلالؓ اور دو شخص اور تھے
جن کے نام نہیں کہہ سکتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دل
میں کوئی خطرہ واقع ہوا جو اللہ نے واقع کرنا چاہا آپ اس پر اپنے
ہی دل میں غور کرنے لگے تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی و
لا تطرد الذین الخ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ اُن سے
اس آیت کے معنے میں پوچھا گیا الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم
بظلم (۸۲:۶) جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے
ساتھ مخلوط نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو؟ انھوں نے کہا
لم یظلموا ہے یعنی انھوں نے ظلم نہیں کیا۔ تو آپ نے فرمایا تم نے اس
امر کو شدت پر محمول کر لیا (بظلم کی تفسیر ہے) بشرک کیا تم نے خدا تعالیٰ
کے اس قول کی طرف دھیان نہیں دیا۔ ان الشرک لظلم عظیم
(یعنی بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے) اور عمر بن الخطاب سے مروی
ہے کہ (ولم یلبسوا ایمانھم بظلم کی تفسیر میں) فرمایا بشرک (یعنی
اس آیت میں ظلم سے شرک مراد ہے) روایت ہے عکرمہ سے کہ جب
عمرؓ نے ام کلثوم بنت علیؓ سے نکاح کیا تو اُن کے یہاں اُن کے
رفقاء جمع ہوئے اور مبارکباد دی اور اُن کے لئے دعا کی تو عمرؓ نے
کہا کہ میں نے اس سے نکاح اس حال میں کیا ہے کہ مجھ کو عورتوں کی
طرف حاجت نہیں ہے لیکن میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو
یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر نسب اور سبب منقطع ہو جائے گا
بجز میرے سبب اور نسب کے تو مجھے یہ خواہش ہوئی کہ میرے اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک سبب قائم ہو جائے۔ اور مروی
ہے ابن عباسؓ سے کہ آیت او من کان میتا فاحییناہ پر فرمایا کہ
ایک کافر گمراہ تھا تو ہم نے اس کو ہدایت کر دی وجعلنا لہ نورا
اور وہ قرآن ہے کمن مثلہ فی الظلمت (ظلمات میں یعنی کفر
اور گمراہی میں)۔ مروی ہے زید بن اسلم سے آیت او من کان

مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ
فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ
قال نزلت في عمر بن الخطاب وابي جهل
ابن هشام كانا ميتين في ضلالتهما فاحيا
الله عمر بالاسلام واعزه واقر ابا جهل
في ضلالته وموته وذلك ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم دعا فقال اللهم
اعز الاسلام بابي جهل بن هشام او بعمر
ابن الخطاب وعن الحسن مثله عن الضحاك
في قوله اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ قال
عمر بن الخطاب كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ قال
ابو جهل بن هشام وعن ابي سنان اَوَمَنْ
كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ قال نزلت في عمر بن
الخطاب تفسیر گوید این آیت لفربیش است
بحال عمر بن الخطاب و ابوجهل نزدیک جمهور
مفسرین عن ابن مسعود قال ان الله نظر
في قلوب العباد فوجد قلب محمد خير
القلوب فاصطفاه لنفسه فابتعثه برسالته
ثم نظر في قلوب العباد بعد قلبه
صلى الله عليه وسلم فوجد قلوب اصحابه
خير قلوب العباد فجعلهم وزراء
نبيه يقاتلون على دينه فما راى المسلمون
حسنا فهو عند الله حسن وما راوه
سيئا فهو عند الله سيئ وعن ابي الصلت الثقفي
ان عمر بن الخطاب قرأ هذه الآية وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ
يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرِجًا بكسر الراء وقرا بعض
من عنده من اصحاب رسول الله صلى الله عليه
وسلم حَرَجًا بالفتح فقال عمر ابغوني رجلا من كنانة
واجعلوه راعيا فاتوا به فقال له عمر يا فتى

مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ ... فِي الظُّلُمٰتِ کے بارے میں کہ انھوں نے کہا کہ یہ نازل ہوئی عمر
ابن الخطاب اور ابی جہل بن ہشام کے بارے میں، دونوں گمراہی میں مردہ
پڑے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کو اسلام کے ساتھ زندگی بخشی اور
ان کو معزز بنا دیا اور ابوجہل کو اس کی گمراہی اور موت میں پڑا رہنے
دیا۔ اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
دعا کی کہ یا اللہ اسلام کو عزت بخش بیچ ابی جہل بن ہشام کے یا عمر
ابن الخطاب کے۔ اور حسن سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ضحاک سے کہ
آیت اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ پر حسن نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب
مراد ہیں، كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ اس سے ابوجہل بن ہشام مراد ہے
اور ابی سنان سے مروی ہے کہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ کے بارے
میں انھوں نے کہا کہ یہ آیت عمرؓ بن الخطاب کے بارے میں نازل ہوئی
فقیر کہتا ہے کہ جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت کا رخ عمرؓ
بن الخطاب اور ابوجہل کے حال کی جانب ہے۔ ابن مسعود سے مروی ہے
انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے قلوب میں نظر کی تو
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو تمام قلوب سے اچھا پایا تو آپ کو اپنی
ذات کے لیے برگزیدہ کر لیا اور ان کو اپنی رسالت کے لیے متعین کیا پھر
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کے بعد دوسرے بندوں کے قلوب
پر نظر ڈالی تو آپ کے اصحابؓ کے قلوب کو سب بندوں کے قلوب سے
بہتر پایا تو ان کو اپنے نبی کے وزراء (یعنی معاونین) بنایا کہ وہ اللہ
کے دین کے لیے قتال کریں تو جس امر کو سب مسلمان اچھا سمجھیں وہ
اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جس کو وہ برا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے
نزدیک بھی برا ہے۔ اور ابو الصلت ثقفی سے مروی ہے کہ عمرؓ بن
الخطاب نے یہ آیت پڑھی وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ
ضَيِّقًا حَرَجًا (۶ : ۱۲۵) اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتا ہے اس کے
سینہ کو تنگ بہت تنگ کر دیتا ہے) آپ نے حرجًا کی راء پر زبر
یعنی زیر پڑھا اور اصحاب رسول اللہ میں سے بعض لوگ جو آپ کے
پاس موجود تھے انھوں نے راء کے زبر کے ساتھ حَرَجًا پڑھا تو عمرؓ
نے فرمایا کہ میرے پاس قبیلہ کنانہ کے کسی ایسے شخص کو لاؤ جو چرواہا ہو
کو چرانے والا ہو تو ایک شخص لایا گیا۔ تو اس سے عمرؓ نے کہا اے جوان!

[أ]لا تشركوا به شيئا الى قوله تتقون ٥ قال له مفروق الى ما تدعو
اليه يا اخا قريش فوالله ما هذا من كلام اهل
الارض ولو كان من كلامهم عرفناه فتلا
رسول الله صلى الله عليه وسلم إن
الله يأمر بالعدل والإحسان الآية فقال
له مفروق دعوت والله يا قريشي الى
مكارم الاخلاق ومحاسن الاعمال ولقد
افك قوم كذبوك وظاهروا عليك و
قال ابي بن قبيصة قد سمعت مقالتك
واستحسنت قولك يا اخا قريش ويعجبني
ما تكلمت به ثم قال لهم رسول الله صلى
الله عليه وسلم ان لم تلبثوا الا يسيرا حتى
يمنحكم الله بلادهم واموالهم يعني ارض
فارس وانهار كسرى ويفرشكم بناتهم
أتسبحون الله وتقدسونه فقال له النعمان
ابن شريك اللهم وان ذلك لك
يا اخا قريش فتلا رسول الله صلى
الله عليه وسلم إنا أرسلناك شاهدا و
مبشرا ونذيرا وداعيا الى الله
باذنه وسراجا منيرا الآية ثم نهض
رسول الله صلى الله عليه وسلم قابضا
على يد ابي بكر عن ابن عباس
قال خطبنا عمر فقال ايها الناس سيكون
قوم من هذه الامة يكذبون بالرجم و
يكذبون بالدجال ويكذبون بطلوع
الشمس من مغربها ويكذبون بعذاب
القبر ويكذبون بالشفاعة ويكذبون بقوم
يخرجون من النار بعد ما امتحشوا

شریک نہ ٹھہراؤ۔ تقویٰ تک۔ پس مفروق نے کہا آپ ہم کو اور
کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں اے قریشی بھائی کیونکہ
واللہ یہ اہل زمین کا کلام نہیں ہے اور اگر ان کے کلام میں سے ہوتا
تو ہم بھی اس کو ضرور پہچان لیتے۔ پھر تلاوت کی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (النحل ۹۰)
بیشک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم
فرماتے ہیں۔ آخر تک۔ پھر آپ سے مفروق نے کہا کہ واللہ اے قریشی
آپ نے بہت پاکیزہ اخلاق اور نیک اعمال کی دعوت دی اور واللہ
وہ قوم جس نے تم کو جھٹلایا اور تمہارا مقابلہ کیا خود جھوٹی ہے۔ اور
ابی بن قبیصہ نے کہا کہ میں نے آپ کی مقالت سنا اور اے قریشی
بھائی! آپ کے کلام کو پسند کیا اور جو کلام آپ نے بولا ہے وہ
مجھے عجیب معلوم ہوا۔ پھر ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ زیادہ زمانہ نہیں گزرے گا کہ حق تعالیٰ ان کے شہر اور ان
کی اولاد یعنی سرزمین فارس اور کسریٰ کی نہریں تم کو بخش دیگا
اور ان کی بیٹیوں کو تمہاری دولہنیں بنا دے گا تو تم اللہ کی تسبیح
اور اس کی تقدیس کرتے ہو گے۔ آپ سے نعمان بن شریک نے کہا یہ
یہ عجیب کلام آپ نے کہاں سے بیان کیا ہے اے قریشی بھائی تو اس پر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت سنائی إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ
(احزاب ۴۵-۴۶) بیشک ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا
ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کو) بشارت دینے والے
اور (کفار کے) ڈرانے والے ہیں اور (سب کو) اللہ کی طرف اس کے
حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔ آخر تک۔ پھر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے اٹھ گئے
اور مروی ہے ابن عباسؓ سے انھوں نے کہا کہ ہم کو عمرؓ نے خطبہ دیا
اور کہا اے لوگو! اس امت میں ایسی قوم ہونے والی ہے جو رجم
کا (جو حد زنا ہے) انکار کرے گی اور دجال (کے ظہور) کا انکار کرے گی
اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا انکار کرے گی اور عذاب قبر
کا انکار کرے گی اور شفاعت کا انکار کرے گی اور اس قوم کا انکار
کرے گی جو جہنم سے جل بھن جانے کے بعد نکالی جائیں گی (آپ کی سب

قال اللہ تعالیٰ وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

مضمون این آیات آنست کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بدرگاہ مجیب الدعوات مناجات نمود کہ واکتب لنا فی ہذہ الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ انا یعنی ای خداوند ما بنویس یعنی مقدر کن و در ملکوت قضائی ثبوت حسنہ نازل کن و آن صورت مثالیہ ثبوت حسنہ در دنیا و آخرت برائے امت من مطلق فرما از جناب رب الارباب خطاب شد در جواب کہ ہر دو یک حال نخواہد بود عذابی اصیب بہ من اشاء ورحمتی وسعت کل شیء۔ از ایشان جمعے اند کہ عقوبت دنیا بدیشان رسد کما قال عز من قائل وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب لتفسدن فی الارض مرتین الآیۃ و جمعے باشند کہ رحمت الٰہی بایشان رسد کما قال عز من قائل

پیشگوئیاں حرف بحرف پوری ہوئیں۔

آیات سورۃ الاعراف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا واکتب لنا فی ہذہ الدنیا الخ (۱۵۶) اور ہم لوگوں کے نام دنیا میں بھی نیک حال لکھ دیجئے اور آخرت میں بھی ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنا عذاب تو اسی پر واقع کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں اور میری رحمت تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام تو ضرور ہی لکھوں گا۔ جو کہ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (جن کی صفت یہ بھی ہے کہ) وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو (بدستور) ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں سو جو لوگ اس نبی (موصوف) پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں

ان آیات کا مضمون یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ مجیب الدعوات سے درخواست کی کہ واکتب لنا فی ہذہ الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ انا ہدنا الیک۔ یعنی اے خدا ہم کو مقدر کیجئے اور عالم ملکوت میں ثبوت حسنہ کا فرمان نازل کیجئے اور ثبوت حسنہ کی صورت مثالیہ دنیا و آخرت میں میری امت کے لئے پیدا فرمائیے۔ بارگاہ رب العزت سے ان کو خطاب پہنچا کہ ہر دو کا یکساں حال نہیں رہے گا عذابی اصیب بہ من اشاء ورحمتی وسعت کل شیء۔ ان میں سے ایک جماعت ایسی ہوگی کہ عذاب دنیا ان کو پہنچے گا جیسا کہ حق جل عزّہٗ نے فرمایا وقضینا الی بنی اسرائیل (۱۷:۴) اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات (بطور پیشگوئی) بتلادی تھی کہ تم سرزمین (شام) میں دوبارہ خرابی کرو گے۔ اور ایک جماعت ہوگی کہ جن پر رحمت الٰہی پہنچے گی جیسا کہ حق تعالیٰ

اُذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا وَّاٰتٰکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۰ فَسَاَکْتُبُھَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ
خواہم نوشت حسنۂ دنیا و آخرت را در زمان آیندہ برائی جمعے کہ صفت ایشان اینست کہ متقیان باشند و ادائی زکوٰۃ می نمایند و بآیات ایمان می آرند ازینجا معلوم گشت کہ در زمان آیندہ گروہے پیدا خواہند شد متصف باین صفات و خدا تعالیٰ حسنۂ دنیا کہ عبارت از فتح و نصرت است و بسطت ارزاق و آنکہ ریاست عالم میان ایشان باشد و دیگران ہمہ باج دہ و خراج گزار ایشان یا اسیر و بندہ در دست ایشان باشند و حسنۂ آخرت کہ عبارت از مغفرت است و نجات و رفع درجات ہر دو ایشان را بکلمہ باز خدا تعالیٰ ارشاد میفرماید کہ اُمّت موعودہ تابعان نبی اُمّی اند موعود بہ ایشان راست آمد و آن حسنۂ دنیا و آخرت بہرۂ ایشان نوشتیم یعنی در ملکوت قضائے آن مقرر کردیم آنانکہ پیروی نبی اُمّی مے کنند ایمان آوردند بوے و تقویت دادند او را و یاری نمودند و پیروی نورے کہ ہمراہ او نازل شد یعنی پیروی قرآن کردند ایشان اند رستگار وصف نبی اُمّی آنست کہ می یابند نعت او در توریت و انجیل یہود در توریت خوانند و نصاریٰ در انجیل و در سائر امم نیز حجت تمام شد از جہت ظہور معجزات موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام و ثبوت نبوت ایشان و شہرت آن پس چون در دنیا نعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در کتب الٰہیہ موجود است و انبیاء ثابت الصدق آن خبر دادند حجت بر کافۂ ناس متحقق گشت اگر کسے آنرا معترف نشود عند اللہ معذور نباشد

نے فرمایا اُذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ ... (ترجمہ) اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو کہ تم پر ہوا ہے یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں بہت پیغمبر بنائے اور تم کو صاحب ملک بنایا اور تم کو وہ چیزیں دیں جو دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیں۔ فَسَاَکْتُبُھَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ میں دنیا و آخرت کے حسنہ کو آئندہ زمانہ میں اُس جماعت کے لئے لکھوں گا جن لوگوں کی صفت یہ ہے کہ وہ متقی ہوں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور ہماری آیات پر ایمان لائیں گے۔ یہاں سے یہ مفہوم ہوا کہ زمانہ آئندہ میں ایک ایسی اُمّت پیدا ہوگی جو ان صفات سے متصف ہوگی اور حق تعالیٰ حسنۂ دنیا اُن کو عطا کرے گا جس کا مطلب ہے فتح و نصرت، رزقوں کی وسعت اور یہ کہ حکومت دنیا کی اُن کے درمیان قائم ہوگی اور دوسرے سب اُن کے باج گزار اور خراج دینے والے ہوں گے یا قیدی اور غلام ہو کر اُن کے قبضہ میں رہیں گے اور حسنۂ آخرت جس سے مراد ہے مغفرت اور نجات اور درجات کی بلندی دونوں (یعنی حسنۂ دنیا و حسنۂ آخرت) اُن کو عطا فرمائیگا پھر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ اُمّت موعودہ (یعنی جس کی خبر دی تھی) نبی اُمّی کی پیروی کرنے والے ہیں۔ وہ وعدہ جو کیا گیا تھا ان پر منطبق ہو گیا اور وہ حسنۂ دنیا و آخرت ہم نے اُن کے لئے لکھ دی ہے یعنی عالم ملکوت میں ہم نے اُس کا مقرر فیصلہ کر دیا ہے جو لوگ نبی اُمّی کی پیروی کرتے ہیں وہ ایمان لائے اور انھوں نے اُس نبی کو تقویت پہنچائی اور مدد کی اور اُس نور کی جو کہ اس پر نازل ہوا یعنی قرآن کی پیروی کی یہ لوگ نجات پانے والے ہیں اور نبی اُمّی کا وصف یہ ہے کہ یہ لوگ اس کی تعریف توریت و انجیل میں مطالعہ کرتے ہیں۔ یہود توریت میں پڑھتے ہیں اور نصاریٰ انجیل میں۔ اور تمام اُمّتوں پر بھی حجت ثابت ہو گئی موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے معجزات کے ظہور اور اُن کی نبوت اور اس کی شہرت کی جہت سے۔ تو جب دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کتب الٰہیہ میں موجود ہے اور اُن انبیاء نے جن کی سچائی ثابت (اور مسلّم) ہو چکی ہے اس کی خبر دی ہے تو تمام لوگوں پر حجت متحقق ہو گئی اگر اس کے معترف نہ ہوں گے تو عند اللہ معذور نہ ہوں گے

قال [illegible] عن الحسن قال دخل عمر رضي الله عنه على ابنه عبد الله وإذا عندهم لحم فقال ما هذا اللحم قال اشتهيته قال وكلما اشتهيت شيئاً أكلته كفى بالمرء سرفاً أن يأكل كل ما اشتهاه وعن عمر بن الخطاب قال إياكم والبطنة في الطعام والشراب فإنها مفسدة للجسد مورثة للسقم مكسلة عن الصلاة وعليكم بالقصد فيهما فإنه أصلح للجسد وأبعد من السرف وإن الله ليبغض الحبر السمين وإن الرجل لن يهلك حتى يؤثر شهوته على دينه وعن ابن المسيب قال لما طعن عمر قال كعب لو دعا الله عمر لأخر في أجله فقيل له أليس قد قال الله فإذا جاء أجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون فقال كعب وقد قال الله وما يعمر من معمر ولا ينقص من عمره إلا في كتاب قال الله يؤخر ما يشاء وينقص فإذا جاء الأجل فلا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون وعن ابن أبي مليكة قال لما طعن عمر جاء كعب فجعل يبكي بالباب ويقول والله لو أن أمير المؤمنين يقسم على الله أن يؤخره لأخره فدخل ابن عباس فقال يا أمير المؤمنين هذا كعب يقول كذا وكذا قال إذاً والله

جو کہ تمہاری پردہ داریوں کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور تقویٰ کا لباس یہ اس سے بڑھ کر ہے۔ (لباس التقویٰ کی تفسیر آپ نے یہ کی کہ طریق حسن۔ مروی ہے حسنؓ سے انہوں نے کہا کہ عمرؓ اپنے بیٹے عبداللہؓ کے یہاں گئے آپ نے دیکھا کہ وہاں گوشت رکھا ہے۔ فرمایا کہ یہ گوشت کیسا رکھا ہے! عبداللہؓ نے کہا کہ اس کو میرا دل چاہتا تھا فرمایا اور جس چیز کو دل چاہے اس کو تم نے کھا لیا یہ بات ایک شخص کے مسرف ہونے کے لئے کافی ہے کہ جس چیز کی خواہش ہو اس کو کھانے لگے۔ اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ فرمایا کھانے اور پانی سے شکم کو بھرپور کرنے سے بچو کیونکہ یہ خصلت جسم کو خراب کر دیتی ہے بیماری پیدا کرتی ہے۔ نماز میں سستی پیدا کرتی ہے۔ کھانے پینے میں میانہ روی اختیار کرو اس کو جسم کو ٹھیک رکھتا ہے اور اسراف سے بھی بچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ موٹے مولوی کو پسند نہیں کرتا۔ جو شخص اپنے نفس کو دین پر قربان کرے گا وہ ہرگز تباہ نہ ہوگا۔ اور مروی ہے ابن المسیب سے انہوں نے کہا کہ جب عمرؓ کو مجروح کیا گیا تو کعب احبار نے کہا کہ اگر عمرؓ اللہ سے دعا کریں تو اللہ ان کی موت کو مؤخر کر دے۔ ان سے کہا گیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا فاذا جاء اجلهم (ع ۱۴ ع ۱۳) سو جس وقت ان کی میعاد معین آجاوے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ تو کعب نے کہا کہ حق تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے وما یعمر من معمر (۱۴ ع ۱۳) اور نہ کسی کی عمر زیادہ کی جاتی ہے اور نہ کم کی جاتی ہے مگر سب لوح محفوظ میں ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ مؤخر کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور کم کر دیتا ہے (جسے کم کرنا چاہتا ہے) پھر جس وقت کسی کی معین کی ہوئی مدت آجاوے گی تو ایک ساعت نہ پیچھے ہٹیں گے اور نہ آگے بڑھیں گے۔ ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ جب عمرؓ کو زخمی کیا گیا تو کعب احبار آئے اور انہوں نے دروازے پر رونا شروع کیا اور یہ کہا کہ واللہ امیر المومنینؓ اگر اللہ کو قسم دیں کہ ان (کی اجل) کو مؤخر کر دے تو وہ ضرور مؤخر کر دے گا۔ اس کے بعد ابن عباسؓ داخل ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ یہ کعب ایسا اور ایسا کہہ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا اب تو واللہ میں یہ سوال

وبإسناده عن سالم بن عبد الله وأبان
ابن عثمان وزيد بن حسن أن عثمان بن
عفان أتي برجل قد فجر بغلام من
قريش فقال عثمان أحصن قالوا قد تزوج
بامرأة ولم يدخل بها بعد فقال علي لعثمان
لو دخل بها لحل عليه الرجم فأما إذا لم يدخل
بها فاجلده الحد فقال أبو أيوب أشهد
أني سمعت رسول الله صلى الله عليه
وسلم يقول الذي ذكر أبو الحسن فأمر به
عثمان فجلد مائة۔ عن أبي بكر الصديق
قال قال موسى عليه السلام يا رب ما
لمن عزى الثكلى قال أظله في ظلي
يوم لا ظل إلا ظلي۔ عن خالد الربعي
قال قرأت في كتاب الله المنزل
أن عثمان يجيء رافعاً يديه إلى الله
يقول يا رب قتلني عبادك المؤمنون
عن مسلم بن يسار الجهني أن عمر
ابن الخطاب سئل عن هذه الآية
وإذ أخذ ربك من بني آدم فقال
سمعت رسول الله صلى الله عليه
وسلم سئل عنها فقال إن الله خلق
آدم ثم مسح ظهره بيمينه فاستخرج
منه ذرية فقال خلقت هؤلاء
للجنة وبعمل أهل الجنة يعملون
ثم مسح ظهره فاستخرج منه ذرية
فقال خلقت هؤلاء للنار وبعمل
أهل النار يعملون فقال رجل يا رسول الله
ففيم العمل فقال إن الله إذا خلق
العبد للجنة استعمله بعمل أهل الجنة

سایہ میں جگہ دوں گا۔ مروی ہے سالم بن عبد اللہ سے اور ابان بن عثمان
اور زید بن حسن سے کہ عثمانؓ بن عفان کے سامنے ایک شخص پیش کیا گیا
جس نے قریش کے ایک لڑکے سے بدکاری کی تھی۔ تو عثمانؓ نے پوچھا
کہ کیا یہ کنوارا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک عورت سے نکاح تو کیا تھا
مگر بعد میں اس کے پاس نہیں گیا۔ اس پر علیؓ نے عثمانؓ سے کہا کہ اگر
یہ اس کے پاس چلا جاتا تو اس پر رجم (سنگسار کر دینا) ضرور حلال
ہو جاتا اب جب کہ یہ اپنی بیوی کے پاس نہیں گیا تو حد میں کوڑے
لگوائیے۔ پھر ابو ایوبؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے وہی حکم سنا جو ابو الحسن (علیؓ) نے ذکر
کیا۔ پھر عثمانؓ نے حکم دے کر اس کو سو کوڑے لگوائے۔ ابو بکر
صدیقؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے
پروردگار کیا (اجر) ہے اس شخص کا جو بچے والی عورت سے
(جس کا بچہ مر گیا ہو) تعزیت کرے؟ تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کو
اپنے زیر سایہ رکھوں گا جس دن میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا
مروی ہے خالد الربعی سے کہ میں نے اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب
میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس عثمانؓ اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے
ہوئے آئیگا کہے گا یارب مجھے آپ کے مومن بندوں نے قتل کیا تھا
مسلم بن یسار الجہنی سے مروی ہے کہ عمر بن الخطابؓ سے اس آیت کے
بارے میں سوال کیا گیا وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ الخ (پ ۹ ع ۱۲) اور جب آپ
کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا تو فرمایا کہ
میں نے رسول اللہ سے سنا آپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تھا
آپ نے فرمایا کہ اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا پھر اس کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ
پھیرا اور پھر اس میں سے ذریت کو نکالا پھر فرمایا کہ میں نے ان کو جنت
کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ اہل جنت کے اعمال کرتے رہیں گے
پھر آدمؑ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور پھر اس میں سے ذریت کو نکالا
اور کہا کہ میں نے ان کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ اہل نار
کے اعمال کرتے رہیں گے تو ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ پھر عمل
کس لئے رہا تو آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بندے کو جنت
کے لئے پیدا کیا تو اس سے اہل جنت ہی کے اعمال صادر کرائے رہیں گے

حتی یموت علی عمل من اعمال اہل الجنۃ
فیدخلہ بہ الجنۃ واذا خلق العبد للنار
استعملہ بعمل اہل النار حتی یموت علی
عمل من اعمال اہل النار فیدخلہ بہ النار
عن عمر بن الخطاب انہ خطب بالجابیۃ فحمد
اللہ واثنی علیہ ثم قال من یہدہ اللہ
فلا مضل لہ ومن یضلل اللہ فلا ہادی
لہ فقال لہ فتی بین یدیہ کلمۃ بالفارسیۃ
فقال عمر لترجمانہ ما یقول قال یزعم
ان اللہ لا یضل احدا فقال عمر کذبت
یا عدو اللہ بل اللہ خلقک وہو اضلک
وہو یدخلک النار ان شاء اللہ تعالیٰ
ولولا ان بیننا عقدا لضربت عنقک
فتفرق الناس وما یختلفون فی
القدر۔ اخرج البخاری عن ابن
عباس قال قدم عیینۃ بن حصن
بن بدر فنزل علی ابن اخیہ الحر بن
قیس وکان من النفر الذین یدنیہم
عمر وکان القراء اصحاب مجالس عمر و
مشاورتہ کہولا کانوا او شبانا فقال
عیینۃ لابن اخیہ یا ابن اخی
ہل لک وجہ عند ہذا الامیر فتستاذن
لی فاستاذن لعیینۃ فاذن لہ
عمر فلما دخل قال یا ابن الخطاب
واللہ ما تعطینا الجزل ولا تحکم
بیننا بالعدل فغضب عمر حتی ہم
ان یوقع بہ فقال لہ الحر یا امیر
المؤمنین ان اللہ عز وجل قال لنبیہ
صلی اللہ علیہ وسلم خذ العفو

یہاں تک کہ اس کی موت اہل جنت کے اعمال میں سے کسی عمل پر
آئے تو حق تعالیٰ اس عمل کے سبب سے اس کو جنت میں داخل
کرے گا اور جب اللہ تعالیٰ نے بندے کو نار کے لئے پیدا کیا تو اس
سے دوزخیوں کے اعمال صادر کرائیں گے یہاں تک کہ وہ مر جائے
اہل نار کے اعمال میں سے کسی عمل پر پھر اس سبب سے اس کو نار میں
داخل کرے گا۔ عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ انھوں نے جابیہ
میں خطبہ دیا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر کہا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ
ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ اور جس کو اللہ گمراہ
کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ ایک شخص (پادری) آپ
کے سامنے بیٹھا تھا اس نے فارسی زبان میں آپ سے کوئی بات
کہی تو عمرؓ نے اپنے مترجم سے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے؟ مترجم نے کہا
یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ کسی کو گمراہ نہیں کرتا تو عمرؓ نے کہا کہ اے
دشمن خدا تو نے جھوٹ بولا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہی تجھے پیدا کیا اور اسی نے
تجھے گمراہ کیا اور وہی تجھے دوزخ میں ڈالے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور
اگر ہمارے درمیان صلح کا معاہدہ نہ ہو چکا ہوتا تو میں تیری گردن
مار دیتا اس کے بعد لوگ متفرق ہو گئے اور تقدیر کے متعلق لوگ
بحثیں نہیں کرتے تھے۔ اور بخاری نے اخراج کیا مروی ہے ابن عباسؓ
سے انھوں نے کہا کہ عیینہ بن حصن بن بدر آیا اور اپنے بھتیجے حر
بن القیس کے پاس ٹھہر گیا اور حرؓ ان لوگوں میں سے تھا جن
کی عمرؓ عزت کرتے تھے اور عام قراء عمرؓ کی مجالس کے مصاحب
اور ان کو مشورے دینے والے ہوتے تھے بوڑھے ہوں یا جوان تو
عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا کہ بھتیجے کیا امیر کے یہاں تیری عزت
ہے کہ تو میرے لئے ملاقات کی اجازت حاصل کر لے۔ تو حرؓ نے عیینہ
کے لئے اجازت مانگی تو حضرت عمرؓ نے اجازت دے دی۔ جب عیینہ
آپ کے یہاں پہنچا تو بولا اے خطاب کے بیٹے واللہ نہ تو ہم کو
کوئی بڑا عطیہ دیتا ہے نہ تو ہمارے درمیان عدل کے ساتھ حکومت
کرتا ہے تو عمرؓ کو غصہ آگیا یہاں تک کہ آپ نے قصد کیا کہ اس کو
پیٹیں تو آپ سے حرؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین اللہ عز وجل نے
اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمایا ہے خذ العفو الخ (۱۱)

والامر بالمعروف واعرض عن الجاهلين ۔
حتی فرغنا من الجاهلين ۔ والله ماجاوزها
عمر حين تلاها عليه ۔ وكان
وقافا عند كتاب الله عز وجل
قال الله تعالے واتقوا فتنة لا
تصيبن الذين ظلموا منكم
خاصة ۔ واعلموا ان الله شديد
العقاب ۔ واذكروا اذ انتم
قليل مستضعفون في الارض
تخافون ان يتخطفكم الناس
فآواكم وايدكم بنصره و
رزقكم من الطيبات لعلكم
تشكرون ۔

تفسیر گویم مفسران در معنے این
فتنہ اختلاف دارند جمعے گویند
این فتنہ آنست کہ طائفہ از مسلمانان
مرتکب معاصی شوند و دیگران از نہی
منکر توقف نمایند پس عذاب خدا
ہمہ را در گیرد عاصیان بعصیان
خود ماخوذ شوند و تارکان نہی از
منکر بترک نہی منکر معذب
گردند و دریں بحث ایراد است
ہریکے ماخوذ شد بظلم خود از
فعل یا کف تفسیر صحیح آنست کہ
این فتنہ فتنہ خلافت است
ہی الفتنۃ التی تموج کموج البحر
چون مسلمین جنود مجندہ شوند
وہر یکے برائے طلب خلافت برخیزد
اقتتال نفوس و نہب اموال واقع گردد

معانی کا برتاؤ کیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور جاہلوں سے
ایک کنارے ہو جایا کیجئے۔ اور یہ شخص جاہلین میں سے ہے۔ واللہ
جب یہ آیت عمرؓ کے سامنے پڑھی گئی تو آپ نے اس آیت کے حکم سے قطعی
تجاوز نہ کیا اور آپ کتاب اللہ کے سامنے بہت ٹھہرنے والے یعنی اس پر
بلا چون و چرا عمل کرنے والے تھے۔

آیات سورۃ الانفال

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاتَّقُوا فِتْنَةً الخ (۸: ۲۵-۲۶) اور ڈرتے رہو
وبال سے جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں
کے مرتکب ہوئے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے
والے ہیں اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم قلیل تھے سرزمین میں کمزور
شمار کئے جاتے تھے اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تم کو (مخالف) لوگ
نوچ کھسوٹ نہ لیں سو (ایسی حالت میں) اللہ تعالیٰ نے تم کو (مدینہ میں)
رہنے کو جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی اور تم کو نفیس نفیس
چیزیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکر کرو۔

تفسیر: مطلب یہ کہ مفسرین میں اس فتنہ کے معنے میں اختلاف ہے
بہت سے یہ کہتے ہیں کہ اس فتنہ کی صورت یہ ہے کہ مسلمانوں میں
بہت سے لوگ گناہوں کے مرتکب ہوں اور دوسرے لوگ نہی عن
المنکر (یعنی بری بات سے روکنے) سے باز رہیں تو خدا کا عذاب سب پر
گرفت کرے گناہ کرنے والے اپنے گناہ میں ماخوذ ہوں اور نہی عن المنکر
کے تارک اس نہی عن المنکر کے ترک کی وجہ سے معذب ہوں۔ اور
اس میں کلام ہے کیونکہ اس صورت میں تو ہر ایک اپنے ظلم ہی کی وجہ
سے ماخوذ ہوا (ایک گروہ کا ظلم فعل (معصیت) ہے (دوسرے کا
ظلم) کف (یعنی رک جانا) نہی از منکر سے اور آیت یہ بتا رہی ہے کہ
اس فتنہ سے وہ بھی محفوظ نہ رہیں گے جنہوں نے ظلم کیا بھی نہ ہوگا تو
یہ توجیہ کیسے درست ہو سکتی ہے؟ معنے صحیح یہ ہیں کہ یہ فتنہ خلافت
کا فتنہ ہے اور یہی وہ فتنہ ہے جس کی کیفیت (فرمائی گئی) ہے
تموج کموج البحر (یعنی دریا کی موج کی طرح موج مارے گا) جب مسلمان
الگ الگ گروہ بن جائیں اور ہر ایک طلب خلافت کے لئے اٹھے تو
جانوں کا ضائع کرنا اور اموال کا لوٹنا اور (مزید براں) فتنہ گفتار

کہ ہمیشہ ورد ایشان از این فرصت مباش غافل
آید و این فتنہ شاملہ بر گشتہ کہ ہر مسلمانی را
و صد ا از اہل حضر و اہل بوادی چہ رجال چہ
مشہور چہ معتزل چہ فقط خدا تعالیٰ از ہمین
قسم فتنہ تہویل و تہدید میفرماید و متعقب آن
ارشاد میکند و اذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون
فی الارض یعنی شما مغلوب کفار بودید پس
رسانید خدای تبارک و تعالیٰ از آن حالت بحالت
تائید و نصرت و اتساع رزق نقل فرمود شکر این
نعمت آنست کہ کاری نکنید کہ موجب غلبہ کفار
شود و سبب برہم خوردن سلسلہ رزق شما
گردد و قال تعالیٰ ان الذین آمنوا و
ہاجروا و جاہدوا باموالہم و انفسہم
فی سبیل اللہ والذین آووا و نصروا
اولئک بعضہم اولیاء بعض والذین
آمنوا ولم یہاجروا ما لکم من ولایتہم
من شیء حتی یہاجروا وان استنصروکم
فی الدین فعلیکم النصر الا علی
قوم بینکم وبینہم میثاق واللہ
بما تعملون بصیر والذین کفروا
بعضہم اولیاء بعض الا تفعلوہ
تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر
والذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی
سبیل اللہ والذین آووا ونصروا
اولئک ہم المؤمنون حقا
لہم مغفرۃ ورزق کریم ۰ و
الذین آمنوا من بعد وہاجروا
وجاہدوا معکم فاولئک منکم
و اولوا الارحام

جو ایسے ہی ایک بلانے کے نشیب مرتبع پر ہو کر سب پھیل پڑے
اور اس فتنہ کی بہت سی شاخیں نکل آئیں جو کہ ہر مسلمان تک پہنچیں
خواہ وہ شہر والوں سے ہو یا جنگلوں کا باشندہ، خواہ کسی مقام پر ہو اور خواہ
مشہور گوشہ نشین ہو یا لوگوں سے ملنے والا۔ خدا تعالیٰ اسی قسم کے فتنہ
سے ڈرا اور دھمکا رہے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں واذکروا
اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض یعنی تم کفار سے مغلوب
تھے تھوڑے اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس حالت سے تمہیں
تائید اور فتح اور وسعت رزق کی حالت کی طرف منتقل کیا۔ اس نعمت
کا شکریہ ہے کہ اب تم ایسے کام نہ کرو جو کفار کے غلبہ کے موجب ہوں
اور تمہارے پیشے اور ذرائع رزق سب درہم برہم ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ان الذین آمنوا وہاجروا
(۸:۷۲ ع۱۰) بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت
کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے راستہ میں جہاد بھی کیا اور
جن لوگوں نے رہنے کو جگہ دی اور مدد کی یہ لوگ باہم ایک دوسرے
کے وارث ہوں گے اور جو لوگ ایمان تو لائے اور ہجرت نہیں کی تمہارا
ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں اور
اگر وہ تم سے دین کے کام میں مدد چاہیں تو تمہارے ذمہ مدد کرنا
ہے مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ تم میں اور ان میں باہم عہد
(و صلح) ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھتے ہیں
اور جو لوگ کافر ہیں وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں اگر اس
(حکم مذکور) پر عمل نہ کرو گے تو دنیا میں بڑا فتنہ اور بڑا فساد
پھیلے گا۔ اور جو لوگ (اول) مسلمان ہوئے اور انہوں نے (ہجرت
ہونے کے زمانہ میں) ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے
اور جن لوگوں نے (ان مہاجرین کو) اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد
کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں ان کے لئے (آخرت
میں) بڑی مغفرت اور (جنت میں) بڑی معزز روزی ہے۔ اور
جو لوگ (ہجرت حدیبیہ کے) بعد کے زمانہ میں ایمان لائے اور ہجرت
کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا سو یہ لوگ (اگرچہ فضیلت میں تمہارے برابر
نہیں لیکن تاہم) تمہارے ہی شمار میں ہیں اور جو لوگ رشتہ دار ہیں

روزِ بدر در موافقت نظر و کرامات سعادت از شیخین رضی اللہ عنہما ظاہر گردید۔

ذکر موسیٰ بن عقبۃ قصۃ بدر مفصلاً وذکر من فراستہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اشیروا علیّ فقال ابو بکر انا اعلم الناس بمسافۃ الارض اخبرنا عدی ان العیر کانت بوادی کذا وکذا فکانا وایاہم فرسی رہان الی بدر ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشیروا علیّ فقال عمر بن الخطاب انہا قریش وعزہا واللہ ما ذلت منذ عزت ولا آمنت منذ کفرت واللہ لتقاتلنک فتأہب لذلک اہبتہ واعدد لہ عدتہ وذکر من فراسۃ ابی بکر الصدیق فقال لما طلع المشرکون قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم ہذہ قریش قد جاءت بخیلائہا وفخرہا تحاربک وتکذب رسولک اللہم انی اسألک ما وعدتنی ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممسک بعضد ابی بکر یقول اللہم انی اسألک ما وعدتنی فقال ابو بکر ابشر فوالذی نفسی بیدہ لینجزن اللہ ما وعدک فاستنصر المسلمون واستغاثوا فاستجاب اللہ لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وللمسلمین ثم ذکر اذ الحّ المسلمون الی اللہ یسألونہ النصر حین رأوا القتال قد نشب ورفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہ جنگ بدر کے موقع پر بڑی صائب رائے اور ایمانی کی موافقت میں چلنے والے اہم کارنامہ شیخین رضی اللہ عنہما سے ہوا۔ موسیٰ بن عقبہ نے بدر کا قصہ مفصل بیان کیا ہے۔ انہوں نے ان حضرات کی بالغ نظری کی ایک بات یہ بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے (فرمایا) کہ اس امر میں اپنے مشورے سے بیان کرو اور نا و مشورے کے بارے میں بھی۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ زمین (عرب) کی مسافت کو میں سب سے زیادہ جانتا ہوں عدی نے ہم کو خبر دی کہ (مسلمانوں کے لشکر کے) اونٹ تیزی کے ساتھ فلاں فلاں (وادی) کے سب سے آگے دوڑ گئے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ شرط بدے ہوئے گھوڑے دوڑ رہے ہیں (چونکہ ابوبکرؓ راستوں کے ماہر تھے اس لئے صحیح راستہ پر بیگانی کے ساتھ دوڑ رہے تھے) پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے اپنے مشورے سے بیان کرو تو عمر بن الخطاب نے کہا کہ ہمارا مقابلہ قریش اور ان کی عزت سے ہے۔ واللہ یہ جماعت جب سے عزت والی ہوئی کبھی ذلیل نہیں ہوئی اور جب سے کافر ہوئی کبھی ایمان نہیں لائی۔ لہٰذا وہ آپ سے ضرور قتال کریں گے اس لئے آپ پوری تیاری کریں اور اس جنگ کے لئے سامان جمع کر لیجئے۔ ابوبکر صدیقؓ کی فراست ایمانی کا ایک واقعہ بیان کیا کہ جب مشرکین سامنے سے دکھائی دیئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرنے لگے کہ الٰہی یہ قریش اپنے تکبر اور فخر کے ساتھ آپ سے لڑنے کے لئے اور آپ کے رسول کو جھٹلانے کے لئے آئے ہیں اے اللہ میں آپ سے وہ چیز مانگتا ہوں جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اور اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کا بازو پکڑے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے اللہ میں آپ سے وہ چیز مانگتا ہوں جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ اس پر ابوبکرؓ نے کہا کہ بشارت ہو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا جو اس نے آپ سے کیا ہے اور مسلمانوں نے اللہ سے مدد مانگی اور اس سے استغاثہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی دعا کو قبول فرمایا۔ پھر موسیٰ بن عقبہ نے ذکر کیا کہ مسلمان گڑگڑاتے ہوئے جب قتال شروع ہو گیا تو اللہ سے مدد کی درخواست کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

يديه إلى الله يسأله النصر ويقول
اللهم إن ظهروا على هذه العصابة
ظهر الشرك ولم يقم لك دين، وأبو بكر
يقول يا رسول الله والذي نفسي
بيده لينصرنك الله وليبيضن
وجهك فأنزل الله من الملائكة
جندا في أكتاف العدو فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم قد أنزل
الله نصره ونزلت الملائكة أبشر
يا أبا بكر فإني قد رأيت جبريل معتجرا
يقود فرسا بين السماء والأرض فلما
هبط إلى الأرض جلس عليها فتغيب
عني ساعة ثم رأيت على شفته
غبارا. وعن علي قال نزل جبريل
في ألف من الملائكة عن ميمنة
النبي صلى الله عليه وسلم وفيها
أبو بكر ونزل ميكائيل عن ميسرة النبي
صلى الله عليه وسلم وأنا في الميسرة
وعن عمر بن الخطاب في قوله تعالى
ومن يولهم يومئذ دبره قال
لا تغركم هذه الآية فإنما كانت يوم
بدر ولا فئة لكل مسلم أخرجه
مسلم وأبو داود والترمذي عن عبد الله
ابن عباس قال حدثني عمر بن الخطاب
قال لما كان يوم بدر نظر النبي صلى
الله عليه وسلم إلى أصحابه

اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مدد کا سوال کرنے لگے اور کہہ
رہے تھے کہ اے اللہ اگر یہ اس گروہ پر غالب آگئے تو شرک کا غلبہ ہو جائے گا
اور آپ کا دین قائم نہ ہو سکے گا اور ابوبکرؓ کہہ رہے تھے کہ یا رسول اللہ
قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ کی
ضرور مدد کرے گا اور آپ کا چہرہ روشن کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے
ملائکہ کا ایک لشکر دشمنوں کے اطراف میں نازل فرما دیا۔ اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد پہنچ گئی اور
ملائکہ نازل ہو گئے ہیں بشارت ہو اے ابوبکرؓ! میں نے ابھی جبرئیل
کو دیکھا ہے سر پر دوپٹہ باندھے ہوئے آسمان اور زمین کے درمیان
وہ اپنا گھوڑا کھینچے لئے جا رہے تھے۔ جب زمین پر اترے تو اس پر
سوار ہو گئے پھر وہ ایک ساعت مجھ سے غائب رہے پھر میں نے ان کو
دیکھا اس حالت میں کہ ان کے لبوں پر غبار تھا۔ اور مروی ہے علیؓ
سے (فرمایا کہ) جبرئیل ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے میمنہ یعنی لشکر کے دائیں جانب والے حصہ پر نازل ہوئے
اور اس میں ابوبکرؓ (قائد) تھے۔ اور میکائیل رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے میسرہ یعنی بائیں طرف والے حصہ پر نازل ہوئے اور
میسرہ میں (قائد) میں تھا۔ اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے
درباره قوله تعالیٰ و من یولهم یومئذ دبره الخ (۸:۱۶) اور
جو شخص ان سے اس موقع پر (مقابلہ کے وقت) پشت پھیرے گا الخ
آپ نے فرمایا کہ تمہیں اس آیت سے غلط فہمی نہ ہونی چاہئے یہ مخصوص
تھی جنگ بدر کے ساتھ جب کہ ہر مسلمان کا مددگار بن رہا تھا۔
(جس کو حریف کے مقابلہ پر کمزور دیکھا دوڑ کر اس کی مدد کے لئے پہنچا
اس بھاگ دوڑ میں کبھی کبھی دشمن کی طرف پشت بھی ہو جاتی تھی
الخ) تخریج کیا مسلم نے اور ابوداؤد نے اور ترمذی نے مروی ہے عبداللہ
ابن عباسؓ سے انہوں نے کہا کہ مجھ سے ذکر کیا عمرؓ بن الخطاب نے کہ
جب جنگ بدر شروع ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو

لے چونکہ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ جو جنگی حیثیت کے بغیر پشت پھیر کر بھاگے گا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آ جائے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا تو احد کے موقع پر جو ہزیمت واقع ہوئی تھی ان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے ان لوگوں کو یہ آیت یہاں ذکر کی۔ اس میں ان شخصوں پر رد ہو گیا جو حضرت عثمانؓ کی تنقیص پر اس آیت کو آڑ بنا کر حملہ کرتے ہیں ۱۲ مترجم

وهم ثلاثمائة وبضعة عشر رجلا ونظر إلى المشركين فإذا هم ألف وزيادة فاستقبل نبي الله القبلة ثم مد يديه وعليه يهتف بربه مادا يديه مستقبل القبلة حتى سقط رداؤه فأتاه أبو بكر فأخذ رداءه فرداه وألقاه على منكبيه ثم التزمه من ورائه ثم قال يا نبي الله كفاك مناشدتك ربك فإنه سينجز لك ما وعدك فأنزل الله إذ تستغيثون ربكم فاستجاب لكم أني ممدكم بألف من الملائكة مردفين فلما كان يومئذ والتقوا هزم الله المشركين فقتل منهم سبعون رجلا وأسر منهم سبعون رجلا واستشار رسول الله صلى الله عليه وسلم أبا بكر وعمر وعليا فقال أبو بكر يا رسول الله هؤلاء بنو العم والعشيرة والإخوان وإني أرى أن تأخذ منهم الفدية فيكون ما أخذنا منهم قوة لنا على الكفار وعسى الله أن يهديهم فيكونوا لنا عضدا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما ترى يا ابن الخطاب قلت والله ما أرى ما رأى أبو بكر ولكني أرى أن تمكنني من فلان قريب لعمر فأضرب عنقه وتمكن عليا من عقيل فيضرب عنقه وتمكن حمزة من فلان أخيه فيضرب عنقه حتى يعلم الله أنه ليست في قلوبنا هوادة للمشركين هؤلاء صناديدهم وأئمتهم وقادتهم

اور وہ تین سو اور دس سے کچھ زیادہ مرد تھے اور مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار سے زیادہ تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقبل قبلہ ہو کر دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے اور اپنے رب سے بلند آواز کے ساتھ ہاتھ پھیلائے ہوئے مستقبل قبلہ دعا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کی چادر گر گئی تو ابوبکرؓ نے آپ کے پاس پہنچ کر آپ کی چادر اٹھائی اور اس کو آپ کے دونوں کندھوں پر ڈال دیا اور اس کو پیچھے سے پکڑے رہے پھر کہنے لگے یا نبی اللہ بس اس قدر آپ کی الحاح و تضرع کے ساتھ اپنے رب سے دعا کافی ہو گئی ہے وہ عنقریب اس وعدے کو پورا کرے گا جو اس نے آپ سے کیا تھا (گویا ابوبکرؓ کو خدا نے اپنی زبان بنا رکھا تھا۔ مترجم) تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا إذ تستغيثون ربكم (الانفال ۹) اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلہ وار چلے آئیں گے۔ پھر اس دن جب مقابلہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دی اور بھگا دیا۔ اس دن ان میں سے ستر آدمی قتل ہوئے اور ستر آدمی گرفتار کئے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ اور عمرؓ اور علیؓ سے مشورہ طلب کیا تو ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ یہ لوگ سب چچا کی اولاد ہیں اور رشتہ دار اور بھائی ہیں میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیجئے تو کچھ زر فدیہ ہم ان سے لیں گے وہ کفار پر ہماری قوت کا سبب بنے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت کر دے گا تو یہ لوگ ہمارے بازو بنیں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن الخطاب تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا کہ واللہ میری رائے تو وہ نہیں ہے جو ابوبکرؓ کی رائے ہے لیکن میری رائے تو یہ ہے کہ آپ میرے سپرد کریں فلاں کو جو کہ عمرؓ کے رشتہ دار تھے تاکہ میں اس کی گردن ماردوں اور علیؓ کے سپرد عقیل کو کر دیں کہ وہ ان کی گردن ماردیں اور حمزہؓ کے سپرد ان کے فلاں بھائی (یعنی عباسؓ) کو کیجئے تاکہ وہ ان کی گردن ماریں تاکہ اللہ تعالیٰ پر عیاں ہو جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کی محبت نہیں ہے۔ یہ لوگ مشرکین کے سردار ہیں اور ان کے امام و پیشوا ہیں

[ف]قال رسول اللہ صلى اللہ علیہ وسلم
... قال أبو بکر ولم یھوَ ما قلتُ وأخذ منھم
الفداء. فلما کان من الغد قال عمر
فغدوتُ إلى النبی صلى اللہ علیہ
وسلم فإذا رسول اللہ صلى اللہ
علیہ وسلم وأبو بکر قاعدان یبکیان
فقلت یا رسول اللہ أخبرنی من أی
شیء تبکی أنت وصاحبک فإن
وجدت بکاءً بکیت وإن لم أجد
بکاءً تباکیت لبکائکما فقال النبی
صلى اللہ علیہ وسلم أبکی للذی
عرض علی أصحابک من أخذھم الفداء
لقد عُرض علیّ عذابھم أدنى
من ھذہ الشجرة شجرة قریبة و
أنزل اللہ ما کان لنبی أن یکون
لہ أسرى حتى یثخن فی
الأرض إلى قولہ لولا کتاب من
اللہ سبق لمسکم فیما أخذتم
من الفداء. ثم أحل لھم الغنائم
فلما کان یوم أحد من العام
المقبل عوقبوا بما صنعوا یوم بدر
من أخذھم الفداء فقتل منھم
سبعون وفر أصحاب النبی
صلى اللہ علیہ وسلم عن النبی
صلى اللہ علیہ وسلم و
کسرت رباعیتہ

تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جھکاؤ اس رائے کی طرف ہوا جو
ابو بکرؓ نے پیش کی تھی اور جو کچھ میں نے کہا تھا اس کو پسند نہ فرمایا
اور ان سے فدیہ لیا۔ جب اگلا دن ہوا تو عمرؓ کہتے ہیں کہ میں صبح کو
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ دونوں بیٹھے ہوئے رو
رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے بتائیے آپ کیوں
رو رہے ہیں آپ اور آپ کے صحابی دونوں۔ تاکہ اگر مجھ کو رونا
آئے تو میں بھی روؤں اور اگر رونا نہ آئے تو (کم سے کم) اتنا ہی کروں
کہ رونے کا حال بنا کر آپ دونوں کے ساتھ رونے میں شریک ہو جاؤں
تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس کی وجہ سے رو رہا ہوں
کہ فدیہ لینے کے بارے میں میرے سامنے جو رائے تمہارے اصحاب نے
پیش کی تھی۔ پھر فرمایا کہ میرے سامنے لایا گیا وہ عذاب جو ان پر آتا اس
درخت سے بھی (زیادہ) نزدیک کرکے "قریب ہی ایک درخت تھا" اور
اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں ما کان لنبی أن یکون سے
لمسکم فیما اخذتم تک (۸: ۶۷-۶۸) نبی کے شایان شان نہیں کہ
ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین
میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی نہ کر لیں۔ تم دنیا کا مال و اسباب
چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں اور اللہ
تعالیٰ بڑے زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا ایک نوشتہ
مقدر نہ ہو چکتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اس کے بارے میں تم پر
کوئی بڑی سزا واقع ہوتی۔ فیما اخذتم سے فدیہ مراد ہے۔ اس کے
بعد ان کے لئے غنیمتوں (یعنی کفار سے لئے ہوئے اموال) کو حلال کیا
گیا۔ پھر جب آئندہ سال جنگ احد واقع ہوا تو ان کو یوم بدر میں جو
انھوں نے کیا تھا یعنی قیدیوں سے فدیہ لینے کی سزا دی گئی تو ان
میں سے ستر آدمی قتل کئے گئے اور اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نبی
صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگے اور آپ کے سامنے کے دو دانت ٹوٹے

لہ [illegible]

[illegible]

وشجت البيضة على رأسه وسال الدم على وجهه فأنزل الله أولما أصابتكم مصيبة قد أصبتم مثليها قلتم أنى هذا قل هو من عند أنفسكم بأخذكم الفداء قال ابن عباس بينما رجل من المسلمين يشتد في أثر رجل من المشركين أمامه إذ سمع ضربة بالسوط فوقه وصوت الفارس فوقه يقول أقدم حيزوم إذ نظر إلى المشرك أمامه خر مستلقيا فنظر إليه فإذا هو قد حطم أنفه وشق وجهه كضربة السوط فاخضر ذلك أجمع فجاء الأنصاري فحدث ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال صدقت ذلك من مدد السماء الثالثة فقتلوا يومئذ سبعين وأسروا سبعين وعن عمر بن الخطاب أنه سمع قائلا يدعو اللهم إنك تحول بين المرء وقلبه فحل بيني وبين الخطايا فلا أعمل بسوء فقال رحمك الله ودعا له بخير عن مطرف قال قلنا للزبير يا أبا عبد الله ضيعتم الخليفة حتى قتل ثم جئتم تطلبون بدمه فقال الزبير إنا قرأنا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر وعثمان واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة ولم نكن نحسب أنا أهلها حتى وقعت منا حيث وقعت وعن قتادة

اور آپ کا خود جو سر پر تھا ٹوٹ گیا اور خون بہہ کر آپ کے چہرہ مبارک پر آگیا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اولما اصابتکم (۳: ۱۶۵) اور جب تمہاری ایسی ہار ہوئی جس سے دگنی تم جیت چکے تھے تو کیا ایسے وقت میں تم یوں کہتے ہو کہ کدھر سے ہوئی۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ ہار خاص تمہاری طرف سے ہوئی یعنی تمہارے فدیہ لینے کی وجہ سے ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ اس دوران میں کہ مسلمانوں میں کا ایک شخص سخت تعاقب کر رہا تھا مشرکین میں کے ایک شخص کا جو اس کے آگے تھا کہ اچانک اس نے کوڑا مارنے کی آواز سنی اپنے اوپر سے اور اوپر سے سوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ حیزوم آگے چل (حیزوم حضرت جبرئیل کے گھوڑے کا نام ہے) اب اس مشرک کو جو آگے بھاگ رہا تھا دیکھا کہ وہ چت گرا پڑا ہے۔ پھر اس کو دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ کا نشان تھا اور اس کا چہرہ کوڑے کی طرح پھٹ گیا تھا۔ پھر اس کے بعد یہ سب سبز رنگ کا ہو گیا۔ اس انصاری نے آکر یہ پورا قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا اور یہ تیسرے آسمان کے (فرشتے) کی مدد تھی تو اس دن ستر مشرکین قتل ہوئے تھے اور ستر گرفتار کئے گئے تھے اور مروی ہے عمر بن الخطاب سے کہ انہوں نے ایک شخص سے سنا جو یہ دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ بیشک آپ آڑے بن جاتے ہیں آدمی اور اس کے قلب کے درمیان تو میرے اور میری خطاؤں کے درمیان آپ آڑے بن جائیں کہ میں اس وجہ سے کوئی برا کام نہ کر سکوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ خدا تم پر رحمت کرے اور اس کے لئے دعائے خیر کی۔ اور مطرف سے مروی ہے کہا کہ ہم نے زبیرؓ سے کہا کہ اے ابا عبد اللہ تم نے خلیفہ (عثمانؓ) کو ضائع کر دیا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گئے۔ پھر تم ان کا قصاص طلب کرنے لگے ہو۔ زبیرؓ نے کہا کہ ہم پڑھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے زمانہ میں واتقوا فتنۃ (۸: ۲۵) اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں؛ اور ہم یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ وہ اہل فتنہ ہم ہی ہیں یہاں تک کہ جب اس کو واقع ہونا تھا ہم پر واقع ہو گیا۔ اور قتادہؓ سے اس آیت کے بارے میں

فی الآیۃ قال علم و اتقوا ذوی الالباب
من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم
حین نزلت ہذہ الآیۃ انہ سیکون
فتن وعن الحسن فی الآیۃ نزلت
فی علی و عثمان و طلحۃ والزبیر وعن
الضحاک نزلت فی اصحاب النبی صلی
اللہ علیہ وسلم خاصۃ وعن السدی
اخبرت انہم اصحاب الجمل وعن رفاعۃ
ابن رافع ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال لعمر رضی اللہ عنہ اجمع لی
قومک فجمعہم فلما حضروا باب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم دخل عمر
علیہ فقال قد جمعت لک قومی
فسمع ذلک الانصار فقالوا
قد نزل فی قریش الوحی فجاء
المستمع والناظر ما یقال لہم
فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فقام بین اظہرہم فقال ہل فیکم
من غیرکم قالوا نعم فینا حلیفنا
وابن اختنا وموالینا قال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم حلیفنا
منا وابن اختنا منا وموالینا
منا انتم تسمعون ان اولیائی
منکم المتقون فان کنتم اولئک
فذاک والا فانظروا لا یاتی
الناس بالاعمال یوم القیامۃ
وتاتون بالاثقال فیعرض عنکم ثم
عن عبد الرحمن بن ابی لیلی
قال سالت علیا

مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ
وسلم میں سے جتنے سمجھدار تھے سب نے جان لیا تھا کہ فتنے آنے والے ہیں۔
اور حسنؓ سے اسی آیت کے بارے میں یہ روایت ہے کہ یہ نازل ہوئی
علیؓ اور عثمانؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ کے بارے میں۔ اور ضحاک سے مروی
ہے کہ یہ آیت صرف اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازل
ہوئی ہے۔ اور سدیؒ سے مروی ہے وہ کہتے تھے کہ مجھے یہ خبر دی
گئی کہ وہ اصحاب جمل ہیں۔ اور رفاعہ بن رافع سے مروی ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی قوم کو
جمع کر لاؤ۔ تو عمرؓ نے ان کو جمع کر لیا تو جب لوگ (یعنی قریش) نبی کے
دروازے پر جمع ہو گئے عمرؓ نے اندر جاکر عرض کیا کہ میں قوم کو جمع
کر لایا ہوں۔ اس بات کو انصار نے بھی سن لیا تو وہ بھی آ گئے انہی
انہوں نے کہا کہ (قریش کو جو آپ نے جمع کیا ہے اور ہمیں نہیں بلایا تو شاید)
قریش کے بارے میں کوئی وحی نازل ہوئی ہے تو جو سننے والا تھا وہ بھی
وحی کو سننے کے لئے آ گئے اور ناظر بھی (یہ دیکھنے کے لئے) پہنچ گئے کہ
انہیں کیا کہا جاتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ سے) نکل کر
ان کے درمیان کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ تم میں کوئی غیر بھی ہے؟
انہوں نے عرض کیا جی ہاں ہم میں ہمارے حلیف بھی ہیں (یعنی جن سے
قسمیہ معاہدات ہیں) اور ہماری بہنوں کی اولاد بھی ہے اور ہمارے
موالی (یعنی آزاد کردہ) بھی ہیں (ان سب کو اپنے ساتھ شامل سمجھتے
ہیں) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ہمارے حلیف ہیں
وہ ہم ہی میں سے ہیں اور جو ہماری بہنوں کی اولاد ہیں وہ بھی اور جو موالی
ہیں وہ بھی سب ہم ہی میں سے ہیں۔ تم سن رہے ہو (یہ تمہارے
دنیاوی تعلق کے باہمی اعتبارات ہیں لیکن) میرے اولیاء (یعنی مقرب
صاحب) تم میں سے صرف وہی ہیں جو اہل تقویٰ ہیں (خواہ وہ ہمارے
میں سے ہوں یا انصار میں سے حلیف ہوں یا ابن اخت یا موالی) تو اگر
تم اسی جماعت (متقین) میں سے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ دیکھو قیامت کے
دن ضرور ایسے لوگ اپنے اعمال کے ساتھ حاضر ہوں گے اور تم اثقال
(یعنی گناہوں کے بوجھ) لے کر آؤ گے تو تم سے منہ پھیر لیا جائے گا
عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے سوال کیا

حاشیہ صفحہ [illegible] پر ملاحظہ فرمائیں۔

قلت یا امیر المؤمنین اخبرنی کیف کان صنیع ابی بکر وعمر فی الخمس نصیبکم فقال اما ابو بکر رحمہ اللہ فلم تکن فی ولایتہ اخماس واما عمر فلم یزل یدفعہ الینا فی کل خمس حتی کان خمس السوس وجندیسابور فقال وانا عندہ ہذا نصیبکم اہل البیت من الخمس وقد اخل ببعض المسلمین واشتدت حاجتہم فقلت نعم فوثب العباس بن عبد المطلب فقال لا تعرض فی الذی لنا فقلت السنا احق من ارفق المسلمین وشفع امیر المؤمنین فقبضہ فواللہ ما قبضناہ ولا قدرت علیہ فی ولایۃ عثمان ثم انشا علیؓ یحدث فقال ان اللہ حرم الصدقۃ علی رسولہ فعوضہ سہما من الخمس عوضا عما حرم وحرمہا علی اہل بیتہ خاصۃ دون امتہ فضرب لہم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سہما عوضا مما حرم علیہم ورغب لکم عن غسالۃ الایدی لان لکم فی خمس الخمس ما یغنیکم او یکفیکم ومن ثم قول واخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمس: لکنی وضعتہ مواضعہ

اے امیر المومنین! یہ بتلائیے کہ آپ کے حصۂ خمس کے بارے میں ابوبکرؓ اور عمرؓ کا آپ کے ساتھ کیا برتاؤ تھا تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر رحمہ اللہ کی ولایت میں اخماس تھے ہی نہیں (کیونکہ آپ کے زمانہ میں کوئی بڑا ملک فتح نہیں ہوا کہ اموال غنیمت آتے اور اُن میں سے خمس (حق) نکالا جاتا۔ رہے عمرؓ تو وہ ہمیشہ ہر خمس میں سے ہم کو دیتے رہے یہاں تک کہ جب سوس اور جندیسابور کے خمس کا موقع آیا تو انھوں نے کہا جبکہ میں اُن کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ یہ تم اہل بیت کا حصہ خمس میں سے ہے اور یہ بعض مسلمانوں کو دینا بھی خلل کیا گیا ہے اور (بعض) ایسے ہیں کہ ان کو سخت ضرورت ہے تو میں نے کہا بہت اچھا۔ اب عباس بن عبدالمطلب اٹھ گئے اور انھوں نے کہا کہ جو ہمارا حق ہے اس میں کسی کو حصہ دار نہ بنائیے۔ تو میں نے کہا (یعنی عباسؓ سے) کہ کیا مسلمانوں کے ساتھ سلوک کرنے کا حق سب سے زیادہ ہم کو نہیں پہنچتا اور پھر اس حالت میں کہ امیر المومنینؓ نے سفارش (بھی) کی ہو۔ اس کے بعد عمرؓ نے اس پر قبضہ کرلیا پھر واللہ ہم نے وہ نہیں اٹھایا۔ اور ولایت عثمانؓ میں بھی اس پر قادر نہ ہوا۔ پھر حضرت علیؓ نے بات کرنا شروع کی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے صدقہ تو اپنے رسول پر حرام کیا تو اس کے بدلے میں خمس میں سے ان کو ایک حصہ دیا اور صدقہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت پر بھی خاص طور پر حرام کیا آپ کی امت میں سے دوسروں پر نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک حصہ ان کا بھی لگایا اس چیز کے بدلے میں جس کو ان پر حرام کیا تھا اور تم کو ہاتھوں کا دھوون دینا ناپسند کیا (یعنی صدقہ جو اسی درجہ میں ہے یہ خطاب آپ نے اہل بیت سے کیا) کیونکہ خمس کے خمس میں اتنا مل جاتا ہے جو تم کو غنی بنانے یا تمھارے لئے کافی ہو جائے۔ اور مروی ہے علیؓ سے آپ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس کے خمس پر والی بنایا تھا تو میں اس کو اس کے مناسب مواضع پر رکھتا رہا (یعنی

(وما کان منہ)
ف انصاری گفتگو سے یہ تو شروع ہوتا تھا ان کا منشا یہ ہے کہ قریش [illegible]
[illegible]
[illegible]
بہت بڑی خوبی ہے کہ یہاں [illegible] احمد

قال اللہ تعالیٰ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

فقیر گوید معنی سبب نزول این آیات آنست کہ کفار قریش با مہاجران خصوصاً با علی مرتضے مفاخرت نمودند کہ آبادی کنندگانیم مسجد حرام را و آشامانندہ حاجیانیم پس ما بہتر باشیم و مہاجران جواب دادند کہ ما ایمان آوردیم بہ پیغامبر و بہ قرآن و ہجرت و جہاد نمودیم پس ما بہتریم خدای تعالیٰ بہ حکم فصل در میان مفاخرہ نازل فرمود ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاہدین علی انفسہم بالکفر اولئک حبطت اعمالہم وفی النار ہم خالدون ۝ انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر واقام الصلوٰۃ وآتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ فعسی اولئک ان یکونوا من المہتدین ۝ یعنی عمارت مسجد حرام عملے است از اعمال صالحہ و شرط قبول عمل صالح ایمان است بخدا و بروز آخر و اقامت صلوٰۃ و ایتاء زکوٰۃ و ترک صحبت و یک ذرے پیوند در خشیت حق جل وعلا

آیات سورۃ التوبۃ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ الخ (پ ۱۰ ع ۹)

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے عمل کے برابر قرار دے لیا ہو کہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو یہ لوگ برابر نہیں اللہ کے نزدیک اور جو لوگ بے انصاف ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور (اللہ کے واسطے) انہوں نے ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کیا وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں۔ ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور (جنت کے) ایسے باغوں کی کہ ان کے لئے ان (باغوں) میں دائمی نعمت ہوگی (اور) ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ ان آیات کا سبب نزول یہ ہے کہ کفار قریش نے مہاجرین سے خصوصاً علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر یہ فخر کیا کہ ہم مسجد حرام کو آباد رکھتے ہیں اور حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں لہٰذا ہم تم سے افضل ہیں اور مہاجرین نے جواب دیا کہ ہم پیغمبر علیہ السلام اور قرآن پر ایمان لائے اور ہم نے ہجرت کی اور جہاد کیا اس لئے ہم افضل ہیں۔ حق تعالیٰ نے فیصلہ کن آیات اس مباحثہ پر نازل فرمایا ما کان للمشرکین الخ (پ ۱۰ ع ۹) یعنی آیات مشرکین کی یہ لیاقت ہی نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جبکہ وہ خود اپنے اوپر کفر (کی باتوں) کا اقرار کر رہے ہیں ان لوگوں کے سب اعمال اکارت گئے اور دوزخ میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔ ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں۔ سو ایسے لوگوں کی نسبت توقع یعنی وعدہ ہے کہ اپنے مقصود تک پہنچ جاویں گے۔ یعنی مسجد الحرام کو آباد رکھنا اعمال صالحہ میں سے ایک عمل ہے اور عمل صالح کے قبول کی شرط ہے اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور اللہ جل شانہ کی نافرمانبرداری میں بالکل محبت اور یک ذرہ چھوڑنا

وچون در کفار قریش این صفات مفقود است
اعمال ایشان حبط شد وکان لم یکن شدند پس
این جماعہ را بصورت آن اعمال فضیلتے حاصل
نشد تا بمہاجران چہ رسد باز میفرماید کہ اگر
بفرض آن اعمال را تحققے بہبود ونابود نہ
گشت مستفیدان آن بمقابلہ ہجرت وجہاد خطا
است لا یستوون عند اللہ بعد ازاں تفصیل
وتاکید این میفرماید کہ الذین آمنوا وھاجروا
وجاھدوا آنانکہ ایمان آوردند وہجرت کردند
وجہاد فی سبیل اللہ باموال وانفس خویش
بجا آوردند وبزرگتر اند باعتبار درجہ نزدیک
خدا تعالیٰ یعنے از عمارت مسجد حرام وسقایت
حاج وسائر اعمال ایشان اند بمطلب رسندگان
بشارت میدہد ایشان را پروردگار ایشان
برحمتے از جانب خود وبخوشنودی
وبہشتہا کہ ایشان را باشد دراں نعیم دائم
جاویدان آنجا ہمیشہ ہر آئینہ خدا تعالیٰ نزدیک
اوست اجر بزرگ یعنی بدست اوست ہر کرا
خواہد عطا فرماید وبر ہر عملے کہ خواہد میدہد
ازیں آیت فضیلت مہاجران ومجاہدان معلوم
شد وزیادت آن عمل از سائر اعمال خیر وکمال
حال این جماعہ اظہر الکلام بظہور پیوست
وہو المقصود۔

قال اللہ تعالیٰ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ
اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ
اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ
اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ
اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

اور جب کہ کفار قریش میں یہ صفات مفقود ہیں تو ان کے اعمال ضائع
اور نہ ہونے کے برابر ہو گئے تو اس جماعت کو ان اعمال کے اعتبار
سے کوئی بھی فضیلت حاصل نہیں ہوتی۔ مہاجرین کے مقابلہ کی فضیلت
تو کیا حاصل ہوتی۔ پھر فرماتے ہیں کہ اگر مان لیا جائے کہ ان اعمال کا
تحقق ہو چکا ہے اور وہ نابود بھی نہیں ہو جاتے تو ان کو ہجرت اور جہاد
کا ہم وزن قرار دینا غلطی ہے (لا یستوون عند اللہ (اللہ کے نزدیک
یہ سب برابر نہیں ہیں) اس کے بعد تفصیل کے طور پر تاکید اس مضمون
کی کرتے ہیں کہ الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا الخ جو لوگ
کہ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں
کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کے حکم کی تعمیل کی وہ باعتبار رتبہ
کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بڑے ہیں یعنی آبادی مسجد حرام کے
اور حاجیوں کو پانی پلانے والوں سے اور ان کے تمام اعمال مقصد پر کامیاب
ہونے والوں کے (اعمال) ہیں ان کو ان کا پروردگار اپنی طرف سے
بخششوں اور جنتوں کی بشارت دیتا ہے (جن) ان کو پائدار اور جاویدانی
نعمتیں ملیں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے بیشک اللہ (ہی) وہ ذات
ہے جس کے پاس بڑا اجر ہے یعنی اس کے ہاتھ میں ہے کہ وہ جس کو
چاہے عطا فرمائے اور جس عمل پر جتنا چاہے دیدیتا ہے۔ اس آیت
سے مہاجرین اور مجاہدین کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اور تمام اعمال
خیر سے ان اعمال کا بڑھا ہوا ہونا اور اس جماعت کا انجام کار پوری
صراحت کے ساتھ واضح ہو گیا اور یہی ہمارا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ الخ (ر ۱۴)
اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے تو اللہ
تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کہ آپ کو کافروں نے جلاوطن
کر دیا تھا جب کہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے جس وقت کہ دونوں غار
میں تھے جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرماتے تھے کہ تم (کچھ) غم نہ کرو
یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی تسلی
نازل فرمائی اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن
کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات (یعنی)
تدبیر نیچی کر دی کہ وہ ناکام رہے اور اللہ ہی کا بول بالا رہا

واشارۂ جلیہ است بسوی قبول آن عمل از
ایشان عمل اگر در اعلیٰ مرتبہ عز وقبول نمی بود این
تشریف واین قدر تعظیم نمی فرمود وہو المقصود.

قال اللہ تعالیٰ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ
الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ
عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ
ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

تقریر کردہ میشود خدا تعالیٰ درین آیات حال
ومآل منافقان ومؤمنان بیان مے فرماید
صفت منافقان امر ست بمنکر ونہی از معروف
وبخل در حقوق مالیہ واجبہ ومآل ایشان
آنکہ بموافقت کفار ہمیشہ در دوزخ باشند وباشد
ایشان را لعنت وعذاب دائمی بعد از ان تشبیہ
میدہد ایشان را بکفار پیشین وانذار میکند بہ
بعذاب بازپرس کہ آنجا واقع شدہ است وصفت
مؤمنان نصرت یکدیگر دادن در حق وامر بمعروف
ونہی از منکر وبرپا داشتن نماز ودادن زکوٰۃ
وفرمانبرداری خدا ورسول او ومآل ایشان آنست
کہ وعدہ دادہ است خدا تعالیٰ بہشتہای کہ میرود زیر
آن جویہا جاویدان آنجا وخانہای پاکیزہ در آنجا
جاوید واز ہمہ نعمتہا بزرگتر خوشنودی
خدای تبارک وتعالیٰ است وآن ایشان
را باشد شک نیست کہ خلفاء متصف بودند
باین اوصاف از جہت اخبار متواترہ
واگر ہیچ شبہہ در آن نتوان نمود پس باین
بشارت نیز مبشر باشند وہو المقصود
قال اللہ تعالیٰ وَالسّٰبِقُوْنَ

اور کھلا ہوا اشارہ ہے بوجہ اس عمل کے آپ کی مقبولیت کی جانب
اگر آپ عزت و مقبولیت کے اعلیٰ مرتبہ پر نہ ہوتے تو یہ تکریم اور اس قدر
تعظیم نہ فرمائی جاتی اور یہی ہمارا مقصود ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ (۹: ۷۲) اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں
اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے
سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نفیس مکانوں کا
جو کہ ان ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گے اور ان سب نعمتوں کے ساتھ
اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب نعمتوں سے بڑی چیز ہے۔ یہ (جزائے
مذکور) بڑی کامیابی ہے۔

تقریر: یعنی مفہوم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان آیات میں منافقوں اور
مؤمنوں کا حال اور انجام بیان فرماتے ہیں۔ منافقوں کی صفت یہ
بری بات کا حکم دینا اچھی بات سے روکنا اور حقوق مالیہ واجبہ میں
بخل کرنا اور ان کا انجام یہ ہے کہ کفار کی موافقت کی وجہ سے وہ
ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور ان پر پھٹکار اور عذاب دائمی رہے گا۔
اس کے بعد ان کو گزشتہ زمانوں کے کفار کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے
اس بازپرس سے ڈراتے ہیں جو ان کفار کی ہو چکی ہے۔ اور مؤمنین
کی صفت یہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو مدد دیتے ہیں
حق میں اور نیک بات کا حکم کرتے اور بری بات سے روکتے ہیں
اور ان کی صفت ہے نماز کا قائم رکھنا اور زکوٰۃ دینا اور اللہ اور
رسول کی فرمانبرداری اور ان کا انجام یہ ہے کہ ان سے خدا نے وعدہ
کیا ہے ایسی جنتوں کا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور یہ
نعمت جاودانی ہوں گی یعنی ہمیشہ رہیں گی اور پاکیزہ مکانات جاودانی
ہوں گے اور تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی
رضا و خوشنودی اور یہ ان کا حصہ ہوگی۔ اس میں کوئی شک نہیں
ہے کہ حضرات خلفاء ان صفات سے متصف تھے۔ اخبار متواترہ اس
کی شاہد ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تو ان عظیم الشان
بشارتوں سے وہ بھی مبشر ہیں اور یہی ہمارا مقصود ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الخ
(۹: ۱۰۰) اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

فقیر گوید عفی عنہ خدای عز و جل بیان میفرماید درین آیت حسن حال و کمال اصحاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم را میگوید پیشینیان نخستیان از مہاجرین و انصار کہ قبل بدر یا قبل از تحویل قبلہ از بیت المقدس بجانب کعبہ و ہر دو نزدیک یکدیگر بودہ است و آنکہ تابع ایشان شدند بہ نیکوکاری کہ ہجرت کردند و نصرت دادند راضی شد خدا تعالیٰ از ایشان و راضی شدند ایشان از وے جل شانہ و مہیا کرد خدا تعالیٰ برای ایشان بہشتہا میرود زیر آن جویہا جاویدان آنجا ہمیشہ این ست کامیابی بزرگ. درین آیت تعریف عظیم است صحابہؓ را و اخبار است بآنکہ خدا تعالیٰ از ایشان راضی شدہ و ایشان از وی جل شانہ راضی شدند و ناہیک بہ من فضیلۃ۔

قال اللہ تعالیٰ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

فقیر گوید این آیت در غزوۂ تبوک نازل شد کہ خدا تعالیٰ برحمت بازگشت یعنی تلطف و مہربانی زیادہ از آنچہ سابق بود انعام فرمود بہ پیغامبر و

اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس (اللہ) سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے۔

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ اس آیت میں اللہ عز و جل بیان فرماتے ہیں اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمدہ حال اور عمدہ انجام اور فرماتے ہیں کہ پیش قدمی کرنے والے اور پہل کرنے والے مہاجرین اور انصار میں سے (پیش قدمی اور پہل سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ) جنگ بدر سے پہلے ایمان لائے یا بیت المقدس سے بسمت کعبہ قبلہ بدلنے سے پہلے اور یہ دونوں واقعات ایک دوسرے کے قریب ہی کے ہیں۔ اور جو لوگ کہ ان کی پیروی کرنے والے ہوئے نیک کاری میں کہ انھوں نے ہجرت کی اور مدد دی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ جل شانہ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسی بہشتیں مہیا کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں یہ سب نعمتیں جاودانی ہمیشہ رہنے والی ہیں یہ ہے بہت بڑی کامیابی۔ اس آیت میں صحابہؓ کو عظیم شرف عطا ہوا ہے اور اس امر کی خبر دی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش ہیں۔ اور اب تم کو خلفاءؓ کی فضیلت کے آگے کیا چیز مانع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ الخ (۹:۱۱۷) اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنھوں نے ایسی تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ رہا بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ آیت غزوۂ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ توجہ کی اور لطف و مہربانی جس قدر پہلے سے ان پر تھی اس سے زیادہ انعامات فرمائے پیغمبر پر بھی اور

مهاجران و انصار که پیروی او کردند در وقت تنگدستی بعد از آنکه نزدیک بود که کج شود دلهای جماعه از ایشان از جهت کمال شدت حال پس باوجود آنکه طائفه از ایشان ضعیف صبر داشتند رحمت نمود برهمه ایشان هر آئینه خدای در حق ایشان مهربان است درین آیت فضیلت عظیمه است حاضران تبوک را بچند وجه یکے آنکه ایشان را با پیغامبر در یک نسق جمع فرمود دوم آنکه نسبت نمود رجوع خود بجانب ایشان سوم آنکه صابر و ناصابر از ایشان همه صاحب فضل اند والله اعلم بالصواب۔

قال الله تعالی مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

فرمود عزوجل لوم میکند متخلفان را از سفر تبوک که لائق نبود ایشان را که تخلف نمایند این بسبب آنست که نمی رسد غازیان لشکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشنگی و نه رنجے و نه گرسنگی در راه خدا و نه سپرند موضعے را که

مہاجرین و انصار پر بھی جنہوں نے تنگدستی کے وقت ان کی پیروی کی اس حالت کے بعد کہ قریب تھا کہ بعضے کے دل سخت حالت پیش آنے کی وجہ سے ان میں کی ایک جماعت کے دلوں میں کجی پیدا ہو جاتی تھی۔ پھر باوجود اس بات کے کہ ان میں ایک جماعت ایسی تھی جن کے صبر میں ضعف تھا حق تعالیٰ نے سب پر رحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ ان سب کے حق میں مہربان ہے۔ جو لوگ غزوۂ تبوک میں حاضر تھے اس آیت میں ان کی بڑی فضیلت چند طریقوں سے معلوم فرمائی گئی ہے۔ پہلا یہ کہ ان سب کو ایک ہی اسلوب کے ساتھ ملا کر پیغمبر کے ساتھ جمع کیا گیا۔ دوسرا یہ کہ رحمت کے ساتھ آپ کی طرف اپنے متوجہ ہونے کی نسبت فرمائی گئی۔ تیسرا یہ کہ صابرین اور غیر صابرین پوری جماعت کو صاحب فضیلت قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ترجمہ: اور حق تعالیٰ نے فرمایا مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ الخ (۹: ۱۲۰، ۱۲۱) مدینہ میں رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش (رہتے) ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ زیبا تھا کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں (اور یہ ساتھ چلنے کا ضروری ہونا) اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے لئے موجب غیظ ہوا ہو اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے اور (نیز) جو کچھ چھوٹا بڑا انہوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان ان کو طے کرنے پڑے یہ سب بھی ان کے نام (نیکیوں میں) لکھا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے (ان سب) کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ خود ترجمہ مع تفسیر تحریر فرماتے ہیں: (مترجم) جو لوگ سفر تبوک سے کنارہ کش ہوئے اللہ عزوجل ان کو ملامت کرتے ہیں کہ لائق نہیں تھا ان لوگوں کو کہ تخلف کریں یہ اس سبب سے ہے کہ لشکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غازیوں کو نہیں پہنچی پیاس اور کوئی ماندگی اور نہ بھوک اور نہ ایسے مقام کو پہنچا

بظہور می آید کفار را خشم در کنان و دست می آرند از کفار یعنی دست بردی در ایشان می کنند کشتن یا نہب تا بندہ احوال ایشان را یا بسبب رسانیدن آزار کفار یا اسیر کردن بعض ایشان را و امری کہ باشد گزیدہ شدہ بدو برائے تا زیان بود مگر آن عمل نیک ہر آئینہ خدا تعالیٰ ضائع نمی کند مزد نیکوکاران را و انفاق نمی کنند ہیچ نفقہ خرد یا بزرگ و قطع نمی نمایند ہیچ وادی را مگر نوشتہ شود عمل خیر برائے ایشان آخر کار آنکہ جزا دہد ایشان را خدا تعالیٰ بہترین آنچہ عمل می کردند در این آیت فضائل جہاد تبوک خصوصاً و سائر جہادات عموماً بصریح ترین وجہے معلوم شد و بالقطع معلوم است کہ خلفائے کرام از حاضران این وقعہ و سائر مشاہد خیر بودند پس این جہاد ایشان را باشد و ہو المقصود آخرج الترمذی عن ابن عباس قال قلت لعثمان بن عفان ما حملکم علی ان عمدتم الی الانفال وہی من المثانی والی براءۃ وہی من المئین فقرنتم بینہما ولم تکتبوا سطر بسم اللہ الرحمن الرحیم ووضعتموہا فی السبع الطوال ما حملکم علی ذلک فقال عثمان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما یأتی علیہ الزمان وہو ینزل علیہ السور ذوات العدد فکان اذا نزل علیہ الشیء دعا من کان یکتب فیقول ضعوا ہؤلاء الآیات فی السورۃ التی یذکر فیہا کذا وکذا وکانت الانفال من اوائل ما نزل بالمدینۃ وکانت براءۃ من آخر القرآن نزولاً وکانت قصتہا شبیہاً بقصتہا فظننت انہا منہا فقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہو کفار کو غصہ دلائے اور کفار سے کوئی ایسی دست برد کی جیسے کفار کو قتل کریں یا ان کے اموال کو لوٹ لیں یا کسی کافر کو زخم پہنچائیں یا ان میں کے کسی شخص کو قید کرلیں ان میں سے کسی قسم کی بات بھی ہو کر غازیوں کے لئے اس کے بدلے میں ایک نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ یقیناً خدا تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا اور وہ خرچ نہیں کرتے کوئی خرچ کرنے کی چیز چھوٹی یا بڑی اور قطع نہیں کرتے کسی وادی کو مگر ان کے لئے اس عمل خیر کو لکھ لیا جاتا ہے انجام کار یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو ان کے ہر اس بہتر عمل کا جو وہ کریں گے بہترین جزا دے گا۔ ان آیتوں میں جہاد تبوک کے فضائل خصوصاً اور دوسرے جہادات کے عموماً بہت واضح طریقے سے معلوم ہوگئے اور یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ خلفاء کرام اس خاص غزوہ کے حاضرین میں اور جملہ مشاہد خیر میں شریک رہے ہیں سو اس تمام جزائے خیر کے وہ بھی مستحق ہیں اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ ترمذی نے اخراج کیا ابن عباسؓ سے انہوں نے کہا کہ میں نے عثمانؓ بن عفان سے کہا کہ آپ نے سورۂ انفال کی طرف توجہ کی جو مثانی میں سے ہے اور سورۂ براءت کی طرف بھی جو کہ مئین میں سے ہے اور دونوں کو تم نے ملا دیا اور ان کے بیچ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور تم نے پھر ان (دونوں) کو سبع طوال کے ساتھ ملا دیا۔ کس چیز نے ابھارا کہ ایسا کیا تو عثمانؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو زمانہ آتا رہا اس کے خاص وقتوں میں آپ پر کئی عدد والی سورتیں نازل ہوتی تھیں تو جب آپ پر کچھ نازل ہوتا تھا تو آپ جو کاتب ہوتا تھا اس کو بلاتے اور فرمایا کرتے کہ ان آیات کو اس سورت میں رکھ دو جس میں فلاں فلاں بات کا ذکر ہے اور سورۂ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئیں اور سورۂ براءۃ نزول کے لحاظ سے قرآن کی آخر سورۃ ہے اور اس کا قصہ مشابہ تھا سورۂ انفال کے قصہ سے تو مجھے ظن ہوا کہ یہ اسی کا جزو ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی

؎ مثانی وہ سورتیں ہیں جو مئین سے کم ہیں اور مئین وہ سورتیں ہیں جن کی آیات سو سے زیادہ ہیں اور سبع طوال سے مراد یہ سات سورتیں ہیں بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف، یونس۔ ۱۲ مترجم

ولم يبين لنا من اجل ذلك قرنت بينهما ولم اكتب بينهما سطر بسم الله الرحمن الرحيم ووضعتها في السبع الطول. و عن عثمان بن عفان قال كانت الانفال و براءة يدعيان في زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم القرينتين فلذلك جعلتهما في السبع الطوال. و عن ابي عطية الهمداني قال كتب عمر بن الخطاب تعلموا سورة براءة وعلموا نساءكم سورة النور. عن الشعبي ان اباذر والزبير بن العوام سمع احدهما من النبي صلى الله عليه وسلم وهو يقرأ وهو على المنبر يوم الجمعة فقال لصاحبه متى انزلت هذه الآية فلما قضى صلوته قال له عمر بن الخطاب لا جمعة لك فاتى النبي صلى الله عليه وسلم فذكر ذلك له فقال صدق عمر. و عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم استعمل ابابكر على الحج ثم ارسل عليا ببراءة على اثره ثم حج النبي صلى الله عليه وسلم من العام المقبل ثم رجع فتوفي فولي ابوبكر فاستعمل عمر على الحج ثم حج ابوبكر من قابل ثم مات ثم ولي عمر بن الخطاب فاستعمل عبد الرحمن بن عوف على الحج ثم كان يحج بعد ذلك حتى مات ثم بويع عثمان فاستعمل عبد الرحمن بن عوف على الحج ثم كان هو يحج حتى قتل. اخرج للدارمي والنسائي عن جابر ان النبي صلى الله عليه وسلم بعث ابابكر على الحج ثم ارسل عليا ببراءة فقرأ

اور آپ نے ہم سے اس کی صراحت نہ کی تھی تو میں نے اس سبب کہ دونوں کا قصہ مشابہ ہے) ملا دیا اور بیچ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور دونوں کو سبع طوال میں رکھ دیا۔ اور مروی ہے عثمان بن عفان سے کہ سورۂ انفال اور برأۃ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں "قرینتین" کہا جاتا تھا (یعنی جوڑوا) اسی وجہ سے میں نے ان دونوں کو سبع طوال میں رکھ دیا۔ اور مروی ہے ابی عطیہ ہمدانی سے انھوں نے کہا کہ عمر بن الخطاب نے لکھا (یعنی منشور صادر فرمایا) کہ تم سورۂ برأۃ کو سیکھو اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ۔ اور شعبی سے مروی ہے کہ ابوذرؓ اور زبیرؓ بن العوام میں سے ایک نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جب کہ آپ منبر پر تھے اس آیت کو سنا جس کو آپ پڑھ رہے تھے (یعنی ما کان لاھل المدینۃ الخ) تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ آیت کب نازل ہوئی تو جب وہ اپنی نماز پوری کر چکا تو اس سے عمر بن الخطاب نے کہا تیرا جمعہ نہیں ہوا۔ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور اس کا ذکر آپ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ عمرؓ نے صحیح کہا۔ اور مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو حج پر امیر بنایا پھر علیؓ کو آپ کے پیچھے سورۂ برأۃ دے کر بھیجا۔ پھر آنے والے سال میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیا پھر واپس تشریف لائے اور وفات پا گئے۔ پھر ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے عمرؓ کو امیر حج بنایا پھر آئندہ سال میں ابوبکرؓ نے حج کیا پھر ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد خلیفہ عمرؓ ہوئے تو انھوں نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو امیر حج بنایا۔ پھر عمرؓ جب تک زندہ رہے حج کرتے رہے۔ جب انتقال کر گئے تو عثمانؓ خلیفہ بنائے گئے۔ تو انھوں نے بھی عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو امیر حج بنایا۔ پھر عثمانؓ بھی حج کرتے رہے یہاں تک کہ قتل کر دیے گئے۔ دارمی و نسائی نے اخذ کیا، مروی ہے جابرؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ پھر علیؓ کو سورۂ برأت دے کر بھیجا تو انھوں نے حج کے موقع پر جہاں جہاں لوگ ٹھہرتے تھے

ف یعنی جمعہ کے کامل ثواب سے تم محروم ہوگئے کہ خطبے کے وقت بات کی جو ناجائز ہے ۱۲ مترجم

علی الناس فی مواقف الحج ثم تعقب
ومن عروة قال بعث رسول الله صلی الله علیه وسلم
ابابکر امیرا علی الناس سنة تسع وکتب
سنن الحج وبعث معه علی بن ابی طالب
بآیات من براءة فامره ان یؤذن بمکة
وبمنی وبعرفة وبالمشاعر کلها بانه برئت
ذمة الله وذمة رسوله من کل مشرک
حج بعد العام او طاف بالبیت عریانا و
اجّل من کان بینه وبین رسول الله
صلی الله علیه وسلم عهد اربعة اشهر
وسار علی راحلته والناس کلهم یقرأ
علیهم القرآن براءة من الله ورسوله
وقرأ علیهم یا بنی آدم خذوا زینتکم عند
کل مسجد الآیة۔

تقریر گوید درین قصه بعض رواة را غلط
واقع شده است که میگویند ابوبکر صدیق را باز
گردانید اصل قصه آنست که ابوبکر صدیق
بلا نزاع امیر حج بود وسورة براءة اول
بدست ابوبکر صدیق دادند بعد ازان
جبرئیل فرود آمد وامر کرد که آن را بدست
حضرت مرتضی باید فرستاد اخرج الترمذی
عن انس قال بعث النبی صلی الله علیه وسلم
براءة مع ابی بکر ثم دعاه فقال لا ینبغی
لاحد ان یبلغ هذا الا رجل من اهلی
فدعا علیا فاعطاه ایاه وعن سعد بن ابی وقاص
ان رسول الله صلی الله علیه وسلم بعث ابابکر
ببراءة الی اهل مکة ثم بعث علیا علی اثره
فاخذها منه فکان ابوبکر وجد فی نفسه فقال
النبی صلی الله علیه وسلم یا ابابکر لا یؤدی عنی

اس سورت کو ختم تک پڑھ کر سب کو سنایا۔ اور عروہ سے مروی ہے انھوں
نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں
پر امیر حج بنا کر سن ۹ میں بھیجا اور حج کے طریقے لکھ کر دیئے۔ اور ان
کے ساتھ علیؓ بن ابی طالب کو سورۂ براءت میں کی آیات دے کر
بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ ان کا اعلان کریں مکہ میں اور منیٰ میں
اور عرفہ میں اور تمام مشاعر میں کہ اب باقی نہیں رہا ذمہ اللہ کا
اور ذمہ اللہ کے رسول کا کسی مشرک کے بارے میں جو اس سال کے
بعد حج کرے یا بیت اللہ کا طواف ننگا ہو کر کرے اور اس عہد کی
میعاد کو جو مشرکین کا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان
میں تھا چار مہینے مقرر کیا اور اپنی سواری پر روانہ ہوئے اور سب
لوگ بھی۔ آپ ان پر قرآن کی ان آیات کی قراءت کرتے جاتے
تھے براءة من اللہ ورسولہ (۱) یعنی بیزاری ہے
ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔ اور لوگوں پر اس آیت
کی قراءت بھی کی یا بنی آدم خذوا زینتکم (۲) یعنی اے اولاد آدم کی تم مسجد
کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔ آخر تک۔

تقریر کہتا ہے کہ اس قصہ میں بعض راویوں سے چوک ہوئی جو
یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ کو واپس لوٹا لیا۔ اصل قصہ یہ ہے کہ
ابوبکر صدیقؓ بلا اختلاف امیر حج تھے اور سورۂ براءت اول ابوبکر
صدیقؓ کے ہاتھ میں دی گئی اس کے بعد جبرئیلؑ نازل ہوئے اور
انھوں نے امر کیا کہ حضرت علیؓ مرتضیٰ کے ہاتھ بھیجا جانا چاہیے۔ ترمذی
نے بسند کیا مروی ہے انسؓ سے انھوں نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو سورۂ براءت دے کر بھیجا۔ پھر ان کو بلایا اور
فرمایا کہ کسی شخص کو اس کا پہنچانا مناسب نہیں معلوم ہوتا بجز ایسے
شخص کے جو میرے اہل بیت میں سے ہو۔ پھر علیؓ کو بلایا اور اس
سورت کو انھیں دیا۔ اور سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے براءت دے کر ابوبکرؓ کو اہل مکہ کے پاس
روانہ کیا۔ پھر ان کے پیچھے علیؓ کو بھیجا انھوں نے اس کو ابوبکرؓ سے
لے لیا (اور روانہ ہو گئے) پس گویا اس سے ابوبکرؓ کو انقباض ہوا تو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ اپنی طرف کے احکام پہنچانا کسی کو نہیں

إلا أنا أو رجل مني. أخرج البخاري ومسلم عن أبي هريرة قال بعثني أبو بكر في تلك الحجة في مؤذنين بعثهم يوم النحر يؤذنون بمنى أن لا يحج بعد هذا العام مشرك ولا يطوف بالبيت عريان ثم أردف النبي صلى الله عليه وسلم علي بن أبي طالب فأمره أن يؤذن ببراءة فأذن معنا علي في أهل منى يوم النحر ببراءة أن لا يحج بعد هذا العام مشرك ولا يطوف بالبيت عريان. وأخرج الترمذي وحسنه والحاكم وصححه عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث أبا بكر وأمره أن ينادي بهؤلاء الكلمات ثم أتبعه عليا وأمره أن ينادي بهؤلاء الكلمات فانطلقا فحجا فقام علي في أيام التشريق فنادى أن الله بريء من المشركين ورسوله فسيحوا في الأرض أربعة أشهر ولا يحجن بعد العام مشرك ولا يطوفن بالبيت عريان ولا يدخل الجنة إلا مؤمن فكان علي ينادي فإذا عيي قام أبو بكر فنادى بها. وعن الحسن أنه سئل عن يوم الحج الأكبر فقال ذاك عام حج فيه أبو بكر استخلفه رسول الله صلى الله عليه وسلم فحج بالناس واجتمع فيه المسلمون والمشركون فلذلك سمي الحج الأكبر ووافق عيد اليهود والنصارى. وعن عمر بن الخطاب قال الحج الأكبر يوم عرفة. وعن ابن أبي مليكة قال قدم أعرابي في زمان عمر بن الخطاب فقال من يقرئني مما أنزل الله على محمد

سوائے میرے یا میرے گھر کے آدمی کے۔ بخاری اور مسلم نے اخذ کیا ہے ابوہریرہؓ سے انھوں نے کہا کہ ان اعلان کرنے والوں میں سے ایک میں تھا جن کو اس حج میں ابوبکرؓ نے یوم نحر میں بھیجا تھا کہ وہ منیٰ میں یہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ بیت اللہ کا طواف کوئی ننگا کرے۔ پھر ان کے پیچھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے علیؓ بن ابی طالب کو بھیجا ان کو حکم دیا کہ وہ اعلان عام کریں براءۃ کا تو یوم النحر میں علیؓ نے ہمارے ساتھ اہل منیٰ میں اعلان عام کیا براءۃ کا اور یہ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی ننگا طواف بیت اللہ نہ کرے۔ اور اخذ کیا ترمذی نے اور اس کو حسن کہا ہے اور حاکم نے اور اس کو صحیح کہا ہے۔ مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ بلند آواز سے ان کلمات کے ساتھ اعلان کریں۔ پھر ان کے پیچھے علیؓ کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ ان کلمات سے ندا کریں۔ تو دونوں گئے اور دونوں نے حج کیا پھر علیؓ کھڑے ہوئے ایام تشریق میں اور انھوں نے ندا کی کہ اللہ تعالےٰ مشرکین سے دست بردار ہے اور اس کا رسول۔ تو تم لوگ اس سرزمین میں چار مہینے چل پھر لو اور اس سال کے بعد ہرگز کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ بیت اللہ کا طواف کرے کوئی ننگا اور جنت میں بجز مومن کے کوئی داخل نہ کیا جائے گا۔ تو علیؓ ندا کرتے تھے جب وہ تھک گئے تو ابوبکرؓ کھڑے ہوگئے پھر یہی اعلان انھوں نے کیا۔ حسنؒ سے مروی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا یوم حج اکبر کے متعلق تو انھوں نے کہا کہ یہ وہ سال ہے جس میں ابوبکرؓ نے حج کیا تھا ان کو اپنا خلیفہ بنایا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو انھوں نے لوگوں کو حج کرایا اور اس میں مسلمان اور مشرکین جمع ہوئے تھے تو اسی وجہ سے اس کو حج اکبر سے موسوم کیا گیا اور اسی دن یہود و نصاریٰ کی عید بھی تھی۔ اور مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے انھوں نے فرمایا کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے۔ اور ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے انھوں نے بیان کیا کہ عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا مجھے کون پڑھائے گا اس (کلام) میں سے جو اللہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا

فاقرأه رجل براءة فقال ان الله بريء من المشركين ورسوله بالجر فقال الاعرابي لقد برئ الله من رسوله ان یکن الله برئ من رسوله فانا ابرأ منه فبلغ عمر مقالة الاعرابي فدعاه فقال يا اعرابي اتبرأ من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يا امير المؤمنين اني قدمت المدينة ولا علم لي بالقرآن فسألت من يقرئني فاقرأني هذه السورة براءة فقال ان الله بريء من المشركين ورسوله وقال الاعرابي وانا والله ابرأ مما برئ الله منه فامر عمر بن الخطاب ان لا يقرئ الناس الا عالم باللغة وامر ابا الاسود فوضع النحو۔ وعن عمر بن الخطاب سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من بنى مسجدا يذكر فيه اسم الله بنى الله له بيتا في الجنة۔ وعن عبد الله ابن هشام قال كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم وهو آخذ بيد عمر بن الخطاب فقال والله لانت يا رسول الله احب الي من كل شيء الا نفسي فقال النبي صلى الله عليه وسلم لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من نفسه۔ وعن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لئن بقيت لاخرجن المشركين من جزيرة العرب فلما ولي عمر اخرجهم۔ وعن جعفر عن ابيه

تو ایک شخص نے اس کو سورۂ براءۃ پڑھائی اور اس نے اسے اس طرح پڑھائی (ان اللہ بریء من المشرکین ورسولهٖ) زیر کے ساتھ تو اعرابی نے کہا واقعی اللہ تو بیزار ہو گیا اپنے رسول سے اگر اللہ بیزار ہو گیا اپنے رسول سے تو میں اس سے زیادہ رسول سے بیزار ہوں۔ تو اس اعرابی کا یہ کلام عمرؓ تک بھی پہنچ گیا آپ نے اس کو بلوایا اور فرمایا کہ اے اعرابی کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیزار ہو گیا ہے اس نے کہا اے امیر المومنینؓ میں مدینہ میں آیا اور مجھے قرآن کا بالکل علم نہیں تھا۔ میں نے سوال کیا کہ مجھے کون پڑھائے گا تو مجھے ایک شخص نے یہ سورۂ براءۃ پڑھائی تو اس نے کہا ان اللہ بریء من المشرکین ورسولهٖ تو میں نے یعنی اعرابی نے کہا اور میں بھی خدا کی قسم بیزار ہوتا ہوں اس سے جس سے اللہ بیزار ہو۔ تو عمر بن الخطاب نے حکم نافذ کیا کہ لوگوں کو قرآن کوئی نہ پڑھائے بجز عالم لغت کے اور آپ نے ابوالاسود کو حکم دیا تو انھوں نے علم نحو ایجاد کیا۔ اور عمر بن الخطاب سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جس نے مسجد بنائی کہ اس میں اللہ کا نام یاد کیا جائے (یعنی اللہ کی عبادت کی جائے) تو اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ اور عبداللہ بن ہشام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ عمرؓ ابن الخطاب کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم یا رسول اللہ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں بجز اپنی جان کے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی مومن (کامل) اس وقت تک نہ ہوگا جب تک میں اس کو اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اور جابرؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال تک باقی رہا تو مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دوں گا۔ تو جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے ان کو نکال دیا۔ اور جعفر سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ

لے عام کتب میں یہی لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوالاسود کو ہدایت کی انح ھذا النحو یا ابا الاسود الکلمۃ اما اسم او فعل او حرف [illegible] علم نحو [illegible] حضرت عمر رضی اللہ عنہ [illegible] ابوالاسود دؤلی کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے [illegible] عرب یعنی [illegible] قرآن کی تلاوت کی صحت کے لئے [illegible] ۱۲ مترجم

أن عمر بن الخطاب استشار الناس في المجوس فقال عبد الرحمن بن عوف سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول سنّوا بهم سنة أهل الكتاب عن سعيد بن المسيب أن رجلا باع دارا له على عهد عمر فقال له عمر أحرز ثمنها احفر تحت فراش امرأتك فقال يا أمير المؤمنين أو ليس بكنز قال ليس بكنز ما أدّي زكوته

عن ابن عباس قال لما نزلت هذه الآية والذين يكنزون الذهب والفضة كبر ذلك على المسلمين قالوا ما يستطيع أحد منا أن يدع لولده مالا يبقى بعده فقال عمر أنا أفرج عنكم فانطلق عمر واتبعه ثوبان فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا نبي الله قد كبر على أصحابك هذه الآية فقال إن الله لم يفرض الزكوة إلا ليطيب بها ما بقي من أموالكم وإنما فرض المواريث من مال يبقى بعدكم فكبّر عمر ثم قال له النبي صلى الله عليه وسلم ألا أخبرك بخير ما يكنز المرء المرأة الصالحة إذا نظر إليها سرّته وإذا أمرها أطاعته وإذا غاب عنها حفظته

وعن ثوبان قال لما نزلت والذين يكنزون الذهب والفضة الآية قال أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم نزل اليوم في الذهب ما نزل

عمر بن الخطابؓ نے لوگوں سے مجوس (آتش پرست فرقہ) کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے ان کے ساتھ وہ برتاؤ کرو جو اہل کتاب سے کرتے ہو۔ مروی ہے سعید بن المسیبؒ سے کہ ایک شخص نے عمرؓ کے زمانہ میں اپنا مکان فروخت کیا تو اس سے عمرؓ نے کہا کہ تو نے جس کی قیمت لے لی ہے تو اس کو اپنی بیوی کے بیٹھنے کی جگہ (زمین کھود کر) دبا دے۔ اس شخص نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ کیا یہ کنز نہیں بن جائے گا؟ تو آپ نے فرمایا جب کہ اس کی زکوٰۃ ادا کی جاتی رہے گی کنز نہیں ہوگا۔ مروی ہے ابن عباسؓ سے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی والذین یکنزون الذہب (۹: ۳۴) اور وہ آیت جس میں ہے جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں الخ تو یہ مسلمانوں پر بھاری ہوئی اور کہنے لگے کہ اب ہم میں سے کوئی اپنی اولاد کے لئے کیا رکھے گا جو اس کے بعد باقی بھی رہے گا تو عمرؓ نے کہا کہ میں تم کو اس الجھن سے نکلواتا ہوں تو عمرؓ روانہ ہوئے اور ان کے پیچھے ثوبانؓ بھی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا اے نبی اللہ آپ کے اصحابؓ پر آیت گراں گزری ہے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو صرف اسی لئے فرض کیا ہے کہ تمہارے اموال جو (خرچ کر کے باقی رہ گئے ہیں) پاک کر دے۔ اور میراث کے جو حصے مقرر کئے ہیں وہ اسی مال سے تو کئے ہیں جو تمہارے بعد باقی رہے گا تو عمرؓ نے اللہ اکبر کہا۔ پھر ان سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو میں تم کو آدمی کے لئے ایک بہترین خزانے کی اطلاع دیتا ہوں۔ وہ ہے نیک بی بی جو ایسی ہو کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے اور جب اس کو شوہر حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جب شوہر غائب ہو تو اس کی (یعنے اس کے مال کی) حفاظت کرے۔ ثوبانؓ سے روایت ہے کہ جب آیت والذین یکنزون الذہب والفضۃ الخ نازل ہوئی تو اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ آج کنز (یعنے مال جمع کرنے) کے بارے میں جو نازل ہوا ہے وہ کیا نازل ہوا (یعنے اس کا کیا

ملہ مگر کسی شریف عورت کے ذلیل ہونے پر قسمیں ہم وغیرہ کے سلسلہ میں بیجا خرچ کرنا ہے تو اس سے گریز کرو۔ ایسی عورت کو پیا ہو دو تقویٰ کی بنیاد پر ہو۔ ہمارا مال جمع کرنا ہے جو کہ ... حضرت الجیلانی کی صحبت پر ... ہے۔ مترجم

فقال ابوبکر یا رسول اللہ ماذا نقتنی الیوم قال
لسانا ذاکرا وقلبا شاکرا وزوجة صالحة
تعین احدکم علی ایمانه. اخرجه البخاری
ومسلم عن البراء بن عازب قال اشتری
ابوبکر من عازب رحلا بثلاثة عشر درهما
فقال لعازب مر البراء فلیحمله الی منزلی
فقال لا حتی تحدثنا کیف صنعت حین
خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
انت معه فقال ابوبکر خرجنا فادلجنا
فاحثثنا یومنا ولیلتنا حتی اظهرنا وقام
قائم الظهیرة فضربت ببصری هل
اری ظلا فاوی الیه فاذا انا
بصخرة فاهویت الیها فاذا بقیة ظلها
فسویته لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وفرشت له فروة وقلت اضطجع یا رسول
اللہ فاضطجع ثم خرجت انظر هل اری احدا
من الطلب فاذا انا براعی غنم فقلت
لمن انت یا غلام فقال لرجل من
قریش سماه فعرفته فقلت هل فی
غنمک من لبن قال نعم قلت هل انت
حالب لی قال نعم فامرته فاعتقل
شاة منها ثم امرته فنفض ضرعها
ثم امرته فنفض کفیه ثم صببت الماء علی
القدح حتی برد اسفله ثم اتیت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فوافیته قد استیقظ فقلت اشرب
یا رسول اللہ فشرب حتی رضیت ثم
قلت الم یان للرحیل فارتحلنا

تشریح کیا ہے) تو ابوبکرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ اب ہم کیا چیز جمع
کرکے رکھیں تو آپ نے فرمایا لسان (زبان) ذاکر اور قلب شاکر اور
زوجہ صالحہ جو تمہارے ایمان پر مددگار رہے۔ (کہ اگر تم گھر میں کوئی اعمال
الٹے کرو تو وہ تمہیں روکے) اس کو امام بخاری و مسلم نے
روایت کیا ہے براء بن عازبؓ سے انہوں نے کہا کہ ابوبکرؓ نے عازبؓ سے تیرہ
درہم میں ایک کجاوہ خریدا پھر ابوبکرؓ نے عازبؓ سے کہا کہ براءؓ سے
کہہ دو کہ وہ اس کو اٹھا کر میرے گھر پہنچا دے تو عازبؓ نے کہا نہیں جب تک
آپ ہم سے وہ سرگزشت اور اپنی واردات نہ بیان کریں جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ سے) نکلے تھے اور آپ ان کے ساتھ تھے تو
ابوبکرؓ نے بیان کیا کہ ہم اول شب میں نکلے۔ ہم نے تمام دن اور تمام
رات پیادہ رہ کر سفر جاری رکھا۔ یہاں تک کہ دوپہر ہوگیا اور آفتاب
سر پر آگیا۔ اب میں نے نگاہ دوڑائی کہ کہیں سایہ نظر آئے تو اس میں ذرا
ٹھہر جائیں۔ تو مجھے ایک چٹان دکھائی دی تو میں نے اس کو جھک کر
دیکھا تو اس کا تھوڑا سایہ موجود تھا تو میں نے اس کو ٹھیک کیا پھر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جگہ ہموار کی اور ایک پوستین بچھایا
اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ لیٹ جائیے تو آپ لیٹ گئے۔ پھر میں نکل
کر دیکھنے لگا کہ کوئی ہمیں طلب کرنے والا بھی ہے تو میری نظر ایک بکریاں
کے چرانے والے پر پڑی تو میں نے اس سے پوچھا کہ تو کس کا ہے لڑکے
تو اس نے کہا کہ میں قریش کے فلاں شخص کا ہوں۔ اس کا نام بتایا تو
میں اس کو سمجھ گیا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کیا تیری بکریوں میں
دودھ ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے کہا کیا تم نکال کر دو گے۔
اس نے کہا ہاں اور ان میں سے وہ ایک بکری کھینچ لایا۔ میں نے اس سے
کہا کہ تھن جھاڑ لے تو اس نے تھن کو جھاڑ کر دودھ دوہنا شروع کیا تو کچھ تھوڑا سا
نکلا۔ اس کے بعد میں نے اپنے پیالے کے اوپر پانی بہایا تاکہ اس کے نیچے
کا حصہ ٹھنڈا ہوگیا پھر میں اس میں دودھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ بیدار ہو گئے۔ میں نے عرض کیا
یا رسول اللہ یہ پی لیجئے تو آپ نے پی لیا یہاں تک کہ میں خوش ہوگیا۔ پھر
میں نے کہا کیا ابھی کوچ کرنے کا وقت نہیں آیا؟ پھر ہم روانہ ہو گئے

ف [illegible]

والقوم يطلبونا فلم يدركنا منهم إلا سراقة
بيننا وبينه قدر رمح أو رمحين أو
ثلاثة قلت يا رسول الله هذا الطلب
قد لحقنا فقال لا تحزن إن الله
معنا حتى إذا دنا فكان بيننا وبينه
قدر رمح قلت يا رسول الله هذا
الطلب قد لحقنا وبكيت قال لم
تبكي قال قلت أما والله لا أبكي
على نفسي ولكن أبكي عليك فدعا عليه
رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال
اللهم اكفناه بما شئت فساخت قوائم
فرسه إلى بطنها في أرض صلد ووثب عنها
فقال يا محمد إن هذا عملك فادع الله
أن ينجيني مما أنا فيه فوالله لأعمين
على من ورائي من الطلب وهذه
كنانتي فخذ منها سهما فإنك ستمر على
إبلي وغنمي في موضع كذا وكذا فخذ منها
حاجتك فقال رسول الله صلى الله
عليه وسلم لا حاجة لي بها فانطلق راجعا
إلى أصحابه ومضى رسول الله صلى الله
عليه وسلم وأنا معه حتى قدمنا المدينة
فتلقاه الناس فخرجوا في الطريق وعلى
الأجاجير واشتد الخدم والصبيان
في الطريق الله أكبر جاء رسول الله
صلى الله عليه وسلم فنزل الليلة على
بني النجار أخوال عبد المطلب لأكرمهم
بذلك فلما أصبح غدا حيث أمر
وعن ضبة بن محصن قال قلت لعمر
بن الخطاب أنت خير من أبي بكر فبكى وقال

اور لوگ ہم کو تلاش کر رہے تھے اُن میں سے کوئی ہم کو نہ پا سکا بجز
سراقہ بن مالک کے (وہ ہم سے قریب آ گیا) بقدر ایک نیزے کے یا دو نیزے
کے یا تین نیزے کے (یہ درمیانی فاصلہ رہ گیا تو) میں نے کہا (جب وہ یہاں تک آ پہنچا
تھا) یا رسول اللہ یہ ہمیں گرفتار کرنے کے لئے ہم تک آ پہنچا ہے۔ آپ نے
فرمایا کوئی فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے یہاں تک کہ جب اتنا قریب آ گیا
کہ ہمارے اور اُس کے درمیان بس اُس کا گھوڑا ہی تھا میں نے کہا یا رسول اللہ
یہ گرفتار کرنے کے لئے ہم تک آ پہنچا ہے اور میں رو پڑا آپ نے فرمایا
کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا واللہ اپنی ذات کی وجہ سے نہیں روتا بلکہ
آپ کی وجہ سے پریشان ہوں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس پر
بددعا کی کہ اللھم اکفناہ بما شئت (یعنے اے اللہ! آپ جس طرح
چاہیں ہم کو اس سے بچا لیں) تو اُس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس
گیا ایسی زمین میں جو سخت تھی اور وہ گھوڑے سے کود گیا اور بولا
کہ اے محمد! یہ آپ ہی کا کام ہے اب آپ اللہ سے دعا کر دیجئے کہ میں
جس بلا میں پھنس گیا ہوں خدا مجھے اس سے نجات بخش دے تو واللہ میں
اُن سب لوگوں کو جو آپ کو پکڑنے والے میرے پیچھے چلے آ رہے ہیں
مشتبہ کر کے روک دوں گا اور یہ میرا ترکش ہے اس میں سے آپ تیر
نکال لیجئے اور آپ میرے اونٹوں اور بکریوں پر سے عنقریب گزریں گے
فلاں مقام سے ہو کر اور اونٹ بکریاں یہ اُن میں سے آپ جو کچھ چاہیں لے کر
اپنی حاجت پوری کر لیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے
اُن کی حاجت نہیں پھر وہ زمین سے چھوٹ گیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس
واپس ہو گیا۔ پھر روانہ ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور
میں آپ کے ساتھ تھا یہاں تک کہ ہم مدینے پہنچے اور لوگ آپ سے
اس طرح ملے کہ راستے میں نکل آئے تھے اور چھتوں پر چڑھ گئے تھے
اور غلام اور بچے یہ کہتے ہوئے بھاگ دوڑ رہے تھے کہ اللہ اکبر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم آ گئے۔ پھر رات کو آپ اُترے بنی نجار کے یہاں
جو عبد المطلب کے ماموؤں کا خاندان ہے۔ اس سے ان کا اکرام مقصود
تھا۔ پھر جب صبح ہوئی تو جہاں آپ کو حکم دیا گیا تشریف لے گئے۔
ضبہ بن محصن سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عمر بن
الخطاب سے کہا کہ آپ ابوبکر سے بہتر ہیں تو رو دیئے اور فرمایا کہ

والله لليلة من أبي بكر ويوم خير من
عمر عمر هل لك أن أحدثك عن ليلته
ويومه قال قلت نعم يا أمير المؤمنين
قال أما ليلته فلما خرج رسول الله صلى
الله عليه وسلم هاربا من أهل مكة خرج
ليلا فتبعه أبو بكر فجعل يمشي مرة أمامه
ومرة خلفه ومرة من يمينه ومرة
من يساره فقال له رسول الله صلى
الله عليه وسلم اهذا يا ابا بكر من فعلك
قال يا رسول الله أذكر الرصد فأكون
أمامك وأذكر الطلب فأكون خلفك
ومرة من يمينك ومرة من
يسارك لا آمن عليك قال فمشى
رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلته
على أطراف أصابعه حتى حفيت رجلاه فلما
رآه أبو بكر رضي الله عنه أنها قد حفيت حمله
على كاهله وجعل يشتد به حتى أتى به
فم الغار فأنزله ثم قال له والذي
بعثك بالحق لا تدخله حتى أدخله فإن
كان فيه شيء نزل بي قبلك فدخل فلم ير شيئا
فحمله فأدخله وكان في الغار خرق فيه
حيات وأفاعي فخشي أبو بكر أن يخرج
منهن شيء يؤذي رسول الله صلى
الله عليه وسلم فألقمه قدمه فجعلن يضربنه
ويلسعنه الحيات والأفاعي وجعلت

خدا کی قسم ابوبکرؓ کی صرف ایک رات اور ایک دن عمرؓ کی تمام عمر سے
بہتر ہیں، کیا میں تمھیں اُن کی اس رات اور اس دن کا حال سناؤں؟
میں نے کہا ہاں اے امیر المومنینؓ تو آپ نے فرمایا کہ اُن کی رات کا حال
یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اہل مکہ سے بھاگ کر نکلے
تو رات کا وقت تھا تو اُن کے پیچھے ابوبکرؓ نکلے۔ وہ کبھی آپ کے
آگے چلتے تھے کبھی پیچھے اور کبھی داہنی طرف کبھی بائیں طرف۔ اس پر
اُن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ یہ کیا کرتے ہو؟
انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے گھات لگانے والوں کا اندیشہ
ہوتا ہے تو آگے ہو جاتا ہوں اور جب تعاقب کرنے والوں کا خیال
آتا ہے تو پیچھے ہو جاتا ہوں، اسی خیال سے کبھی آپ کی داہنی طرف
ہو جاتا ہوں کبھی بائیں طرف، میں آپ کی نسبت مطمئن نہیں ہوں۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات بھر پاؤں
کے پنجوں کے بل چلے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں تھکنے لگے۔ جب ابوبکرؓ
نے آپ کے پاؤں کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا
آپ کو اٹھائے ہوئے دوڑتے رہے یہاں تک کہ آپ کو غار کے دہانے
پر لے آئے اور آپ کو اتارا۔ پھر آپ سے کہا کہ میں آپ کو قسم
دیتا ہوں اس ذات کی جس نے آپ کو سچا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے
آپ اس میں داخل نہ ہوں جب تک میں اس میں نہ پہنچ جاؤں کیونکہ اگر
اس میں کوئی (موذی) شے ہوتی تو وہ آپ سے پہلے مجھ پر آ گرے
اس کے بعد اس میں داخل ہوئے، جب کوئی چیز نہیں دیکھی تو پھر
آپ کو اٹھا لیا اندر لے گئے اور غار میں سوراخ تھے جن کے اندر مختلف
اقسام کے سانپ تھے۔ اس سے ابوبکرؓ کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں سوراخ میں
سے کوئی گزندہ نکل کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچا
دے اس پر انھوں نے اپنا قدم رکھ لیا پھر انھوں نے ڈسنا شروع
کر دیا اور آپؓ کو وہ سانپ اور زہریلے اژدہے ڈسنے لگے اور آنکھوں

له ایسا اس لئے کیا کہ کھری کھلے ہوئے نشان قدم سے سراغ نہ لگا سکیں۔ اس طرح چلنے کی آپ کو عادت نہ تھی اس لئے جلدی تھک گئے رات کا وقت
تھا [illegible] راستہ دشوار [illegible] آپ کے پاؤں [illegible] ظاہر ہے کہ [illegible] اس لئے [illegible]
پہنچنے کا خیال [illegible] نشانات قدم کے [illegible] چلتے تھے اور [illegible] آپ کے پاؤں [illegible]
نہ [illegible] حضرت ابوبکرؓ آپ کو کندھے پر بٹھا کر [illegible] بعض روایات میں ہے کہ [illegible]

قال لن يصيبك عليك فإن الله قد تكفل لنا
الأمر بالنصر والتمام۔ وعن أنس بن مالك
قال لما كانت ليلة الغار قال أبو بكر
يا رسول الله دعني فلأدخل قبلك
فإن كانت حية أو شيء كانت لي
قبلك قال ادخل فدخل أبو بكر فجعل يلتمس
بيديه فكلما رأى جحرا قال بثوبه فشقه
ثم ألقمه الجحر حتى فعل ذلك بثوبه
أجمع وبقي جحر فوضع عليه عقبه
و قال ادخل فلما أصبح قال له النبي صلى
الله عليه وسلم فأين ثوبك يا أبا بكر
فأخبره بالذي صنع فرفع النبي صلى
الله عليه وسلم يديه وقال اللهم اجعل
أبا بكر معي في درجتي يوم القيامة
فأوحى الله إليه أن الله قد استجاب
لك۔ وعن جندب بن سفيان قال
لما انطلق أبو بكر مع رسول الله صلى الله
عليه وسلم إلى الغار قال له أبو بكر
لا تدخل يا رسول الله حتى أدخل فأستبرئه
فدخل أبو بكر الغار فأصاب يده شيء
فجعل يمسح الدم عن إصبعه ويقول
هل أنت إلا إصبع دميت وفي سبيل
الله ما لقيت۔ وعن عمرو بن الحارث عن
أبيه أن أبا بكر الصديق قال أيكم يقرأ
سورة التوبة قال رجل أنا قال اقرأ
فلما بلغ إذ يقول لصاحبه لا تحزن بكى وقال
والله أنا صاحبه۔ وعن ابن عباس قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
أبو بكر أخي وصاحبي في الغار

فرمایا تھا کہ تمہیں گھبرانا نہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے مقدر فرما دیا ہے اس
امر (یعنی دین) کے لئے مدد (بھی) اور کامل ہونا۔ (اور) انس بن مالکؓ
سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ غار والی رات میں ابوبکرؓ نے کہا
یا رسول اللہ! اپنے سے پہلے آپ مجھے اندر جانے دیجئے تاکہ اگر کوئی
سانپ یا اور کوئی چیز ہو تو آپ سے پہلے مجھے لپٹ جائے۔ آپ نے
فرمایا کہ داخل ہو جاؤ تو ابوبکرؓ داخل ہو گئے اور انہوں نے اپنے
دونوں ہاتھوں سے ٹٹولنا شروع کیا (کیونکہ اندھیرے کی وجہ سے کچھ
نظر نہیں آتا تھا) تو جو بھی سوراخ محسوس ہوا اپنا کپڑا پھاڑ کر اس
میں ٹھونستے رہے یہاں تک کہ اپنے تمام کپڑوں کو آپ نے اسی میں
ختم کر دیا اور ایک سوراخ باقی رہ گیا تھا اس پر اپنی ایڑی رکھ لی اور
کہا اب داخل ہو جائیے۔ جب صبح ہوئی تو ان سے نبی صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا اے ابوبکرؓ تمہارے کپڑے کہاں گئے تو انہوں نے جو
کچھ کیا تھا آپ سے بیان کیا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے
دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور کہا اے اللہ! قیامت کے دن
ابوبکرؓ کو میرے ساتھ میرے ہی درجہ میں رکھئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے
پاس وحی بھیجی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے۔ اور جندبؓ
ابن سفیان سے مروی ہے کہا کہ جب ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ غار پر پہنچے تو آپ سے ابوبکرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ جب تک
میں اندر جا کر اس کو صاف نہ کر دوں آپ داخل نہ ہوں۔ پھر ابوبکرؓ
غار میں اترے تو آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز چبھ گئی تو انگلی سے خون
پونچھتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے۔ شعر (ترجمہ) تو صرف ایک
انگلی ہی تو ہے جو خون آلود ہو گئی۔ اور جو کچھ تجھے تکلیف پہنچی وہ اللہ
کے راستہ میں پہنچی۔ اور مروی ہے عمرو بن الحارث سے وہ روایت
کرتے ہیں اپنے باپ سے کہ ایک مرتبہ چند لوگوں سے مخاطب ہو کر ابوبکر
صدیقؓ نے کہا تم میں کون سورۂ توبہ کی قرأت کرے گا تو ایک شخص
نے کہا کہ میں۔ فرمایا کہ پڑھو۔ تو جب وہ اذ یقول لصاحبہ لا تحزن
پر پہنچا تو رونے لگے اور فرمایا واللہ وہ آپ کا صاحب (رفیق)
میں ہی تھا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ میرے بھائی اور غار کے رفیق

قال خطب ابو بكر الصديق فقال في خطبته يؤتى بعبد قد انعم الله عليه وبسط له في رزقه واصح بدنه وقد كفر نعمة ربه فيوقف بين يدي الله تعالى فيقال له ماذا عملت ليومك هذا وما قدمت لنفسك فلا يجده قدم خيرا فيبكي حتى تنفد الدموع ثم يعير ويخزى بما ضيع من طاعة الله فيبكي حتى تسقط حدقتاه على وجنتيه وكل واحد منهما فرسخ في فرسخ ثم يعير ويخزى حتى يقول يا رب ابعثني الى النار وارحني من مقامي هذا وذلك قوله انه من يحادد الله ورسوله فان له نار جهنم ذلك الخزي العظيم.

ومن موافقات عمر رضي الله عنه عن شريح بن عبيد ان رجلا قال لابي الدرداء يا معشر القراء ما بالكم اجبن منا وابخل اذا سئلتم واعظم لقما اذا اكلتم فاعرض عنه ابو الدرداء ولم يرد عليه شيئا فاخبر بذلك عمر بن الخطاب فانطلق عمر الى الرجل الذي قال ذلك فقال بثوبه وخنقه وقاده الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال الرجل انما كنا نخوض ونلعب فاوحى الله الى نبيه صلى الله عليه وسلم ولئن سألتهم

فرماتے ہیں کہ خطبہ دیا ابوبکر صدیقؓ نے اور دوران خطبہ میں فرمایا کہ قیامت کے دن ایسے بندے کو پیش کیا جائے گا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور اس کے رزق میں وسعت دی اور اس کو اچھی صحت عطا کی اور اس نے اپنے رب کی نعمتوں کے ساتھ کفر کیا اب یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا۔ اس سے کہا جائے گا کہ تو نے اس دن کے لئے کیا عمل کیا اور اپنے نفس کے لئے یہاں تو نے کونسی نیکی کی تھی؟ تو اس کو کوئی نیکی نہ ملے گی جو اس نے کی ہو تو یہ رونا شروع کرے گا یہاں تک کہ آنسو ختم ہوجائیں گے پھر اس کو شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی طاعت کو کیسے ضائع کیا پھر وہ اتنا روئے گا کہ اس کی آنکھوں کی پتلیاں اس کے رخساروں پر گر پڑیں گی اور وہ دونوں رخسار اتنے (متورم) ہوکر پھول جائیں گے کہ وہ (گویا) کوس در کوس ہوجائیں گے پھر اس کو عار دلائے گا اور رسوا کرے گا یہاں تک کہ یہ کہے گا کہ اے پروردگار مجھے دوزخ میں بھیج دے اور اس مقام سے مجھے ہٹا دے اور یہ مطلب ہے اس ارشاد کا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ ... الْعَظِيمُ (۶۳) جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا (جیسے یہ لوگ کررہے ہیں) تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور پر نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور یہ بڑی رسوائی ہے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کی موافقات میں سے ایک یہ ہے۔ مروی ہے شریح ابن عبید سے کہ ایک شخص نے ابو درداء سے کہا کہ اے قاریوں کی جماعت تمہارا حال ایسا کیوں ہے کہ ہم سے زیادہ بزدل ہو اور بہت بخیل ہوتے ہو جب تم سے سوال کیا جائے اور جب تم کھاتے ہو تو سب سے بڑے لقمے تمہارے ہوتے ہیں۔ ابو درداءؓ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا، اس بات کی اطلاع حضرت عمرؓ کو بھی کردی گئی تو عمرؓ اس شخص کے پاس جس نے یہ کہا تھا پہنچے اور اس کا کپڑا پکڑ کر اس کا گلا گھونٹا اور کھینچتے ہوئے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ اس شخص نے کہا کہ ہم تو صرف دل لگی اور ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی بھیجی وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ (۹: ۶۵) اور اگر آپ ان سے پوچھیے

پس حقیقت ولایت در ایں جماعہ متحقق شود کہ
بوصف ایمان حقیقی کہ شرح آں در سورۂ
انفال مذکور است إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا
ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ و بوصف تقوی
متصف اند ثانیاً بعض لوازم ولایت ارشاد
میفرماید لَهُمُ الْبُشْرَىٰ الخ و ایں بشارت است
بجنت بر السنۂ رسل صلوات اللہ وسلامہ علیہم
و ایں اعظم انواع بشارت است یا بر رؤیا و فراست
صادقہ و آں دون ایں است ایں قدر بر سبیل عموم
از آیت مفہوم شد باقی ماند آنکہ آنجماعہ کہ در
زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بایں دو صفت
متصف بودند کیانند تأملے در آں باید
کار فرما باید ساخت ثالثاً ولی بدو معنی مستعمل
میشود یکے از ولایت بمعنی دوستی و محبت
پس معنی ولی دوست و دوست داشتہ
شدہ باشد و دیگر معنی ولایت کارسازی کردن
پس معنی ولی کارسازندہ و کارساختہ
شدہ باشد مانند لفظ جارح کہ بر ہر دو شخص اطلاق
کردہ میشود فاعل و مفعول واگر معنی اول مراد
است خدا تعالیٰ میفرماید در حق صدیق رضی اللہ
عنہ و تابعان او کہ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ واگر معنی
ثانی مراد است حق تعالیٰ میفرماید وَهُوَ يَتَوَلَّى
الصَّالِحِينَ بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
در احادیث متواترہ کہ شبہہ را دراں دخل نباشد ایں
جماعہ را بوصف صدیق و شہید ستود و در ایمان
و تقوی ایشاں گواہی داد و بشارات عظیمہ بہشت
بلکہ اعلیٰ درجات بہشت داد و ہو المقصود ثم اعلم
قال صلیت خلف عمر الفجر فقرأ بیونس و
ہود و غیرہما و عن قتادۃ فی قولہ تعالیٰ

پس حقیقت ولایت اس جماعت میں متحقق ہوگی جو کہ ایمان حقیقی
کی صفت سے متصف ہیں جس کی شرح سورۂ انفال میں مذکور ہے
إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الخ (۲-۸) پس ایمان لانے والے تو ایسے ہوتے
ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب
ڈر جاتے ہیں۔ اور وہ تقوی کے وصف سے بھی متصف ہیں۔ ثانیاً
ولایت کے بعض لوازم ارشاد فرماتے ہیں لَهُمُ الْبُشْرَىٰ الخ اور یہ
جنت کی بشارت ہے جو پیغمبروں کی زبانوں کے ذریعہ سے صلوات
اللہ وسلامہ علیہم دی جاتی ہے۔ اور یہ بشارت کی سب سے بڑی قسم
ہے یا خواب اور فراست (یعنی مکاشفہ) صادقہ سے اور یہ اس سے
نیچے کے درجہ میں ہے۔ اتنی باتیں آیت سے عموم کی صورت میں معلوم
ہوئیں۔ باقی رہی یہ بات کہ جو اشخاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ میں ان دونوں اوصاف سے موصوف تھے وہ کون ہیں؟ اس
بارے میں تھوڑا سا تأمل کام میں لانا چاہئے۔ اور ولایت کے دوسرے
معنے ہیں کارسازی کرنا۔ تو ولی کے معنے ہیں کارسازی کرنے والا
اور جس کی کارسازی کی گئی ہو۔ جیسے لفظ جارح (زخم کرنے والا زخم
کیا ہوا) کہ اس کا اطلاق دو وجودوں پر کیا جاتا ہے۔ فاعل پر
بھی اور مفعول پر بھی۔ تو اگر پہلے معنے مراد ہیں تو خدا تعالیٰ فرماتا
ہے حضرت صدیقؓ اور ان کی اتباع کرنے والوں کے حق میں کہ
يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (۵-۵۴) ان سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی
اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی۔ اور اگر دوسرے معنے مراد
ہیں تو حق تعالیٰ فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (۷-۱۹۶)
اور وہ نیک بندوں کی مدد کیا کرتا ہے۔ بعد ازاں اس پر تامل و غور کرو کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث متواترہ میں کہ جن میں
شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس جماعت کی صدیق اور شہید کے وصف
سے تعریف کی ہے اور ان کے ایمان اور تقوی کی گواہی دی ہے اور
ان کو جنت کی بلکہ بہشت کے اعلیٰ درجات کی بڑی بشارتیں دی
ہیں اور یہی مقصود ہے۔ جعفر بن قیس سے مروی ہے انہوں نے
کہا کہ میں نے عمرؓ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو انہوں نے سورۂ یونس
اور ہود وغیرہا پڑھیں۔ قتادہؓ سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد

ثم جعلناكم خلائف في الأرض من بعدهم لننظر كيف تعملون قال ذكر لنا ان عمر ابن الخطاب قرأ هذه الآية فقال صدق ربنا ما جعلنا خلائف في الأرض الا لينظر الى أعمالنا فأروا الله خير أعمالكم بالليل والنهار والسر والعلانية عن ابن عمر ان تميما الداري سأل عمر بن الخطاب عن ركوب البحر فأمر بتقصير الصلوٰة قال يقول الله تعالىٰ هو الذي يسيركم في البر والبحر وعن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من عباد الله لأناسا ليغبطهم الانبياء والشهداء قيل من هم يا رسول الله قال قوم تحابوا في الله من غير اموال ولا انساب لا يفزعون اذا فزع الناس ولا يحزنون اذا حزنوا ثم تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون۔

قال الله تعالىٰ أفمن كان على بينة من ربه ويتلوه شاهد منه ومن قبله كتاب موسىٰ اماما ورحمة اولئك يؤمنون به ومن يكفر به من الاحزاب فالنار موعده فلا تك في مرية منه انه الحق من ربك ولكن اكثر الناس لا يؤمنون ۔ خداے عز وجل درابتداے کلام جسدیه کفار و تغلیظ

ثم جعلناكم خلائف الخ (۱۰: ۱۴) پھر ان کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے ان کے تم کو آباد کیا تاکہ (ظاہری طور پر) ہم دیکھیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو۔ انھوں نے کہا ہم سے ذکر کیا گیا کہ عمرؓ بن الخطاب اس آیت کو پڑھ کر کہا ہمارے رب نے ٹھیک فرمایا، اس نے ہم کو گزرے ہوئے لوگوں کا جانشین نہیں بنایا مگر صرف اس لئے کہ وہ ہمارے اعمال کو دیکھے تو اے لوگو! تم اللہ کو اپنے اچھے اعمال دکھاؤ دن میں اور رات میں اور پوشیدہ بھی اور علانیہ بھی۔ مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ تمیم داری نے کشتیوں کے ذریعہ دریا کے سفر کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب سے سوال کیا تو انھوں نے نماز میں قصر کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے هو الذي يسيركم الخ (۱۰: ۲۲) وہ (اللہ) ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے لئے پھرتا ہے۔ (ف) عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کرتے ہیں۔ آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ وہ قوم ہیں جو آپس میں اللہ کے واسطے محبت کرتے ہیں بغیر مال اور نسب کے (یعنے ایک دوسرے سے منفعت مالی یا نسب کی کشش کی وجہ سے نہیں ملتے) وہ نہیں گھبراتے جب لوگ ان کو گھبرائیں اور وہ غمگین ہوتے ہیں جب لوگ انکو غمگین کریں پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی الا ان اولياء الله الخ (۱۰: ۶۲) (ترجمہ لکھا جا چکا ہے)۔

آیات سورۂ ہود

اللہ تعالے نے فرمایا أفمن كان على بينة الخ (۱۱: ۱۷) بھلا ایک شخص جو ہے صاف رستہ پر اپنے رب کے اور اس کے ساتھ ہے ایک گواہ اللہ کی طرف سے اور اس سے پہلے گواہ تھی موسیٰ کی کتاب رستہ بتلاتی اور بخشواتی (ان دونوں کی برابری ہے؟) یہی لوگ مانتے ہیں قرآن کو اور جو کوئی منکر ہو اس سے سب فرقوں میں سے سو دوزخ ہے ٹھکانا اس کا۔ سو تو مت رہ شبہ میں اس سے بیشک وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے اور پر بہت سے لوگ یقین نہیں کرتے (ترجمہ شیخ الہند)

اللہ عزوجل ابتداء کلام میں کفار کو دھمکی دیتے ہیں اور ان پر

بر ایشان بنماید مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
وَزِينَتَهَا الآیہ بعد ازاں بیان میکند حال
جماعہ از مؤمنین محققین کہ فرق درمیان ظلمت
کفر و نور ایمان روشن شود مانند فرق
لیل بہ نسبت نہار و تباعد مشرق بہ نسبت
مغرب و این سنۃ اللہ است در تمام قرآن
عظیم غالبا تفاوت درجتین و تباین فریقین
در ہر سورتے بیان میفرماید واتم یعرف الشئ
بضدہ چون نوبت مؤمنین محققین رسید
فرمود أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ مفسران
در معنے این کلمہ خلاف دارند آنچہ محقق
و منقح است وانچہ بعد تحقیق نظر انتقالے
بغیر آن نمی انجامد آنست کہ بعض محققین
وصول شرائع زمینی از بعثت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم بشہادت دل خود
تلقی نمودہ بودند لہذا عبادت اصنام کردہ
بیاتستند و قبح خمر و زنا از خود در دل خود
می یافتند و تعیین پیغامبرے کہ در ان زمان
مبعوث شد بطریق رؤیا و کشف ادراک می
نمودند و نفوس ایشان بآن ہمہ مطمئن گشت
و عقل ایشان ہمہ را باور داشت واین
علم اجمالے منزوع در صدور ایشان بینہ
است از جانب پروردگار تبارک و تعالے
وبعد ازاں قرآن نازل شد شہادت بران
علم اجمالے داد وآن مجمل را مفصل ساخت
آن مظنون را کالمشاہد نمود پس شاہد
کہ از طرف حق جل وعلا آمدہ بود
حق بر وجہ اکمل نمود قرآن است و پیش از
قرآن کتاب حضرت موسی علیہ السلام بود

کسی کا اظہار فرماتے ہیں کہ مَن كَانَ يُرِيدُ اللخ (۱۱: ۱۵) جو شخص
دنیا کے اعمال خیر سے، محض حیات (دنیوی) کی منفعت اور اس کی زینت
(کا حاصل کرنا) چاہتا ہے تو ہم ان لوگوں کے (ان) اعمال (کی جزا)
ان کو دنیا ہی میں پورے پورے بھگتا دیتے ہیں اور ان کے لئے
دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ اس کے بعد مؤمنین برحق میں سے
ایک جماعت کا حال بیان کرتے ہیں کہ ظلمت کفر اور نور ایمان کا فرق
روشن ہو جاتے جس طرح رات کا فرق دن کی بہ نسبت ہے اور مشرق
کا بُعد ہے مغرب کی بہ نسبت۔ اور تمام قرآن مجید میں اکثر و بیشتر
اللہ تعالے کا یہ طریقہ ہے کہ دونوں درجوں کا تفاوت اور دونوں
فریقوں کا ایک دوسرے کے متضاد ہونا ہر سورت میں بیان فرماتے
ہیں اور ہر چیز اپنی ضد سے ہی پہچانی جاتی ہے۔ جب نوبت مؤمنین
اہل حق کی پہنچی تو فرمایا أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ مفسرین
اس کلمہ (بینۃ) کے معنے میں اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن جو تحقیق
و تنقیح ہے اور جو بعد تحقیق نظر ڈالنے سے اس طرح واضح ہوا کہ اس کے خلاف
کوئی احتمال باقی نہیں رہتا وہ یہ ہے کہ بعض اہل تحقیق نے شریعت
کے اصول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اپنے دل
کی شہادت سے حاصل کر لئے تھے لہذا وہ بتوں کی پرستش کو برا
سمجھتے تھے اور شراب اور زنا کی قباحت کو از خود اپنے دل میں پاتے
تھے اور ایسے پیغمبر کا متعین ہونا جو اس زمانہ میں مبعوث ہوا
خواب اور مکاشفہ کے طریق پر اس کا ادراک کرتے تھے اور ان
کے نفوس ان سب ادراکات سے مطمئن ہو گئے اور ان کی عقل نے
ان سب کو قبول کر لیا۔ یہی علم اجمالی جو ان کے سینوں میں بٹھا
دیا گیا تھا پروردگار تبارک و تعالے کی طرف سے بینہ ہے (یعنی
ایک شہادت اور فطری دلیل) اس کے بعد قرآن نے نازل ہو کر اس
علم اجمالی پر شہادت دی اور اس مجمل کو مفصل بنا دیا اور اس
ظنی کو جو ان کے ذہن میں تھی مثل مشاہدے کے (یقینی) بنا دیا
(جس) حق تعالے کی طرف سے جس شاہد نے آ کر کامل صورت کے ساتھ
حق کو ظاہر کیا (جس کا ذکر آیت مذکورہ میں ہے) وہ قرآن ہے
اور قرآن سے پہلے وہ شاہد موسی علیہ السلام کی کتاب (توریت) تھی

مقتدائے اہل دین و رحمتے از جانب حق تعالیٰ کہ مثل این شہادت ادا می فرمود جماعہ از خلفائے صحابہ باین وصف متصف بودند ازانجملہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و ابوذر غفاری و غیر ایشان و حضرت صدیق اکمل آن ہمہ است و اسبق ایشان واز جہت ہمین مناسبت باطنی توقف کرد در ایمان آوردن و معجزہ طلب نکرد پس شئے سر دفتر اہل این آیۃ است بلکہ غالب رائے آنکہ تعریض است باو و اشارہ است بجانب او واللہ اعلم

اخرج الترمذی عن ابن عباس قال قال ابوبکر یا رسول اللہ قد شبت قال شیبتنی ہود والواقعۃ والمرسلات وعم یتساءلون واذا الشمس کورت وعن ابی سعید الخدری قال عمر بن الخطاب یا رسول اللہ اسرع الیک الشیب قال شیبتنی ہود واخواتہا الواقعۃ وعم یتساءلون واذا الشمس کورت وعن عمر بن الخطاب قال لما استقرت السفینۃ علی الجودی لبث ما شاء اللہ ثم انہ اذن لہ فہبط علی الجبل فدعا الغراب فقال ائتنی بخبر الارض فانحدر الغراب علی الارض وفیہا الغرقٰی من قوم نوح فاکلہا علیہ اللعنۃ وما جاء فدعا الحمامۃ فجاءت فوقعت علی کف نوح فقال اہبطی فائتینی بخبر الارض فہبطت فلم تلبث الا قلیلا حتی جاءت تنفض ریشہا بمنقارہا فقال اہبطی فقد انبتت الارض قال نوح بارک اللہ فیک وفی بیت

جو اہل دین کی مقتدا اور ایک رحمت تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ اسی (قرآن) کی مانند وہ شہادت ادا فرما رہی تھی۔ بڑے صحابہ میں سے بہت سے حضرات اس (علم اجمالی والے) وصف سے متصف تھے ان میں سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور ابوذر غفاریؓ اور دیگر اصحاب اور حضرت صدیقؓ ان سب میں اکمل اور سب سے زیادہ سبقت کرنے والے تھے اور اسی مناسبت باطنی کی بنا پر آپ نے ایمان لانے میں توقف نہیں کیا اور نہ کوئی معجزہ طلب کیا۔ تو وہ اس آیت والوں (کی فہرست) کے سر دفتر ہیں (یعنی سب سے پہلے ان ہی کا نام ہے) بلکہ غالب گمان یہ ہے کہ آیت کا روئے سخن ان کی طرف ہے اور یہاں ان ہی کی جانب اشارہ کر رہی ہے، واللہ اعلم۔

اور اخرج کیا ترمذی نے مروی ہے ابن عباسؓ سے انھوں نے بیان کیا کہ ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ آپ تو بوڑھے ہوگئے۔ فرمایا کہ مجھے (سورۂ) ہود نے اور واقعہ نے اور مرسلات نے اور عم یتساءلون نے اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔ اور مروی ہے ابی سعید خدریؓ سے کہ عمر بن الخطابؓ نے کہا یا رسول اللہ آپ کے اوپر جلدی بڑھاپا آگیا۔ آپ نے فرمایا مجھے بوڑھا کر دیا سورۂ ہود اور اس کی بہنوں نے (یعنی) واقعہ اور عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے۔ عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب (نوح علیہ السلام کی) کشتی جودی پر ٹھہر گئی تو جب تک اللہ نے چاہا (نوح علیہ السلام) اس میں ٹھہرے رہے پھر ان کو اجازت ملی تو پہاڑ پر اترے۔ اس کے بعد آپ نے کوے کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ میرے پاس زمین کی خبر لے کر آ تو کوا اڑ کر زمین پر اترا اور اس پر قوم نوح کے ڈوبے ہوئے لوگوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں تو وہ ان کے کھانے میں مشغول ہوگیا اس نے دیر کر دی تو آپ نے اس پر لعنت بھیجی اور کبوتر کو بلایا تو وہ ان کی ہتھیلی پر آ بیٹھا۔ اس سے انھوں نے فرمایا کہ زمین پر اتر اور میرے پاس زمین کی خبر لے کر آ۔ تو بس تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہ پھڑپھڑاتا ہوا اپنی چونچ میں لے کر آیا اور کہا اتر جائیے زمین پر سبزی اگ آئی ہے۔ نوحؑ نے دعا دی کہ اللہ تجھ میں برکت دے اور اس گھر میں

لہ علقی بفتحتین برگ و چوب از درخت افتادہ ۱۲

وبین صلاۃ الصبح ثم صلی العصر غفر
له ما کان بینها وبین صلاۃ الظهر
ثم صلی المغرب غفر له ما کان بینها
وبین صلاۃ العصر ثم صلی
العشاء غفر له ما کان بینها وبین
صلاۃ المغرب ثم لعله یبیت
یتمرغ لیلته ثم ان قام فتوضأ
وصلی الصبح غفر له ما بینها
وبین صلاۃ العشاء وهن الحسنات
یذهبن السیئات قالوا هذه الحسنات
فما الباقیات یا عثمان قال هی لا اله
الا الله وسبحان الله والله اکبر ولا حول
ولا قوۃ الا بالله واخرج مالک
عن عثمان بن عفان قال لاحدثنکم
حدیثا لولا انه فی کتاب الله
ما حدثتکموه ثم قال سمعت رسول الله
صلی الله علیه وسلم یقول ما من
امرئ یتوضأ فیحسن الوضوء ثم یصلی
الصلاۃ الا غفر الله له ما بینه وبین
الصلاۃ الاخری حتی یصلیها قال
مالک اراه یرید هذه الآیة واقم الصلوۃ
طرفی النهار وزلفا من اللیل ان
الحسنت یذهبن السیات۔

قال الله تعالی وقال الملک
ائتونی به استخلصه لنفسی
فلما کلمه قال انک الیوم لدینا
مکین امین ۔ قال اجعلنی
علی خزائن الارض انی
حفیظ علیم ۔

کے درمیان کے ہیں وہ سب بخش دیئے جائیں گے۔ پھر اس نے عصر
کی نماز پڑھی تو جو گناہ عصر اور ظہر کے درمیان کے ہیں وہ بخش دیئے
جائیں گے پھر مغرب کی نماز پڑھی تو مغرب اور عصر کی نماز کے درمیان
کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ پھر عشاء کی نماز پڑھی تو عشاء اور مغرب
کے درمیان کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ پھر شاید وہ اپنی رات لوٹ
لگانے میں گزار دے۔ پھر اگر اٹھا اور وضو کی اور صبح کی نماز پڑھی تو
اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو صبح سے عشاء تک ہوئے تھے
اور یہی ہیں وہ حسنات جو سیئات کو مٹا دیتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ
یہ تو حسنات ہوئے تو اے عثمانؓ باقیات کیا ہیں؟ فرمایا کہ باقیات
یہ ہیں لا الٰہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور اللہ اکبر اور لاحول ولا
قوۃ الا باللہ۔ اور اخرج کیا مالکؒ نے عثمانؓ بن عفان سے فرمایا کہ
میں تم سے ایسی حدیث بیان کرتا ہوں کہ اگر اس کا مضمون کتاب
اللہ میں نہ آگیا ہوتا تو میں تم سے بیان نہ کرتا۔ پھر فرمایا کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے
کوئی ایسا شخص نہیں جس نے وضو کی اور عمدگی کے ساتھ وضو کی پھر
اس نے نماز پڑھی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے وہ گناہ بخش دیئے
جو اس کے اور دوسری نماز کے درمیان ہوئے یہاں تک کہ اس نے
اس نماز کو پڑھ لیا۔ مالکؒ کا قول ہے میں سمجھتا ہوں کہ عثمانؓ کی
مراد اس آیت سے ہے وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّہَارِ وَزُلَفًا
مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْہِبْنَ السَّیِّاٰتِ (ہود: ۱۱۴)
(ترجمہ اوپر گزر چکا)۔

آیات سورۂ یوسف

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَقَالَ الْمَلِکُ ائْتُوْنِیْ بِہٖ الخ
(۱۲: ۵۴-۵۵) اور (مصر کے) بادشاہ نے کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ
میں ان کو خاص اپنے (کام کے) لئے رکھوں گا پس جب بادشاہ نے
ان سے باتیں کیں (تو بادشاہ نے ان سے) کہا کہ تم ہمارے نزدیک
آج (سے) بڑے معزز اور معتبر ہو۔ یوسفؑ نے فرمایا کہ ملکی خزائن
پر مجھ کو مامور کر دو میں (ان کی) حفاظت (بھی) رکھوں گا اور خوب
واقف ہوں۔

تقریر کردہ شد کہ حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام طلب کرد از ملک مصر امارت بیت المال را و بیان نمود استحقاق خود را بآن امارت کہ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ پس ازینجا معلوم شد کہ شرط تصرف در بیت المال حفظ است از ضیاع واز خیانت خائنین وعلم است بآنکہ از کجا باید گرفت و بکجا باید صرف نمود چون تصرف در بیت المال کار خلیفہ است لازم آمد کہ خلافت خاصہ مرضیہ وقتی متحقق گردد کہ خلیفہ حافظ وعلیم باشد وآن در لوازم خلافت خاصہ داخل است چنانکہ سابق تحریر نمودیم عن خالد بن عرفطۃ قال کنت جالسا عند عمر اذ أتی برجل من عبد القیس فقال لہ عمر انت فلان العبدی قال نعم فضربہ بقناۃ معہ فقال الرجل ما لی یا امیر المؤمنین قال اجلس فجلس فقرأ علیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم الٓرٰ تلک آیات الکتاب المبین الی قولہ لمن الغافلین فقرأہا علیہ ثلاثا وضربہ ثلاثا فقال لہ الرجل ما لی یا امیر المؤمنین فقال انت الذی نسخت کتاب دانیال قال مرنی بأمرک اتبعہ قال انطلق فامحہ بالحمیم والصوف الابیض ثم لا تقرأہ ولا تقرئہ احدا من الناس فلئن بلغنی عنک انک قرأتہ او اقرأتہ احدا من الناس لأنہکنک عقوبۃ ثم قال لہ اجلس فجلس بین یدیہ فقال انطلقت انا فانتسخت کتابا من اہل الکتاب

تقریر گزشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے شاہ مصر سے بیت المال کی امارت طلب کی اور اس امارت پر اپنا استحقاق بیان کیا کہ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ تو یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بیت المال پر متصرف ہونے کی شرط یہ ہے کہ ضائع ہونے سے اور خائن لوگوں کی خیانت سے حفاظت کرے اور علم ہے اس بات کا کہ کہاں سے لینا چاہیے اور کہاں خرچ کرنا چاہیے۔ چونکہ بیت المال میں تصرف خلیفہ کا کام ہے اس سے لازم آیا کہ خلافت خاصہ مقبولہ اس وقت متحقق ہوگی جبکہ خلیفہ صاحب حفظ ہو اور صاحب علم ہو اور یہ خلافت خاصہ کے لوازم میں داخل ہے جیسا کہ ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں۔ مروی ہے خالد ابن عرفطہ سے انہوں نے بیان کیا کہ میں عمرؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ کے پاس ایک شخص قبیلہ عبد القیس کا لایا گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو فلاں عبدی ہے؟ اس نے کہا ہاں! تو آپ نے برچھی جو اس بار ہی ہوا آپ کے پاس تھی، تو اس شخص نے کہا اے امیر المؤمنین میرا قصور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا بیٹھ! وہ بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے اس کے سامنے پڑھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ سے لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ تک (۱۲:۱تا۳) الآیہ

"یہ آیتیں ہیں ایک کتاب واضح کی۔ ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعے سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں اور اس کے قبل آپ (اس سے) محض بے خبر تھے۔" پھر آپ نے یہ اس کے سامنے تین مرتبہ پڑھا اور تین چھڑیاں ماریں۔ پھر اس شخص نے کہا اے امیر المؤمنین میرا قصور کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ تو وہ شخص ہے جس نے کتاب دانیال لکھی۔ اس نے کہا کہ آپ مجھے اپنا حکم بتایئے جس کی میں تعمیل کروں۔ فرمایا کہ جا اور گرم پانی اور سفید اون سے اس کو مٹا۔ پھر نہ خود پڑھ اور نہ لوگوں میں سے کسی کو پڑھا۔ اگر مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ تو نے اس کو پڑھا یا لوگوں میں سے کسی کو پڑھایا ہے تو میں تجھے سخت سزا دوں گا۔ پھر اس سے فرمایا بیٹھ! وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا اس کے بعد فرمایا کہ میں خود اہل کتاب کے پاس پہنچا تو میں نے اہل کتاب کی ایک کتاب کی نقل حاصل کی

ثم جئت به في أديم فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم ما هذا في يدك يا عمر قلت يا رسول الله كتاب نسخته لنزداد به علماً إلى علمنا فغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى احمرت وجنتاه ثم نودي بالصلاة جامعة فقالت الأنصار أغضب نبيكم السلاح السلاح فجاؤا حتى أحدقوا بمنبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا أيها الناس إني قد أوتيت جوامع الكلم وخواتيمه واختصر لي اختصاراً ولقد أتيتكم بها بيضاء نقية فلا تتهوكوا ولا يغرنكم المتهوكون قال عمر فقمت فقلت رضيت بالله رباً وبالإسلام ديناً وبك رسولاً ثم نزل رسول الله صلى الله عليه وسلم وعن إبراهيم النخعي قال كان بالكوفة رجل يطلب كتب دانيال وذلك الضرب فجاء فيه كتاب من عمر بن الخطاب أن يرفع إليه فلما قدم على عمر علاه بالدرة ثم جعل يقرأ عليه الٓر تلك آيات الكتاب المبين حتى بلغ الغافلين قال فعرفت ما يريد فقلت

پھر میں اُس کو ایک جلد میں رکھ کر لایا تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے عمرؓ تمہارے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ ایک کتاب ہے جس کو میں نے نقل کیا ہے تاکہ ہمارے علم میں اضافہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہو گئے یہاں تک کہ آپ کے رخسار سرخ ہو گئے۔ پھر منادی کی گئی کہ الصلوٰۃ جامعۃ (نماز تیار ہے) تو انصار نے (آپ کو دیکھ کر) کہا کیا تمہارے نبی غضبناک ہو گئے ہیں۔ ہتھیار لے آؤ ہتھیار لے آؤ۔ لوگ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے گرد جمع ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا اے لوگو! مجھ کو جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں اور ان کے خاتمے بھی (یعنی لئے کمال کر اب ان پر کسی اضافہ کی گنجائش نہیں ہے) اور میرے لئے (ان ضروری علوم دین کا) خلاصہ مکمل کر دیا گیا (کہ کوئی بات مجہول نہیں) اور میں اُس کو تمہارے پاس روشن اور صاف طور پر لے آیا ہوں تو خبردار تم لوگ گمراہی کی باتوں میں نہ پڑنا اور گمراہی کی باتوں میں پڑنے والے تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دیں عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں اس پر راضی ہوں کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور آپ ہمارے رسول ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر آئے۔ اور مروی ہے ابراہیم نخعی سے کہ کوفہ میں ایک شخص تھا جو کتب دانیال اور اس قسم کی کتابوں کا شوقین تھا۔ تو اس کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب کی طرف سے حکم آیا کہ اس شخص کو ان کے پاس بھیجا جائے تو جب وہ شخص عمرؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کو درّے سے مارا۔ پھر اس کو الٓر تِلْكَ آيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ سے سناتے ہوئے الْغٰفِلِيْنَ ۝ تک پہنچے (اس شخص نے کہا) پس میں نے سمجھ لیا کہ اس تلاوت سے امیر المومنینؓ کیا ارادہ کر رہے ہیں میں نے کہا

لہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر غصہ دیکھ کر انصار نے یہ خیال کیا کہ آپ اس وقت سخت غصہ کی حالت میں ہیں شاید کسی کو قتل کا حکم دیں [illegible] اب پچھلی شریعتوں کی ضرورت نہیں رہی [illegible] بہت سی باتیں [illegible] لوگوں نے [illegible] خلط کر دی ہیں [illegible] ان لوگوں کی کتابوں کو دیکھنا [illegible] ہمارے علم میں اضافہ ہو گا [illegible] حضرت عمرؓ [illegible] کر رہے ہیں۔

سمعت نشیج عمر بن الخطاب وانی لفی آخر الصفوف فی صلوٰۃ الصبح وہو یقرأ انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ وعن علقمۃ بن وقاص قال صلیت خلف عمر بن الخطاب العشاء فقرأ سورۃ یوسف فلما اتی علی ذکر یوسف نشج حتی سمعت نشیجہ وانا فی مؤخر الصفوف۔

قال اللہ تعالیٰ وَاِنْ مَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ ۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا وَاللّٰہُ یَحْکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ وَھُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔

فقیر گوید ترجمہ آیت آنست کہ اگر بنمائیم ترا بعض آنچہ وعدہ میدہیم ایشاں را از فتوح وغلبہ اسلام یا قبض روح تو کنیم پیش از وقوع بعض آنچہ وعدہ میدہیم از جنس فتوح وغلبہ اسلام در ہر دو شق ہیچ باک نیست بجز این نیست کہ لازم است بر تو پیغام رسانیدن است ولازم برما حساب است بعد ازاں تفسیل میفرماید کہ مراد وعدہ فتوحات اسلامیہ است آیا نمی بینند کہ ما می آئیم بسوی زمین مشرکان ناقص می کنیم آن را از اطراف آن یعنی در مدینہ ودر قبائل اسلم وغفار وجہینہ ومزینہ وغیر ایشاں اسلام درآمد وجمعی مسلمان شدند ودر شوکت کفر رخنہ عظیمہ پیدا آمد واین از مقدمات واراہاصات دولت است فقیر گوید درین آیت اشارہ جلیہ است بسوی آنکہ بعض فتوح اسلام کہ وعدہ بآن رفتہ است

میں نے صبح کی نماز میں عمرؓ کے رونے کی آواز سنی ہے حالانکہ میں بالکل آخر کی صفوں میں تھا اور وہ پڑھ رہے تھے (انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ)۔ اور علقمہ بن وقاص سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی تو انھوں نے سورۂ یوسف پڑھی۔ جب یوسفؑ کے ذکر پر پہنچے تو بھرائی ہوئی آواز سے پڑھا یہاں تک کہ آپ کی اس آواز گریہ آمیز کو میں نے بھی سنا حالانکہ میں پچھلی صفوں میں تھا۔

آیات سورۃ الرعد

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ مَّا نُرِیَنَّکَ (۴۰-۴۱) اور جس بات کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اس میں کا بعض واقعہ اگر ہم آپ کو دکھلا دیں خواہ ہم آپ کو وفات دیدیں پس آپ کے ذمہ تو صرف (احکام کا) پہنچا دینا ہے اور داروگیر کرنا تو ہمارا کام ہے۔ کیا اس امر کو نہیں دیکھتے ہیں کہ ہم زمین کو ہر چہار طرف سے برابر کم کرتے چلے آتے ہیں اور اللہ حکم (جو چاہتا ہے) کرتا ہے اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں اور وہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے۔

فقیر کہتا ہے آیت کا ترجمہ مع تفسیر یہ ہے کہ اگر دکھائیں ہم تجھ کو کچھ حصہ اس کا جو وعدہ دے رہے ہیں ہم ان کو فتوح اور غلبۂ اسلام کا یا ہم تیری روح قبض کر لیں یعنی جو کچھ وعدہ ہم دے رہے ہیں اس کے ایک حصے کے واقع ہونے سے پہلے دربارۂ فتوحات وغلبۂ اسلام، دونوں صورتوں میں کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے سوائے اس کے نہیں ہے کہ لازم تجھ پر پیغام پہنچانا ہے اور لازم ہم پر حساب اس کا ہے۔ اس کے بعد وضاحت فرماتے ہیں کہ وعدہ سے مراد فتوحات اسلامیہ کا وعدہ ہے۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم آرہے ہیں مشرکوں کی زمین کی طرف کم کر رہے ہیں ہم اس کو اس کے اطراف سے یعنی مدینہ میں اور قبائل اسلم وغفار اور جہینہ اور مزینہ وغیرہ میں اسلام داخل ہو گیا اور ایک جماعت مسلمان ہو گئی اور کفر کی شوکت میں بہت بڑا رخنہ واقع ہو گیا اور یہ دولت کے مقدمات اور علامات میں سے ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ اس آیت میں واضح اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ بعض فتوحات اسلامی جن کا وعدہ کیا

در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہور نخواہد آمد و بعضی از آن بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و نمود آن مواعید بر دست شخصے از نواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لازم نمود آن از لوازم خلافت خاصہ است واللہ اعلم

قال اللہ تعالیٰ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۚ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۞ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۚ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۞ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۞ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۞ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۞ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۞ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۞ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر ہوسکے اور ان میں سے بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، ایسا ہی ہے کہ ان مواعید کا ظہور ایسے شخص کے ہاتھ پر ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں میں سے ہو اور وہ ایک لوازم میں سے خلافت خاصہ کے۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا (پ ۱۳ ع ۹) جن لوگوں نے اپنے رب کا کہنا مان لیا ان کے واسطے اچھا بدلہ ہے اور جن لوگوں نے اس کا کہنا نہ مانا ان کے پاس اگر تمام دنیا بھر کی چیزیں (موجود) ہوں اور (بلکہ) اس کے ساتھ اسی کی برابر اور بھی ہو تو وہ سب اپنی رہائی کے لئے دے ڈالیں ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا قرارگاہ ہے۔ جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ سب حق ہے کیا ایسا شخص اس کی طرح ہو سکتا ہے جو کہ اندھا ہے پس نصیحت تو سمجھدار ہی لوگ قبول کرتے ہیں۔ (اور) یہ سمجھدار لوگ ایسے ہیں کہ اللہ سے جو کچھ انہوں نے عہد کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں اور (اس) عہد کو توڑتے نہیں۔ اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم کیا ہے ان کو قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور سخت عذاب کا اندیشہ رکھتے ہیں۔ اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے رب کی رضامندی کے جویاں رہ کر مضبوط رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے چھپے بھی اور ظاہر کر کے بھی خرچ کرتے ہیں اور بدسلوکی کو حسن سلوک سے ٹال دیتے ہیں۔ اس جہان میں نیک انجام ان لوگوں کے واسطے ہے۔ یعنی ہمیشہ رہنے کی جنتیں جن میں وہ لوگ بھی داخل ہوں گے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو جنت کی لائق ہوں گے وہ بھی داخل ہوں گے اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آتے ہوں گے (اور یہ کہتے ہوں گے) کہ تم صحیح سلامت رہو گے بدولت اس کے کہ تم دین حق پر مضبوط رہے تھے سو اس جہان میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے۔ اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے معاہدوں کو ان کی پختگی کے بعد

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝

تقریر معنے: حق سبحانہ وتعالیٰ بیان مراتب سعداء و اشقیاء بیان میفرماید چنانکہ مستمرہ عادت اوست تعالیٰ در جمیع قرآن بایں طریق کہ قبول کردند دعوت حق را حسنیٰ کہ کلمہ جامعہ جمیع خیرات است اثبات میفرماید و برائے فرقہ کہ قبول نہ نمودند دعوت او را وعید عظیم یاد میکند کہ لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا الخ باز فرق دیگر بین الفریقین تقریر میفرماید کہ آن یک گروہ اہل علم است بحقیقت کتاب منزل و آن دیگر اعمیٰ باز اشارہ میکند کہ مراد از علم علمے است کہ مقرون باصلاح قوت عاملہ باشد از انجہت کہ تذکر بمعنے پند پذیرفتن در علم حق متوقف شدن است و آن بدون صحت عمل میسر نیست باز جملہ عمل چند خصلت را بذکر تخصیص میفرماید وفا بعہود خدا ورسول و صلہ ارحام و در صلہ جیران و دیگران و اعظم ایشان ہمہ حقوق پیغامبر است صلی اللہ علیہ وسلم و ترسیدن از خدائے عز وجل و ترسیدن از سختی حساب آخرت و صبر بر مشاق طاعات و تحمل بر شدت مصائب محض بطلب رضائے پروردگار تعالیٰ و اقامت صلوات و انفاق مال فی سبیل اللہ و علم نمودن و دفع بدی بنیکی و بعد از آن بیان عاقبت این سعداء بیان میفرماید أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ جَنَّاتُ عَدْنٍ الآیۃ بعد از آن ذمائم اعمال اشقیاء ارشاد میفرماید از انجملہ است نقض عہدے کہ باخدای تعالیٰ بستہ اند و قطع ارحام و حقوق آباء و امہات و رابستہ از انہا

فرماتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے اس جہان میں خرابی ہوگی۔

تقریر معنی: منشاء آیت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نیک بندوں اور بدبختوں کے مراتب کے فرق کو بیان فرماتے ہیں جیسا کہ اس تعالیٰ شانہ کی تمام قرآن میں عادت جاریہ ہے۔ اس جماعت کے لئے جس نے دعوت حق کو قبول کیا حسنیٰ کو ثابت فرماتے ہیں۔ یہ ایک ایسا کلمہ ہے جو تمام خیرات یعنی بھلائیوں پر حاوی ہے۔ اور اس فرقہ کے لئے جس نے اس کی دعوت کو قبول نہ کیا سخت عذاب کا وعدہ کرتے ہیں کہ لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا الخ۔ پھر دونوں فرقوں میں ایک دوسرے فرق کی تقریر فرماتے ہیں کہ وہ ایک گروہ ہے جو اس کتاب کی جو نازل کی گئی حقیقت کا علم رکھتا ہے اور دوسرا گروہ اندھا ہے۔ پھر اشارہ کرتے ہیں کہ یہاں علم سے وہ علم مراد ہے جو قوت عاملہ کی اصلاح کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ اسی بنا پر کہ تذکر کے معنے ہیں نصیحت قبول کرنا اور علم حق سے منسوب ہونا اور وہ بغیر عمل کی صحت کے میسر نہیں ہوتا۔ تخصیص عمل کو فضائل میں سے چند خصلتوں کی خصوصیت کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں۔ اللہ اور رسول کے ساتھ عہد کو پورا کرنا اور اقرباء کے ساتھ نیک برتاؤ۔ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک اور اسی سلسلہ میں ان سب سے زیادہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی پوری مراعات بھی داخل ہے۔ اور اللہ عزوجل سے ڈرنا اور حساب آخرت پر پورا یقین رکھنا۔ طاعات پر جو مشقتیں پیش آتی ہیں ان پر صبر کرنا۔ مصائب کی شدت کا تحمل، محض اللہ کی رضا کے حصول کے لئے۔ نمازوں کا قائم رکھنا۔ اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنا اور بردباری کرنا۔ اور برائی کے مقابلہ پر جو ناگوار گزرنے والی ہو بھلائی کرنا۔ اس کے بعد ان اہل سعادت حضرات کا انجام بیان فرماتے ہیں أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا۔ اس کے بعد اہل شقاوت لوگوں کے بد خصائل کا اظہار فرماتے ہیں جن میں سے ایک اس عہد کا توڑنا ہے جو اللہ کے ساتھ کرتے ہیں اور حق قرابت کو قطع کرنا۔ اور ماں باپ کی نافرمانی اور ان سب سے

عملت سيئة قال الذي على الشمال للذي على اليمين اكتب قال لعله يستغفر الله ويتوب فاذا قال ثلاثا قال نعم اكتبه أراحنا الله منه فبئس القرين ما أقل مراقبته لله وأقل استحياءه منه يقول الله ما يلفظ من قول إلا لديه رقيب عتيد وملكان من بين يديك ومن خلفك يقول الله له معقبات من بين يديه ومن خلفه يحفظونه من أمر الله وملك قابض على ناصيتك فاذا تواضعت لله رفعك واذا تجبرت على الله قصمك وملكان على شفتيك ليس يحفظان عليك الا الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم وملك قائم على فيك لا يدع الحية ان تدخل في فيك وملكان على عينيك فهؤلاء عشرة املاك على كل بني آدم ينزلون ملائكة الليل على ملائكة النهار لان ملائكة الليل سوى ملائكة النهار فهؤلاء عشرون ملكا على كل آدمي وابليس بالنهار وولده بالليل عن ابن جريج في قوله أم جعلوا لله شركاء خلقوا كخلقه قال اخبرني ليث بن ابي سليم عن ابي محمد عن حذيفة ابن اليمان عن ابي بكر او حضر ذلك حذيفة من النبي صلى الله عليه وسلم مع ابي بكر او حدثه ابو بكر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال

برا کام کریگے تو بائیں جانب والا فرشتہ دائیں جانب والے سے پوچھتا ہے کہ اسے لکھوں؟ وہ کہتا ہے شاید اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرلے پھر جب وہ تین بار پوچھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہاں اس کو لکھ لو خدا ہم کو اس سے راحت دے یہ بہت برا ساتھی ہے اور یہ اللہ کا کس قدر کم دھیان کرنے والا اور اللہ سے کس قدر کم حیا کرنے والا ہے۔ اور اسی سے متعلق ہے جو حق تعالیٰ فرماتے ہیں مَا يَلْفِظُ الخ (ق: ۱۸) وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے۔ اور دو فرشتے ہیں تیرے آگے اور تیرے پیچھے حق تعالیٰ فرماتے ہیں لَهُ مُعَقِّبَاتٌ الخ (رعد: ۱۱) ہر شخص (کی حفاظت) کے لئے کچھ فرشتے (مقرر) ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور ایک فرشتہ ہے جو قابض ہے تیری پیشانی پر جب تم اللہ کے لئے سر جھکاتے ہو تو وہ تم کو سربلند کرے گا اور جب اللہ کے مقابلہ پر سرکشی کروگے تو وہ تم کو ذلیل کرے گا اور دو فرشتے مامور ہیں تمہارے دونوں لبوں پر وہ تمہاری حفاظت ذات کے لئے نہیں مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر (تمہارا) درود (پہنچانے) کے لئے ہیں۔ اور ایک فرشتہ تمہارے منہ پر قائم ہے وہ شیطان کو تمہارے منہ میں نہیں داخل ہونے دیتا اور دو فرشتے مامور ہیں تمہاری دونوں آنکھوں پر۔ تو یہ سب دس فرشتے ہیں ہر ایک بنی آدم پر رات کے فرشتے نازل ہوتے ہیں دن کے فرشتوں پر کیونکہ رات کے فرشتے الگ ہوتے ہیں دن کے فرشتوں سے تو یہ کل بیس فرشتے ہیں ہر آدمی پر اور ابلیس دن میں آتا ہے اور اس کی اولاد رات میں۔ اور ابن جریج سے مروی ہے حق تعالیٰ کے ارشاد أَمْ جَعَلُوا الخ (رعد: ۱۶) یا انہوں نے اللہ کے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں کہ انہوں نے بھی کسی چیز کو پیدا کیا ہو جیسا خدا پیدا کرتا ہے کے بارے میں کہا کہ مجھے خبر دی لیث بن ابی سلیم نے انہیں کہ ابو محمد نے ان کو حذیفہ بن الیمان نے وہ روایت کرتے ہیں ابو بکر سے یا تو خود حذیفہ نے سنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جب کہ وہ ابو بکر کے ساتھ تھے اور یا ابو بکر نے نقل کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت سنا کر آپ نے فرمایا کہ

الشرك فيكم أخفى من دبيب النمل. قال أبو بكر: يا رسول الله وهل الشرك إلا ما عُبد من دون الله أو ما دُعي مع الله؟ قال: ثكلتك أمك، الشرك فيكم أخفى من دبيب النمل، ألا أخبرك بقول يذهب صغاره وكباره، أو قال: صغيره وكبيره؟ قال: بلى. قال: تقول كل يوم ثلاث مرات: اللهم إني أعوذ بك أن أشرك بك وأنا أعلم، وأستغفرك لما لا أعلم. والشرك أن تقول: أعطاني الله وفلان، والند أن تقول: لولا فلان قتلني فلان. وعن معقل بن يسار قال: انطلقت مع أبي بكر الصديق إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا أبا بكر، للشرك فيكم أخفى من دبيب النمل. فقال أبو بكر: وهل الشرك إلا من جعل مع الله إلهًا آخر؟ فقال النبي صلى الله عليه وسلم: والذي نفسي بيده للشرك

تم میں شرک چیونٹی کے زمین پر چلنے کی آواز سے بھی زیادہ چھپا ہوا ہے۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا: اے رسول اللہ! شرک یہی تو ہے کہ اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت کی جائے یا اللہ کے ساتھ کسی اور کو پکارا جائے۔ آپ نے فرمایا ثکلتک[1] شرک تم میں چیونٹی کی زمین پر چلنے کی آواز سے بھی زیادہ چھپا ہوا ہے۔ کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتادوں جو شرک کی صغار یعنی چھوٹی (مراد شرک خفی) اور کبار یعنی بڑی (شرک جلی مراد ہے) یا آپ نے شرک صغیر اور کبیر فرمایا (یہ شک ہے مترجم) دونوں کو ختم کردے؟ ابوبکرؓ نے عرض کیا ضرور بتلایئے۔ آپ نے فرمایا کہ روزانہ تین مرتبہ یہ کہا کرو اللّٰہم انی (اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں آپ کے ساتھ شرک کروں اور میں اس کو سمجھتا ہوا بھی ہوں (یعنی جان بوجھ کر شرک کیا جائے اس سے بچالے) اور آپ سے مغفرت چاہتا ہوں ایسے شرک سے جس کو میں سمجھتا ہی نہ ہوں کہ یہ شرک ہے) اور وہ شرک (خفی) یہ ہے کہ تم یوں کہو کہ مجھے اللہ نے دیا اور فلاں نے دیا اور ند (خدا کے فعل کو دوسرے کی طرف منسوب کرنا) یہ ہے کہ تم یوں کہو کہ اگر فلاں نہ ہوتا تو مجھے فلاں شخص قتل کردیتا۔ اور معقل بن یسار سے مروی ہے انھوں نے بیان کیا کہ میں ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکرؓ! البتہ شرک تم میں چیونٹی کے پاؤں کی آواز سے بھی زیادہ چھپا ہوا ہے تو ابوبکرؓ نے کہا کہ شرک اس کے سوا کیا اور بھی کچھ ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کو بھی معبود بنائے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ البتہ شرک چیونٹی کے

---

[1] علامہ ذہبی کا ایک محاورہ ہے جو ایسے موقع پر بولا جاتا ہے جب کہ مخاطب کو بد دعا دینا مقصود نہیں ہوتی ہے۔ اس کا ترجمہ ہے "تجھ کو تیری ماں روئے" [illegible] مترجم [illegible] الٰہی [illegible] صلی اللہ علیہ [illegible] ان کو خواب میں [illegible] [illegible] شرک [illegible] مترجم عفا اللہ الغفار عنہ

الله عنه الشام حمد الله وأثنى عليه ووعظ وذكر وأمر بالمعروف ونهى عن المنكر ثم قال إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قام فينا خطيبا كقيامي فيكم فأمر بتقوى الله وصلة الرحم وصلاح ذات البين وقال عليكم بالجماعة فإن يد الله على الجماعة وإن الشيطان مع الواحد وهو من الاثنين أبعد لا يخلون رجل بامرأة فإن الشيطان ثالثهما ومن ساءته سيئته وسرته حسنته فهو أمارة المسلم المؤمن وأمارة المنافق الذي لا تسوءه سيئته ولا تسره حسنته إن عمل خيرا لم يرج من الله في ذلك ثوابا وإن عمل شرا لم يخف من الله في ذلك الشر عقوبة وأجملوا في طلب الدنيا فإن الله قد تكفل بأرزاقكم وكل سيتم له عمله الذي كان عاملا استعينوا الله على أعمالكم فإنه يمحو ما يشاء ويثبت وعنده أم الكتاب صلى الله على نبينا محمد وآله وعليه السلام ورحمة الله السلام عليكم

عن الزهري قال كان عمر بن الخطاب شديدا على رسول الله صلى الله عليه وسلم فانطلق يوما حتى دنا من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يصلي فسمعه وهو يقرأ وما كنت تتلوا من قبله من كتاب حتى بلغ الظالمون و

اللہ عنہ شام میں داخل ہوئے تو انہوں نے اللہ کی حمد وثنا کی اور وعظ کہا اور نصیحت کی اور نیک کاموں کے کرنے کا حکم دیا اور بُرے کاموں سے روکا پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے جیسا کہ میں تمہارے درمیان کھڑا ہوں تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کا اور باہمی روابط اچھے رکھنے کا اور فرمایا کہ تمہیں جماعت کے ساتھ رہنا چاہیئے کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے اور شیطان تنہا شخص کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے دور رہتا ہے۔ جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو شیطان ان دونوں میں تیسرا بن جاتا ہے۔ اور جس شخص کو بُرا کام بُرا لگے اور نیک کام اچھا لگے تو یہ مسلمان مومن کی نشانی ہے۔ اور منافق کی نشانی یہ ہے کہ اُس کو بُرا کام بُرا نہیں لگتا اور اچھا کام اچھا نہیں لگتا۔ اگر وہ کوئی نیک کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ سے اُس پر ثواب کی امید نہیں کرے گا اور اگر کوئی بُرا کام کرے گا تو اُس کو اللہ کا خوف نہ ہوگا کہ وہ اس بُرے کام پر اُس کو سزا دے گا۔ اور طلب دنیا میں اعتدال رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود تمہارے ارزاق کی کفالت کی ہے اور ہر ایک جس کام پر وہ کاربند رہا ہے عنقریب (موت کا فکر نہ کرو) اُس کو ختم کر دیا جائے گا تم اللہ سے اپنے اعمال پر مدد مانگو کیونکہ اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا باقی رہنے دیتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نبی محمدؐ پر درود بھیجے اور آپ کی پیروی کرنے والوں پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو۔ السلام علیکم۔ زہری سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سخت مخالفین میں سے تھے۔ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچے یہاں تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو گئے اور آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ آپ کی قرأت سن رہے تھے۔ اور آپ یہ پڑھ رہے تھے وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا [illegible] سے الظّٰلِمُونَ تک پہنچے (۲۹: ۴۸، ۴۹)

اور آپ اس کتاب سے پہلے کوئی کتاب پڑھے ہوتے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے کہ ایسی حالت میں یہ ناحق شناس لوگ

مستوجب الہامات و تقریبات ملکوت در
ارض نازل شد و آنجا شیوع تمام پیدا نمود
و اکثر اقالیم صالح معتدل را در گرفت مانند
صفت درخت پاک نافع میوہ دار است کہ
بیخش در زمین محکم است و شاخہاش بجانب
آسمان سر بالا کشیدہ و صفت کلمۂ ناپاک
کہ عبارت از شرک و یہودیت و نصرانیت و
مجوسیت بودہ مغیّرہ است بحکم الٰہی و دواعی
ربانی محکم الاساس نگشتہ و ملکوت در
تائید آن کوشش نہ نمودند بلکہ بسبب شبہات
واہیہ ناشیہ از مسلّمات بنی آدم و
مسامحۂ ایشان بحسب آن شبہات صورت
گرفت و در اندک زمانے بعنایت الٰہی بہ
بعث رسل و اشاعت دین ایشان برہم
خورد مانند درخت ناپاک غیر نافع کہ بیخ آن
شعار بالای زمین بغیر آنکہ محتاج بکافتن زمین
شود و از زیر زمین آن بیخ را برآورند تمثال آن
و سبحانہ بیان میفرماید حال جماعہ از روساء
مسلمین دائم ایشان کہ بکلمۂ حق آویختند و بنصرت
آن کمر بستہ اند و بر دست ایشان اشاعت
آن واقع شود و حال گروہی از روساء
کفار کہ در ترویج کلمۂ باطل سعی مینمایند و
فرقۂ اولے را تثبیت بسبب این قول
ثابت و آن کلمۂ حق اثبات میفرماید در حیات
دنیا بنصر و تائید و غلبہ بر سائر امم و
در آخرت بہ نجات و رفع درجات و
سابقیت در دخول جنت و روساء کفار
را بمقابلۂ نعمت ایزدی بکفران و غوایت
قوم خویش دار البوار ـــــ حکم بہ

متواتر الہامات ہوتا ہو اور عالم ملکوت کی برکات کرتے ہوئے زمین
ملائکہ کا لطف) زمین پر نازل ہوا اور یہاں پورے طور پر اس میں
پھیلاؤ پیدا ہو گیا اور اکثر اقلیم کو جن کے بسنے والوں میں صلاح
و اعتدال تھا اپنی گرفت میں لے لیا۔ یہ ایک پاک میوہ دار درخت کی
مانند ہے کہ جس کی جڑ زمین میں گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں آسمان
کی طرف سر بلند کئے ہوئے ہوں۔ اور کلمۂ ناپاک کا وصف کہ مراد ہے
شرک سے اور یہودیت اور نصرانیت و مجوسیت سے جن میں تحریف
و تغییر واقع ہوئی (اور یہ اس صورت پر ہے جس پر ان کا ایجاد
کیا گیا تھا) یہ بحکم الٰہی و دواعی ربانی مضبوط جڑ کا نہ تھا اور ملائکہ
عالم ملکوت نے اس کو مضبوط کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ بسبب
ان واہیات شبہات کے جو بنی آدم کے سینوں اور ان کی مسامحت سے
پیدا ہوتے تھے (جیسا عیسیٰ علیہ السلام کی ابنیت کا عقیدہ) ان شبہات
کے مطابق ان مذاہب کی تشکیل ہو گئی اور یہ تھوڑے ہی زمانہ میں
بعنایت الٰہی انبیاء کی بعثت کے ذریعہ سے ان کے لائے ہوئے دین کی
اشاعت سے درہم برہم ہوئے۔ پس اس درخت ناپاک کی مانند ہے جو
غیر نافع ہو (اور جس کی جڑ بھی مضبوط نہ ہو) جو کہ زمین کے اوپر سے
ہی اکھڑ پڑے بغیر اس کے کہ زمین کھود کر نیچے سے اس کی جڑ کاٹنے کی
ضرورت پڑے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ مسلمانوں کے محترم حضرات
اور ان کے پیشواؤں کا حال بیان فرماتے ہیں جو کہ کلمۂ حق کو پکڑنے
والے اور اس کی نصرت پر کمربستہ ہیں اور ان کے ہاتھوں پر اس کی
اشاعت بھی واقع ہوئی اور ان کے مقابلہ پر روساء کفار کے ایک
گروہ کا حال بیان فرماتے ہیں جو کہ کلمۂ باطل کی ترویج میں کوشش
کرتے ہیں۔ پہلی جماعت کو ثابت قدم رہنا اس قول مضبوط و کلمۂ
حق کے سبب سے اس کو ثابت فرماتے ہیں دنیوی حیات میں نصرت
اور تائید الٰہی اور تمام امتوں پر ان کو غلبہ حاصل ہو جانے سے
اور یہ ظاہر فرماتے ہیں کہ آخرت میں ان کی نجات ہوگی اور
درجات بلند ہوں گے اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور
روساء کفار کو بوجہ کفران نعمہائے خداوندی کے اور اس وجہ سے
کہ انھوں نے قوم کو بربادی کے مقام یعنی جہنم میں ہنکا دیا ہے حکم

تفسیر میگویند این کلمه بست مجمله چون اهل بیعت
رضوان بسبب اعتقاد بقول ثابت در دنیا و
آخرت سرآمد اهل نجات گشتند و ملت حقه
بسبب ایشان رواج کلی یافت و معاندان قریش
در مقابل ایشان گرفتار نکال و وبال گشتند
آن مجمل مفصل گشت و آن معنے صورت گرفت
و فضیلت آن جمع کالشمس فی رابعة النهار
هویدا گردید و هو المقصود و باقی ماند آنکه در
حدیث صحیح تفسیر این آیت واقع شده
که مراد از این تثبیت توفیق الٰہی است
که مؤمن را عطا میفرماید تا منکر و نکیر را
جواب درست گوید و آن با بحث ما تضاد
نمی آرد بلکه بیان بعض انواع تثبیت
است که اہم انواع تواند بود مانند تفسیر
وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ برمی
حالانکه دوانیدن اسپ و گردانیدن نیزه
هم در قوت داخل است ولیکن این
فرد اکمل را بجهت اہتمام تخصیص فرموده
و عن عدی بن حاتم قال قال رسول
الله صلی الله علیه وسلم ان
الله قلب العباد ظهرا وبطنا
فکان خیر عباده العرب وقلب العرب
ظهرا وبطنا فکان خیر العرب قریش
وهی الشجرة المبارکة التی قال الله فی کتابه مثلا
کلمة طیبة یعنی القرآن کشجرة طیبة یعنی بها
قریشا اصلها ثابت یقول اصلها کریم وفرعها فی
السماء یقول الشرف الذی شرفهم الله بالاسلام
الذی هداهم الله وجعلهم من اهله و عن ابن عباس
قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف انتم

تفسیر کہتا ہے کہ یہ ایک کلمہ مجملہ ہے (یعنے اصولی بات ہے) جب اہل بیعت
رضوان قول ثابت کو پکڑ لینے کی بنا پر سرِ دفتر اہل نجات بن گئے
اور ملتِ حقہ ان کی مساعی کی وجہ سے خوب مروج ہو گیا اور دشمنانِ قریش
ان کے مقابلہ پر عذاب اور وبال میں گرفتار ہو گئے تو یہ مجمل مفصل بن
گیا اور وہ حقیقت صورت میں نمایاں ہو گئی اور اس جماعت کی فضیلت
دوپہر کے سورج کی طرح ہویدا ہو گئی اور وہی ہمارا مقصود ہے باقی
رہا یہ کہ صحیح حدیث میں جو اس آیت کی تفسیر واقع ہوئی ہے کہ اس
تثبیت سے مراد وہ توفیق الٰہی ہے جو مومن کو (قبر میں) عطا فرماتے
ہیں تاکہ منکر و نکیر کو صحیح جواب دیدے اور یہ ہمارے بحث کے
ساتھ متضاد نہیں ہے بلکہ یہ تثبیت کی بعض انواع کا بیان ہے
جو کہ انواع میں اہم نوع ہو سکتی ہے۔ جیسے وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا
اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ (۸، ۶۰) اور ان کافروں کے لئے جس
قدر تم سے ہو سکے تیاری کرو (قوت حربیہ کی) میں قوۃ کی تفسیر
کی گئی ہے الرمی (یعنے تیر اندازی) ہے حالانکہ گھوڑا دوڑانا اور نیزہ
گھمانا سب قوت میں داخل ہیں۔ لیکن اس جگہ نوع قوت کے
ایک فرد اکمل کی اہتمام زیادہ کرنے کے لئے تخصیص کر دی۔ عدی
ابن حاتم سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے ظاہر اور باطن کو پرکھا تو اس کے
بندوں میں سب سے بہتر عرب ثابت ہوئے۔ اور عرب کے ظاہر اور باطن
کو پرکھا تو عرب میں سب سے بہتر قریش ثابت ہوئے اور یہ وہی شجرہ
مبارکہ (یعنی بابرکت درخت) ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے
اپنی کتاب میں فرمایا مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً (یعنے مثل کلمہ پاکیزہ کی
یعنے قرآن کی) كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ (مثل پاکیزہ درخت کے ہے) اس سے
مراد لیا ہے قریش کو أَصْلُهَا ثَابِتٌ (جس کی جڑ مضبوط ہے) کہتے ہیں
کہ اس کی جڑ بڑی ہے وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (اور اس کی شاخیں
آسمان میں ہیں) کہتے ہیں کہ (فرع سے مراد) وہ شرف ہے جس سے
ان کو اللہ تعالیٰ نے اسلام سے مشرف کیا جس سے ان کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت
کی اور ان کو اسلام کا اہل بنا دیا۔ مروی ہے ابن عباس سے انھوں نے
کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا حال ہو گا تمہارا

فإذا أتيت بك إلى الأرض فحفر لك ثلاثة أذرع وشبر في ذراع وشبر ثم أتاك منكر ونكير أسودان يجران أشعارهما كأن أصواتهما الرعد القاصف وكأن أعينهما البرق الخاطف يحفران الأرض بأنيابهما فأجلساك فزعا فتلتلاك وتوهلاك قال يا رسول الله وأنا يومئذ على ما أنا عليه قال نعم قال أكفيكهما بإذن الله يا رسول الله ونحو ذلك من حديث عبد الله بن عمرو وأبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعمر الحديث وعن عثمان قال مر رسول الله صلى الله عليه وسلم بجنازة عند قبره وصاحبه يدفن فقال استغفروا لأخيكم واسألوا له التثبيت فإنه الآن يسأل وعن عمر ابن الخطاب في قوله تعالى ألم تر إلى الذين بدلوا نعمت الله كفرا قال هما الأفجران من قريش بنو المغيرة وبنو أمية فأما بنو المغيرة فكفيتموهم يوم بدر وأما بنو أمية فمتعوا إلى حين وعن ابن عباس أنه قال لعمر يا أمير المؤمنين هذه الآية الذين بدلوا نعمت الله كفرا قال هما الأفجران من قريش أخوالي وأعمامك فأما أخوالي فاستأصلهم الله يوم بدر وأما

جب کہ تجھے زمین میں گاڑا جائے گا اور تیرے لئے تین ہاتھ گہرا گڑھا کھودا جائے گا اور ایک ہاتھ میں سے بالشت بھر چوڑا اور بالشت بھر چوڑا (بیشہ لمبا)[1] پھر تیرے پاس منکر اور نکیر آئیں گے دونوں سیاہ رنگ ہوں گے گھسیٹتے ہوئے بال ہوں گے کہ وہ اپنے بالوں کو کھینچتے ہوئے آئیں گے۔ اُن کی آواز کڑکتے ہوئے رعد جیسی ہوگی اُن کی آنکھیں چمکتی ہوئی بجلی کی طرح ہوں گی۔ وہ اپنے دانتوں سے زمین کھود ڈالیں گے، پھر تجھے گھبرا کر بٹھا دیں گے اور تجھے جھنجھوڑیں گے اور خوفزدہ بنا دیں گے۔ عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ اور میں اُس دن اسی حال پر ہوں گا جس پر اب ہوں (یعنی عقل و شعور موجود ہوگا) آپ نے فرمایا کہ ہاں! عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ پھر تو میں اللہ کے حکم سے ان سے نمٹ لوں گا۔ اور اسی طرح کا مضمون روایت کیا گیا ہے عبداللہ بن عمروؓ اور ابی ہریرہؓ کی حدیث میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ سے فرمایا الخ۔ اور عثمانؓ سے روایت مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ سے گزرے اس کی قبر کے نزدیک اور صاحب قبر دفن کیا جا رہا تھا آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اس سے ابھی پوچھا جائے گا۔ اور مروی ہے عمر بن الخطاب سے ارشاد خداوندی أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ (پ ۱۳ ع ۱۷) کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے بجائے نعمت الٰہی کے کفر کیا، کے متعلق فرمایا کہ قریش میں کے دو بدکار خاندان تھے بنو المغیرہ اور بنو امیہ۔ بنو مغیرہ تو یوم بدر میں تمہاری تلوار کے ذریعے ختم کر دیئے گئے۔ رہے بنو امیہ تو وہ خاص وقت تک متمتع رہیں گے۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عمرؓ سے کہا کہ اے امیرالمومنین اس آیت الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا میں کس طرف اشارہ ہے، فرمایا قریش کے دو بدکار قبیلوں کی طرف۔ میری ننھیال اور تمہارے چچاؤں کا خاندان۔ تو میری ننھیال کو تو اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے دن کاٹ ڈالا۔ رہے

[1] یہ کلام عادت کے طور پر ہے قبر کی گہرائی اور لمبائی کی پیمائش کا مقصود نہیں ہے بلکہ غرض صرف یہ ہے کہ انسان کا ذہن میں نقشہ آ جائے جیسا کہا جاتا ہے ہتھیلی کے برابر جگہ بھی باقی نہ رہی اور جو کچھ تھا سب ختم ہو گیا۔ مترجم

طیبین یقولون سلام علیکم ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون ۔

تفسیر گوید عفی عنہ خدائے تعالیٰ نہایت مراتب کفر و ایمان بیان میکند در قال و حال و آن آن یک فریق را وصف میفرماید کہ قرآن را اساطیر الاولین گفتند و تشبیہ میدہد بافسانۂ انبیاء ماضین علیہم السلام کہ بسبب کفر با نواع عقوبات مبتلا شدند و خزی آخرت اثبات مینماید و آن خطاب غیظ کہ در وقت قبض ارواح از ملائکہ مسموع شوند ذکر میفرماید و آن فریق دیگر را می ستاید کہ در حق قرآن انزل اللہ خیرا گفتند و ایشان را حسنۂ دنیا کہ عبارت از نصر و غلبہ بر ہمہ عالم است و خلافت و تسلط بر ہمہ و حسنۂ آخرت کہ عبارت از ثواب عظیم و نجات مبین است ثابت می کند و مخاطبات لطف کہ در وقت قبض ارواح از ملائکہ شنوند ذکر میفرماید۔

آرے فقیر گوید عفی عنہ این سورہ وقتیکہ در حال کشاکش مہاجرین اولین با کفار قریش و مخاصمۂ ایشان در جدل و مقاومت ہمراہ ایشان نازل شد پس حکایت این اقوال و احوال تعریض ظاہر است بجماعتیکہ در آن وقت بجدال کفار و مخاصمۂ ایشان مشہور بودند وھو المقصود۔

قال اللہ تعالیٰ والذین ہاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنہم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الآخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون ۝ الذین صبروا وعلی ربہم یتوکلون ۝

(حالت میں کہ) پاک ہوتے ہیں وہ فرشتے کہتے ہوتے ہیں سلامتی ہو تم پر جنت میں چلے جانا اپنے اعمال کے سبب۔

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کفر و ایمان کے مراتب کا [illegible] سے مختلف ہونا بیان فرماتے ہیں قال میں اور حال میں اور قال و حال دونوں میں۔ اس ایک فریق کا وصف بیان فرماتے ہیں کہ جنہوں نے قرآن کو اساطیر الاولین (گزشتہ ہوئے لوگوں کی کہانیاں) کہا اور اس کو تشبیہ دیتے ہیں اُن انبیاء سابقین کی قوموں کے ساتھ جو کفر کی وجہ سے طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہوئے تھے۔ اور آخرت کی رسوائی اُن کے لئے ثابت فرماتے ہیں اور وہ سخت و درشت کلام جو قبض ارواح کے وقت وہ فرشتوں سے سنتے ہیں اس کا ذکر فرماتے ہیں۔ اور اس دوسرے فریق کی مدح کرتے ہیں جنہوں نے قرآن کے حق میں انزل اللہ خیرا کہا یعنی اللہ نے بڑی خیر نازل فرمائی ہے۔ اور ان کے لئے دنیا کی حسنہ جس سے مراد ہے واقعی مدد اور دنیا کی قوموں پر غلبہ اور سب پر تسلط اور خلافت اور آخرت کی حسنہ جس سے مراد ہے ثواب عظیم اور نجات مبین ثابت فرماتے ہیں۔ اور جو لطف و عنایت کے کلمات قبض ارواح کے وقت یہ حضرات فرشتوں سے سنتے ہیں اُن کا بیان فرماتے ہیں۔

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ یہ سورت جب کہ مہاجرین اولین کی کشاکش کفار قریش کے ساتھ جاری تھی اور ان کے ساتھ دشمنی اور جھگڑے اور کشاکشی کا حال چل رہا تھا مکہ میں نازل ہوئی تو صاف سمجھا جا سکتا ہے کہ ان اقوال و احوال کی حکایت کا روئے سخن کس طرف ہے۔ ظاہر ہے کہ اُسی جماعت کی طرف ہے جو اُس وقت کفار کے ساتھ مجادلہ اور مخاصمہ کے وقت موجود تھی۔ اور یہی ہمارا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے والذین ہاجروا الآیۃ (۱۶: ۴۱-۴۲)

اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن (مکہ) چھوڑا بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا ثواب بدرجہا بڑا ہے کاش ان (کافروں) کو (بھی) خبر ہوتی۔ وہ ایسے ہیں جو صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

عن اليمين والشمائل سجدا [illegible] كلها عن ابن عباس قال نزلت هذه الآية ضرب الله مثلا رجلين أحدهما أبكم في عثمان بن عفان ومولى له كافر وهو أسيد بن أبي العيص كان يكره الإسلام وكان عثمان ينفق عليه ويكفله ويكفيه المؤنة وكان الآخر ينهاه عن الصدقة والمعروف فنزلت فيهما عن سليم بن عمر قال صحبت حفصة زوج النبي صلى الله عليه وسلم وهي خارجة من مكة إلى المدينة فأخبرت أن عثمان قد قتل فرجعت وقالت ارجعوا بي فوالذي نفسي بيده إنها للقرية التي قال الله قرية كانت آمنة مطمئنة إلى آخر الآية عن أبي نضرة قال قرأت هذه الآية في سورة النحل ولا تقولوا لما تصف ألسنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام إلى آخر الآية فلم أزل أخاف الفتيا إلى يومي هذا عن ابن مسعود قال عسى رجل أن يقول إن الله أمر بكذا أو نهى عن كذا فيقول الله عز وجل كذبت أو يقول إن الله حرم كذا وأحل كذا فيقول الله له كذبت. قال الله تعالى

جن کے سائے کبھی ایک طرف کو کبھی دوسری طرف کو اس طرح پھیلتے جاتے ہیں کہ (داخل) خدا کے (حکم کے) تابع ہیں اور وہ چیزیں بھی عاجز ہیں۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ یہ آیت ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ الخ (۱۶: ۷۶) اللہ تعالیٰ نے ایک اور مثال بیان فرماتے ہیں کہ دو شخص ہیں جن میں کا ایک گونگا (بھی) ہے الخ دو شخصوں کے بارے میں نازل ہوئی، عثمانؓ بن عفان اور دوسرا ان کا غلام جو کافر تھا اور وہ اُسید بن ابی العیص تھا۔ یہ اسلام سے کراہت کرتا تھا اور عثمانؓ اس پر خرچ کیا کرتے تھے اور اس کی کفالت کرتے اور اس کا بار برداشت کرتے تھے اور ایک دوسرا شخص تھا جو ان کو صدقہ اور نیک کام سے روکتا تھا ان دونوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ سلیم بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ میں حفصہؓ زوجہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور وہ مکہ سے مدینہ جانے کے لئے نکل چکی تھیں کہ ان کو خبر دی گئی کہ عثمانؓ قتل کر دیئے گئے وہ یہ سنکر واپس پھر گئیں اور فرمایا کہ مجھے واپس لے چلو۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ قریہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً آخر آیت تک (۱۶: ۱۱۲) اللہ تعالیٰ نے ایک بستی والوں کی حالت عجیبہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ (بڑے) امن و اطمینان میں (رہتے) تھے الخ۔ مروی ہے ابی نضرہ سے انھوں نے کہا کہ میں نے یہ آیت سورۂ نحل میں پڑھی وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ الخ (۱۶: ۱۱۶) اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے ان کی نسبت یوں مت کہدیا کرو کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام ہے۔ آخر آیت تک، میں اس وقت سے آج کے دن تک فتویٰ دینے سے ڈرتا ہوں۔ مروی ہے ابن مسعودؓ سے کہ ایسا ہوگا کہ کوئی شخص کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کا حکم دیا اور اس کام سے منع کیا اس پر اللہ عزّ وجلّ فرمائے گا کہ تو نے جھوٹ کہا یا یہ کہے گا کہ اللہ نے ایسا کرنا حرام کیا ہے اور ایسا کرنا حلال کیا ہے اس پر حق تعالیٰ اُس سے فرمائیں گے کہ تو نے جھوٹ بولا۔

آیات سورۂ بنی اسرائیل

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۚ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۚ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۚ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ۚ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝

تقریر گوید مصنف مؤمنین اولین کفار را بحرف لعن وطعن می ساختند و ازین جہت فتنہ در بالا می شد و دہا تمکن نگشت و در اسلام توقف بسیار بظہور می آمد خدا تعالیٰ این آیت نازل فرمود وقل لعبادی یقولوا التی ہی احسن یعنی بگو بندگان مرا کہ گویند آن کلمہ کہ نیک تر است و بحلم نزدیک تر در مصلحت دعوت آنچہ بہتر است شیطان تحریک فساد میکند میان ایشان یعنی تحریک فساد میکند ہر آئینہ شیطان دشمن ظاہر است آدمی را آن کلمہ کہ نیکتر است این است ربکم اعلم بکم پروردگار شما دانا تر است باحوال شما اگر خواہد بخشایش بر شما و اگر خواہد عقوبت کند شما را و نفرستادیم ترا بریشان نگاہدارندہ تقریر میگوید کہ سورۂ بنی اسرائیل از قدیم آنچہ در مکہ نازل شدہ است پس مراد بکلمۂ عبادی نیستند مگر جماعتی از سابقین مؤمنین مہاجرین کہ بمذاکرہ کفار مشہور بودند و باغضاء قریش جدال میکردند و در کلمۂ عبادی اضافت تشریف محل اظہار تعظیم از لطف رحمت و اختصاص است این بزرگواران مشرف اند باین اختصاص و لطف و ہمین مقصود۔ اخرج ابو یعلی وابن عساکر عن ام ہانی قالت دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بغلس وانا علی فراشی فقال شعرت انی نمت اللیلۃ فی المسجد الحرام فاتانی جبریل

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ الخ (ع ۱۱-۵۳-۵۴) اور آپ میرے (مسلمان) بندوں سے کہہ دیجئے کہ ایسی بات کہا کریں جو بہتر ہو۔ شیطان لوگوں میں فساد ڈلوا دیتا ہے واقعی شیطان انسان کا صریح دشمن ہے۔ تم سب کا حال تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے اگر وہ چاہے تم پر رحمت فرمائے یا وہ اگر چاہے تم کو عذاب دینے لگے اور ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔

تقریر: مصنف کہتا ہے کہ کفار کو مؤمنین اولین (یعنی جو لوگ شروع میں اسلام لائے تھے) لعن وطعن کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے فتنہ برابر بڑھتا جا رہا تھا اور فساد میں مستحکم ہوتی جا رہی تھیں اور اسلام میں بہت توقف واقع ہو رہا تھا۔ حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وقل لعبادی یقولوا التی ہی احسن الخ یعنی کہہ دیجئے میرے بندوں سے کہ ایسی گفتگو کریں جو زیادہ اچھی اور بردباری سے نزدیک تر ہو۔ دعوت کی مصلحت میں کلام آپ نے فرمایا حقیقۃً شیطان ان کے درمیان تحریک کرتا ہے یعنی فساد برپا کرتا ہے یقیناً شیطان آدمی کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اور وہ گفتگو جو زیادہ اچھی ہے یہ ہے ربکم اعلم بکم تمہارا پروردگار تمہارے حالات کو سب سے زیادہ جانتا ہے اگر وہ چاہے تم پر بخشش کرے اگر چاہے عذاب کرے اور ہم نے آپ کو ان پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ پھر تقریر کہتا ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل ان ابتدائی سورتوں میں سے ہے جو مکہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اس لئے کلمہ عبادی سے سوائے مؤمنین سابقین مہاجرین کے اور کوئی مراد نہیں ہو سکتا جو کفار کے ساتھ مذاکرات میں مشہور تھے اور قریش کے بدگویوں لوگوں سے جھگڑتے رہتے تھے اور کلمہ عبادی (یعنی میرے بندے) میں اضافت تشریف کا لطف رحمت اور اختصاص کا عظیم مقام رکھتی ہے۔ تو یہ بزرگ حضرات اس خصوصیت لطف کے ساتھ متصف ہیں اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ آخر کیا ابو یعلی اور ابن عساکر نے روایت ہے ام ہانی سے انھوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے اندھیرے سے تشریف لائے اور میں اپنے فرش پر تھی اور فرمایا کہ تمہیں پتہ ہے کہ میں آج رات مسجد الحرام میں سویا تو میرے پاس جبرائیل

فربطت بي حلقة باب المسجد فإذا دابة أبيض فوق الحمار ودون البغل مضطرب الأذنين فركبته فكان يضع حافره مد بصره إذا أخذ بي في هبوط طالت يداه وقصرت رجلاه وإذا أخذ بي في صعود طالت رجلاه وقصرت يداه وجبريل لا يفوتني حتى انتهينا إلى بيت المقدس فأوثقته بالحلقة التي كانت الأنبياء توثق بها فنشر لي رهط من الأنبياء منهم إبراهيم وموسى وعيسى فصليت بهم وكلمتهم وأتيت بإناءين أحمر وأبيض فشربت الأبيض فقال لي جبريل شربت اللبن وتركت الخمر لو شربت الخمر لارتدت أمتك ثم ركبته فأتيت المسجد الحرام فصليت الغداة فتعلقت بردائه (قالت ام ہانی) وقلت أنشدك الله يا ابن عم أن تحدث بهذا قريشا فيكذبك من صدقك فضرب بيده على ردائه فانتزعه من يدي فارتفع عن بطنه فنظرت إلى عكنه فوق إزاره كأنها طي القراطيس وإذا نور ساطع عند فؤاده كاد يختطف بصري فخررت ساجدة فلما رفعت رأسي إذا هو قد خرج فقلت لجاريتي

اور وہ مجھے مسجد کے دروازے کی طرف لے گئے۔ دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک سفید رنگ کا جانور موجود ہے جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا اس کے دونوں کان لمبے پھڑپھڑاتے تھے تو میں اس پر سوار ہو گیا (اس نے اس قدر تیز چلنا شروع کیا کہ) جہاں اس کی نظر ٹھہرتی تھی وہیں پر اپنا پاؤں رکھتا تھا اور جب مجھے لیکر ایسی جگہ پہنچتا تھا جہاں اتار ہوتا تھا (تو) اس کے دونوں ہاتھ (یعنی اگلے پاؤں) لمبے ہو جاتے تھے اور پچھلی ٹانگیں چھوٹی ہو جاتی تھیں اور جب وہ مجھے لے جاتا تھا جہاں چڑھائی ہوتی تھی تو اس کے دونوں پاؤں (یعنی پچھلی ٹانگیں) لمبی ہو جاتی تھیں اور دونوں ہاتھ چھوٹے ہو جاتے تھے اور جبریل نے مجھے تنہا نہیں چھوڑا (ساتھ ساتھ رہے) یہاں تک کہ ہم بیت المقدس پہنچے۔ تو میں نے اس کو اس حلقے سے باندھ دیا جس سے انبیاء باندھتے رہے ہیں۔[1] اس کے بعد مجھ سے انبیاء کی جماعت نے ملاقات کی جو میرے لئے بھیجے گئے تھے۔ ان میں ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ تھے میں نے ان کو نماز پڑھائی اور ان سے گفتگو کی اور میرے پاس دو برتن لائے گئے سرخ اور سفید۔ میں نے سفید کو لے کر پیا اور مجھ سے جبریلؑ نے کہا کہ آپ نے دودھ پیا اور شراب کو چھوڑ دیا اگر تم شراب پی لیتے تو تمہاری تمام امت دین سے پھر جاتی۔ پھر میں اس پر سوار ہوا اور مسجد الحرام میں آگیا۔ میں نے آکر صبح کی نماز پڑھی۔ (ام ہانیؓ کہتی ہیں کہ) میں نے آپ کی چادر پکڑی اور کہا کہ میں تمہیں قسم دیتی ہوں اللہ کی اے چچا کے بیٹے جو تم قریش سے یہ سرگذشت بیان کرو تو جو لوگ آپ کی تصدیق کر چکے ہیں اب وہ آپ کو جھٹلا دیں گے تو آپ نے اپنا ہاتھ چادر پر مار کر میرے ہاتھ میں سے اس کو چھڑا لیا اس میں وہ آپ کے پیٹ کے اوپر سے ہٹ گئی میری نظر آپ کے پیٹ کے شکنوں پر پڑی جو کہ آپ کی لنگی کے اوپر تھیں گویا کہ کاغذ کے طے کئے ہوئے تھے (یعنی بہت حسین تھیں) اور دیکھتی ہوں کہ آپ کے قلب کے اوپر اس قدر نور کی شعاعیں چمک رہی تھیں کہ قریب تھا کہ میری بینائی جاتی رہے تو میں سجدے میں گر پڑی جب میں نے سر اٹھایا تو آپ جا چکے تھے تو میں نے اپنی لونڈی سے کہا

[1] [illegible]

ویحک اتبعہ فانظر ماذا یقول وما
یقال لہ فلما رجعت اخبرتہ انہ انتہی
الی نفر من قریش فیہم المطعم بن
عدی وعمرو بن ہشام والولید بن
المغیرۃ فقال انی صلیت اللیلۃ العشاء
فی ہذا المسجد وصلیت بہ الغداۃ و
اتیت فیما بین ذلک بیت المقدس فنشر
لی رہط من الانبیاء فیہم ابراہیم
وموسی وعیسی فصلیت بہم وکلمتہم
فقال عمرو بن ہشام کالمستہزئ بہ صفہم لی
فقال اما عیسی ففوق الربعۃ ودون
الطول عریض الصدر ظاہر الدم
جعد الشعر تعلوہ صہبۃ کانہ عروۃ
ابن مسعود الثقفی واما موسی فضخم آدم
طوال کانہ من رجال شنوءۃ کثیر الشعر
غائر العینین متراکب الاسنان مقلص
الشفتین خارج اللثۃ عابس واما
ابراہیم فواللہ انہ لاشبہ الناس بی خلقا وخلقا
فضجوا واعظموا ذلک فقال المطعم کل
امرک قبل الیوم کان امما غیر قولک
الیوم انا اشہد انک کاذب نحن نضرب
اکباد الابل الی بیت المقدس مصعدا
شہرا ومنحدرا شہرا تزعم انک اتیتہ
فی لیلۃ واللات والعزی لا اصدقک
فقال ابوبکر یا مطعم بئس ما قلت
لابن اخیک جبہتہ وکذبتہ انا
اشہد انہ صادق فقالوا یا محمد صف
لنا بیت المقدس قال دخلتہ لیلا
وخرجت منہ لیلا فاتاہ جبرئیل فصورہ

اری اُن کے پیچھے جا۔ اور دیکھ کر اگر وہ لوگوں سے کیا کہتے ہیں
اور اُن سے کیا کہا جارہا ہے۔ جب وہ میرے پاس واپس آئی تو اس نے
مجھے خبر دی کہ آپ قریش کی ایک پارٹی کے پاس پہنچے جن میں مطعم
ابن عدی اور عمرو بن ہشام اور ولید بن مغیرہ تھے اور آپ نے فرمایا کہ
میں نے رات عشاء کی نماز اس مسجد میں پڑھی اور وہیں صبح کی
نماز پڑھی اور ان کے درمیانی وقت میں میں بیت المقدس پہنچا۔
مجھ سے ملنے کے لئے انبیاء کی ایک جماعت بھیجی گئی جن میں ابراہیم
اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ تھے۔ میں نے اُن کو نماز پڑھائی اور اُن سے
گفتگو کی۔ یہ سن کر عمرو بن ہشام نے مسخرا پن کے انداز میں کہا کہ ان کا
حلیہ مجھے بتاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام میانہ قد سے کچھ
بڑے تھے اور لمبے قد سے کم، چوڑا سینہ، خون کی سرخی جلد پر ظاہر
تھی، بل کھائے بال، چہرے پر سرخی و سفیدی پھیلی، گویا کہ وہ
عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام تو وہ بھاری بدن گندم
رنگ لمبے قد کے تھے گویا کہ وہ (قبیلہ) شنوءہ کے مردوں میں سے ہیں،
بہت بالوں والے، آنکھیں اندر کو، دانت ایک دوسرے سے ملے
ہوئے، ہونٹ کھلے ہوئے، جبڑا ابھرا ہوا، غصہ والے۔ لیکن ابراہیم
علیہ السلام تو وہ واللہ باعتبار صورت اور باعتبار سیرت سب سے زیادہ
مجھ سے مشابہ تھے۔ تو یہ لوگ سن کر بہت مشتعل ہوئے اور انہوں نے
اس کو بہت بڑی بات قرار دیا۔ اس کے بعد مطعم نے کہا کہ آج سے
پہلے تیری باتیں ہلکی تھیں بجز آج کے قول کے میں گواہی دیتا ہوں
کہ تو جھوٹا ہے۔ ہم لوگ اونٹوں پر سفر کرکے بیت المقدس پہنچتے
ہیں تو جاتے ہوئے ایک مہینہ لگتا ہے اور لوٹتے ہوئے ایک مہینہ لگتا
ہے تو دعویٰ کرتا ہے کہ ایک رات کے اندر ہی ہو آیا۔ قسم ہے لات
اور عزیٰ کی میں تیری تصدیق نہیں کروں گا۔ اس پر ابوبکرؓ نے
کہا اے مطعم! تو نے اپنے بھائی کے بیٹے سے بڑی بدتمیزی کی گفتگو
کی اور اُن کی تکذیب کی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ سچے ہیں۔
پھر اُن لوگوں نے کہا کہ اچھا ہم سے بیت المقدس کا نقشہ بیان
کرو۔ آپ نے فرمایا کہ میں رات میں گیا اور رات میں ہی واپس آیا
اب آپ کے پاس جبرئیل پہنچ گئے اور اپنے بازو پر اُٹھائے بیت

في جناحه يقول باب منه كذا في
موضع كذا وباب منه كذا في موضع كذا
وابو بكر يقول صدقت فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم يومئذ يا ابا بكر
ان الله قد سماك الصديق قالوا يا
محمد اخبرنا من عيرنا فقال اتيت على
عير بني فلان بالروحاء قد اضلوا ناقة
لهم فانطلقوا في طلبها فانتهيت
الى رحالهم ليس بها منهم احد و
اذا قدح ماء فشربت منه ثم
انتهيت الى عير بني فلان فنفرت
مني الابل وبرك منها جمل احمر
عليه جوالق مخطط ببياض لا ادري
اكسر البعير ام لا ثم انتهيت الى
عير بني فلان في التنعيم يقدمها
جمل اورق وها هي ذه تطلع عليكم
من الثنية فقال الوليد بن
المغيرة ساحر فانطلقوا فنظروا
فوجدوا كما قال فرموه بالسحر و
قالوا صدق الوليد فانزل الله
وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ
إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وفي رواية
اخرى قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم لجبريل ان قومي لا يصدقوني
قال يصدقك ابو بكر وهو الصديق
وعن عمر قال لما اسري برسول الله
صلى الله عليه وسلم رأى مالكا خازن
النار فاذا رجل عابس يعرف الغضب
في وجهه وعن سعيد بن آدم ان عمر بن الخطاب كان بالجابية

کی صورت آپ کے سامنے کردی تو آپ نے فرمانا شروع کیا کہ اس کا ایک
دروازہ ایسا ہے جو فلاں مقام پر ہے اور ایک دروازہ ایسا ہے جو فلاں
جگہ ہے اور ابو بکرؓ کہتے جاتے تھے کہ آپ نے سچ کہا۔ تو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دن فرمایا کہ اے ابو بکرؓ اللہ تعالیٰ نے
تمہارا نام صدیق رکھا۔ پھر انھوں نے کہا کہ اے محمدؐ اچھا اور
کوئی بات بتاؤ تو آپ نے فرمایا کہ میں بنی فلاں کے قافلہ پر روحاء
میں گزرا ان کی ایک اونٹنی گم ہوگئی تھی وہ اس کی تلاش میں گئے
ہوئے تھے۔ پھر میں ان کے کجاووں تک پہنچا ان میں بھی ان لوگوں
میں سے کوئی نہ تھا۔ وہاں ایک پیالہ پانی سے بھرا ہوا رکھا تو
میں نے اس میں سے پیا۔ پھر میں بنی فلاں کے قافلہ پر پہنچا تو مجھ
سے اونٹ ڈر کر بھاگے اور ایک اونٹ سرخ رنگ کا گر پڑا جس پر
ایسا شلیتہ تھا جس پر سفید دھاریاں تھیں میں نہیں جانتا کہ
اونٹ کی ہڈیاں ٹوٹیں یا نہیں۔ پھر میں بنی فلاں کے قافلہ کے
پاس تنعیم میں پہنچا اس کے آگے خاکی رنگ کا اونٹ چل رہا
تھا اور وہ قافلہ یہی ہے جو ابھی ثنیہ کی جانب سے ظاہر
ہونے والا ہے اس پر ولید بن المغیرہ نے کہا کہ یہ جادوگر ہے تو
یہ (تلاش کے لئے) چلے گئے تو جیسا آپ نے فرمایا تھا انھوں نے
ویسا ہی پایا تو پھر ان لوگوں نے آپ پر سحر کی تہمت لگائی اور
کہنے لگے کہ ولید نے سچ کہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل
فرمائی وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا (۱۷: ۶۰) اور ہم نے جو منظر
آپ کو (شب معراج میں) دکھلایا تھا اس کو ان لوگوں کے لئے
موجب گمراہی کردیا۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے کہا کہ میری قوم کے لوگ
میری تصدیق نہ کریں گے تو جبرئیلؑ نے کہا کہ آپ کی تصدیق ابو بکرؓ
کرے گا اور وہ صدیق ہے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو لے جایا گیا تو آپ نے
مالک کو دیکھا جو جہنم کا خازن ہے تو آپ نے دیکھا کہ وہ ترش رو
شخص ہے جس کے چہرے سے غصہ پہچانا جاتا ہے۔ اور سعید بن آدم
سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب جابیہ میں تھے تو آپ نے بیت المقدس

فتح بيت المقدس فقال لكعب اين ترى ان اصلي قال خلف الصخرة قال لا ولكن اصلي حيث صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فتقدم الى القبلة فصلى ۔ وعن علي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة اسري بي رأيت على العرش مكتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله ابو بكر الصديق عمر الفاروق عثمان ذو النورين ۔ وعن ابي الدرداء عن النبي صلى الله عليه وسلم قال رأيت ليلة اسري بي في العرش فريدة خضراء فيها مكتوب بنور ابيض لا اله الا الله محمد رسول الله ابو بكر الصديق عمر الفاروق ۔ وعن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما عرج بي رأيت على ساق العرش مكتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله ايدته بعلي ۔ وعن ابي هريرة قال لما رجع رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة اسري به فكان بذي طوى قال يا جبريل ان قومي لا يصدقوني قال يصدقك ابو بكر وهو الصديق ۔ واخرج الحاكم عن عائشة قالت لما اسري بالنبي صلى الله عليه وسلم الى المسجد الاقصى اصبح يتحدث الناس بذلك فارتد ناس ممن كانوا آمنوا به وصدقوه وسعوا بذلك الى ابي بكر فقالوا هل لك في صاحبك يزعم انه اسري به الليلة الى بيت المقدس قال او قال ذلك قالوا نعم

کا فاتح ہوا) تو آپ نے کعب سے کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے میں (وہاں پہنچ کر) کہاں نماز پڑھوں؟ کعب نے کہا کہ صخرہ کے پیچھے۔ تو عمرؓ نے کہا نہیں لیکن میں وہاں نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی تو قبلہ کی طرف آگے بڑھے پھر نماز پڑھی۔ اور مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات میں مجھ کو (آسمانوں پر) لیجایا گیا میں نے عرش پر یہ لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ الخ (یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کا رسول ہے ابو بکرؓ صدیق ہے، عمرؓ فاروق ہے، عثمانؓ ذو النورین ہے) اور ابو درداء روایت کرتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا کہ جس رات میں مجھے عرش پہ لیجایا گیا میں نے ایک سبز جوہر دیکھا جس پر سفید نور سے لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر الصدیق عمر الفاروق۔ اور انسؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے عرش کے پایہ پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کا رسول ہے میں نے اس کو مدد پہنچائی علیؓ سے) اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس رات میں جس میں آپ کو سیر کرائی گئی تھی جب واپسی میں مقام ذی طوی پر پہنچے تو آپ نے فرمایا اے جبریلؑ میری قوم کے لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے تو جبریلؑ نے کہا کہ آپ کی تصدیق ابو بکرؓ کریگا اور وہ صدیق ہے۔ اور اخذ کیا حاکم نے عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ کی طرف لیجایا گیا تو صبح کو لوگوں نے اس کا چرچا شروع کیا تو بہت سے ایسے لوگ بھی (دین سے) پھرنے لگے تھے جو آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کی تصدیق کر چکے تھے اور یہ لوگ اس خبر کو لے کر ابو بکرؓ کے پاس دوڑے گئے اور کہنے لگے کہ کیا تمہیں اپنے صاحب کی بھی خبر ہے وہ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ان کو آج رات بیت المقدس لیجایا گیا تو ابو بکرؓ نے کہا کیا انھوں نے ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں

قال لئن قال ذلک لقد صدق قالوا تصدقہ انہ ذہب اللیلۃ الی بیت المقدس وجاء قبل ان یصبح قال نعم انی لاصدقہ بما ہو ابعد من ذلک اصدقہ بخبر السماء فی غدوۃ وروحۃ فلذلک سمی ابو بکر الصدیق۔

وعن زید بن اسلم قال کان للعباس بن عبد المطلب دار الی جنب مسجد المدینۃ فقال لہ عمر بعنیہا فاراد عمر ان یزیدہا فی المسجد فابی العباس ان یبیعہا ایاہ فقال عمر فہبہا لی فابی فقال عمر فوسعہا انت فی المسجد فابی فقال عمر لا بد من احدہن فابی علیہ قال فخذ بینی وبینک رجلا فاخذ ابی بن کعب فاختصما الیہ فقال ابی لعمر ما اری ان تخرجہ من دارہ حتی ترضیہ فقال لہ عمر ارأیت قضاءک ہذا فی کتاب اللہ وجدتہ ام سنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابی بل سنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عمر وما ذاک فقال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سلیمان بن داود لما بنی بیت المقدس جعل کلما بنی حائطا اصبح منہدما فاوحی اللہ الیہ ان لا تبنی فی حق رجل حتی ترضیہ فترکہ عمر فوسعہا العباس

تو ابوبکرؓ نے کہا کہ اگر انھوں نے ایسا کہا ہے تو سچ کہا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ ان کی اس (خلاف قیاس) بات کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ رات میں بیت المقدس پہنچ گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آگئے۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ میں تو ان کی اس بات کی بھی پوری تصدیق کرتا ہوں جو اس سے بھی زیادہ بعید ہے یعنی ان کی آسمان کی خبروں کی تصدیق کرتا ہوں جو وہ صبح اور شام میں لیتے ہیں۔ اسی بنا پر ان کا نام ابوبکر صدیق ہو گیا۔ اور زید بن اسلم سے مروی ہے کہ عباسؓ بن عبدالمطلب کا مکان مسجد نبوی کے پہلو میں تھا۔ عمرؓ نے ان سے کہا کہ یہ مکان میرے ہاتھ فروخت کر دو اور عمرؓ نے ارادہ کیا تھا کہ وہ اس سے مسجد میں اضافہ کر لیں گے تو عباسؓ نے ان کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر عمرؓ نے کہا تو مجھے ہبہ کر دو۔ اس سے بھی انھوں نے انکار کر دیا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ تو پھر تم خود ہی اس کو شامل کر کے مسجد کو وسیع کر دو۔ انھوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ ان میں سے کوئی ایک بات تو ماننی ہی پڑے گی تو پھر بھی انکار ہی کیا۔ عمرؓ نے کہا تو میرے اور اپنے درمیان کسی کو حکم بنا لو! تو ابی بن کعب طے ہو گئے۔ اب دونوں یہ جھگڑا لے کر ان کے پاس پہنچے۔ تو ابیؓ نے عمرؓ سے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ آپ ان کو ان کے گھر سے نکالنے کا اختیار رکھتے ہیں جب تک ان کو راضی نہ کر لیں۔ تو عمرؓ نے ابیؓ سے کہا کہ کیا تم نے اپنا یہ فیصلہ کتاب اللہ میں پایا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت (یعنی قول یا فعل) میں پایا؟ تو ابیؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں۔ عمرؓ نے کہا وہ کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جب سلیمان بن داؤد نے بیت المقدس بنانا شروع کیا تو یہ ہونے لگا کہ جب کوئی دیوار بناتے تو صبح کو منہدم ملتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ ان احاطوں میں فلاں آدمی کا حق ہے پہلے اس کو راضی کر دو۔ یہ سن کر عمرؓ نے عباسؓ کو چھوڑ دیا۔ پھر عباسؓ نے اس کے بعد

لہ حضرت عباسؓ اور حضرت عمرؓ میں یہ جھگڑا اصولی تھا حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ [illegible]

بعد ذلك في المسجد وروي نحو
من ذلك عن سعيد بن المسيب
وابن عباس وسالم ابي النضر
وعن كعب قال اوحى الله
الى داود ابن لي بيت المقدس
فشرع فيه ثم اوحى الله
اليه يا داود ارحتك ان تبني
بيتا لي فشرعت بيتا لك
ليس لك ان تبنيه قال يارب فلم
قال ابنك فلما ولي سليمان
اوحى الله اليه ان ابن بيت
المقدس فبناه فلما دخله خر ساجدا
شكرا لله قال يارب من دخله
من خائف فآمنه او من داع فاستجب له
او مستغفر فاغفر له فاوحى الله اليه اني
قد فعلت قال داود اللهم [illegible]
[illegible] وسبعة آلاف شاة و
صنع طعاما ودعا بني اسرائيل اليه
وفي رواية رافع بن عمير ثم اخذ
في بناء المسجد فلما تم السور
سقط ثلاثا فشكى ذلك الى الله
فاوحى الله اليه انك لا تصلح ان
تبني لي بيتا قال ولم يارب قال
لما جرى على يديك من الدماء
قال يارب اولم يكن ذلك في هواك
ومحبتك قال بلى ولكنهم عبادي و
انا ارحمهم فشق ذلك عليه فاوحى
الله اليه لا تحزن فاني ساقضي
بناءه على يدي ابنك سليمان فلما مات داود

اس مکان کو اس مسجد میں شامل کر کے اس کو وسیع کیا۔ اور اسی طرح
روایت کیا گیا ہے سعید بن المسیب اور ابن عباسؓ اور سالمؒ ابی النضر
سے۔ اور کعبؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ اللہ تعالے نے داؤدؑ کے
پاس وحی بھیجی کہ میرے لئے ایک مقدس گھر بناؤ۔ تو انھوں نے
اُس کے مقابلہ پر (یعنی اُس کے سامنے) اپنا گھر (بھی) بنانا شروع
کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ میں نے تجھے حکم دیا
کہ میرے لئے گھر بنا تو نے اُس کے مقابلہ پر اپنا گھر بنانا شروع کر دیا۔
اب تجھے اجازت نہیں کہ اس کو بنائے۔ انھوں نے دعا کی کہ اے
پروردگار پھر میری اولاد میں سے کسی سے بنوا لیجئے۔ فرمایا کہ (ہاں)
تیری اولاد میں (یہ کام مقدر کر دیا گیا ہے)۔ پھر جب سلیمانؑ والی ملک
ہوئے تو اللہ تعالے نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ بیت المقدس بناؤ تو
انھوں نے اس کو بنوایا۔ پھر جب اُس میں داخل ہوئے تو اللہ کے
شکر کے لئے سجدہ میں گر گئے اور دعا کی کہ یا اللہ جو خوف زدہ
شخص اس میں داخل ہو تو اس کو امن دیجئے۔ یا کوئی یہاں دعا
کرے تو اس کو قبول کیجئے۔ یا کوئی مغفرت چاہے تو اس کی مغفرت
کر دیجئے۔ تو اللہ تعالے نے وحی بھیجی کہ میں نے آلِ داؤدؑ کے لئے
دعا کی تخصیص کر دی ہے۔ کعبؓ نے کہا کہ پھر انھوں نے چار ہزار گائے
اور سات ہزار بکریاں ذبح کرائیں اور کھانا بنوایا اور بنی اسرائیل
کو دعوت دی۔ اور رافع بن عمیر کی روایت میں یہ ہے کہ پھر (داؤدؑ
نے) مسجد کی تعمیر شروع کر دی۔ جب دیوار پوری ہو گئی تو گر پڑی
ایسا تین مرتبہ ہوا تو داؤدؑ نے اللہ تعالے سے اس کی شکایت کی تو اللہ
تعالے نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ تم میں یہ صلاحیت نہیں کہ میرے
لئے گھر بناؤ۔ داؤدؑ نے سوال کیا کہ یارب ایسا کیوں ہے۔ فرمایا اس
کہ تیرے ہاتھوں سے خون بہے ہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ یارب کیا
وہ سب آپ کی اطاعت و محبت میں نہیں ہوا۔ فرمایا کہ ہاں لیکن
وہ بھی میرے ہی بندے تھے اور میں اُن پر بھی رحم کرتا ہوں۔
یہ بات داؤدؑ پر شاق گذری تو اُن پر اللہ تعالے نے وحی کی کہ تم
رنج نہ کرو میں اس کے بنانے کا کام تیرے بیٹے سلیمانؑ کے ہاتھوں سے
لینے والا ہوں۔ تو جب داؤد علیہ السلام کا انتقال ہو گیا تو حضرت

فلما فرغ سليمان من بنائه قرّب القرابين وذبح الذبائح وجمع بني إسرائيل فأوحى الله إليه قد أرى سرورك ببنيان بيتي فسلني أعطك قال أسألك ثلاث خصال حكما يصادف حكمك وملكا لا ينبغي لأحد من بعدي ومن أتى هذا البيت لا يريد إلا الصلاة فيه خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أما الاثنتين فقد أعطيهما وأنا أرجو أن يكون قد أعطي الثالثة.

أخرج الترمذي عن عمر بن الخطاب أنه لبس ثوبا جديدا فقال الحمد لله الذي كساني ما أواري به عورتي وأتجمل به في حياتي ثم قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من لبس ثوبا جديدا فقال الحمد لله الذي كساني ما أواري به عورتي وأتجمل به في حياتي ثم عمد إلى الثوب الذي أخلق فتصدق به كان في كنف الله وفي حفظ الله وفي ستر الله حيا وميتا كذا في الكنز. وعن معاذ بن الصاحب قال أخبرني غير واحد أن قاضيا من قضاة الشام أتى عمر فقال يا أمير المؤمنين رأيت رؤيا أفظعتني قال وما رأيت قال رأيت الشمس والقمر يقتتلان والنجوم معهما نصفين قال فمع أيهما كنت قال مع القمر على الشمس فقال عمر وجعلنا

سلیمانؑ نے اس کی تعمیر کا کام شروع کیا۔ جب پورا ہو گیا تو بہت قربانیاں کیں اور بہت جانور ذبح کئے اور بنی اسرائیل کو جمع کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ میرا گھر بنانے سے جو تم خوش ہو رہے ہو میں اس کو دیکھ رہا ہوں۔ تو مجھ سے سوال کرو میں تجھے دوں گا۔ سلیمانؑ نے عرض کیا کہ میں آپ سے تین باتیں مانگتا ہوں۔ ایسا حکم جو آپ کے حکم سے موافقت رکھے (یعنی میرا کوئی حکم آپ کی رضا کے خلاف نہ ہو) اور ایسی بادشاہی جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو اور جو شخص اس گھر میں آئے اور صرف اس میں نماز پڑھنے کے لئے آئے اور کوئی ارادہ نہ ہو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے جس طرح اُس دن تھا جب اس کی ماں نے اُس کو جنا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو باتیں تو اُن کو عطا کر دی گئیں اور میں اُمید کرتا ہوں کہ تیسری بھی منظور ہو چکی ہے۔ (کنز) ترمذی نے روایت کیا ہے عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے نیا کپڑا پہنا پھر کہا الحمد للہ الذی الخ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے لباس پہنایا جس سے میں اپنی ستر پوشی کرتا ہوں اور اس سے اپنی زندگی میں جمال حاصل کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس نے نیا کپڑا پہنا پھر کہا الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ فی حیوتی پھر اپنے پرانے کپڑے اُتار کر صدقہ میں دیدے وہ اللہ تعالیٰ کی امان اور اللہ کی حفاظت میں رہے گا اور اللہ کی چادر میں رہے گا زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔ (کنز) معاذ بن الصاحب سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مجھے کئی آدمیوں نے یہ خبر دی کہ شام کے قاضیوں میں سے ایک قاضی عمرؓ کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ میں نے ایک خواب دیکھا جس نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ آپ نے کہا کیا دیکھا۔ کہا کہ میں نے سورج اور چاند کو آپس میں قتال کرتے دیکھا اور اُن دونوں کے ساتھ ستارے بھی ہیں آدھے ایک کے ساتھ اور آدھے دوسرے کے ساتھ۔ عمرؓ نے کہا کہ تو اُن دونوں میں سے کس کے ساتھ تھا؟ اُس نے کہا کہ میں چاند کے ساتھ تھا سورج کے مقابلہ پر۔ تو عمرؓ نے کہا وَجَعَلْنَا

كان بيني وبينها ملك يسترني حتى ذهبت. وروي نحو ذلك عن أسماء بنت أبي بكر الصديق عن أبي بكر الصديق. وعن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم قال رأيت ولد الحكم بن أبي العاص على المنابر كأنهم القردة وأنزل الله في ذلك وما جعلنا الرؤيا التي أريناك إلا فتنة للناس والشجرة الملعونة يعني الحكم وولده. وروي قريب من ذلك عن سهل بن سعد ويعلى بن مرة والحسين بن علي وسعيد بن المسيب وعائشة. وعن عمر بن الخطاب عن النبي صلى الله عليه وسلم في قوله أقم الصلاة لدلوك الشمس قال زوال الشمس. وعن قتادة في قوله رب أدخلني مدخل صدق الآية أخرجه الله من مكة مخرج صدق وأدخله المدينة مدخل صدق قال وعلم نبي الله صلى الله عليه وسلم أنه لا طاقة له بهذا الأمر إلا بسلطان فسأل سلطانا نصيرا لكتاب الله وحدوده وفرائضه ولإقامة كتاب الله فإن السلطان عزة من الله جعلها بين أظهر عباده لولا ذلك لأغار بعضهم على بعض وأكل شديدهم ضعيفهم. وعن عمر بن الخطاب قال والله لما يزع الله بالسلطان أعظم مما يزع بالقرآن. وعن محمد بن سيرين قال نبئت أن أبا بكر كان إذا قرأ خفض وكان عمر إذا قرأ

میرے اور اُس کے درمیان ایک فرشتہ تھا جس نے مجھے اپنی آڑ سے چھپائے رکھا یہاں تک کہ وہ چلی گئی۔ اور اسی طرح روایت ہے اسماء بنت ابی بکرؓ سے اور وہ روایت کرتی ہیں ابوبکر صدیقؓ سے۔ اور روایت ہے ابن عمرؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا حکم بن ابی العاص کی اولاد کو منبروں پر (اچھلتے ہوئے) گویا وہ بندر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسی کے بارے میں یہ آیت نازل کی وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي (۱۷: ۶۰) اور ہم نے جو تماشا آپ کو دکھایا تھا اور جس درخت کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے ہم نے ان دونوں چیزوں کو ان لوگوں کے لئے موجب گمراہی کر دیا۔ الشجرۃ الملعونۃ سے مراد حکم اور اس کی اولاد ہے۔ اور اسی کے قریب روایت ہے سہل بن سعد اور یعلیٰ بن مرہ اور حسین بن علی اور سعید بن المسیب اور عائشہؓ سے۔ اور عمر بن الخطابؓ روایت ہے وہ روایت کرتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے دربارہ قول حق تعالیٰ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ (۱۷: ۷۸) آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے تک نمازیں ادا کیا کیجئے کہ دلوک الشمس کی تفسیر ہے زوال الشمس۔ قتادہؓ سے مروی ہے رَبِّ أَدْخِلْنِي (۱۷: ۸۰) اے میرے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو] اخرجہ اللہ الآیۃ یعنے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ سے نکالا۔ یہ مخرج صدق ہے اور مدینہ میں داخل کیا، یہ مدخل صدق ہے۔ قتادہؓ نے کہا اور اللہ کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ ان میں اس امر کی طاقت نہیں ہو گی بغیر "سلطان" کے تو آپ نے (بحکم الٰہی) سوال کیا "سلطانا نصیرا" کا (یعنی قوت وغلبہ مدد پہنچانے والا) کتاب اللہ کے حفظ اور حدود اللہ اور اس کے فرائض اور کتاب اللہ کے قائم کرنے میں مدد پہنچنے کا کیونکہ "سلطان" ایک غلبہ (یعنی رعب) ہے اللہ کی طرف سے جو وہ اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کر دیتا ہے اور اگر یہ نہ ہو تو بعض بعض کو لوٹ لے اور طاقتور کمزور کو کھا جائے۔ اور عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ جو با عظمت کلمات لائے ہیں ان میں "سلطان" سے زیادہ با عظمت کوئی کلمہ نہیں۔ محمد بن سیرینؒ سے مروی ہے کہ مجھ کو خبر پہنچی کہ ابوبکرؓ پست آواز سے قرأت کرتے تھے اور عمرؓ بلند آواز سے قرأت کرتے تھے

تجهر. فقيل لأبي بكر: لم تصنع هذا؟ قال: أناجي ربي وقد عرف حاجتي. وقيل لعمر: لم تصنع هذا؟ قال: أطرد الشيطان وأوقظ الوسنان. فلما نزلت ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها قيل لأبي بكر ارفع شيئا وقيل لعمر اخفض شيئا. وروى مسلمة عن الربيع بن انس.

تو بلند آواز سے کرتے تھے۔ تو ابو بکرؓ سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ میں اپنے رب سے مناجات کرتا ہوں اور وہ میری حاجت کو جانتا ہے۔ اور عمرؓ سے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ میں شیطان کو دھکیلتا ہوں اور اونگھنے والوں کو جگاتا ہوں۔ پھر جب آیت نازل ہوئی: ولا تجهر بصلاتك (بنی اسرائیل ۱۱۰) اور اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیے اور نہ بالکل چپکے ہی چپکے پڑھیے۔ تو ابو بکرؓ سے کہا گیا کہ ذرا اونچی آواز کیجئے۔ اور عمرؓ سے کہا گیا کہ ذرا نیچی آواز کیجئے۔ اور اس کی مثل مروی ہے ربیع بن انس سے۔

آیات سورۃ الکہف

قال الله تعالى: واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه ولا تعد عيناك عنهم تريد زينة الحياة الدنيا ولا تطع من أغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه وكان أمره فرطا. وقل الحق من ربكم فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر إنا أعتدنا للظالمين نارا أحاط بهم سرادقها وإن يستغيثوا يغاثوا بماء كالمهل يشوي الوجوه بئس الشراب وساءت مرتفقا.

شرح ملخص (واصبر نفسك) (الکہف ۲۸ تا ۳۱) اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے ہٹنے نہ پائیں اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا (یہ) حال حد سے گزر گیا ہے۔ اور آپ کہہ دیجئے کہ (یہ دین) حق تمہارے رب کی طرف سے (آیا) ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لے آوے اور جس کا جی چاہے کافر رہے بیشک ہم نے ایسے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں ان کو گھیرے ہوں گی اور اگر (پیاس سے) فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جاوے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا منہوں کو بھون ڈالے گا کیا ہی برا پانی ہوگا اور دوزخ (بھی) کیا ہی بری جگہ ہوگی۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کریں گے جو اچھی طرح کام کو کرے (یعنی) ایسے لوگوں کے لئے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے (مساکن کے) نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جاویں گے اور سبز رنگ کے کپڑے باریک اور دبیز ریشم کے پہنیں گے۔ اور

تفسیر گوید مے عنہ خدا تعالیٰ پیغمبر خود را
صلے اللہ علیہ وسلم آداب تعلیم ے
فرماید ہرچند وی صلے اللہ علیہ وسلم
بخلق عظیم متصف بود لیکن تا دستور شود
امت را اوّلاً اشارہ میکند تلاوت کتاب
اللہ ثانیاً میفرماید حبس کن نفس خود را با آن
جماعہ کہ میخوانند پروردگار خود را طلب کناں
رضاء او را و باید کہ تجاوز نکنند چشمان
تو از ایشان طلب کناں زینت زندگانی
دنیا را و فرمان مبر کسے را کہ غافل ساختیم
دل او را از ذکر خود و پیروی کرد
خواہش نفس خود را بود شدہ کار او
از حد گذشتہ حاصل کلام آن است
کہ باید از فقرائے مومنین کہ بعبادت
الٰہی صبح و شام مشغول اند صحبت دار
و با اہل تمول مجالست مکن الا بقدر ضرورت
دعوت و تعلقات دنیویہ ایشان تا یک
مقدار و آن تعلقات را بنظر استحسان
مبین ثالثاً خدای تعالیٰ عذاب متقین
کفار و ثواب فقرائے مومنین بیان می
فرماید انا اعتدنا للظلمین نارا و ان
الذین اٰمنوا و عملوا الصٰلحٰت انا لا
نضیع اجر من احسن عملا الاٰیتا
مثلے ضرب میکند کہ قصہ کافر متمول و مومن فقیر است
واضرب لہم مثلا رجلین و رسا تشبیہ میدہد تعلقات
حیات دنیا را بسبزہ زمین کہ عنقریب خشک شود و
از ہم ریزہ ریزہ شود و میفرماید المال والبنون زینۃ
والباقیات الصالحات را کہ عبادات و ذکر خدا تعالیٰ
است بقائے سرمد اثبات می فرماید

اور وہاں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا صلہ
ہے اور (بہشت) کیا ہی اچھی جگہ ہے۔ تفسیر عزیزی میں کہتا ہے کہ خدا
تعالیٰ اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو زہد کے آداب تعلیم فرماتے
ہیں۔ ہرچند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم سے متصف تھے
(اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ) لیکن اس تعلیم کا مخاطب آپ کو اس لئے
کیا گیا ہے تاکہ امت کے لئے دستور العمل مقرر ہو جائے۔ اوّلاً ارشاد
فرماتے ہیں تلاوت قرآن مجید کے بارے میں۔ دوم فرماتے ہیں کہ
اپنے نفس کو اس جماعت کے ساتھ محبوس رکھو جو اپنے رب کو اس کی
رضا کے حصول کی وجہ سے پکارتے رہتے ہیں اور چاہئے کہ تمہاری
نگاہ اُن سے دنیوی زندگی زیب زینت کے باعث کبھی نہ ہٹے۔
اور ایسے شخص کا کہنا کبھی نہ مانئے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے
غافل کر دیا ہے اور اس نے خواہش نفس کی جانب اپنا رُخ پھیر لیا۔
اور اس کا کام حد سے گزر چکا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایسے مومنین فقراء
کے ساتھ ہم نشینی رکھئے جو صبح و شام اللہ کی عبادت (و فرمانبرداری)
میں مشغول ہیں اور مالدار لوگوں کے ساتھ مجالست اتنی رکھئے جتنی
دعوت (یعنی دعوت تبلیغ) کے لئے ضروری ہوتی ہے اور اُن کی
دنیوی عیش و دولت کو نظر استحسان سے نہ دیکھو۔ سوم خدا تعالیٰ
مالدار کفار کے عذاب اور فقراء مومنین کے ثواب کو بیان فرماتا ہے
اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا (یعنی ہم نے کافروں کے لئے عذاب
تیار کر رکھا ہے) اور اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الاٰیۃ (پ ۱۵ ع ۱۶) یعنی جو
لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ہم ایسوں کا اجر
ضائع نہ کریں گے جو اچھی طرح کام کو کرے۔ چہارم ضرب المثل
کے طور پر ایک مالدار کافر اور فقیر مومن کا قصہ بیان فرماتے ہیں
وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ الاٰیۃ (پ ۱۵ ع ۱۷) اور آپ ان لوگوں
سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے الخ۔ پنجم دنیاوی حیات کی مثال
کو زمین پر پیدا ہونے والی سبزی سے تشبیہ دیتے ہیں جو عنقریب
خشک ہو جائے اور (خشک ہو کر) ریزہ ریزہ ہو جائے اور اسی
طرح مال و اولاد سب زائل ہونے والی چیزیں ہیں اور باقیات
صالحات جس سے مراد ذکر اللہ ہے اس کے لئے بقائے دوام ثابت فرماتے ہیں

باز تفسیر سیوطی زین سورہ کہف ست
پس بگیر کہ حق تعالیٰ حسنے بیغامبر خود را
صلی اللہ علیہ وسلم بمصاحبت ایشان
امر فرمود و ذکر صبح و شام ایشان یاد
و وعدہ نعیم مقیم بمشہد الا جماعین
اولین کہ بکثرت ذکر موصوف بودند
واز اول فقیر بودند یا بر فقراء اللہ ساختہ
اللہ صرف اموال نمودہ فقیر گشتند
اینان اعظم انواع تشریف است آنچہ مدعا
و ہو المقصود عن زید بن وہب ان
عمر قرأ فی الفجر بالکہف و عن صفیۃ
بنت ابی عبید نحو ذلک و عن عثمان
ابن عفان انہ سئل ما الباقیات الصالحات
قال ہی لا الہ الا اللہ وسبحان اللہ
والحمد للہ واللہ اکبر ولا حول ولا
قوۃ الا باللہ و عن عمر بن الخطاب
انہ سمع رجلا ینادی یا ذا القرنین فقال
اللہم اغفر اما رضیتم ان تسموا باسماء الانبیاء
فما بالکم و اسماء الملائکۃ و روی
عن خالد بن معدان مرسلا عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ سئل
عن ذی القرنین فقال ملک مسح الارض
من تحتہا بالاسباب و عن عمر بن الخطاب قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ فی لیلۃ
فمن کان یرجو لقاء ربہ الآیۃ کان لہ نور من
عدن ابین الی مکۃ حشوہ الملائکۃ۔

پھر تفسیر کہتے ہیں کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے لہذا وہ جماعت
جن کی ہمنشینی کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم
دیا ہے اور ان کی مدح وستائش کرتے ہیں کہ یہ لوگ صبح شام خدا
کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور ان کو دائم رہنے والی نعمتوں کا وعدہ
دیا ہے یہ کوئی نہیں ہو سکتی بجز مہاجرین اولین کے جو کثرت
ذکر سے موصوف تھے اور پہلے ہی سے فقیر تھے یا اپنے اموال اللہ کے
نام پر اللہ کی رضا کے لئے فقراء پر خرچ کر کے فقیر ہوگئے۔ تو یہ ان کا
اکرام کی بہت بڑی قسم ہے اس جماعت کے حق میں۔ اور یہی مطلب
مقصود ہے۔ اور زید بن وہب سے مروی ہے کہ عمرؓ نے نماز فجر میں سورۃ
کہف پڑھی۔ اور صفیہ بنت ابی عبید سے بھی اسی طرح مروی ہے۔
اور عثمانؓ بن عفان سے مروی ہے کہ ان سے باقیات صالحات کا
مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ہیں لا الہ الا اللہ اور
سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر اور لا حول ولا قوۃ الا
باللہ۔ اور مروی ہے عمر بن الخطاب سے کہ انہوں نے ایک شخص کو
یا ذا القرنین پکارتے ہوئے سنا تو اس سے کہا کہ اب تم نے انبیاء
کے نام رکھنے چھوڑ کر فرشتوں کے ناموں کے بارے میں کیا ارادہ کیا
اور مروی ہے خالد بن معدان سے جو بطور مرسل روایت کرتے
ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ سے ذو القرنین کے بارے میں
پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک بادشاہ تھا جو زمین کو فتح کرتا
پھرا اپنے ساز وسامان کے ساتھ۔ مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے انہوں نے
بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رات
میں پڑھا فمن کان یرجو لقاء ربہ آخر تک اس کو اتنا نور
دیا جائے گا جو عدن ابین سے مکہ تک ہو اس میں ملائکہ بھرے ہوئے
ہوں گے۔

آیات سورۃ مریم

قال اللہ تعالی اولئک الذین انعم اللہ علیہم
من النبیین من ذریۃ آدم وممن حملنا مع
نوح ومن ذریۃ ابراہیم واسرائیل

اولئک الذین انعم (۱۹: ۵۸-۶۳) یہ وہ لوگ ہیں جن پر
اللہ تعالیٰ نے خاص انعام (یعنی منصب نبوت) فرمایا ہے منجملہ (دیگر) انبیاء کے
آدم کی نسل سے اور ان لوگوں کی نسل سے جن کو ہم نے نوح کے
ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم اور یعقوب کی نسل سے اور بعض

۱؎ عدن ابین [illegible]

مِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩ فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ ۖ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا ۖ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَن كَانَ تَقِيًّا

تفسیر: بدانکه خدای تعالی احوال انبیاء صلوات الله علیهم بیان میفرماید بعد
ازان میگوید أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم
ایشان اند آن گروه که انعام کرد خدا بر ایشان از
جمله پیغامبران چون خوانده می شد بر ایشان آیات
خدای تعالی بروی در می افتادند سجده کنان و
گریان فخلف من بعدهم پس از پی ایشان در آمدند
ایشان را ناخلفان بد که ضائع ساختند نماز
را یعنی حقوق صلوة را ادا نکردند و پیروی نمودند
خواهش نفس را پس نزدیک است که بخورند
جزای گمراهی الا من تاب لیکن کسی که توبه
کرد از اعمال زشت خود و عمل آورد کار
شائسته پس ایشان در آیند به بهشت و کم کرده
نشود از اجور عمل ایشان چیزی آن بهشت
بهشت باشد همیشه ماندن آن باغهائی که
وعده داده است خدای تعالی بندگان خود را دیده
هرآئینه هست وعده او البته آینده نشنوند آنجا
سخن بیهوده لیکن بشنوند سلام بر یک دیگر و
ایشان راست روزی ایشان گاه و بیگاه

حضرات ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت فرمائی اور
ان کو مقبول بنایا جب ان کے سامنے (حضرت) رحمٰن کی آیتیں
پڑھی جاتی تھیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے (زمین پر)
گر جاتے تھے۔ پھر ان کے بعد (بعض) ایسے ناخلف پیدا ہوئے
جنھوں نے نماز کو برباد کیا اور (نفسانی ناجائز) خواہشوں کی
پیروی کی سو یہ لوگ عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے ہاں
مگر جس نے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور نیک کام کرنے لگا
سو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جاوے گا
اور ہمیشہ رہنے کے باغ جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ
وعدہ فرمایا ہے (اور) اس کے وعدے کی ہوئی (چیز) کو یہ لوگ
ضرور پہنچیں گے۔ اس (جنت) میں وہ لوگ کوئی فضول بات نہ
سننے پاویں گے بجز سلام کے اور ان کو ان کا کھانا صبح و شام ملا
کرے گا۔ یہ جنت (جس کا ذکر ہوا) ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں
سے اس کا مالک ایسے لوگوں کو بنا دیں گے جو خدا سے ڈرنے والا ہو۔
فقیر کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ انبیاء علیہم الصلوات والسلام کے حالات ذکر
کرتے ہوئے فرماتے ہیں أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم
کہ یہ ہیں وہ گروہ پیغمبروں میں سے کہ انعام کیا خدا نے ان پر جب
پڑھی جاتی تھیں ان کے سامنے خدا تعالیٰ کی آیتیں تو وہ اوندھے
منہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے فخلف من بعدهم
پھر ان کے بعد ایسے برے جانشین آئے کہ انھوں نے ضائع کردیا
نماز کو یعنی نماز کے حقوق کو ادا نہ کیا اور انھوں نے پیروی کی
خواہش نفس کی تو قریب ہے کہ وہ گمراہی کی سزا بھگتیں الا من تاب
لیکن جس نے کہ اپنے برے اعمال سے توبہ کرلی اور شائستہ کام عمل میں
لایا۔ تو ایسے ہی لوگ ہوں گے جو بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کے
اعمال کی جزاؤں میں کمی نہ کی جاوے گی۔ وہ بہشت کیا ہے؟ ہمیشہ
رہنے والے باغ ہیں جو ایسے باغ ہیں جن کا وعدہ خدا تعالیٰ نے
اپنے بندوں سے کیا ہے جو نظروں سے نہیں دیکھے۔ یقیناً خدا کا
وعدہ پورا ہونے والا ہے۔ وہاں کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے
لیکن ایک دوسرے پر سلام کہیں گے اور صبح شام ان کو روزی ملا کرے گی

اینست آن بہشت کہ وارث آن می سازیم از بندگان خود کسے را کہ باشد پرہیزگار۔ حاصل کلام آن است کہ بعد انقراض عصر انبیاء جماعتی پیدا شدند کہ برخلاف سیرت ایشان رفتند و این اشارت است بہ یہود و نصاریٰ کہ در دین خود تحریف و تبدیل کردند و معانی دین را از دست دادند و بہمان اسم یہودیت و نصرانیت اکتفا کردند و طمع لحوق بانبیاء صلوات اللہ علیہم نمودند و جزائے ایشان این است کہ برخوردند روز قیامت بجزائے گمراہی خود۔ بعد ازان می ستاید مؤمنان امت مرحومہ را و ایشان را بجنات عدن وعدہ میدہد و در ضمن کلام اشارہ میفرماید کہ دعویٰ یہود و نصاریٰ کہ ما تابع انبیاء ماضیین ہستیم باطل است تابعان انبیاء ماضیین مؤمنین این امت مرحومہ اند باز فقیر میگوید کہ ظاہر حال بر آن است کہ ہمیں در وقت نزول سورۂ مریم بدین صفات متصف بودند تا مدار حکم بر آن باشد نہ فرض و معلوم نیست کہ در وقت نزول سورۂ غیر سابقین مؤمنین از مہاجرین اولین موجود بودند پس ایشان اند مشرف بدین تشریف متوقع باین مواعید عظیمہ۔

قال اللہ تعالیٰ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِئْيًا ○ قُلْ مَن كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَٰنُ مَدًّا حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ

یہ وہ جنت ہے کہ جس کا وارث اپنے بندوں میں سے ہم اس کو بناتے ہیں جو پرہیزگار ہو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انبیاء کا زمانہ گزرنے کے بعد ایسی جماعتیں پیدا ہو گئیں جو ان کی سیرت کے برخلاف چلیں اور یہ اشارہ ہے یہود و نصاریٰ کی طرف جنہوں نے اپنے دین میں تحریف و تبدیل کر دی اور دینداری کے حقائق کو ہاتھ سے کھو دیا اور صرف یہودیت اور نصرانیت کے نام پر اکتفاء کر لیا اور یہ طمع قائم کر لی کہ ہم انبیاء صلوات اللہ علیہم سے جا ملیں گے ان کی گمراہی کی سزا ان کو قیامت کے دن ملے گی۔ اس کے بعد امت مرحومہ کی تعریف کرتے ہیں اور ان کو جنات عدن کا وعدہ دیتے ہیں اور ضمن کلام میں اشارہ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ ہم گزشتہ انبیاء کی پیروی کرتے ہیں باطل ہے گزشتہ انبیاء کی پیروی کرنے والے وہ اس امت مرحومہ کے مؤمنین ہیں۔ پھر فقیر کہتا ہے کہ ظاہر حال اس پر دلالت کرتا ہے کہ سورۂ مریم کے نازل ہونے کے وقت جو جماعت کہ اس صفت سے متصف تھی بات کا مدار بھی ان ہی پر ہونا چاہئے نہ محض فرض کر لینے پر۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس سورت کے نزول کے زمانہ میں بجز مؤمنین سابقین کے جو مہاجرین اولین ہیں دوسرے مسلمان موجود ہی نہ تھے اس لئے اس شرافت سے مشرف ہونے والے اور ان اعلیٰ وعدوں کے امیدوار وہی ہو جانے چاہئیں اور یہی ہمارا مقصود ہے۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا (الیٰ) مَّا يُوعَدُونَ (اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ دونوں فریقوں میں مکان کس کا زیادہ اچھا ہے اور محفل کس کی اچھی ہے اور ہم نے ہمیشہ ان سے پہلے بہت سے ایسے گروہ ہلاک کئے ہیں جو سامان اور نمود میں ان سے بھی زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ گمراہی میں پڑے ہیں (یعنی تم) رحمٰن ان کو ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اس کو دیکھ لیں گے خواہ عذاب کو (دنیا میں) خواہ قیامت کو (دوسرے عالم میں)

زیادۂ جاہ و باعتبار کثرتِ اعوان و انصار نیست بلکہ باعتبار اعمالِ خیر است باز فقیر گوید استنباطِ تفاضل بحیثیتِ حسب و نسب و اعتبارِ آن از حیثیتِ سوابقِ اسلامیہ اصلِ عظیم است در باب تفاضلِ صحابہ فیما بینہم عن الشعبی قال کتب قیصر الی عمرؓ بن الخطاب ان رسلی اتتنی من قبلک فزعمت ان قبلکم شجرۃ لیست بخلیقۃ لشیء من الخیر تخرج مثل آذان الحمیر ثم تشقق عن مثل اللؤلؤ الابیض ثم تصیر مثل الزمرد الاخضر ثم تصیر مثل الیاقوت الاحمر ثم تینع و تنضج فتکون کأطیب فالوذج اُکل ثم تیبس فتکون عصمۃ للمقیم و زادًا للمسافر فان تکن رسلی صدقتنی فلا اری ہذہ الشجرۃ الا من شجر الجنۃ فکتب الیہ عمرؓ ان رسلک قد صدقوک ہذہ الشجرۃ عندنا ہی الشجرۃ التی انبتہا اللہ علی مریم حین نفست بعیسیٰ و عن عمر بن الخطاب انہ قرأ مریم فسجد ثم قال ہذا السجود فاین البکاء و عن عبد اللہ بن عامر بن ربیعۃ قال اغتسلت انا و آخر فرآنا عمرؓ بن الخطاب و احدنا ینظر الی صاحبہ فقال انی اخشی ان تکونا من الخلف الذین قال اللہ فخلف من بعدہم خلف

جاہ و مرتبۂ دنیاوی کی زیادتی کے اعتبار سے اور یاروں اور مددگاروں کی کثرت کے اعتبار سے نہیں ہے۔ بلکہ اعمالِ خیر کے اعتبار سے ہے۔ پھر فقیر کہتا ہے کہ حسب و نسب کی حیثیت سے ایک دوسرے پر فضیلت کو ملاحظہ کرنا اور سوابقِ اسلامیہ کی حیثیت سے تفاضل کا اعتبار کرنا یہ اصلِ عظیم (یعنی معیاری قاعدہ) ہے صحابہؓ کے باہمی تفاضل میں۔ اب تم غور و فکر کر لو۔ تو روایت ہے شعبی سے انھوں نے بیان کیا کہ قیصرِ روم نے عمرؓ بن الخطاب کو لکھا کہ میرے ایلچی آپ کے پاس سے میرے یہاں پہنچے وہ یہ خیال رکھتے ہیں کہ آپ کے یہاں ایسا درخت ہوتا ہے جس کو پیدا کرنے کے لئے کچھ مال نہیں خرچ کرنا پڑتا وہ (درخت) نکالتا ہے گدھے کے کانوں کی مانند۔ پھر پھوٹتا ہے (اس میں سے) نکلتا ہے سفید موتی جیسا، پھر وہ سبز زمرد جیسا ہو جاتا ہے پھر سرخ یاقوت کی مانند ہو جاتا ہے پھر گدرا ہوتا ہے اور پکتا ہے تو عمدہ فالودے کی مانند ہو جاتا ہے۔ اسے کھایا جاتا ہے پھر خشک ہو جاتا ہے تو مقیم کے لئے (بھوک) بچنے کا ذریعہ اور مسافر کے لئے زادِ راہ ہوتا ہے۔ تو اگر میرے ایلچیوں نے مجھ سے سچ بولا ہے تو میں نہیں سمجھتا مگر یہ کہ یہ درخت جنت کے درختوں میں سے ہے۔ تو عمرؓ نے اس کو (جواب) لکھا کہ تمہارے ایلچیوں نے تم سے سچ کہا ہے۔ یہ درخت جو ہمارے یہاں ہے یہ وہی درخت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مریمؑ پر اگایا تھا جب وہ حاملہ ہوئی تھیں عیسیٰ علیہ السلام سے (یعنی کھجور کا درخت ہے وَہُزِّی اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَۃِ الخ) اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ انھوں نے سورۂ مریم پڑھی پھر سجدہ کیا اور فرمایا کہ یہ سجدہ تو ہو گیا مگر رونا کہاں ہے۔ اور عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے مروی ہے انھوں نے بیان کیا کہ میں نے اور ایک دوسرے شخص نے غسل کیا ہم کو عمرؓ بن الخطاب نے دیکھ لیا اور ہم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو دیکھتا بھی تھا تو فرمایا کہ مجھے اس امر کا اندیشہ ہے کہ تم دونوں وہ خلف (یعنی بعد میں آنے والے لوگ) نہ بن جاؤ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِہِمْ خَلْفٌ الخ (۱۹:۵۹) پھر ان کے بعد (بعض) ایسے ناخلف پیدا ہوئے

لہ یعنی سورۂ مریم میں سجدہ کے موقع پر خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُکِیًّا آیا ہے اس لئے سجدے کے ساتھ رونا بھی تو چاہئے تھا

اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا عن ابی بكر الصديق قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قال فی دبر الصلوٰة بعد ما يسلم هؤلاء الكلمات كتبه ملك فی رق ثم ختم بخاتم ثم رفعه له يوم القيامة فاذا بعث الله العبد من قبره جاءه الملك ومعه الكتاب ينادی اين اهل العهود حتى يدفع اليهم والكلمات ان يقول اللهم فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة الرحمن الرحيم انی اعهد اليك فی هذه الحيوة الدنيا انك انت الله الذی لا اله الا انت وحدك لا شريك لك وان محمدا عبدك ورسولك فلا تكلنی الى نفسی فانك ان تكلنی الى نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخير وانی لا اثق الا برحمتك فاجعل رحمتك عهدا لی عندك تؤديه لی يوم القيامة انك لا تخلف الميعاد۔

جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور (نفسانی تقاضوں) کی پیروی کی سو یہ لوگ عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے۔ ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر نماز کے پیچھے سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات کہے گا اس کو فرشتہ ایک کاغذ پر لکھے گا پھر ایک انگوٹھی سے اس پر مہر لگا دے گا۔ پھر اس کو (محفوظ) رکھے گا یہاں تک کہ قیامت تک پھر جب اللہ تعالیٰ اس بندے کو قبر سے اٹھائے گا تو اس کے پاس فرشتہ آئے گا اور اس کے ساتھ وہ تحریر ہوگی اور وہ پکارے گا کہ عہدوں والے کہاں ہیں کہ یہ عہد ان کو دیئے جائیں۔ اور وہ یہ ہیں جو وہ کہے اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ الخ ترجمہ۔ اے اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والے رحمٰن اور رحیم میں آپ سے عہد کرتا ہوں اس دنیوی زندگی میں کہ آپ اللہ ہیں ایسے کہ کوئی معبود نہیں آپ کے سوا تنہا آپ کی یکتائی کا اقرار کرتا ہوں۔ آپ کا کوئی شریک نہیں اور محمد آپ کے بندے اور آپ کے رسول ہیں پس آپ مجھے میرے نفس کے حوالے کر کے نہ چھوڑ دیجئے۔ اگر آپ نے مجھے نفس کے حوالے کر دیا تو یہ مجھے شر سے قریب اور خیر سے دور کر دے گا اور میں وثوق نہیں رکھتا مگر صرف آپ کی رحمت پر تو اپنی رحمت کو میرے لئے اپنی طرف سے عہد کا سبب قرار دیجئے جس کو آپ ادا کریں مجھے قیامت کے دن بیشک آپ وعدہ کے خلاف نہیں کرتے۔

آیات سورۂ طٰہٰ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ الخ (پ ۱۶ ع ۲)

قال الله تعالى قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ۞ وَيَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ۞ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ۞ يَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ۞ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ۞ هٰرُوْنَ اَخِی ۞ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِیْ ۞ وَاَشْرِكْهُ فِیْٓ اَمْرِیْ ۞ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۞

عرض کیا اے رب میرے میرا حوصلہ فراخ کر دیجئے۔ اور میرا (یہ) کام (تبلیغ کا) آسان فرما دیجئے۔ اور میری زبان پر سے بستگی (لکنت) کو ہٹا دیجئے۔ تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے واسطے میرے کنبہ میں سے ایک معاون مقرر کر دیجئے۔ یعنی ہارون کو کہ میرے بھائی ہیں۔ ان کے ذریعہ سے میری قوت کو مستحکم کر دیجئے۔ اور ان کو میرے (اس تبلیغ کے) کام میں شریک کر دیجئے۔ تاکہ ہم دونوں آپ کی خوب کثرت سے پاکی (شرک و نقائص سے) کا بیان کریں۔ اور

وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ۝ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ۝ تقریر کرد رب العزة تبارک و تعالیٰ حضرت موسیٰؑ را بجانب فرعون فرستاد و آنحضرت بعض سوالات ضروریہ کہ بغیر آن تحمل اعباء رسالت متعذر باشد طلب نمودند اکنون تفصیل آن باید شنید از جملۂ سوالات سوالی ہست کہ بنفس حضرت موسیٰؑ تعلق دارد رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي و این از جملہ ضروریات تحمل اعباء رسالت است تا شرح صدر نباشد ہر سوال را جواب بصواب میسر نیاید و تیسیر امور از جہت غیب نباشد مکائد اعداء کہ بادشاہان زمین باشند بوجود نیاید و تا فصاحت لسان نبود تبلیغ رسالت رب العزة بالغ وجہ صورت نگیرد و از جملہ آنہا سوالی ہست کہ با عانت دیگری در امر رسالت تعلق دارد و این را بوزارت تعبیر رفتہ و در جای دیگر بہ رِدْءًا يُّصَدِّقُنِي تقریر کردہ شدہ باز اینجا سہ صفت درباب وزیر طلب کردند یکی مِنْ أَهْلِي هَارُونَ أَخِي و این وصف از جہت خصوص حال بود کہ حضرت موسیٰؑ را غیر حضرت ہارونؑ دران وقت کسی باین نصرت قیام نمی توانست نمود نہ شرط وزارت مطلقاً بقرینہ آنکہ حضرت موسیٰؑ حضرت یوشعؑ را کہ از سبط موسیٰؑ بود خلیفہ خود ساخت و خلافت ابلغ است از وزارت آنچہ در وزارت مطلوب میشود مرد صاحب قوت و مروت است کہ قوم از حل و عقد وی حساب میگرفتہ باشند و در خلافت زیادہ ازان باشتراک بہ پیغمبر و مبدأ اعلیٰ کہ

آپ کا خوب کثرت سے ذکر کریں۔ بیشک آپ ہم کو دیکھ رہے ہیں۔

تقریر: کہتا ہے کہ رب العزت تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے پاس بھیجا اور آنحضرت نے ذات حق تعالیٰ سے بعض ایسے ضروری سوالات طلب کئے ہیں کہ بغیر بار رسالت کا تحمل دشوار ہوتا ہے۔ اب ان کی تفصیل سنئے۔ ان سوالات میں سے ایک سوال ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات سے تعلق رکھتا ہے یعنی رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي اور یہ رسالت کے بار کے تحمل کرنے کے لئے منجملہ ضروریات ہے کیونکہ جب تک فراخ حوصلگی نہ ہوگی ہر سوال کا جواب بصواب دینا میسر نہیں آسکتا۔ اور جب تک عالم غیب کی طرف سے امور کو آسان نہیں کر دیا جائے گا ایسے دشمنوں کے مقابلہ پڑ جانا جو روئے زمین کے بادشاہ ہوں وجود میں نہیں آسکتا اور جب تک زبان میں فصاحت نہیں ہوگی رب العزت کے پیغاموں کو عمدہ طور پر پہنچا دینے کی کوئی صورت نہ بنے گی۔ اور ان سوالات میں سے ایک سوال ہے جو امر رسالت کی تکمیل کے لئے کسی دوسرے شخص کی اعانت سے تعلق رکھتا ہے اور اس کو وزارت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور دوسری جگہ پر رِدْءًا يُّصَدِّقُنِي (ص ۲۸: ۳۴) (ہارون کو بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ رسالت دے دیجئے کہ وہ میری تقریر کی تائید و تصدیق کریں گے) کے عنوان سے بیان فرمایا گیا ہے۔ پھر وزارت کے بارے میں آپ نے تین صفات طلب کی ہیں۔ ایک مِنْ أَهْلِي هَارُونَ أَخِي اور یہ وصف (یعنی بھائی ہونا) خصوصیت حال کی بناء پر ہے کہ بجز حضرت ہارونؑ کے اس وقت میں اور کوئی ایسا شخص موجود نہیں تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کے لئے کھڑا ہو سکے۔ یہ صفت مطلقاً شرط وزارت نہیں تھی اس قرینہ سے کہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت یوشعؑ کو جو کہ موسیٰؑ کی اولاد میں سے نہیں تھے اپنا خلیفہ بنایا تھا اور خلافت وزارت سے زیادہ رکھتی ہے۔ وزارت میں صرف یہ بات مطلوب ہوتی ہے کہ ایسا شخص ہو جو صاحب قوت و وجاہت ہو کہ قوم امور کے سلجھانے الجھانے کے موقع پر اس کی بات سے اثر پذیر ہو سکے اور خلافت میں اس سے یہ بات زیادہ ہوگی کہ پیغمبر کے ساتھ کسی ایسے جوڑ لگنے میں

قبیلہ بوے منسوب باشد مطلوب است
تا مردمان در خلیفہ بچشم حقارت نہ نگرند لہٰذا
خدای تعالیٰ در بنی اسرائیل پیغامبری نفرستاد
مگر از بنی اسرائیل از سبط حضرت موسیٰ یا
غیر آن و ہمین معنی را آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم در خلفائے خود جاری ساختند کہ الائمۃ
من قریش تا موافقت سنۃ اللہ فی اخبار
بنی اسرائیل واقع شود دیگر اشۡدُدۡ بِہٖۤ اَزۡرِیۡ
وَ اَشۡرِکۡہُ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ و این حقیقت وزارت
است کہ در کارہائی مطلوب از بعثت پیغامبر
مثل مناصحہ و جہاد با اعداء و فتح بلدان و
جمع قرآن اماناتی نمایان داشتہ باشد و
این مضمون را جائی دیگر باین عبارت ادا کردہ
فرمودہ رِدۡءًا یُّصَدِّقُنِیۡ سوم کَیۡ نُسَبِّحَکَ کَثِیۡرًا
یعنی فائدہ مترتب بر وزارت وزیر
آن است کہ چون تحمل اعباء دعوت بر
دو شخص افتاد ہذا مرۃ و ذاک مرۃ ہر دو
متفرغ باشند در تسبیح و ذکر باز
فقیر میگوید چون حقیقت وزارت شناختہ
شد باید دانست کہ حضرات شیخین بالیقین
مشرف بوزارت حضرت خیر الرسل
صلی اللہ علیہ وسلم در یافتہ
اند بموجب حدیث اما وزیرای
من اہل الارض فابوبکر و عمر
و از جہت حدیث الحمد للہ الذی ایدنی
بہما و از جہت نقل متواتر کہ معانی مطلوبہ وزارت
از ایشان متحقق گشت و ناہیک بہ من
فضیلۃ ۔ عن انس قال خرج عمر متقلدا
بالسیف فلقیہ رجل من بنی زہرۃ

اس کا نسل سے ہونے جس کی طرف اس کا قبیلہ منسوب ہو، تاکہ لوگ
خلیفہ کو چشم حقارت سے نہ دیکھیں۔ اسی بنا پر حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل
میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر بنی اسرائیل ہی سے۔ حضرت موسیٰ
کی ذریات میں سے ہو یا اُن کے علاوہ ہو۔ یہی حقیقت ہے جس کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفاءؓ میں جاری فرمایا کہ
الائمۃ من قریش (ائمہ قریش ہی سے ہوں گے) تاکہ قبیلہ
بنی اسرائیل کے بارے میں جو اصول خداوندی واقع رہا ہے اس کی
موافقت رہے۔ دوسری صفت ہے اشۡدُدۡ بِہٖۤ اَزۡرِیۡ وَ
اَشۡرِکۡہُ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ اور یہ حقیقت ہے وزارت کی کہ رسول
کی بعثت سے جو کام کہ مطلوب ہیں جیسے کفار کا مقابلہ دلائل کے
ساتھ اور دشمنوں پر جہاد اور شہروں کا فتح کرنا اور قرآن کا جمع
کرنا ایسے کاموں میں نمایاں امانت رکھنے کی استعداد اور جذبہ
رکھتا ہو اور اس مضمون کو دوسری جگہ اس عبارت سے ادا کیا
ہے رِدۡءًا یُّصَدِّقُنِیۡ۔ تیسری صفت ہے کَیۡ نُسَبِّحَکَ کَثِیۡرًا
یعنے وزیر کی وزارت سے جو فائدہ مترتب ہوگا وہ یہ ہوگا کہ جب
دعوت کے بوجھ کا تحمل دو شخص کو کرنا پڑے گا کبھی ایک کو اور
کبھی دوسرے کو تو دونوں کو (اللہ کے حضور میں) تسبیح اور
ذکر میں عاجزی کے ساتھ مشغول ہونے کا موقع ملتا رہے گا
پھر فقیر کہتا ہے کہ جب وزارت کی حقیقت پہچان لی گئی تو جاننا
چاہئے کہ حضرات شیخین بالیقین حضرت خیر الرسل صلے اللہ علیہ
وسلم کے شرف وزارت سے مشرف تھے بموجب حدیث اَمَّا
وَزِیۡرَایَ مِنۡ اَہۡلِ الۡاَرۡضِ (یعنی زمین والوں میں سے میرے دو
وزیر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ اور بموجب حدیث الحمد للہ الذی
ایدنی بہما (اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ان دونوں سے
مدد پہنچائی) اور بموجب نقل متواتر کہ وزارت سے جو مقاصد
مطلوب ہیں وہ اُن کی وزارت سے متحقق ہو گئے۔ اب بھی تمہارے
لئے ان کے شرف سے انکار کی کوئی گنجائش ہے؟

اور مروی ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ عمرؓ گردن میں تلوار
لٹکائے ہوئے نکلے۔ راستے میں اُن سے بنی زہرہ کا ایک شخص ملا۔

بشام لقرن حتے اتی رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم فاسلم و عن
ابن عباس انہ قال لعمر بن الخطاب
یا امیر المؤمنین مم یذکر الرجل و
مم ینسیٰ قال ان علی القلب
طخاة کطخاة القمر فاذا تغشت
القلب نسی ابن آدم ما کان یذکر
فاذا انجلت ذکر ما نسی۔

قال اللہ تعالٰی وَلَقَدْ كَتَبْنَا
فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ
أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ
الصَّالِحُونَ ۝

تفسیر گوید در معنی این آیت جمعے
زمین جنت را مراد داشتہ اند و ہیچ جا
ظاہر آں نخواہی یافت کہ در قرآن یا
سنت لفظ ارض گفتہ باشند و جنت عدن
ارادہ کردہ بلکہ معنے صحیح آں است کہ از
ارض اراضی معتدلہ صالحہ برائی نشأ
اشخاص معتدلۃ الاخلاق مراد کردہ اند یا
زمین شام تنہا بسبب آنکہ انبیاء بنی اسرائیل
در شام بودند و ذکر وقائع ارض شام پیش
ایشان مہم بود و این سخن بدان میماند کہ تجار
لفظ مال سرمایہ خود را میخواہند و راعی مواشی
و زارع زراعت خود مراد میگیرد و چندین
آثار برین معنے دلالت میکند عن ابن عباس
فی قصۃ بخت نصر قال انہ رای رؤیا فدعا
ناسا ثم نسیہا فامر بالسحرۃ والکہنۃ فقال اخبرونی
عن رؤیا رأیتہا اللیلۃ واللہ لتخبرنی بہا او
لاقتلنکم قالوا ما ہی قال قد نسیتہا قالوا

بشارت کے ذریعے ہے؟ پھر عمرؓ گھر سے نکل کر رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور سلام لے آئے۔ اور ابن عباسؓ سے مروی
ہے کہ انھوں نے کہا عمرؓ بن الخطاب سے کہ اے امیر المومنین کوئی
شخص کس سبب سے یاد کرتا ہے اور کس سبب سے بھولتا ہے؟ تو انھوں نے
کہا کہ قلب پر ایک ظلمت چھا جاتی ہے جیسی چاند پر چھا جاتی ہے یعنی
بدلی، جب وہ قلب پر چھا جاتی ہے تو آدمی کو جو یاد ہوتا ہے اس
کو بھول جاتا ہے اور جب وہ بدلی پھٹ جاتی ہے تو وہ چیز یاد
آجاتی ہے۔

آیت سورۃ الانبیاء

اللہ تعالے کا ارشاد ہے: وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ الخ (اور
ہم نے زبور (یعنی آسمانی کتابوں میں لوح محفوظ میں لکھنے)
کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین کے مالک میرے نیک بندے ہونگے
تفسیر کہتا ہے کہ اس آیت کے معنے میں ایک جماعت نے جنت کی
زمین مراد لی ہے اور آپ کہیں بھی اس کی کوئی نظیر نہ پائیں گے کہ
قرآن یا حدیث میں لفظ ارض کہہ کر جنت عدن مراد لیا ہو۔ بلکہ صحیح
معنے یہ ہیں کہ ارض سے مراد وہ معتدل زمینیں ہیں جن میں صالح
یعنی معتدل اخلاق کے اشخاص کو پیدا کرنے کی یا صرف شام کی
زمین مراد ہو اس سبب کہ انبیاء بنی اسرائیل شام میں تھے اور
سرزمین شام کے واقعات کا ذکر ان کی نظر میں اہمیت رکھتا تھا۔
اور یہ بات ایسی ہے کہ تاجر لفظ مال بول کر اپنا سرمایہ مراد لیتا ہے
اور ایک چرواہا (مال بول کر) چرنے والے جانور اور زراعت
کرنے والا (مال بول کر) اپنی کھیتی کو مراد لے لیتا ہے۔ اور کتنے
ہی آثار ہیں جو اس معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ ابن عباسؓ سے مروی
ہے بخت نصر کے قصہ میں، کہا کہ اس نے ایک خواب دیکھا جس نے
اس کو خوف زدہ کر دیا پھر صبح کو اسے بھول گیا۔ حکم دیا کہ جادوگر اور
کاہن حاضر کیے جائیں۔ جب وہ حاضر ہوگئے تو ان سے کہا کہ مجھے
اس خواب کی خبر دو جو میں نے آج رات دیکھا تھا۔ واللہ یا تو مجھے
اس کا حال بتاؤ ورنہ میں تم سب کو قتل کر دوں گا۔ انھوں نے کہا
کیا خواب ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس کو بھول گیا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ

ک الطخاۃ الظلمۃ والمراد بہا ما یغشی القمر من غیم یغطی نورہ ۱۲

ابعث لنا من ابناء علماؤ الا ان ترسل
الی ابناء الانبیاء فارسل الی ابناء
الانبیاء قال اخبرونی عن رؤیا
رأیتها قالوا وما ہی قال نسیتھا
قالوا غیب ولا یعلم الغیب الا
اللہ قال واللہ لتخبرنی بہا او
لاضربن اعناقکم قالوا فدعنا
حتی نتوضأ ونصلی وندعوا
اللہ قال فافعلوا فانطلقوا
فاحسنوا الوضوء واتوا صعیدا
طیبا فدعوا اللہ فاخبروا بہا
ثم رجعوا فقالوا رأیت کان
رأسک من ذہب وصدرک
من فضة وبطنک من نحاس
ورجلیک من حدید قال نعم اخبرونی
بعبارتہا او لاقتلنکم قالوا فدعنا
ندعوا ربنا قال اذہبوا فدعوا
ربہم فاستجاب لہم رجعوا الیہ
قالوا رأیت کان رأسک من ذہب فملکک
ہذا یذہب عند رأس احدی من ہذہ اللیلة
قال ثم مہ قالوا ثم یکون بعدک ملک
یفتخر علی الناس ثم یکون ملک یخشی
علی الناس ہیبتہ ثم یکون ملک
لا یقلد شیء انما ہو مثل الحدید یعنی
الاسلام در این صورت این بشارت
بر شیخین صادق آمد کہ فتح شام
بتدبیر ایشان واقع شد و در حوزۂ تصرف
ایشان درآمد پس صلاح سلطنت ایشان باشد
و انجاز وعدہ انبیاء بر دست خلیفہ

جائے پاس تو اس قسم کا علم نہیں ہے ہاں آپ انبیاء کے بیٹوں کو
طلب کریں (وہ بتا سکیں گے) تو اس نے انبیاء کے بیٹوں کو بلایا
(جب وہ حاضر ہوئے تو ان سے) کہا کہ مجھے میرے خواب کا حال
بتاؤ جو میں نے دیکھا ہے۔ انھوں نے کہا وہ کیا ہے تو کہا میں اس کو
بھول گیا ہوں۔ انھوں نے کہا یہ تو غیب ہے اور غیب تو صرف اللہ
ہی جانتا ہے۔ تو کہا واللہ تم مجھے اس کی خبر دو ورنہ میں تم سب
کی گردنیں مار دوں گا۔ انھوں نے کہا کہ (تو ہم کو چھوڑ دو کہ ہم وضو
کریں اور نماز پڑھیں پھر اللہ سے دعا کریں۔ کہا اچھا جاؤ اور
کر دو جو کرنا چاہتے ہو) وہ چلے گئے اور خوبی کے ساتھ وضو کرکے
پاکیزہ مٹی پر کھڑے ہوگئے پھر انھوں نے اللہ سے دعا کی تو ان کو
وہ خواب بتا دیا گیا۔ پھر وہ (بادشاہ کے پاس) واپس آگئے اور
کہا کہ آپ نے یہ دیکھا ہے کہ گویا آپ کا سر سونے کا ہوگیا ہے اور سینہ
چاندی کا اور شکم تانبے کا اور آپ کے دونوں پاؤں لوہے کے ہیں۔
بادشاہ نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ اب اس کی تعبیر بھی بتاؤ ورنہ میں تم
سب کو قتل کر دوں گا۔ انھوں نے کہا کہ پھر ہمیں چھوڑ دیجئے تاکہ ہم
اپنے پروردگار سے دعا کریں۔ اس نے کہا کہ جاؤ۔ پھر ان لوگوں نے
اپنے رب سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی (اور ان پر
تعبیر منکشف کر دی) تو بادشاہ کے پاس واپس آئے اور کہا کہ آپ نے
جو یہ دیکھا ہے کہ آپ کا سر سونے کا ہے یہ آپ کی بادشاہی ہے جو ختم
سال کی اسی رات میں جاتی رہے گی۔ اس نے کہا کہ پھر کون ہوگا تو انھوں
نے کہا کہ پھر آپ کے بعد ایک بادشاہ ہوگا جو لوگوں پر فخر کرے گا
(یعنی بکثرت اپنی بڑائیاں جتانے والا ہوگا) پھر ایک بادشاہ ہوگا
جس کی سخت گیری کا خوف لوگوں کے دلوں میں غالب ہوگا۔ پھر
ایسا بادشاہ ہوگا جس کو کوئی شے نہ ہٹا سکے گی۔ وہی ہے جو مثل لوہے
کے ہوگا یعنی اسلام۔ اس صورت میں یہ بشارت (جو آیت میں تھی)
شیخین پر صادق آئی ہے (جس کی مؤید یہ تفسیر بھی ہے) کہ ملک شام
کی فتح انہی کی تدبیر سے واقع ہوئی اور یہ ان کے احاطۂ تصرف
میں آیا۔ تو سلطنت (جو مبادی القرآن میں مذکور ہے) ان کی صفت
ہوگی اور جو وعدہ انبیاء سے کیا گیا اس کا خلیفہ کے ہاتھ پر پورا ہونا

یکے از خصائص خلیفہ خاص است عن ابن عمرؓ قال لما قُبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابوبکر فی ناحیۃ المدینۃ فجاء فدخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو مسجّی فوضع فاہ علی جبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجعل یقبّلہ ویبکی ویقول بابی وامی طبت حیا وطبت میتا فلما خرج مرّ بعمر بن الخطاب وھو یقول ما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یموت حتی یقتل اللہ المنافقین وحتی یخزی اللہ المنافقین قال وکانوا قد استبشروا بموت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرفعوا رؤسہم فقال ایہا الرجل اربع علی نفسک فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد مات الم تسمع اللہ یقول انک میت وانہم میتون وقال وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افائن مت فہم الخالدون ○ قال ثم اتی المنبر فصعدہ فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال یا ایہا الناس ان کان محمد صلی اللہ علیہ وسلم الٰہکم الذی تعبدون فان محمدا قد مات وان کان الٰہکم الذی فی السماء فان الٰہکم لم یمت ثم تلا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم حتی ختم الآیۃ

یہ خلیفۂ خاص کے خصائص میں سے ہے (یعنی اس کے خلیفۂ خاص ہونے کی دلیل ہے) ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوئی تو ابوبکرؓ مدینہ کی دوسری جانب میں تھے اس کے بعد آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ چادر سے ڈھکے ہوئے تھے تو انھوں نے اپنا منہ آپ کی پیشانی پر رکھ دیا اور بوسے لیتے تھے اور روتے تھے اور کہتے تھے میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور موت کے بعد بھی پاکیزہ ہیں۔ جب نکلے تو عمرؓ بن الخطاب کے پاس سے گزرے اور وہ یہ کہہ رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں مرے اور نہ مریں گے جب تک اللہ منافقین کو قتل نہ کرے گا اور جب تک اللہ منافقین کو رسوا نہ کر دے گا ابن عمرؓ نے کہا کہ صورت حال یہ تھی کہ منافقین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کو خوشخبری قرار دیا تھا اور انھوں نے اپنے سر اٹھانے شروع کر دیے تھے۔ تو ابوبکرؓ نے (عمرؓ سے) کہا اے شخص اپنے نفس کو سکون دو۔ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّہُمْ مَیِّتُوْنَ (۳۹: ۳۰) آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے! اور اللہ نے فرمایا وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ (۲۱: ۳۴) اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بھی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا پھر اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو کیا یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ کو رہیں گے؟ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ پھر ابوبکرؓ منبر پر پہنچے اور اللہ کی حمد اور اس کی ثنا کی پھر کہا اے لوگو! اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے معبود تھے جس کی تم عبادت کیا کرتے ہو تو یقیناً محمدؐ تو انتقال کر چکے ہیں اور اگر تمھارا معبود وہ ہے جو آسمان میں ہے تو تمھارا معبود نہیں مرا پھر تلاوت کی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ آیت کے ختم تک (۳: ۱۴۴)۔ اور محمد نرے رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہو جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھر بھی جائے گا تو خدا تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا اور خدا تعالیٰ جلدی ہی عوض دے گا حق شناس لوگوں کو۔ پھر ابوبکرؓ

نزل وقد استبشر المسلمون بذلک واشتد فرحهم واغشت المنافقين الكآبة قال عبد الله بن عمر فوالذي نفسي بيده لكأنما كانت على وجوههم اغطية فكشفت عن محمد بن حاطب قال سئل علي عن هذه الآية إن الذين سبقت لهم منا الحسنى قال هو عثمان وأصحابه۔

قال الله تعالى إن الله يدافع عن الذين آمنوا إن الله لا يحب كل خوان كفور أذن للذين يقاتلون بأنهم ظلموا وإن الله على نصرهم لقدير الذين أخرجوا من ديارهم بغير حق إلا أن يقولوا ربنا الله ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد يذكر فيها اسم الله كثيرا ولينصرن الله من ينصره إن الله لقوي عزيز الذين إن مكناهم في الأرض أقاموا الصلاة وآتوا الزكاة وأمروا بالمعروف ونهوا عن المنكر ولله عاقبة الأمور۔

تقریر گوید مصنف این آیات اول دلیل است بر خلافت خلفاء زیرا که

منبر سے اتر گئے اور اس بیان سے مسلمانوں میں سکون پیدا ہو گیا اور بہت فرحت ہوئی اور منافقین افسردہ دلی میں مبتلا ہو گئے۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یوں معلوم ہوتا تھا کہ لوگوں کے چہروں پر پردے پڑے ہوئے تھے اب وہ ہٹ گئے۔ محمد بن حاطب روایت کرتے ہیں کہ علیؓ سے سوال کیا گیا اس آیت کے متعلق إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم (۲۱: ۱۰۱) جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے الخ تو آپ نے جواب دیا کہ وہ عثمانؓ اور اُن کے اصحاب ہیں۔

آیات سورۃ الحج

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ الخ (۲۲: ۳۸ تا ۴۱)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ان مشرکین کے غلبہ وغیرہ کو) ایمان والوں سے (عنقریب) ہٹا دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کسی دغاباز کفر کرنے والے کو نہیں چاہتا۔ (اب) لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا ہے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک کا دوسرے سے زور نہ گھٹاتا رہتا تو (اپنے اپنے زمانہ میں) نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے منہدم ہو گئے ہوتے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) غلبہ والا ہے۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

تقریر: مصنف کہتا ہے کہ یہ آیات خلفاء کی دلیل ہیں خلافت خلفاء پر کہ

لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝

تقریر میکند یعنی پادشاهی آن روز خاص برای خدا است حکم خواهد کرد درمیان ایشان لیکن آنانکه ایمان آوردند و کارهای شایسته کردند در بهشت های نعیم باشند و آنانکه کافر شدند و دروغ شمردند آیات ما ایشان را است عذاب خوار کننده و آنانکه هجرت کردند در راه خدا بعد از آن کشته شدند یا بمردند البته روزی خواهد داد خدا تعالیٰ ایشان را روزی نیک و هر آئینه خدا همون است بهترین روزی دهندگان البته در آورد ایشان را بجائی که پسند کنند آن را و هر آئینه خدا دانا بردبار است این است حال و هر که پاداش دهد بمثل آنچه معامله کرده شده بوی باز تعدی کرده شود بروے البته یاری خواهد داد او را خدای تعالیٰ هر آئینه خدای تعالیٰ درگذرنده آمرزنده است یعنی مهاجرین اولین از دست کفار ایذای بسیار چشیده اند اگر بعد از آن ایذا انتقام کشند عین عدل است و اگر کفار باز بجنگ شوند و انتقام این گشته نصرت الٰهی شامل حال مهاجرین اولین خواهد بود و درین آیت هم معنی همان آیت است که اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بعد از آن خدای تعالیٰ تقویت میکند وعده نصرت را به بیان قدرت خویش در آفاق و انفس و بعد از تقریب خود و علم بحسب ارادهٔ خود باز تقریر کرده این آیت نص است در بشارت مهاجرین به جنت در آخرت

سب دینے والوں سے اچھا (دینے والا) ہے (اور رزق حسن کے ساتھ) اللہ تعالیٰ اُن کو ضرور ایسی جگہ پہنچا کر داخل کرے گا جس کو وہ بہت ہی پسند کریں گے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بہت حلم والا ہے۔ یہ (مضمون تو) ہو چکا اور جو شخص (دشمن کو) اسی قدر تکلیف پہنچائے جس قدر (اس دشمن کی طرف سے) اس کو تکلیف پہنچائی گئی تھی (اور) پھر اس شخص پر زیادتی کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ضرور امداد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کثیر العفو کثیر المغفرت ہے۔ فقیر کہتا ہے یعنی بادشاہی اس دن کی خاص خدا کے واسطے ہے وہ حکم کرے گا اُن کے درمیان۔ پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے شائستہ کام کیے وہ نعمت والی بہشتوں میں ہوں گے اور جو کافر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیات کو جھوٹا سمجھا ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے اور جن لوگوں نے کہ ہجرت کی راہ خدا میں اس کے بعد مارے گئے یا طبعی موت سے مرے البتہ روزی دے گا اللہ تعالیٰ اُن کو عمدہ روزی اور البتہ خدا ہی سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ وہ البتہ اُن کو ایسی جگہ لائے گا جس کو وہ پسند کریں گے اور بیشک خدا دانا اور بردبار ہے۔ حال یہ ہے۔ اور جو کہ بدلہ دے ویسا ہی جیسا اس سے معاملہ کیا گیا پھر اس پر زیادتی کی جائے تو البتہ اس کو اللہ تعالیٰ مدد دے گا بیشک اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے۔ یعنی مہاجرین اولین نے کفار کے ہاتھ سے بہت تکلیفیں اٹھائیں اگر ان کے مقابلہ پر وہ بھی کفار کو کوئی ایذا پہنچائیں تو یہ عین عدل ہے اور اگر کفار پھر جمع ہو جائیں اور پھر اس ایذا کا انتقام لیں گے تو اللہ کی امداد ان مہاجرین اولین کے شامل حال ہو گی۔ اور یہ آیت اسی آیت کے ہم معنے ہے (جو پہلے ذکر ہو چکی) کہ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ (۳۹:۲۲) (اب) اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ وعدے کو تقویت دیتے ہیں یعنی تمام اطراف و جوانب اور نفوس میں اپنی قدرت کے بیان سے کہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ پھر فقیر کہتا ہے کہ آخرت میں مہاجرین کو جنت کی بشارت کے لئے یہ نص ہے

وجعلهما ورد دنيا ، وهو المقصود . وعن عمر انه كان يسجد سجدتين في الحج و قال ان هذه السورة فضلت على سائر القرآن بسجدتين . وعن ابي بكر الصديق قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا صلى الصبح مرحبا بالنهار الجديد والكاتب والشهيد اكتبا بسم الله الرحمن الرحيم اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله واشهد ان الدين كما وصف والكتاب كما انزل واشهد ان الساعة آتية لا ريب فيها وان الله يبعث من في القبور . وعن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لبس الحرير في الدنيا لم يلبسه في الآخرة . وعن ابن عمر ان عمر نهى ان تغلق ابواب دور مكة فان الناس كانوا ينزلون منها حيث وجدوا حتى كانوا يضربون فساطيطهم في الدور . وعن عمر بن الخطاب ان رجلا قال له عند المروة يا امير المؤمنين اقطعني مكانا لي ولعقبي فاعرض عنه عمر وقال هو حرم الله سواء العاكف فيه والباد . وعن عمر بن الخطاب قال احتكار الطعام بمكة الحاد بظلم . وعن عبيد بن عمير قال لقي عمر بن الخطاب ركبا يريدون البيت فقال من انتم فاجابه احدثهم سنا فقال عباد الله المسلمون قال من اين جئتم قال من الفج العميق

اور دنیا میں ورد بنانے پر، اور یہی مقصود ہے۔ اور عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ سورۂ حج میں دو سجدے کیا کرتے تھے اور آپؓ نے فرمایا کہ اس سورت کو تمام قرآن (کی سورتوں) پر دو سجدوں سے فضیلت دی گئی ہے۔ ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جب آپ صبح کی نماز پڑھ چکتے تو دن کو مرحبا اور لکھنے والے کو اور گواہی دینے والے کو (اس طرح) کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ دین ایسا ہی ہے جیسی اس کی تعریف کی گئی اور کتاب اللہ جیسی وہ نازل کی گئی (یعنی وہ منجانب اللہ ہے)۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں اور اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ اہل قبور کو زندہ کرکے اٹھائے گا۔ اور روایت ہے عمر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں حریر (ریشمی کپڑا) پہنا وہ آخرت میں اس کو نہیں پہنے گا۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ عمرؓ نے لوگوں کو اس سے منع کیا کہ مکے کے گھروں کے دروازوں کو بند کرلیں کیونکہ (اس زمانے میں عام طور پر معمول تھا کہ) لوگ (حاجی وغیرہ) جس مکان کو پاتے تھے اسی میں اتر جاتے تھے یہاں تک کہ گھروں میں ہی اپنے خیمے لگالیا کرتے تھے۔ اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ان سے مروہ کے قریب کہا کہ اے امیر المومنینؓ یہاں کی کوئی زمین مجھے دے دیجئے (جو میری جگہ ہو) اور میرے وارثوں کی تو عمرؓ نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ یہ اللہ کا حرم ہے اس میں مسافر اور مقیم سب برابر ہیں۔ اور عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مکہ میں طعام (غلہ وغیرہ) کو فروخت سے روک رکھنا الحاد ہے ظلم کے ساتھ۔ عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب سے ملاقات ہوئی چند سواروں کے ایک قافلہ کی آپؓ نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو ایک نوجوان نے جواب دیا کہ اللہ کے مسلمان بندے۔ آپؓ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ فج عمیق (دور دراز مقام) سے

العاكف المقيم والباد المسافر من الاعراب او غيرهم ۱۲

قال ابن يزيد قال ابيت الحق فقال قم نأتهما يعني والله فقال بهم من امركم فأشار الى شيخ منهم فقال عز وجل حتى ميرهم لا عذبهم الذي هو به. وعن ابن عباس قال رأيت عمر بن الخطاب قبل الحجر وسجد عليه ثم قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فعل هذا. وعن محمد بن سيرين قال اشرف عليهم عثمان من القصر فقال ائتوني برجل تالي كتاب الله فأتوه بصعصعة بن صوحان فتكلم بكلام فقال اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير. فقال لا عثمان كذبت ليست لك ولا لاصحابك ولكنها لي ولاصحابي. وعن ابن عباس الذين اخرجوا من ديارهم بغير حق يعني من مكة الى المدينة بغير حق يعني محمدا صلى الله عليه وسلم واصحابه. وعن عثمان بن عفان قال فينا نزلت هذه الآية الذين اخرجوا من ديارهم بغير حق الآية بعد ما اخرجنا من ديارنا بغير حق ثم مكنا في الارض فاقمنا الصلوة وآتينا الزكوة وامرنا بالمعروف ونهينا عن المنكر فهي لي ولاصحابي. وعن ثابت بن عبد الحضرمي قال حدثني سبعة وعشرون من اصحاب علي وعبد الله منهم لاحق بن الاقمر والعيزار بن حريث وعطية القرظي ان عليا قال انما نزلت هذه الآية في اصحاب محمد ولولا دفع الله الناس الآية قال لولا دفع الله باصحاب

پھر آپ نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو تو اس نے کہا کہ پہلے گھر سیدھا ...
کہیں اور - تو آپ نے فرمایا واللہ یہ تمہارے ہیر پھیر کی باتیں کرتا ہے
پھر عمرؓ نے ان لوگوں سے کہا کہ تمہارا امیر کون ہے؟ تو اشارہ کیا ان
میں سے ایک بوڑھے کی طرف۔ تو عمرؓ نے کہا ہاں تو ان کا امیر ہے تو یہ
زیادہ جواب دے رہا تھا۔ اور مروی ہے ابن عباسؓ سے انھوں نے
کہا کہ میں نے عمر بن الخطاب کو دیکھا کہ انھوں نے حجر اسود کو چوما
اور اس پر سجدہ کیا (یعنی پیشانی بھی اس سے ملادی) پھر فرمایا کہ
میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔ مروی
ہے محمد بن سیرین سے انھوں نے کہا کہ قصر کے اوپر سے جھانکا عثمانؓ
نے ان باغیوں سے جنھوں نے قصر کو گھیر رکھا تھا، کہا کہ ہمارے سامنے
ایسے شخص کو لاؤ جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتا ہو تو لوگ صعصعۃ بن
صوحان کو لائے۔ اس نے آپ سے گفتگو کرتے ہوئے یہ آیت پڑھی
أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ
لَقَدِيرٌ ۝ (۲۲: ۳۹) (ترجمہ گذر چکا ہے) تو اس سے عثمانؓ نے
کہا تو جھوٹا ہے یہ آیت نہ تیرے لئے ہے نہ تیرے اصحاب کے لئے -
لیکن وہ میرے لئے ہے اور میرے اصحاب کے لئے۔ ابن عباسؓ سے
مروی ہے کہ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ (جو لوگ نکالے گئے)
یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف بِغَيْرِ حَقٍّ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم
اور ان کے اصحابؓ۔ اور مروی ہے عثمانؓ بن عفان سے انھوں نے
کہا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن
دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ الآیہ بعد اس کے کہ ہم اپنے گھروں سے بغیر حق نکالے
گئے پھر ہم کو اس سرزمین کی حکومت دی گئی تو ہم نے نماز کو قائم
کیا اور زکوٰۃ دی اور ہم نے نیک کام کا حکم کیا اور برے کام سے
روکا۔ تو یہ آیت میرے اور میرے اصحاب کے حق میں ہے۔ اور مروی
ہے ثابت بن عبد الحضرمی سے انھوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا علیؓ
کے اور عبد اللہؓ کے اصحاب میں سے ستائیسؓ لوگوں نے: ان میں سے
لاحق بن الاقمر اور عیزار بن حریث اور عطیۃ القرظی ہیں کہ علیؓ نے
فرمایا کہ یہ آیت اصحاب محمدؐ کے بارے میں نازل ہوئی وَلَوْلَا دَفْعُ
اللَّهِ النَّاسَ الآیہ (اس کی تفسیر میں) فرمایا کہ لولا دفع اللہ باصحاب

ـہ من التابعین لخرجت صواعق

عن ابن ابی اوفی قال دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجد المدینۃ فجعل یقول این فلان این فلان فلم یزل یتفقدھم ویبعث الیھم حتی اجتمعوا عندہ فقال انی محدثکم بحدیث فاحفظوہ وعوہ وحدثوا بہ من بعدکم ان اللہ اصطفی من خلقہ خلقا ثم تلا ھذہ الآیۃ اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا ومن الناس خلقا یدخلھم الجنۃ وانی مصطفی منکم من احب ان اصطفیہ ومواخ بینکم کما آخی اللہ بین الملائکۃ قم یا ابا بکر فقام فجثا بین یدیہ فقال ان لک عندی یدا ان اللہ یجزیک بھا فلو کنت متخذا خلیلا لاتخذتک خلیلا وانت منی بمنزلۃ قمیصی من جسدی وحرک قمیصہ بیدہ ثم قال ادن یا عمر فدنا فقال قد کنت شدید الشغب[عہ] علینا ابا حفص فدعوت اللہ ان یعز الدین بک او بابی جھل ففعل اللہ ذلک بک وکنت احبھما الی فانت معی فی الجنۃ ثالث ثلاثۃ من ھذہ الامۃ

کہ من التابعین لخرجت صواعق (اب ترجمہ یہ ہوگا کہ اگر اللہ تعالیٰ تابعین پر سے بذریعہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم زور نہ کھلواتے تو ڈھا دیئے جاتے غلوت فالخ) اور ابن ابی اوفیٰ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسجد مدینہ میں پہنچا تو آپ نے فرمانا شروع کیا کہ کہاں ہیں فلاں بن فلاں اور آپ ان کو ڈھونڈتے تھے اور ان کے انتظار میں رہتے تھے یہاں تک کہ وہ سب آپ کے پاس جمع ہو گئے تو فرمایا کہ میں تم سے ایک بات کہنے والا ہوں اس کو یاد رکھو اور اچھی طرح محفوظ کرلو اور اپنے بعد والوں سے یہ بات کہدو کہ اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا اپنی مخلوق میں سے ایک مخلوق کو پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی اللہ یصطفی الخ (۲۲ ع ۱۰) اللہ تعالیٰ نے منتخب کرلیا ہے فرشتوں میں سے احکام پہنچانے والے (مطلب رسول بنایا ہے) اور آدمیوں میں سے (یعنی) ایک مخلوق کو جن کو جنت میں داخل کرے گا۔ اور میں تم میں سے جس کو میں منتخب کرنا چاہتا ہوں منتخب کرنے والا ہوں اور میں تم میں مواخات کرانا چاہتا ہوں (یعنی ایک دوسرے کا بھائی بنانا چاہتا ہوں) جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں مواخات کرائی ہے اٹھو اے ابوبکرؓ! تو ابوبکرؓ اٹھے اور آپ کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا تمہارا مجھ پر حق ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس کی جزا دے گا۔ تو میں اگر کسی کو خلیل بناتا تو تم کو بناتا خلیل یعنی دوست جانی بناتا اور تم مجھ سے (قربت میں) بمنزلہ میری قمیص کے ہو میرے جسم کے ساتھ (راوی کا قول ہے کہ یہ فرماتے ہوئے) آپ نے اپنی قمیص کو ہاتھ سے حرکت دی۔ پھر فرمایا قریب آؤ اے عمرؓ! تو وہ قریب گئے تو فرمایا کہ اے ابو حفصؓ تم کو ہم سے شدید خصومت تھی پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ دین کو غلبہ دے تمہاری ذات سے یا ابوجہل سے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے حق میں قبول کیا اور دونوں میں سے تم میرے محبوب بن گئے۔ تو تم میرے ساتھ جنت میں ہوگے اس امت میں سے تم ثالث ثلاثہ

لہ اس ارشاد کی ایک صراحت تو یہاں ہے کہ آنحضرت کی قبر کے ایک طرف حضرت صدیقؓ و حضرت فاروق رضی اللہ عنہما زیر زمین ہیں۔ مقام مخصوص ہوا ہے۔ حضرت فاروقؓ میں بھی بات میں۔ آنحضرت کی ... ثالث ثلاثۃ ہے ... آپ ... فرمایا ہے ...

عہ اعراست از دلی یعنی سخت جھگڑا و داشت ومنہ یقال و شغب الحدیث ۱۲

ثم تحوّل وآتاه بميمنة ووجهه إلى أبي بكر ثم
دعا عثمان بن عفان فقال ادن يا عثمان
ادن يا عثمان فلم يزل يدنو منه
حتى ألصق ركبته بركبة رسول الله
صلى الله عليه وسلم ثم نظر إلى السماء
نظرة ثم لجماد فقال سبحان الله العظيم
ثلاث مرات ثم نظر إلى عثمان فإذا أزراره
محلولة فزرّرها رسول الله صلى الله
عليه وسلم بيده ثم قال اجمع عطفي
ردائك على نحرك فإن لك
شأنا في أهل السماء أنت ممن يرد
علي الحوض وأوداجك تشخب دما
فأقول لك من فعل هذا بك فتقول
فلان وفلان وذلك كلام جبرئيل
وذلك إذ هتف من السماء
ألا إن عثمان أمير على كل خاذل
ثم دعا عبد الرحمن بن عوف ثم قال
ادن يا أمين الله والأمين في
السماء يسلط الله على مالك بالحق أما
إن لك عندي دعوة وقد أخرتها قال
خر لي يا رسول الله قال حملتني
يا عبد الرحمن الأمانة أكثر الله
مالك وجعل يحرك يده ثم
تنحى وآخى بينه وبين
عثمان ثم دخل طلحة والزبير
فقال ادنوا مني فدنوا منه
فقال أنتما حواريّ كحواريّ
عيسى بن مريم ثم آخى بينهما
ثم دعا سعد بن أبي وقاص وعمار بن ياسر

ہوگئے دونوں تینوں میں کا تیسرا، ایک خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
دوسرے ابوبکرؓ تیسرے عمرؓ) پھر آپ نے ان دونوں کی طرف
متوجہ ہوکر مواخات کرائی ان کے اور ابوبکرؓ کے درمیان۔ پھر آپ نے
عثمانؓ بن عفان کو بلایا، فرمایا قریب ہو جاؤ اے عثمانؓ۔ وہ آپ کے
قریب ہوتے رہے یہاں تک کہ ان کے گھٹنے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے گھٹنوں سے مل گئے۔ پھر آپ نے اُن کی طرف دیکھا پھر
آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر فرمایا سبحان اللہ العظیم تین مرتبہ پھر
آپ نے عثمانؓ کی طرف دیکھا کہ آپ کی قمیص کی گھنڈیاں کھلی
ہوئی ہیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اپنے
ہاتھ سے لگایا۔ پھر فرمایا اپنی چادر کے دونوں کنارے اپنے سینہ پر
اکٹھے کرو کیونکہ آسمان والوں میں تمھاری خاص شان ہے۔ تم
ان لوگوں میں سے ہو جو میرے پاس حوض پر آئیں گے اور اُن کی
گردن کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا۔ پھر میں تم سے کہوں گا کہ
تمھارے ساتھ ایسا کس نے کیا؟ تو تم کہو گے کہ فلاں اور فلاں نے۔
اور یہ کلام جبرئیلؑ کا ہے۔ اور یہ اُس وقت کا ہے جب آسمان سے یہ
آواز آئی تھی آگاہ رہو عثمانؓ امیر ہے ہر رسوا کرنے والے پر
پھر آپ نے عبدالرحمنؓ بن عوف کو بلایا اور فرمایا کہ قریب آجاؤ اے
اللہ کے امین اور امین آسمان میں یعنی آسمان میں تمکو امین کہا جاتا ہے اللہ
تعالیٰ غالب کرے گا تم کو تمہارے مال پر حق کے ساتھ آگاہ رہو تمھارے
لئے میرے پاس ایک دعا ہے اور میں نے اُس کو موخر کر دیا ہے۔
عبدالرحمنؓ نے کہا یا رسول اللہ جو چیز حق میں بہتر ہو کیجئے۔ فرمایا اے عبدالرحمن
تم نے ہمارے پاس ایک امانت رکھی (یعنی دعا) اللہ تمھارا مال زیادہ کرے۔ وقت حاجت
پر ضرور کی جائے گی) اللہ تعالیٰ تمھارے مال کو بڑھائے اور آپ نے
اپنے ہاتھ کو بڑھنے کا اشارہ کرتے تھے) حرکت دینا شروع کیا
آپ نے منہ پھیرا اور اُن کے اور عثمانؓ کے درمیان مواخات کی۔
پھر داخل ہوئے طلحہؓ اور زبیرؓ۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم دونوں
مجھ سے قریب ہو جاؤ تو یہ قریب آگئے پھر فرمایا کہ تم دونوں میرے
حواری ہو جیسے عیسیٰ بن مریم کے حواری تھے۔ پھر ان دونوں میں
مواخات کرائی۔ پھر بلایا سعدؓ بن ابی وقاص اور عمارؓ بن یاسر کو

ــه ثم اذا اخرج ... ما اضاء السن من الحروق لقطعها انزالہ وکثیر کی سیل ہو

قال ... انت معي في قصري في الجنة مع فاطمة ابنتي وانت اخي ورفيقي ثم تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه الآية اخوانا على سرر متقابلين الاخلاء في الله ينظر بعضهم الى بعض عن عبد الرحمن بن عوف قال قال لي عمر الست كنا نقرأ فيما نقرأ وجاهدوا في الله حق جهاده في آخر الزمان كما جاهدتم في اوله قلت بلى فمتى هذا يا امير المؤمنين قال اذا كانت بنو امية الامراء وبنو المغيرة الوزراء وعن محمد بن زيد بن عبد الله بن عمر قال قرأ عمر بن الخطاب هذه الآية وما جعل عليكم في الدين من حرج ثم قال ادعوا لي رجلا من بني مدلج قال عمر ما الحرج فيكم قال الضيق۔

کیا وراثت چھوڑی تو آپ نے فرمایا کہ کتاب اللہ اور نبی کا طریقہ اور تم جنت میں میرے ساتھ میرے قصر میں ہو گے میری بیٹی فاطمہ کے ساتھ۔ اور تم میرے بھائی اور میرے رفیق ہو۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ (۱۵: ۴۷) کہ سب بھائی بھائی کی طرح تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے" جو اللہ کے لئے باہم دوست ہیں وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔ مروی ہے عبدالرحمٰن بن عوف سے انھوں نے بیان کیا کہ مجھ سے عمرؓ نے کہا کیا ہم اپنی تلاوت کے دوران میں یہ نہیں پڑھتے رہے ہیں وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِهَادِهٖ (۲۲: ۷۸) اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے" جیسے آخر زمانہ میں جس طرح تم نے جہاد کیا اول زمانہ میں۔ میں نے کہا بیشک۔ پھر یہ وقت کب ہوگا اے امیرالمومنین؟ تو فرمایا کہ جب بنو امیہ امراء ہوں گے اور بنو مغیرہ وزراء۔ اور محمد بن زید بن عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے انھوں نے بیان کیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے یہ آیت پڑھی وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ (۲۲: ۷۸) (اس نے) تم پر دین (کے کام) میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔ پھر فرمایا کہ میرے پاس بنی مدلج کے کسی شخص کو لے کر آؤ (جب ایک شخص آگیا تو) اس سے عمرؓ نے کہا کہ تم میں "حرج" کیا ہے؟ (یعنی حرج کا استعمال کن معنے میں کرتے ہو) اس نے کہا تنگی (بمعنے تنگی)۔

آیات سورۃ المؤمنون

قال الله تعالى قد افلح المؤمنون الذين هم في صلاتهم خاشعون والذين هم عن اللغو معرضون والذين هم للزكوة فاعلون والذين هم لفروجهم حافظون الا على ازواجهم او ما ملكت ايمانهم فانهم غير ملومين فمن ابتغى وراء ذلك

اللہ تعالےٰ نے فرمایا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (۲۳: ۱ تا ۷) بالتحقیق ان مسلمانوں نے آخرت میں فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔ اور جو لغو باتوں سے (خواہ قولی ہوں یا فعلی) برکنار رہنے والے ہیں اور جو (اعمال و اخلاق میں) اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی (حرام شہوت رانی سے) حفاظت رکھنے والے ہیں۔ لیکن اپنی بیبیوں سے یا اپنی (شرعی) لونڈیوں سے (حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ ان پر (اس میں) کوئی الزام نہیں۔ ہاں جو اس کے علاوہ (اور جگہ شہوت رانی کا) طلبگار ہو

فَأُولٰئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ أُولٰئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۝ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

وقال تعالى أَيَحْسَبُوْنَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ إِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ أُولٰئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝

فقیر گوید معنی سورۂ مؤمنون مکیہ است چون وصف مؤمنین بصفات کذا و کذا نمودہ آمد و کردہ سابقین مؤمنین از مہاجرین اولین بود بلکہ ایشان بآن صفات مشہور بودند و آن جماعہ را وصف صلاح و وعدۂ جنت و سابقہ دیگر اثبات کردہ شد تعریض ظاہر آمد بر فضائل جماعہ خاص کہ خلفاء درآن جماعہ داخل اند و ہو المقصود۔ أخرج الترمذي عن عمر بن الخطاب قال كان إذا نزل على رسول الله صلى الله عليه وسلم الوحي يسمع عند وجهه كدوي النحل فأنزل عليه يوما فمكثنا ساعة فسري عنه فاستقبل القبلة

ایسے لوگ حد (شرعی) سے نکلنے والے ہیں۔ اور جو اپنی (سپردگی میں لی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہدوں کا خیال رکھنے والے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ (بس) ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے (اور) وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اور فرمایا ہے حق تعالیٰ نے أَيَحْسَبُوْنَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ (م ۲ ع ۵۵ تا ۶۱) کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال و اولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ (اس کی وجہ) نہیں جانتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ (اس طرح) ہیں اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے ہیں۔ اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور (باوجود دینے کے) ان کے دل اس سے خوف زدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔ یہ لوگ (البتہ) اپنے فائدے جلدی جلدی حاصل کر رہے ہیں اور وہ ان کی طرف دوڑ رہے ہیں۔

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ سورۂ مؤمنون مکہ میں نازل ہوئی۔ جب مؤمنین کا وصف ان صفات کے ساتھ مفصل فرمادیا گیا کہ وہ ایسے اور ایسے ہیں اور یہ سب کی سب صفات سابقین مؤمنین مہاجرین اولین میں موجود تھیں بلکہ وہ ان صفات کے ساتھ مشہور تھے اور اس جماعت کے لئے صالح ہونے کا وصف اور جنت کا وعدہ اور دیگر بہت سی آیات مذکورہ میں فرمادیا گیا تو تعریض یعنی دوسری طرف واضح ہوگیا کہ اس کا اشارہ ایک جماعت خاص کے فضائل کی جانب ہے کہ خلفاء اس جماعت میں داخل ہیں اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ آثار مذکورہ ترمذی نے روایت کی ہے عمر بن الخطاب سے انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کے چہرے کے قریب ایسی آواز سنائی دیتی تھی جیسی شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے تو ایک مرتبہ آپ پر وحی نازل ہوئی تو ہم ایک ساعت ٹھہرے جب وہ حالت دور ہوگئی تو آپ نے رو بقبلہ ہوکر اپنے دونوں ہا

رفع يديه فقال اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنّا وأعطنا ولا تحرمنا وآثرنا ولا تؤثر علينا وارض عنّا وأرضنا ثم قال لقد أنزلت عليّ عشر آيات من أقامهن دخل الجنة ثم قرأ قد أفلح المؤمنون حتى ختم العشر. عن أبي بكر الصديق قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تعوّذوا بالله من خشوع النفاق قالوا يا رسول الله وما خشوع النفاق قال خشوع البدن ونفاق القلب. وعن مجاهد عن عبد الله بن الزبير أنه كان يقوم في الصلاة كأنه عود وكان أبو بكر يفعل ذلك. قال مجاهد هو الخشوع في الصلاة. وعن أسماء بنت أبي بكر عن أم رومان والدة عائشة قالت رآني أبو بكر الصديق أتميّل في صلاتي فزجرني زجرة كدت أنصرف من صلاتي ثم قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إذا قام أحدكم في الصلاة فليسكن أطرافه ولا يتميّل تميّل اليهود فإن سكون الأطراف في الصلاة من تمام الصلاة. وعن قتادة قال تسرّرت امرأة غلامها فذكرت لعمر فسألها ما حملك على هذا فقالت كنت أرى أنه يحل لي ما يحل للرجال من ملك اليمين فاستشار عمر فيها أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فقالوا تأوّلت كتاب الله على غير تأويله فقال عمر لا جرم والله

ہاتھ اٹھائے اور دعا کی یا اللہ ہم کو بڑھائیے اور کم نہ کیجئے۔ اور ہم کو شرف عطا کیجئے اور ذلیل نہ کیجئے۔ ہم کو عطا فرمائیے اور محروم نہ کیجئے۔ اور ہم کو مقدم رکھئے اور دوسروں کو ہم پر مقدم نہ کیجئے اور ہم سے راضی ہو جائیے اور ہم کو راضی بنا دیجئے۔ پھر فرمایا مجھ پر دس آیتیں نازل ہوئی ہیں جس نے ان کو قائم کیا (یعنی ان کے مضامین پر قائم ہو گیا جو ان میں مذکور ہیں) وہ جنت میں داخل ہوگا۔ پھر آپ نے پڑھا قد افلح المؤمنون سے دس آیات کے ختم تک۔ ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نفاق کے خشوع (عاجزی) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ نفاق کا خشوع کیا ہے؟ فرمایا بدن کا خشوع (یعنی عاجزی کا اظہار کرے) اور قلب کا نفاق۔ اور مروی ہے مجاہدؒ سے وہ روایت کرتے ہیں عبد اللہ بن زبیرؓ سے کہ وہ نماز میں اس طرح کھڑے ہوتے تھے گویا کہ وہ ایک (گڑی ہوئی) لکڑی ہیں۔ اور اسی طرح ابوبکرؓ کیا کرتے تھے۔ اور مجاہدؒ نے کہا کہ یہی خشوع کا طریقہ ہے۔ اور اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے وہ عائشہؓ کی والدہ ام رومانؓ سے روایت کرتی ہیں کہ انھوں نے بیان کیا کہ مجھے ابوبکر صدیقؓ نے دیکھا کہ میں اپنی نماز میں ادھر ادھر جھکتی تھی تو ابوبکرؓ نے مجھے اتنے زور سے جھڑکا کہ قریب تھا کہ میں اپنی نماز سے ہٹ جاؤں۔ پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جب تم میں کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو چاہئے کہ اس کے اطراف (یعنی ہاتھ اور گردن) ادھر ادھر نہ جھکیں یہود کے جھکنے کی طرح۔ نماز میں اطراف کا ساکن ہونا نماز کو پورا کرنے والا ہے۔ اور قتادہؒ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے اپنے غلام سے مباشرت کی۔ اس کا حال بیان کیا گیا عمرؓ سے تو آپؓ نے اس سے سوال کیا کہ اس فعل پر تجھ کو کیسے جرأت ہوئی اس نے کہا کہ میں یہ خیال رکھتی تھی کہ میرے لئے وہ چیز حلال ہے جو مرد کے لئے اپنی ملک (یعنی لونڈی) سے حلال ہے۔ اس کے بعد عمرؓ نے مشورہ کیا اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تو انھوں نے کہا کہ اس نے کتاب اللہ سے اصل مفہوم کے خلاف معنے مراد لئے تو عمرؓ نے کہا واللہ اب یہ ضرور ہوگا کہ اس کے بعد میں تجھے کبھی کسی آزاد

علمنی دعاء ادعو بہ فی صلوٰتی قال قل اللّٰھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم۔

قال اللّٰہ تعالیٰ فی قصۃ براءۃ عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ۝ الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ ۝ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۝ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝

فقیر گوید عفی عنہ کہ در کلمۂ اولوا الفضل والسعۃ تعریض ظاہر است بصدیق اکبر رضی اللہ عنہ بشہادۃ سیاق وسباق

کوئی دعا تعلیم فرما دیجئے جو میں اپنی نماز میں پڑھا کروں۔ فرمایا یہ کہو اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی الخ اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا اور گناہوں کو آپ کے سوا کوئی نہیں بخشتا تو اپنی طرف سے میرے گناہ آپ بخش دیجئے اور مجھ پر رحم فرمائیے بیشک آپ ہی بڑے بخشنے والے بہت رحم کرنے والے۔

آیات سورۃ النور

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کے قصہ میں حق تعالےٰ نے فرمایا وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ الخ (۲۲ تا ۲۶) اور جو لوگ تم میں (دینی) بزرگی اور (دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہئے کہ یہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالےٰ تمہارے قصور معاف کر دے بیشک اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے۔ جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاکدامن ہیں (اور) ایسی باتوں کے کرنے سے بالکل بے خبر ہیں (اور) ایمان والیاں ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کو (آخرت میں) بڑا عذاب ہوگا۔ جس روز ان کے خلاف ہیں ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں بھی گواہی دیں گے) ان کاموں کی جو یہ لوگ کرتے تھے۔ اس روز اللہ تعالےٰ ان کا واجبی بدلہ پورا پورا دے گا اور اس روز ٹھیک ٹھیک) ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ ہی ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے (اور) بات (کی حقیقت) کو کھول دینے والا ہے۔ (اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ) گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لائق ہوتے ہیں۔ یہ اس بات سے پاک ہیں جو یہ منافق بکتے پھرتے ہیں۔ ان (حضرات) کے لئے (آخرت میں) مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے۔

فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ کلمہ اولوا الفضل والسعۃ میں تعریض ظاہر ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف ہے سیاق وسباق (آغاز کلام

وسبب نزول و قل ہر آن است کہ
از فضل فضل فی الدین مراد باشد
تا تکرار لازم نیاید بلکہ فی الحقیقت
نہی خاص برائے محسنین است اگر
شخصے مستحقے را رنجانیدہ باشد
بغیر حق و او بر رنجانندۂ خود بذل
مال خود نکند آثم نباشد بالاتفاق
پس تکرار اینجا نہی باعتبار منزلت محسنین
است و ورد سلک آن آیت متضمن دخول آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبرؓ
و حضرت عائشہؓ و صفوانؓ بن معطل
ہمہ داخل اند و دخول عائشہؓ و صفوانؓ
خود ظاہر است اما آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبر ازان جہت
اگر خدا نکردہ تحقق و داں الک می
بود لوث آن بدامن پاک آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم می رسید
بجہت نسبت زوجیت و لوث بصدیق اکبرؓ عائد
می شد بجہت نسبت ولادت۔

قال اللہ تعالیٰ وعد اللہ الذین
آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم
فی الارض کما استخلف الذین من
قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی
ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم
امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک
فاولئک ہم الفاسقون۔

فقیر گوید این آیت نص ست در اثبات خلافت خلفاء
و تاویلات بعیدہ کہ اہل ہوا میکنند ایشان را از وادی حیا
بر می آرد چنانکہ در فصل سیوم بسط نمودیم و حارث بن مضرب گفت

اور وہ اتہامات جیسی گذری) اور سبب نزول کی شہادت سے۔ اور ظاہر
یہ ہے کہ فضل سے دینی فضیلت مراد ہوگی تاکہ تکرار لازم نہ آئے (کیونکہ
دنیاوی فضیلت لفظ السعۃ سے مفہوم ہو رہی ہے) بلکہ درحقیقت
(یہ ممانعت محسنین کے لئے ہے یعنی عام نہیں ہے) یہ نہی خاص محسنین کے لئے ہے
اگر کوئی شخص کسی شخص کو بغیر حق کے رنج پہنچائے اور وہ اس رنج پہنچانے
والے پر اپنا مال خرچ نہ کرے تو وہ بالاتفاق گنہگار نہ ہوگا تو یہاں
یہ جو نہی مراد ہے وہ مرتبہ محسنین کے اعتبار سے ہے (مطلب یہ ہے کہ
اتنے بڑے مرتبے کے محسنین کے لئے یہ زیبا نہیں ہے) اور کلمہ اُولٰئک
مبرؤون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ اور
حضرت عائشہؓ اور صفوانؓ بن معطل سب داخل ہیں۔ حضرت عائشہؓ
اور صفوانؓ کا (جن پر منافقین نے ان کو متہم کیا تھا) داخل ہونا تو
کھلی ہوئی بات ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ
اس سبب سے داخل ہیں کہ اگر خدانخواستہ اس بہتان کی کچھ بھی حقیقت
نکل آتی تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن پاک پر بھی
دھبہ لگتا زوجیت کی نسبت کی وجہ سے اور صدیق اکبرؓ پر عائد ہوتا نسبت
ولادت کی وجہ سے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وعد اللہ الذین آمنوا الخ (۲۴ : ۵۵)
جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ
فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا
فرمائے گا جیسا ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی۔
اور جس دین کو (اللہ تعالیٰ نے) ان کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام)
اس کو ان کے (نفع آخرت کے) لئے قوت دے گا اور ان کے اس خوف
کے بعد اس کو مبدل بہ امن کر دے گا بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں
اور میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں اور جو شخص بعد اس
اس (وعدہ) کے ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے حکم ہیں۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ آیت نص ہے خلافت خلفاءؓ کے اثبات میں
اور اہل ہوا (یعنی شیعہ) جو تاویلات بعیدہ کرتے ہیں وہ ان کو
حیا کی وادی سے باہر نہیں نکال سکتیں جیسا ہم نے تیسری فصل
میں مفصل لکھا ہے۔ اور مروی ہے حارث بن مضرب سے انہوں نے کہا

كتب إلينا عمر بن الخطاب أن تعلموا سورة النساء والأحزاب والنور وعن عمر بن الخطاب عن النبي صلى الله عليه وسلم إلا الذين تابوا من بعد ذلك وأصلحوا قال توبتهم إكذابهم أنفسهم فإن كذبوا أنفسهم قبلت شهادتهم عن سعيد بن المسيب قال شهدت عمر بن الخطاب حين جلد قذفة المغيرة بن شعبة منهم أبو بكرة ونافع وشبل ثم دعا أبا بكرة فقال إن تكذب نفسك تجز شهادتك فأبى أن يكذب نفسه ومن عمر يجيز شهادتهما حتى هلكا قوله إلا الذين تابوا وتوبتهم إكذابهم أنفسهم عن عمر بن الخطاب قال لا يجتمع المتلاعنان أبدا عن عائشة قالت أنزل الله عذري وكادت أمتي تهلك في سببي فلما سري عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وعرج الملك قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لأبي اذهب إلى ابنتك فأخبرها أن الله قد أنزل عذرها من السماء قالت فأتاني أبي وهو يعدو يكاد أن يعثر فقال أبشري يا بنية بأبي وأمي فإن الله قد أنزل عذرك قلت بحمد الله لا بحمدك ولا بحمد صاحبك الذي أرسلك ثم دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فتناول ذراعي فقلت بيده هكذا فأخذ أبو بكر النعل ليعلوني به فمنعته فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم

عمر بن الخطاب نے ہم کو لکھا کہ سورۂ نساء اور احزاب اور سورۂ نور سیکھو۔ مروی ہے عمرؓ سے وہ روایت کرتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا الخ (۲۴: ۵) لیکن جو لوگ (تہمت لگانے) کے بعد (خدا کے سامنے) توبہ کرلیں اور (اپنی حالت کی) اصلاح کرلیں، فرمایا کہ ان کی توبہ یہ ہے کہ وہ اپنے نفسوں کو خود کاذب قرار دیں تو اگر انھوں نے اپنے نفسوں کی تکذیب کی ہے تو ان کی شہادت قبول کی جاسکتی ہے۔ سعید بن المسیب سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں موجود تھا جب عمرؓ نے کوڑے لگوائے مغیرہ بن شعبہ پر تہمت لگانے والوں کے ان میں ابوبکرہ بھی تھے اور نافع اور شبل۔ پھر عمرؓ نے ابوبکرہ کو بلایا اور فرمایا کہ اگر تو اپنے نفس کی تکذیب کرے تو ہم تیری شہادت قبول کرلیں گے اس پر ابوبکرہ نے اپنے نفس کی تکذیب سے انکار کر دیا اور عمرؓ ان دونوں کی شہادت کو کبھی قبول نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ وہ دونوں ہلاک ہوگئے تو یہ معلوم ہے ارشاد باری تعالیٰ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا کا کہ وہ اپنے نفسوں کو کاذب قرار دیں۔ اور مروی ہے عمر بن الخطاب سے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دوسرے پر لعنت کرنے والے دو شخص کبھی جمع نہ ہوں۔ مروی ہے عائشہؓ سے انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری بے گناہی کو نازل کیا اور میرے بہتان کے سبب سے امت ہلاکت کے قریب ہو چکی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حالت مرتفع ہوگئی اور فرشتہ عروج کر گیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے باپ سے فرمایا کہ اپنی بیٹی کے پاس جاؤ اور اس کو خبر دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بے گناہی کو آسمان سے نازل فرمایا ہے۔ فرماتی ہیں کہ پھر میرے پاس میرے باپ تیز دوڑتے ہوئے آئے کہ قریب تھا کہ گر پڑیں اور کہا کہ میری بیٹیا خوشخبری سن میرے ماں باپ تجھ پر قربان اللہ تعالیٰ نے تیری بے گناہی نازل کردی ہے۔ میں نے کہا شکر ہے اللہ کا نہ کہ تمہارا اور نہ تمہارے صاحب کا جنھوں نے تم کو بھیجا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے میرا بازو پکڑا تو میں نے آپ کا ہاتھ سے (اشارہ کر کے بتایا کہ) اس طرح جھٹک دیا۔ پھر ابوبکرؓ نے جوتہ اٹھا کر مجھے مارنا چاہا۔ میں نے ان کو روکا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

فقال حسبت واستغفر ثم من عائشة أن نزل عذرها قبّل ابوبکر رأسها فقالت ألا عذرتنی فقال أیّ سماء تظلنی وأی أرض تقلنی إن قلت مالا علم لی به (عن قتادة) فی قوله ولا یأتل أولوا الفضل منکم الآیة قال نزلت هذه الآیة فی رجل من قریش یقال له مسطح کان بینه وبین ابی بکر قرابة وکان یتیما فی حجره وکان ممن أذاع علی عائشة ما أذاع فلما أنزل الله براءتها وعذرها تألّی ابوبکر لا ینفعه بخیر فأنزل الله هذه الآیة فذکر لنا أن نبی الله صلی الله علیه وسلم دعا ابابکر فتلاها علیه فقال ألا تحب أن یغفر الله لک قال بلی قال فاعف عنه وتجاوز فقال ابوبکر لاجرم والله لا انفعه بمعروف کنت انفعه قبل الیوم وقد روی ذلک من جماعة منهم عائشة وابن عمر وابن عباس والحسن ومحمد ابن سیرین وغیرهم عن ابی بکر الصدیق قال أطیعوا الله فیما أمرکم به من النکاح ینجز لکم ما وعدکم من الغنی قال تعالی ان یکونوا فقراء الآیة

اور ابوبکرؓ نے (کہا میں قسم دیتا ہوں) بیان کردہ اور مروی ہے عائشہؓ سے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی بے گناہی کو نازل کر دیا تو ابوبکرؓ نے ان کے سر کو بوسہ دیا تو عائشہؓ نے شکوہ کیا کہ آپ نے میری معذرت نہ کی تو ابوبکرؓ نے کہا کہ کونسا آسمان مجھے اپنے سایہ میں لیتا اور کونسی زمین مجھے اٹھاتی (یعنی میرا کہیں ٹھکانا نہ ہوتا) جب میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کچھ علم نہ تھا۔ (کہ یہ بات انہوں نے کہی تھی اس کے بارے میں کہ وہ بات کہی جس میں کا ان کو علم نہیں)۔ قتادہؓ سے روایت ہے ارشاد حق تعالیٰ وَلَا یَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ کے بارے میں انہوں نے کہا کہ یہ آیت قریش میں کے ایک شخص مسطح کے بارے میں اتری ہے، اس کے اور ابوبکرؓ کے درمیان قرابت تھی اور وہ یتیم تھا جو ان کی گود میں پلا تھا اور یہ بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے حضرت عائشہؓ پر لگائے گئے بہتان کے پھیلانے میں حصہ لیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے عائشہؓ کی براءت اور بے گناہی کو نازل فرمایا تو ابوبکرؓ نے حلف کیا کہ اب وہ ان کی مالی امداد نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اس کے متعلق ہم سے ذکر کیا گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو بلایا اور ان کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے، ابوبکرؓ نے کہا بے شک پسند کرتا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر تم اس کو معاف کر دو اور درگزر کرو۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ آج سے پہلے جو میں اس کو دیا کرتا تھا اب یہ ضروری ہے واللہ میں اس نیک سلوک کو اس سے نہ روکوں گا۔ اور ان سے یہ بات ایک جماعت سے مروی ہے جن میں سے عائشہؓ ہیں اور ابن عباسؓ اور حسنؒ اور محمد بن سیرینؒ اور دوسرے حضرات بھی۔ ابوبکرؓ صدیق سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا نکاح کے بارے میں جو حکم اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے تم اس کی اطاعت کرو تو جو وعدہ تم سے اللہ تعالیٰ نے کیا ہے وہ اس کو پورا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ الآیۃ (۲۴: ۳۲) (اور تم میں سے جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور (اسی طرح) تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو اس (نکاح) کے لائق ہوں ان کا بھی، اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ ان کو غنی کر دے گا)

على البكاء. أخرج الترمذي عن عمرؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ائتدموا بالزيت وادهنوا به فإنه يخرج من شجرة مباركة. وعن شريك ابن نملة قال ضفت عمر بن الخطاب ليلة فأطعمني كبراً من رأس بعير بارد وأطعمنا زيتاً وقال هذا الزيت المبارك الذي قال الله لنبيه. وعن أبي العالية قال كان النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه بمكة نحواً من عشر سنين يدعون إلى الله وحده وعبادته وحده لا شريك له سراً وهم خائفون لا يؤمرون بالقتال حتى أمروا بالهجرة إلى المدينة فقدموا المدينة فأمرهم الله بالقتال وكانوا بها خائفين يمسون في السلاح ويصبحون في السلاح فغبروا بذلك ما شاء الله ثم إن رجلاً من أصحابه قال يا رسول الله أبد الدهر نحن خائفون هكذا أما يأتي علينا يوم نأمن فيه ونضع السلاح فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لن تغبروا إلا يسيراً حتى يجلس الرجل منكم في الملأ العظيم محتبياً ليست فيهم حديدة فأنزل الله وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الأرض إلى آخر الآية فأظهر الله نبيه على جزيرة العرب فآمنوا ووضعوا السلاح ثم إن الله قبض نبيه فكانوا كذلك آمنين في زمان أبي بكر وعمر وعثمان حتى وقعوا فيما وقعوا وكفروا النعمة فأدخل الله عليهم الخوف

بھی روشن کرو۔ اخرج کیا ترمذی نے عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روغن زیت کو اپنا سالن بناؤ اور اس کو بدن پر مالش بھی کرو کیونکہ وہ ایک مبارک درخت سے نکلتا ہے۔ شریک ابن نملہ سے مروی ہے بیان کیا کہ میں ایک رات عمرؓ کے پاس مہمان ہوا تو انھوں نے مجھے اونٹ کی سری کی بہت ٹھنڈی بوٹیاں کھلائیں اور ہم کو روغن زیت کھلایا اور کہا کہ یہ زیت مبارک وہ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے کیا ہے۔ اور ابو العالیہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مکہ میں تقریباً دس سال تک خفیہ طور پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتے رہے کہ وہ یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اس حال میں کہ وہ خائف تھے، ان کو قتال کا حکم نہیں دیا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے پر مامور ہوئے اور مدینہ آگئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو قتال کا حکم دیا، اور مدینہ میں وہ خائف ہی تھے، ہتھیار بندی کے ساتھ ان کی شام ہوتی اور ہتھیار بندی کے ساتھ ان کی صبح ہوتی۔ اسی حال پر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا انھوں نے زمانہ گزارا۔ پھر ایک شخص نے آپ کے اصحاب میں سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا ہم ہمیشہ کے لیے اسی طرح خائف ہی رہیں گے، کیا ہم پر کوئی ایسا زمانہ بھی آئے گا جس میں ہم مطمئن ہوں گے اور ہتھیار رکھ دیں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر ہرگز زیادہ زمانہ نہیں گزرے گا مگر تھوڑا سا کہ آدمی بیٹھے ہوں گے بہت بڑی مجلسوں میں گھٹنوں پر ہاتھ لپیٹے ہوئے، ان میں لوہے کی کسی چیز کا نشان بھی نہ ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ آخر آیت تک ز ۲۲ ۵۵ (دیکھا جاچکا ہے) پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جزیرۂ عرب پر غالب کردیا تو لوگ امن و چین سے رہنے لگے اور انھوں نے ہتھیار رکھ دیے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وفات دی پھر لوگ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے زمانہ میں بھی اسی طرح امن سے رہتے رہے یہاں تک کہ پھر لوگ جن ہلاکات میں پڑنا تھا پڑ گئے اور انھوں نے کفرانِ نعمت کیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر خوف کو مسلط کیا

الذی کان لرفع منہم والتعدد الآمر والتسلط وتیسر وانحیز ما یہم۔

قال اللہ تعالیٰ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝

برائت سے اٹھا لیا گیا تھا۔ اور آنحضرت کے حجاب اور سپاہی رکھنے (جس سے ان تک عوام کی رسائی بند ہو گئی) اور وہ جیسے تو ان کے ساتھ یہ معاملہ تھا وہ بھی بدل دیا گیا۔

آیات سورۃ الفرقان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ الخ (۲۵ و ۶۳ تا ۷۴) اور (حضرت) رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے لوگ (جہالت کی بات چیت) کرتے ہیں تو وہ رفع شر کی بات کہتے ہیں۔ اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام (یعنی نماز) میں لگے رہتے ہیں۔ اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھیے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے۔ بیشک وہ جہنم برا ٹھکانا اور برا مقام ہے۔ (یہ تو ان کی حالت طاعات بدنیہ میں ہے) اور (طاعات مالیہ میں ان کا یہ طریقہ ہے کہ) وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس (افراط و تفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔ اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص (کے قتل کرنے) کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر۔ اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا سے اس کو سابقہ پڑے گا کہ قیامت کے روز اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل (و خوار) ہو کر رہے گا۔ مگر جو (شرک و معاصی سے) توبہ کرے اور ایمان بھی لے آئے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ اور جو شخص (معصیت سے) توبہ کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے تو وہ (بھی عذاب سے بچا رہے گا کیونکہ وہ) اللہ تعالیٰ کی طرف خاص طور پر رجوع کر رہا ہے۔ اور وہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر (اتفاقاً) بیہودہ مشغلوں کے پاس ہو کر گزریں تو سنجیدگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ اور وہ ایسے ہیں کہ جس وقت ان کو اللہ کے احکام کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو ان (احکام) پر بہرے اندھے ہو کر نہیں

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝

تقریر گوید عفی عنہ سنت اللہ در قرآن عظیم چنان جاری شدہ کہ اہل نجات را با اہل ضلال ہر جا در میزان اعتبار می سنجند و اوصاف ہر فریق را بیان می کنند آن یکے را بعذاب الیم تہدید می نمایند و آن دیگر را بنعیم مقیم وعدہ میدہند و در ذکر اوصاف فریقین بطریق احتمال اکتفا نمی نمایند بلکہ اوصاف موجودہ در فریقین بلکہ اوصافیکہ بآن ہر دو فریق مشہور شدہ باشند ذکر می فرمایند ایں جا آنچہ از شبہات کفار غیر آنچہ بزبان ایشان گذشت در مجالس محافل بآن نطق می نمودند ذکر نمیشود و جوابات مقدرہ و احتمالات بعیدہ متوجہ نمیشوند و انچہ آنکہ در باب احکام نکاح و طلاق وغیرآن بصورت مختلفہ غیر واقعہ نمی پردازند چون این اصل را فہمیدی بدانکہ خدای تعالے در سورۂ فرقان شبہات کفار و جہالات ایشان نیز ذکر نماید و پاداش ہر یکے و تعلیم مادۂ ہر اشکالے بیان می نماید بعد ازاں صفات عباد اللہ المقربین ذکر فرمایند و انجا بر صفات ثابتہ مشہورہ در اشخاص موجودین بر تبۂ اکتفا میکنند تا دلالت صاف بر تعریض باشد بر حاضرین و عباد الرحمٰن الذین الآیہ و آن صفات دلالت

اور ایسے ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما اور ہم کو متقیوں کا افسر بنا دے۔ ایسے لوگوں کو (بہشت میں رہنے کو) بالاخانے ملیں گے بوجہ ان کے (دین و طاعت پر) ثابت قدم رہنے کے اور ان کو اس (بہشت) میں (فرشتوں کی جانب سے) بقا کی دعا اور سلام ملے گا (اور) اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ کیسا اچھا ٹھکانا اور مقام ہے۔

تقریر عفی عنہ کہتا ہے کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا طریقہ اس طرح جاری ہے کہ اہل نجات کا ہر موقع پر اہل ضلالت کے ساتھ عبرت والے کے لئے موازنہ کرتے رہتے ہیں اور ہر فریق کا انجام بیان کرتے ہیں اس ایک (اہل ضلالت فریق) کو عذاب الیم کی وعید بتاتے ہیں اور اس دوسرے (اہل نجات فریق) کو جنت جاودانی کا وعدہ دیتے ہیں اور فریقین کے اوصاف کو شمار کرنے میں فرض کرلینے پر اور احتمال پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان اوصاف کا ذکر کرتے ہیں جو فریقین میں موجود ہیں بلکہ ایسے اوصاف جن سے فریقین مشہور ہوں جیسا کہ کفار کے شبہات میں سے بجز ان شبہات کے جو ان کی زبانوں پر آتے اور وہ اپنی محفلوں اور مجلسوں میں ان کو بکتے رہتے ہیں اور فرضی شبہات پر کلام نہیں ہوتا اور جوابات مقدرہ (کہ اگر کوئی اعتراض کرے تو یہ جواب ہے) اور احتمالات بعیدہ پر متوجہ نہیں ہوتے اور احکام نکاح و طلاق وغیرہ کے احکام کی احتمالی غیر واقعی صورتوں میں مشغول نہیں ہوتے۔ جب اس اصل کو تم نے سمجھ لیا تو جان لو کہ سورۂ فرقان میں کفار کے شبہات اور ان کے جاہلی خصائل کو بھی بتا کر رہے ہیں اور ہر ایک کی پاداش و انجام کو بھی۔ اور ہر ایک اشکال کی جڑ اکھاڑ دینے والا بیان بھی فرما رہے ہیں؛ اس کے بعد اللہ کے مقرب بندوں کی صفات ذکر فرماتے ہیں اور دستور کے مطابق اس موقع میں بھی ان ایام میں جو اشخاص موجود تھے ان کی ان صفات کے بیان پر اکتفا کر رہے ہیں جو ان میں موجود تھیں اور مشہور تھیں تاکہ دلالت واضح کے ساتھ ان حاضرین پر تعریض ہو جائے کہ عباد الرحمٰن الذین الآیہ۔ اور یہ سب بہ نسبت جاہلین علم و

تقریر کو بعضی مصنفہ خدای تعالی در سورۂ شعراء
قصۂ ہفت پیغامبر علیہم الصلوٰۃ والسلام بیان کردہ
بعد ازاں اثبات نزول قرآن بر دل مبارک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از جانب حق بواسطۂ
جبرئیل می نماید و دلیل حقیت آن می آرد کہ علماء
اہل کتاب بسبب مذکور بودن آن در زبر اولین
حقیت آن را می شناسند باز فائدہ نزول قرآن
بر مرد عربی بلسان عرب تا بر شخص عجمی بزبان
عجم ارشاد میکند ولو نزلنٰہ باز مستحکم بودن
انکار در قلوب اہل شقاق افادہ میفرماید
کذٰلک سلکنٰہ بعد ازاں تقویت مبحث
قرآن را بآنکہ قرآن از باب القای شیاطین نیست
بدو وجہ یکے آنکہ شیاطین از وصول بملاء اعلیٰ
کہ محل انعقاد احکام الٰہیہ است برائی مصالح
جمہور بنی آدم محروم اند دوم آنکہ سنۃ اللہ چنیں
جاری شدہ کہ القائی شیاطین نمی باشد مگر بر
نفوس خبیثہ خبیثہ زیرا کہ مناسبت درمیان
مفید و مستفید شرط است و نفس مبارک آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم از نفوس عالیہ قدسیہ
است در نہایت طہارت اعمال و اخلاق دیگر
از باب شعر نیست کہ کار شعراء غالباً افراط
است در مدح و در ہجو و تشبیب و امثال آن با صنوف
و امثال ہدایت خلق اللہ مناسبت ندارد و اینجا در ہر مسئلہ مراد
اصلاح اخلاق و اعمال ہست کہ اصلاً تخیلی در آن نیست این
تقریر شریف ضمن فرماید فلا تدع الخ یعنی بر توحید عبادت
مستمر باش و نزدیک ترین قبیلۂ خود را بتخصیص انذار
کن و با جمعی کہ پیروی تو کردہ اند تواضع بجا آر و اگر ایشان دعوت
قرآن تو را قبول نکنند توکل کن بر خدای تعالی و غبار تشویش
از انکار ایشان باید کہ بر خاطر تو نرسد باز تقریر میکند

تقریر بعض مصنفہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے سورۂ شعراء میں سات پیغمبروں کا
علیہم الصلوٰۃ والسلام قصہ بیان فرماتے ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطۂ
جبریل قرآن کے نزول کا اثبات فرماتے ہیں۔ اور اس کے حق ہونے
کی دلیل یہ لاتے ہیں کہ علماء اہل کتاب اس وجہ سے کہ اس کا ذکر انبیاء
سابقین کی کتابوں میں موجود ہے (جن کو وہ پڑھتے ہیں) اس کے
حق ہونے کو پہچانتے ہیں۔ پھر ایک عربی مرد پر عربی زبان میں نزول
قرآن کے ہونے اور عجمی شخص پر عجمی زبان میں نزول نہ ہونے کا فائدہ
ارشاد فرماتے ہیں ولو نزلنٰہ سے۔ پھر اہل عناد کے قلوب میں انکار
کے مستحکم ہونے کا ذکر فرماتے ہیں کذٰلک سلکنٰہ سے۔ اس کے بعد
قرآن کی حقیقت کے ثبوت کو قوت پہنچاتے ہیں اس بیان سے کہ قرآن
شیطانی القاء میں سے نہیں ہے دو وجہ سے۔ ایک یہ کہ شیاطین
ملاء اعلیٰ میں پہنچنے سے جہاں احکام الٰہیہ منعقد ہوتے ہیں محروم
ہیں۔ دوسری یہ کہ قانون الٰہی اس طرح جاری ہو چکا ہے کہ القاء
شیاطین بجز خبیث اور ناپاک نفوس کے اور کسی پر نہیں ہوتا کیونکہ
مفید (فائدہ پہنچانے والے) اور مستفید (فائدہ حاصل کرنے والے)
کے درمیان مناسبت شرط ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
نفس مبارک نفوس عالیہ قدسیہ میں سے ہے جو اعمال و اخلاق کی
پاکیزگی کی انتہا پر پہنچا ہوا۔ نیز یہ قرآن شعر کی قسم میں سے بھی نہیں
ہے کہ شعراء کا کام اکثر و بیشتر مبالغہ ہوتا ہے مدح میں اور ہجو میں
اور غزلیں کہنا اور اسی طرح کی چیزیں اور وہ اخلاق و اعمال کی
اصلاح اور خلق اللہ کی ہدایت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے اور
یہاں ہر مسئلہ میں جو چیز مد نظر ہے وہ اخلاق و اعمال کی اصلاح ہے
یہ کوئی تخیلی بات نہیں۔ اس تقریر مبارک کے ضمن میں فرماتے ہیں فلا
تدع مع اللہ یعنی توحید عبادت پر دوام قائم رہو اور اپنے نزدیک ترین قبیلہ
کو بالتخصیص اللہ سے ڈراؤ اور اس جماعت کے ساتھ جنہوں نے
آپ کی پیروی کی ہے تواضع سے پیش آئیے اور اگر وہ آپ کی دعوت
آپ کا فرمان نہ بجا لائیں تو آپ اللہ عزوجل پر توکل کیجئے اور ان کے
انکار سے تشویش کا غبار آپ کے قلب پر نہ جمنا چاہئے پھر تقریر کرتا ہے کہ

ہجرت کنید تا اخلاص عبادت میسر آید ہر نفس
چشندہ مرگ است باز بسوئے ما گردانیدہ شوید و
آنانکہ ایمان آوردہ اند و کردند کارہائی شائستہ
البتہ جای دہیم ایشان را از بہشت بالاخانہ ہائے
مرتفع کہ میرود زیر آن جویہا باشند آنجا
نیکو مزد کار نیک کنندگان است آن عمل آن
کار نیک کنندگان کہ صبر کردند یعنی بر مشاق
ہجرت و توکل میکنند بر پروردگار خویش و بسا
جانور کہ بر نمی دارد روزی خود را خدا روزی
میدہد او را و نیز شما را و اوست شنوا دانا
فقیر گوید ازیں آیت امر است بہ ہجرت از
دار کفر و وعدہ است بہ بہشت آنان را کہ
شکیبائی ورزیدند بر مشاق ہجرت و جہاد
وغیرہا و بر خدا توکل کردند و تشجیع است
مومنان را بر ہجرت و ترک اسباب معاش کہ
ہر کس در وطن خود چیزہا داشت بتذکر مال دواب
کہ ذخیرہ نہادن و زراعت کردن و تجارت
نمودن شایان ایشان نیست چون خدای تعالیٰ
ہر کس را روزی میرساند باز فقیر گوید نقل متواتر
ثابت شد بوجہیکہ شک را دران مدخل نیست
کہ جماعہ از سابقین مومنین ہجرت کردند و
بر مشاق ہجرت و جہاد صبر نمودند و اسباب معاش
کہ در وطن میسر داشتند بطلب رضای الٰہی ترک
نمودند و انواع اعمال خیر از ایشان بظہور انجامید
پس وعدہ غرف کہ اعلیٰ درجات است در بہشت برای
ایشان مقرر شد و ہو المقصود۔
و عن الشعبی فی قولہ الٓمٓ احسب الناس ان یترکوا الآیۃ
قال نزلت فی اناس کانوا بمکۃ قد اقروا بالاسلام فکتب الیہم اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من المدینۃ لما نزلت آیۃ الہجرۃ انہ لا یقبل

ہجرت کرو تاکہ اخلاص عبادت میسر آجائے۔ ہر نفس موت (کا مزہ)
چکھنے والا ہے پھر ہماری طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اور جو لوگ ایمان
لائے اور انھوں نے شائستہ کام کئے البتہ جگہ دیں گے ہم ان کو بہشت
کے اونچے محلوں میں کہ جاری ہیں ان کے نیچے ہمیشہ رہنے والی نہریں
وہاں بہت اچھی مزدوری ہے اچھے کام کرنے والوں کی وہ عمدہ صفات
ایسے نیک کام کرنے والے جنھوں نے صبر کیا یعنی ہجرت کی مشقتوں
پر اور توکل کرتے ہیں اپنے پروردگار پر اور بہت سے ایسے جانور
ہیں کہ اپنی روزی اٹھا کر نہیں رکھتے خدا ان کو روزی دیتا ہے اور
تم کو بھی اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ یہ
آیت حکم ہے دار کفر سے ہجرت کرنے کا اور ان لوگوں کے لئے جنھوں نے
ہجرت کی اور جہاد وغیرہ کی مشقتوں پر صبر کیا اور خدا پر توکل کیا جنت
کا وعدہ ہے۔ اور مومنوں کو ڈھارس ہے ہجرت پر اور ترک اسباب
معاش پر جو ہر ایک اپنے وطن میں رکھتا تھا چوپاؤں کے مال کے اوپر
کے مانند کہ ذخیرہ کرنا اور کھیتی کرنا اور تجارت کرنا ان کی شان میں
سے نہیں ہے، جبکہ باوجود خدا ہر ایک کو روزی پہنچاتا ہے پھر
فقیر کہتا ہے کہ نقل متواتر سے اس وثوق کے ساتھ ثابت ہے کہ جس میں شک
کرنے کی گنجائش نہیں ہے کہ مومنین سابقین کی جماعت نے ہجرت
کی اور ہجرت اور جہاد کی مشقتوں پر صبر کیا اور جو اسباب معاش
ان کو گھر میں میسر تھے رضائے الٰہی کی طلب میں انھوں نے ان سب
کو چھوڑا اور طرح طرح کے اعمال خیر کا ان سے ظہور ہوتا رہا تو غرفوں کا
وعدہ جو بہشت کے اعلیٰ درجات ہیں ان سے متعلق ہوسکتے ہیں کوئی
شبہ نہیں اور یہی ثابت کرنا ہمارا مقصود ہے۔
اور شعبی سے قول باری تعالیٰ الٓمٓ احسب الناس الخ
(٢-١) الٓمٓ۔ کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر
چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟
کے بارے میں مروی ہے کہ یہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو
مکہ میں تھے اور اسلام کا اقرار کر چکے تھے ان کو مدینہ سے اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا جب کہ ہجرت نازل ہوئی
کہ تمہاری طرف سے صرف اقرار کر لینا قبول نہ کیا جائے گا اور اسلام

ولما اسلموا حتى جاهدوا قال فخرجوا مهاجرين الى المدينة فاتبعهم المشركون فردوهم فنزلت فيهم هذه الآية فكتبوا اليهم انه قد انزل فيكم آية كذا وكذا فقالوا نخرج فان اتبعنا احد قاتلناه فخرجوا فاتبعهم المشركون فقاتلوهم فمنهم من قتل ومنهم من نجا فانزل الله فيهم ثم ان ربك للذين هاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاهدوا وصبروا ان ربك من بعدها لغفور رحيم

وعن ابن مسعود قال اول من اظهر اسلامه سبعة رسول الله وابوبكر وسمية ام عمار وعمار وصهيب وبلال والمقداد فاما رسول الله صلى الله عليه وسلم فمنعه الله بعمه ابي طالب واما ابوبكر فمنعه الله بقومه واما سائرهم فاخذهم المشركون فالبسوهم ادراع الحديد وصهروهم في الشمس فما منهم احد الا وقد واتاهم على ما ارادوا الا بلال فانه هانت عليه نفسه في الله وهان على قومه فاعطوه الولدان فجعلوا يطوفون به في شعاب مكة وهو يقول احد احد وعن انس قال اول من هاجر من المسلمين الى الحبشة باهله عثمان بن عفان فقال النبي صلى الله عليه وسلم صحبهما الله ان عثمان لاول من هاجر الى الله باهله بعد لوط۔

نہیں اٹھائے گئے یہاں تک کہ تم ہجرت کرو۔ شعبیؒ نے کہا کہ پھر وہ مدینہ جانے کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے تو مشرکین نے ان کا پیچھا کیا اور ان کو واپس لے گئے۔ تو انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ تو پھر جو مسلمان تھے انہوں نے ان کو لکھا کہ تمہارے بارے میں یہ اور یہ آیات نازل ہوئی ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم نکلیں گے اب اگر کسی نے ہمارا تعاقب کیا تو ہم اس سے قتال کریں گے۔ چنانچہ وہ نکلے اور مشرکوں نے ان کا پیچھا کیا تو انہوں نے قتال کیا۔ تو ان میں سے بعض قتل ہوئے اور بعض بچ نکلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں نازل کیا ثم ان ربک الخ (۱۱۰:۱۶) پھر بیشک آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے کہ جنہوں نے مبتلائے کفر ہونے کے بعد (ایمان لاکر) ہجرت کی پھر جہاد کیا اور (ایمان پر) قائم رہے تو آپ کا رب ان (اعمال) کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔ اور ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ اول میں لوگوں نے اسلام ظاہر کیا سات تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابوبکرؓ اور سمیہؓ ام عمار اور عمارؓ اور صہیبؓ اور بلالؓ اور مقدادؓ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچاؤ تو اللہ تعالیٰ نے کیا آپ کے چچا ابوطالب کے ذریعہ سے۔ اور ابوبکرؓ تو ان کا بچاؤ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے ذریعہ سے کیا۔ باقی دوسرے لوگوں کا حال یہ ہوا کہ ان کو مشرکوں نے پکڑ لیا اور ان کو لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں ڈال دیا تو ان میں جتنے بھی تھے سب ڈھیلے ہو گئے اس امر میں کہ جو انہوں نے ارادہ کیا تھا (یعنی اسلام کے کفر کا اقرار و اظہار کرنے لگے) بجز بلالؓ کے کہ انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جان کو حقیر چیز قرار دے لیا اور قوم کے پاس پہنچے تو لوگوں نے ان کو پکڑ لیا اور لڑکوں کے حوالے کر دیا انہوں نے (ان کو لئے پھرتے) مکہ کی گلی کوچوں میں ان کو لے کر پھرنا شروع کر دیا اور وہ احد احد کہتے جاتے تھے۔ اور مروی ہے انسؓ سے کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے مع بیوی بچوں کے حبشہ کی طرف عثمانؓ نے ہجرت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ رہے۔ بیشک عثمانؓ وہ پہلا شخص ہے جس نے بعد لوط کے اپنی بیوی کو لیکر ہجرت کی

عن اسماء بنت ابی بکر قالت ہاجر عثمان الی الحبشۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ اول من ہاجر بعد ابراہیم ولوط۔ وعن زید بن ثابت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کان بین عثمان ورقیۃ وبین لوط من مہاجر۔ عن ابن عباس قال اول من ہاجر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان بن عفان کما ہاجر لوط الی ابراہیم۔ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخلت انا وابوبکر الغار فاجتمعت العنکبوت فنسجت بابا فلا تقتلوہن۔ عن ابی قلابۃ ان عمر بن الخطاب مر برجل یقرأ کتابا فاستمعہ ساعۃ فاستحسنہ فقال للرجل اکتب لی من ہذا الکتاب قال نعم فاشتری ادیما فہیأہ ثم جاء بہ الیہ فنسخ لہ فی ظہرہ وبطنہ ثم اتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجعل یقرأہ علیہ وجعل وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتلون فضرب رجل من الانصار بیدہ الکتاب وقال ثکلتک امک یا ابن الخطاب الا تری وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذ الیوم وانت تقرأ علیہ ہذا الکتاب فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند ذلک انما بعثت فاتحا وخاتما واعطیت جوامع الکلم وفواتحہ واختصر لی الحدیث اختصارا فلا یہلکنکم المتہوکون۔

مروی ہے اسماء بنت ابی بکرؓ سے انھوں نے کہا کہ عثمانؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک یہ یقیناً پہلا شخص ہے جس نے ابراہیمؑ اور لوطؑ کے بعد ہجرت کی اور زید بن ثابتؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمانؓ اور رقیہؓ کے اور لوطؑ کے درمیان کوئی مہاجر نہیں ہوا۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی وہ عثمانؓ بن عفان تھے جس طرح ہجرت کی تھی لوطؑ نے ابراہیمؑ کی طرف مروی ہے علیؓ سے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور ابوبکرؓ غار میں داخل ہوئے تو مکڑیاں جمع ہوئیں اور انہوں نے غار کے دہانے پر جالا تن دیا تو تم ان کو قتل نہ کرنا۔ مروی ہے ابی قلابہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب ایک شخص پر گزرے جو ایک کتاب پڑھ رہا تھا تو آپ نے ایک ساعت اس کو کان لگا کر سنا تو آپ کو اچھا معلوم ہوا۔ پھر اس شخص سے کہا کہ کیا اس کتاب میں سے تو مجھے کچھ لکھ دے گا؟ اس نے کہا کہ ہاں! تو ایک چمڑا خرید کر لائے پھر اس کو (لکھنے کے قابل) تیار کیا اور اس کے پاس لے کر پہنچے۔ اس نے اس کے باہر اور اندر کی طرف لکھ دیا۔ پھر اس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور اس کو آپ کے سامنے پڑھنا شروع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہونا شروع ہوا تو انصار میں کے ایک شخص نے اس تحریر پر ہاتھ مارا اور کہا اے ابن الخطاب تیری ماں تجھے روئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو آج دیکھ رہا ہے کہ نہیں اور تو یہ تحریر پڑھتا چلا جا رہا ہے پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا کہ میں فاتح اور خاتم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور مجھ کو جامع کلمات عطا کئے گئے اور ان کے فواتح اور میرے لئے کلام کو خوب طور پر مختصر کر دیا گیا تو تمہیں یہ بے پرواہی سے چوک ہونے والے کہیں ہلاک نہ کرا دیں

لے یعنی قرآن عطا کیا گیا جو آسان الفاظ اور معانی کثیرہ کا مجموعہ ہے [illegible] کی [illegible] کا [illegible] ہو گیا۔ [illegible] کی [illegible] اور [illegible] کو [illegible] کتاب [illegible] حضرت [illegible] اور [illegible] کی پریشانی کا باعث [illegible] ہیں یہ [illegible]

قال اللہ تعالیٰ الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۭ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ اینجا قراء مختلف اند جمعے غَلَبَتْ بصیغۂ معلوم و سَيُغْلَبُوْنَ بصیغۂ مجہول خوانند و جمعے غُلِبَتْ بصیغۂ مجہول و سَيَغْلِبُوْنَ بصیغۂ معلوم تلاوت کنند در وجہ اول بشارت است بفتح مسلمین روم را و آن در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقع نشد بلکہ در زمان شیخین صورت گرفت و انجاز موعود این آیت بدست خلیفہ یکے از خواص خلافت خاصہ است۔ اخرج الترمذی والحاکم عن ابن عباسؓ في قوله الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ قال غَلَبَتْ و غُلِبَتْ قال كان المشركون يحبون ان تظهر فارس على الروم لانهم اصحاب اوثان وكان المسلمون يحبون ان تظهر الروم على فارس لانهم اصحاب كتاب فذكروه لابي بكر فذكره ابو بكر لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اما انهم سيغلبون فذكره ابو بكر لهم فقالوا اجعل بيننا وبينك اجلا فان ظهرنا كان لنا كذا وكذا وان ظهرتم كان لكم كذا وكذا فجعل اجلا خمس سنين

آیات سورۃ الروم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ وغیرہ الآیۃ (۱۔۳) (ترجمہ: اہلِ روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سال (یعنی تین سے نو سال کے اندر) میں غالب آجاویں گے۔ پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور پیچھے بھی اور اس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی امداد پر خوش ہوں گے وہ جس کو چاہے غالب کر دیتا ہے اور وہ زبردست ہے رحیم ہے۔) یہاں قراء میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت غَلَبَتْ بصیغہ معروف پڑھتی ہے اور سَيُغْلَبُوْنَ بصیغہ مجہول اور ایک جماعت غُلِبَتْ بصیغہ مجہول اور سَيَغْلِبُوْنَ بصیغہ معروف تلاوت کرتی ہے۔ پہلی صورت میں یہ اس امر کی بشارت ہے کہ مسلمان روم کو فتح کریں گے۔ اور یہ بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع نہیں ہوئی بلکہ شیخین کے زمانہ میں پوری ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا پورا ہونا خلیفہ کے ہاتھ پر خلافت خاصہ کے خواص میں سے ہے۔ تخریج کیا ترمذی نے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے، ترمذی نے ابن عباسؓ سے آیت الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ کی تفسیر میں غَلَبَتْ و غُلِبَتْ (یعنی غالب ہوئے اور مغلوب ہوئے) فرمایا کہ مشرکین پسند کرتے تھے کہ فارس غالب ہو روم پر کیونکہ فارس کے لوگ بھی بتوں والے تھے اور مسلمان پسند کرتے تھے کہ روم کی فتح ہو فارس پر کیونکہ روم والے اصحابِ کتاب تھے۔ اس کا ذکر لوگوں نے ابوبکرؓ سے کیا اور ابوبکرؓ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ اہلِ روم عنقریب غالب ہو جائیں گے۔ اس کا ذکر ابوبکرؓ نے مشرکین سے کر دیا۔ انھوں نے کہا ہمارے اور اپنے درمیان ایک مدت معین کر لو، اگر ہم غالب ہوئے (یعنی ہماری منشا کے مطابق کسریٰ کی فتح ہوئی) تو ہمارا حق ہوگا اتنا اور اتنا (یہ آپ کو دینا ہوگا) اور اگر تم غالب آگئے (یعنی روم کی فتح ہوئی) تو تمہارا حق ہوگا اتنا اور اتنا (یہ ہم آپ کو دیں گے) اس کے بعد ابوبکرؓ نے آپس میں پانچ سال کی مدت مقرر کر لی (اس

ثم يظهروا فذكر ذلك ابو بكر لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال الا جعلته اراه قال دون العشرة فظهرت الروم بعد ذلك فذلك قول الم غلبت الروم فغلبت ثم غلبت بعد لقول الله لله الامر من قبل ومن بعد ويومئذ يفرح المؤمنون بنصر الله قال سفيان سمعت انهم ظهروا عليهم يوم بدر ولهذا الحديث طرق متعددة مستفيضة عن ابن مسعود والبراء بن عازب ونيار بن مكرم الاسلمي ورواه ايضا مرسلا الزهري وقتادة وعكرمة عن ابن عباس قال قال عمر اما الحمد فقد عرفناه فقد يحمده الخلائق بعضهم بعضا واما لا اله الا الله فقد عرفناها فقد عبدت الآلهة من دون الله واما الله اكبر فقد يكبر المصلي واما سبحان الله فما هو فقال رجل من القوم الله اعلم فقال عمر قد شقي عمر ان لم يكن يعلم ان الله اعلم فقال علي يا امير المؤمنين اسم ممنوع ان يتحلى احد من الخلائق واليه مفزع الخلق واحب ان يقال له فقال هو كذلك اخرج مسلم عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ترك قتلى بدر ثلاثة ايام حتى جيفوا ثم اتاهم

وقت میں) روم والے غالب نہیں آئے۔ پھر ابوبکرؓ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے (مجھے خیال ہے کہ) یہ فرمایا تم نے کیوں نہ دس برس سے کم (مدت) مقرر کی (کیونکہ لفظ بضع کا اطلاق تین سے نو تک ہوتا ہے) پھر اس کے بعد روم والے غالب آگئے۔ تو یہ ہے مطلب حق تعالیٰ کے ارشاد الٓمّٓ۔ غلبت الروم کا (کہ روم) مغلوب ہوگئے پھر بعد میں غالب ہوئے جس کی وجہ یہ ارشاد ہے للہ الامر من قبل الخ (ترجمہ شروع میں لکھا جا چکا) سفیانؒ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ (رومی) ان (فارسیوں) پر بدر کی فتح کے دن غالب ہوئے تھے۔ اور اس حدیث کے متعدد مستفیضہ طرق ہیں یہ مروی ہیں ابن مسعودؓ سے اور براءؓ بن عازب اور نیارؓ بن مکرم اسلمی سے اور اس کو زہریؒ نے مرسلاً روایت کیا ہے اور قتادہؒ اور عکرمہؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا انھوں نے بیان کیا کہ عمرؓ نے (جماعت صحابہؓ سے) کہا کہ الحمد للہ کو تو ہم پہچانتے ہیں (یعنی حمد کے معنی) کہ خلائق میں سے بعض بعض کی حمد (تعریف) کرتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ کو بھی ہم پہچانتے ہیں (یعنی اس کے معنی) کہ اللہ کے سوا بہت سے آلہہ (یعنی معبودوں) کی پرستش ہوتی تھی۔ اور اللہ اکبر (وہ تو ظاہر ہی ہے) ہر نماز پڑھنے والا تکبیر کہتا ہے (آپ صاحبان یہ بتائیں کہ) سبحان اللہ کیا ہے؟ قوم میں سے ایک شخص نے کہا اللہ اعلم۔ تو عمرؓ نے کہا کہ بڑا بدبخت ہوگا عمرؓ اگر اس کو اتنی بھی خبر نہ ہو کہ اللہ اعلم (اللہ ہی بڑا عالم ہے) پھر علیؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ یہ اسم ہے (جس کا مفہوم یہ ہے کہ) ممنوع ہے کہ خلائق میں سے کوئی اس کی کسی صفت کو اپنی طرف منسوب کرے (یا اپنی صفات مختصہ میں اس کو شریک کرے مثلاً یہ کہے کہ خدا کا بچہ فلاں کا) اور اسی کی طرف گھبراہٹ کے وقت تمام خلق رجوع ہوتی ہے اور وہ یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس کو ایسا کہا جائے تو فرمایا کہ ایسا ہی مطلب ہے جو تم نے بیان کیا۔ اخرجہ کیا مسلم نے مروی ہے انسؓ بن مالک سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑے رکھا بدر کے مقتولوں کو تین دن یہاں تک کہ مردار ہوگئے (یعنی جسم سڑنے لگا) پھر ان کے پاس آئے

فقام فناداهم فقال يا امية ابن خلف يا ابا جهل بن هشام يا عتبة بن ربيعة هل وجدتم ما وعد ربكم حقا فسمع عمر قوله فقال يا رسول الله تناديهم بعد ثلاث وهل يسمعون يقول الله انك لا تسمع الموتى فقال والذي نفسي بيده ما انتم باسمع منهم ولكنهم لا يطيقون ان يجيبوا. رواه مسلم من ابن عمرؓ.

قال الله تعالى الٓمّٓ ۚ تلك آيات الكتاب الحكيم هدى ورحمة للمحسنين الى اربع آيات بعدها.

تقرير گويم خدای تعالى در سورة لقمان تباين مراتب سعداء و اشقياء بيان مے فرمايد ولابد هر دو فريق در وقت نزول سورة لقمان موجود بودند و اين سورة مكية است جماعة را احسان كه صفت كاشفه آن اقامت صلوة است و ايتاء زكوة و يقين كردن بآخرت اثبات مے فرمايد

اور کھڑے ہوئے پھر ان کو پکار کر فرمایا کہ اے امیہ بن خلف! اے ابوجہل بن ہشام! اے عتبہ بن ربیعہ! جو کچھ تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اس کو سچا پایا؟ آپ کی یہ آواز عمرؓ نے سن لی تو آئے اور کہا یا رسول اللہ آپ ان کو تین دن کے بعد آواز دے رہے ہیں اور کیا یہ سن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (۲۷: ۸۰) آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ تو آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور مسلم کی مانند روایت کیا گیا ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔

آیات سورۂ لقمان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا الٓمّٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۙ ان کے بعد کی چار آیات تک۔ (۳۱: ۱ تا ۵) الٓمّٓ۔ یہ آیتیں ایک پُرحکمت کتاب کی ہیں جو کہ ہدایت اور رحمت ہے نیک کاموں کے لئے جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ لوگ آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے رب کے سیدھے راستے پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور بعض آدمی ایسا (بھی) ہے جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو (اللہ سے) غافل کرنے والی ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بوجھے گمراہ کرے اور اس کی ہنسی اڑائے ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ اور جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ شخص تکبر کرتا ہوا منہ موڑ لیتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں جیسے اس کے کانوں میں ثقل ہے سو اس کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔ فقیر کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے سورۂ لقمان میں اہل سعادت اور اہل شقاوت لوگوں کے مراتب کا متضاد ہونا بیان فرماتے ہیں اور یہ ضروری ہے کہ دونوں فریق سورۂ لقمان کے نزول کے وقت موجود ہوں۔ اور یہ سورت مکیہ ہے۔ ایک جماعت کے لئے احسان جس کو بیان کرنے والی صفت نماز کو قائم کرنا ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا اور آخرت پر یقین کرنا ثابت فرماتے ہیں

یقین سی آورده‌اند باز فقیر میگوید خدای تعالیٰ
در اول کلام ذکر مؤمنین کاملین فرمود
إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا
بعد ازان فرق در معاد این جماعه و معاد
جماعه که طرف مقابل ایشان واقع شدند
ارشاد فرمود أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن
كَانَ فَاسِقًا لَّا يَسْتَوُونَ بعد ازان تشبیه
داد حالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بحالت حضرت موسیٰ که پیش ازین بحضرت
موسیٰ توریت دادیم و آن را سبب هدایت
بنی اسرائیل گردانیدیم پس اگر ترا قرآن
دادیم و آن را هدایت امت تو گردانیدیم
محل استبعاد نیست و از بنی اسرائیل جمعی را
امام ساختیم چون استحقاق امامت پیدا کردند
بصبر بر مشاق جهاد و مخاصمت کفار و تحصیل
یقین پس اگر از مؤمنین کاملین جمعی را از
امت تو امام سازیم و بدست ایشان جهانی
را هدایت گردانیم جای تعجب نیست و درین
آیت بحسب سباق و سیاق اشارتیست خفی
باآنکه جماعه از امت مرحومه ائمه خواهند بوده

کرده حسن دلو آشنایانه برنی غارتی
ملے درمیده که چند نظر بر شم بزد آلی

یقین ملنے تھے۔ پھر فقیر کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اول کلام میں مومنین کاملین کا ذکر فرمایا إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا اس کے بعد اس جماعت کی اور اس جماعت کی آخرت کا انجام ارشاد فرماتے ہیں جو اس کی سمت مقابل میں واقع ہوتی ہے أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا لَّا يَسْتَوُونَ ۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حالت سے تشبیہ دی کہ جس طرح پہلے ہم نے حضرت موسیٰ کو توریت دی اور اس کو بنی اسرائیل کی ہدایت کا سبب بنایا تو اگر ہم نے تم کو قرآن دیا اور اس کو امت کے لئے ہدایت کا سبب بنایا تو اس میں کوئی استبعاد کا موقع نہیں ہے۔ اور ہم نے بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت کو امام بنایا جب انھوں نے جہاد کی مشقتوں پر اور کفار کے جھگڑوں پر صبر کرکے اور قوت یقین حاصل کرکے امامت کا استحقاق حاصل کر لیا تھا پس اگر آپ کی امت میں سے مومنین کاملین کی ایک جماعت کو ہم امام بنا دیں اور ان کے ہاتھ سے ہم ایک عالم کو نور ہدایت پہنچائیں تو یہ کوئی محل تعجب نہیں ہے۔ اور اس آیت میں سباق اور سیاق کے اعتبار سے ایک اشارۂ خفی اس امر کا موجود ہے کہ اس امت مرحومہ کی ایک جماعت ائمہ دین ہوگی مگر اس اشارۂ خفی کو سمجھنے کے لئے خاص نظر ہوتی ہے۔ یہ کام ہر عام نگاہ نہیں کر سکتی (بقول شاعر) حسن کی بھولی بھالی چال میں (سمجھنے کے لئے) ایک آشنایانہ دلکشی ہے لیکن اس کو کب سمجھ پاتی ہے یہ تو ذکی آنکھ کا کام ہے (جو) اس کو ڈھونڈ نکالنے کی قوت رکھتی ہے)۔

آیات سورۂ احزاب

قال اللہ تعالیٰ وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ
الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا
اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَ
رَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَ
تَسْلِيمًا ۝ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا
مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن
قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ (۲۲۔۲۳۔۲۴)

اور جب ایمانداروں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے جس کی ہم کو اللہ و رسول نے خبر دی تھی اور اللہ و رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس سے ان کا ایمان اور اطاعت میں اور ترقی ہوگئی ان مومنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انھوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے پھر بعض ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعض ان میں مشتاق ہیں اور آخر تک

وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَاۗءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ فقیر گوید عفی عنہ این آیت در قصہ احزاب نازل شد وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ وچون دیدند مسلمانان افواج مشرکین را گفتند این است آنچہ وعدہ داد ما را خدا و رسول او و راست فرمود خدا و رسول او و نیفزود ذکر آمدن افواج مشرکین در حق ایشان مگر باور داشتن و گردن نہادن یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خبر دادہ بود کہ چند روز از دست کافران رنجہا پیش خواہد آمد بعد از ان فتح و نصرت نصیب شما خواہد شد وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ چون مؤمنان اجتماع کفار دیدند دانستند کہ نصفے از موعود بایشان رسید و توقع نصف ثانی در دل ایشان محکم شد مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ از مسلمانان جمعے ہستند کہ راست کردند با خدا آنچہ بران عہد بستہ بودند با خدا ای از دل یعنی ثابت قدم بودند در مواطن حرب باختیار خود پس از ایشان کسے ہست کہ تمام رسانید نذر خود را و از ایشان کسے ہست کہ انتظار میکشد تا ادای نذر خود را یعنی تحقیق مومنین با خدا عہد بستند کہ در اعلاء کلمۃ اللہ سعی جمیل بکار برند و در مواقع حرب ثابت قدم باشند پس گروہی از ایشان آنچہ کردنی بود کردند و بانجام رسانیدند یعنی شہید شدند یا غیر از اعلاء کلمۃ اللہ کہ بوقوع آمد نصیب ایشان چیزی در ان نبود و گروہی دیگر ہنوز باقی اند منتظر اعلاء کلمۃ اللہ ہستند یعنی باقی ماندند بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و بعد از وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در اسلام داد دادند باز فقیر گوید درین آیات تشریف عظیم است

نا خیر و تبدیل نہیں کیا۔ یہ واقعہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں (کو) قرآن کے سچ کا صلہ دے اور منافقین کو اگر چاہے سزا دے یا چاہے ان کو توبہ کی توفیق دے۔ بیشک اللہ غفور رحیم ہے۔ فقیر عرض کرتا ہے کہ یہ آیت قصہ احزاب میں نازل ہوئی۔ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ اور جب دیکھا مسلمانوں نے افواج مشرکین کو تو بولے کہ یہ ہے وہ جس کا وعدہ کیا تھا ہم سے خدا نے اور اس کے رسول نے اور سچ فرمایا خدا نے اور اس کے رسول نے اور زیادہ نہ کیا افواج مشرکین کی آمد نے ان کے حق میں مگر یقین اور گردن جھکا دینا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ چند دن کافروں کے ہاتھ سے مسلمانوں کی سختی پیش آئے گی۔ اس کے بعد فتح و نصرت تمہارے حصہ میں آئے گی وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا (۳: ۱۴۰) اور یہ ایام ہم ان لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ جب مومنین نے کفار کا اجتماع دیکھا تو جان لیا کہ جو وعدہ کیا گیا تھا اس کا آدھا حصہ پورا ہو گیا تو دوسرے آدھے کی توقع ان کے دلوں میں مستحکم ہو گئی۔ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ مسلمانوں میں سے ایک جماعت ہے کہ انھوں نے سچا کر دکھایا خدا کے ساتھ وہ عہد جو انھوں نے کیا تھا خدا سے توڑ دل سے۔ یعنی انھوں نے جنگ کے مواقع میں ثابت قدمی اختیار کی۔ پس ان میں ایسا بھی کوئی شخص ہے جس نے پورا کر دیا اپنی نذر کو اور ان میں ایسا شخص بھی ہے کہ انتظار کر رہا ہے اپنی نذر کے پورا ہونے کا۔ یعنی مومنین اہل حق نے خدا کے ساتھ یہ عہد کیا کہ اعلاء کلمۃ اللہ میں وہ بہترین کوشش کریں گے اور جنگ کے مواقع میں ثابت قدم رہیں گے۔ تو ان میں سے ایک گروہ نے جو کرنا مناسب تھا وہ کیا اور اختتام کو پہنچا دیا یعنی شہید ہو گئے۔ اور دوسری توجیہ یہ ہے۔ یا اعلاء کلمۃ اللہ کے سوا جو وقوع میں آگیا ان کے نصیب میں اور کوئی چیز نہیں تھی اگرچہ باقی ہے اور ایک گروہ اب تک وہ اعلاء کلمۃ اللہ کے انتظار میں ہیں یعنی باقی بچے ملتے ہیں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد (خدمت) اسلام کی داد دی۔ پھر فقیر کہتا ہے کہ ان آیات میں اس جماعت کے لئے بڑی بزرگی کا اظہار ہے

فكبّر المسلمون ثم ضربها الثانية فصدعها
وبرق منها برق أضاء ما بين لابتيها فكبّر
وكبّر المسلمون ثم ضربها الثالثة فكسرها
وبرق منها برق أضاء ما بين لابتيها
فكبّر وكبّر المسلمون فسألناه فقال أضاء
لي في الأولى قصور الحيرة ومدائن
كسرى كأنها أنياب الكلاب فأخبرني
جبريل أن أمتي ظاهرة عليها
وأضاء لي في الثانية قصور
الحمر من أرض الروم كأنها
أنياب الكلاب وأخبرني جبريل
أن أمتي ظاهرة عليها و
أضاء لي في الثالثة قصور
صنعاء كأنها أنياب الكلاب
وأخبرني جبريل أن أمتي ظاهرة
عليها فأبشروا بالنصر فاستبشر
المسلمون وقالوا الحمد لله موعد
صادق بأن وعدنا النصر
بعد الحصر فطلعت الأحزاب فقال
المسلمون هذا ما وعدنا الله و
رسوله وصدق الله ورسوله
وما زادهم إلا إيماناً وتسليماً
وقال المنافقون ألا تعجبون يحدثكم
ويعدكم ويمنيكم الباطل أنه
ينظر من يثرب قصور الحيرة
ومدائن كسرى وأنها تفتح
لكم وأنتم تحفرون الخندق ولا
تستطيعون أن تبرزوا وأنزل
القرآن وإذ يقول المنافقون والذين في قلوبهم مرض

اور سب مسلمانوں نے، پھر آپ نے اس پر دوسری ضرب لگائی اور
اس کو توڑ دیا پھر اس میں سے ایسی بجلی چمکی جس نے مدینہ کے اس
میدان کو جو لابتین کے درمیان ہے روشن کر دیا تو آپ نے اور سب
مسلمانوں نے تکبیر کہی۔ پھر آپ نے اس پر تیسری مرتبہ ضرب لگائی
اور اس کے ٹکڑے کر دیئے پھر اس میں سے ایسی ہی بجلی چمکی جس نے
لابتین مدینہ کے درمیان کے میدان کو روشن کر دیا۔ پھر آپ نے اور
مسلمانوں نے تکبیر کہی۔ اس کے بعد ہم نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے
فرمایا کہ پہلی مرتبہ میں تو میرے لئے حیرہ کے قصر (شاہی محل) اور مدائن
کے اور کسریٰ کے روشن ہو گئے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ کتوں کے
دانت ہیں اور مجھ کو جبرئیل نے خبر دی کہ میری امت ان کو فتح کرنے
والی ہے اور دوسری مرتبہ میں میرے لئے سرخ محل روشن ہوئے روم
کی زمین کے گویا کہ وہ کتوں کے دانت ہیں اور مجھ کو جبرئیل نے خبر
دی کہ میری امت ان کو فتح کرنے والی ہے اور تیسری مرتبہ میں محل
صنعاء کے گویا کہ وہ کتوں کے دانت ہیں۔ اور جبرئیل نے خبر دی کہ
میری امت ان کو فتح کرنے والی ہے۔ تو بشارت ہے تم کو (النصر
کی) مدد کی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے ایک دوسرے کو خوش خبری
سنائی اور کہنے لگے الحمد للہ سچا وعدہ ہے جو ہم سے محصور
ہونے کے بعد مدد دینے کا فرمایا ہے۔ پھر احزاب نظر آئے (جو حملہ
کرنے کے لئے آ رہے تھے) تو مسلمانوں نے کہا ھٰذَا مَا وَعَدَنَا
اللّٰہُ یعنی یہ وہی ہے جس کی ہم کو اللہ اور اس کے رسول نے
خبر دی تھی اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس سے
ان کے ایمان اور اطاعت میں زیادتی ہو گئی۔ اور منافقوں نے
کہا تم کو یہ بات عجیب نہیں معلوم ہوتی کہ وہ تم سے باتیں بناتا
ہے اور وعدہ کر رہا ہے اور بے بنیاد تمناؤں میں ڈال رہا ہے۔
وہ دیکھ رہا ہے یثرب (مدینہ) سے حیرہ کے محلوں کو اور مدائن کسریٰ
کو اور وہ تمہارے لئے فتح ہو جائیں گے اور حال یہ ہے کہ تم خندق
کھود رہے ہو اور تم میں طاقت نہیں کہ ان سے مقابلہ کر لو۔ اس پر
قرآن میں نازل ہوا وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ الخ (۳۳:۱۲)
اور جب کہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے

ثُمَّ وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا
وعن مجاهد بن حاجب نحوه وعن
قتادة قال هم عمر بن الخطاب ان
ينهى عن الحبرة من صباغ البول فقال
له رجل أليس قد رأيت رسول الله
صلى الله عليه وسلم يلبسها قال عمر
بلى قال الرجل ألم يقل الله لقد
كان لكم في رسول الله أسوة حسنة
وعن ابن عباس ان عمر أكب على
الركن فقال اني لأعلم انك حجر
ولو لم أر حبي صلى الله عليه وسلم
قبلك واستلمك ما استلمتك ولا
قبلتك لقد كان لكم في رسول الله
أسوة حسنة وعن يعلى بن امية قال
طفت مع عمر فلما كنت عند الركن
الذي يلي الباب مما يلي الحجر أخذت بيده
ليستلم فقال ما طفت مع رسول الله صلى الله
عليه وسلم قلت بلى قال فهل رأيته
يستلمه قلت لا قال فابعد عنك فان لك
في رسول الله صلى الله عليه وسلم أسوة حسنة
وعن عيسى بن طلحة قال دخلت على أم
المؤمنين عائشة وعائشة بنت طلحة و
هي تقول لامها أسماء انا خير منك و
ابي خير من ابيك فجعلت أسماء
تشتمها وتقول انت خير مني فقالت
عائشة الا أقضي بينكما قالت بلى قالت
فان ابا بكر دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم
فقال انت عتيق الله من النار قالت فمن
يومئذ سمي عتيقا ثم دخل طلحة فقال

یہاں کہا ہے "کہ تم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے نقص دھوکے
ہی کا وعدہ کر رکھا ہے" اور مروی ہے مجاہد بن حاجب سے اسی طرح
اور مروی ہے قتادہؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے قصد کیا کہ حبرہ یعنی
چادر کے استعمال سے منع کریں جو بول کی بنی ہوئی ہوتی تھیں
تو ان سے ایک شخص نے کہا کہ آپ نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے اس کو اوڑھا ہے؟ عمرؓ نے کہا بیشک۔ تو اس
شخص نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ
(۲۱:۳۳) تم لوگوں کے لئے رسول اللہ میں ایک عمدہ نمونہ موجود
ہے" اور مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ عمرؓ اوندھے ہوئے رکن پر
پھر فرمایا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اور اگر میں اپنے حبیب
صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتا کہ انھوں نے تجھ کو بوسہ دیا اور
چھوا ہے تو میں تجھے نہ چھوتا اور نہ بوسہ دیتا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي
رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ اور یعلی بن امیہ سے مروی ہے
کہا کہ میں نے طواف کیا عمرؓ کے ساتھ، جب میں اس رکن پر پہنچا جو
دروازے سے قریب ہے اور جو حجر سے ملا ہے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑا
تاکہ وہ استلام کریں تو انھوں نے کہا کیا تو نے رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف نہیں کیا؟ میں نے کہا کیوں نہیں،
فرمایا کہ پھر تو نے آپ کو استلام کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ میں نے کہا
نہیں۔ فرمایا کہ بس تو مجھ سے ہٹ۔ تیرے لئے رسول اللہ میں اسوۂ حسنہ
(قابل اتباع) ہے۔ اور مروی ہے عیسیٰ بن طلحہ سے انھوں نے بیان
کیا کہ میں ام المومنین عائشہؓ اور عائشہ بنت طلحہؓ کے پاس گیا
اور یہ اپنی ماں اسماء سے یہ کہہ رہی تھیں کہ میں تم سے اچھی ہوں
اور میرا باپ تمہارے باپ سے اچھا تھا تو اسماء نے اس کو برا بھلا کہنا شروع
کر دیا اور کہہ رہی تھی کہ تو مجھ سے بہتر ہے تو عائشہؓ نے کہا کہ
کیا میں تم میں فیصلہ نہ کر دوں؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں۔
انھوں نے کہا کہ ابوبکرؓ پہنچے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ سے آزاد
کئے ہوئے ہو (انت عتیق اللہ من النار) عائشہؓ نے کہا کہ اسی
دن سے ابوبکرؓ کا نام عتیق ہو گیا۔ پھر پہنچے طلحہؓ تو آپ نے فرمایا کہ

قالت عائشة أرأيت أستأمر أبوي
بل أختار الله ورسوله وأسألك
ألا تذكر لامرأة من نسائك
ما اخترت فقال إن الله لم يبعثني
متعنتا ولكن بعثني معلما ميسرا
لا تسألني امرأة منهن عما
اخترت إلا أخبرتها عن عمر
قال استعينوا على النساء بالعري
إن إحداهن إذا كثرت ثيابها
وحسنت زينتها أعجبها الخروج
عن معاذ عن رسول الله صلى
الله عليه وسلم أن رجلا
سأله فقال أي المجاهدين أعظم
أجرا قال أكثرهم لله ذكرا قال
فأي الصائمين أعظم أجرا قال
أكثرهم لله ذكرا ثم ذكر الصلوة
والزكوة والحج والصدقة كل
ذلك ورسول الله صلى الله
عليه وسلم يقول أكثرهم لله ذكرا
فقال أبو بكر لعمر يا أبا حفص ذهب
الذاكرون بكل خير فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم أجل
عن مجاهد قال لما نزلت إن
الله وملائكته يصلون على
النبي قال أبو بكر يا رسول الله ما
أنزل الله عليك خير إلا أشركنا
فيه فنزلت هو الذي يصلي عليكم
وملائكته أخرج الترمذي وحسنه و
الحاكم وصححه عن أم هانئ بنت أبي طالب

اور تم کو نرمی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ عائشہؓ نے کہا کیا آپ کے
بارے میں میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں۔ بلکہ میں اختیار کرتی ہوں
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو۔ اور آپ سے سوال کرتی ہوں کہ اپنی بیبیوں
میں سے کسی سے ذکر نہ کریں میں نے جو اختیار کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا
مجھے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی لغزشوں کا طالب بنا کر نہیں بھیجا۔ مجھے تو
تعلیم دینے والا اور بشارت دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اُن میں سے جو عورت
بھی مجھ سے پوچھے گی کہ تو نے کیا اختیار کیا ہے میں اس کو بتا دوں گا۔
مروی ہے عمرؓ سے کہ آپ نے فرمایا عورتوں کی یہ رعایت رکھو کہ
وہ ننگی نہ ہونے پائیں ان میں عام طور پر ایسی ہیں کہ جب ان کے پاس
بہت سے کپڑے ہو جاتے ہیں اور ان کی زینت کا سامان ہو جاتا
ہے تو گھر سے نکلنا چاہتی ہیں۔ مروی ہے معاذؓ سے وہ روایت
کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ ایک شخص نے آپ سے
سوال کیا پوچھا کہ مجاہدین میں کون بڑے اجر والا ہے۔ فرمایا کہ
جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔ پھر پوچھا کہ روزہ داروں
میں سب سے بڑا اجر کس کا ہے۔ فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ ذکر
کرنے والا ہے۔ پھر سائل نے ذکر کیا نماز کا اور زکوٰۃ کا اور حج کا
اور صدقہ کا ہر ایک کا وہ ذکر کرتا رہا اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا۔ تو
ابوبکرؓ نے عمرؓ سے کہا اے ابو حفصؓ پوری خیر ذاکرین ہی لے گئے
یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ مروی
ہے مجاہدؒ سے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ
(۳۳:۵۶) بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے
ہیں ان پیغمبر پر۔ تو ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ جو خیر بھی اللہ تعالیٰ
نے آپ پر نازل کی ہم اس میں آپ کے شریک ہو گئے تو یہ آیت نازل
ہوئی هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ الخ (۴۳:۳۳) وہ ایسا رحیم
ہے کہ وہ (خود بھی) اور اس کے فرشتے (بھی) تم پر رحمت بھیجتے
رہتے ہیں تاکہ حق تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آئے اور
اللہ تعالیٰ مومنین پر مہربان ہے۔ اخذ کیا ترمذی نے اور اس کو
حسن کہا اور حاکم نے اور صحیح کہا۔ مروی ہے ام ہانی بنت ابی طالب

قالت خطبني رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعتذرت إليه فعذرني فأنزل الله يا أيها النبي إنا أحللنا لك إلى قوله اللاتي هاجرن معك قالت فلم أكن أحل له لأني لم أهاجر معه كنت من الطلقاء و عن أبي صالح عن أم هانئ قال خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم أم هانئ بنت أبي طالب فقالت يا رسول الله إني مؤتمة وبني صغار فلما أدرك بنوها عرضت نفسها عليه فقال أما الآن فلا إن الله أنزل علي يا أيها النبي إنا أحللنا لك أزواجك إلى قوله اللاتي هاجرن معك ولم تكن من المهاجرات عن أنس قال قال عمر بن الخطاب يا رسول الله يدخل عليك البر والفاجر فلو أمرت أمهات المؤمنين بالحجاب فأنزل الله آية الحجاب عن ابن عباس قال دخل رجل على النبي صلى الله عليه وسلم فأطال الجلوس فقام النبي صلى الله عليه وسلم مرارا كي يتبعه فلم يفعل فدخل عمر فرأى الكراهية في وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم لقعوده فقال لعلك آذيت النبي صلى الله عليه وسلم ففطن الرجل فقام فقال النبي صلى الله عليه وسلم

کہا کہ مجھے پیغام دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو میں نے آپ سے عذر کر دیا اور آپ نے میرا عذر قبول کیا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَکَ سے ہَاجَرْنَ مَعَکَ تک (۲۲-۵۰) اے نبی ہم نے آپ کے لئے آپ کی یہ بیبیاں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں حلال کی ہیں اور وہ عورتیں بھی جو تمہاری مملوکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں آپ کو دلوادی ہیں اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں بھی جنھوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو۔ تو میں آپ کے لئے حلال نہ ہوسکی کیونکہ میں نے آپ کے ساتھ ہجرت نہیں کی تھی۔ میں آزاد کی ہوئی عورتوں میں سے تھی (یعنی اسیروں میں سے)۔ اور ابو صالح آزاد کردہ ام ہانی سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ پیغام نکاح دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ہانی بنت ابی طالب کو تو انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں یتیم بچوں والی ہوں اور میرے بچے چھوٹے ہیں۔ (آپ نے یہ عذر قبول کیا) پھر جب ان کے بچے بڑے ہوگئے تو انھوں نے اپنی ذات کو آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اب تو نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے نازل کر دیا ہے یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ سے اللّٰتِیْ ہَاجَرْنَ مَعَکَ تک اور ام ہانی مہاجرات میں سے نہیں تھیں۔ مروی ہے انس سے انھوں نے کہا کہ عمر بن الخطاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے پاس نیک اور بد سب ہی آتے ہیں اچھا ہو کہ آپ امہات المومنین کو پردے کا حکم دیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی۔ مروی ہے ابن عباس سے انھوں نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے بیٹھک لمبی کر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کئی مرتبہ اٹھے تاکہ وہ بھی آپ کے ساتھ ساتھ اٹھ کھڑا ہو مگر وہ نہ اٹھا۔ پھر عمر آگئے اور انھوں نے اس شخص کو دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے ناگواری پہچانا اس کی طرف نشست کی وجہ سے تو کہا کہ شاید تم نے تکلیف پہنچائی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر وہ شخص سمجھا اور اٹھ گیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فقد همت مرارا أن تحتجبي فلم يفعل فقال عمر لو أطعت عجباً؟ فإن نساءك لسن كسائر النساء وهو أطهر للقلوب فأنزل الله يا أيها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوت النبي الآية فأرسل إلى عمر فأخبره بذلك وعن عائشة قالت كنت آكل مع النبي صلى الله عليه وسلم في قعب فمر عمر فدعاه فأكل فأصاب يده إصبعي فقال عمر أوه لو أطاع فيكن ما رأتكن عين فنزلت آية الحجاب وعن عائشة أن أزواج النبي صلى الله عليه وسلم كن يخرجن بالليل إذا تبرزن إلى المناصع وهو صعيد أفيح وكان عمر بن الخطاب يقول لرسول الله صلى الله عليه وسلم احجب نساءك فلم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل فخرجت سودة بنت زمعة ليلة العشاء وكانت امرأة طويلة فناداها عمر بصوته الأعلى

میں کئی مرتبہ کہا کہ میرے ساتھ پر بھی اُٹھے قربت سے ایسا نہ کیا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اگر آپ پردہ مشروع فرما دیں تو بہتر ہو کیونکہ آپ کی عورتیں عام عورتوں کی طرح نہیں ہیں اور پردہ ان کے قلوب کو بہت پاک رکھنے والا ہے تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا الخ (۲۲ س ۵) اے ایمان والو نبی کے گھروں میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جائے (کہ کھانا تیار ہے) تب جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھے رہا کرو۔ اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالے صاف صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو جائز نہیں کہ رسول کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری معصیت کی بات ہے۔ تو آپ نے عمرؓ کو بلایا اور اس کی خبر دی۔ اور مروی ہے عائشہؓ سے انہوں نے فرمایا کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بڑی پلیٹ میں کھا رہی تھی کہ عمرؓ کا گذر ہوا تو آپ نے ان کو بلایا۔ انہوں نے بھی کھانا شروع کیا۔ اسی میں ان کی انگلی میری انگلی کو لگی تو عمرؓ نے کہا " اوہ " اگر میری بات مانی جائے تو آپ کی ایسی ہونا چاہیے کہ ان کو کوئی آنکھ نہ دیکھے اس کے بعد آیت حجاب نازل ہوئی۔ اور مروی ہے عائشہؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج قضائے حاجت کے لئے راتوں مناصع کی طرف جایا کرتی تھیں اور وہ ایک کشادہ زمین تھی اور عمرؓ ابن الخطاب کہا کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ اپنی بیبیوں کا پردہ کرائیے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں کراتے تھے۔ ایک رات میں سودہؓ بنت زمعہ اول شب میں نکلیں وہ دراز قد کی عورت تھیں تو ان کو عمرؓ نے پکارا اور بلند آواز سے کہا

من عليك وصلّى عليه محمد النبي كما ينبغي لنا أن نصلّي عليه وصلّى على محمد النبي كما أمرتنا أن نصلّي عليه. وعن أبي بكر الصديق قال: الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم أمحق للخطايا من الماء للنار، والسلام على النبي صلى الله عليه وسلم أفضل من عتق الرقاب، وحبّ رسول الله صلى الله عليه وسلم أفضل من مهج الأنفس، أو قال: من ضرب السيف في سبيل الله. وعن قتادة في الآية قال: إياكم وأذى المؤمن فإن الله يحوطه ويغضب له، وزعموا أن عمر بن الخطاب قرأها ذات يوم فأفزعه ذلك حتى ذهب إلى أبيّ بن كعب فدخل عليه فقال: يا أبا المنذر إني قرأت آية من كتاب الله فوقعت مني كل موقع: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ والله إني لأعاقبهم وأضربهم، فقال: لا إنك لست منهم إنما أنت مؤدب إنما أنت معلم. وعن الشعبي أن عمر بن الخطاب قال: إني لأبغض فلاناً فقيل للرجل ما شأن عمر يبغضك، فلما كثر القوم في الدار جاء فقال: يا عمر أفتقت في الإسلام فتقاً؟ قال: لا. قال: فجنيت جناية؟ قال: لا. قال: أحدثت حدثاً

تمام مخلوق نے ان پر بھیجا اور وہ درود بھیج محمد نبی پر ایسا (اچھا) درود جو جاننے کے لئے آپ پر بھیجنا مناسب ہو اور درود بھیج محمد نبی پر جیسا کہ آپ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم آپ پر درود بھیجیں۔" اور مروی ہے ابوبکر صدیقؓ سے کہ انھوں نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا گناہوں کو اس سے زیادہ مٹا دینے والا ہے جس قدر پانی آگ کو بجھاتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا زیادہ افضل ہے غلاموں کے آزاد کرنے سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت زیادہ فضیلت رکھتی ہے نفسوں کے خون دل سے (یعنی جان سے زیادہ عزیز اور پیاری چیز ہے) یا فرمایا کہ اللہ کی راہ میں تلوار اٹھانے سے۔ اور مروی ہے قتادہ سے آیت (والذین یؤذون المؤمنین) کے بارے میں کہ انھوں نے کہا ایذائے مومنین سے بچتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو نگاہ میں رکھتے ہیں اور اس سے ناراض ہوتے ہیں اور لوگوں نے خیال کیا کہ عمر بن الخطاب نے ایک دن اس آیت کی قراءت کی تو وہ اس سے گھبرا گئے یہاں تک کہ ابی بن کعب کی طرف گئے اور جا کر کہنے لگے کہ اے ابو المنذر میں نے کتاب کی ایک آیت پڑھی تو (جو چیز کہ اس میں حق کیا گیا ہے) وہ مجھ پر ہر موقع میں واقع ہوئی ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ الخ (۳۳:۵۸) بیشک جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدون اس کے کہ انھوں نے کچھ کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔ واللہ میں تو لوگوں کے پیچھے لگا رہتا ہوں اور ان کو مارتا ہوں تو انھوں نے کہا کہ آپ ان میں سے نہیں ہیں آپ تو ان کے مرتب مؤدب ہوتے ہیں، آپ تو صرف معلم ہوتے ہیں۔ اور مروی ہے شعبی سے کہ عمر بن الخطاب نے کسی سے کہا کہ میں فلاں شخص سے بغض رکھتا ہوں۔ تو اس شخص سے کہہ دیا گیا کہ کیا بات ہے عمرؓ تم سے بغض رکھتے ہیں۔ پھر جب مکان میں بہت لوگ جمع ہو گئے تو وہ آیا اور اس نے کہا اے عمرؓ کیا میں نے اسلام میں کوئی رخنہ ڈالا ہے؟ عمرؓ نے کہا نہیں، کہا کیا میں نے واقعہ کی کوئی خاص نافرمانی کی ہے؟ عمرؓ نے کہا۔ نہیں۔ پھر کہا کیا میں نے اسلام میں کوئی احداث کیا

قال لا تأمن فلعلم ... وقال الله والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثما مبينا فقد اذيتني فاغفر لي الله لك فقال عمر صدق والله ما نفعه حتى قد ولا تأثم الى لم يزل به حتى غفر له وعن ابي قلابة قال كان عمر بن الخطاب لا يدع في خلافته امة تقنع ويقول انما القناع للحرائر لكي لا يؤذين وعن انس رأى عمر جارية متقنعة فضربها بالدرة وقال القي القناع لا تشبهين بالحرائر.

قال الله تعالى وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡفَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۝ تفسیر گوید بندہ عفا اللہ تعالیٰ عنہ درین آیات بیان می فرماید شبہہ از شبہات کفار کہ اکثر اہل دنیا در ہر طبقہ

(یعنی بہتان) انھوں نے کہا نہیں۔ اس کے بعد کہا پھر کس بات پر آپ مجھ سے بغض رکھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الخ تو آپ نے مجھے ایذا پہنچائی، اللہ تعالیٰ تم کو بہ معاف نہ کرے۔ تو عمرؓ نے کہا اس نے سچ کہا واللہ اس نے کوئی رخنہ ڈالا اور نہ یہ کیا۔ دیکھا تو مجھ کو اس شخص سے کہا کہ تم مجھے معاف کر دو پھر معافی مانگتے ہی رہے یہاں تک کہ اس نے ان کو معاف کر دیا۔ مروی ہے ابو قلابہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب کسی باندی کو گھونگھٹ نہیں کرنے دیتے تھے اور کہتے کہ گھونگھٹ صرف آزاد عورتوں کے لئے ہے تاکہ وہ ستائی نہ جائیں۔ انس سے مروی ہے کہ عمرؓ نے ایک لونڈی کو گھونگھٹ نکالے دیکھا تو اس کو اپنے درے سے مارا اور کہا الٹ اس گھونگھٹ کو آزاد عورتوں کے مشابہ نہ بن۔

آیات سورۂ سبا

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ الخ (رکوع ۴ پ ۲۲ آیت ۳۴ تا ۳۸) اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم تو ان احکام کے منکر ہیں جو تم دے کر بھیجا گیا ہے۔ اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ ہم مال اور اولاد میں تم سے زیادہ ہیں اور ہم کو کبھی عذاب نہ ہوگا۔ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے ولیکن اکثر لوگ (اس سے) واقف نہیں۔ اور تمہارے اموال اور اولاد ایسی چیز نہیں جو درجہ میں تم کو ہمارا مقرب بنا دے (یعنی تو موجب قرب کی نہیں) مگر ہاں جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے (یہ دونوں چیزیں البتہ سبب قرب ہیں) سو ایسے لوگوں کے لئے ان کے نیک عمل کا دونا صلہ ہے اور وہ (بہشت کے) بالاخانوں میں چین سے بیٹھے ہوں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کرتے ہیں ایسے لوگ عذاب میں لائے جائیں گے۔
تفسیر: فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان آیات میں کفار کے شبہات میں سے ایک شبہ کو بیان فرماتے ہیں کہ اکثر اہل دنیا ہر طبقے اس میں

گرفتار آن شبہ اند یعنی نظر باموال و اولاد و خود
کردن و فضیلت از وجود آن دانستن و
نجات آخرت بافضلیت نفسانی بران وا نہ
ساختن و جواب این شبہ ارشاد میفرماید قُلْ
اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ بگو ہر آئینہ
پروردگار من فراخ میسازد روزی را برائے
ہر کہ خواہد و تنگ میکند بر ہر کہ خواہد لیکن اکثر
مردمان نمیدانند حقیقت حال را و نیست مال
شما و اولاد شما باین شانکہ نزدیک گردانند
شما را پیش ما بمنزلت قرب لیکن ہر کہ ایمان
آورد و کار شائستہ کرد این جماعہ را باشد
جزائے دو چند بعوض آنچہ عمل کردند و ایشان
در غرفہا ایمن از جمیع مخوفات این و
آنانکہ سعی میکنند در آیات ما طلب کنان این
جماعہ در عذاب حاضر کردہ شدگانند باز فقیر
میگوید اسقاط اعتبار مال و اولاد و
جاہ و حسب نسب در فضائل مسلمین فیما
بینہم و اعتبار وصف ایمان قلب و اعمال
جوارح در فضیلت مسلمانان اصل عظیم
است از اصول اسلام عن ابراہیم التیمی قال
قال رجل عند عمر اللہم اجعلنی من القلیل فقال
عمر ما ہذا الدعاء الذی تدعو قال انی سمعت
اللہ یقول وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ
فانا ادعو اللہ ان یجعلنی من ذلک القلیل فقال
عمر کل الناس اعلم من عمر و عن مجاہد قال
سمع عمر رجلا یقول اللہم اجعلنی من القلیل
فقال یا عبد اللہ ما ہذا قال سمعت اللہ یقول
وَمَا اٰمَنَ مَعَہٗ اِلَّا قَلِیْلٌ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ
الشَّکُوْرُ و ذکر آیۃ اخری فقال عمر کل احد افقہ من عمر

گرفتار ہیں یعنی اپنے اموال و اولاد پر نظر کرنا اور اُن کے وجود سے
اپنے اندر فضیلت سمجھ لینا اور اپنے نفس کی بنائی ہوئی اس فضیلت
کو نجات آخرت کا مدار قرار دے لینا۔ اور جواب اس شبہ کا ارشاد
فرماتے ہیں قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ الخ کہہ دو کہ بیشک میرا رب
روزی کو فراخ کر دیتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور جس پر چاہتا ہے
تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ حقیقت حال کو نہیں جانتے اور تمہارا
مال اور تمہاری اولاد ایسی چیزیں نہیں ہیں کہ وہ بنا دے نزدیک
تم کو مرتبہ قرب میں ہمارے لیکن جو ایمان لایا اور اس نے نیک
کام کئے اُن کے اعمال کے بدلہ میں اس جماعت کو دو چند جزا دی
جائے گی اور وہ لوگ جنت محلوں میں بلا خطرات سے محفوظ ہو کر
رہیں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیات پر غالب ہونے کے لئے (یعنی جھٹلانے)
کی کوشش کریں گے یہ وہ جماعت ہے جو عذاب میں لائی جائیگی۔
اس کے بعد فقیر کہتا ہے کہ مال و اولاد اور جاہ و حسب نسب کا مسلمانوں
کی باہمی فضیلتوں میں ساقط الاعتبار کر دینا اور ایمان قلب اور
اعمال بدنیہ کے وصف کا مسلمانوں کی فضیلت میں اعتبار کرنا اصول
اسلام میں سے ایک بہت بڑی اصل ہے۔ مروی ہے ابراہیم تیمی سے
انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے جو عمرؓ کے نزدیک تھا یہ دعا کی کہ
یا اللہ مجھے قلیل میں سے کر دے پس حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ کیا دعا ہے
جو تو مانگ رہا ہے۔ اس نے کہا میں نے اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا
وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ (۳۴ : ۱۳) اور میرے بندوں
میں شکر گزار کم ہی ہوتے ہیں تو میں اللہ سے دعا کر رہا ہوں
کہ مجھے بھی ان قلیل بندوں میں سے کر دے۔ پس حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہر
شخص عمرؓ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ اور مجاہد سے مروی ہے کہ عمرؓ نے
ایک شخص کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا اللہم اجعلنی من القلیل یا اللہ
مجھے قلیل میں سے کر دے، تو آپ نے کہا اے اللہ کے بندے یہ کیا دعا
ہے تو اس نے کہا کہ میں نے سنا اللہ تعالیٰ یہ فرماتے وَمَا اٰمَنَ
مَعَہٗ اِلَّا قَلِیْلٌ (۱۱ : ۴۰) اور بجز قلیل آدمیوں کے ان (نوحؑ)
کے ساتھ کوئی ایمان نہیں لایا تھا۔ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ
اور ایک اور آیت کا ذکر کیا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ ہر ایک عمرؓ سے زیادہ سمجھدار ہے

قال الله تعالى ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ۔ فقیر گوید معنے حق تعالے در اول کلام فضیلت جمعے کہ تلاوت کتاب می‌کنند و اقامت صلوٰۃ و انفاق در سر و علانیہ بعمل می آرند بیان میفرماید و اجر جزیل برائے ایشان مقرر می نماید بعد از آن ارشاد میکند کہ قرآن عظیم حق است کہ فرو فرستادیم آن را مانند کتب سابق پیشین بعد ازان میفرماید ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ یعنے بعد از آنکہ قرآن را بتو وحی نمودیم وارث قرآن ساختیم امت برگزیدہ را از بندگان خود پس از ایشان کسی ہست کہ ظلم کردہ است بر نفس خود بارتکاب بعض معاصی و باز ازان نادم گشتہ و بعض از ایشان میانہ رو است و بعض از ایشان پیش گیرندہ است بجانب بہترین حالتے یا خصلتے بتوفیق خدائے تعالے این است فضل بزرگ بعد ازان ثواب امت مرحومہ بیان میفرماید جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا و عقوبت اضداد ایشان کہ بر طرف مقابل امت اند ارشاد مینماید وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ۔ الی قولہ نجزی کل کفور و نزد فقیر می گوید این آیت با آیات دیگر نص است در تقسیم امت مرحومہ بسہ قسم اول سابقین اعنی صدیقین و صالحین و ایشان را مقربین نیز گویند

آیات سورۂ فاطر

اللہ تعالے نے فرمایا ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا (۳۵: ۳۲)

(۳۲) پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے (ہاتھ میں) پہنچائی جن کو ہم نے (تمام دنیا کے) بندوں میں سے پسند فرمایا۔ پھر بعض تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان میں متوسط درجے کے ہیں اور بعض ان میں خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں۔ یہ بڑا فضل ہے۔ فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ خدا تعالے اول کلام میں ایسی جماعت کی فضیلت بیان فرماتے ہیں جو کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور اخفاء کے ساتھ بھی اور علانیہ بھی نماز قائم کرتے اور (اللہ کی راہ میں) مال خرچ کرتے ہیں اللہ تعالے ان کے لئے گرانقدر اجر مقرر کرتے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن عظیم حق ہے جو ہم نے آپ پر بذریعہ وحی بھیجا ہے پہلی کتابوں کی طرح۔ اس کے بعد فرماتے ہیں ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ یعنی قرآن کو آپ پر وحی کرنے کے بعد ہم نے امت برگزیدہ میں سے اپنے بندوں کو اس کا وارث بنایا کہ جن میں بعض تو ایسے ہیں جنہوں نے بعض گناہوں کے مرتکب ہو کر اپنے نفس پر ظلم کیا اور پھر اس سے شرمندہ ہوئے اور بعض ان میں سے میانہ روی اختیار کرنے والے ہیں اور بعض ان میں سے سبقت کرنے والے ہیں خدا کی توفیق سے بہترین حالت یا خصلت کی طرف۔ یہ بہت بڑا فضل ہے۔ اس کے بعد امت مرحومہ کا ثواب بیان فرماتے ہیں جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا (ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں یہ داخل ہوں گے)۔ پھر جن کا حال ان کے برخلاف ہے ان پر جو عذاب ہوگا اس کو ارشاد فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ (۳۵: ۳۶) اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے نہ تو ان کی قضا آوے گی کہ مر ہی جاویں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جاوے گا۔ ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ پھر فقیر کہتا ہے کہ یہ آیت دوسری آیات کے ساتھ امت مرحومہ کی تین قسموں پر منقسم ہونے کے بارے میں نص ہے۔ سب سے بلند مرتبہ سابقین ہیں جیسے صدیقین اور شہداء، و صالحین ان کو مقربین بھی کہتے ہیں۔

و قسم دوم متوسط مقتصد یعنی اصحاب الیمین و ابرار و فروتر ازیشان ظالم است یعنی کسیکه اعتقاد و ایمان درست کرده است و در اعمال تقصیرے ازوی واقع شد و بندامت و بازگشت بجناب الٰہی تدارک آن نماید و سابقاً بیان کردیم که خلافت خاصه وقتے متحقق شود که خلیفه از سابقین مقربین باشد فیما یتعلق بنفسه و از سابقین اولین باشد در طبقات مؤمنین بحسب سوابق اسلامیه فتدبر عن الضحاک عن ابن عباس قال نزلت هذه الآیة أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا حیث قال النبی صلی الله علیه وسلم اللهم أعز دینک بعمر بن الخطاب أو بأبی جهل بن هشام فهدی الله عمر و أضل أبا جهل ففیهما أنزلت عن سعید ابن المسیب قال وضع عمر بن الخطاب للناس ثمانی عشرة کلمة حکم کلها قال ما عاقبت من عصى الله فیک بمثل أن تطیع الله فیه عـه وضع أمر أخیک علی أحسنه حتی یأتیک منه ما یغلبک ولا تظنن بکلمة خرجت من مسلم شرا وانت تجد لها فی الخیر محملا ومن عرض نفسه للتهمة فلا یلومن من أساء به الظن ومن کتم سره کانت الخیرة فی یده وعلیک بإخوان الصدق تعش فی أکنافهم فإنهم

اور درمیانی قسم مقتصد یعنی اصحاب الیمین اور ابرار اور سب سے نیچے کی قسم (اپنی ذات پر) ظلم کرنے والے ہیں۔ یعنی جس شخص نے اعتقاد یا ایمان درست کر لیا اور اعمال میں اس سے تقصیر واقع ہوئی اور شرمندگی کے ساتھ بارگاہ الٰہی کی طرف رجوع ہو کر اس کا (توبہ واستغفار سے) تدارک کر رہا ہے۔ اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ خلافت خاصہ اسی وقت متحقق ہوتی ہے کہ خلیفہ ان جملہ امور میں جو اس کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں سابقین مقربین میں سے ہو اور طبقات مؤمنین میں سوابق اسلامیہ کے اعتبار سے وہ سابقین اولین میں سے ہو۔ اسے تم سمجھ لو۔ اور مروی ہے ضحاک سے کہ آیت نازل ہوئی أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ (۸، ۳۵) تو کیا ایسا شخص جس کو اس کا عمل اچھا کر کے دکھایا گیا ہو پھر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا اور ایسا شخص جو صحیح کو صحیح سمجھتا ہے کہیں برابر ہو سکتے ہیں؟ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ اے اللہ اپنے دین کو غلبہ عطا فرما عمرؓ بن الخطاب یا ابی جہل بن ہشام سے تو اللہ نے عمرؓ کو ہدایت دی اور ابوجہل کو گمراہ رکھا۔ یہ آیت ان دونوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ سعید بن المسیب سے مروی ہے انہوں نے کہا عمرؓ بن الخطاب نے لوگوں کو اٹھارہ باتیں فرمائیں سب حکمت کی ہیں۔ جس شخص نے تیرے ساتھ اللہ کا نافرمان بن کر کوئی معاملہ کیا تو اس کے لئے اس سے بہتر کوئی سزا نہیں ہے کہ تم اس کے بارے میں اللہ کے حکم کے مطابق کرو (غالباً وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ کی طرف اشارہ ہے)۔ اپنے بھائی کے معاملہ کو اچھے پہلو پر ہی محمول رکھو جب تک تمہارے پاس اس کی طرف سے کوئی ایسی بات نہ آئے جو تمہیں (دوسرے پہلو کے تسلیم کرنے پر) مجبور کرے۔ کسی کلمہ کو جو تمہارے بھائی کے منہ سے نکلے اس میں شر کا گمان نہ کرو جب تم (کسی تاویل سے) اس کے لئے خیر کا کوئی محمل پا سکو۔ جس شخص نے اپنے نفس کو تہمت کے لئے پیش کر دیا تو اس کو چاہیے کہ اس شخص کو ہرگز ملامت نہ کرے جو اس سے بدگمانی کرے۔ جس شخص نے اپنے راز کو مخفی رکھا اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا۔ لازم ہے کہ سچے دوست رکھو تو تم ان کی گود (یعنے مصاحبت) میں راحت سے رہو گے کیونکہ

عـه یعنی ہر کہ در بارہ تو خلاف حکم خدا کند مر او را ہیچ سزا بہتر از این نیست کہ در بارہ او بموجب حکم خدا کنی ۱۲

وتشہد فرماہ رجل من ثقیف بسہم فقتلہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حین بلغہ قتلہ مثل عروۃ مثل صاحب یٰس دعا قومہ الی اللہ فقتلوہ۔ عن الحسن ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یتمثل بہذا البیت کفی بالاسلام والشیب للمرء ناہیا۔ فقال ابوبکر یا رسول اللہ انما قال الشاعر کفی الشیب والاسلام للمرء ناہیا۔ فقال ابوبکر اشہد انک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما علمک الشعر وما ینبغی لک۔ عن عبدالرحمن ابن ابی الزناد ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لعباس بن مرداس ارأیت قولک ؎ اتجعل نہبی ونہب العبید بین الاقرع وعیینۃ۔ فقال ابوبکر بابی انت وامی یا رسول اللہ ما انت بشاعر ولا راویۃ وما ینبغی لک انما قال بین عیینۃ والاقرع۔

قال اللہ تعالے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۚ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۞ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۞ ہر آئینہ در ازل ثابت شدہ وعدۂ ما برائے بندگان فرستادۂ خویش کہ ہر آئینہ ایشاں مدد یاری دادہ شوند وہر آئینہ لشکر ما ایشان است غالب۔ تقریر وجہ صحت در تفسیر این آیت کردہ آمد ازیں جملہ

جب تشہد (یعنی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ) کہا تو ثقیف کے ایک شخص نے اُن کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اُن کے قتل کی اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ عروہ کی مثال صاحب یٰسین جیسی ہے کہ اُس نے بھی اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا تھا اور قوم نے اُس کو قتل کر دیا تھا۔ اور حسنؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمثیل کے طور پر ایک بیت اس طرح پڑھا ع کفٰی بالاسلام والشیب للمرء ناہیاً۔ تو ابو بکرؓ نے کہا یا رسول اللہ شاعر نے یہ بیت اس طرح کہا ہے ع کفی الشیب والاسلام للمرء ناہیاً۔ تو آپ نے اس کا اعادہ کیا تو پھر پہلے کی طرح پڑھ دیا (اس کا ترجمہ یہ ہے کہ انسان کو برائی سے روکنے والے دو چیزیں کافی ہیں بڑھاپا اور اسلام) تو ابو بکرؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اس نے آپ کو شعر نہیں سکھایا اور یہ آپ کی شایانِ شان بھی نہیں تھا۔ عبدالرحمٰن ابن ابی الزناد سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداس سے فرمایا کہ کیا تجھے اپنا قول یاد ہے ؎ اتجعل نہبی ونہب العبید بین الاقرع وعیینۃ (ترجمہ: میری لوٹ اور میرے گھوڑے عبید کی لوٹ اقرع اور عیینہ کے درمیان منقسم ہو گئی) یہ سنکر ابو بکرؓ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ آپ شاعر نہیں ہیں اور نہ شعر کو روایت کرنے والے اور نہ یہ آپ کے شایان تھا۔ شاعر کا قول ہے بین عیینۃ والاقرع۔

آیات سورۃ والصّٰفّٰت

اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا الخ (۱۷۱ تا ۱۷۳) اور ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کے لئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے کہ بیشک وہی غالب کئے جاویں گے اور ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے۔ (شاہ ولی اللہ کے ترجمہ فارسی کا ترجمہ) البتہ ازل میں ثابت ہوا ہمارا وعدہ ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے کہ بیشک وہ ہی مدد دئیے ہوئے اور بیشک ہمارا لشکر وہی ہے غالب۔ تقریر کہتا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں تحقیق یہ ہے کہ مرسلین سے اس

۱؎ اس حدیث کو سورۂ یٰسین میں پہلی آیت وضرب لہم مثلاً اصحاب القریۃ کے ذیل میں مطالعہ کر لیا جائے ۱۲ مترجم

درین آیت آن پیغامبران اند کہ بجہاد
یا مناصبہ کفار مامور اند نہ آن
جماعہ کہ محض برائے الزام حجت
ایشان را خدائے تعالیٰ فرستادہ پس
ایشان ہمہ منصور اند در دنیا و آخرت
مراد از لشکر تابعان رسل اند کہ داعیہ
نصرت پیغامبران و اعلاء کلمۃ اللہ
در صدور قلوب ایشان منفوخ شدہ و
این جماعہ چہ در حضور پیغامبر و چہ
بعد انتقال وے صلی اللہ علیہ وسلم
برفیق اعلیٰ پیوستہ غالب بودہ اند
بر مبعوث الیہم باز نظر کردیم
کہ بعد وجود این وعدہ چون دیدیم
کہ در قلوب طائفہ از اصحاب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم داعیہ اعلاء کلمۃ اللہ
منفوخ شد و ایشان بر دوست و
دشمن غالب آمدند بالبداہت
دانستہ شد کہ بتشریف تخصیص جملہ
مشرف اند وہو المقصود عن النعمان بن بشیر
عن عمر بن الخطاب فی قولہ احشروا الذین ظلموا
وازواجہم قال اشباہہم الذین ہم مثلہم
یجئ اصحاب الربا مع اصحاب الربا واصحاب
الزنا مع اصحاب الزنا واصحاب الخمر مع اصحاب
الخمر ازواج فی الجنۃ وازواج فی النار
قال اللہ تعالیٰ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالْمُفْسِدِیْنَ فِی
الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّارِ
کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوْا
اٰیٰتِہٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ؁

آیت میں وہ پیغمبر مراد ہیں جو کہ جہاد یا کفار سے (دلائل کے ساتھ)
جھگڑنے پر مامور ہیں، وہ جماعت (انبیاء) مراد نہیں ہیں جن کو
حق تعالیٰ نے صرف حجت قائم کرنے کے لئے بھیجا، تو وہ سب دنیا
اور آخرت میں منصور ہوتے ہیں (یعنی اللہ کی طرف سے ان
کی مدد ہوتی رہتی ہے) لشکر سے مراد رسولوں کا اتباع کرنے والے ہیں
جن کے دلوں کی گہرائیوں میں پیغمبروں کی امداد اور کلمۃ اللہ کو بلند
کرنے کا داعیہ پھونک دیا گیا اور یہ جماعت پیغمبر کی موجودگی میں
بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ کی طرف رحلت کر جانے
کے بعد بھی جن لوگوں کی طرف آپ مبعوث ہوئے تھے اُن پر
غالب اور کامیاب رہی۔ پھر تفسیر کہتا ہے کہ اس وعدہ کے وجود
میں آنے کے بعد جب ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
اصحاب میں سے ایک جماعت کے قلوب میں کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کا
داعیہ پھونک دیا گیا اور وہ دوست اور دشمن سب پر غالب بھی آگئے
تو بدیہی طور پر یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ تخصیص کے شرف سے یہ
سب ہی حضرات مشرف ہوئے ہیں۔ اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ اور روایت
ہے نعمان بن بشیر سے وہ روایت کرتے ہیں عمر بن الخطاب سے کہ
قول باری تعالیٰ اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَہُمْ (۲۲:
۳۷) جمع کرو ظالموں کو اور اُن کے ہم مشربوں کو، میں ازواجہم
سے اشباہہم ہے یعنی جو اُن جیسے ہیں۔ ریاکار ریاکاروں کے ساتھ
اور زناکار زناکاروں کے ساتھ اور شراب خوار شراب خواروں کے
ساتھ (اس طرح) بعض جوڑے جنت میں جائیں گے اور بعض جوڑے
دوزخ میں۔

آیات سورہ ص

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (۳۸:۲۸)
کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اُن
کی برابر کر دیں گے جو (کفر وغیرہ کر کے) دنیا میں فساد کرتے پھرتے
ہیں، یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کر دیں گے۔ یہ بابرکت
کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے تاکہ لوگ
اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔

آیا بگردانیم آنان را کہ ایمان آوردند و کارہائے شایستہ کردند مانند تباہی کنندگان در زمین یا می سازیم پرہیزگاران را مانند بدکاران۔ قرآن کتابی است با برکت کہ فرود آوردیم آن را بسوئے تو تا تامل کنند مردمان آیات او را و تا پند پذیرند خداوندان خرد۔ فقیر گوید ظاہر آن است کہ مراد جمعی ہستند کہ در زمان نزول سورہ ایمان آوردہ اند اگرچہ این جماعۃ داخل اند درین عموم چنانکہ گفتہ اند سبب نزول مراد بالتعمیم است از عمومات قرآن وحینئذ تبشیر عظیم است برای مہاجرین اولین۔ عن ابن یزید قال صلیت خلف عمر الفجر فقرأ بنا سورۃ ص فسجد فیہا فلما قضی الصلوٰۃ قال لہ رجل یا امیر المؤمنین ومن ذالک السجود ہذہ فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسجد فیہا۔ عن ابی مریم قال لما قدم عمر الشام اتی محراب داؤد فصلی فیہ فقرأ سورۃ ص فلما انتہی الی السجدۃ سجد۔ عن عمر بن الخطاب انہ سأل طلحۃ والزبیر وکعبا وسلمان ما الخلیفۃ من الملک فقال طلحۃ والزبیر ما ندری فقال سلمان الخلیفۃ الذی یعدل فی الرعیۃ ویقسم بینہم بالسویۃ ویشفق علیہم شفقۃ الرجل علی اہلہ ویقضی بکتاب اللہ فقال کعب ما کنت احسب ان فی المجلس احدا یعرف الخلیفۃ من الملک غیری۔ وعن سلمان ان عمر قال لہ أملک انا ام خلیفۃ فقال لہ سلمان ان انت جبیت[1] من ارض المسلمین درہما او اقل او اکثر ثم وضعتہ فی غیر حقہ فانت ملک غیر خلیفۃ۔

(شاہ صاحب کا ترجمہ) کیا ہم کر دیں گے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے مانند زمین میں تباہی پھیلانے والوں کے یا ہم بنا دیں گے پرہیزگاروں کو مانند بدکاروں کے۔ قرآن ایک کتاب ہے با برکت کہ اتارا ہم نے اس کو تیری طرف تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور کریں اور تاکہ قبول کریں صاحبان عقل۔ فقیر کہتا ہے کہ ظاہر مراد وہ اصحاب ہیں جو اس سورت کے نزول کے وقت ایمان لے آئے۔ باوجود یہ کہ اس جماعت کے لوگ اس عموم میں داخل ہیں جیسا کہ سبب نزول میں (مفسرین نے) کہا ہے عمومات قرآن میں (عموم کے خطابات سے) مراد خاص (افراد سے) ہوتی ہے اور یہ بشارت بڑی کرم ہے مہاجرین اولین کے لئے۔ مروی ہے ابن یزید سے انھوں نے کہا کہ میں نے عمرؓ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی انھوں نے سورۃ ص پڑھی اور اس میں سجدہ (تلاوت) کیا۔ پھر جب نماز سے فراغت ہو گئی تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ اس خاص سجدے کی کیا وجہ ہے تو عمرؓ نے کہا کہ اس موقع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کیا کرتے تھے۔ مروی ہے ابو مریم سے انھوں نے کہا جب عمرؓ شام میں تشریف لائے تو محراب داؤد میں آئے اور اس میں نماز پڑھی اور سورۃ ص کی قراءت کی۔ جب آیت سجدہ پر پہنچے تو سجدہ کیا۔ مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے سوال کیا طلحہؓ اور زبیرؓ اور کعبؓ اور سلمانؓ سے کہ خلیفہ اور ملک (یعنی بادشاہ) میں کیا فرق ہے۔ طلحہؓ اور زبیرؓ نے کہا ہم نہیں جانتے۔ پھر سلمانؓ نے کہا خلیفہ وہ ہے جو رعیت میں عدل کرے اور ان کے درمیان برابر کی تقسیم کرے اور لوگوں پر ایسی شفقت کرے جیسی کوئی اپنے گھر والوں پر کرتا ہے اور اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرے۔ اس کے بعد کعبؓ نے کہا کہ میں نہیں گمان کرتا تھا کہ اس مجلس میں کوئی میرے سوا خلیفہ اور ملک کے فرق کو جانتا ہے۔ اور سلمانؓ سے مروی ہے کہ عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟ تو ان سے سلمانؓ نے کہا کہ اگر آپ نے مسلمانوں کی زمین سے ایک درہم یا کم و بیش حاصل کیا اور اس کو بیجا صرف کر دیا تو آپ بادشاہ ہیں خلیفہ نہیں ہیں۔

[1] از جبایت یعنی گرد کردن خراج ۱۲

ابو نعیم عن سلیمان بن ابی العوجاء قال قال عمر بن الخطاب واللہ ما ادری أخلیفۃ انا ام ملک قال قائل یا امیر المؤمنین ان بینهما فرقا قال ما هو قال الخلیفۃ لا یأخذ الا حقا ولا یضعه الا فی حق وانت بحمد اللہ کذلک والملک یعسف الناس فیأخذ من هذا ویعطی هذا فسکت عمر. وعن معاویۃ انه کان یقول اذا جلس علی المنبر یا ایها الناس ان الخلافۃ لیست بجمع المال ولا تفریقه ولکن الخلافۃ العمل بالحق والحکم بالعدل واخذ الناس بامر اللہ. واخرج البخاری عن عمر قال نهینا عن التکلف۔

قال اللہ تعالی قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّکُمْ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ فقیر گوید اگر کسے در سیاق این آیات تأمل وافی بکار برد البتہ بفهمد کہ للذین احسنوا فی هذه الدنیا حسنة وارض اللہ واسعة اشارہ بهجرت است وتحریض است برآن ووعدہ است جمعے را کہ هجرت کردند وبر مشاق آن صبر نمودند باجر جزیل وتشریف باضافۃ عبادی وآنکه بہ من فضیلۃ المهاجرین الاولین۔ عن ابن عمر انه تلا هذه الآیة اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ

عمرؓ چپ ہو گئے۔ (اور سلیمان بن ابی العوجاء سے مروی ہے بیان کیا کہ عمر بن الخطابؓ نے کہا کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ۔ ایک کہنے والے نے کہا کہ اے امیر المؤمنین ان دونوں میں فرق ہے۔ فرمایا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ خلیفہ نہیں لیتا بجز حق کے اور خرچ بھی صرف حق کے موقع میں کرتا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ آپ ایسے ہی ہیں اور بادشاہ لوگوں پر ظلم کرتا ہے اِس سے لیتا ہے اُس کو دیتا ہے۔ تو عمرؓ چپ ہو گئے۔ (اور معاویہؓ سے مروی ہے کہ وہ منبر پر بیٹھ کر کہا کرتے تھے اے لوگو خلافت مال کے جمع کرنے اور خرچ کرنے کا نام نہیں۔ لیکن خلافت ہے حق پر عمل کرنا اور انصاف کے ساتھ حکم کرنا اور اللہ کے حکم کے مطابق لوگوں سے لینا۔ (اور اخراج کیا بخاری نے (مروی ہے عمرؓ سے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم کو تکلف سے روکا گیا ہے۔

آیاتِ زمر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا (الزمر ۳-۱۰) آپ (مومنین کو میری طرف سے) کہئے کہ اے میرے ایمان والے بندو! تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک صلہ ہے اور اللہ کی زمین فراخ ہے مستقل رہنے والوں کو ان کا صلہ بے شمار ہی ملے گا۔ فقیر کہتا ہے کہ اگر کوئی ان آیات کے انداز بیان میں بخوبی غور و فکر کو کام میں لائے گا تو ضرور سمجھ لے گا کہ للذین احسنوا فی هذه الدنیا حسنة وارض اللہ واسعة اشارہ ہے ہجرت کی طرف اور اس پر ترغیب ہے اور اس جماعت کے لئے جنہوں نے ہجرت کی اور اس کی مشقتوں پر صبر کیا بہت بڑے اجر کا وعدہ ہے اور عبادی کی اضافت کر کے اپنی طرف فرما کر ان کو بڑا شرف عطا فرمایا ہے۔ کیا ان مہاجرین اولین کی فضیلت کے ماننے میں اب بھی کوئی مانع ہے۔ مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ (الزمر ۹) بھلا جو شخص اوقات شب میں سجدہ و قیام (کی حالت) میں عبادت کر رہا ہو آخرت سے ڈر رہا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید کر رہا ہو۔ آپ کہئے کہ کیا علم والے اور جہل والے کہیں برابر ہوتے ہیں۔

قال نزلت في عثمان بن عفان وفي نفر نزلت
في عثمان بن عفان. وعن ابن عباس في
قوله أمّن هو قانت آناء الليل ساجدا
وقائما قال نزلت في عمار بن ياسر
في رواية عن ابن مسعود وعمار بن ياسر
وسالم مولى ابي حذيفة. عن مجاهد
في قوله وأرض الله واسعة قال
ارضي واسعة فهاجروا واعتزلوا
الاوثان. عن ابن عمر قال لبثنا برهة
من دهرنا وما نرى هذه الآية نزلت فينا
انك ميت وانهم ميتون ثم
انكم يوم القيامة عند ربكم تختصمون
قلت بم نختصم اما نحن فكلنا نعبد
الله وديننا الاسلام و
الكتاب فالقرآن لا نغيره ابدا و
لا نحرف الكتاب وانا قبلتنا فالكعبة
وانا حرامنا اذ حرمنا فواحد
وانا حللنا فهو كيف نختصم حتى
كفح بعضنا وجه بعض بالسيف فعرفت
انها نزلت فينا. عن ابراهيم النخعي
قال انزلت هذه الآية انك ميت و
انهم ميتون ثم انكم يوم القيامة عند
ربكم تختصمون قالوا وما خصومتنا و
نحن اخوان فلما قتل عثمان بن
عفان قالوا هذه خصومتنا بيننا. و
عن ابي سعيد الخدري قال لما نزلت ثم انكم يوم
القيامة عند ربكم تختصمون كنا نقول ربنا واحد
وديننا واحد ونبينا واحد فما هذه الخصومة
فلما كان يوم صفين وشد بعضنا على بعض بالسيوف قلنا نعم

وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل (و سلیم) ہیں۔ کہا کہ یہ عثمان
ابن عفان ہیں۔ اور ایک روایت اس طرح ہے کہ عثمانؓ بن عفان
کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آیت
اَمَّنْ ھُوَ قَانِتٌ الخ نازل ہوئی عمارؓ بن یاسر کے بارے میں اور
ایک روایت میں ابن مسعودؓ اور عمارؓ بن یاسر اور سالم مولی ابی
حذیفہ کے بارے میں۔ مروی ہے مجاہدؓ سے آیت وَاَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ
کی تفسیر میں کہا کہ میری زمین کشادہ ہے تو ہجرت کرو اور بتوں سے
کنارہ کش ہو جاؤ۔ مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا کہ ہم طویل زمانہ
تک یہ سمجھتے رہے اور نہیں سمجھے کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل
ہوئی تھی اِنَّکَ مَیِّتٌ الخ (۳۹: ۳۰-۳۱) آپ کو بھی مرنا ہے
اور ان کو بھی مرنا ہے۔ پھر قیامت کے روز تم مقدمات اپنے رب
کے سامنے پیش کرو گے۔ میں خیال کرتا تھا کہ ہم کیوں جھگڑیں گے
ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے
اور دین ہمارا اسلام ہے اور کتاب ہماری قرآن ہے جس میں ہم
کبھی تغیر نہ کریں گے کبھی اس کتاب میں ہم تحریف نہ کریں گے اور
قبلہ ہمارا کعبہ ہے اور ہمارا حرام یا ہمارا حرم (یہ شک ہے راوی کو)
ایک ہے اور ہمارے حلال جو ہیں وہ ایک ہیں (غرض ہم میں کامل
یکجہتی موجود ہے) پھر ہم کیوں جھگڑیں گے۔ یہاں تک کہ
(وہ دن) آ گیا کہ (ہم میں بعض نے بعض کے روبرو ہو کر
تلوار مارنا شروع کردی تب میں سمجھا کہ بیشک یہ آیت ہمارے
ہی متعلق نازل ہوئی تھی۔ ابراہیم نخعیؓ سے مروی ہے کہ آیت
نازل ہوئی اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ الخ تو اصحابؓ نے
کہا کہ ہماری خصومت کیا ہے ہم سب بھائی بھائی ہیں۔ پھر جب
عثمانؓ بن عفان قتل کردیئے گئے تو لوگوں نے کہا یہ ہے وہ
ہماری آپس کی خصومت۔ اور مروی ہے ابو سعید خدریؓ سے
کہا کہ جب نازل ہوئی ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ الخ تو ہم یہ کہا
کرتے تھے کہ ہمارا رب ایک ہے ہمارا دین ایک ہے ہمارا نبی ایک
ہے پھر یہ خصومت کیا ہے۔ پھر جب صفین کی جنگ ہوئی اور
ہم میں سے بعض ایک دوسرے پر تلواروں سے چلنے لگے تو ہم نے کہا ہاں

وروی عن علی بن ابی طالب قال
الذی جاء بالحق محمد وصدق بہ
ابوبکر قال ابن عساکر کذا الروایۃ
بالحق ولعلہا عن ابی ہریرۃ والذی
جاء بالصدق قال محمد صلی
اللہ علیہ وسلم وصدق بہ قال
ابوبکر عن سلیم بن عامر ان
عمر بن الخطاب قال عجب من
رؤیا الرجل انہ یبیت فیری
الشیء لم یخطر لہ علی بال
فتکون رؤیاہ کاخذ بالید
ویری الرجل الرؤیا فلا تکون
رؤیاہ شیئا فقال علی بن ابی طالب
افلا اخبرک بذلک یا امیر
المؤمنین ان اللہ یقول اللہ
یتوفی الانفس حین موتہا
والتی لم تمت فی منامہا
فیمسک التی قضی علیہا
الموت ویرسل الاخری
الی اجل مسمی فاللہ یتوفی الانفس
کلہا فما رأت وہی عندہ فی السماء فہو
الرؤیا الصادقۃ وما رأت اذا ارسلت الی اجسادہا
تلقتہا الشیاطین فی الہواء فکذبتہا واخبرتہا
بالاباطیل فکذبت فیہا فعجب عمر من قولہ
عن عمر بن الخطاب قال اتعدت انا وعیاش بن
ابی ربیعۃ وہشام بن العاص بن وائل ان
نہاجر الی المدینۃ فخرجت انا و
عیاش وفتن ہشام فافتتن فقدم
علی عیاش اخواہ ابوجہل والحارث

وہ خصوصیت یہ ہے اور روایت ہے علی بن ابی طالب سے فرمایا کہ
الَّذِیْ جَآءَ بِالْحَقِّ (الزمر ۳۳) (سچے دین کو لے کر آئے) محمد ہیں
وَصَدَّقَ بِهٖ (اور اس کی تصدیق کی) مراد ابوبکر ہیں۔ ابن عساکر
نے کہا اسی طرح (دینِ حق کے) بالحق روایت کیا گیا ہے۔
اور مروی ہے ابو ہریرہ سے کہ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ (یعنی
جو سچائی لے کر آئے) کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وَصَدَّقَ
بِهٖ (اور اس کی تصدیق کی) کہا کہ ابوبکر مراد ہیں۔ مروی ہے سلیم
ابن عامر سے کہ عمر بن الخطاب نے (حاضرین مجلس سے) کہا کہ تعجب
ہوتا ہے ایسے شخص کے خواب سے جو سوتے ہوئے خواب میں ایسی چیز
دیکھتا ہے جس کا خطرہ بھی جس کے دل پر نہیں گزرا ہوتا۔ پھر وہ
خواب ایسا ہوتا ہے جیسے ہاتھ میں کوئی چیز پکڑ لیں اور آدمی ایسا خواب
بھی دیکھتا ہے جس کا ظہور کچھ بھی نہیں ہوتا تو علی بن ابی طالب
نے کہا اے امیر المؤمنین کیا میں اس کی وجہ آپ کو نہ بتادوں۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ الخ (الزمر ۴۲)
اللہ ہی قبض کرتا ہے (قبض کرتا ہے) جانوں کو ان کی موت
کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کی موت نہیں آئی ان کے
سونے کے وقت پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت
کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک میعاد معین تک کے لئے
رہا کر دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ تمام ہی جانوں کو قبض کرتا ہے تو
جو کچھ انہوں نے اس حال میں دیکھا جب وہ اللہ کے پاس آسمان میں
ہوں تو یہ رؤیائے صادقہ ہے اور جب اُن کو ایسی حالت میں
کچھ دکھایا گیا جب وہ اپنے جسموں کی طرف بھیجی جا رہی ہیں تو
اُن سے ہوا میں شیاطین ملتے ہیں وہ اُن سے جھوٹ بولتے ہیں
اور جھوٹی خبریں دیتے ہیں تو وہ خواب جھوٹا ہو جاتا ہے۔ تو حضرت
عمر نے اس کو بہت پسند کیا۔ عمر بن الخطاب سے مروی ہے فرمایا کہ
میں نے اور عیاش بن ابی ربیعہ نے اور ہشام بن العاص بن وائل
نے مل کر یہ طے کیا کہ ہم مدینہ کو ہجرت کر جائیں تو میں اور عیاش
تو نکل گئے اور ہشام کو فتنہ میں پھنسا لیا اور وہ پھنس گئے۔
پھر ایسا کہ عیاش کے پاس اُن کے دونوں بھائی ابوجہل اور حارث

فقال سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم هو الاول والآخر والظاهر والباطن بيده الخير يحيي ويميت وهو على كل شيء قدير من قالها اذا اصبح عشر مرات واذا امسى اعطاه الله ست خصال اما اولهن فيحرس من ابليس وجنوده واما الثانية فيعطى قنطارا في الجنة واما الثالثة فيزوج من الحور العين واما الرابعة فيغفر ذنوبه واما الخامسة فيكون مع ابراهيم في قبته واما السادسة فيحضره اثنا عشر ملكا عند موته يبشرونه بالجنة ويزفونه من قبره الى الموقف فان اصابه شيء من اهوال يوم القيامة قالوا لا تخف انك من الآمنين ثم يحاسبه الله حسابا يسيرا ثم يؤمر به الى الجنة يزفونه الى الجنة من موقفه كما يزف العروس حتى يدخلوه الجنة باذن الله والناس في شدة الحساب وعن ابي هريرة قال سئل عثمان بن عفان عن مقاليد السموات والارض فقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر مقاليد السموات والارض ولا حول ولا قوة الا بالله من كنوز العرش وعن ابن عمر ان عثمان سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن تفسير مقاليد السموات والارض فقال له النبي صلى الله عليه وسلم ما سألني عنها احد تفسيرها لا اله الا الله والله اكبر سبحان الله والحمد لله

دیجئے زمین و آسمان کی کنجیوں کی؟ خبر دیجئے تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم الاول والآخر والظاہر والباطن بیدہ الخیر یحیی ویمیت وھو علی کل شیء قدیر۔ جو صبح کے اس کلمہ کو وقت دس مرتبہ کہا اور اسی طرح شام کو اللہ تعالیٰ اس کو چھ چیزیں عطا فرمائے گا۔ اول یہ ہے کہ ابلیس اور اس کے لشکر سے اس کی حفاظت کی جائے گی۔ دوسری یہ کہ جنت میں اس کو خزانہ کا ڈھیر عطا کیا جائے گا۔ تیسری یہ کہ حور عین سے اس کا نکاح کیا جائے گا۔ چوتھی یہ کہ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ پانچویں یہ کہ ابراہیم کی معیت عطا ہوگی ان کے خیمے میں۔ چھٹی یہ کہ اس کی موت کے وقت اس کے پاس بارہ فرشتے آئیں گے جو اس کو جنت کی بشارت دیں گے اور اس کو اپنے ساتھ لے کر چلیں گے قبر سے میدان حساب میں۔ پھر اگر اس کو کوئی شے یوم قیامت کی خوفناک چیزوں میں سے پہنچ گئی تو وہ اس سے کہیں گے کہ مت ڈرو تو امن پانے والوں میں سے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے بہت آسان حساب لیں گے۔ پھر اس کو جنت میں داخل کرنے کا حکم ہوگا یہ فرشتے حساب کے موقف سے اس کو اسی طرح لے کر چلیں گے جس طرح دلہن کو لے کر چلتے ہیں یہاں تک کہ اس کو اللہ کے حکم سے جنت میں داخل کر دیں گے اور ابھی عام لوگ حساب کی سختی میں ہوں گے۔ اور مروی ہے ابوہریرہؓ سے انہوں نے کہا کہ عثمانؓ بن عفان سے مقالید السموات والارض کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر مقالید یعنی کنجیاں ہیں آسمان و زمین کی اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ عرش کے خزانوں میں سے ہے۔ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ عثمانؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مقالید السموات والارض کی تفسیر کا سوال کیا تو آپ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بارے میں مجھ سے کسی نے سوال نہیں کیا۔ اس کی تفسیر ہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے) اور سبحان اللہ (اللہ پاک ہے) اور ہر تعریف اسی کی ہے یعنی

يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ
وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا
وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا
تا آنکه بعد این قصه گفته میشود إِنَّا
لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا بہ
این جماعت شریفه متعلق است تا از تفسیر
گوید جمعے از سابقین مومنین از مہاجرین
اولین بالقطع معلوم شد که بہمین
اسلوب جدال کفار میکردند و نصرت
دین بر دست ایشان واقع شد
پس تطبیق این اشارات ایشان اند و
مصداق این بشارات ایشان و هو
المقصود عن یزید بن الاصم ان رجلا
کان ذا بأس وکان یوفد الی عمر
لبأسه وکان من اهل الشام و
ان عمر فقده فسأل عنه فقیل له
تتابع فی هذا الشراب فدعا عمر کاتبه
فقال اکتب من عمر بن الخطاب الی فلان بن
فلان سلام علیکم فانی احمد الیک الله
الذی لا اله الا هو غافر الذنب وقابل
التوب شدید العقاب ذی الطول لا اله
الا هو الیه المصیر ثم دعا وامن
من عنده فدعوا ان یقبل الله علیه بقلبه
وان یتوب علیه فلما اتت الصحیفة الرجل
جعل یقرأها ویقول غافر الذنب
قد وعدنی الله ان یغفر لی وقابل التوب
شدید العقاب قد حذرنی الله عقابه ذی الطول
والطول الخیر الکثیر الیه المصیر فلم یزل
یرددها علی نفسه حتی بکی ثم نزع

اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں
اور ایمان والوں کے لئے اس طرح استغفار کرتے ہیں کہ اے ہمارے
پروردگار آپ کی رحمت (عام) اور علم ہر چیز کو شامل ہے۔ اور پھر
اسی قصہ کے بعد فرمایا جا رہا ہے کہ إِنَّا لَنَنْصُرُ الخ (دم ۱۱)
ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے مدد
کرتے ہیں۔ یہ سب اس بزرگ جماعت پر منطبق ہے۔ پھر تفسیر کہتا
ہے کہ مہاجرین اولین میں سے جو جماعت مومنین سابقین کی ہے
ان کے بارے میں یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ ان کو جدال کفار کے ساتھ
اسی طرز کا ہوتا تھا اور دین کی نصرت ان کے ہاتھوں سے ہوئی تو
ان اشارات سے مد نظر یہی حضرات ہیں اور ان بشارات کے مصداق
یہی اکابر ہیں۔ اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ - اور یزید بن الاصم سے
مروی ہے کہ ایک شخص صاحب شوکت تھا جو حضرت عمرؓ کے پاس
اپنے لڑنے کے کام سے آیا جایا کرتا تھا اور وہ اہل شام میں
سے تھا اور عمرؓ کو چند روز تک اس کا کچھ حال نہ معلوم ہوا تو لوگوں
سے اس کا حال پوچھا۔ تو آپ سے کہا گیا کہ وہ برابر شراب پیتا ہے
تو آپ نے اپنے کاتب کو بلا کر فرمایا کہ لکھو کہ اللہ کے بندے عمر
ابن الخطاب کی طرف سے فلاں بن فلاں کے نام۔ سلام علیکم میں تمہارے
سامنے اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ گناہ کا
بخشنے والا اور توبہ کو قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا اور
بڑی قوت والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف سب
کو لوٹ کر جانا ہے۔ پھر آپ نے دعا کی اور جو لوگ آپ کے پاس
موجود تھے انھوں نے بھی ان سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ قبول
کرے اور اس کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ جب یہ خط اس شخص
کے پاس پہنچا تو اس نے اس کو پڑھنا شروع کیا اور کہنے لگا غَافِرِ
الذَّنْبِ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے بخش دے گا۔ وَ
قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے عذاب
سے ڈرایا ہے ذِي الطَّوْلِ اور طول کے معنے ہیں خیر کثیر کے اِلَيْهِ
الْمَصِيرُ۔ پھر وہ شخص بار بار ان کلمات کو پڑھتا اور اپنے
نفس کو سناتا رہا یہاں تک کہ رونے لگا۔ پھر توبہ کی اور بہت

صنعه المشركون برسول الله صلى الله عليه وسلم قال بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي بفناء الكعبة إذ أقبل عقبة بن أبي معيط فأخذ بمنكب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولوى ثوبه في عنقه فخنقه خنقا شديدا فأقبل أبو بكر فأخذ بمنكبيه ودفعه عن النبي صلى الله عليه وسلم ثم قال أتقتلون رجلا أن يقول ربي الله وقد جاءكم بالبينات من ربكم۔ وعن عمرو بن العاص قال ما نالوا من رسول الله صلى الله عليه وسلم بشيء كان أشد من أن طاف بالبيت ضحى فلقوه حين فرغ فأخذوا بمجامع ردائه وقالوا أنت الذي تنهانا عما كان يعبد آباؤنا قال أنا ذاك فقام أبو بكر فالتزمه من ورائه ثم قال أتقتلون رجلا أن يقول ربي الله وقد جاءكم بالبينات من ربكم وإن يك كاذبا فعليه كذبه وإن يك صادقا يصبكم بعض الذي يعدكم إن الله لا يهدي من هو مسرف كذاب۔ رافعا صوته بذلك وعيناه تسيحان حتى أرسلوه۔ وعن أنس بن مالك قال لقد ضربوا رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى غشي عليه فقام أبو بكر فجعل ينادي ويقول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کی تھی تو انھوں نے بیان کیا کہ اس دوران میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی چہار دیواری کے اندر نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آ گیا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مونڈھا پکڑا اور آپ کی گردن میں اپنا کپڑا ڈال کر اینٹھا اور آپ کے گلے کو سخت گھونٹنے لگا کہ ابوبکرؓ آ گئے تو انھوں نے اس کے کندھے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو دفع کیا۔ پھر کہا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ (مومن ع۴) کیا تم ایک شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمھارے رب کی طرف سے دلیلیں (بھی) لے کر آیا ہے۔ اور عمرو بن العاص سے مروی ہے کہا کہ کبھی اس سے زیادہ سخت اذیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہنچائی گئی کہ آپ دوپہر کو بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے جب آپ فارغ ہو گئے تو مشرکین قریش آپ کو لپٹ گئے اور آپ کی پوری چادر پکڑ لی اور کہنے لگے تو ہی ہے وہ جو ہم کو ان معبودوں سے روکتا ہے جن کی ہمارے باپ دادا پوجا کرتے چلے آ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں۔ تو ابوبکرؓ کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے سے لپٹ گئے (اور کہنے لگے) پھر کہا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا (مومن ع۴) کیا تم ایک شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں (بھی) لے کر آیا ہے اور اگر (بالفرض) وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوا تو وہ جو کچھ پیشگوئی کر رہا ہے اس میں سے کچھ تو تم پر (ضرور ہی) پڑے گا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو (اپنی) حد سے گزر جانے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔ یہ بلند آواز سے کہہ رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے یہاں تک کہ انھوں نے آپ کو چھوڑ دیا اور مروی ہے انسؓ بن مالک سے انھوں نے کہا کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا مارا کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی تو ابوبکرؓ کھڑے ہوئے اور انھوں نے بلند آواز سے کہنا شروع کیا افسوس ہے

أتقتلون رجلاً أن يقول ربي الله قالوا من هذا قالوا هذا ابن أبي قحافة. وأخرج الحكيم الترمذي وابن مردويه عن أسماء بنت أبي بكر نحوه. وعن علي أنه قال أيها الناس أخبروني بأشجع الناس قالوا لا نعلم قال أبو بكر لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وأخذته قريش فهذا يجؤه وهذا يتلتله وهم يقولون أنت الذي جعلت الآلهة إلهاً واحداً قال فوالله ما دنا منه أحد إلا أبو بكر يضرب هذا ويجؤ هذا ويتلتل هذا وهو يقول ويلكم أتقتلون رجلاً أن يقول ربي الله ثم رفع علي بردة كانت عليه فبكى حتى اخضلت لحيته ثم قال أنشدكم بالله أمؤمن آل فرعون خير أم أبو بكر فسكت القوم فقال ألا تجيبوني فوالله لساعة من أبي بكر خير من مثل مؤمن آل فرعون ذاك رجل يكتم إيمانه وهذا رجل أعلن إيمانه. عن أبي بكر الصديق قال حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن الدجال يخرج من أرض بالمشرق يقال لها خراسان يتبعه أقوام كأن وجوههم المجان المطرقة.

تم لوگوں پر، تم ایک شخص کو اس بات پر مارتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ بعض لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو انھوں نے بتایا کہ یہ ابن ابی قحافہ ہے۔ اور اسماء بنت ابی بکرؓ سے اسی طرح کی روایت الحکیم ترمذی اور ابن مردویہ نے (کی ہے)۔ اور مروی ہے علیؓ سے انھوں نے (مجلس کو خطاب کرتے ہوئے) کہا اے لوگو! مجھے بتاؤ کہ لوگوں میں سب سے بہادر کون ہے؟ تو انھوں نے کہا ہم نہیں جانتے (آپ جانتے ہیں)۔ آپ نے کہا ابوبکرؓ۔ واللہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ قریش آپ کو پکڑے رکھتا تھا کوئی آپ کو ارد گرد سے گھیرے ہوئے ہے کوئی آپ کو جھنجھوڑ رہا ہے اور وہ آپ سے یہ کہہ رہے تھے کہ تو وہ ہے کہ تو نے بہت سے معبودوں کو ایک ہی معبود بنا دیا۔ علیؓ نے کہا خدا کی قسم ہم میں سے کوئی آپ کے قریب بھی نہ پہنچ سکا بجز ابوبکرؓ کے کہ کسی کو مارتے تھے کسی کو جھنجھوڑتے تھے (اور) اس طرح سب کو چیرتے ہوئے آپ تک جا پہنچا اور آپ کو چھڑا لیا اور وہ یہ کہتے جاتے تھے افسوس ہے تم لوگوں پر تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کیے دیتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر علیؓ نے اپنی چادر کا پلہ منہ پر ڈال لیا، وہ روتے رہے حتیٰ کہ ان کی ڈاڑھی بھیگ گئی۔ پھر اس کے بعد انھوں نے کہا میں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آلِ فرعون والا مومن بہتر تھا یا ابوبکرؓ۔ تو قوم خاموش رہی۔ آپ نے کہا کہ تم مجھے جواب نہیں دیتے تو (مجھ سے سنو) خدا کی قسم ابوبکرؓ کی ایک ساعت مومن آلِ فرعون کی تمام عمر سے بہتر ہے۔ وہ ایسا شخص تھا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا اور یہ (ابوبکرؓ) اپنے ایمان کا اعلان کر چکے تھے۔ مروی ہے ابوبکر صدیقؓ سے بیان کیا کہ ہم سے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دجال مشرق کی ایک زمین سے نکلے گا جس کو خراسان کہا جاتا ہے اس کی پیروی ایسی قومیں کریں گی جن کے چہرے ایسے ہوں گے گویا تہ بہ تہ چڑھائی ہوئی ڈھالیں ہیں۔

آیاتِ سورۂ فصلت یعنی حٰمٓ السجدہ

قال الله تعالى إن الذين قالوا ربنا الله

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ (الآیہ)

ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ ۝ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ فقیر گوید عفی عنہ خدای تعالیٰ ثواب جمعی را که اقرار بتوحید کردند بعد از آن استقامت نمودند بران بیان فرمود بعد از آن اثبات نمود احسنیت جماعه که از جمله موحدین بدعوت الی اللہ و عمل صالح متصف اند و ظاہر و باطن ایشان انقیاد رب العزت است این کلیه از کتاب اللہ معلوم شد باز اگر شخصی را عقل ممیز باشد از احوال و اوصاف اشخاص معینه که بتواتر ثابت شده دخول آن اشخاص درین کلیه بلکه سروری درین جماعه بدان میتواند فهمید بعد از آن احادیث مستفیضه و مشهوره در مناقب همان اشخاص شاهد آن فهم میگردد و در زمره أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِنْهُ داخل میگردد

...عن عمر بن الخطاب فی قوله وقالوا قلوبنا فی اکنة آیه قال اقبلت قریش الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لهم

جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر (اس پر) مستقیم رہے اُن پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت) وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔ اور ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں (بھی) رہیں گے اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔ یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو (لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور (خود بھی) نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ حق تعالیٰ اُن لوگوں کے ثواب کا بیان فرما رہے ہیں جنہوں نے توحید کا اقرار کیا اور بعد اس پر جمے رہے۔ اس کے بعد ان موحدین میں سے اُس جماعت کا سب سے بہتر ہونا ثابت فرماتے ہیں جو اللہ کی طرف دعوت دینے اور عمل صالح کے ساتھ متصف ہیں اور جن کا ظاہر و باطن رب العزت کی اطاعت بن گئی ہے۔ یہ کلیہ کتاب اللہ سے معلوم ہو گیا۔ پھر اگر کسی شخص کے پاس نیک و بد میں امتیاز کرنے والی عقل موجود ہو تو وہ اشخاص معینہ کے اُن احوال و اوصاف کو جو تواتر سے ثابت ہیں پیش نظر رکھ کر اُن اشخاص کا اس کلیہ میں داخل ہونا بلکہ ان کا اس جماعت کا سردار و فخر ہونا معلوم کر سکتا ہے۔ اس کے بعد وہ احادیث مستفیضہ و مشہورہ جو اُن ہی اشخاص کی تعریفوں میں وارد ہیں وہ اس فہم کی شاہد بن جائیں گی اور پھر یہ شخص اس جماعت میں داخل ہو سکتا ہے جس کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ (۱۱: ۱۷) کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کر سکتا ہے جو قرآن پر قائم ہو جو اس کے رب کی طرف سے آیا ہے اور اس (قرآن) کے ساتھ ایک گواہ بھی آیا (خدا کی طرف سے) مروی ہے عمر بن الخطاب سے آیت وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ (۴۱: ۵) کے بارے میں (اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف آپ ہم کو بلاتے ہیں ہمارے دل اس سے پردوں میں ہیں) مروی ہے بیان کیا کہ قریش نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا تمہیں سلام

فقالوا له اعرض علینا الاسلام فلما عرض
علیهم الاسلام اسلموا عن آخرهم فتبسم النبی
صلی الله علیه وسلم وقال الحمد لله بالامس
تزعمون ان علی قلوبکم غلفا وقلوبکم فی اکنة
مما تدعوکم الیه وفی آذانکم وقرا اصبحتم
الیوم مسلمین فقالوا یا رسول الله قد کذبنا بالامس
لو کان کذلک ما اهتدینا ابدا ولکن الله
الصادق والعباد الکاذبون علیه وهو
الغنی ونحن الفقراء الیه عن ابی بکر الصدیق
فی قوله إِنَّ الَّذِینَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا
قال الاستقامة ان لا یشرکوا بالله شیئا وعن
ابی بکر الصدیق انه قال ما تقولون فی هاتین الآیتین
إِنَّ الَّذِینَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا
وَالَّذِینَ آمَنُوا وَلَمْ یَلْبِسُوا إِیمَانَهُمْ بِظُلْمٍ
فقالوا الذین قالوا ربنا الله ثم عملوا
بها واستقاموا علی امره فلم یذنبوا ولم
یلبسوا ایمانهم بظلم لم یذنبوا قال لقد
حملتموها علی امر شدید الذین آمنوا ولم یلبسوا
ایمانهم بظلم یقول بشرک والذین قالوا
ربنا الله ثم استقاموا فلم یرجعوا الی
عبادة الاوثان وعن عمر بن
الخطاب ان الذین قالوا ربنا
الله ثم استقاموا قال استقاموا
بطاعته ولم یروغوا روغان الثعلب
وعن عمر بن الخطاب قال
لو اطیق الاذان مع الخلافة
لاذنت وعن عمر بن الخطاب
قال ان هذا القرآن کلام الله
فضعوه علی مواضعه

کے پاس گئے اور انہوں نے کہا اے محمد ہم پر اسلام پیش کرو جب
آپ نے ان پر اسلام پیش کیا تو سب نے اسے قبول کر لیا آخر تک نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا اور فرمایا کہ الحمد للہ کل تم یہ دعویٰ
کرتے تھے کہ تمہارے دلوں پہ غلاف چڑھے ہوئے ہیں اور تمہارے
قلوب جس امر کی طرف ہم تم کو دعوت دیتے ہیں اس سے پردوں
میں چھپے ہوئے ہیں اور تمہارے کانوں میں ڈاٹیں لگی ہوئی ہیں آج
تم نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ کل ہم نے
جھوٹ بولا تھا۔ اگر یہ بات ہوتی تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ لیکن
اللہ سچا ہے اور بندے اس پر جھوٹ لگاتے ہیں۔ وہ بے احتیاج
ہے اور ہم اس کے محتاج ہیں۔ اور مروی ہے ابوبکر صدیق سے
درباره آیہ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا (حم سجدہ) جن لوگوں نے اقرار کر لیا کہ
ہمارا رب اللہ ہے پھر ان کو اس پر استقامت بھی ہو گئی فرمایا کہ
استقامت یہ ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور مروی
ہے ابوبکر صدیق سے کہ انہوں نے (حاضرین سے) پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو
ان دونوں آیتوں کے بارے میں إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ
ثُمَّ اسْتَقَامُوا اور الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ
تو لوگوں نے کہا "جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے" پھر اس پر
عمل بھی کیا" اور وہ قائم بھی رہے" اس کے حکم پر گناہ نہ کئے۔ اور
" انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ خلط نہ کیا یعنی گناہ نہ کئے
تو آپ نے فرمایا کہ تم نے ان آیات کو سخت بات پر محمول کیا (ان آیات
کی تفسیر یہ ہے) کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان
کو ظلم کے ساتھ یعنی شرک کے ساتھ خلط نہ کیا۔ اور جن لوگوں
نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے یعنی بتوں کی عبادت
کی طرف نہ لوٹے۔ اور مروی ہے عمر بن الخطاب سے کہ جن لوگوں نے
کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے یعنی اس کی طاعت پر
قائم رہے اور لومڑی کی طرح راستہ نہ بدل لیا۔ اور مروی ہے عمر
ابن الخطاب سے فرمایا کہ اگر خلافت کے ساتھ میں اپنے میں اذان دینے
کی طاقت پاتا تو اذان دیا کرتا۔ مروی ہے عمر بن خطاب سے فرمایا کہ
یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس کو اس کے صحیح مواقع پر رکھو اور اس کو

وأخرج بسنده عن ابن عباس في قوله أفمن يلقى في النار خير
قال أبو جهل بن هشام أم من يأتي آمنا
يوم القيامة أبو بكر الصديق
عن بشير بن تميم قال نزلت هذه الآية
في أبي جهل وعمار بن ياسر أفمن يلقى
في النار خير أبو جهل أم من يأتي آمنا
يوم القيامة عمار وأخرج من عكرمة مثله
عن ابن عباس في قوله اعملوا ما
شئتم قال لأهل بدر خاصة
وعن إبراهيم التيمي قال ذكر أن
السماء فرجت يوم بدر فقيل اعملوا
ما شئتم

قوله تعالى فما أوتيتم من
شيء فمتاع الحياة الدنيا وما
عند الله خير وأبقى للذين آمنوا
وعلى ربهم يتوكلون ٥ والذين
يجتنبون كبائر الإثم والفواحش
وإذا ما غضبوا هم يغفرون ٥ و
الذين استجابوا لربهم و
أقاموا الصلوة وأمرهم شورى
بينهم ومما رزقناهم ينفقون
والذين إذا أصابهم
البغي هم ينتصرون ٥
وجزاء سيئة سيئة
مثلها فمن عفا وأصلح
فأجره على الله إنه
لا يحب الظالمين ٥ و
لمن انتصر

اپنی خواہش نفس کا اتباع نہ کرو (کہ) آیات کر کے اپنے خیال کے
مطابق ان کو مطابق کرنے کی کوشش کرو۔ مروی ہے ابن عباس
سے اس آیت کی تفسیر میں أفمن يلقى في النار خير (۴۱:۴۰)
سو بھلا جو شخص نار میں ڈالا جاوے وہ بہتر ہے فرمایا یعنی ابوجہل
ابن ہشام أم من يأتي آمنا (۴۱:۴۰) یا وہ شخص جو قیامت کے روز
امن وامان کے ساتھ (جنت میں) آئے وہ یعنی ابوبکر صدیقؓ۔ مروی
ہے بشیر بن تمیم سے انھوں نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی ابوجہل
اور عمار بن یاسر کے بارے میں أفمن يلقى في النار خير ابوجہل
أم من يأتي آمنا يوم القيامة عمار مراد ہے۔ اور ایسی ہی تفسیر عکرمہ
سے مروی ہے۔ مروی ہے ابن عباسؓ سے قولہ حق اعملوا
ما شئتم (۴۱:۴۰) کہ جو تم چاہو کرو۔ کے متعلق کہ یہ اہل بدر کے
لئے خاص ہے۔ اور مروی ہے ابراہیم تیمی سے بیان کیا کہ یہ ذکر
کیا گیا ہے کہ یوم بدر میں آسمان (کا دروازہ) کھولا گیا اور کہا
گیا کہ جو تم چاہو کرو۔

آیات سورۂ شوریٰ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا فما أوتيتم من شيء الخ (۴۲:۳۶ تا
۴۳) سو جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض (چند روزہ) دنیوی
زندگی کے برتنے کے لئے ہے اور (اجر و ثواب) آخرت میں جو اللہ
کے یہاں ہے وہ (بدرجہا) اس سے بہتر ہے اور زیادہ پائدار وہ
ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر توکل کرتے
ہیں اور جو کبیرہ گناہوں سے اور (ان میں سے) بے حیائی کی باتوں
سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور
جن لوگوں نے کہ اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند ہیں اور
ان کا ہر کام (جس میں باہمی کسی غیر ہو) آپس کے مشورے سے ہوتا
ہے اور ہم نے جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جو ایسے
ہیں کہ جب ان پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں۔
اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی پھر (بعد اجازت انتقام کے) جو
شخص معاف کرے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے
واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو اپنے اوپر ظلم

بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ فقیر گوید معنی عمدہ درین آیات تعریض است بحال صحابۂ کرام خصوصاً خلفائے ذوی الاحترام و این مسئلہ از دقائق فہم قرآن است نخست این مقدمہ را باید مستحضر باید ساخت کہ تعریض بافراد معینہ حاصل میشود ہرگاہ کہ لفظ نص عام باشد مشتمل بر اوصاف عامہ و شخصے از میان افراد آن مفہوم عام مشہور باشد بوصفے چند کہ اول نظر سامع بآن متوجہ افتد بعد ازان باید دانست کہ وصف وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ از اوصاف مشہورہ مہاجرین اولین است زیرا کہ در وقت غربت اسلام ایشان از الوفات قوم خود گسستہ شدند و از خویش و پیوند قطع نمودند محض بجہت ایمان بعد ازان ہجرت کردند و ترک مکاسبی کہ ہر یک برائے خود آمادہ داشت نمودند و در بلاد غربت و مشاق محن دراز شدند بمجرد اعتماد بر وعدۂ الٰہی و بصرف توکل بر خبر رب العزت تبارک و تعالیٰ و وصف وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ از اوصاف صالحین مہتدین است از انصار و الذین اتبعوہم باحسان زیرا کہ حقیقت تہذیب آن است کہ قوۂ بہیمیہ زیر حکم عقل مطمئن شود و بہمین نکتہ یجتنبون کبائر الاثم والفواحش اشارہ بآن است و قوۂ سبعیہ

جو بدلے کے بعد برابر کا بدلہ لے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق دنیا میں سرکشی (اور تکبر) کرتے ہیں ایسوں کے لئے دردناک عذاب (مقرر) ہے۔ اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے یہ البتہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔" فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ ان آیات میں تعریض ہے صحابہ کرام خصوصاً خلفاء ذوی الاحترام کے حال کی طرف اور یہ مسئلہ فہم قرآن کی باریک بینی سے تعلق رکھتا ہے۔ اول اس مقدمہ کو اپنے خیال میں مستحضر کر لینا چاہیے کہ اس سے افراد معینہ کی تعریض حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ یہ کہ نص کے لفظ عام ہوں جو اوصاف عامہ پر مشتمل ہوں اور کوئی شخص اس مفہوم عام کے افراد میں سے کسی وصف کے ساتھ اتنا مشہور ہو کہ اس وصف کو سن کر سامع کی پہلی نظر اسی پر پڑے۔ اس کے بعد جاننا چاہیے کہ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ (یعنی یہ ان لوگوں اپنے رب پر توکل کرتے ہیں) مہاجرین اولین کا وصف مشہور ہے کیونکہ غربت اسلام کے زمانہ میں اپنی قوم کی جن چیزوں سے ان کو الفت تھی ان حضرات نے ان سب کو چھوڑا اپنے گھر کنبہ سے منہ موڑا محض ایمان کے واسطے اس کے بعد انہوں نے ہجرت کی اور اپنے ذرائع کسب معاش کو جو ہر ایک کا تھا سب پر خاک ڈالی اور مقامات غربت اور مشقتوں میں اپنے کو ڈال دیا یہ سب محض وعدہ الٰہی پر بھروسہ کرتے ہوئے انہوں نے کیا اور رب العزت تبارک و تعالیٰ کی خبر پر محض توکل کی بنا پر۔ اور وصف وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ (الخ یعنی اور جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں) انصار صالحین باقوت کے اور ان حضرات کے اوصاف میں سے ہے جنہوں نے خوبی کے ساتھ ان کا اتباع کیا (اور نفس کو مہذب بنا لیا) کیونکہ تہذیب کی حقیقت یہ ہے کہ قوت بہیمیہ (لذات نفسانی کا اسی قوت سے تعلق ہے) حکم عقل کے ماتحت ہو کر سکون حاصل کرے اور مغلوب ہو جائے۔ یجتنبون کبائر الاثم والفواحش ۝ سے اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور قوت سبعیہ (جو غضب و درندگی کا منبع ہے)

حیثیت قرآن حمل ذم گردد و اذا ما غضبوا ہم یغفرون
رمز است بدان و کلمہ والذین استجابوا لربہم
تعریض است بصدیق اکبرؓ زیرا کہ اشہر اوصاف
او آن بود کہ دعوۃ الحق را اول مرتبہ شنیدہ در
جزو تصدیق و کمال یقین تلقی نمودہ در اقامت
صلوۃ پایہ بلند پیدا کرد تا آنکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم او را از میان صحابہ بامامت صلوۃ برگزید
و کلمہ امرہم شوریٰ بینہم اشارہ است بفاروق
اعظم زیرا کہ اشہر اوصاف او آن بود کہ در ایام
خلافت او جمیع امور بمشورۃ علمائے صحابہ نافذ
می شد و معظم اجماعیات در ملت اسلامیہ ہمان
است کہ اجماع و اتفاق بران بتدبیر فاروق
اعظم و رائے او واقع شد و کلمہ ومما رزقنٰہم
ینفقون کنایہ است بحال ذی النورین زیرا کہ
اشہر اوصاف او در اسلام کثرت انفاق است
فی سبیل اللہ و بہمین انفاقات بہ بشارات عظیمہ
فائز گشت و بدرجات عالیات ترقی یافت و
کلمہ والذین اذا اصابہم البغی ہم ینتصرون
منطبق است بر علی مرتضیٰ زیرا کہ در ایام خلافت
او امرے کہ واقع شد و وی بآن متفرد بود قتال
بغاۃ است و قولہ تعالیٰ وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا
تا ما علیہم من سبیل حاصل معنے آن تجویز
انتقام است و تفضیل عفو و اصلاح و صفے کہ حسن
مجتبیٰ مخصوص است بآن و لسان نبوت در
استحسان آن وصف از ایشان بکلمۂ نطق فرمودہ
ان ابنی ہذا سید و سیصلح اللہ بہ بین فئتین عظیمتین من
المسلمین امر صلح است بعد تنازع و لفظ اصلح دلالت
میکند بر وجود اتفاق مسلمین و ارتفاع تفرقہ در میان
ایشان و این اشارہ است بخلافت معاویہ

بھی حمل کے زیر حکم آکر مطیع ہو جاتے ہیں۔ و اذا ما غضبوا ہم یغفرون
سے اسی جانب ایماء فرمایا گیا ہے اور کلمہ والذین استجابوا لربہم
تعریض ہے صدیق اکبرؓ کی طرف۔ کیونکہ آپ کے سب سے زیادہ مشہور
اوصاف میں سے یہ وصف تھا کہ دعوت حق کو پہلی مرتبہ سنتے
ہی فوراً تصدیق اور کمال یقین کی بناء پر قبول فرما لیا اور آپ نے
اقامت صلوۃ میں بلند مرتبہ حاصل کر لیا یہاں تک کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہؓ میں سے ان کو نماز کی امامت کے لئے
منتخب فرمایا اور کلمہ امرہم شوریٰ بینہم سے اشارہ ہے
فاروق اعظم کی جانب۔ کیونکہ یہ وصف ان کے سب سے زیادہ مشہور
اوصاف میں سے تھا کہ ان کے زمانہ خلافت میں تمام امور علماء صحابہؓ
کے مشورے سے نافذ ہوتے تھے۔ اور ملت اسلامیہ کے اجماعی مسائل
میں سب سے زیادہ باعظمت یہی مسائل ہیں جن پر فاروق اعظم کی تدبیر
اور رائے سے اجماع و اتفاق واقع ہوا ہے۔ اور ومما رزقنٰہم
ینفقون سے اشارہ ہے حضرت ذی النورینؓ کے حال کی جانب
کیونکہ اسلام میں جو ان کا سب سے زیادہ مشہور وصف ہے وہ اللہ
کے راستہ میں بکثرت خرچ کرنا ہے اور اسی بکثرت خرچ کرنے کی
راہ سے آپ بشارات عظیمہ پر فائز ہوئے اور بلند مراتب پر آپ نے
ترقی پائی۔ اور کلمہ والذین اذا اصابہم البغی ہم ینتصرون
منطبق ہے علی مرتضیٰؓ پر کیونکہ ان کے ایام خلافت میں جو امر کہ واقع
ہوا اور وہ اس میں متفرد تھے وہ باغیوں کے ساتھ قتال ہے۔ اور
(مذکورہ بالا) آیت وجزاء سیئۃ سیئۃ سے ما علیہم من سبیل
تک اس کے ماحصل معنے ہیں انتقام کے جواز کا بیان اور معاف کرنے
اور صلح کرنے کی فضیلت کا اظہار اور وہ صفت کہ حضرت حسن مجتبیٰ
مخصوص ہیں اور لسان نبوت نے اس وصف خاص کی ستائش میں
اس کلمہ سے نطق فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ
مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں اس کے ذریعہ سے صلح کرائیگا
وہ امر صلح ہے اور نزاع (یعنی جھگڑے) کا ختم کر دینا اور لفظ
اصلح اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ مسلمانوں میں اتفاق ہوگا
اور تفرقہ باہمی ختم ہوگا اور یہ اشارہ ہے خلافت معاویہؓ کی طرف

ابن ابی سفیان اِنَّ الشَّیْطٰنَ ... یَطْلُبُوْنَ اشارہ است بہ آنان بنی امیہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در باب ایشان فرمودہ اند ہلاک امتی علے ایدی غلمۃ من قریش وَلَیْسَ ... اشارۃ است بجماعۂ زعمائی احبار کہ رئیس ایشان امام علی ابن الحسین الملقب بزین العباد است رضی اللہ عنہ و من آبائہ الکرام کہ ادراک آن زمان کردند و در روایت حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ از سل سیف بر خلیفۂ وقت نہی فرمودہ ساکت شدند و تن در دادند باوجود کراہیت آن افعال و اطوار واللہ اعلم بدقائق کتابہ ترمذی عن ابی ہریرۃ ان رجلاً شتم ابابکر والنبی صلے اللہ علیہ وسلم جالس فجعل النبی صلے اللہ علیہ وسلم یتعجب ویتبسم فلما اکثر رد علیہ بعض قولہ فغضب النبی صلے اللہ علیہ وسلم وقام فلحقہ ابوبکر فقال یا رسول اللہ کان یشتمنی وانت جالس فلما رددت علیہ بعض قولہ غضبت وقمت قال انہ کان معک ملک یرد عنک فلما رددت علیہ بعض قولہ وقع الشیطان فلم اکن لاقعد مع الشیطان ثم قال یا ابابکر ثلاث کلہن حق ما من عبد ظلم بمظلمۃ فیغضی عنہا للہ الا اعز اللہ بہا نصرہ وما فتح رجل باب عطیۃ یرید بہا صلۃ الا زادہ اللہ بہا کثرۃ وما فتح رجل باب مسألۃ یرید بہا کثرۃ

کی طرف۔ اِنَّمَا الشَّیْطٰنُ ... یَطْلُبُوْنَ اشارہ ہے بنو امیہ کی طرف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ہلاک اُمتی الخ میری اُمت کی ہلاکت ہوگی خاندان قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں سے۔ وَلَیْسَ ... اشارہ ہے علماء ربانی کی اس جماعت کی طرف جن کے رئیس امام علی بن الحسین ملقب بزین العابدین رضی اللہ عنہ اور ان کے آباء کرام سے واقع ہے کہ انھوں نے اس زمانہ کو پایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی روایت سے جس میں آپ نے خلیفۂ وقت کے مقابلہ پر تلوار کھینچنے سے منع فرمایا ہے ساکت ہوگئے باوجود ان افعال و اطوار کی ناگواری کے آپ خاموش رہے۔ اور اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے اپنی کتاب کی باریکیوں کو۔ ترمذی نے ابوہریرہؓ سے (روایت کیا) ہے کہ ایک شخص نے ابوبکرؓ کو برا بھلا کہا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تعجب کرنا اور مسکرانا شروع کردیا۔ پھر جب وہ شخص بہت بڑھ گیا تو ابوبکرؓ نے اس کے بعض اقوال کو اسی پر لوٹا دیا اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو غصہ آگیا اور آپ کھڑے ہوگئے۔ اس کے بعد ابوبکرؓ آپ کے پاس پہنچے اور آپ سے (شکوہ) کیا کہ یا رسول اللہؐ وہ مجھے سخت سست کہہ رہا تھا اور آپ بیٹھے رہے پھر جب میں نے اس کی بعض گفتگو کو اسی پر لوٹایا تو آپ خفا ہوکر اٹھ گئے۔ تو آپ نے فرمایا بات یہ تھی کہ تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمہاری طرف سے اس پر کلام لوٹا رہا تھا جب تم نے خود اس کی بات اس پر لوٹانا شروع کردی تو شیطان آپہنچا اور میں شیطان کے پاس نہیں بیٹھ سکتا تھا پھر فرمایا کہ اے ابوبکرؓ تین باتیں ہیں جو حق ہیں۔ کوئی بندہ ایسا نہیں جس پر کسی قسم کا ظلم کیا جاوے اور وہ اس سے اللہ کے واسطے چشم پوشی کرے تو اس کو اللہ تعالے مدد دے کر غالب کردے گا۔ اور کسی شخص نے عطیہ کا دروازہ نہیں کھولا جس سے اس کی نیت حسن سلوک ہو (یعنی ریاکاری نہ ہو) مگر اللہ تعالے بہت کچھ بڑھا دے گا۔ اور کسی شخص نے مانگنے کا دروازہ نہیں کھولا جس سے اس کی غرض کثرت

اذ زادہ اقرب قلنا عن قیلان بن
انس قال ابتاع ابوبکر جاریۃ خماسیۃ
من رجل قد کان اصابها فلبثت
له فاراد ابوبکر ان یطأها فأبت علیه
واخبرت انها حامل فرفع ذلک الی
النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال
النبی صلی اللہ علیه وسلم انها
حفظت فحفظ اللہ بها ان احدکم
اذا شرع فی ذلک الشیء لیس بالتی
علی اللہ فردها الی صاحبها
الذی باعها۔

قال اللہ تعالیٰ فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ
بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ ۝ أَوْ
نُرِيَنَّكَ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِمْ
مُقْتَدِرُونَ ۝ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي
أُوحِيَ إِلَيْكَ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ
۝ وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ ۖ وَ
سَوْفَ تُسْأَلُونَ ۝ یعنی اگر نقل کنیم ترا
از دنیا برفیق اعلیٰ قبل از انجاز وعدہ
فتح پس باک نیست ہر آئینہ ما انتقام
کشندہ ایم از اصناف کفار و اگر بنمائیم
ترا آنچہ وعدہ سیدہ ایم دو دست پس
ہر آئینہ ما بر ایشان توانائیم پس چنگ
محکم کن بآنچہ وحی فرستادیم بسوئے تو
ہر آئینہ تو بر راہ راستی و ہر آئینہ
آن وحی فرستادن شرف است ترا و
قوم ترا و نزدیک است کہ از آن سوال
کردہ خواہید شد یا گوئیم کہ مضمون است ہر آئینہ
قرآن پند است ترا و قوم ترا الی آخرہ از فقیر

دال) ہو گر حق تعالیٰ حالت میں اضافہ کرے گا۔ قیلان بن انس
سے مروی ہے بیان کیا کہ ابوبکرؓ نے ایک خماسی لونڈی خریدی ایک
شخص سے جو اس کے پاس جا چکا تھا اور وہ اس سے حاملہ ہو گئی تھی۔
پھر ابوبکرؓ نے اس سے مباشرت کا ارادہ کیا تو اس نے انکار کر دیا
اور خبر دی کہ وہ حاملہ ہے۔ تو ابوبکرؓ نے یہ معاملہ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اس نے (اپنی) حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی تم
میں سے جو کوئی جرأت کرے گا ایسے موقع پر تو اللہ پر اس کا اختیار
نہیں چلا (قدرت نے اپنا فعل تخلیق جاری کر دیا اور بات کھل گئی)
اس کو اس کے آقا کے پاس جس نے اس کو فروخت کیا ہے واپس
کر دو۔

آیات سورۂ زخرف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ الخ (پ ۲۵ ع ۱۰)
پھر اگر ہم (دنیا سے) آپ کو اٹھالیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے
والے ہیں یا اگر ان سے ہم نے جو عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ
آپ کو (بھی) دکھلادیں (تب بھی کچھ بعید نہیں کیونکہ) ہم کو
ان پر ہر طرح کی قدرت ہے تو آپ اس قرآن پر قائم رہیے جو آپ
پر وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے آپ بیشک سیدھے راستہ پر ہیں
اور قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے بڑے شرف کی
چیز ہے۔ اور عنقریب تم سب پوچھے جاؤ گے؟ ترجمہ از حضرت
مصنفؒ یعنی اگر منتقل کریں ہم تم کو دنیا سے رفیق اعلیٰ کی طرف وعدہ
پورا کرنے سے پہلے تو کیا اندیشہ ہے پس یقیناً ہم انتقام لینے والے ہیں
کفار کی قوموں سے اور اگر دکھا دیں ہم تم کو وہ جس کا وعدہ ہم نے
کر رکھا ہے تو بعید نہیں ہے البتہ ہم ان پر پوری توانائی رکھتے ہیں
پس تم مضبوطی سے پکڑ لو اس کو جو وحی بھیجتے رہتے ہیں ہم تمہاری
طرف تم یقیناً سیدھے راستہ پر ہو اور یقیناً یہ وحی بھیجنا شرف ہے
تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے کہ جس کے بارے میں تم سوال
کئے جاؤ گے۔ یا یوں کہئے کہ مطلب یہ ہے کہ بیشک یہ قرآن ایک
نصیحت نامہ ہے تمہارے اور تمہاری قوم کے لئے الخ۔ پھر فقیر

ان قریشا قالت لیتبع کل رجل من اصحاب محمد رجلا یأخذہ فلیتبع ابا بکر طلحۃ بن عبید اللہ فاتاہ وھو فی القوم فقال ابوبکر الی ما تدعونی قال ادعوک الی عبادۃ اللات والعزی قال ابوبکر وما اللات قال ربنا قال والعزی قال بنات اللہ فقال ابوبکر فمن امھم فسکت طلحۃ فلم یجبہ فقال طلحۃ لاصحابہ اجیبوا الرجل فسکت القوم فقال طلحۃ قم یا ابابکر اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ فانزل اللہ ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطانا الآیۃ عن عبدالرحمٰن بن مسعود العبدی قال قرأ علی بن ابی طالب ھذہ الآیۃ فاما نذھبن بک فانا منھم منتقمون قال قد ذھب نبیہ علیہ السلام وبقیت نقمتہ فی عدوہ عن مجاھد فی قولہ وانہ لذکر لک ولقومک قال یقال ممن ھذا الرجل فیقال من العرب فیقال من ای العرب فیقال من قریش فیقال من ای قریش فیقال من بنی ھاشم عن علی وابن عباس قالا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرض نفسہ علی القبائل بمکۃ ویعدھم الظھور فاذا قالوا

روایت ہے کہ قریش نے یہ تجویز کیا کہ اصحاب محمد میں سے ہر شخص کے پیچھے اپنا ایسا آدمی لگا دیں جو اس کو گرفت میں لے لے۔ تو انھوں نے ابوبکرؓ کے پیچھے طلحہ بن عبید اللہ کو لگایا، تو وہ قوم کے لوگوں کو ساتھ لے کر ابوبکرؓ کے پاس پہنچے۔ اس سے ابوبکرؓ نے کہا آپ مجھے کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ طلحہ نے کہا لات و عزّیٰ کی عبادت کی طرف۔ تو ابوبکرؓ نے کہا اور لات کیا ہے؟ طلحہ نے کہا ہمارا رب ہے۔ پھر ابوبکرؓ نے کہا اور عزّیٰ کیا ہے؟ طلحہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اس پر ابوبکرؓ نے کہا کہ تو اُن کی ماں کون ہے؟ اس پر طلحہ چپ رہ گئے اور ان کو جواب نہ دے سکے۔ اس کے بعد طلحہ نے ساتھیوں سے کہا کہ اس شخص کو جواب دو۔ وہ سب بھی خاموش رہے۔ اس کے بعد طلحہ نے کہا اٹھو اے ابوبکرؓ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ الخ (۴۳:۳۶) اور جو شخص اللہ کی نصیحت (یعنے قرآن) سے اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ (ہر وقت) اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور عبدالرحمٰن بن مسعود العبدی سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ علیؓ بن ابی طالب نے یہ آیت پڑھی فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام چلے گئے اور ان کی جانب سے کینہ ان کے دشمنوں میں باقی رہ گیا۔ اور مجاہدؒ سے مروی ہے آیت وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ کے بارے میں انھوں نے کہا کہ کہا جائے گا کہ یہ شخص (حضرت نبی علیہ السلام) کس (قوم) میں سے تھے؟ تو جواب دیا جائیگا کہ عرب میں سے۔ پھر پوچھا جائیگا کہ کس عرب میں سے؟ تو جواب دیا جائیگا کہ قریش میں سے۔ پھر کہا جائیگا کہ کونسے قریش میں سے تھا تو کہا جائیگا بنی ہاشم میں سے۔ اور علیؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ دونوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں قبائل کے سامنے پیش فرماتے اُن سے اسلام کے غلبہ کا وعدہ فرماتے تھے کہ ان لوگوں نے

؎ حضرت نے جو آیتیں [illegible] قرض نہ ہو [illegible] ابھی تو بتلا دی ہے کہ سمجھائیں گے کیا۔

ذُكِرَ عِنْدَهُ قُرَيْشٌ بِخَيْرٍ تَلَاهُ إِلَّا سُرَّ بِهِ حَتَّى يَتَبَيَّنَ ذَلِكَ السُّرُورُ لِلنَّاسِ كُلِّهِمْ فِي وَجْهِهِ وَكَانَ كَثِيرًا مَا يَتْلُو هَذِهِ الْآيَةَ وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ أَوْ عَنْ عَمِّهِ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ اللهُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِكُلِّ شَيْءٍ إِلَّا رَجُلٍ مُشْرِكٍ أَوْ فِي قَلْبِهِ شَحْنَاءُ۔ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي حَرْبِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ الدُّؤَلِيِّ قَالَ رُفِعَ إِلَى عُمَرَ امْرَأَةٌ وَلَدَتْ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ فَسَأَلَ عَنْهَا أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِيٌّ لَا رَجْمَ عَلَيْهَا أَلَا تَرَى أَنَّهُ يَقُولُ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا وَقَالَ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ وَكَانَ الْحَمْلُ هَهُنَا سِتَّةَ أَشْهُرٍ فَتَرَكَهَا عُمَرُ قَالَ ثُمَّ بَلَغَنَا أَنَّهَا وَلَدَتْ آخَرَ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ وَعَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ قَالَ إِنِّي لَصَاحِبُ الْمَرْأَةِ الَّتِي أُتِيَ بِهَا عُمَرُ وَضَعَتْ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ فَأَنْكَرَ النَّاسُ ذَلِكَ فَقُلْتُ لِعُمَرَ لَا تَظْلِمْ قَالَ كَيْفَ قُلْتُ اقْرَأْ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ

کے سامنے کبھی قریش کا ذکر خیر کے ساتھ کیا گیا تو آپؐ اس سے یہاں تک خوش ہوتے کہ اس سرور کو سب لوگ آپؐ کے چہرے سے پہچان لیتے تھے اور آپ اکثر اس آیت کی تلاوت کیا کرتے تھے وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ الخ۔ مروی ہے قاسم بن محمد سے وہ یعنی قاسم روایت کرتے ہیں ابو بکرؓ سے یا اپنے عم (عبدالرحمن بن ابی بکرؓ) اور وہ ان کے دادا ابو بکر صدیقؓ سے اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات میں آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتے ہیں تو ہر شے کی مغفرت کر دیتے ہیں سوائے اس شخص کے جو شرک کرنے والا ہو یا اس کے قلب میں عداوت ہو۔ مروی ہے قتادہؓ سے وہ روایت کرتے ہیں ابو حرب بن ابی الاسود الدؤلی سے انھوں نے بیان کیا کہ عمرؓ کے سامنے ایک عورت پیش کی گئی جس نے چھ ماہ کا بچہ جنا تھا۔ آپ نے اس کے بارے میں اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مشورہ پوچھا تو علیؓ نے کہا کہ اس پر رجم نہیں ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالے نے فرمایا وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (۴۶ : ۱۵) (اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور دودھ چھوڑانا تیس مہینے (میں پورا ہوتا ہے) اور یہ بھی فرمایا وَفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ (۳۱ : ۱۴) اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے ۱۹ اب یہاں مدت حمل (تیس ماہ میں سے چوبیس ماہ نکالنے کے بعد) چھ مہینے رہ گئی۔ تو عمرؓ نے اس کو چھوڑ دیا۔ بیان کیا کہ پھر ہمیں یہ خبر پہنچی کہ چھ مہینے کا اس کے اور بچہ پیدا ہوا۔ اور نافع بن جبیر سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے ان سے ذکر کیا کہ میں اس وقت حاضر تھا جب ایک عورت لائی گئی عمرؓ کے پاس جس نے چھ مہینے میں بچہ جنا تھا تو تمام لوگوں نے اس کو منکر قرار دیا (یعنی اس کے حلالی ہونے کا انکار کیا) تو میں نے عمرؓ سے کہا کہ آپ کیسے ظلم کریں گے۔ کہا یہ کیونکر۔ میں نے کہا پڑھیے وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا اور وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ (اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلاتی ہیں) میں نے کہا کہ دودھ کتنا ہوتا ہے کہا کہ ایک سال۔ میں نے کہا کہ حمل کتنا

كم أمده قال ستة قلت كم ارضعته
قال اثنا عشر شهرا قلت وأربعة
وعشرون شهرا حولان كاملان دون غير
الشمس افضل منها ويكفيهم قال فاسترجع
عمر الخ قولي وعن ابن قسيطة مولى
عبد الرحمن بن عوف قال رفعت امرأة
الى عثمان ولدت لستة اشهر فقال عثمان
قد رفعت الي امرأة لا اراها الا جاءت بشر
فقال ابن عباس اذا كملت الرضاعة
كان الحمل ستة اشهر وقرأ وحمله و
فصاله ثلاثون شهرا فدرء عثمان عنها
وعن ابن عباس انه كان يقول اذا
ولدت المرأة لتسعة اشهر كفاها من
الرضاع احد وعشرون شهرا واذا
ولدت لسبعة اشهر كفاها من الرضاع
ثلاث وعشرون شهرا واذا وضعت
لستة اشهر فحولين كاملين لان الله
يقول وحمله وفصاله ثلاثون شهرا
عن ابن عباس قال انزلت هذه الآية في
ابي بكر الصديق حتى اذا بلغ اشده
وبلغ اربعين سنة قال رب
اوزعني الآية فاستجاب الله له فاسلم
والداه جميعا واخوانه وولده
كلهم ونزلت فيه فاما من اعطى
واتقى الى آخر السورة وعن مجاهد
قال دعا ابو بكر عمر رضي الله عنهما فقال له
اني موصيك بوصية ان
حفظتها ان لله حقا بالليل لا
يقبله بالنهار وحقا بالنهار لا يقبله بالليل

ہوتے ہیں گذار یا وہ بیٹے۔ میں نے کہا کہ پھر دو سال کامل جو چوبیس مہینے
ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے حمل کو جتنا چاہے مؤخر کرے اور مقدم کرے
پس عباسؓ نے کہا کہ میری گفتگو کے بعد عمرؓ مطمئن ہو گئے۔ اور
ابو عبیدہ مولیٰ عبد الرحمن بن عوف سے مروی ہے بیان کیا کہ
ایک عورت عثمانؓ کے پاس لائی گئی جس نے چھ مہینے میں بچہ جنا تھا
تو عثمانؓ نے کہا کہ میرے سامنے ایسی عورت لائی گئی جس کے بارے
میں میرا خیال یہ ہے کہ اس سے بدی ہی کا صدور ہوا ہے۔ تو ابن
عباسؓ نے کہا کہ جب رضاعت (یعنی دودھ پلانے کی مدت)
پوری ہو جائے گی تو مدت حمل چھ مہینے ہو گی اور یہ آیت پڑھی
وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا تو عثمانؓ نے اس سے حد
اٹھا دی۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ
جب عورت نو مہینے میں بچہ جنا ہو تو اس کو اکیس مہینے دودھ
پلانا کافی ہے اور جب سات مہینے میں جنا ہو تو اس کو تئیس
مہینے دودھ پلانا کافی ہے اور جب چھ مہینے میں ہو تو
پورے دو برس ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وحملہ وفصالہ
ثلثون شہرا۔ اور مروی ہے ابن عباسؓ سے انھوں نے کہا کہ یہ
آیت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے حتی اذا بلغ
اشدہ کا آخر (۱۵:۴۶) یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچتا
ہے اور چالیس برس کو پہنچتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار
مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر
کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں الخ
تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور ان کے والدین اور
بھائی اور اولاد سب مسلمان ہو گئے۔ اور ان ہی کے بارے میں
فاما من اعطی واتقی آخر سورت تک نازل ہوئی۔ اور
مروی ہے مجاہدؒ سے کہا کہ بلایا ابوبکرؓ نے عمر رضی اللہ عنہما کو اور
کہا کہ میں تم کو کچھ نصیحتیں کرتا ہوں تم ان کو محفوظ کر لو بیشک
اللہ کا رات میں جو حق ہے اس کو دن میں قبول نہیں کرتا اور
دن میں جو اس کا حق ہے وہ رات میں قبول نہیں کرتا (مطلب یہ ہے کہ
ہر ایک حق کو اس کے اصلی وقت پر ادا کرنے کا اہتمام رکھا جائے) اور

ابن جرير في حكم هذه الآية أذهبتم طيباتكم في حياتكم الدنيا واستمتعتم بها وعن سالم بن عبد الله بن عمر أن عمر كان يقول والله ما نعبأ بلذات العيش أن نأمر بصغار المعزى فتسمط ونأمر بلباب الحنطة فيخبز لنا ونأمر بالزبيب فينبذ لنا في الأسعان حتى إذا صار مثل عين اليعقوب أكلنا هذا وشربنا هذا ولكنا نريد أن نستبقي طيباتنا لأنا سمعنا الله يقول أذهبتم طيباتكم في حياتكم الدنيا وعن قتادة أذهبتم طيباتكم في حياتكم الدنيا واستمتعتم بها قال تعلمون أن أقواما يسترون حسناتهم في الدنيا استعفاف رجل طيباته إن استطاع ولا قوة إلا بالله قال وذكر لنا أن عمر بن الخطاب كان يقول لو شئت كنت أطيبكم طعاما وألينكم لباسا ولكني أستبقي طيباتي وذكر لنا أن عمر بن الخطاب لما قدم الشام صنع له طعام لم ير قبله مثله قال هذا لنا فما لفقراء المسلمين الذين ماتوا وهم لا يشبعون من خبز الشعير فقال خالد بن الوليد لهم الجنة فاغرورقت عينا عمر فقال لئن كان حظنا من هذا الحطام

کیا یہ آیت ہم پر منطبق ہے جو اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ الآیہ (پ ۲۶ ع ۳) کی تفسیر

لذت کی چیزیں دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان کو خوب برت چکے۔ اور سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ لذات عیش سے ہم بے پروا نہیں ہیں۔ ہم حکم دیں کہ بکری کے بچے کو ذبح کر کے اس کا گوشت بھونا جائے اور میدے کی گرمی (یعنی) لے کر چھانے ہے اس کی روٹی پکائی جائے اور حکم دیں کہ انگور کا شیرہ ہے کر اس کو مٹکے میں نبیذ بنایا جائے (یعنی شربت) جو نگاہ دلنشین ہو کر (چکور کی آنکھ کی مانند مصفا ہو جائے) پھر ہم اس کو کھائیں اور یہ شربت پئیں لیکن ہمارا مقصد اس سے یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنی پاکیزہ چیزوں (یعنی لذیذ مرغوب) کو باقی رکھنے کا خیال رہنا چاہیے کیونکہ ہم نے سنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا الخ۔ اور مروی ہے قتادہ سے (اس آیت کی تفسیر میں) اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا الخ کہ تم جانتے ہو کہ بہت سے لوگ اپنی حسنات کو دنیا میں خرید رہے ہیں اس شخص کے حال کی طرح جو اپنی مرغوبات طیبات دنیوی کو پورا کرنا چاہتا ہو اگر استطاعت رکھتا ہو (یعنی جب اپنی تمام مرغوبات دنیا میں حاصل کر لیں تو وہاں کا حصہ اب کیا باقی رہا) لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ (قتادہؓ نے) کہا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ عمرؓ بن الخطاب فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں چاہتا تو میرا کھانا تم سب سے زیادہ اچھا نفیس ہوتا اور میرا لباس تم سب کے لباسوں سے زیادہ نرم ہوتا مگر میں اپنی طیبات (یعنی خوشگوار چیزوں) کو باقی رکھنا چاہتا ہوں۔ اور ہم سے ذکر کیا گیا کہ عمرؓ بن الخطاب جب شام تشریف لے گئے تو ان کے لئے ایسا کھانا بنایا گیا جو اس سے پہلے انھوں نے دیکھا بھی نہ تھا۔ تو اس کو دیکھ کر فرمایا کہ ہمارے لئے یہ ہے تو ان فقراء مسلمین کے لئے کیا ہوگا جو مر گئے اور وہ جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھا سکے۔ تو خالدؓ بن الولید نے کہا کہ ان کے لئے جنت ہے۔ تو عمرؓ کی دونوں آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ پھر فرمایا کہ اگر ہمارے حصہ میں اس دنیا کا

وذهبوا بالجنة لقد بادوا بونا بعيدا
عن جابر بن عبد الله قال رآني عمر
وانا متعلق لحما فقال يا جابر ما هذا قلت
لحم اشتريته بدرهم لنسوة عندي قرمن
اليه فقال اما يشتهي احدكم شيئا
الا صنعه اما يريد احدكم ان يطوي بطنه
لجاره وابن عمه اين تذهب هذه الآية
اذهبتم طيباتكم في حياتكم الدنيا
قال فما افلتّ منه حتى كدت ان لا افلت
وعن حميد بن هلال قال
كان حفص يكثر غشيان امير المؤمنين
عمر رضي الله عنه وكان اذا قرب
طعامه اتقاه فقال له عمر ما لك وطعامنا
فقال يا امير المؤمنين ان اهلي يصنعون
لي طعاما هو الين من طعامك
فأصيب منه ثم أصيب من طعامك
فقال ثكلتك امك اما ترى اني لو
شئت امرت بشاة فتية سمينة
فالقي عنها شعرها ثم امرت بدقيق
فنخل في خرقة فجعل خبزا مرققا
وامرت بصاع من زبيب فجعل
في شنٍّ حتى يكون كدم الغزال فقال
حفص الآن اراك تعرف لين
الطعام فقال عمر ثكلتك امك والذي
نفسي بيده لولا كراهية
ان ينتقص من حسناتي يوم القيامة
لاشركتكم في لين طعامكم وعن الحسن
قال قدم وفد اهل البصرة على عمر
مع ابي موسى فكان له كل يوم خبز يلتّ

اور وہ جنت میں جا پہنچے تو ہم ہیں اور ان میں بہت بڑا بعد ہو گیا۔
جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہا کہ مجھے عمرؓ نے دیکھا اور میں گو
شت لٹکائے ہوئے تھا تو فرمایا کہ اے جابرؓ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ
ایک درہم کا گوشت خرید کر لایا ہوں اپنی عورتوں کے لئے ان کا
اس کے لئے بہت دل چاہ رہا ہے۔ فرمایا کہ کیا جس شے کی خواہش
تم میں سے کسی کو ہوتی ہے وہ تیار ہو جاتی ہے کیا تم میں
کوئی یہ جذبہ نہیں رکھتا کہ اپنے پیٹ کو تہ کیے اپنے ہمسایہ کے لئے
یا اپنے ابن عم (بھائی) کے لئے کیا یہ آیت بھول گئے ہو اَذْھَبْتُمْ
طَیِّبٰتِکُمْ فِیْ حَیَاتِکُمُ الدُّنْیَا۔ کہا کہ پھر میں ان سے رہائی نہ پا سکا
یہاں تک کہ یہ خیال کرنے لگا کہ ان سے نجات نہ ملے گی۔ حمید بن
ہلال سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ حفص، امیر المؤمنین عمر رضی
اللہ عنہ سے بہت ملتے جلتے تھے اور جب کھانے کا وقت ہوتا
تو کترا جاتے تھے۔ اس پر عمرؓ نے کہا کہ تم کو کیا ہو گیا ہمارے سا
تھ کھانے سے کیوں بچتے ہو انہوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین میرے
گھر والے میرے لئے ایسا کھانا پکاتے ہیں جو آپ کے کھانے سے نرم ہوتا ہے
تو میں اس کھانے کو آپ کے کھانے پر ترجیح دیتا ہوں تو آپ نے فرمایا
کہ تجھے روئے تیری ماں تو یہ نہیں دیکھتا کہ میں چاہتا تو حکم دیتا کہ
جوان موٹی تازی بکری ذبح کی جائے اور کھال سے گوشت الگ
(کرکے عمدہ تیار) کیا جائے پھر آٹے کے بارے میں حکم دیتا کہ کپڑے
میں سے چھانا جائے پھر (اس خمیرہ کی) چپاتیاں بنائی جائیں اور
میں حکم دیتا کہ ایک صاع (تقریباً ڈھائی سیر) انگور لے کر اس کو مشکیزہ
میں تلیین کیا جائے یہاں تک کہ ہرن کے خون کی طرح سرخ ہو جاتا
اس پر حفص نے کہا کہ میں سمجھ گیا کہ آپ لذیذ طعام (کھانے کی نرمی
و خوشگواری) کو پہچانتے ہیں۔ تو عمرؓ نے کہا مجھے روئے تیری ماں
قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر اس بات
کی کراہیت نہ ہوتی کہ قیامت کے دن میری حسنات میں کمی آ جائے
تو تمہارے خوشگوار کھانے میں تمہارے ساتھ میں ضرور شریک
ہوتا۔ اور مروی ہے حسنؓ سے کہ اہل بصرہ کا ایک وفد ابو موسیٰؓ کے
ساتھ عمرؓ کے پاس آیا تو روزانہ ان کے پاس تین روٹیاں آتی تھیں

فربما وجدنا ذا ودکۃ بین یدیہ
وربما وجدنا القدیدۃ الیابسۃ قد دقت ثم
اغلی بہا وربما وجدنا اللحم الغریض
وہو قلیل قال وقال لنا عمر واللہ
قد اری تقذیرکم وکراہیتکم لطعامی انا
واللہ لو شئت لکنت اطیبکم طعاما
وارفعکم عیشا اما واللہ ما اجہل عن کراکر
واسنمۃ ومن صلائق وصناب و
سلائق ولکنی وجدت اللہ تعالی عیر قوما
بامر فعلوہ فقال اذہبتم طیباتکم فی
حیوتکم الدنیا واستمتعتم بہا۔

تقریر این معنی آنکہ حق تعالی سورۂ
قتال نازل فرمود برای تمیز مومنین از
کفار و منافقین بنحو باسالیب متنوعہ
بیان فرق سعداء و آن دو فریق اشقیا
منازل و تباعد مراتب ذکر نمود در اقوال
و اعمال و مآل و در ضمن این مبحث اشارات
بلوازم خلافت خاصہ و اضداد آن
مذکور شد و تلویح نمودہ می آید
بآنکہ این ہر دو فریق در زمان مبارک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود
بودند و ہر چند عموم آیات شامل
ہر مومن و منافق است تعریض
کردہ شد بحال حاضرین از
فریقین قولہ الذین کفروا
وصدوا و قولہ والذین
آمنوا وعملوا الصالحات دلالت
میکند بر وجود ہر دو طائفہ
قولہ یا ایہا الذین آمنوا

اور کبھی روٹی کے ساتھ سالن روغن ہوتا تھا۔ اور بعض دفعہ سوکھے
ٹکڑے کوٹ کر پکاتے ہوتے اور کبھی روٹی کے ساتھ تازہ گوشت
کی چند بوٹیاں۔ حسنؓ نے بیان کیا اور ہم سے عمرؓ نے کہا واللہ میں
تمہارے کھانے سے تمہارا اندازہ کرتا اور تمہاری کراہیت دیکھتا ہوں۔
سمجھ لو خدا اگر میں چاہتا تو تم سے اچھے کھانے کھاتا اور تم سے بہتر
عیش کرتا۔ میں چھوٹے والے شہوڑ کراکر اونٹ کی گردن کا وہ
حصہ جو بیچتے وقت میں سے ہل جاتا ہے (اور کوہانوں کے گوشت
کو (ان مقامات کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا ہے) اور بھنے ہوئے
گوشت کو اور انگور کی چٹنی کو اور نرگس کی روٹی کو۔ لیکن میں نے
اللہ کو عیب لگاتے ہوئے پایا ایسی قوموں پر جنہوں نے ایسا کیا
فرمایا ہے اذہبتم طیباتکم فی حیوتکم الدنیا واستمتعتم بہا

آیات سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تقریر مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے سورۂ قتال یعنی سورۂ
محمد نازل فرمائی مومنوں کو کفار اور منافقین سے صاف صاف
تمیز کرنے کے لئے جہاں کئی طرح کے اسلوبوں کے ساتھ فریقین
سعادت اور دونوں فریق اہل شقاوت کے درمیان ان کے مقامات
کا ایک دوسرے سے متضاد ہونا اور ان کے مراتب کا ایک دوسرے
سے بعید ہونا ذکر فرمایا ہے اقوال میں اور افعال میں اور انجام
میں۔ اور اس بحث کے ضمن میں خلافت خاصہ کے لوازم اور اس کے
خلاف امور کی جانب اشارات مذکور ہوئے اور نشان دہی کی
جاتی ہے اس بنا پر کہ یہ دونوں فریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے مبارک زمانے میں موجود تھے۔ اگرچہ آیات کا عموم ہر مومن
ومنافق کو شامل ہے مگر ہر دو فریق کے حال کی طرف جو اس زمانہ
میں حاضر تھے تعریض کردی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول الذین
کفروا وصدوا (دم ۱: ۱) (جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے
رستے سے روکا) اور والذین آمنوا وعملوا الصالحات (دم ۲: ۲)
(اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے) دلالت
کرتے ہیں ہر دو گروہ (مومنین اور کفار ومنافقین کے) وجود
پر اس قول یا ایہا الذین آمنوا الخ (دم ۷: ۷) اے ایمان والو!

فقال له: لم؟ قال: إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إني لأعلم كلمة لا يقولها عبد عند موته إلا نفّس الله عنه كربته وأشرق لونه ورأى ما يسره، وما منعني أن أسأله عنها إلا القدرة عليه حتى مات. فقال له عمر: إني لأعلمها. قال: وما هي؟ قال: هل تعلم كلمة هي أعظم من كلمة أمر بها عمه: لا إله إلا الله؟ قال طلحة: هي والله هي. وعن عثمان بن عفان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من مات وهو يعلم أن لا إله إلا الله دخل الجنة. وعن بريدة قال: كنت جالساً عند عمر إذ سمع صائحة فقال: يا يرفأ انظر ما هذا الصوت. فنظر ثم جاء فقال: جارية من قريش تباع أمها. فقال عمر: ادع لي المهاجرين والأنصار. فلم يمكث إلا ساعة حتى امتلأت الدار والحجرة. فحمد الله وأثنى عليه ثم قال: أما بعد فهل تعلمونه كان فيما جاء به محمد صلى الله عليه وسلم القطيعة؟ قالوا: لا. قال: فإنها قد أصبحت فيكم فاشية. ثم قرأ: فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ. ثم قال: وأي قطيعة أقطع من ابتياعها

تو اُن سے کہا کیا ہوگیا۔ طلحہؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپؐ فرما رہے تھے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جو بندہ اُس کو اپنی موت کے وقت کہے گا اللہ تعالےٰ اُس پر موت کی تکلیف کو آسان کردے گا اور اُس کا رنگ چمک جائے گا اور وہ چیز اُس کو مل جائے گی جو اُس کو خوش کردے۔ اور مجھے آپؐ میں اس پر قدرت (یعنے بولنے کی طاقت) پیدا ہونے کے انتظار نے اُس کے بارے میں آپؐ سے پوچھنے سے روکے رکھا یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہوگئی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں یقیناً اُس کو جانتا ہوں۔ طلحہؓ نے کہا تم اُس کلمے سے زیادہ باعظمت کوئی کلمہ نہیں جانتے جس کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو امر فرمایا تھا یعنے لا الٰہ الا اللہ۔ تو عمرؓ نے کہا واللہ وہ کلمہ یہی ہے۔ اور عثمانؓ[1] بن عفانؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مرگیا اور وہ جانتا ہے (یعنی اُس کا یہ عقیدہ ہے) کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور بریدہؓ سے مروی ہے بیان کیا کہ میں عمرؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ آپؓ نے کسی چیخنے والے کی آواز سنی تو آپ نے کہا کہ یرفا! (یہ آپ کا غلام تھا) دیکھ کر کہ یہ کیسی آواز ہے۔ اُس نے دیکھا پھر آکر بیان کیا کہ (چیخنے والی) قریش میں کی ایک لڑکی ہے جس کی ماں فروخت کی جارہی ہے۔ عمرؓ نے فرمایا مہاجرین اور انصار کو بلا کر لاؤ۔ بس ایک ساعت دیر ہوئی کہ مکان اور حجرہ لوگوں سے بھر گیا۔ اب آپؓ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ امابعد کیا تم لوگ جانتے ہو جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قطع تعلق قرابت کے بارے میں حکم لے کر آئے ہیں؟ انھوں نے کہا نہیں! فرمایا کہ تم میں یہ بات تو خوب کھول کر کثرت سے پائی گئی ہے۔ پھر آپؓ نے یہ آیت پڑھی فَهَلْ عَسَيْتُمْ (۴۷ : ۲۲) (ترجمہ لکھا جا چکا ہے) پھر فرمایا اور وہ کونسا قطیعہ (یعنے قطع رحم کرنے والا فعل) ہے جو سب سے زیادہ قطع رحم کرنے والا ہو اس سے کہ

[1] حضرت عثمانؓ کا یہ ارشاد بتا رہا ہے کہ منافقین سے جنھوں نے بظاہر لا الٰہ الا اللہ کہا تھا اور دلوں میں کفر چھپا رکھا تھا آپ نے فرمایا کہ نجات اخروی کے لئے صرف زبانی اقرار کافی نہیں ہے بلکہ دل سے اللہ کی الوہیت کا جاننا بھی ضروری ہے ۱۲ مترجم

أَمْرِ امرئ مسلم وقد أوسع الله لكم قالوا فاشفع ما بدا لك فكتب لي ألا قال أن لا تبتاع فإنها تطيعه رحم وإنه لا يحل

عن عروة قال تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما أفلا يتدبرون القرآن أم على قلوب أقفالها فقال شاب من أهل اليمن بل عليها أقفالها حتى يكون الله يفتحها أو يفرجها فقال النبي صلى الله عليه وسلم صدقت فما زال الشاب في نفس عمر حتى ولي فاستعان به

عن سهل بن سعد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أفلا يتدبرون القرآن أم على قلوب أقفالها فقال شاب عند النبي صلى الله عليه وسلم بلى والله عليها أقفالها حتى يكون الله هو الذي يفتحها فما زال في نفس عمر من ذلك الشاب ليستعمله فقيل قد مات

قرآن شریف سے ۲۶ سورۃ فتح دلائل باہرہ سے فضیلت اہل حدیبیہ کی اظہار ازاں جملہ ایک ہے فرمانا ازاں جملہ هو الذي أنزل السكينة الآية

ایک شخص کو جو قید میں موجود ہو اُس کی ماں کو فروخت کر دینا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم میں وسعت بھی پیدا کر دی ہے۔ حاضرین نے کہا کہ جو کچھ مناسب (آپ کے قلب میں) ظاہر ہوا ہے اس پر عمل کیجئے تو آپ نے تحریر فرمایا کہ ہمارا یہ حکم ہے کہ جیسا کہ کسی آزاد شخص کی ماں کو فروخت کیا جائے کیونکہ یہ فعل قطع رحم کرنے والا ہے اور جو ایسا فعل ہے وہ حلال نہیں۔ عروہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی أفلا يتدبرون القرآن (۴۷: ۲۴) تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔ تو اہل یمن میں کے ایک جوان نے کہا بلکہ دلوں پر قفلے ہی لگ رہے ہیں یہاں تک کہ خدا ہی ہے جو ان کو کھولے۔ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا۔ تو اس جوان کی یاد عمر کے دل سے غافل نہ ہوئی یہاں تک کہ جب خلیفہ ہوئے تو اس کو عامل بنانا چاہا۔ اور مروی ہے سہل بن سعد سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالہا تو ایک جوان نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سے بیشک واللہ ان پر قفلے ہی لگے ہوئے ہیں یہاں تک کہ اللہ ہی ہے جو ان کو کھولے گا۔ تو جب عمر خلیفہ ہوئے تو اس جوان کا حال آپ نے لوگوں سے دریافت کیا تاکہ اس کو عامل بنائیں تو آپ سے کہا گیا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔

آیاتِ سورۂ فتح

حق تعالیٰ سورۂ فتح میں روشن دلائل اہل حدیبیہ کی فضیلت پر بیان فرماتے ہیں اور حضرات خلفاء بھی اُنہی جماعت میں سے ہیں۔ اُن میں سے یہ آیات ہیں ھو الذی انزل السکینۃ الخ دو آیات تک (۴۸: ۴-۵) وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا ہے تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو اور آسمان و زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ (مصلحتوں کا) بڑا جاننے والا حکمت والا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشتوں میں

و از آن جملہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ الآیۃ و از آن جملہ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ الآیۃ کہ دلالت میکند بر وجود داعے بسوئے جہاد در زمان مستقبل و ترتب اجر جمیل بر اطاعت آن داعی و عذاب الیم بر عصیانش و آن معنے از لوازم خلافت خاصہ است و این علامت متحقق نشد الا در حق خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم اجمعین و این مبحث مفصلا در فصل سیوم محرر گشت و از آن جملہ مے فرماید مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ و این صفات مرضیہ از لوازم خلافت خاصہ است

داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ کو رہیں گے اور ختم کر ان کے گناہ دور کر دے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔ اور ان میں سے یہ آیت ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ الآیۃ (۱۰:۴۸) جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں تو وہ (واقع میں) اللہ سے بیعت کرتے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر (بعد بیعت کے) جو شخص عہد توڑے گا سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر (بیعت میں) خدا سے عہد کیا ہے تو عنقریب خدا اس کو بڑا اجر دے گا۔ اور ان میں سے یہ آیت ہے قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ (۱۶:۴۸) آپ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے (بھی) کہہ دیجئے کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے کہ یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع (اسلام) ہو جائیں سو اگر تم اطاعت کرو گے تو تم کو اللہ تعالیٰ نیک عوض (یعنی جنت) دے گا اور اگر تم (اس وقت بھی) روگردانی کرو گے جیسا اس کے قبل روگردانی کر چکے ہو تو وہ دردناک عذاب کی سزا دے گا۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے آئندہ زمانہ میں جہاد کی طرف دعوت دینے والے کے وجود پر اور اس دعوت دینے والے کی اطاعت پر اجر جمیل کا اور اس کی نافرمانی پر عذاب الیم مرتب ہونا بتا رہی ہے اور یہ معنے خلافت خاصہ کے لوازم میں سے ہیں۔ اور یہ علامت صرف تینوں خلفاءؓ ہی کے حق میں متحقق ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بڑے اجر عطا فرمائے۔ اور اس بحث پر تیسری فصل میں مفصل لکھا جا چکا ہے۔ ان میں سے ایک آیت یہ ہے۔ (فرماتے ہیں) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ الآیۃ (۲۹:۴۸) محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ اور یہ صفات پسندیدہ خلافت خاصہ کے لوازم میں سے ہیں۔

وازاں جملہ ست فرمودۂ او تعالیٰ إِنَّا فَتَحْنَا
لَكَ فَتْحًا الآیۃ چوں حالات مثل بر حالۂ
بعثت که منطبق سازیم اولیاء بر لوح خاطر
منتقش میشود که در خلفاء آں معانی
ظاہر و ہویدا است عن عمر بن الخطاب
قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فی سفر فسألته عن شیء ثلاث
مرات فلم یردّ علیّ فقلت لنفسی
ثکلتک امک یا ابن الخطاب نزرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث
مرات فلم یردّ علیک فرکبت
بعیری ثم تقدمت امام الناس خشیت
ان ینزل فیّ القرآن فما نشبت
ان سمعت صارخا یصرخ بی فرجعت
وانا اظن انہ نزل فیّ شیء فقال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد
انزلت علیّ اللیلۃ سورۃ ہی احب
الیّ من الدنیا وما فیہا إِنَّا فَتَحْنَا
لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا
تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ
عن ابراہیم بن محمد بن المنتشر عن ابیہ
عن جدہ قال کانت بیعۃ النبی صلی
اللہ علیہ وسلم حین انزل علیہ إِنَّ
الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ
الآیۃ کانت بیعۃ النبی صلی
اللہ علیہ وسلم التی یبایع
علیہا الناس البیعۃ للہ و
الطاعۃ للحق وکانت بیعۃ
ابی بکر بایعونی ما اطعت اللہ

اور ان میں سے ایک یہ ہے فرمانا ان کا إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا الآیۃ
(۲۹:۴۸) اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی اس نے
اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اس کو قوی کیا پھر وہ اور موٹی ہوئی
پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے
لگی (جب مثل کے حالات کو ہم مثل لہ پر (یعنی جس کے اوپر مثل
صادق آتی ہے) منطبق کریں تو لوح خاطر پر وہ احوال منتقش ہوتے
ہیں کہ وہ معانی حضرات خلفاء میں صاف طور پر ظاہر ہیں۔ عمر بن الخطاب
سے مروی ہے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ سفر میں تھے۔ میں نے آپ سے ایک بات تین مرتبہ پوچھی مگر
آپ نے مجھے جواب نہیں دیا تو میں نے اپنے نفس سے کہا کہ اے ابن
الخطاب تجھے روئے تیری ماں تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(کے ساتھ بے ادبی کی کہ آپ) سے تین مرتبہ کر کے اصرار کی حد
تک سوال کر بیٹھا اور آپ نے جواب نہ دیا۔ پھر میں نے اپنے اونٹ کو
حرکت دی اور لوگوں سے آگے بڑھ گیا اور میں اس سے ڈرا کہ
میرے بارے میں قرآن میں کچھ نازل ہو جائے۔ بس تھوڑی دیر
گزری تھی کہ میں نے سنا کوئی چیخنے والا مجھے پکار رہا ہے۔
اور میں پھر وہی گمان کرنے لگا کہ میرے بارے میں وحی آئی ہوگی
(جب میں حاضر ہو گیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ آج کی شب میں مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی جو مجھے دنیا و
مافیہا سے زیادہ عزیز ہے إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا الآیۃ روایت
ہے ابراہیم بن محمد بن المنتشر سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ
(محمد) سے اور وہ اُن کے دادا (منتشر) سے انھوں نے کہا کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت اس زمانہ میں ہوئی جب یہ
آیت نازل ہوئی تھی إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ الآیۃ (۴۸: ۱۰) ع
(کہ آپ سے بیعت کرتے ہیں تو وہ (دراصل) اللہ سے بیعت
کرتے ہیں الخ) تو بیعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جس پر آپ لوگوں
سے بیعت لیتے تھے ان کلمات سے ہوتی تھی کہ بیعت اللہ کے لئے اور
طاعت حق کے لئے۔ اور ابوبکرؓ کی بیعت یہ ہوتی تھی (یعنی وہ یہ
کہتے تھے) مجھ سے بیعت کرو جب تک میں اللہ کی اطاعت کروں

فبايعناه۔ فذلك قول الله تعالى لقد رضي الله عن المؤمنين إذ يبايعونك تحت الشجرة فبايع لعثمان إحدى يديه على الأخرى فقال الناس هنيئا لابن عفان يطوف بالبيت ونحن ههنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو مكث كذا وكذا سنة ما طاف حتى أطوف۔ عن نافع قال بلغ عمر بن الخطاب أن ناسا يأتون الشجرة التي بويع تحتها فأمر بها فقطعت۔ عن جابر بن عبد الله قال كنا يوم الحديبية ألفا وأربع مائة فقال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أنتم خير أهل الأرض۔ عن عروة قال لما نزل النبي صلى الله عليه وسلم الحديبية فزعت قريش لنزوله عليهم فأحب رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يبعث إليهم رجلا من أصحابه فدعا عمر بن الخطاب ليبعثه إليهم فقال يا رسول الله إني لا آمن وليس بمكة أحد من بني كعب يغضب لي إن أوذيت فأرسل عثمان بن عفان فإن عشيرته بها وإنه مبلغ لك ما أردت فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم عثمان فأرسله إلى قريش وقال أخبرهم أنا لم نأت لقتال وإنما جئنا عمارا وادعهم إلى الإسلام وأمره أن يأتي رجالا بمكة مؤمنين ونساء مؤمنات فيدخل عليهم ويبشرهم بالفتح ويخبرهم أن الله عز وجل وشيك أن يظهر دينه بمكة حتى لا يستخفى فيها بالإيمان

پھر سب نے آپ سے بیعت کی۔ یہ ہے وہ واقعہ جس پر اللہ تعالیٰ نے یعنی فرمایا لقد رضی اللہ الخ (۱۸:۴۸) بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ سے درخت (سمرہ) کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ پھر آپ نے عثمانؓ کی طرف سے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھ کر بیعت کی۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ ابن عفان اچھے رہے۔ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں اور ہم یہاں ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ اتنے اتنے برس بھی وہاں ٹھہرا رہتا تو وہ طواف نہیں کرے گا جب تک میں طواف نہ کرلوں۔ مروی ہے نافعؒ سے بیان کیا کہ لوگوں نے زیارت کے لئے اس درخت کے پاس جانا شروع کر دیا تھا جس کے نیچے بیعت لی گئی تھی تو عمرؓ کے حکم سے وہ کاٹ دیا گیا۔ اور مروی ہے جابر بن عبد اللہ سے بیان کیا کہ ہم یوم حدیبیہ میں ایک ہزار چار سو تھے اور ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تمام اہل زمین میں سب سے اچھے لوگ ہو۔ عروہ سے مروی ہے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں اترے تو آپ کی آمد سے قریش میں گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ اپنے اصحابؓ میں سے کسی کو ان کے پاس بھیجیں تو عمرؓ کو بھیجنے کے لئے آپ نے بلایا۔ عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ میں ان پر اطمینان نہیں رکھتا ہوں اور مکہ میں اب بنی کعب میں سے بھی کوئی نہیں جس کو جوش آجائے اگر مجھے تکلیف دی گئی۔ بھیجئے آپ عثمانؓ بن عفان کو بھیجئے کہ ان کا کنبہ وہاں موجود ہے۔ وہ جو پیغام آپ بھیجنا چاہتے ہیں وہ پہنچا دیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کو بلا کر قریش کے پاس بھیجا اور ان سے کہا کہ ان کو یہ اطلاع کر دو کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ ہم تو صرف عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں اور ان کو اسلام کی طرف دعوت بھی دو اور ان کو یہ بھی حکم دیا کہ مکہ میں جو مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ہیں ان کے پاس جا کر ان سے ملیں اور ان کو فتح کی خوشخبری سنا دیں اور ان کو یہ خبر دیدیں کہ وہ وقت قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو مکہ میں غالب کر دے یہاں تک کہ ایمان کو چھپایا نہ جائے

فانطلق عثمان الی قریش فاخبرهم فاحتبسه المشرکون ودعا رسول الله صلی الله علیه وسلم الی البیعة ونادی منادی رسول الله صلی الله علیه وسلم الا ان روح القدس قد نزل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فامره بالبیعة فاخرجوا علی اسم الله فبایعوه فثار المسلمون الی رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو تحت الشجرة فبایعوه علی ان لا یفروا ابدا فرعبهم الله فارسلوا من کانوا ارتهنوا من المسلمین ودعوا الی الموادعة والصلح و عن جابر قال کنا یوم الحدیبیة الفا واربع مائة فبایعناه وعمر آخذ بیده تحت الشجرة وهی سمرة وقال بایعناه علی ان لا نفر ولم نبایعه علی الموت و عن انس قال لما امر رسول الله صلی الله علیه وسلم ببیعة الرضوان کان عثمان بن عفان رسول رسول الله صلی الله علیه وسلم الی اهل مکة فبایع الناس فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم ان عثمان فی حاجتک وحاجة رسولک فضرب باحدی یدیه علی الاخری فکانت ید رسول الله صلی الله علیه وسلم لعثمان خیرا من ایدیهم لانفسهم و عن جابر و مسلم عن ام مبشر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لا یدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرة و عن ابی امامة الباهلی قال

چنانچہ عثمانؓ قریش کے پاس پہنچ گئے اور ان کو خبر کر دی۔ پھر ان کو مشرکین نے روک لیا۔ اور (جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا) آپ نے لوگوں کو بیعت کے لئے طلب کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے یہ ندا کی کہ روح القدس (یعنی جبرئیل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو کر آپ کو بیعت کا حکم دے گئے اس لئے تم سب اللہ کے نام پر نکل آؤ اور آپ سے بیعت کرو تو سب مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ گئے اور آپ درخت کے نیچے تھے۔ تو سب نے اس بات پر بیعت کی کہ وہ کبھی نہیں بھاگیں گے۔ اس سے اللہ نے مشرکین کو مرعوب کر دیا تو جتنے مسلمانوں کو انھوں نے روک رکھا تھا سب کو بھیج دیا اور ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے اور صلح کی دعوت بھی دی۔ اور جابرؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ ہم یوم حدیبیہ میں ایک ہزار چار سو تھے تو ہم نے آپ سے بیعت کی اور (جب ہم بیعت کے لئے پہنچے تو دیکھا کہ) عمرؓ آپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے درخت کے نیچے اور وہ کیکر کا درخت تھا اور کہا کہ ہم بیعت کرتے ہیں کہ نہیں بھاگیں گے اور ہم نے موت پر بیعت نہیں کی تھی۔ اور انسؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان[1] کا حکم دیا تو عثمانؓ بن عفان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامبر ہو کر اہل مکہ کے پاس گئے ہوئے تھے۔ تو لوگوں نے بیعت کی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا یا اللہ عثمانؓ اللہ کے اور اللہ کے رسول کے کام میں ہے تو آپ نے عثمانؓ کی طرف سے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ جو عثمانؓ کے لئے تھا وہ ان سب لوگوں کے اپنے ہاتھ سے بہتر تھا جو انھوں نے اپنی ذوات کے لئے بیعت کئے تھے۔ اور روایت ہے جابرؓ اور مسلمؒ سے یہ دونوں روایت کرتے ہیں ام مبشرؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا شخص جس نے درخت کے نیچے بیعت کی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔ اور ابی امامہ باہلی سے مروی ہے کہا کہ

[1] بیعت رضوان کا یوم حدیبیہ والی بیعت کا نام ہے جو کیکر کے درخت کے نیچے واقع ہوئی تھی۔ اس کو اس لئے اس نام سے موسوم کیا کہ حق تعالیٰ قرآن میں اسی پارہ سے ۲۶ میں فرماتا ہے لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ ۱۲

فغدوا عليهم ۔ د عن قتادة فعجل لكم هذه قال هي خيبر وكف ايدي الناس عنكم قال عن بيضتهم وعن عيالهم بالمدينة حين ساروا من المدينة الى خيبر ۔ د عن عطية فعجل لكم هذه قال فتح خيبر ۔ د عن ابن جريج في قوله وكف ايدي الناس عنكم قال اجتمع غطفان اسد وغطفان عليهم عيينة بن حصن معه مالك بن عوف بن النضر ابو النضر واهل خيبر على بير معونة فالقى الله في قلوبهم الرعب فانهزموا ولم يلقوا النبي صلى الله عليه وسلم وفي قوله ولو قاتلكم الذين كفروا اسد وغطفان لولوا الادبار ثم لا يجدون وليا ولا نصيرا يقول سنة الله في الذين خلوا من قبل ان لا يقاتل احد نبيه الا اخذه الله فقتله او رعبه فانهزموا ولم يسمع به عدو الا انهزموا واستسلموا ۔ د عن ابن عباس واخرى لم تقدروا عليها قال هذه الفتوح التي تفتح الى اليوم ۔ عن ابي الاسود الدئلي ان الزبير بن العوام لما قدم البصرة دخل بيت المال فاذا هو بصفراء وبيضاء فقال يقول الله وعدكم الله

پھر خیبر والوں پر صبح ہی صبح پہنچ گئے۔ اور قتادہؓ سے مروی ہے فعجل لکم هذه کہا کہ اس سے خیبر مراد ہے۔ وکف ایدی الناس عنکم (یعنی لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے) یعنی ان کے صدر مقام سے اور ان کے بال بچوں سے جو مدینہ میں تھے جب کہ مسلمان مدینے سے خیبر کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ اور عطیہ سے فعجل لکم هذه کی تفسیر فتح خیبر روایت کی گئی ہے۔ اور ابن جریج سے مروی ہے کہ انھوں نے وکف ایدی الناس عنکم کی تفسیر میں کہا کہ دو قوم اسد اور غطفان جمع ہوئے ان پر عیینہ بن حصن سردار بنایا گیا اس کے ساتھ مالک بن عوف بن النضر ابو النضر تھا اور اہل خیبر بیر معونہ پر جمع ہوگئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تو یہ سب بھاگ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ سے ہٹ گئے۔ اور انھوں نے (آیات کی تفسیر میں) کہا ولو قاتلکم الذین کفروا (۲۸: ۲۲) (اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے) یعنی اسد اور غطفان لولوا الادبار ثم لا یجدون ولیا ولا نصیرا (۲۸: ۲۲) (تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا اور نہ مددگار) اللہ تعالیٰ نے کفار کے لئے یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے (اور آپ خدا کے دستور میں ہرگز رد و بدل نہ پائیں گے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اللہ کا دستور (جاری ہے) ان لوگوں میں جو گزر چکے ہیں کہ کسی قوم میں بھی ایسی نہیں جس نے اپنے نبی کے ساتھ قتال کیا (وہ کامیاب ہوئی ہو) اللہ تعالیٰ نے اس کو پکڑ لیا پھر قتل کر دیا یا مرعوب کر دیا کہ وہ بھاگ گئی اور جن دشمنوں نے بھی نبی کی جماعت کے نزول کی شہرت (سنی) وہ بھاگے اور صلح کی درخواست کرنے لگے۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے واخری لم تقدروا علیها (۲۸: ۲۱) اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی۔ کہا یہ سب فتوحات ہیں جو آج تک ہوتی رہی ہیں۔ ابو الاسود دیلی سے مروی ہے کہ زبیر بن العوام جب بصرہ گئے اور بیت المال میں پہنچے تو اچانک زردی اور سفیدی پر نظر پہنچی (یعنی سونا چاندی دیکھی) تو کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وعدکم اللہ (۲۸: ۲۰) اللہ تعالیٰ نے تم سے

مغانم كثيرة تأخذونها فعجل لكم هذه
وأخرى لم تقدروا عليها قد أحاط
الله بها تمام الآية عن علي وابن
عباس قالا في قوله تعالى وعدكم الله
مغانم كثيرة فتوح من لدن خيبر
تأخذونها وتغنمون ما فيها فعجل لكم هذه
من ذلك خيبر وكف أيدي الناس قريش
عنكم بالصلح يوم الحديبية ولتكون آية
للمؤمنين شاهدا على ما بعدها ودليلا على
إنجازها وأخرى لم تقدروا عليها لوقتها
افتتحها عليكم فارس والروم قد أحاط
الله بها قضى الله بها أنها لكم
عن عبد الرحمن بن أبي ليلى وأخرى
لم تقدروا عليها قال فارس
والروم وعن عطية وأخرى
لم تقدروا عليها قال فتح
فارس وعن سهل بن حنيف رضي الله عنه
قال يوم صفين اتهموا أنفسكم
فلقد رأيتنا يوم الحديبية يعني
الصلح الذي كان بين
النبي صلى الله عليه وسلم
وبين المشركين ولو نرى
قتالا لقاتلنا فجاء عمر إلى
رسول الله صلى الله عليه
وسلم فقال يا رسول الله
ألسنا على الحق وهم
على الباطل قال بلى قال
أليس قتلانا في الجنة و
قتلاهم في النار

(اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے سو
سردست تم کو یہ دے دی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے
اور تاکہ یہ (واقعہ) اہل ایمان کے لئے ایک نمونہ ہو جائے اور تاکہ
تم کو ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے۔ اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے
قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اس کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔
(یہاں تک آیت پڑھ کر) فرمایا کہ یہ ہمارے لئے ہے۔ مروی
ہے علی اور ابن عباسؓ سے کہ دونوں نے کہا اس ارشاد کے
متعلق وعدکم اللہ مغانم الخ کہ (مراد) وہ فتوح ہیں جو خیبر
کے نزدیک مختلف اضلاع کی زمینوں کی اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب
تم کو غنیمت میں ملے گا۔ سو سردست تم کو یہ دے دی ہے یعنی ان فتوح
میں سے ایک خیبر ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے یعنی قریش
کے یوم حدیبیہ میں صلح کے ساتھ اور تاکہ یہ اہل ایمان کے لئے
ایک نمونہ بن جائے۔ بعد میں آنے والے لوگوں پر گواہ ہو اور دلیل ہو
وعدے کے پورا ہونے پر اور ایک فتح اور بھی ہے جس پر تم قادر
نہیں ہو سکے ہو یعنی اس کے وقت کے علم پر کہ وہ اللہ نے تم کو
دیدی ہے وہ فارس اور روم ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو احاطہ میں
لئے ہوئے ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر کر دیا۔
اور روایت ہے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے اور ایک فتح اور بھی
ہے جس پر تم قادر نہیں ہو سکے ہو کہا کہ وہ فارس اور روم ہے۔
اور عطیہ سے مروی ہے کہ ایک فتح اور بھی ہے جس پر تم قادر
نہیں ہوئے ہو انھوں نے کہا کہ فارس کی فتح۔ سہلؓ بن حنیف
سے مروی ہے کہ انھوں نے یوم صفین میں کہا لوگو اپنے عمل کو
بنظر تنقید دیکھو میں نے واللہ اپنی جماعت کو دیکھا یوم حدیبیہ
میں یعنی اس صلح کو جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان
ہوئی تھی اور اگر ہم قتال کو دیکھتے (کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حکم دیدیا) تو ضرور قتال کرتے۔ عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر کہا یا رسول اللہ کیا ہم حق پر اور وہ
باطل پر نہیں ہیں۔ فرمایا بیشک (ہم حق پر ہیں) پھر کہا کہ کیا یہ
نہیں ہے کہ ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول دوزخ میں

قال بلى قال ففيم نعطي الدنية في ديننا ونرجع ولما يحكم الله بيننا وبينهم فقال يا ابن الخطاب إني رسول الله ولن يضيعني الله أبدا فرجع متغيظا فلم يصبر حتى جاء أبا بكر فقال يا أبا بكر ألسنا على الحق وهم على الباطل قال بلى قال أليس قتلانا في الجنة وقتلاهم في النار قال بلى قال فعلام نعطي الدنية في ديننا قال يا ابن الخطاب إنه رسول الله ولن يضيعه الله أبدا فنزلت سورة الفتح فأرسل رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى عمر فأقرأه إياها قال يا رسول الله أوفتح هو قال نعم

وعن أبي إدريس عن أبي بن كعب أنه كان يقرأ إذ جعل الذين كفروا في قلوبهم الحمية حمية الجاهلية ولو حميتم كما حموا لفسد المسجد الحرام فأنزل الله سكينته على رسوله فبلغ ذلك عمر فاشتد عليه فبعث إليه فدخل عليه فدعا ناسا من أصحابه فيهم زيد بن ثابت فقال من يقرأ منكم سورة الفتح فقرأ زيد على قراءتنا اليوم فغلظ له عمر فقال أبي أأتكلم قال تكلم فقال لقد علمت أني كنت أدخل على النبي صلى الله عليه وسلم ويقرئني وأنت بالباب فإن أحببت أن أقرئ الناس على ما أقرأني وإلا لم أقرئ حرفا ما حييت قال بل أقرئ الناس وعن عمران أن عثمان قال سمعت

جائیں گے۔ کہا پھر کیوں ہم اپنے دین کے کام میں اس کمینگی کی اجازت دیں اور لوٹ جائیں اور جب کہ اللہ جانے اور ان کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے ابن الخطابؓ میں اللہ کا رسول ہوں اور وہ مجھے کبھی ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ تو عمرؓ غصہ میں بھرے ہوئے واپس ہوئے۔ پھر صبر نہ آیا تو ابوبکرؓ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ اے ابوبکرؓ کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا بےشک۔ پھر کہا کہ کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ انھوں نے کہا بےشک۔ کہا پھر ہم اس کمینگی کی اپنے دین میں کیوں اجازت دیں۔ انھوں نے کہا کہ اے ابن الخطاب وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان کو اللہ کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ پھر جب سورۃ الفتح نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کو بلا کر ان کے سامنے یہ سورت پڑھی تو انھوں نے کہا یا رسول اللہ کیا فتح وہی ہے؟ فرمایا کہ ہاں۔

ترمذی نے ابی ادریس سے وہ روایت کرتے ہیں اُبیّ بن کعب کہ وہ پڑھا کرتے تھے إذ جعل الذين كفروا في قلوبهم الحمية حمية الجاهلية ولو حميتم كما حموا لفسد المسجد الحرام فأنزل الله سكينته على رسوله اس کی اطلاع عمرؓ کو ہوئی تو ان کو یہ ناگوار ہوا تو اُبیّ بن کعب کو بلوایا۔ وہ آگئے پھر اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو بلایا ان میں زید بن ثابت بھی تھے۔ فرمایا کہ تم میں کون سورۃ فتح پڑھے گا تو زیدؓ نے قراءت کی ہمارے آج کی قراءت کے مطابق (یعنی بغیر جملہ ولو حميتم کے) تو عمرؓ نے اُبیّ پر سختی کی۔ تو اُبیّ نے کہا کیا میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ عمرؓ نے کہا کہئے تو انھوں نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں آیا کرتا تھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور آپ مجھے پڑھایا کرتے تھے اور آپ دروازے پر ہوتے تھے تو اگر آپ کو پسند ہو کہ میں لوگوں کو پڑھاؤں آپ کے پڑھائے ہوئے کے مطابق تو میں پڑھاؤں گا ورنہ میں کسی کو ایک حرف بھی نہ پڑھاؤں گا جب تک زندہ رہوں گا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ پڑھائیے لوگوں کو۔ اور عمران سے مروی ہے کہ عثمانؓ نے کہا کہ میں نے

النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول
انی لاعلم کلمۃ لا یقولھا عبد
حقا من قلبہ الا حرم علیہ
النار فقال عمر بن الخطاب انا
احدثکم ای کلمۃ الاخلاص التی الزمھا
اللہ محمدا واصحابہ وہی کلمۃ التقوی
التی الاص علیھا نبی اللہ عمہ ابا طالب
عند الموت شہادۃ ان لا الہ الا اللہ
عن عائشۃ قالت لما مات سعد بن
معاذ حضرہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم وابوبکر وعمر فوالذی
نفس محمد بیدہ انی لاعرف بکاء
ابی بکر من بکاء عمر وانا فی حجرتی
وکانوا کما قال اللہ رحماء بینھم قلت فکیف
کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
یصنع فقالت کانت عینہ لا تدمع علی
احد ولکنہ کان اذا وجد فانما
ہو اخذ بلحیتہ عن ابن عباس
ذلک مثلھم فی التوراۃ یعنی
نعتھم مکتوب فی التوراۃ والانجیل
قبل ان یخلق اللہ السموات
والارض عن عمار مولی بنی ہاشم
قال سالت ابا ہریرۃ عن الصحابۃ
قال اکتفی بآخر سورۃ
الفتح محمد رسول اللہ
والذین معہ الٰی آخرھا
یعنی ان اللہ نعتھم قبل ان
یخلقھم عن ابن عباس فی قولہ
کزرع قال اصل الزرع عبد المطلب اخرج

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میں ایک ایسا کلمہ
جانتا ہوں کہ اگر کوئی بندہ اس کو سچے دل سے کہہ لیگا اللہ تعالیٰ اس کو
نار دوزخ پر حرام کر دے گا۔ تو عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میں تم کو
بتا دوں وہ کیا ہے۔ وہ کلمۃ الاخلاص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے
لازم کیا محمدؐ پر اور اُن کے اصحابؓ پر اس آیت میں فَاَنْزَلَ اللّٰہُ
سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ
التَّقْوٰی وَکَانُوْٓا اَحَقَّ بِھَا وَاَھْلَھَا (۲۶:۴۸) اور یہی وہ
کلمۃ التقوی ہے جس کو بار بار پڑھ رہے تھے اللہ کے نبی اپنے چچا ابو
طالب کے سامنے ان کی موت کے وقت اور وہ ہے شہادت لا الہ
الا اللہ کی یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ
اور مروی ہے عائشہؓ سے کہ جب انتقال ہوا سعدؓ بن معاذ کا تو ان کے
پاس پہنچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ تو
قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں نفس محمدؐ ہے میں پہچانتی تھی
کہ کون رونا ابوبکرؓ کے رونے کی آواز میں اور عمرؓ کے رونے کی آواز
میں اور میں اپنے حجرہ میں تھی۔ اور وہ ایسے ہی تھے جیسا اللہ تعالیٰ
نے فرمایا رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (۲۹:۴۸) آپس میں مہربان ہیں۔ پوچھا
گیا کہ (ایسے مواقع میں) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے
تھے تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ
سے کسی پر آنسو نہیں بہتے تھے۔ لیکن آپ کی عادت یہ تھی کہ جب
آپ غمگین ہوتے تھے تو آپ اپنی ڈاڑھی پکڑ لیا کرتے تھے۔
مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ یہ آپ کے اوصاف توریت میں ہیں
یعنی ان کے وصف لکھے ہوئے تھے توریت میں اور انجیل میں
پہلے اس سے کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرے آسمانوں کو اور زمین کو۔ مروی
ہے عمار مولی بنی ہاشم سے کہا کہ میں نے سوال کیا ابوہریرہؓ سے
رتبہ صحابہؓ کے متعلق تو کہا اس کے بارے میں کافی ہے مجھ کو
آخر سورۃ الفتح کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ آخر
تک یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح کی ان کو پیدا کرنے
سے پہلے۔ اور مروی ہے ابن عباسؓ سے اس ارشاد کے بارے
میں کزرع کھیتی کہا کہ اس کی جڑ عبدالمطلب ہیں۔ اس نے

شطأه محمد صلى الله عليه وسلم فآزره
ابو بكر فاستغلظ بعمر فاستوى
بعثمان يعني ليغيظ بهم الكفار يعني
وعن ابن عباس محمد رسول الله و
الذين معه ابو بكر اشداء على الكفار
عمر رحماء بينهم عثمان تراهم ركعا
سجدا علي يبتغون فضلا من
الله ورضوانا طلحة والزبير سيماهم
في وجوههم من اثر السجود عبدالرحمن
ابن عوف وسعد بن ابي وقاص و
ابو عبيدة بن الجراح ومثلهم في
الانجيل كزرع اخرج شطأه فآزره
ابو بكر فاستغلظ بعمر فاستوى
على سوقه بعثمان يعجب الزراع
ليغيظ بهم الكفار بعلي وعد الله
الذين آمنوا وعملوا الصالحات جميع
اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم.

قوله تعالى در سورۂ حجرات
دلائل باهره بر فضل خلفاء ذکر فرموده
ازانجمله ان الذين يغضون اصواتهم
عند رسول الله اولئك الذين
امتحن الله قلوبهم للتقوى
لهم مغفرة واجر عظيم
وشیخین سبب ورود آیت
ومصداق آن بوده اند
بنقل مستفیض. ازانجمله انما
المؤمنون الذين آمنوا بالله
الآية در مقابله اعراب و قول
ایشان امنا حق عبد الله بن الزبير

اپنی سوئی نکالی محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ پھر اس کو قوی کیا۔ ابوبکرؓ
کے ساتھ پھر وہ اور موٹی ہوئی عمرؓ سے پھر سیدھی کھڑی ہوئی
عثمانؓ سے اپنے تنہ پر کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی تاکہ چڑے
کافروں کو خلفاء سے علیؓ سے۔ اور مروی ہے ابن عباسؓ سے محمد اللہ
کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں ابوبکرؓ وہ کافروں
کے مقابلہ پر سخت ہیں عمرؓ۔ آپس میں مہربان عثمانؓ تو دیکھتا ہے
ان کو رکوع سجدہ کرنے والے علیؓ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا کی جستجو
کرتے ہیں طلحہؓ اور زبیرؓ ان کے نشان سجدہ کے اثر سے ان کے
چہروں پر نمایاں ہیں عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص
اور ابو عبیدہؓ بن الجراح اور انجیل میں ان کا وصف یہ ہے کہ جیسے
کھیتی اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اس کو قوی کیا ابوبکرؓ
سے پھر وہ اور موٹی ہوئی عمرؓ سے پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی
ہوئی عثمانؓ سے کہ کسان کو بھلی معلوم ہونے لگی تاکہ ان سے کافروں
کو جلائے علیؓ سے وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو
ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے تمام اصحاب محمد صلی اللہ
علیہ وسلم مراد ہیں۔

آیات سورۂ حجرات

اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجرات میں خلفاءؓ کی فضیلت پر روشن
اور واضح دلائل ذکر فرمائے ہیں۔ ان میں سے یہ ہے ان الذین
یغضون الخ (۴۹: ۳) بیشک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول
کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ
تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے ان لوگوں کے لئے مغفرت
اور اجر عظیم ہے۔ اور شیخینؓ (صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ)
نقل متواتر سے ثابت ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے سبب اور
اس کے مصداق تھے۔ ان میں سے یہ ہے انما المؤمنون
الذین آمنوا الخ (۴۹: ۱۵) پورے مومن وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے
رسول پر ایمان لائے پھر شک نہیں کیا اور اپنے مال اور جان سے
خدا کے رستے میں محنت اٹھائی یہ لوگ ہیں سچے۔ اعراب کے اس
کے قول امنا کے مقابلہ میں۔ مروی ہے عبد اللہ بن زبیرؓ سے

قال قدم ركب من بني تميم على النبي صلى الله عليه وسلم فقال أبو بكر أمِّر القعقاع بن معبد وقال عمر بل أمِّر الأقرع بن حابس فقال أبو بكر ما أردت إلا خلافي فقال عمر ما أردت خلافك فتماريا حتى ارتفعت أصواتهما فأنزل الله يا أيها الذين آمنوا لا تقدموا بين يدي الله ورسوله حتى انقضت الآية. عن ابن أبي مليكة قال كاد الخيّران أن يهلكا أبو بكر وعمر رفعا أصواتهما عند النبي صلى الله عليه وسلم حين قدم عليه ركب بني تميم فأشار أحدهما بالأقرع بن حابس وأشار الآخر برجل آخر فقال أبو بكر لعمر ما أردت إلا خلافي قال ما أردت خلافك فارتفعت أصواتهما في ذلك فأنزل الله يا أيها الذين آمنوا لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي الآية قال ابن الزبير فما كان عمر يُسمِع رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد هذه الآية حتى يستفهمه. عن أبي بكر الصديق قال لما نزلت هذه الآية يا أيها الذين آمنوا لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي قلت يا رسول الله والله لا أكلمك إلا كأخي السرار حتى

عند البزار

فرمایا کہ بنو تمیم میں کے شتر سواروں کی ایک بڑی جماعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی (یہ چاہتے تھے کہ ہم پر کسی کو امیر بنا دیا جائے) تو ابوبکرؓ نے کہا کہ قعقاع بن معبد کو امیر بنا دیجئے۔ عمرؓ نے کہا بلکہ امیر بنائیے اقرع بن حابس کو۔ اس پر ابوبکرؓ نے کہا کہ تمہیں صرف میرا خلاف کرنا مقصود تھا۔ عمرؓ نے کہا کہ میں نے تمہارے خلاف کا ارادہ نہیں کیا۔ اس پر دونوں میں بحث شروع ہوگئی حتیٰ کہ دونوں کی آوازیں اونچی ہوگئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ الخ (پ ۲۶ ع ۱۳) اے ایمان والو اللہ و رسول (کی اجازت) سے پہلے تم سبقت مت کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ (تمہارے سب اقوال کو) سننے والا اور (تمہارے سب افعال کو) جاننے والا ہے۔ حضرت ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں انھوں نے کہا کہ دونوں خیر (یعنی بہترین اصحاب) ابوبکرؓ و عمرؓ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تھے۔ دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنی آوازیں بلند کرلی تھیں جب آپ کی خدمت میں بنی تمیم کے شتر سواروں کا قافلہ آیا تھا تو ان دونوں میں سے ایک نے (امیر بنانے کے لئے) اشارہ کیا اقرع بن حابس کی طرف اور دوسرے نے اشارہ کیا ایک اور شخص کی طرف۔ تو ابوبکرؓ نے عمرؓ سے کہا کہ تمہیں صرف میرا خلاف مقصود ہے۔ انھوں نے کہا میں نے تمہارے خلاف کا ارادہ نہیں کیا۔ پھر اس بارے میں دونوں کی آوازیں اونچی ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ الخ۔ ابن الزبیرؓ نے بیان کیا کہ اس کے بعد عمرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے صرف اتنی آواز اٹھاتے تھے جس سے آپ ان کی بات سمجھ لیں۔ ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ (پ ۲۶ ع ۱۳) اے ایمان والو تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم میں اب آپ سے صرف اس طرح گفتگو کروں گا جیسے راز کی بات کرنے والا کرتا ہے آہستگی سے

ابی ہریرۃ قال لما نزلت اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ قال ابوبکر والذی انزل علیک الکتاب یا رسول اللہ لا اکلمک الا کاخی السرار حتی القی اللہ

عن عطاء الخراسانی قال قدمت المدینۃ فلقیت رجلا من الانصار قلت حدثنی حدیث ثابت بن قیس بن شماس قال قم معی فانطلقت معہ حتی دخلنا علی امرأۃ فقال الرجل ہذہ ابنۃ ثابت بن قیس بن شماس فسلہا عما بدا لک فقلت حدثینی قالت سمعت ابی یقول لما انزل اللہ علی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الآیۃ دخل بیتہ واغلق علیہ بابہ وطفق یبکی ففقدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما شأن ثابت فقالوا یا رسول اللہ ما ندری ما شأنہ غیر انہ اغلق باب بیتہ فہو یبکی فیہ فارسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہ فسألہ ما شأنک قال یا رسول اللہ انزل اللہ علیک ہذہ الآیۃ وانا شدید الصوت فاخاف ان اکون قد حبط عملی فقال لست منہم بل تعیش بخیر وتموت بخیر قالت ثم انزل اللہ علی نبیہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ فاغلق علیہ بابہ وطفق یبکی ففقدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما شأن ثابت قالوا یا رسول اللہ ما ندری ما شأنہ غیر انہ

ابوہریرہؓ سے کہا کہ جب نازل ہوا اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ تو ابوبکرؓ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل کی یا رسول اللہ اب میں آپ سے صرف اس طرح گفتگو کروں گا جیسے راز کی بات کہنے والا کرتا ہے یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ سے جا ملوں۔ عطاء خراسانی سے مروی ہے بیان کیا کہ میں مدینہ میں پہنچا پھر انصار میں سے ایک شخص سے ملا میں نے کہا کہ مجھ سے ثابت بن قیس بن شماس کا حال بیان کرو۔ اس نے کہا کہ اٹھو میرے ساتھ چلو۔ ہم دونوں چلے یہاں تک کہ ایک عورت کے پاس پہنچے۔ اس شخص نے کہا کہ یہ بیٹی ہیں ثابت ابن قیس بن شماس کی جو آپ پوچھنا چاہتے ہیں ان سے پوچھئے میں نے (اس عورت سے) کہا آپ مجھ سے (ثابت کا حال) بیان کیجئے اس نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے یہ حال سنا جو وہ بیان کرتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل کی یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ تو وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور دروازہ بند کر لیا اور رو رو کر رونے لگے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہ پایا تو (لوگوں سے) فرمایا کہ ثابت کا کیا حال ہے انھوں نے کہا یا رسول اللہ ہم نہیں جانتے کہ ان کا کیا حال ہے بجز اس کے کہ انھوں نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا ہے اس میں رو رہے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور سوال کیا کہ تمہارا کیا حال ہے۔ ثابتؓ نے کہا یا رسول اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی اور میں سخت آواز والا ہوں میں اس سے ڈر رہا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے عمل سلب ہو جائیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو ان میں سے نہیں بلکہ تو خیر کے ساتھ زندہ رہے گا اور خیر ہی کے ساتھ مریگا۔ ثابتؓ کی بیٹی نے کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (۱۸:۳۱) بیشک اللہ تعالیٰ کسی خودبیں فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔ تو پھر دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے اور رونا شروع کر دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہ پایا اور پوچھا ثابتؓ کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ان کا حال تو ہم نہیں جانتے بجز اس کے کہ

فأغلق عليه بابه حبسته وطفق يبكي فيه فأرسل إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ما شأنك فقال يا رسول الله أنزل الله عليك إن الله لا يحب كل مختال فخور والله لقد أحببت الجمال وأحببت أن أسود قومي فقال لست منهم بل تعيش حميداً وتقتل شهيداً ويدخلك الله الجنة بسلام قالت فلما كان يوم اليمامة خرج مع خالد بن الوليد إلى مسيلمة الكذاب فلما التقى أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم انكشفوا فقال ثابت وسالم مولى أبي حذيفة ما هكذا كنا نقاتل مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم حفر كل واحد منهما له حفرة وحمل عليهم القوم فثبتا حتى قتلا وكانت على ثابت يومئذ درع له نفيسة فمر به رجل من المسلمين فأخذها فبينا رجل من المسلمين نائم إذ أتاه ثابت بن قيس في منامه فقال إني أوصيك بوصية إياك أن تقول هذا حلم فتضيعه إني لما قتلت مر بي رجل من المسلمين فأخذ درعي ومنزله في أقصى العسكر وعند خبائه فرس يستن في طوله وقد كفأ على الدرع برمة وفوق البرمة رحل فأت خالد بن الوليد فمره أن يبعث إلى درعي فيأخذها وإذا قدمت المدينة على خليفة رسول الله صلى الله عليه

وہ دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھ گئے اور روتے رہتے ہیں تو ان کو بلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا کیا حال ہے تمہارا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے یہ نازل کیا إِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ۔ اور واللہ میں جمال کو پسند کرتا ہوں اور اپنی قوم کا سردار بننا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم ان میں سے نہیں ہو تم حمید ہوتے ہوئے یعنی قابل تعریف زندہ رہے گا اور شہید ہو کر مرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے ساتھ تجھے جنت میں داخل کرے گا۔ کہتی ہیں کہ پھر جب یمامہ کے جنگ کا زمانہ آیا تو وہ خالد بن الولید کے ساتھ مسیلمہ کذاب کی طرف روانہ ہوئے۔ پھر جب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہوا تو انہوں نے شکست کھائی۔ اس پر ثابت نے کہا اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ نے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اس طرح تو قتال نہیں کیا کرتے تھے۔ پھر دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے لئے قبر کھودی اور جب پھر جنگ شروع ہوئی ان پر قوم نے حملہ کیا تو دونوں لڑائی میں جمے رہے پیچھے نہیں ہٹے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ اور اُس دن ثابت کے بدن پر ان کی ایک نفیس زرہ تھی۔ ان پہ گزر ہوا مسلمانوں میں سے کسی شخص کا تو اس نے اس کو لے لیا۔ تو جب کہ مسلمانوں میں کا ایک شخص سو رہا تھا اس کے پاس خواب میں ثابت بن قیس آئے اور اس سے کہا کہ میں تجھے ایک خاص وصیت کرتا ہوں خبردار یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ پریشان خیال ہے ورنہ تو اس کو ضائع کر دے۔ جب میں آج شام کو قتل ہوا تو میرے پاس سے مسلمانوں میں کا ایک شخص گزر رہا تھا اس نے میری زرہ لے لی اور اس کی جائے قیام لشکر کے آخری کنارے پر ہے۔ اور اس کے مقام کی خاص علامت یہ ہے کہ اس کے خیمہ کے نزدیک ایک گھوڑا لمبی رسی سے بندھا ہوا کودتا ہوگا اور اس نے اس زرہ پر ایک ہانڈی کو الٹ دیا ہے اور ہانڈی پر کجاوہ رکھ دیا ہے۔ تو خالد بن الولید کے پاس جا اور ان سے کہہ کہ وہ کسی کو بھیج کر میری زرہ منگالیں اور اس کو لے لیں اور جب تو خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

ويضع أمر أخيك على أحسنه حتى
يأتيك منه ما يغلبك، ولا تظنن
بكلمة خرجت من أخيك سوءاً وأنت
تجد لها في الخير محملاً، وأكثر من
اكتساب الإخوان فإنهم جُنّة عند الرخاء
وعُدّة عند البلاء، وآخِ الإخوان
على قدر التقوى، وشاورْ في أمرك
الذين يخافون الله. وعن عبد الرحمن
ابن عوف أنه حرس مع عمر بن الخطاب
ليلة بالمدينة فبينما هم يمشون شبّ لهم
سراج في بيت فانطلقوا يؤمّونه
فلما دنوا منه إذا باب مجاف على
قوم لهم فيه أصوات مرتفعة و
لغط، فقال عمر وأخذ بيد عبد الرحمن
ابن عوف أتدري بيت من هذا
قال هذا بيت ربيعة بن أمية بن
خلف، وهم الآن شَرْب، قال
عمر فما ترى قال أرى أنا قد
أتينا ما نهى الله عنه، قال
الله: ولا تجسسوا، فقد تجسسنا، فانصرف
عمر عنهم وتركهم. وعن الشعبي أن
عمر بن الخطاب فقد رجلاً من أصحابه
فقال لابن عوف انطلق بنا إلى منزل
فلان فننظر، فأتيا منزله
فوجدا بابه مفتوحاً وهو جالس و
امرأته تصب له في إناء
فتناوله إياه، فقال عمر
لابن عوف هذا الذي شغله
عنا، فقال ابن عوف لعمر

اب یہ دوسرے کے اختیار کے ماتحت آ جائے) اور اپنے بھائی کے معاملہ
کو اچھے محمل پر رکھو یہاں تک کہ تمھارے پاس اُس کی طرف سے کوئی
ایسی (صریح) بات آ جائے جو تمھیں مجبور کر دے۔ اور تمھارے
بھائی کے منہ سے کوئی بات نکلے تو اُس میں بدگمانی نہ کرو جب کہ
تم اُس کے لئے خیر کا بھی کوئی محمل پاتے ہو۔ اور اچھے دوست
جمع کرنے کی زیادہ کوشش کرو کہ وہ آسایش کی حالت میں تمھارا
ڈھال ہوں گے اور بلا کے وقت ہتھیار۔ اور بھائیوں کے ساتھ
ہمدردی کا برتاؤ کرو تقویٰ کی حد تک۔ اور اپنے اہم کاموں
میں اُن لوگوں سے مشورہ کرو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں۔ اور
عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک رات حضرت
عمر بن الخطابؓ کے ساتھ پاسبانی کی گشت کے دوران میں اُن کو
ایک گھر میں چراغ جلتا ہوا نظر آیا تو اس کا قصد کرتے ہوئے
چلے۔ جب اُس مکان کے قریب پہنچے تو دروازہ بند کئے ہوئے
اندر ایک جماعت موجود تھی جن کی بول چال کی آوازیں اونچی
ہو رہی تھیں۔ تو عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر کہا
کیا تم سمجھتے ہو کہ کس کا گھر ہے؟ انھوں نے کہا کہ یہ گھر ربیعہ
ابن امیہ بن خلف کا ہے اور یہ لوگ اس وقت شراب پی رہے
ہیں۔ عمرؓ نے کہا پھر تمھاری کیا رائے ہے؟ عبدالرحمٰن بن عوف
نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہم اُس حد تک پہنچ گئے جس سے ہم کو
اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تجسسوا
(۴۹: ۱۲) اور تجسس مت کیا کرو۔ اور ہم تجسس کر بیٹھے
ہیں۔ تو عمرؓ اُن لوگوں سے لوٹ گئے اور اُن کو چھوڑا۔ امام شعبی
سے مروی ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص
کو نہ پایا تو ابن عوف سے کہا کہ آؤ فلاں شخص کے گھر کی طرف چلیں
ذرا اُس کو دیکھیں۔ پھر یہ دونوں اُس کے مکان پر پہنچ گئے تو
اُنھوں نے اُس کا دروازہ کھلا ہوا پایا اور وہ بیٹھا ہوا تھا
اور اس کی بیوی اُس کے لئے ایک برتن میں (کچھ) انڈیل رہی تھی کہ اس کو دینے
کے لئے دے رہی تھی۔ تو عمرؓ نے ابن عوف سے کہا کہ یہی ہے وہ چیز
جس نے اس کو ہمارے پاس آنے سے روکا ہے۔ پھر ابن عوف نے عمرؓ سے کہا

وما يدريك ما في الاناء فقال عمر أتخاف ان يكون هذا التجسس قال بل هو التجسس قال وما التوبة من هذا قال لا تعلمه ما اطلعت عليه من امره ولا يكونن في نفسك الا خيرا ثم انصرفا. وعن الحسن قال أتى عمر بن الخطاب رجل فقال ان فلانا لا يصحو فدخل عليه عمر فقال اني لاجد ريح شراب يا فلان انت بهذا فقال الرجل يا ابن الخطاب وانت بهذا لم ينهك الله ان تجسس فعرفها عمر فانطلق وتركه. وعن ثور الكندي ان عمر بن الخطاب كان يعس بالمدينة من الليل فسمع صوت رجل في بيت يتغنى فتسور عليه فوجد عنده امرأة وعنده خمر فقال يا عدو الله أظننت ان الله يسترك وانت على معصية فقال وانت يا امير المؤمنين لا تعجل علي ان أكن عصيت الله واحدة فقد عصيت الله في ثلاث قال ولا تجسسوا وقد تجسست وقال وأتوا البيوت من ابوابها وقد تسورت علي ودخلت علي بغير اذن وقال الله تعالى لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستأنسوا وتسلموا على اهلها قال عمر فهل عندكم من خير ان عفوت عنك

آپ کیا جانتے برتن میں کیا چیز ہے تو عمرؓ نے کہا کہ کیا تم کو یہ اندیشہ پیدا ہوا ہے کہ ہمارا یہ فعل تجسس ہے۔ ابن عوفؓ نے کہا کہ یہ تو تجسس ہی ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ اب اس سے رجوع کی کیا صورت ہے۔ ابن عوفؓ نے کہا کہ (یہ صورت ہے کہ) اس کے جس فعل پر آپ مطلع ہوئے ہیں اس کو کبھی نہ جتلائیں اور اپنے دل میں اس کی نسبت خیر ہی کا گمان رکھیں۔ پھر دونوں واپس ہو گئے۔ اور مروی ہے حسنؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا کہ فلاں شخص ہوش میں نہیں آتا تو اس کے پاس عمرؓ پہنچے اور فرمایا کہ بیشک میں شراب کی بو محسوس کر رہا ہوں اے فلاں تو اس میں مبتلا ہے (یعنی حرام فعل میں) تو اس شخص نے کہا اور آپ اے ابن الخطاب اس (ناجائز فعل) میں مبتلا ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو تجسس سے نہیں روکا۔ تو عمرؓ نے اس بات کو سمجھ لیا اور چلے گئے اور اس کو چھوڑ دیا۔ اور ثور کندی سے مروی ہے کہ عمرؓ مدینہ میں رات کو گشت کیا کرتے تھے تو آپ نے ایک شخص کی آواز سنی جو اپنے گھر میں گا رہا تھا۔ آپ نے اس کی دیوار کے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو اس کے پاس ایک عورت کو پایا اور شراب بھی موجود تھی۔ تو آپ نے کہا اے خدا کے دشمن کیا تو نے یہ گمان کیا تھا کہ خدا تیرے عیب کو چھپائیگا حالانکہ تو اس کی نافرمانی میں مبتلا ہے۔ اس نے کہا اور آپ اے امیر المومنینؓ مجھ پر جلدی نہ کیجئے اگر میں نے اللہ کی ایک بات میں نافرمانی کی تو آپ نے اللہ کی نافرمانی کی ہے تین باتوں میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولا تجسسوا (۴۹: ۱۲) اور تجسس نہ کیا کرو۔ اور آپ نے تجسس کیا۔ اور فرمایا وأتوا البيوت من أبوابها (۲: ۱۸۹) اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔ اور آپ نے دیوار کے اوپر سے جھانکا اور آپ مجھ پر داخل ہوئے بغیر اذن کے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم (۲۴: ۲۷) اے ایمان والو اپنے رہنے کے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ اجازت حاصل نہ کر لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو۔ عمرؓ نے کہا کیا تم سے خیر کی امید ہے اگر میں درگزر کروں (یعنی تم توبہ کر لوگے)

قال نعم فعاتبه وفزع و
بكى عن انس قال كانت العرب
تخدم بعضها بعضا في الاسفار
وكان مع ابي بكر وعمر رجل يخدمهما
فناما فاستيقظا ولم يهيئ لهما
طعاما فقالا ان هذا لنؤوم فايقظاه
فقالا ائت رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقل له ان ابا بكر و
عمر يقرئانك السلام ويستأدمانك
فقال انهما ائتدما فجاءا فقالا
يا رسول الله باي شيء ائتدمنا
قال بلحم اخيكما والذي نفسي
بيده اني لأرى لحمه بين
ثناياكما فقالا استغفر لنا يا
رسول الله قال مراه فليستغفر
لكما وعن يحيى بن ابي كثير
ان نبي الله صلى الله عليه وسلم
كان في سفر ومعه ابو بكر و
عمر فارسلوا الى رسول الله صلى
الله عليه وسلم يسألونه لحما
قال اوليس قد ظللتم من
اللحم شباعا قالوا من اين
فوالله ما لنا باللحم عهد
منذ ايام فقال من لحم
صاحبكم الذي ذكرتم قالوا
يا نبي الله انما قلنا والله
انه لضعيف ما يعيننا على
شيء قال وذلك فلا تقولوا
فرجع اليهم الرجل

اس نے کہا ہاں (تو اس سے درگزر کیا اور آگے بڑھے اور اس
کو چھوڑ دیا۔ (اور انسؓ سے مروی ہے کہ عرب میں دستور تھا کہ
سفروں میں بعض بعض کی خدمت کرتے تھے (ایک سفر میں)
ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ ایک شخص تھا جو ان دونوں کی خدمت کرتا
تھا۔ یہ دونوں سو گئے۔ جب جاگے اور اس نے ابھی ان کے لئے
کھانا تیار نہ کیا تھا۔ تو دونوں نے کہا کہ یہ بڑا سونے والا ہے
پھر اس کو انہوں نے جگایا اور اس سے کہا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نے
سلام عرض کیا ہے اور (گوشت کھانے کی) اجازت مانگتے ہیں
تو فرمایا کہ دونوں گوشت کا شوربہ (تو) کھا چکے ہیں۔
جب یہ دونوں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
ہم نے کس چیز کا شوربہ کھایا ہے۔ فرمایا کہ اپنے بھائی کے گوشت
کا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تمہارے
سامنے کے دانتوں میں اس کا گوشت دیکھ رہا ہوں۔ تو دونوں
نے عرض کیا کہ ہمارے لئے مغفرت کی دعاء کر دیجئے۔ فرمایا کہ
اسی سے کہو کہ وہ تمہارے لئے مغفرت کی دعاء کرے۔ اور یحییٰ
ابن ابی کثیر سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے
اور ان کے ساتھ ابوبکرؓ و عمرؓ بھی تھے تو انہوں نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی بھیجا (کہ وہ عرض کرے کہ)
لوگ گوشت (کھانے کی اجازت) مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا
کہ کیا ایسا نہیں ہوا کہ تم لوگ گوشت کھاتے رہے ہو سیر ہو کر
لوگوں نے (اس شخص کی معرفت آپ کا جواب سن کر) کہا کہ کہاں
سے واللہ نہیں تو گوشت کھانے کا اتفاق کئی دن سے نہیں ہوا
(اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نقل کی)
تو فرمایا کہ اپنے ساتھی کے گوشت سے جس کا ذکر (برائی کے ساتھ)
آپ لوگ کر رہے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا (اسی شخص کے توسط
سے) اے نبی اللہ ہم نے تو صرف اتنا ہی کہا تھا کہ درحقیقت
وہ بہت ضعیف ہے ہمیں کسی کام میں مدد نہیں دیتا۔ فرمایا اور
یہی غیبت ہے تو بات نہ بناؤ۔ پھر یہ شخص ان کے پاس واپس گیا

قبل الفجر۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اول من تنشق عنہ الارض ثم ابوبکر ثم عمر ثم اٰتی اہل البقیع فیحشرون معی ثم انتظر اہل مکۃ وتلا ابن عمر یوم تشقق الارض عنہم سراعا الآیۃ۔

عن سعید بن المسیب قال جاء صبیغ التمیمی الی عمر بن الخطاب فقال اخبرنی عن الذّٰریٰت ذروا قال ہی الریاح ولولا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولہ ما قلتہ قال فاخبرنی عن الحٰملٰت وقرا قال ہی السحاب ولولا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولہ ما قلتہ قال فاخبرنی عن الجٰریٰت یسرا قال ہی السفن ولولا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولہ ما قلتہ قال فاخبرنی عن المقسّمٰت امرا قال ہی الملائکۃ ولولا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولہ ما قلتہ ثم امر بہ فضرب مائۃ وجعل فی بیت فلما برأ دعاہ فضربہ مائۃ اخری وحملہ علی قتب وکتب الی ابی موسی الاشعری امنع الناس من مجالستہ فلم یزل کذلک حتی اتی ابا موسی فحلف بالایمان المغلظۃ ما یجد فی نفسہ مما کان یجد شیئا فکتب فی ذلک الی عمر فکتب عمر ما اخالہ الا قد صدق فخل بینہ وبین مجالسۃ الناس وعن الحسن ان سال صبیغ التمیمی عمر بن الخطاب عن الذّٰریٰت فقال

فجر سے پہلے۔ مروی ہے ابن عمرؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں پہلا شخص ہوں گا جس پر سے زمین کھلے گی پھر ابوبکرؓ پھر عمرؓ پھر میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا وہ میرے پاس جمع کیے جائیں گے پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا۔ اور ابن عمرؓ نے یہ آیت پڑھی یوم تشقق الخ (ق: ۴۴) جس روز زمین ان (مُردوں) پر سے کھل جائے گی جب کہ وہ دوڑتے ہوں گے۔ یہ ہمارے نزدیک ایک آسان جمع کرنا ہے۔

آیاتِ سورۂ ذاریات

سعید بن المسیب سے مروی ہے بیان کیا کہ صبیغ تمیمی نے عمرؓ بن الخطاب کے پاس آکر کہا کہ مجھے الذّٰریٰت ذَرْوًا کا مطلب بتائیے فرمایا کہ یہ ہوائیں ہیں اور اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنتا تو یہ نہ کہتا۔ صبیغ نے کہا الحٰملٰت وِقْرًا کا کیا مطلب ہے فرمایا۔ یہ بادل ہیں اور اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنتا تو یہ نہ کہتا۔ کہا کہ اب الجٰریٰت یُسْرًا کا مطلب بتائیے۔ فرمایا کہ یہ کشتیاں ہیں۔ اور اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنتا تو یہ نہ کہتا۔ کہا کہ اب الْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا کا مطلب بتائیے۔ فرمایا کہ یہ ملائکہ ہیں۔ اور اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنتا تو یہ نہ کہتا۔ پھر آپ نے حکم دیا تو اس کے ایک سو درّے مارے گئے اور ایک مکان میں بند کر دیا گیا۔ پھر جب چھوڑا تو اس کو سو اور مارے گئے اور اس کو اونٹ کے پالان پر بٹھا دیا اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ لوگوں کو اس کے پاس بیٹھنے سے روک دو۔ تو لوگ اس پر عمل کرتے رہے یہاں تک کہ یہ ابو موسیٰؓ کے پاس آیا اور ان کے سامنے مغلظ قسمیں کھا کر اس نے کہا کہ جو وسوسہ میں اپنے نفس میں پاتا تھا وہ اب نہیں پاتا۔ تو ابو موسیٰؓ نے اس کے بارے میں عمرؓ کو لکھا تو عمرؓ نے جواب لکھا کہ میرا خیال ہے کہ اس نے سچ کہا ہے تو اس کے ساتھ لوگوں کی ہم نشینی پر جو پابندی تھی اس کو ہٹا دو۔ اور حسنؓ سے مروی ہے کہ صبیغ تمیمی نے سوال کیا عمر بن الخطاب سے الذّٰریٰت ذَرْوًا کے متعلق

والموازين والجنة والنار وصفوف الملائكة وطي السموات ونسف الجبال وتكوير الشمس وانتثار الكواكب فقال وددت أني كنت خضرًا من هذه الخضر تأتي علي بهيمة فتأكلني ولم أخلق فنزلت هذه الآية ولمن خاف مقام ربه جنتان وعن الحسن قال كان شاب على عهد عمر بن الخطاب ملازم المسجد والعبادة فعشقته جارية فأتته في خلوة فكلمته فحدث نفسه بذلك فشهق شهقة فغشي عليه فجاء عم له فحمله الى بيته فلما أفاق قال يا عم انطلق الى عمر فاقرئه مني السلام وقل له ما جزاء من خاف مقام ربه فانطلق عمه فأخبر عمر وقد شهق الفتى شهقة أخرى فمات منها فوقف عليه عمر فقال لك جنتان لك جنتان وعن عمر بن الخطاب قال جاء ناس من اليهود الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا يا محمد أفي الجنة فاكهة قال نعم فيها فاكهة ونخل ورمان قالوا أفيأكلون كما يأكلون في الدنيا قال نعم وأضعاف قالوا أفيقضون الحوائج قال لا ولكنهم يعرقون ويرشحون فيذهب الله ما في بطونهم من أذى

تعالیٰ در سورۃ واقعہ مکلفین را سہ قسم ساختہ

اعمال کے تلنے کا اور جنت کا اور دوزخ کا اور فرشتوں کی صفوں کا اور آسمانوں کے لپیٹے جانے کا اور پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہو جانے کا اور سورج کے بے نور ہو جانے اور ستاروں کے بکھر جانے کا دھیان کیا تو کہا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں ان سبزیوں میں سے کوئی سبزی ہوتا اور مجھے کوئی چوپایہ آکر چر لیتا اور میں پیدا نہ ہوا ہوتا تو یہ آیت نازل ہوئی وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۔ حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ ایک جوان تھا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جس نے مسجد اور عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔ اس پر ایک لڑکی عاشق ہو گئی وہ اس کے پاس تنہائی میں آئی اور اس سے بات کی تو اس نے اپنے نفس سے اس پر مواخذہ کیا اس کے بعد اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا۔ یہ سن کر اس کا چچا آیا اور اس کو اٹھا کر اپنے گھر لے گیا۔ جب ہوش ہوا تو بولا کہ اے چچا عمرؓ کے پاس جاؤ اور ان کو میرا سلام کہو اور ان سے یہ پوچھو کہ اس شخص کی کیا جزا ہے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے۔ اس کا چچا آیا اور اس نے عمرؓ سے اس کا حال بیان کیا اور اس جوان نے ایک چیخ ماری اور اسی چیخ سے مر گیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ تشریف لائے پھر اس کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا تیرے لئے دو جنتیں ہیں، تیرے لئے دو جنتیں ہیں۔ حضرت عمرؓ بن خطاب سے بیان کیا گیا ہے کہ کچھ لوگ تھے یہود میں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ اے محمد کیا جنت میں میوے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں فرمایا فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ (۵۵: ۶۸) (یعنی ان دونوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں) انھوں نے کہا تو اسی طرح کھائیں گے جیسا کہ دنیا میں کھاتے ہیں؟ فرمایا ہاں اور اس سے کئی گنا زیادہ۔ انھوں نے کہا کیا پھر قضائے حاجت (پاخانہ پیشاب) بھی کریں گے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ عرق و پسینہ نکالیں گے اور اس صورت سے جو ان کے پیٹ میں ثقل ہوگا وہ اللہ تعالیٰ زائل کر دے گا۔

باب سورۃ واقعہ

حق تعالیٰ نے سورۂ واقعہ میں مکلفین کی تین قسمیں قرار دیتے ہیں۔

سابقین مقربین و اصحاب الیمین و اصحاب الشمال یا از اصحاب الشمال شاید دو فریق است کفار و فاسقین اینجا ذکر کفار می نماید و ذکر فاسقین موقوف میگزارد و بالجملہ سابقین مقربین را اعلیٰ مرتبہ در مثوبت می نہد ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ و ثواب اصحاب الیمین را کمتر از ایشان بیان می کند ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ میگوید خلیفۂ خاص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میباید کہ از طبقۂ علیا امت باشد ہرچند ایشان را درمیان خود مراتب متفاوتہ باشد عن ابن عباس قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالواقعۃ والحاقۃ وعم یتساءلون والنازعات واذا الشمس کورت واذا السماء انفطرت فاستطار فیہ الشیب فقال لہ ابوبکر قد اسرع فیک الشیب قال شیبتنی ہود واخواتہا عن جابر بن عبد اللہ قال لما نزلت اذا وقعت الواقعۃ ذکر فیہا ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین قال عمر یا رسول اللہ ثلۃ من الاولین وقلیل منا فامسک آخر السورۃ سنۃ ثم نزل ثلۃ من الاولین وثلۃ من الآخرین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عمر تعال فاسمع ما قد انزل اللہ ثلۃ من الاولین وثلۃ

سابقین مقربین اور اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال۔ پھر قسم اصحاب الشمال کے دو فریق پر شامل ہے کفار و فاسقین، یہاں کفار کا ذکر کرتے ہیں اور فاسقین کا ذکر نہیں فرماتے اور بالاجمال سابقین مقربین کو ثواب کے بارے میں اعلیٰ مرتبہ میں رکھتے ہیں اور ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ فرماتے ہیں (۵۶: ۱۳-۱۴) ان کا ایک بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے! اور اصحاب الیمین کے ثواب کو سابقین مقربین سے کمتر درجہ میں بیان فرماتے ہیں اور ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ کہتے ہیں (۵۶: ۳۹-۴۰) ان (اصحاب الیمین) کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں ہوگا! پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ خاص کو امت کے سب سے اعلیٰ طبقہ میں ہونا چاہیے اگرچہ ان کے درمیان (یعنی اعلیٰ طبقۂ امت کے درمیان) بلحاظ فرق مراتب بہت سے درجات ہوں۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بکثرت پڑھتے تھے سورۂ واقعہ کا، حاقہ کا اور عم یتساءلون اور والنازعات کا اور اذا الشمس کورت واذا السماء انفطرت کا۔ پھر جب آپ کے ذریعہ بالوں پر سفیدی نمایاں ہونے لگی تو ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ کے اوپر بڑھاپا بہت جلد آ گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود اور اس کی ان ساتھ والیوں نے (جن میں آخرت کے وحشتناک امور کا بیان ہے) بوڑھا کر دیا۔ اور مروی ہے جابرؓ بن عبد اللہ سے انہوں نے کہا کہ جب اذا وقعت الواقعۃ نازل ہوئی جس میں ذکر کیا گیا ہے ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین (یعنی بڑی جماعت اگلے لوگوں میں سے اور تھوڑے آخر والوں سے) تو عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہوگا اور قلیل ہم میں سے۔ اس کے بعد سورت کے آخر حصہ کا نزول ایک سال تک رکا رہا پھر نازل ہوا ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے عمرؓ آؤ اور سنو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے کہ ایک بڑا گروہ اولین میں سے ہوگا اور ایک بڑا گروہ

أعظم درجة من الذين أنفقوا
من بعد وقاتلوا وكلا وعد الله
الحسنى والله بما تعملون خبير. وچیست
شما را چنان که انفاق نکنید در راه خدا و خدا را
است میراث آسمانها و زمین. برابر
نیست از جملۂ شما کسی که انفاق کرد و قتال نمود
پیش از فتح ایشان بزرگتر اند در درجه از آنکه
انفاق کردند و قتال نمودند بعد از آن و هر یکے
را وعده داده است خدا حالت نیک و خدا بآنچه
میکنید آگاه است. ظاهر از فتح فتح مکه است
پس آیت نص است در تفضیل جمعے که پیش
از فتح انفاق کردند و قتال نمودند بر جمعے که
بعد فتح مکه این اعمال بجا آوردند و باید که چون
خلافت خاصه یا خلافت کامله بر وجهی که
افضلیت خلیفه از دیگران باعتبار اصناف و
اوصاف ماثره خواهد بود پس خلیفه خاص
نمی باشد مگر از جماعه که پیش از فتح ایمان
آورده اند و انفاق کرده و جهاد نموده.
(قصة) عن عمر قال كنت أشد الناس على
رسول الله صلى الله عليه وسلم فبينا أنا
في يوم حار بالهاجرة في بعض طرق مكة إذ لقيني
رجل فقال عجبا لك يا ابن الخطاب إنك
تزعم وإنك وقد دخل عليك الأمر
في بيتك قلت وما ذاك قال هذه أختك
قد أسلمت فرجعت مغضبا حتى قرعت
الباب فقيل من هذا قلت عمر فتبادروا فاختفوا
مني وقد كانوا يقرؤون صحيفة بين
أيديهم تركوها أو نسوها فدخلت حتى
جلست على السرير

ان لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں جنھوں نے فتح کے بعد میں
خرچ کیا اور لڑے اور (یوں) اللہ تعالیٰ نے بھلائی دینے کا سب
کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب حال کی
پوری خبر ہے۔ (ترجمہ شاہ ولی اللہؒ) اور کیا ہے تم کو اس میں
کہ راہِ خدا میں خرچ نہ کرو اور آسمانوں والوں کو پیچھے والوں کا
پیچھے رہا ہوا سب خدا ہی کا ہے۔ برابر نہیں ہے تم سب میں سے
وہ جس نے خرچ کیا اور قتال کیا فتح سے پہلے وہ لوگ بزرگتر ہیں
درجہ میں ان لوگوں سے جنھوں نے خرچ کیا اور قتال کیا اس کے
بعد۔ ہر ایک کو خدا نے وعدہ دیا ہے عمدہ حالت کا اور خدا جو کچھ تم
کرتے ہو اس سے آگاہ ہے۔ ظاہر ہے کہ فتح سے فتح مکہ مراد ہے
تو یہ آیت نص ہے اس جماعت کے افضل ہونے پر جس نے فتح
سے پہلے خرچ کیا اور قتال کیا ان لوگوں سے جو کہ بعد فتح مکہ کے
یہ اعمال بجا لائے ہوں۔ اور جبکہ خلافت خاصہ یا خلافت کاملہ
جو چاہیے جیسے واقع ہوگی دوسروں سے خلیفہ کی افضلیت
کی بنا پر باعتبار اصناف کے بھی ذکر سابقین میں سے ہر مقابلہ
بعد والوں کے، اور باعتبار اوصاف خود کے بھی، تو خلیفہ خاص
صرف اسی جماعت میں سے ہوگا جو فتح سے پہلے ایمان لائے اور
انھوں نے مال خرچ کیا اور جہاد کیا ہو۔ (قصہ) حضرت عمرؓ سے مروی ہے
کیا کہ (اسلام لانے سے پہلے) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
سب سے زیادہ دشمن تھا تو ایک دن ایسے وقت میں کہ گرمی کے دن تھے
دوپہر کے وقت مکہ کے ایک کوچہ سے گزر رہا تھا کہ مجھ سے ایک
شخص ملا اور کہنے لگا کہ اے ابن الخطاب تیرا عجیب معاملہ ہے تو
کس گمان میں ہے اور وہ امر (یعنے اسلام) تیرے گھر میں تیرے
اوپر پہنچ چکا ہے۔ میں نے کہا یہ کیسے؟ اس نے کہا تیری بہن اسلام
قبول کر چکی ہے۔ تو میں غصہ میں بھرا ہوا واپس ہوا اور گھر پہ
پہنچ کر دروازہ کو کھٹکھٹایا تو پوچھا گیا کون ہے؟ میں نے کہا عمر
(بھاگ دوڑ ہونے لگی) اور مجھ سے چھپنے لگے اور وہ (گھر والے)
ایک صحیفہ کو پڑھ رہے تھے جو ان کے ہاتھوں میں تھا انھوں نے
اس کو چھوڑ دیا یا بھول گئے۔ پھر میں گھر میں داخل ہوا اور تخت پر

فطرحت الی الصحیفۃ فقلت انہ وطلبتہا قالت انک لست من اہلہ انک لا تغتسل من الجنابۃ وھذا کتاب لا یمسہ الا المطہرون فما زلت بہا حتی اعطتنیہا فاذا فیہا بسم اللہ الرحمن الرحیم فلما قرأت الرحمن ذعرت فالقیت الصحیفۃ من یدی ثم رجعت الی نفسی فاذا فیہا بسم اللہ الرحمن الرحیم سبح للہ ما فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم۔ فکلما مررت باسم من اسماء اللہ ذعرت ثم رجعت الی نفسی حتی بلغت آمنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ فقلت اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ فخرج القوم مستبشرین فکبروا۔ قولہ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا یقول لیس من ہاجر کمن لم یہاجر وکلا وعد اللہ الحسنی۔ وعن قتادۃ فی قولہ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح الآیۃ قال کان قتالان احدہما افضل من الآخر وکانت نفقتان احداہما افضل من الاخری کانت النفقۃ والقتال قبل الفتح فتح مکۃ افضل من النفقۃ والقتال بعد ذلک وکلا وعد اللہ الحسنی قال الجنۃ۔ وعن زید بن اسلم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتیکم قوم من ہاہنا

اب میری نظر اس صحیفہ پر پڑی جو میں نے پھینک دیا تھا میں نے مانگا تو بہن نے کہا تم اس کے اہل نہیں ہو۔ تم جنابت کا غسل بھی نہیں کرتے اور اس کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ میں اس کے لئے برابر اصرار کرتا رہا تا آنکہ اس نے مجھے دیدیا تو میں نے دیکھا کہ اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم سامنے آئی جب میں نے پڑھا الرحمن تو کانپ گیا پھر میں نے صحیفہ کو اپنے ہاتھ سے ڈال دیا۔ پھر دل میں خیال پیدا ہوا اور پھر میں نے اٹھایا تو اس میں لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم سبح للہ ما فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم جب میں پڑھتے ہوئے اللہ کے ناموں میں سے کسی نام پر پہنچتا تھا (خوف زدہ ہو جاتا تھا۔ پھر میں دل میں سوچنے لگا یہاں تک کہ پہنچا آمنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ پر تو میں نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ پھر تو قوم (یعنی مسلمان) ایک دوسرے کو خوش خبری دیتے ہوئے نکل پڑے اور سب نے تکبیر بلند کرنے لگے۔ قرطبی ج ۱۷ ص

آیت لا یستوی منکم کی تفسیر (پ ۲۷ ع ۱۷) جو لوگ فتح کے سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے ہیں کہ انفق سے اسلم مراد ہے (یعنی اسلام لائے) اور لڑ چکے وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ کیا۔ انفقوا سے مراد ہے اسلموا (یعنی اسلام لائے) اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ جس نے ہجرت کی وہ اس کے برابر نہیں جس نے ہجرت نہیں کی۔ وکلا وعد اللہ الحسنی (پ ۲۷ ع ۱۷) اور نیکی جزا کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے سب سے کیا ہے۔ اور قتادہ سے مروی ہے قول حق لا یستوی منکم کے متعلق کہا کہ دو (قسم) قتال تھے جن میں کا ایک افضل ہے دوسرے سے اور دو (قسم) نفقات تھے جن میں کا ایک افضل ہے دوسرے سے جو نفقہ اور قتال فتح سے یعنی فتح مکہ سے پہلے ہے وہ افضل ہے اس نفقہ اور قتال سے جو اس کے بعد ہوا اور بھلائی کا وعدہ اللہ نے سب سے کیا ہے۔ حسنیٰ کی تفسیر جنت سے کی ہے۔ اور زید بن اسلم سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس ایک قوم ادھر سے آئے گی

وأشار إلى اليمن تحقرون أعمالكم عند
أعمالهم قالوا فنحن خير أم هم قال بل
أنتم لو أن أحدهم أنفق مثل أحد
ذهبا ما أدرك مد أحدكم ولا نصيفه
فصلت هذه الآية بيننا وبين الناس
لا يستوي منكم من أنفق من قبل الفتح
وقاتل أولئك أعظم درجة من الذين
أنفقوا من بعد وقاتلوا. عن زيد بن
أسلم عن عطاء بن يسار عن أبي سعيد
الخدري قال خرجنا مع رسول الله صلى
الله عليه وسلم عام الحديبية حتى إذا
كان بعسفان قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم يوشك أن يأتي قوم
تحقرون أعمالكم مع أعمالهم قلنا يا رسول الله
أقريش قال لا ولكن هم أهل
اليمن هم أرق أفئدة وألين قلوبا
فقلنا أهم خير منا يا رسول الله
قال لو كان لأحدهم جبل من ذهب
فأنفقه ما أدرك مد أحدكم ولا نصيفه
ألا إن هذا فصل ما بيننا وبين الناس لا يستوي
منكم من أنفق من قبل الفتح الآية وقد
استفاضت الأخبار في تفضيل المتقدمين من أصحاب
النبي صلى الله عليه وسلم على من بعدهم كما عن أنس
قال كان بين خالد بن الوليد وبين عبد الرحمن
ابن عوف كلام فقال خالد لعبد الرحمن بن عوف
تستطيلون علينا بأيام سبقتمونا بها فبلغ النبي صلى
الله عليه وسلم فقال دعوا لي أصحابي فوالذي
نفسي بيده لو أنفقتم مثل أحد
أو مثل الجبال ذهبا ما بلغتم أعمالهم

اور آپ نے اشارہ کیا یمن کی طرف وہ تمہارے اعمال کو اپنے اعمال
کے مقابلہ میں حقیر سمجھیں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ پھر ہم افضل ہوں گے
یا وہ؟ فرمایا کہ تم ہی افضل ہوگے۔ اُن میں سے اگر کوئی اُحد کے برابر
سونا خرچ کرے گا تو وہ تم میں سے کسی کے ایک مُد یا آدھے مُد کے
ثواب کو نہیں پا سکے گا (ایک مُد دو رطل یا تقریباً ایک سیر کے برابر
ہے) اور اس آیت نے ہمارے اور عام لوگوں کے درمیان فیصلہ
کر دیا لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک
اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا۔ اور
مروی ہے زید بن اسلم عطاء بن یسار سے ابو سعید خدریؓ سے انہوں
نے کہا کہ ہم سال حدیبیہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
نکلے جب عسفان تک پہنچے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
قریب ہے کہ ایسی قوم آئیگی جو تمہارے اعمال کو حقیر سمجھے گی اپنے اعمال
کے مقابلہ پر۔ ہم نے کہا یا رسول اللہؐ کیا وہ قریش ہوں گے فرمایا
نہیں لیکن وہ اہل یمن ہوں گے۔ ان لوگوں کے باطن میں رقت
ہوگی اور بہت نرم دل ہوں گے۔ پھر ہم نے کہا کہ کیا وہ ہم سے بہتر
ہوں گے یا رسول اللہ! فرمایا کہ اگر ان میں سے کسی کے پاس سونے کا
ایک پہاڑ ہو (اور وہ اس کو فی سبیل اللہ) خرچ کر دے وہ تم
میں سے کسی کے ایک یا آدھے مُد کو بھی نہ پہنچے گا۔ بس یہ (آیت)
فیصلہ ہے ہمارے اور دوسروں کے درمیان لا یستوی منکم من
انفق من قبل الفتح الخ۔ اور اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں سے
پہلے اسلام لانے والوں کی فضیلت اُن کے بعد والوں پر اخبار کے
طریق استفاضہ ثابت ہے، تو انسؓ سے مروی ہے کہ خالد بن الولید
اور عبد الرحمٰنؓ بن عوف کے درمیان کچھ کہا سنی ہو گئی تو خالدؓ
نے عبد الرحمٰنؓ بن عوف سے کہا کہ تم اپنے کو ہم سے اُن ایام کی
وجہ سے اونچا سمجھتے ہو جن میں تم ہم سے (اسلام کی طرف)
سبقت کر گئے تھے۔ یہ بات نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی تو آپ نے
فرمایا کہ میرے اصحاب کو چھوڑ دو قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ
میں میری جان ہے اگر تم مثل اُحد کے یا مثل پہاڑوں کے (دیکھ
راوی ہے) سونا خرچ کر دوگے تو تم ان کے اعمال کو نہ پہنچ سکو گے

وعن یوسف بن عبد اللہ بن سلام قال قیل لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم أنحن خیر أم من بعدنا فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لو أنفق أحدهم أحدا ذهبا ما بلغ مد أحدکم ولا نصیفہ وعن أبی سعید قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تسبوا أصحابی فوالذی نفسی بیدہ لو أن أحدکم أنفق مثل أحد ذهبا ما أدرك مد أحدهم ولا نصیفہ وعن ابن عمر قال لا تسبوا أصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم فلمقام أحدهم ساعة خیر من عمل أحدکم عمرہ وعن ابن مسعود قال ما کان بین إسلامنا وبین أن عاتبنا اللہ بهذہ الآیة ألم یأن للذین آمنوا أن تخشع قلوبهم لذکر اللہ إلا أربع سنین وعن ابن مسعود قال لما نزلت ألم یأن للذین آمنوا أن تخشع قلوبهم لذکر اللہ الآیة أقبل بعضنا علی بعض أی شیء أحدثنا أی شیء صنعنا وعن ابن عباس قال إن اللہ استبطأ قلوب المهاجرین فعاتبهم علی رأس ثلاث عشرة من نزول القرآن فقال ألم یأن للذین آمنوا الآیة وعن الأعمش قال لما قدم أصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم المدینة فأصابوا من لین العیش ما أصابوا بعد ما کان بهم من الجهد فکأنهم فتروا عن بعض ما کانوا علیہ فعوتبوا فنزلت ألم یأن الآیة وعن أبی الدرداء قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من فر بدینہ من أرض إلی أرض مخافة الفتنة علی نفسہ ودینہ

اور مروی ہے یوسف بن عبد اللہ بن سلام سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا ہم افضل ہیں یا وہ جو ہمارے بعد کے ہیں، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ان میں سے کوئی ایک احد سونا خرچ کرے تو وہ تم میں سے کسی کے ایک یا آدھے مُد کے برابر نہ پہنچے گا۔ اور مروی ہے ابو سعیدؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے اصحاب کو برا نہ کہو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص مثل احد کے سونا خرچ کرے تو وہ ان کے ایک یا آدھے مُد کے برابر نہ پہنچے گا۔ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی نہ دو یاد رکھو ان میں سے کسی کا ایک ساعت کھڑا ہونا (اللہ کے کام میں) تم میں سے کسی کی تمام عمر کے عمل سے بہتر ہے۔ ابن مسعودؓ سے مروی ہے فرمایا کہ ہمارے اسلام کے اور ہم پر اس عتاب کے درمیان جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے ہم پر کیا تھا چار سال سے زیادہ کا فرق نہیں تھا اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ (ترجمہ: کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے اور جو دین حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جاویں) اور مروی ہے ابن مسعودؓ سے فرمایا کہ جب نازل ہوئی اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ تو ہم میں سے بعض بعض کو مخاطب کرنے لگا کہ ہم سے کیا کام سرزد ہوا ہم نے کیا عمل کیا۔ مروی ہے ابن عباسؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قلوب مہاجرین کو دیر لگاتے ہوئے پایا قرآن کے نزول کے تیرھویں سال کے شروع پر اور فرمایا اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ مروی ہے اعمش سے کہا کہ جب اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں گئے تو ان کو زندگی کی جو راحت آسائش ملنی تھی ملی بعد اس جد وجہد کے جس میں وہ مبتلا تھے تو گویا وہ رک گئے بعض ان اعمال سے جن پر وہ پہلے قائم تھے تو ان پر عتاب کیا گیا اور نازل ہوئی آیت اَلَمْ یَاْنِ الخ۔ مروی ہے ابو الدرداءؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنے دین کے ساتھ ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف بھاگا اپنی ذات پر اور اپنے دین پر

قال وذلك يقضي بالمشيئة
في السماء ويحدث كل يوم
في شأن ثم يضرب
لها أجلاً يقضيها لذلك
الأجل إذا جاء أجلها
أرسلها فليس لها مرد
ويقدر ذلك كائن لـ
يوم كذا من شهر كذا
من سنة كذا في بلد
كذا من مصيبة في القحط
أو الرزق أو المصيبة في
الخاصة والعامة حتى أن
الرجل يأخذ العصا يستظهر بها
وقد كان لها كارهاً ثم يعتادها
حتى يستطيع تركها۔

وعن أبي يزيد قال لقي
امرأة عمر بن الخطاب يقال
لها خولة وهو يسير مع الناس
فاستوقفته فوقف لها ودنا منها
وأصغى إليها رأسه ووضع
يديه على منكبيها حتى قضت
حاجتها وانصرفت فقال له
رجل يا أمير المؤمنين حبست
رجال قريش على هذه العجوز
قال ويلك وتدري من
هذه قال لا قال امرأة سمع
الله شكواها من فوق سبع
سموات هذه خولة بنت ثعلبة و
الله لو لم تنصرف حتى الليل

کے متعلق مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيْبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَهَا إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (پ ۲۲،۵) کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی اور محفوظ ہے قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے۔ (فرمایا کہ یہ بڑائی والی) ہے اس کا فیصلہ آسمان میں ہی کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہر روز ایک خاص شان ہوتی ہے۔ پھر وہ ہر ایک کے لئے ایک خاص وقت مقرر کر دیتا ہے اور اس چیز کو اس وقت تک ملتوی رکھتا ہے پھر جب وہ وقت آجاتا ہے تو اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ اب وہ لوٹ نہیں سکتی اور وہ مقدر کر دیتا ہے کہ فلاں بات ہونے والی ہے فلاں دن میں فلاں مہینے فلاں سال میں فلاں شہر میں قحط کی مصیبت ہوگی یا زمین اور روزی کی یا کوئی مصیبت کسی خاص شخص پر یا عام لوگوں پر یہاں تک کہ ایک شخص عصا ہاتھ میں لیتا ہے اس سے سہارا لینے کے لئے حالانکہ وہ اس سے کراہت کرتا رہا ہے پھر وہ اس کا عادی بن جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے چھوڑنے پر قادر نہیں رہتا (یہ سب اسی امر مقدر کا تصرف ہوتا ہے)۔

از سورۂ مجادلہ

روایت ہے ابی یزید سے کہ عمرؓ بن الخطاب سے ایک عورت ملی جس کو خولہ کہا جاتا تھا اور عمرؓ اس وقت لوگوں کے ہمراہ (سواری پر) چلے جا رہے تھے۔ اس عورت نے ان کو ٹھہرایا تو آپ اس کے لئے ٹھہر گئے اور اس کے قریب ہو گئے اور اپنے سر کو اس کی طرف جھکا دیا اور اپنا ہاتھ اس عورت کے مونڈھوں پر رکھ دیا یہاں تک کہ وہ اپنی حاجت پوری کر چکی اور چلی گئی۔ پھر ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ نے قریش کے بہت سے لوگوں کو اس بڑھیا کی وجہ سے چلنے سے روک دیا۔ فرمایا کہ افسوس ہے تو جانتا ہے کہ یہ کون تھی؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ وہ عورت ہے جس کی شکایت کو اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے سنا تھا۔ یہ ہے خولہ بنت ثعلبہ۔ خدا کی قسم اگر یہ رات تک بھی واپس نہ ہوتی

ما انصرفت حتى تقضي حاجتها عن ثمامة بن حزن قال بينا عمر بن الخطاب يسير على حماره لقيته امرأة فقالت قف يا عمر فوقف فأغلظت له القول فقال رجل يا امير المؤمنين ما رأيت كاليوم فقال وما يمنعني ان استمع اليها وهي التي استمع الله لها وانزل فيها ما انزل قد سمع الله قول التي تجادلك في زوجها عن مقاتل بن حيان قال انزلت هذه الآية يوم جمعة ورسول الله صلى الله عليه وسلم يومئذ في الصفة وفي المكان ضيق وكان يكرم اهل بدر من المهاجرين والانصار فجاء ناس من اهل بدر وقد سبقوا الى المجالس فقاموا حيال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته فرد النبي صلى الله عليه وسلم ثم سلموا على القوم بعد ذلك فردوا عليهم فقاموا على ارجلهم ينتظرون ان يوسع لهم فعرف النبي صلى الله عليه وسلم ما يحملهم على القيام فلم يفسح لهم فشق ذلك عليه فقال لمن حوله من المهاجرين والانصار من غير اهل بدر قم يا فلان وانت يا فلان فاقام من المجلس بقدر النفر الذين هم قيام بين يديه من اهل بدر فشق ذلك على من اقيم من مجلسه فنزلت هذه الآية يا ايها الذين آمنوا اذا قيل لكم تفسحوا في المجالس فافسحوا

تو میں بھی واپس نہ ہوتا جب تک اس کی ضرورت پوری نہ کر دیتا۔

ثمامہ بن حزن سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ اس دوران میں کہ عمر بن الخطاب اپنے گدھے پر جا رہے تھے کہ آپ سے ایک عورت ملی اس نے کہا کہ اے عمر ٹھہرو تو آپ ٹھہر گئے پھر اس عورت نے آپ سے سخت گفتگو کی تو ایک شخص نے کہا اے امیر المؤمنین میں نے آج جیسی بات کبھی نہیں دیکھی تو فرمایا کہ اس کی بات سننے سے مجھے کیا چیز مانع تھی اور یہ وہی تو تھی جس کی بات اللہ تعالیٰ نے سنی اور اس کے بارے میں نازل کیا جو کیا (یعنی) قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا (مجادلہ: ۱) بیشک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملے میں جھگڑ رہی تھی۔

مقاتل بن حیان سے مروی ہے کہ یہ آیت جمعہ کے دن نازل ہوئی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس دن صفہ میں تھے اور جگہ میں تنگی تھی اور آپ مہاجرین و انصار میں سے جو اہل بدر تھے ان کی عزت کرتے تھے۔ اب یہ ہوا کہ کچھ لوگ آگئے جو اہل بدر میں سے تھے اور بیٹھنے کی جگہوں پر دوسرے لوگ پہلے بیٹھ چکے تھے تو وہ (کھڑے رہے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب دیا۔ پھر اس کے بعد انہوں نے قوم کو سلام کیا تو انہوں نے ان کو جواب دیا۔ اب یہ لوگ کھڑے ہوئے اس کا انتظار کرنے لگے کہ ان کے لئے جگہ نکالی جائے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے کھڑے رہنے کی وجہ سمجھ لی اور (بیٹھے ہوئے لوگ اپنی جگہ سے نہ ہٹے) اور ان کے لئے جگہ نہ نکالی گئی یہ بات آپ پر گراں ہوئی تو آپ نے ان مہاجرین و انصار سے جو آپ کے گرد غیر اہل بدر میں سے تھے کہا اے فلاں تو اٹھ اور اے فلاں تو بھی اٹھ جا اور اسی طرح آپ نے اتنے لوگوں کو اٹھا دیا جتنی شمار ان اہل بدر میں کے کھڑے رہنے والوں کی تھی۔ اور یہ معاملہ بھاری گزرا ان لوگوں پر جن کو مجلس سے اٹھا دیا گیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ الخ (مجادلہ: ۱۱) اے ایمان والو! جب تم کو کہا جائے کہ مجلس میں جگہ کھول دو تو جگہ کھول دو

یفسح اللہ لکم الآیۃ وعن عبد اللہ ابن شوذب قال جعل والد ابی عبیدۃ ابن الجراح یتصدی لابی عبیدۃ یوم بدر وجعل ابو عبیدۃ یحید عنہ فلما اکثر قصدہ ابو عبیدۃ فقتلہ فنزلت لا تجد قوما یؤمنون باللہ الآیۃ وعن ابن جریج قال حدثت ان ابا قحافۃ سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصکہ ابو بکر صکۃ فسقط فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قال أفعلت یا ابا بکر فقال واللہ لو کان السیف قریبا منی لضربتہ فنزلت لا تجد قوما الآیۃ ۔

قال اللہ تعالی فی سورۃ الحشر ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری فللہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل خدای تعالی در نص قرآن مجید را کہ فیئے حاصل شد از اہل قرے بغیر ایجاف خیل و رکاب وبدون مباشرت قتال معین میگرداند برائے مصارف مذکورہ کہ خدا و رسول و ذو قرابت رسول ویتامیٰ ومساکین و ابن سبیل باشند بعد از ان میفرماید للفقراء یعنی آن فے برائے فقرائے مہاجرین است وبرائے انصار

اللہ تم کو (جنت میں) کھلی جگہ دے گا۔ اور جب اسی صورت سے یہ کہا جائے کہ (مجلس سے) اٹھ جاؤ تو اٹھ جایا کرو۔ عبد اللہ بن شوذب سے مروی ہے کہ یوم بدر میں ابو عبیدہ بن الجراح کے باپ نے ابو عبیدہ کے مقابلہ پر آنا شروع کیا اور ابو عبیدہ اس سے پہلو تہی کرتے رہے جب وہ بار بار کرنے لگا تو ابو عبیدہ نے اس کا مقابلہ کیا اور اس کو قتل کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی لا تجد قوما الخ (جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں الخ) ابن جریج سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ یہ سنتے ہیں آیا ہے کہ ابو قحافہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو ابو بکر نے ان کے ایسے زور سے طمانچہ مارا کہ وہ گر گیا۔ اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو آپ نے پوچھا کہ اے ابو بکر کیا تم نے ایسا کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم اگر تلوار میرے قریب ہوتی تو میں ان کے ضرور مار دیتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی لا تجد قوما الخ۔

از سورۂ حشر

اللہ تعالیٰ نے سورہ حشر میں فرمایا ما افاء اللہ علی رسولہ الخ (پ ۲۸ ع ۴) جو کچھ اللہ تعالیٰ نے (اس طور پر) اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوا دے (جیسے بنو فدک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ بھی اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور (آپ کے) قرابت والوں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا۔ خدا تعالیٰ نص قرآن میں اس چیز کو جو فے سے حاصل ہو (کافروں کی بستی والوں سے یعنی جو کہ گھوڑوں اور اونٹوں کو دوڑائے بغیر اور قتال کے بغیر ملی) بطور مصارف مذکورہ کے لئے متعین فرماتے ہیں جو کہ خدا و رسول اور رسول کے اہل قرابت اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافر ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں للفقراء اور یہ فے فقراء مہاجرین کے لئے ہے اور انصار کے لئے

جیلہ راوی نے اس واقعہ کو مستند سمجھتے ہوئے لفظ حدثت استعمال کیا ابو قحافہ نے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اسلام قبول کر لیا تھا ۱۲ مترجم

و برائے تابعان ایشان باحسان کہ
بوصف نصیحت و خیرخواہی و دعائے خیر
برائے پیشینیان متصف اند چون فئے
برائے جماعۃ غیر محصور بیان مقرر شدہ ملک
معین کسے نباشد بلکہ ہر یکے را بقدر حاجت
او باید داد و معنی خلیفہ نیست الا آنکہ
تصرف کند در بیت المال مسلمین بر وفق
سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بنیابت او علیہ الصلوٰۃ والسلام
پس خلیفہ متصرف در فئے باشد و
آن فئے ملک آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نبود تا بحث میراث
در آن جاری باشد و نیز آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم شخصے خاص را
از اقارب خود ہبہ او نتوانند کرد
و ہو المقصود عن عمر بن الخطاب
قال کانت اموال بنی النضیر مما
افاء اللہ علی رسولہ مما لم یوجف
المسلمون علیہ بخیل ولا
رکاب وکانت لرسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم خاصۃ وکان ینفق
علی اہلہ نفقۃ سنۃ ثم
یجعل ما بقی فی السلاح والکراع
عدۃ فی سبیل اللہ عن مالک
ابن اوس بن الحدثان قال قرأ
عمر بن الخطاب انما الصدقات للفقراء
والمساکین حتی بلغ علیم حکیم ثم
قال ہذہ لہؤلاء ثم قرأ واعلموا انما
غنمتم من شیء فان للہ خمسہ الآیۃ

اور اُن کے بعد اخلاص کے ساتھ اُن کی پیروی کرنے والوں کے لئے
ہے جو ایمان پر پہل کرنے والوں کے حق میں نصیحت و خیرخواہی اور
دعا خیر کے اوصاف سے متصف ہیں چونکہ فئے کو ایسی جماعت
کے لیے مقرر کیا گیا ہے جو غیر محصور ہے تو یہ (مخصوص افراد کی) ملک
نہ ہوگی بلکہ اس میں سے ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق دیا جائیگا
اور خلیفہ کے معنے بجز اس کے اور کچھ نہیں ہیں کہ وہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق مسلمانوں کے بیت المال میں تصرف
کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہو کر۔ تو خلیفہ فئے میں
متصرف ہوگا۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک نہیں تھی کہ
اس میں میراث کی بحث جاری ہو جائے اور نیز آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اپنے اقارب میں سے کسی خاص شخص کو اُس کا ہبہ
نہیں کر سکتے تھے۔ اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ عمر بن الخطاب سے مروی
ہے فرمایا کہ بنو نضیر کے اموال اُس قسم میں سے تھے جن میں مسلمانوں
نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ اور وہ وہ تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو
فئے کے طور پر عطا فرمائے تھے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے خاص تھے اور آپ نے متعلقین پر اس میں سے سال بھر کا
خرچ کرتے تھے۔ جو باقی بچتا تھا اُس کو جہاد فی سبیل اللہ کے سامان
ہتھیاروں اور گھوڑوں میں خرچ کرتے تھے۔ اور مالک بن اوس
ابن الحدثان سے مروی ہے کہا کہ عمر بن الخطاب نے یہ آیت پڑھی انما
الصدقت للفقراء والمسکین یہاں تک کہ علیم حکیم
تک پہنچے (۹: ۶۰) صدقات (تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا
اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا منظور
ہے اور غلاموں کی گردن چھوڑانے میں اور قرضداروں کے قرضہ
میں اور جہاد میں اور مسافروں میں۔ یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر
ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔ پھر پڑھا
واعلموا انما غنمتم الخ (۸: ۴۱) اور اس بات کو جان لو کہ جو
شے (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کل
کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول کا ہے اور (ایک حصہ) آپ کے
قرابت داروں کا ہے اور (ایک حصہ) یتیموں کا ہے اور (ایک حصہ

ثم تلا استوعبت هذه المسلمين عامة
وليس احد الا له في هذا المال حق
الا ما تملكون من رقيقكم ثم قال لئن
عشت ليأتين الراعي وهو بسرو حمير نصيبه
منها لم يعرق جبينه وعن زيد بن اسلم
عن ابيه قال سمعت عمر بن الخطاب يقول
اجتمعوا لهذا المال فانظروا لمن ترونه
ثم قال لهم اني امرتكم ان تجتمعوا لهذا
المال فتنظروا لمن ترونه واني قرأت
آيات من كتاب الله سمعت
الله يقول ما افاء الله على رسوله
من اهل القرى فلله وللرسول الى
قوله اولئك هم الصادقون و
الله ما هو لهؤلاء وحدهم والذين
تبوؤا الدار والايمان الى قوله
المفلحون والله ما هو لهؤلاء وحدهم
والذين جاءوا من بعدهم يقولون
ربنا اغفر لنا الى قوله رحيم والله
ما احد من المسلمين الا له حق في
هذا المال اعطي منه او منع حتى راع بعدن
وعن سعيد بن المسيب ان عمر
قسم ذات يوم قسما من المال فجعلوا يثنون
عليه فقال ما احمقكم لو كان لي
ما اعطيتكم منه درهما وعن عمر قال
قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم يوشك ان يملأ الله ايديكم
من العجم ثم يجعلهم اسدا لا يفرون
فيقتلون مقاتلتكم ويأكلون فيئكم
وعن السائب بن يزيد

للہ کے لئے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ
نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں) پھر فرمایا
کہ یہ آیت عامۃ مسلمین کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے اور کوئی
ایسا مسلمان ما حبتہ نہیں جس کا اس مال میں حق نہ ہو بجز
اُن غلاموں کے جن کے تم مالک ہو۔ پھر فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا
تو اس چرواہے کو جو سرو حمیر کے پہاڑ پر ہے اس کا حصہ اس طرح
پہنچا دوں گا کہ اس کی پیشانی پر پسینہ بھی نہ آئے۔ اور مروی ہے
زید بن اسلم سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ اسلم سے کہا کہ میں
نے عمر بن الخطاب سے سنا کہتے تھے کہ اس مال کے لئے اکٹھے ہو جاؤ
پھر نظر کرو جس کو تم (مستحق) دیکھو۔ پھر ان لوگوں سے فرمایا کہ میں
نے تمہیں حکم دیا تھا کہ اس مال کے لئے جمع ہو جاؤ تاکہ تم غور کر لو
جس کے بارے میں تمہاری رائے ہو اور میں نے پڑھی ہیں چند
آیات کتاب اللہ کی وہ میرے لئے کافی ہو گئیں۔ میں نے اللہ سے
سنا کہ وہ فرماتے ہیں مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ سے هُمُ
الصّٰدِقُوْنَ تک پڑھ کر فرمایا کہ واللہ وہ صرف ان ہی لوگوں
کے لئے نہیں (پھر یہ آیت پڑھی) وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ سے
الْمُفْلِحُوْنَ تک (پھر فرمایا) وہ صرف ان ہی لوگوں کے لئے
نہیں (پھر یہ آیت پڑھی) وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ سے
رَّحِيْمٌ تک (پھر فرمایا) واللہ مسلمانوں میں سے کوئی باقی
نہیں رہا مگر اس کا اس مال میں حق ہے اس میں سے اس کو دیا
جائے یا اس سے روکا جائے حتیٰ کہ اس چرواہے کا بھی جو عدن
میں رہتا ہو۔ سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ ایک دن عمرؓ نے
لوگوں پر مال تقسیم کیا تو انھوں نے اُن کی تعریف شروع کر دی
تو عمرؓ نے کہا کیسے احمق ہو تم لوگ۔ اگر یہ مال میرا ہوتا تو میں تم کو
اس میں سے ایک درہم بھی نہ دیتا۔ مروی ہے عمرؓ سے کہا کہ فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قریب ہے کہ اللہ تعالے تمہارے
ہاتھوں کو عجم (یعنی غیر عرب) کے مال سے بھر دے۔ پھر ان کو شیر
بنا دے گا کہ وہ نہیں بھاگیں گے اور تمہارے لڑنے والوں کو قتل
کر ڈالیں گے اور وہ تمہارے اموال کھا جائیں گے۔ مروی ہے سائب بن یزید سے

قال سمعت عمر بن الخطاب یقول والله الذی لا الٰہ الا ہو ثلاثاً ما من الناس احد الا لہ فی ہذا المال حق اعطیہ او منعہ وما احد احق بہ من احد الا عبد مملوک وما انا فیہ الا کاحدہم ولکنا علی منازلنا من کتاب الله وقسمنا من رسول الله صلی الله علیہ وسلم فالرجل وبلاؤہ فی الاسلام والرجل وقدمہ فی الاسلام والرجل وغناؤہ فی الاسلام والرجل وحاجتہ والله لئن بقیت لیاتین الراعی بجبل صنعاء حظہ من ہذا المال وہو مکانہ وعن الحسن قال کتب عمر الی حذیفۃ ان اعط الناس اعطیتہم وارزاقہم فکتب الیہ انا قد فعلنا وبقی شیء کثیر فکتب الیہ عمر انہ فیئہم الذی افاء الله علیہم لیس ہو لعمر ولا لآل عمر اقسمہ بینہم عن قتادۃ فی قولہ للفقراء المہاجرین الذین اخرجوا من دیارہم الی آخر الآیۃ قال ہؤلاء المہاجرون ترکوا الدیار والاموال والاہلین والعشائر وخرجوا حباً لله ولرسولہ واختاروا الاسلام علی ما کان فیہ من شدۃ حتی لقد ذکر لنا ان الرجل کان یعصب الحجر علی بطنہ لیقیم بہ صلبہ من الجوع وکان الرجل یتخذ الحفیرۃ فی الشتاء ما لہ دثار غیرہا وعن قتادۃ فی قولہ والذین تبوؤا الدار والایمان الی آخر الآیۃ قال ہم ہذا الحی من الانصار

کہا میں نے سنا عمر بن الخطاب کو فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں تین مرتبہ (کہا) کہ لوگوں میں سے کوئی نہیں مگر اس کا اس مال میں حق ہے اس کو دیا جائے یا روکا جائے اور کوئی ایک دوسرے سے زیادہ حقدار نہیں بجز مملوک غلام کے اور میں بھی اس میں تم میں سے کسی ایک کی طرح ہوں لیکن ہم اپنی اپنی منزلوں پر ہیں جو کتاب اللہ میں متعین کر دی گئیں اور ان حصوں پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئے کہ ایک شخص ہے اور اسلام کی وجہ سے جو مصیبت اس پر پڑی (اس کا آپ نے لحاظ رکھا) اور ایک شخص ہے کہ اسلام میں ثابت قدم رہا اور ایک شخص ہے جو اسلام میں بہت کارآمد رہا ایک شخص ہے (جو حاجتمند ہے) اس کی حاجت کو دیکھا واللہ اگر میں زندہ رہا تو میں اس مال میں سے اس چرواہے تک بھی اس کا حصہ پہنچا کر رہوں گا جو جبل صنعاء میں ہو اور وہ اپنے مقام پر موجود ہے۔ اور مروی ہے حسن سے کہ عمرؓ نے حذیفہؓ کو لکھا کر لوگوں کو عطیات اور ان کے وظائف دیدو۔ حذیفہؓ نے عمرؓ کو لکھا کہ ہم نے تعمیل کر دی اور بہت کچھ بچ گیا ہے۔ پھر عمرؓ نے ان کو لکھا کہ یہ ان ہی کا حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے متعین کر دیا ہے۔ وہ عمرؓ کے لئے یا عمرؓ کی اولاد کے لئے نہیں ہے۔ ان کے درمیان تقسیم کر دو۔ مروی ہے قتادہؓ سے آیۃ للفقراء المہاجرین الخ میں کہ کہ یہ وہ مہاجرین ہیں جنھوں نے اپنے گھروں کو چھوڑا اور اموال کو اور گھر والوں کو اور اہل قرابت کو اور نکل پڑے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اور انھوں نے یہ جانتے ہوئے اسلام کو اختیار کیا کہ اس میں کتنی سختیاں جھیلنا ہوں گی یہاں تک کہ ہم سے وثوق کے ساتھ ذکر کیا گیا کہ ایک شخص ہے جو بھوک کی شدت سے اپنی کمر سیدھی رکھنے کے لئے پیٹ پر پتھر باندھ رہا ہے اور ایک شخص ہے جو سردی سے بچنے کے گڑھا کھود کر اپنا ٹھکانا بنا رہا ہے اور اس کے پاس اوڑھنے کے کوئی کپڑا اس کے سوا نہیں ہے۔ اور مروی ہے قتادہؓ سے آیت والذین تبوؤا الدار والایمان الخ میں کہ یہی انصا

يسكنوا في ديارهم وابتنوا المساجد قبل قدوم النبي صلى الله عليه وسلم بسنتين واحسن الله الثناء عليهم في ذلك وهاتان الطائفتان الاوليان من هذه الامة اخذتا بفضلهما واثبت الله حقهما في هذا الفيء ثم ذكر الطائفة الثالثة فقال والذين جاؤا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الى آخر الآية قال انما امروا ان يستغفروا لاصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ولم يؤمروا بسبهم وعن الحسن قال فضل الله المهاجرين على الانصار لم يجدوا في صدورهم حاجة قال الحسد وعن عمر قال اوصي الخليفة بعدي بالمهاجرين الاولين ان يعرف لهم حقهم ويحفظ لهم حرمتهم واوصيه بالانصار الذين تبوؤا الدار والايمان من قبل ان يهاجر النبي صلى الله عليه وسلم ان يقبل من محسنهم ويعفو عن مسيئهم وعن سعد بن ابي وقاص قال الناس على ثلاث منازل فمضت منزلتان وبقيت منزلة فاحسن ما انتم كائنون عليه ان تكونوا بهذه المنزلة التي بقيت ثم قرأ للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم الآية ثم قال هؤلاء المهاجرون وهذه منزلة وقد مضت ثم قرأ والذين تبوؤا الدار والايمان من قبلهم الآية ثم قال هؤلاء الانصار وهذه منزلة وقد مضت ثم قرأ والذين جاؤا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان فقد مضت هاتان منزلتان وبقيت هذه المنزلة فاحسن ما انتم كائنون عليه

ین کا قبیلہ ہے جو اپنے گھروں میں اسلام لے آئے اور انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے دو برس پہلے مسجدیں بنا لی تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس بارے میں اچھی تعریف کی ہے اور یہ دونوں پہلی جماعتیں اس اُمت میں سے ایسی ہیں جو اپنی سب سے بڑی فضیلت کی مالک بن چکیں اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جماعتوں کا اس مالِ فے میں حصہ قائم کیا۔ پھر تیسرے گروہ کا ذکر کیا اور فرمایا وَالَّذِيْنَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ آخر آیت تک۔ (قتادہ نے) کہا کہ (اس عنوان سے) ان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے دعائے مغفرت کیا کریں اور اُن کو گالیاں دینے کا حکم نہیں دیا گیا تھا (جس کے مرتکب یہ لوگ غلط وغیرہ کے امور میں رہے)۔ حسنؓ سے مروی ہے کہا کہ اللہ نے مہاجرینؓ کو انصار پر فضیلت دی۔ لَمْ يَجِدُوْا فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً میں کہا کہ (حاجت سے) حسد مراد ہے۔ مروی ہے عمرؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں مہاجرین اولین کے بارے میں کہ ان کے حق کو پہچانیں اور ان کے احترام کا تحفظ کریں اور اُن انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں جو اس دارالاسلام (مدینہ) میں متوطن اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرکے آنے سے پہلے سے ایمان پر قائم ہیں کہ ان کے اچھے لوگوں کی قدر کریں اور بُرے لوگوں سے درگزر کریں۔ مروی ہے سعدؓ بن ابی وقاص سے کہا کہ لوگ تین منزلوں پر تھے دو منزلیں گزر چکیں اور ایک منزل باقی رہ گئی تو جس منزل میں تم اب موجود ہو اس کی سب سے اچھی بات یہ ہے کہ تم (اس سے پیچھے نہ گرو بلکہ) اس پر قائم رہو کہ اب باقی رہ گئی ہے۔ پھر (اس اجمال کی تفصیل کے لئے) یہ آیت پڑھیں لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ پھر فرمایا کہ یہ تو مہاجرین ہیں اور یہ منزل گزر چکی پھر پڑھا وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ پھر کہا کہ یہ انصار ہیں اور ایک منزل یہ ہے اور یہ بھی گزر چکی پھر پڑھا وَالَّذِيْنَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ الخ تو وہ دو منزلیں گزر چکیں اور اب یہ ایک منزل باقی رہ گئی ہے تو یہ اچھی منزل جس پر تم اب ہو

ان تکونوا بهذه المنزلة — عن الضحاک "والذین
جاؤوا من بعدهم" الآية قال أمروا بالاستغفار
لهم وقد علم ما أحدثوا — عن عائشة قالت
أمروا أن يستغفروا لأصحاب النبي صلى
الله عليه وسلم فسبّوهم ثم قرأت هذه الآية
"والذین جاؤوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا
ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان" عن ابن عمر
أنه سمع رجلاً وهو يتناول بعض المهاجرين
فقرأ عليه "للفقراء المهاجرين" الآية ثم
قال هؤلاء المهاجرون أفمنهم أنت قال
لا ثم قرأ عليه "والذين تبوّؤا الدار و
الإيمان" الآية قال هؤلاء الأنصار أفمنهم
أنت قال لا ثم قرأ عليه "والذين جاؤوا من
بعدهم" الآية قال أفمن هؤلاء أنت قال أرجو
قال ليس من هؤلاء من سبّ هؤلاء
وفي رواية آخر عن ابن عمر أنه بلغه أن رجلاً
نال من عثمان فدعاه فأقعده بين يديه
فقرأ عليه "للفقراء المهاجرين" الآية قال
من هؤلاء أنت قال لا ثم قرأ "والذين
تبوّؤا الدار والإيمان" الآية ثم قال
من هؤلاء أنت قال لا ثم قرأ "والذين
جاؤوا من بعدهم" الآية قال من هؤلاء
أنت قال أرجو أن أكون منهم
قال لا والله لا يكون منهم من
يتناولهم وكان في قلبه الغل عليهم
عن نعيم بن محمد الرحبي قال كان في خطبة
أبي بكر الصديق واعلموا أنكم تغدون
وتروحون إلى أجل قد غيّب عنكم علمه فإن
استطعتم أن ينقضي الأجل وأنتم

اس درجہ تک تم رہو۔ مروی ہے ضحاکؒ سے والذین جاؤ من بعدہم الخ
کہا کہ لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کے لئے استغفار کریں اور جو کچھ
انھوں نے کیا وہ معلوم ہی ہے۔ مروی ہے عائشہؓ سے فرمایا کہ
لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے
استغفار کریں مگر انھوں نے ان کو گالیاں دینا شروع کر دیں پھر
یہ آیت پڑھی والذین جاؤ من بعدہم یقولون ربنا اغفرلنا و
لاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ انھوں
نے ایک شخص سے انصار کی عیب جوئی کی باتیں سنیں تو انھوں
نے اُس کے سامنے یہ آیت پڑھی للفقراء المہاجرین الخ پھر فرمایا
کہ یہ تو مہاجرین ہیں، کیا تو ان میں سے ہے؟ اُس نے کہا نہیں
پھر اُس کے سامنے یہ آیت پڑھی والذین تبوؤا الدار والایمان الخ
فرمایا کہ یہ انصار ہیں۔ کیا تو ان میں سے ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔
پھر اُس کے سامنے یہ آیت پڑھی والذین جاؤ من بعدہم آخر تک
اور پوچھا کیا ان میں سے ہے تو؟ اُس نے کہا امید کرتا ہوں۔ فرمایا نہیں
وہ ان میں سے نہیں جو ان کو گالیاں دے۔ اور ابن عمرؓ سے
ایک روایت بصورت دیگر مروی ہے۔ وہ یہ کہ ان کو یہ بات
پہنچی کہ ایک شخص عثمانؓ پر عیب لگاتا ہے تو انھوں نے اس کو
بلایا اور اپنے سامنے بٹھایا پھر اس کے سامنے آیت للفقراء المہاجرین
پڑھ کر کہا کہ کیا تو ان لوگوں میں سے ہے تو؟ اُس نے کہا نہیں پھر
آیت والذین تبوؤا الدار والایمان آخر تک پڑھ کر پوچھا کہ
کیا ان میں سے ہے تو؟ اُس نے کہا نہیں۔ پھر پڑھا والذین
جاؤ من بعدہم آخر تک پھر پوچھا کہ کیا ان میں سے ہے تو؟ اس نے
کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ ان میں سے ہوں۔ ابن عمرؓ نے کہا نہیں
واللہ ان میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہو سکتا جو ان کی عیب جوئی
کرتا ہو اور اُس کے قلب میں ان کی طرف سے کینہ ہو۔ مروی ہے
نعیم بن محمد رحبی سے کہ کہا ابوبکر صدیقؓ کے خطبہ میں یہ ارشاد
تھا کہ لوگو جان لو کہ تم صبح و شام میں داخل ہوتے ہو ایک
مدت معینہ کے اندر جس کا علم تم سے مخفی رکھا گیا ہے۔ اگر تم
میں استطاعت ہو کہ اس مدت کو گزار دو اس طرح کہ تم عمل

بما عذر به فافعلوا ولن تستطيعوا ذلك إلا بالله وإن أقوامًا جعلوا آجالهم لغيرهم فنهاكم الله أن تكونوا أمثالهم فقال ولا تكونوا كالذين نسوا الله فأنساهم أنفسهم أولئك هم الفاسقون۔ أين من تعرفون من إخوانكم قد انتهت عنهم أعمالهم ووردوا على ما قدموا أين الجبارون الأولون الذين بنوا المدائن وحصنوها بالحوائط وقد صاروا تحت الصخر والآكام هذا كتاب الله لا تفنى عجائبه ولا يطفأ نوره فاستضيئوا منه ليوم الظلمة واستنصحوا كتابه وتبيانه إن الله قد أثنى على قوم فقال كانوا يسارعون في الخيرات ويدعوننا رغبًا ورهبًا وكانوا لنا خاشعين۔ لا خير في قول لا يبتغى به وجه الله ولا خير في مال لا ينفق في سبيل الله ولا خير فيمن يغلب جهله حلمه ولا خير في رجل يخاف في الله لومة لائم۔

بچتے رہو تو ایسا کرو اور تم میں اس کی استطاعت ہرگز نہ ہوگی مگر اللہ کی توفیق سے اور بہت سی قومیں ہیں جنھوں نے اپنے مرنے کو (یاد کرنا) چھوڑ کر دوسروں کے اعمال اختیار کر لئے (اور تباہ ہو گئیں) تو اللہ نے تم کو روکا ہے اس سے کہ تم ان جیسے بنو اور فرمایا ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ (۵۹: ۱۹) اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے اللہ کے احکام (سے بے پرواہی کی) تو اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کی جان سے ان کو بے پرواہ بنا دیا یہی لوگ نافرمان ہیں۔ وہ تمہارے بھائی کہاں گئے جن کو تم پہچانتے تھے ان کے اعمال کا دفتر بند ہو چکا ہے۔ اور وہاں جو کچھ وہ پہلے بھیج چکے تھے اس پر پہنچ گئے۔ کہاں ہیں وہ دورِ گذشتہ کے سرکش لوگ جنھوں نے شہروں کی بنیادیں رکھیں اور ان کو قلعہ بند کیا دیواروں سے اور وہ خود پتھروں اور جھاڑیوں کے نیچے پہنچ گئے۔ یہ اللہ کی کتاب (موجود) ہے جس کے عجائب ختم نہ ہوں گے اور اس کا نور کبھی نہ بجھایا جا سکے گا۔ تاریکیوں میں اس سے روشنی حاصل کیا کرو اللہ کی کتاب اور اس کے بیان سے نصیحت حاصل کرو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی تعریف کی اور فرمایا کانوا یسارعون فی الخیرات (۲۱: ۹۰) یہ لوگ نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے۔ اس قول میں خیر نہیں جس سے اللہ کی رضا مطلوب نہ ہو اور اس مال میں خیر نہیں جو اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کیا جائے۔ اور اس شخص میں خیر نہیں جس کے حلم پر اس کا غضب غالب آجاتا ہے اور اس شخص میں خیر نہیں جو اللہ (کے حکم کی تعمیل) میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرے۔

(از سورۂ ممتحنہ)

عن علي قال بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم أنا والزبير والمقداد فقال انطلقوا حتى تأتوا روضة خاخ[1] فإن بها ظعينة معها كتاب

مروی ہے علیؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور زبیرؓ اور مقدادؓ کو بھیجا اور کہا کہ روانہ ہو جاؤ جب تم روضۂ خاخ پر پہنچو گے وہاں تم کو ایک عورت ملے گی اس کے ساتھ ایک خط ہے

[1] روضۂ خاخ ایک موضع ہے مدینہ سے بارہ کوس کے فاصلہ پر۔

فخذوه منها فانطلقنا تعادى بنا خيلنا حتى أتينا الروضة فإذا نحن بالظعينة فقلنا أخرجي الكتاب قالت ما معي من كتاب فقلنا لتخرجن الكتاب او لنلقين الثياب فأخرجته من عقاصها فأتينا به النبي صلى الله عليه وسلم فإذا فيه من حاطب ابن أبي بلتعة إلى أناس من المشركين بمكة يخبرهم ببعض أمر النبي صلى الله عليه وسلم فقال النبي صلى الله عليه وسلم ما هذا يا حاطب قال لا تعجل علي يا رسول الله إني كنت امرأ ملصقا في قريش ولم أكن من أنفسها وكان من معك من المهاجرين لهم قرابات يحمون بها أهليهم وأموالهم بمكة فأحببت إذ فاتني ذلك من النسب فيهم أن أتخذ فيهم يدا يحمون بها قرابتي وما فعلت كفرا ولا ارتدادا عن ديني فقال النبي صلى الله عليه وسلم صدق فقال عمر دعني يا رسول الله أضرب عنق هذا المنافق فقال إنه قد شهد بدرا وما يدريك لعل الله اطلع على أهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم وفيه أنزلت هذه السورة يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا عدوي وعدوكم أولياء تلقون إليهم بالمودة ۔ عن عمر بن الخطاب قال كتب حاطب بن أبي بلتعة إلى المشركين بكتاب إلى النبي صلى الله عليه وسلم

وہ اس سے لے کر میرے پاس لے آؤ۔ ہم روانہ ہوگئے۔ جب ہم روضہ پر پہنچے تو ہمارے سامنے وہ عورت موجود تھی۔ ہم نے اس سے کہا وہ خط نکال جو تو لے جا رہی ہے۔ اس نے کہا میرے پاس تو کوئی خط نہیں۔ ہم نے کہا تجھے ضرور خط نکالنا پڑے گا یا تجھے اپنے کپڑے اتارنے پڑیں گے تو اس نے اپنے بالوں کے جوڑے میں سے خط نکال کر دیا جس کو لے کر ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ دیکھتے ہیں کہ وہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے تھا مشرکین مکہ چند لوگوں کے نام جس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض خاص معاملات (یعنی مکہ پر حملہ کرنے کے ارادے) کی ان کو خبر دے رہے تھے۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا ہے اے حاطب۔ حاطبؓ نے کہا یا رسول اللہ میرے بارے میں رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کیجئے میں ایک ایسا شخص ہوں جو قریش میں مل گیا تھا اور میں ان کے خاندان میں سے نہیں تھا اور جتنے لوگ مہاجرین میں سے آپ کے ساتھ ہیں سب کی وہاں قرابتیں ہیں جن کے ذریعے سے ان کے اہل و اموال کا مکہ میں بچاؤ ہو رہا ہے تو میں نے یہ چاہا کہ اس بات میں کہ نسبی رشتے میرے اہل و عیال کے بچاؤ کی کوئی صورت مجھے میسر نہیں ہے میں ان پر اپنا ایک احسان رکھ دوں جس کی وجہ سے وہ لوگ میرے قرابت کی حفاظت کریں اور میں نے ایسا اس لئے نہیں کیا کہ مجھ میں کفر ہے یا میں اپنے دین سے پھر گیا ہوں تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاطبؓ نے سچ کہا ہے۔ عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن مار دوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بدر میں حاضر تھا اور تمہیں کیا خبر کیا عجب ہے اللہ تعالے نے اہل بدر کی طرف نظر پر مطلع ہوتے ہوئے فرمایا کہ تم جو چاہو کرو میں تمہاری مغفرت کر چکا ہوں اور اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الآیۃ (اے ایمان والو تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو) عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے فرمایا کہ حاطب ابن ابی بلتعہ نے مشرکین کو ایک خط لکھا تھا وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے

فقال یا حاطب ما دعاک الی ما صنعت قال یا رسول اللہ کان اہلی فیہم فخشیت ان یضروا علیہم فقلت اکتب کتابا لا یضر اللہ ولا رسولہ فقلت اضرب عنقہ یا رسول اللہ فقد کفر فقال وما یدریک یا ابن الخطاب ان یکون اللہ اطلع علی اہل ہذہ العصابۃ من اہل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم

عن ابن شہاب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعمل ابا سفیان ابن حرب علی بعض الیمن فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل فلقی ذا الخمار مرتدا فقاتلہ فکان اول من قاتل فی الردۃ وجاہد عن الدین قال ابن شہاب وہو ممن انزل اللہ فیہ عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منہم مودۃ

عن ابی ہریرۃ قال اول من قاتل اہل الردۃ علی اقامۃ دین اللہ ابو سفیان بن حرب وفیہ نزلت ہذہ الآیۃ عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منہم مودۃ

عن ابن عباس فی قولہ عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منہم مودۃ قال نزلت فی تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ام حبیبۃ

عن ابن عباس قال اسلم عمر بن الخطاب وتأخرت امرأتہ فی المشرکین فانزل اللہ ولا تمسکوا بعصم الکوافر

عن مقاتل قال نزلت ہذہ الآیۃ یوم الفتح

دیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے حاطب کس چیز نے تجھے اس کام پر آمادہ کیا؟ حاطب نے کہا یا رسول اللہ میرے متعلقین ان میں رہ گئے ہیں مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ ان پر تلوار چلا دیں تو میں نے خیال کیا کہ میں ان کو خط لکھ دوں جو اللہ اور اس کے رسول کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میں نے کہا میں اس کی گردن ماروں یا رسول اللہ یہ کافر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اے ابن الخطاب تجھے کیا خبر اللہ تعالیٰ نے اس گروہ اہل بدر کی خطایا پر مطلع ہوتے ہوئے یہ فرمایا کہ تم جو چاہو کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔ مروی ہے ابن شہاب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے ایک علاقہ پر ابو سفیان بن حرب کو عامل بنایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو ابو سفیان آئے (راہ میں) مقابلہ ہوا ذوالخمار سے جو مرتد ہو گیا تھا اس سے قتال کیا۔ تو ابو سفیان پہلے شخص تھے جس نے ردت کے سلسلے میں قتال کیا اور دین کی طرف سے جہاد کیا۔ ابن شہاب نے کہا اور وہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ الخ (۶۰:۷) اللہ تعالیٰ سے امید ہے (یعنی اس کا وعدہ ہے) کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری عداوت ہے دوستی کر دے۔

اور ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے قتال کیا اہل ردت سے اللہ کے دین کے قائم کرنے کے لئے وہ ابو سفیان بن حربؓ تھے اور اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی عسی اللہ ان یجعل الخ۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے عسی اللہ ان یجعل بینکم کے بارے میں کہ یہ آیت ام حبیبہؓ (ابو سفیان کی بیٹی) کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہونے کے بارے میں نازل ہوئی۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب اسلام لے آئے تھے اور ان کی بیوی ان سے پیچھے رہ گئی مشرکین میں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ (۶۰:۱۰) اور (اے مسلمانو) تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو۔

مروی ہے مقاتل سے کہ فتح کے دن آیت نازل ہوئی تھی

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ الخ (۶۰:۱۲) اے پیغمبر

فبايع رسول الله صلى الله عليه وسلم الرجال على الصفا وعمر يبايع النساء تحتها عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
وعن اسمٰعيل بن عبد الرحمن بن عطية عن جدته ام عطية قالت لما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة جمع نساء الانصار في بيت فارسل الينا عمر بن الخطاب فقام على الباب فسلم فقال انا رسول رسول الله صلى الله عليه وسلم اليكن يبايعكن على ان لا تشركن بالله شيئا ولا تسرقن ولا تزنين الآية فقلن نعم فمد يده من خارج البيت ومددنا ايدينا من داخل البيت قال اسمٰعيل فسألت جدتي عن قوله ولا يعصينك في معروف قالت نهانا عن النياحة
وعن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر عمر بن الخطاب فقال قل لهن ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يبايعكن على ان لا تشركن بالله شيئا وكانت هند متنكرة في النساء فقال عمر قل لهن ولا تسرقن قالت هند والله اني لاصيب من ابي سفيان الهنة فقال ولا تزنين فقالت وهل تزني الحرة فقال ولا تقتلن اولادكن قالت هند انت قتلتهم يوم بدر ولا يأتين ببهتان يفترينه بين ايديهن وارجلهن ولا يعصينك في معروف قال منعهن ان ينحن وكان اهل الجاهلية يمزقن الثياب

مسلمان عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے) آویں کہ آپ ان سے ان باتوں پر بیعت کریں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں سے بیعت لی کوہ صفا کے اوپر اور عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عورتوں سے بیعت لے رہے تھے کوہ صفا کے نیچے۔ اور مروی ہے اسمٰعیل بن عبد الرحمن بن عطیہ سے وہ روایت کرتے ہیں اپنی دادی ام عطیہؓ سے کہتی تھیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو انصار کی عورتوں کو ایک گھر میں جمع کیا اور ان کی طرف عمرؓ بن الخطاب کو بھیجا۔ وہ دروازہ پر کھڑے ہوئے پھر سلام کیا اور کہا کہ میں تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا آیا ہوں کیا تم اس پر بیعت کرو گی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گی اور نہ چوری کرو گی اور نہ زنا کرو گی (آیت میں جتنی باتیں ہیں سب کا اظہار کیا) ہم نے کہا ہاں تو انہوں نے گھر کے باہر سے ہاتھ بڑھایا اور ہم نے گھر کے اندر سے اپنے ہاتھ بڑھائے۔ اسمٰعیل نے کہا کہ میں نے اپنی دادی سے پوچھا کہ ولا یعصینک فی معروف سے کیا مراد ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم کو نوحہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ بن الخطاب کو ذکر میں عورتوں سے بیعت لینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بیعت لیتے ہیں اس پر کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ہند عورتوں میں چھپی بیٹھی تھی جب آپ عمرؓ سے کہا کہ ان سے یہ کہو کہ وہ چوری نہ کریں گی۔ ہند نے کہا کہ واللہ میں ابوسفیان کی معمولی چیزوں کو اٹھا لے جاتی تھی۔ پھر عمرؓ نے کہا اور زنا نہ کریں تو (ہند نے) کہا کیا آزاد عورتیں زنا کرتی ہیں۔ پھر عمرؓ نے کہا اور نہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو گی تو ہند بولی کہ ان کو تو تم بدر کے دن قتل کر چکے ہو۔ پھر کہا اور نہ بہتان کی (لڑکا) لاویں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (لڑکا شوہر سے ہی پیدا ہونے کا دعویٰ کر کے) بنالیویں اور شرعی باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی۔ راوی ابن عباسؓ نے کہا کہ ان کو نوحہ کرنے سے منع کیا ہے اور جاہلیت کے زمانہ کی عورتیں اپنے کپڑے پھاڑتی

دہند شکن او بود و یقطعن الشجور و یہدمون
البیل والجسور۔

قولہ تعالیٰ در سورۂ صف میفرماید
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ
كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ
مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ
نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَآمَنَتْ طَائِفَةٌ مِنْ
بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ
فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى عَدُوِّهِمْ
فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝ امر میکند مومنان را
که شوید یاری دہندگان خدا چنانکہ از اصحاب
عیسیٰ علیہ السلام بعمل آمد گفت عیسیٰ پسر مریم
حواریان را کیست یاری دہندہ من نزدیک باللہ
گفتند حواریان مائیم یاری دہندگان خدا پس
ایمان آورد طائفہ از بنی اسرائیل و کافر گشت
طائفہ پس قوت دادیم مسلمانان را بر دشمنان
ایشان پس گشتند غالب دریں سورہ رمزیست
آنکہ خدای تعالیٰ غلبہ دین حق بر جمیع ادیان
خواستہ است و این معنی تمام در زمان آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر نخواہد شد بلکہ بعد
آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم جہادات خواہد بود
و فتوح بسیار ظہور خواہد نمود چنانکہ بعد حضرت
عیسیٰ حواریین بکلمۂ دین غالب شدند بر اعدائی خویش
واللہ اعلم و عن قتادۃ فی قولہ تعالیٰ یا ایہا
الذین آمنوا کونوا انصار اللہ قال قد کان ذلک
بحمد اللہ جاءہ سبعون رجلا فبایعوہ عند العقبۃ
فنصروہ و آووہ حتی اظہر اللہ دینہ
ولم یسم حی من السماء قط باسم ولم یکن

اور شجروں کو قطع کیا کرتی تھیں اور پلوں کو کاٹ ڈالا کرتی تھیں
اور ہائے تباہی ہائے ہلاکت پکارا کرتی تھیں۔

از سورۂ صف:

حق تعالیٰ سورۂ صف میں فرماتے ہیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ الخ (۶۱:۱۴) اے ایمان والو تم اللہ کے دین کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے (ان) حواریین سے فرمایا کہ اللہ کے واسطے میرا کون مددگار ہوتا ہے وہ حواری بولے کہ ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں سو (اس کوشش کے بعد) بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ لوگ منکر رہے، سو ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی سو وہ غالب ہو گئے۔ مومنوں کو حکم دیتے ہیں کہ تم اللہ کے مددگار ہو جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کے عمل میں آیا۔ عیسیٰ ابن مریم نے حواریین سے کہا کہ اللہ کے لئے مجھے مدد دینے والا کون ہے تو حواریوں نے کہا کہ اللہ کے مدد دینے والے ہم ہیں۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت تو ایمان لے آئی اور ایک جماعت کافر ہو گئی تو ہم نے مسلمانوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلہ پر قوت دی تو وہ غالب ہو گئے۔ اس سورت میں اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ نے دین حق کو تمام دینوں پر غلبہ دینا چاہا ہے اور یہ بات پورے طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر نہیں ہوگی بلکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت جہاد ہوں گے اور بہت سی فتوحات کا ظہور ہوگا جیسا کہ حواری عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اس دین کے ساتھ اپنے دشمنوں پر غالب آ گئے۔ واللہ اعلم۔ اور قتادہ سے مروی ہے آیت یا ایہا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ کے بارے میں کہ الحمد للہ یہ واقع ہو چکا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ستر آدمی آئے اور انھوں نے عقبہ کے نزدیک آپ سے بیعت کی پھر آپ کو مدد بھی دیتے رہے اور آپ کو ٹھکانا بھی دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کر دیا اور آسمان سے کسی زندہ کی نشاندہی اس کا نام سے کہ نہیں کی گئی او یا کا نام

ل یہ روایت تعلیقاً ہے۔ بخاری میں معزول عن قتادہ ذکر کے ساتھ موجود ہے۔

بهم ذلك خيرهم وذكر لنا ان بعضهم
قال هل تدرون على ما تبايعون فانما
الرجل انكم تبايعونه على محاربة العرب
كلها وذكر لنا ان رجلا قال
يا نبي الله اشترط لربك ولنفسك
ما شئت قال اشترط لربي ان
تعبدوه ولا تشركوا به شيئا واشترط
لنفسي ان تمنعوني مما منعتم انفسكم
وابناءكم قالوا فاذا فعلنا ذلك
فما لنا يا نبي الله قال لكم النصر
في الدنيا والجنة في الآخرة
ففعلوا ففعل الله قال و[illegible]
كلهم من قريش ابوبكر وعمر وعلي
وحمزة وجعفر وابو عبيدة بن الجراح
وعثمان بن مظعون وعبد الرحمن بن عوف
وسعد بن ابي وقاص وعثمان بن
عفان وطلحة بن عبيد الله والزبير بن
العوام عن ابن عباس فايدنا الذين
آمنوا محمدا صلى الله عليه وسلم وامته
على عدوهم فاصبحوا اليوم ظاهرين
عن السائب بن يزيد قال كان
النداء الذي ذكر الله في القرآن
يوم الجمعة في زمن رسول الله
صلى الله عليه وسلم وابي بكر وعمر واول
خلافة عثمان ان ينادي المنادي
اذا جلس الامام على المنبر
فلما تباعدت المساكن وكثر الناس
احدث النداء الاول فلم يعب الناس
ذلك عليه وقد عابوا عليه حين

انصار کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اور ہم سے ذکر کیا گیا کہ بیعت کرنے والوں
میں سے بعض نے یہ کہا تھا کہ تم سمجھ بھی رہے ہو کہ کس بات پر اس
شخص سے بیعت کر رہے ہو؟ تم بیعت کر رہے ہو پورے عرب سے جنگ
کرنے پر اور چاہیے کہ تم اطاعت کرو۔ اور ہم سے ذکر کیا گیا کہ ایک
شخص نے کہا اے نبی اللہ آپ ہم کو شرط قرار دیجئے اپنے رب کے لئے
اور اپنی ذات کے لئے جو آپ چاہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے رب کے لئے
یہ شرط قرار دیتا ہوں کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ
کسی کو شریک نہ کرو اور اپنی ذات کے لئے یہ شرط قرار دیتا ہوں کہ
جس طرح تم اپنی جانوں کا اور اپنی اولاد کا بچاؤ کرتے ہو میرا بھی کرو
انھوں نے کہا کہ جب ہم ایسا کریں گے تو اے نبی اللہ ہمارے لئے کیا چیز
ہوگی آپ نے فرمایا کہ تمہارے لئے دنیا میں (خدا کی) مدد ہوگی اور آخرت
میں جنت۔ تو انھوں نے (عہد کو) پورا کر دیا اور اللہ نے (بھی)
پورا کر دیا۔ (قتادہ نے) کہا اور بتایا گیا کہ ہماری جماعت قریش میں سے
تھے ابوبکرؓ اور عمرؓ اور علیؓ اور حمزہؓ اور جعفرؓ اور ابو عبیدہؓ بن الجراح
اور عثمانؓ بن مظعون اور عبدالرحمنؓ بن عوف اور سعدؓ بن ابی وقاص
اور عثمانؓ بن عفان اور طلحہؓ بن عبید اللہ اور زبیرؓ بن العوام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ مروی ہے ابن عباسؓ سے نہیں مدد
کی ہم نے ان لوگوں کی جو ایمان لائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اور
ان کی امت کی ان کے دشمنوں پر تو وہ ہو گئے آج غالب۔

از سورۂ جمعہ

سائب بن یزید سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن جس نداء کا قرآن
میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے اِذَا نُودِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِن یَّومِ الجُمُعَۃِ
وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے اور
ابتدائی سال خلافت عثمانؓ کے زمانہ میں یہ تھی کہ منادی (یعنی
مؤذن) اس وقت ندا کرتا (یعنے اذان دیتا) تھا جب امام منبر
پر بیٹھ جاتا تھا پھر جب مکانات دور دور بن گئے اور آبادی
پھیل گئی تو عثمانؓ نے پہلی اذان کا اضافہ کیا اور لوگوں نے عثمانؓ
کے اس فعل پر اعتراض نہیں کیا حالانکہ انھوں نے اس وقت
اعتراض کیا تھا جب منیٰ میں عثمانؓ نے

عن جابر بن عبد الله قال كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في غزاة قال سفيان يرون أنها غزوة بني المصطلق فكسع رجل من المهاجرين رجلاً من الانصار فقال المهاجري يا للمهاجرين وقال الانصاري يا للانصار فسمع ذلك النبي صلى الله عليه وسلم فقال ما بال دعوى الجاهلية قالوا رجل من المهاجرين كسع رجلاً من الانصار فقال النبي صلى الله عليه وسلم دعوها فانها منتنة فسمع ذلك عبدالله بن ابي فقال او قد فعلوها والله لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الاعز منها الاذل فبلغ النبي صلى الله عليه وسلم فقام عمر فقال يا رسول الله دعني اضرب عنق هذا المنافق فقال النبي صلى الله عليه وسلم دعه لا يتحدث الناس ان محمداً يقتل اصحابه زاد الترمذي فقال له ابنه عبدالله لا تنقلب حتى تقر انك الذليل ورسول الله العزيز ففعل

جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم دل سے گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک اللہ کے رسول ہیں اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں (اس میں تو ان کے قول کی تکذیب نہیں کی جاتی) اور باوجود اس کے اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین (اس کہنے میں) جھوٹے ہیں۔ (آخر رکوع ٢ تک) میں فرمایا (اور) یہ (لوگ) کہتے ہیں کہ اگر ہم اب مدینہ میں لوٹ کر جاویں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔

مروی ہے جابر بن عبداللہ سے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے سفیان نے کہا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ غزوہ بنی المصطلق تھا۔ تو مہاجرین میں کے ایک شخص نے انصار میں کے ایک شخص کے لات مار دیا تو پس مہاجر نے (مدد کے لئے) مہاجرین کو پکارا کہ یا للمہاجرین اور انصاری نے (اپنی حمایت کے لئے انصار کو پکارا اور) کہا یا للانصار اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا تو فرمایا کیا بات ہے یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے؟ لوگوں نے کہا مہاجرین میں کے ایک شخص نے انصار میں کے ایک شخص کے لات ماری یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس (عادت) کو چھوڑ دو یہ گندی بات ہے۔ یہ بات سنی عبداللہ بن ابی نے تو اس نے کہا جب کہ انھوں نے ایسا کیا واللہ جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو جو لوگ زیادہ عزت والے ہیں وہ زیادہ ذلیل لوگوں کو ضرور نکال دیں گے اس بات کی اطلاع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو عمر کھڑے ہوگئے اور کہا کہ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوڑ دو اس کو تا لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرنے لگا ہے۔ ترمذی نے اس پر یہ اضافہ کیا کہ اس کے بیٹے عبداللہ نے اس سے کہا کہ مت لوٹ جب تک تو اس کا اقرار نہ کرلے کہ تو ذلیل ہے اور رسول اللہ عزیز ہیں تو اس نے اقرار کیا۔

از سورۂ طلاق

عن ابن عمر انه طلق امرأته وهي حائض على عهد النبي صلى الله عليه وسلم فانطلق عمر

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو جب کہ وہ حائض تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں طلاق دیدی۔ تو عمرؓ نے

فذكر ذلك له فقال مره فليراجعها ثم يمسكها حتى تطهر ثم يطلقها ان بدا له فانزل الله عند ذلك يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ فِيْ قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ قال ابو الزبير هكذا سمعت ابن عمر يقرأ، و في رواية عن ابن عمر انه طلق امرأته وهي حائض فذكر ذلك عمر لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال مره فليراجعها ثم ليمسكها ثم تحيض ثم تطهر ثم ان بدا له ان يطلقها فليطلقها طاهرًا قبل ان يمسها فتلك العدة التي امر الله ان تطلق لها النساء. وقرأ النبي صلى الله عليه وسلم يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ فِيْ قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ. عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده قال اجتمع ابو بكر و عمر و ابو عبيدة بن الجراح رضي الله عنهم فتماروا في شيء فقال لهم علي: انطلقوا بنا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما وقفوا عليه قالوا يا رسول الله جئنا نسألك عن شيء فقال ان شئتم فاسألوا وان شئتم خبرتكم بما جئتم له فقال لهم جئتم تسألوني عن الرزق من اين يأتي وكيف يأتي، ابى الله ان يرزق عبده المؤمن الا من حيث لا يعلم. عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو انكم توكلون على الله

جا کر آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو حکم دو کہ رجوع کرے پھر اس کو روکے یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے پھر اگر اس کی مرضی ہو تو طلاق دیدے تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں نازل کی یٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ (الطلاق رکوع ۱) (ترجمہ: اے پیغمبر آپ لوگوں سے کہدیجئے کہ جب تم لوگ اپنی عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کو (زمانہ) عدت (یعنی حیض) سے پہلے (یعنی طہر میں) طلاق دو)۔ اور ایک روایت میں ابن عمرؓ سے اس طرح مروی ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق دی جب کہ وہ حائضہ تھی اس کا ذکر عمرؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا تو فرمایا چاہیے کہ اس سے مراجعت کرے پھر اس کو روکے پھر وہ حائضہ ہو اور پھر پاک ہو (یعنے طہر کا زمانہ آجائے) پھر اگر اس کی مرضی ہو کہ اس کو طلاق دے تو طلاق دیدے طاہر ہونے کی حالت میں اس کو چھونے سے قبل۔ تو یہ ہے وہ عدت جس کا اللہ نے حکم دیا ہے کہ اس میں عورتوں کو طلاق دی جائے اور پڑھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ فِيْ قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ (یہ لعدتہن کی تفسیر ہے۔ ترجمہ وہی ہے جو بالا ای کے ساتھ ہے)۔ مروی ہے جعفر بن محمد سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے وہ دادا سے کہ جمع ہوئے ابو بکرؓ و عمرؓ و ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم وہ آپس میں ایک بات پر بحث کرنے لگے تو ان سے علیؓ نے کہا کہ ہم سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں تو جب یہ سب آپ کے سامنے پہنچے تو انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم آپ سے ایک بات پوچھنے کے لئے آئے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو سوال کر لو اور اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتادوں کہ تم کس واسطے آئے ہو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے رزق کے بارے میں پوچھنے کے لئے آئے ہو کہ کہاں سے آتا ہے اور کیونکر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ اپنے بندۂ مومن کو رزق دیں مگر اس طرح سے کہ اس کو علم نہ ہو (وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ)۔ مروی ہے عمرؓ بن الخطاب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر تم لوگ توکل کرو اللہ پر جو اس پر

حق ذکره لرزقكم كما يرزق الطير
تغدو خماصا وتروح بطانا وعن
قتادة قال كان عمر يقول اذا وضعت
ذا بطنها وهو موضوع على سريره
من قبل ان يقبر حلت وعن سعيد
ابن المسيب قال قضى عمر فى المرأة
يطلقها زوجها تطليقة ثم تحيض حيضة
او حيضتين ثم ترفعها حيضتها لا يدرى
الذى رفعها انها تربص بنفسها
تسعة اشهر فان
استبان حمل فهى حامل وان
مرت تسعة اشهر ولا حمل بها
اعتدت ثلاثة اشهر بعد ذلك ثم
حلت وعن سعيد بن المسيب ان عمر
استشار على بن ابى طالب وزيد بن ثابت
قال زيد رأيت ان لا تنكحا قال
على نازعوا الاجلين قال عمر وقضت
ذا بطنها وزوجها على نعشه لم يدخل
حفرته لكانت قد حلت وعن ابى سنان
قال سأل عمر بن الخطاب عن ابى عبيدة
فقيل انه يلبس الغليظ من الثياب
ويأكل اخشن الطعام فبعث اليه
بالف دينار وقال للرسول انظر
ما يصنع بها اذا هو اخذها فما
لبث ان لبس ألين الثياب
واكل اطيب الطعام فجاء الرسول
فاخبره فقال رحمه الله تأول هذه الآية
لينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه
فلينفق مما آتاه الله وعن ابن عباس قال

ذکر کا حق ہے تو تم کو اس طرح رزق دے جس طرح پرندوں کو دیتا
ہے کہ وہ صبح کے وقت بھوکے ہوتے ہیں اور شام کے وقت آتے
پیٹ بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور مروی ہے قتادہؓ سے کہا کہ عمرؓ کہتے
تھے کہ اگر وضع حمل ایسے وقت ہو جائے کہ ابھی اس کے شوہر کی نعش
تخت یا چارپائی پر ہو اور قبر میں بھی نہ رکھا گیا ہو تو وہ عورت
حلال ہو جائے گی (یعنی عدت کی پابندی باقی نہ رہے گی)۔ مروی
ہے سعید بن المسیبؓ سے کہا کہ اس عورت کے حق میں جس کے شوہر نے
اس کو ایک طلاق دی پھر اس کو ایک یا دو حیض آئے پھر اس کو
حیض آنا بند ہو گیا اور یہ نہیں سمجھا جا سکا کہ حیض بند ہونے کا
کیا سبب ہے عمرؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ طلاق سے نو مہینے تک اپنے نفس
کو روکے (یعنی عدت میں رہے) پھر اگر حمل ظاہر ہو جائے تو حاملہ ہے
(وضع حمل پر عدت پوری ہوگی) اور اگر نو مہینے گزر گئے اور حمل ظاہر
نہ ہوا تو وہ اس کے بعد تین ماہ عدت گزارے پھر حلال ہو جائے گی۔ اور
روایت ہے سعید بن المسیبؓ سے کہ عمرؓ نے علیؓ بن ابی طالب اور زیدؓ
بن ثابت سے مشورہ کیا۔ زیدؓ نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ وہ حلال
ہو گئی ہے۔ علیؓ نے کہا کہ عدت دونوں مدتوں کے آخر تک ہے۔
عمرؓ نے کہا اگر وضع حمل ہو جائے اور شوہر کی نعش رکھی ہوئی ہو
اور قبر میں دفن بھی نہ کی گئی ہو تو وہ حلال ہو جائے گی۔ ابو سنان
سے مروی ہے کہ عمرؓ نے ابو عبیدہؓ کا حال لوگوں سے پوچھا تو ان کو
کہا گیا کہ وہ موٹے کپڑے پہنتے ہیں اور سخت کھانا کھاتے ہیں تو ان
کے پاس انھوں نے ایک ہزار دینار بھیجے اور ایلچی سے کہا کہ
اس پر نظر رکھو کہ وہ ان کو لے کر کیا کرتے ہیں تو انھوں نے زیادہ
دیر نہیں لگائی کہ ملائم کپڑے پہن لئے اور اچھا کھانا شروع کر دیا۔
جب قاصد واپس آیا تو اس نے حالات بیان کئے۔ تو آپؓ نے فرمایا
اللہ اس پر رحم کرے انھوں نے اس آیت سے اخذ کیا اور اس کی
پیروی کی لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ (۶۵:۷) وسعت والے کو اپنی وسعت
کے موافق خرچ کرنا چاہئے اور جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہئے
کہ اللہ نے جتنا اسے دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔

از سورۂ تحریم | مروی ہے ابن عباسؓ سے بیان کیا کہ میں نے

قلت لعمر بن الخطاب من اللتان تظاهرتا قال عائشة وحفصة وكان
بدء الحديث في شأن مارية أم ابراهيم القبطية اصابها النبي صلى الله عليه وسلم
في بيت حفصة في يومها فوجدت حفصة فقالت يا نبي الله لقد جئت الي شيئا
ما جئته الى احد من ازواجك في يومي وفي دوري وعلى فراشي قال
الا ترضين ان احرمها فلا اقربها قالت بلى فحرمها وقال لا تذكري
ذلك لاحد فذكرته لعائشة فانزل الله يا ايها النبي لم تحرم ما احل
الله لك الآيات كلها فبلغنا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كفر عن يمينه و
اصاب جاريته. عن ابن عباس في قوله واذ اسر النبي الى بعض ازواجه
حديثا قال دخلت حفصة على النبي صلى الله عليه وسلم فقال لها لا تخبري
عائشة حتى ابشرك ببشارة فان اباك يلي الامر بعد ابي بكر اذا انا مت
فذهبت حفصة فاخبرت عائشة وعن عائشة في قوله واذ اسر النبي الى
بعض ازواجه حديثا قال اسر اليها ان ابا بكر خليفتي من بعدي وعن علي
وابن عباس قالا والله ان امارة ابي بكر وعمر لفي الكتاب واذ اسر
النبي الى بعض ازواجه حديثا قال لحفصة ابوك وابو عائشة واليا الناس بعدي
فاياك ان تخبري احدا وعن ميمون بن

عمر بن الخطاب سے پوچھا کہ وہ دو عورتیں کون کونسی تھیں جو آپس میں
مل گئی تھیں تو انھوں نے کہا کہ عائشہؓ اور حفصہؓ اور یہ بات پیش
آئی تھی ماریہ قبطیہ ام ابراہیم کے سلسلہ میں کہ جس سے مقاربت کی تھی
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حفصہؓ کے گھر میں ان کے دن میں تو
اس پر حفصہؓ کو رنج ہوا اور انھوں نے کہا یا نبی اللہ آج آپ نے
میرے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے جو ازواج میں سے آپ نے کسی کے ساتھ
نہیں کیا میرے دن میں میرے گھر میں اور میرے فرش پر آپ نے فرمایا
کیا تو اس سے راضی نہ ہوگی کہ میں اس کو اپنے اوپر حرام کر لوں اور
کبھی اس سے مقاربت نہ کروں۔ حفصہؓ نے کہا ہاں تو آپ نے اس کو
حرام کر لیا اور ان سے کہا کہ اس بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا مگر انھوں
نے عائشہؓ سے ذکر کر دیا تو اللہ تعالے نے نازل کیا یا ایہا النبی
لم تحرم ما احل اللہ لک۔ تمام آیتیں (۱۔۶۶) اے
نبی جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا آپ (قسم کھا کر)
اس کو اپنے اوپر کیوں حرام فرماتے ہیں۔ پھر ہم کو یہ خبر پہنچی کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور
اپنی ماریہ کے پاس گئے۔ مروی ہے ابن عباسؓ سے آیت اذ اسر
النبی الخ کے بارے میں (۳۔۶۶) اور جب کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ
وسلم) نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات چپکے سے فرمائی الخ) کہ
حفصہؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے ان سے کہا
کہ عائشہؓ کو خبر نہ کرنا میں تجھے ایک بشارت سناتا ہوں تیرا باپ
خلیفہ ہوگا بعد ابو بکرؓ کے جب کہ میرا انتقال ہو چکے گا۔ تو حفصہؓ نے
جاکر عائشہؓ کو خبر کر دی۔ اور مروی ہے عائشہؓ سے در بارہ آیت
واذ اسر النبی الخ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
راز کے طور پر ان سے یہ فرمایا کہ میرے بعد میرا خلیفہ ابو بکرؓ ہوگا
اور مروی ہے علیؓ سے اور ابن عباسؓ سے دونوں نے کہا واللہ
ابو بکرؓ اور عمرؓ کی امارت کا ذکر قرآن میں موجود ہے واذ
اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا (وہ بات یہ تھی کہ) آپ نے
حفصہؓ سے فرمایا تھا کہ میرے بعد تیرا باپ اور عائشہؓ کا باپ دونوں
امیر ہونگے لوگوں پر خبردار کسی کو اس کی خبر نہ کرنا۔ اور میمون بن

مہران فی قولہ واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا قال اسر الیہا ان ابابکر خلیفتی من بعدی وعن حبیب بن ابی ثابت واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا قال اخبر عائشۃ ان اباہا الخلیفۃ من بعدہ وان اباحفصۃ الخلیفۃ من بعد ابیہا وعن الضحاک فی قولہ واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا قال اسر الی حفصۃ بنت عمر ان الخلیفۃ من بعدہ ابوبکر ومن بعد ابی بکر عمر وعن مجاہد فی قولہ عرف بعضہ واعرض عن بعض قال الذی عرف امر ماریۃ والذی اعرض قولہ ان اباک وابا بکر یلیان الناس بعدی مخافۃ ان یفشوا اخرج مسلم عن عبد اللہ بن عباس قال حدثنی عمر بن الخطاب قال لما اعتزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نساءہ دخلت المسجد فاذا الناس ینکتون بالحصی ویقولون طلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نساءہ وذلک قبل ان یؤمر بالحجاب فقلت لاعلمن ذلک الیوم فدخلت علی عائشۃ فقلت یا بنت ابی بکر قد بلغ من شانک ان تؤذی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت مالی ولک یا ابن الخطاب فدخلت علی حفصۃ فقلت لہا یا حفصۃ قد بلغ من شانک ان تؤذی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لقد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحبک ولولا انا لطلقک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبکت اشد البکاء فقلت لہا

مہران سے مروی ہے آیت واذ اسر النبی الخ کے بارے میں انہوں نے کہا کہ وہ خفیہ بات آپ نے اُن سے یہ کہی تھی کہ میرے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوگا۔ اور حبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے آیت واذ اسر النبی الخ کے بارے میں اُنھوں نے کہا کہ آپؐ نے خبر دی عائشہؓ کو کہ ان کا باپ خلیفہ ہوگا آپؐ کے بعد اور یہ کہ ابو حفصہؓ (یعنی عمرؓ) خلیفہ ہوگا ان کے باپ کے بعد۔ اور مروی ہے ضحاک سے آیت واذ اسر النبی الخ کے بارے میں کہ آپؐ نے چپکے سے حفصہؓ بنت عمرؓ سے یہ فرمایا تھا کہ آپؐ کے بعد خلیفہ ابوبکرؓ ہوگا اور بعد ابوبکرؓ کے عمرؓ ہوگا۔ اور مجاہدؒ سے مروی ہے عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ کے بارے میں (۶۶: ۳) (تو پیغمبر نے اس قدر ظاہر کر دیا بی بی کو، تھوڑی سی بات تو جتلادی اور تھوڑی سی بات کو ٹال گئے) کہ آپؐ نے ماریہ والا معاملہ تو جتلا دیا اور اس بات کو کہ تیرا باپ اور اس کا باپ میرے بعد لوگوں پر امیر بننے والے ہیں اس اندیشہ سے کہ یہ مشہور نہ ہو جائے آپؐ نے اعراض کیا۔ اخراج کیا مسلم نے روایت ہے ابن عباسؓ سے انھوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عمر بن الخطابؓ نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنارہ کشی کی تھی اپنی بیبیوں سے تو میں مسجد میں داخل ہوا دیکھتا ہوں کہ لوگ کنکریاں کرید رہے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کو طلاق دیدی اور یہ بات پردے کا حکم آنے سے پہلے کی ہے تو میں نے خیال کیا کہ مجھ کو اس بات کی ضرور تحقیق کرنی چاہیے۔ تو میں عائشہؓ کے پاس گیا اور میں نے کہا اے ابوبکرؓ کی بیٹی مجھے تیرے بارے میں یہ معلوم ہوا ہے کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتی ہے تو عائشہؓ نے مجھے جواب دیا کہ اے ابن الخطاب تجھے مجھ سے بازپرس کا کیا حق ہے۔ پھر میں حفصہؓ کے پاس پہنچا اور میں نے اس سے کہا کہ کیا اب تیری شان اس درجہ پر پہنچ گئی کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائے واللہ تو جانتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے محبت نہیں رکھتے اگر میں نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے طلاق دیدیتے تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ

این رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت هو ذا فی خزانته فی المشربة فدخلت فاذا انا برباح غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاعدا علی اُسْکُفَّةِ المشربة مدل رجلیه علی نقیر من خشب وهو جذع یرقی علیه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وینحدر فنادیت یا رباح استأذن لی عندک علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنظر رباح الی الغرفة ثم نظر الیّ فلم یقل شیئا فقلت انی اظن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظن انی جئت من اجل حفصة واللہ لئن امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بضرب عنقها لاضربن عنقها ورفعت صوتی فاومأ الیّ بیده ان اصعد فدخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو مضطجع علی حصیر فجلست فاذا علیه ازاره ولیس علیه غیره واذا الحصیر قد اثر فی جنبه ونظرت فی خزانة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا انا بقبضة من شعیر نحو الصاع ومثلها من قرظ فی ناحیة الغرفة واذا افیق معلق فابتدرت عینای فقال ما یبکیک یا ابن الخطاب قلت یا نبی اللہ ومالی لا ابکی وهذا الحصیر قد اثر فی جنبک وهذه خزانتک لا اری فیها الا ما اری وذاک کسری وقیصر فی الثمار والانهار وانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفوته وهذه خزانتک قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ اُس نے کہا کہ بالاخانہ میں ہیں کہ وہ ان کا گودام ہے جب میں اندر گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام رباح کو دیکھا جو آستانہ پر موجود تھا بالاخانہ کی کھڑکی کی سیڑھی کے نیچے کے درجہ پر پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھا تھا یہ اور وہ سیڑھی کھجور کی لکڑی کی تھی جس میں قدم رکھنے کی جگہیں کھود کر بنائی ہوئی تھیں اسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چڑھا اترا کرتے تھے۔ میں نے رباح کو پکار کر کہا کہ اے رباح جاؤ میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر آؤ تو رباح نے بالاخانہ کی طرف نظر ڈالی پھر مجھے دیکھا مگر بولا کچھ نہیں۔ میں نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گمان کیا ہے کہ میں حفصہؓ کی وجہ سے آیا ہوں۔ خدا کی قسم اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں اُس کی گردن مارنے کا تو میں ضرور اُس کی گردن مار دوں گا۔ میں نے یہ گفتگو اونچی آواز سے کی تھی تو رباح نے مجھے اپنے ہاتھ سے اوپر چڑھ جانے کا اشارہ کیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ آپ ایک بوریئے پر لیٹے ہوئے تھے میں بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم پر صرف لنگی تھی اور کچھ نہ تھا اور بوریئے نے آپ کے پہلو پر نشانات ڈال دیئے تھے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانہ (گودام) پر نظر ڈالی تو ایک دو مٹھی جو تھے جو ایک صاع کے قریب ہوں گے اور اتنے ہی قرظ کے پتے ایک گوشہ میں پڑے ہوئے تھے (جو کچے چمڑے کی دباغت کے کام میں لائے جاتے تھے) اور ایک جانب نظر پڑی تو کچا چمڑا لٹکا ہوا تھا جس پر دباغت نہیں کی گئی تھی۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانے کی یہ اشیاء دیکھیں) تو میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ کیوں رو رہے ہو اے ابن الخطابؓ؟ میں نے کہا: اے نبی اللہ! رو کیسے نہ سکے۔ یہ بوریہ ہے جس نے آپ کے پہلو میں نشان ڈال دیئے ہیں اور یہ آپ کا خزانہ ہے جس میں کچھ بھی نہیں دیکھ رہا ہوں بجز ان کے جو سامنے ہیں اور وہ (دوسری جانب) کسریٰ و قیصر ہیں جن کے پاس ثمار و انہار (میوہ جات کے باغ ہیں اور نہریں) بہہ رہی ہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اُس کے برگزیدہ ہیں اور یہ آپ کا خزانہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

يا ابن الخطاب ألا ترضى أن تكون لنا الآخرة ولهم الدنيا قلت بلى ودخلت عليه حين دخلت وأنا أرى في وجهه الغضب فقلت يا رسول الله ما يشق عليك من شأن النساء فإن كنت طلقتهن فإن الله معك وملائكته وجبريل وميكائيل وأنا وأبو بكر والمؤمنون معك وقلما تكلمت وأحمد الله بكلام إلا رجوت أن يكون الله يصدق قولي الذي أقول ونزلت هذه الآية وإن تظاهرا عليه فإن الله هو مولاه وجبريل وصالح المؤمنين والملائكة بعد ذلك ظهير عسى ربه إن طلقكن أن يبدله أزواجا خيرا منكن وكانت عائشة بنت أبي بكر وحفصة تظاهران على سائر نساء النبي صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله أطلقتهن قال لا قلت يا رسول الله إني دخلت المسجد والمسلمون ينكتون بالحصى يقولون طلق رسول الله صلى الله عليه وسلم نساءه أفأنزل فأخبرهم أنك لم تطلقهن قال نعم إن شئت فلم أزل أحدثه حتى تحسر الغضب عن وجهه وحتى كشر فضحك وكان من أحسن الناس ثغرا ثم نزل رسول الله صلى الله عليه وسلم ونزلت أتشبث بالجذع ونزل رسول الله صلى الله عليه وسلم كأنما يمشي على الأرض ما يمسه بيده فقلت يا رسول الله إنما كنت في الغرفة تسعا وعشرين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اے ابن الخطاب کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ ہمارے لئے آخرت ہو اور ان کے لئے دنیا ہو! میں نے کہا بیشک میں اس پر راضی ہوں۔ اور جب میں آپ کے پاس پہنچا ہوں تو آپ کے چہرے پر غصہ دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو بیبیوں کے خصائل سے کیسی تکلیف پہنچ رہی ہے تو اگر آپ ان کو طلاق دیدیں تو اللہ آپ کے ساتھ ہے اور اس کے فرشتے اور جبریل و میکائیل اور میں اور ابو بکرؓ اور تمام مسلمان آپ کے ساتھ ہیں اور مجھے جو بات جب کہی پر امید تھی کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق کرے گا اور میں اس کا شکر کرتا ہوں۔ اور یہ آیت نازل ہوئی وَإِن تَظَاهَرَا عَلَيْهِ الخ (۶۶: ۴-۵) اور اگر (ای طرح) پیغمبر کے مقابلہ میں وہ دونوں کارروائیاں کرتی رہیں تو (یاد رکھو کہ) پیغمبر کا رفیق اللہ ہے اور جبریل ہے اور نیک مسلمان ہیں اور (ان کے علاوہ) فرشتے (آپ کے) مددگار ہیں۔ اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دیدیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے ان کو تم سے اچھی بیبیاں دیدیگا۔ اور عائشہؓ بنت ابی بکرؓ اور حفصہؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دوسری سب عورتوں سے زیادہ پیش پیش تھیں۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ نے ان کو طلاق دیدی ہے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو مسلمان کنکریاں کریدتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دیدی ہے کیا میں نیچے جا کر ان لوگوں کو خبر دیدوں کہ آپ نے ان کو طلاق نہیں دی۔ فرمایا کہ ہاں اگر تم چاہو۔ پھر میں آپ سے برابر باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ غصہ کے آثار آپ کے چہرے پر سے ہٹ گئے اور یہاں تک کہ آپ ہنسے اور آپ کے دندان مبارک کھل گئے۔ اور آپ کے دندان مبارک سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اترے اور میں بھی لکڑی کا سہارا لیتے ہوئے نیچے اترا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم تو اس طرح اترے جیسے زمین پر چل رہے تھے کوئی لکڑی آپ ہاتھ سے بھی نہیں لگاتے تھے۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ آپ بالا خانے میں انتیس دن رہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان الشهر تسع وعشرون فذكرت ذلك لعمر بن الخطاب فقام على باب المسجد فنادى بأعلى صوتي لم يطلق رسول الله صلى الله عليه وسلم نساءه قال ونزلت هذه الآية وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ فكنت انا استنبطت ذلك الامر وانزل الله آية التخيير عن ابن عباس قال كان أُبي يقرؤها وصالح المؤمنين ابوبكر وعمر وعن عبدالله بن بريدة عن ابيه في قوله وصالح المؤمنين قال ابوبكر وعمر وعن عكرمة وميمون بن مهران مثله وعن الحسن البصري في قوله وصالح المؤمنين قال عمر بن الخطاب وعن مقاتل بن سليمان في قوله وصالح المؤمنين قال ابوبكر وعمر وعلي وعن ابن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم في قول الله وصالح المؤمنين قال صالح المؤمنين ابوبكر وعمر وعن ابن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم من صالح المؤمنين ابوبكر وعمر وعن ابن عمر وابن عباس في قوله وصالح المؤمنين نزلت في ابي بكر وعمر وعن سعيد بن جبير في قوله وصالح المؤمنين قال نزلت في عمر بن الخطاب خاصة وعن ابي امامة عن النبي صلى الله عليه وسلم في قوله وصالح المؤمنين قال ابوبكر وعمر وعن النعمان بن بشير ان عمر بن الخطاب سئل عن التوبة النصوح قال ان يتوب الرجل من العمل السيء ثم لا يعود اليه ابدا

مہینہ بھی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ اس کے بعد میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کو طلاق نہیں دی۔ کہا اور یہ آیت نازل ہوئی وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ (۴: ۸۳) اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اس کو رسول کے اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے حوالہ پر رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے ہیں جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں۔ تو اس واقعہ میں بھی تحقیق کرنے والا میں ہی بنا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر نازل فرمائی۔ (یعنی يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ (۳۳: ۲۸)۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہا کہ اُبیؓ پڑھا کرتے تھے وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ابوبکرؓ وعمرؓ۔ اور مروی ہے عبداللہ ابن بریدہ سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے کہ صالح المؤمنین (کی تفسیر) میں اُنھوں نے کہا ابوبکرؓ وعمرؓ۔ مروی ہے عکرمہ اور میمون بن مہران سے اسی طرح۔ اور مروی ہے حسن بصریؒ سے کہ وصالح المؤمنین سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب مراد ہیں۔ اور مروی ہے مقاتل بن سلیمان سے کہ وصالح المؤمنین ابوبکرؓ وعمرؓ اور علیؓ کے بارے میں ہے۔ اور ابن مسعود نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ صالح المؤمنین سے ابوبکرؓ وعمرؓ مراد ہیں۔ اور مروی ہے ابن عمرؓ اور ابن عباس سے کہ وصالح المؤمنین کے متعلق دونوں نے کہا کہ نازل ہوئی ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں۔ اور سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ صالح المؤمنین کے بارے میں کہا کہ نازل ہوئی عمرؓ ابن الخطاب کے بارے میں خاص طور پر۔ اور ابو امامہؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ وصالح المؤمنین کے متعلق فرمایا ابوبکرؓ اور عمرؓ۔ اور مروی ہے نعمان بن بشیر سے کہ عمرؓ بن الخطاب سے توبۂ نصوح کے بارے میں سوال کیا گیا (جو اس آیت میں مذکور ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا (۶۶: ۸) اے ایمان والو تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو) تو فرمایا کہ کوئی شخص بُرے کام سے توبہ کرے پھر اس کی طرف کبھی نہ لوٹے

عن مجاهد قال لما قدم النبي صلى الله عليه وسلم بالأسارى من بدر أشفق سبعة من المهاجرين على أسارى مشركي بدر منهم أبو بكر وعمر وعلي وعبد الرحمن وسعد وأبو عبيدة بن الجراح فقالت الانصار قتلناهم في الله وفي رسوله وتؤمنونهم بالفدية فانزل الله فيهم تسعة عشر آية إن الأبرار يشربون من كأس كان مزاجها كافورا إلى قوله عينا فيها تسمى سلسبيلا. عن عكرمة قال دخل عمر بن الخطاب على النبي صلى الله عليه وسلم وهو راقد على حصير من جريد وقد أثر في جنبه فبكى عمر فقال ما يبكيك قال ذكرت كسرى وملكه وقيصر وملكه وصاحب الحبشة وملكه وأنت رسول الله صلى الله عليه وسلم على حصير من جريد فقال أما ترضى أن لهم الدنيا ولنا الآخرة فانزل الله وإذا رأيت ثم رأيت نعيما وملكا كبيرا.

اور مجاہدؒ سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے قیدیوں کو لے کر واپس پہنچے تو مہاجرین میں سے سات صحابہؓ نے مشرکین پر ترس کھایا جن میں سے ابوبکرؓ اور عمرؓ تھے اور علیؓ اور عبد الرحمنؓ اور سعدؓ اور ابوعبیدہؓ بن الجراح۔ تو انصار نے کہا کہ ہم نے انھیں اللہ اور رسولؐ کی راہ میں قتل کیا اور تم ان پر احسان کر کے فدیہ لیتے ہو تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے انیس آیتیں نازل فرمائیں ان الابرار یشربون سے سلسبیلا تک (۷۶: ۵-۱۸) (اور) جو نیک لوگ ہیں وہ ایسے جام شراب (شراب) پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی ..... ایسے چشمے سے جو وہاں ہوگا جس کا نام سلسبیل ہوگا۔ اور مروی ہے عکرمہؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھر کے اندر گئے اور آپؐ ایسے بوریے پر صرف لنگی باندھے ہوئے لیٹے ہوئے تھے جو کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا تھا جس کے نشانات آپ کے پہلو پر ہوگئے تھے تو عمرؓ رونے لگے۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کیوں روتے ہو تو عمرؓ نے کہا کہ مجھے کسریٰ اور اس کی بادشاہی کا اور قیصر اور اس کی بادشاہی کا اور والیٔ حبشہ اور اس کی بادشاہی کا خیال آگیا اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور ایسی چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جو کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لئے دنیا اور ہمارے لئے آخرت ہو تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا واذا رأیت ثم رأیت نعیما و ملکا کبیرا (۷۶: ۲۰) اور (اے مخاطب) اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھ کو بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے۔

از سورۂ عبس

عن إبراهيم التيمي قال قرأ أبو بكر الصديق وفاكهة وأبا فقال ما الأب فقيل كذا وكذا فقال أبو بكر إن هذا لهو التكلف. وفي رواية عن إبراهيم التيمي قال سئل أبو بكر الصديق عن الأب ما هو فقال أي سماء تظلني وأي أرض تقلني إذا قلت في كتاب الله ما لا أعلم.

مروی ہے ابراہیم تیمی سے کہا کہ پڑھا ابوبکر صدیقؓ نے و فاکہۃ و ابا اور فرمایا یہ کیا ہیں تو کہا گیا کہ اس سے یہ اور یہ مراد ہے تو ابوبکرؓ نے کہا کہ یہ جو تم کہہ رہے ہو تکلف ہے۔ اور ایک روایت میں ابراہیم تیمی سے یہ ہے کہ ابوبکر صدیقؓ سے [illegible] کے متعلق سوال کیا گیا کہ یہ کیا ہے تو فرمایا کہ کونسا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کونسی زمین مجھ کو اٹھائے گی اگر میں کتاب اللہ کے بارے میں ایسی بات کہوں جس کا (صحیح) علم نہ رکھتا ہوں اور

تو اللہ تعالیٰ نے نازل کی وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ سے إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ
تک (۱۲، ۱۳، ۱۴) قسم ہے رات کی جب کہ وہ آفتاب کو اور ہر چیز کو
چھپالے اور قسم ہے دن کی جب کہ وہ روشن ہو جائے اپنے ظہور سے
اس ذات کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا کہ بیشک تمہاری کوشش
(یعنی اعمال) مختلف ہیں (دھیکے سے مراد ہے) سعی ابوبکرؓ کی اور
امیہ و ابی کی۔ (ابن مسعودؓ نے آگے پڑھا) وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ
(اور اچھی بات کو جھٹلایا) تک کہا (کہ حسنیٰ سے مراد ہے) لا الٰہ الا
اللہ (پھر آگے پڑھا) فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ تک (تو ہم اس کو
تکلیف کی چیز کے لئے سامان دیں گے) کہا (کہ عسریٰ سے مراد)
نار، عروہ سے مروی ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے سات (لونڈی غلام)
خرید کر آزاد کئے سب اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے ستائے
جاتے تھے بلالؓ اور عامرؓ بن فہیرہ اور نہدیہؓ اور ان کی بیٹی
اور زنیرہ اور ام عیس اور بنی المؤمل کی باندی۔ اور ان ہی کے
حق میں نازل ہوئی وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى آخر سورہ تک۔ مروی
ہے عامر بن عبداللہ بن الزبیر سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے
انہوں نے بیان کیا کہ ابو قحافہ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ میں تجھے دیکھ رہا
کہ آزاد کرتا ہے کمزوروں کو تو اگر تو کرتا ہی ہے (تو مضبوط لونڈی غلاموں کو
خرید کر) تو جو کچھ (کرتا ہے) اتنا تو کرتا کہ ایسے مردوں کو خرید کر
آزاد کرتا جو بہادر ہوتے تیرا بچاؤ کرتے اور تیرا ساتھ دیتے تو
ابوبکرؓ نے کہا ابا جان میری نیت تو صرف اللہ کے واسطے کی ہے
تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ
(یہ سورہ میں پہلے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور اللہ سے ڈرا) سے
وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ تک (یعنی ابوبکرؓ اپنے مال شان پروردگار
کی رضا جوئی کے ذکر ہی اس کا مقصد ہے) اس کے ذمہ کسی کا احسان
نہ تھا کہ (اس لیے دیتا ہے) اس کا بدلہ اتارنا (مقصود) ہو اور یہ شخص
عنقریب خوش ہو جائے گا۔ سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ فرمایا وَمَا
لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ ابوبکرؓ کے حق میں نازل ہوئی انہوں
نے بہت سے انسانوں کو آزاد کیا ہے اور ان میں کسی سے بدلے کے
طلبگار ہوئے نہ شکریہ کے۔ چھ یا سات آزاد کئے ان میں سے بلالؓ

فانزل الله والليل اذا يغشى الى
قوله ان سعيكم لشتى
ابو بكر وامية وابي الى قوله
وكذب بالحسنى قال لا اله الا الله
الى قوله فسنيسره للعسرى قال
النار عن عروة ان ابا بكر الصديق
اعتق سبعة كلهم يعذب في الله
بلال وعامر بن فهيرة والنهدية
وابنتها وزنيرة وام عيس
وامة بني المؤمل وفيه نزلت
وسيجنبها الاتقى الى آخر
السورة عن عامر بن عبد الله
ابن الزبير عن ابيه قال قال ابو
قحافة لابي بكر اراك تعتق
رقابا ضعافا فلو انك اذ فعلت
ما فعلت اعتقت رجالا جلدا
يمنعونك ويقومون دونك
فقال يا ابت انما اريد
وجه الله فنزلت هذه الآية
فيه فاما من اعطى واتقى
الى قوله وما لاحد عنده
من نعمة تجزى
الا ابتغاء وجه ربه الاعلى
ولسوف يرضى عن سعيد
ابن المسيب قال نزلت
وما لاحد عنده من
نعمة تجزى في ابي بكر
اعتق ناسا لم يلتمس منهم جزاء
ولا شكورا ستة او سبعة منهم بلال

و عامر بن فهيرة عن ابن عباس في قوله ويتجنبها الاتقى قال هو ابو بكر الصديق.

عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب وقد ضرب اخته اول الليل وهي تقرأ اقرأ باسم ربك الذي خلق حتى ظن انه قتلها ثم قام من السحر فسمع صوتها تقرأ اقرأ باسم ربك الذي خلق فقال والله ما هو بشعر ولا همهمة فذهب حتى اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فوجد بلالا على الباب فدفع الباب فقال بلال من هذا فقال عمر بن الخطاب فقال حتى استأذن لك على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال بلال يا رسول الله عمر بالباب فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يرد الله بعمر خيرا ادخله في الدين فقال لبلال افتح وأخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بضبعيه فهزه فقال ما الذي تريد وما الذي جئت له فقال له عمر اعرض علي الذي تدعو اليه قال تشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله فاسلم عمر مكانه وقال اخرج.

عن عكرمة عن ابن عباس قال

اور عامر بن فہیرہ بھی ہیں۔ اور ابن عباسؓ سے ويتجنبها الاتقى کے بارے میں مروی ہے کہ فرمایا ابوبکر صدیقؓ۔

از سورۂ اقرأ

ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعاء کی کہ یا اللہ اسلام کو غلبہ عطا فرما عمرؓ بن الخطاب کے ذریعے اور ان کا حال یہ تھا کہ انھوں نے اول شب میں اپنی بہن کو جب وہ اقرأ باسم ربك الذي خلق ۰ پڑھ رہی تھی اتنا مارا کہ یہ گمان کر لیا کہ وہ مر گئی ہے۔ پھر صبح کے وقت اٹھے تو بہن کی آواز سنی کہ وہ پڑھ رہی ہے اقرأ باسم ربك الذي خلق ۱۲ (ف) اپنے رب کا نام لے کر پڑھو جس نے (ہر چیز کو) پیدا کیا۔ تو کہنے لگے یعنی سوچنے لگے کہ واللہ یہ کوئی شعر تو ہے نہیں اور نہ ہی یہ کوئی سمجھ میں نہ آنے والی گنگناہٹ ہے۔ یہ سن کر چلے گئے (رشد شدہ) یہاں تک کہ ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو بلالؓ کو دروازے پر پایا۔ دروازے کو دھکا دیا تو بلالؓ نے پوچھا کون ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ عمرؓ بن الخطاب۔ تو انھوں نے کہا ٹھہرو میں تمھارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے آتا ہوں بلالؓ نے حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ عمرؓ دروازے پر ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالے نے عمرؓ کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا ہو تو اس کو دین میں داخل کر دے گا۔ پھر بلالؓ سے فرمایا کہ دروازہ کھول دو۔ (اس کے بعد دروازہ کھولا گیا عمرؓ اندر آگئے) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے دونوں بازو پکڑ کر ہلائے اور فرمایا کہ تمھارا کیا ارادہ ہے اور کس کام کے لئے آئے ہو۔ تو عمرؓ نے کہا کہ مجھے وہ امر پیش کیجئے جس کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یگانہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ میں محمد اس کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں تو عمرؓ اسی جگہ اسلام لے آئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ نکلئے یعنی نماز وغیرہ میں اخفا نہ کیجئے۔

از سورۂ قدر عکرمہؓ سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے ذکر کیا کہ

ودعا عمر أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فسألهم عن ليلة القدر فأجمعوا أنها في العشر الأواخر قال فقلت لعمر رضي الله عنه إني لأعلم وإني لأظن أي ليلة هي قال وأي ليلة هي قال هي سابعة تمضي أو سابعة تبقى من العشر الأواخر قال عمر رضي الله عنه ومن أين علمت ذلك قلت خلق الله سبع سموات وسبع أرضين وسبعة أيام وإن الدهر يدور في سبع وخلق الإنسان من سبع ويأكل من سبع ويسجد على سبعة أعضاء والطواف بالبيت سبع والجمار سبع لأشياء ذكرها فقال عمر رضي الله عنه لقد فطنت لأمر ما فطنا له وكان قتادة يزيد عن ابن عباس في قوله ويأكل من سبع قال هو قول الله فأنبتنا فيها حبا وعنبا وقضبا الآية

وعن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه قال إنما والله نورت عمر بن الخطاب قيامه في شهر رمضان قيل وكيف ذلك يا أمير المؤمنين قال أخبرته أن في السماء السابعة حظيرة يقال لها حظيرة القدس فيها ملائكة يقال لهم الروح وفي لفظ الروحانيون فإذا كان ليلة القدر استأذنوا ربهم في النزول إلى الدنيا فيأذن لهم فلا يمرون بمسجد يصلى فيه ولا يستقبلون أحدا في طريق إلا دعوا له فأصابه منهم بركة فقال له عمر يا أبا الحسن فحرض الناس على الصلاة حتى تصيبهم البركة

حضرت عمرؓ نے بلایا اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور ان سے لیلۃ القدر کے بارے میں سوال کیا تو اس پر سب کا اجماع ہو گیا کہ وہ رمضان کے آخر کے دس دنوں میں ہے تو میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں بیشک جانتا ہوں اور میں بڑا گمان رکھتا ہوں کہ وہ کونسی رات ہے تو عمرؓ نے کہا کہ پھر وہ کونسی رات ہے تو انہوں نے کہا کہ وہ ساتویں رات ہے جو گذر رہی ہو یا ساتویں ہے جو باقی رہ رہی ہو آخر کے دس دنوں میں سے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے یہ کہاں سے جانا۔ میں نے کہا کہ اللہ نے پیدا کئے سات آسمان اور سات زمینیں اور سات دن اور تمام زمانہ سات ہی میں گھوم رہا ہے۔ اور انسان پیدا کیا گیا ہے سات سے اور کھاتا ہے سات سے اور سجدہ کرتا ہے سات اعضاء پر اور بیت اللہ کا طواف سات پھیرے ہیں اور جمار بھی سات ہیں اسی طرح اشیاء کا ذکر کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم ایسی بات سمجھ گئے کہ جس کے بارے میں ہم نے خیال نہیں کیا تھا۔ اور قتادہؒ زیادہ کرتے ہیں ابن عباسؓ کی روایت میں آپ کے اس قول پر کہ کھاتا ہے سات سے یہ کہ یہ اللہ کے اس قول سے ماخوذ ہے فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا (۸۰: ۲۷-۳۱) اور مروی ہے علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالے عنہ سے کہ فرمایا واللہ میں نے عمرؓ کو رغبت دلائی ماہ رمضان کی راتوں میں قیام پر۔ کہا گیا کہ اے امیر المؤمنین آپ نے کیسے رغبت دلائی تھی تو فرمایا کہ میں نے ان کو خبر دی کہ ساتویں آسمان میں ایک مکان ہے جس کو حظیرۃ القدس (یعنی مقدس) کہا جاتا ہے وہاں فرشتے ہیں جن کو روح کہا جاتا ہے اور ایک نسخہ میں روحانیون ہے۔ تو جب لیلۃ القدر ہوتی ہے وہ اپنے رب سے دنیا کی طرف اترنے کی اجازت مانگتے ہیں تو اللہ تعالے ان کو اجازت دیدیتا ہے تو وہ جس مسجد پر بھی گذرتے ہیں جس میں نماز پڑھی جا رہی ہو اور جس نمازی سے بھی راستہ میں ان کا سامنا ہو جاتا ہے وہ اس کے لئے ضرور دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا کی برکت ان کو پہنچتی ہے تو انہوں نے عمرؓ سے کہا کہ اے ابو الحسن تو ہم لوگوں کو نماز کا شوق دلاتے رہیں گے تاکہ ان کو یہ برکت پہنچے

عن انس قال بینا ابو بکر الصدیق یاکل مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذ نزلت علیہ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ۰ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ۰ فرفع ابو بکر رضی اللہ عنہ یدہ وقال یا رسول اللہ انی لراء ما عملت من مثقال ذرۃ من شر فقال یا ابا بکر ما ترے فی الدنیا مما تکرہ فبمثاقیل ذر الشر ویدخر لک مثاقیل ذر الخیر حتے توفاہ یوم القیامۃ ۔ وروی عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال انزلت اذا زلزلت الارض زلزالہا وابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ قاعد فبکے فقال لہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما یبکیک یا ابا بکر قال یبکینی ہذہ السورۃ فقال لولا انکم تخطئون وتذنبون فیغفر لکم لخلق اللہ امۃ یخطئون ویذنبون فیغفر لہم ۔ وعن ابی ایوب الانصاری قال بینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وابو بکر یاکلان اذ نزلت علیہما ہذہ السورۃ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ فامسک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یدہ من الطعام ثم قال من عمل منکم خیرا فجزاؤہ فے الآخرۃ ومن عمل منکم شرا یرہ فے الدنیا مصیبات وامراض ومن یکن فیہ مثقال ذرۃ

از سورۂ زلزال

انسؓ سے مروی ہے کہ اس دوران میں کہ ابوبکرؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ آپ پر یہ سورت نازل ہوئی (جس میں یہ آیات ہیں) فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ الخ (یعنی جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اس کو دیکھے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا) تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (کھانے سے) ہاتھ اٹھا لیا اور کہا یا رسول اللہ کیا میں نے جو ایک ذرے کے برابر کوئی برا کام کیا ہے اس کو ضرور دیکھوں گا تو آپ نے فرمایا اے ابوبکرؓ دنیا میں تم کو جو مکروہات پیش آتے ہیں وہ ان ذرات شر کی مقداروں کے عوض میں ہی تو پیش آتے ہیں اور جو ذروں کی مقداروں کے برابر نیکیاں ہوتی رہتی ہیں وہ تمہارے لئے جمع ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ قیامت کے دن ان سب کا پورا بدلہ تم کو دیا جائے گا۔ عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے بیان کیا کہ سورۂ اذا زلزلت الارض ایسے وقت نازل ہوئی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے تو رونے لگے تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ کیوں روتے ہو تو انہوں نے کہا کہ یہی سورت مجھے رلا رہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم خطائیں اور گناہ نہ کیا کرتے (توبہ کرنے پر) معافی ملتی رہتی ہے تو اللہ تعالے دوسری ایسی امت پیدا کرتا جو خطائیں اور گناہ کرتی اور پھر ان کی مغفرت کی جاتی۔ اور ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کھانا کھا رہے تھے کہ اسی دوران میں آپ پر یہ سورت نازل ہوئی (جس میں یہ آیتیں ہیں) فمن یعمل مثقال ذرۃ الخ (یعنی جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھے گا اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا) تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھانے سے روک لیا پھر فرمایا کہ تم میں سے جو شخص نیک عمل کریگا تو ان کا بدلہ آخرت میں پائیگا اور جو شخص تم میں سے برے اعمال کریگا وہ ان کو دنیا میں دیکھے گا مصیبتوں اور بیماریوں کی صورت میں۔ اور جس شخص میں ایک ذرہ

خيرًا دخل الجنة. وعن ابي ادريس الخولاني
نحو من ذلك. وعن جعفر بن برقان قال
بلغنا ان عمر بن الخطاب اتاه مسكين و
في يده عنقود من عنب فناوله
منه حبة ثم قال فيه مثاقيل ذر كثيرة

عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
من قرأ في ليلة الف آية لقي الله وهو
ضاحك في وجهه قيل يا رسول الله و
من يقوى على الف آية فقرأ بسم الله
الرحمن الرحيم الهاكم التكاثر الى آخرها
ثم قال والذي نفسي بيده انها لتعدل
الف آية عن علي بن ابي طالب رضي
الله تعالى عنه انه سئل عن قوله
ثم لتسئلن يومئذ عن النعيم قال
من اكل خبز البر وشرب ماء الفرات
مبردًا وكان له منزل يسكنه فذاك
من النعيم الذي يسأل عنه. وعن
جابر بن عبد الله قال جاءنا رسول
الله صلى الله عليه وسلم وابو بكر و
عمر رضي الله عنهما فاطعمناهم رطبًا
وسقيناهم ماءً فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم هذا من
النعيم الذي تسألون عنه. وعن ابي هريرة
قال خرج النبي صلى الله عليه وسلم
ذات يوم فاذا هو بابي بكر وعمر رضي
الله تعالى عنهما فقال ما اخرجكما من
بيوتكما هذه الساعة قالا الجوع يا رسول الله قال
والذي نفسي بيده لقد اخرجني الذي اخرجكما

کی برابر بھی خیر موجود ہوگی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور ابو
ادریس خولانی سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور جعفر بن برقان
سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ بات پہنچی کہ عمر بن الخطاب
کے ہاتھ میں ایک خوشہ انگور رکھا تو آپ کے سامنے ایک فقیر آگیا تو
اس میں سے ایک دانہ توڑ کر آپ نے اس کو دیا اور فرمایا کہ اس میں ذرے کے
بہت سے وزن ہیں۔

سورہ تکاثر

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک رات میں ہزار آیتیں پڑھیگا
وہ اس طرح ملیگا اللہ تعالے سے کہ اس کی طرف متوجہ ہو کر وہ
ہنستے ہوئے ہوں گے۔ کہا گیا کہ یا رسول اللہ اور ہزار آیات پڑھنے
کی قوت کس میں ہوگی تو آپ نے پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم
الہٰکم التکاثر آخر سورۃ تک پھر فرمایا قسم ہے اس ذات
کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ یقینا ہزار آیتوں کے برابر
ہے۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُن سے
لتسئلن یومئذ عن النعیم (پ ۳۰ ع ۱۱ ر ۲) (پھر تم سب نعمتوں
کی پوچھ ہوگی) کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ جس نے گیہوں
کی روٹی کھائی اور فرات کا پانی ٹھنڈا کر کے پیا اور اس کے پاس
گھر بھی ہے جس میں رہتا ہے یہ سب ان نعمتوں میں سے ہیں جن
کے بارے میں پوچھا جائیگا اور جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ہمارے
یہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ
عنہما آئے تو ہم نے ان کو کھجوریں کھلائیں اور پانی پلایا تو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ان نعمتوں میں سے ہیں جن کے
بارے میں تم سے پوچھا جائیگا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے دیکھتے کیا
ہیں کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی آپ کے پاس آگئے۔ آپ نے فرمایا
ایسے وقت میں تم دونوں کو کس نے گھر سے نکالا؟ دونوں نے کہا کہ
یا رسول اللہ بھوک نے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے
ہاتھ میں میری جان ہے مجھے بھی اسی چیز نے باہر نکالا ہے جس نے تم دونوں کو

فقوموا فقاما معه فأتى رجلا من الانصار فاذا هو ليس في بيته فلما رأته المرأة قالت مرحبا فقال النبي صلى الله عليه وسلم أين فلان قالت انطلق يستعذب لنا الماء اذ جاء الانصاري فنظر الى النبي صلى الله عليه وسلم وصاحبيه فقال الحمد لله ما احد اليوم اكرم اضيافا مني فانطلق فجاءهم بعذق فيه بسر وتمر فقال كلوا من هذه واخذ المدية فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم اياك والحلوب فذبح لهم فأكلوا من الشاة ومن ذلك العذق وشربوا فلما شبعوا ورووا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لابي بكر وعمر والذي نفسي بيده لتسألن عن هذا النعيم يوم القيامة. عن ابن عباس انه سمع عمر بن الخطاب يقول ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج يوما عند الظهيرة فوجد ابا بكر في المسجد جالسا فقال ما اخرجك هذه الساعة قال اخرجني الذي اخرجك يا رسول الله ثم ان عمر بن الخطاب جاء فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ابن الخطاب ما اخرجك هذه الساعة قال اخرجني الذي اخرجكما فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هل بكما من قوة تنطلقان الى هذا النخل فتصيبان من طعام وشراب وظل

نکالا ہے تم ہمارے ساتھ رہو۔ تو یہ دونوں آپکے ساتھ چلے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے مکان پر پہنچے جو انصار میں سے تھے۔ دیکھا تو وہ گھر میں نہیں تھے۔ جب انکی بیوی نے آپ کو دیکھا تو مرحبا کہا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ فلاں کہاں ہے؟ ان بی بی نے کہا کہ وہ ہمارے لئے پینے کا پانی لانے کے لئے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری بھی آگئے۔ جب انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے دونوں رفیقوں کو دیکھا تو کہا الحمد للہ آج بزرگترین مہمانوں کے بارے میں مجھ سے کوئی بڑھا ہوا نہیں ہے۔ پھر وہ کھجور کا ایک گچھا لائے جس میں گدری کھجوریں اور پکی ہوئی تھیں اور کہا کہ آپ اس میں سے کھائیے اور انھوں نے بکری ذبح کرنے کے لئے چھری سنبھالی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ دودھ دینے والی مت ذبح کردینا۔ تو انھوں نے بکری ذبح کی اور سب نے اس میں سے کھایا اور اس خوشہ میں سے کھجوریں بھی کھائیں اور پانی پیا پھر جب کہ سب اچھی طرح سے شکم سیر اور سیراب ہوگئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ و عمرؓ سے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم سے اس نعمت کے بارے میں قیامت کے دن ضرور پوچھا جائیگا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے انھوں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے کہ ایک دن دوپہر کے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ نے ابو بکرؓ کو مسجد میں بیٹھا ہوا پایا تو فرمایا تمھیں ایسے وقت میں کس ضرورت نے باہر نکالا۔ انھوں نے کہا جس ضرورت نے آپ کو باہر نکالا اسی نے یا رسول اللہ مجھے بھی نکالا۔ پھر عمرؓ بن الخطاب بھی آگئے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن الخطاب ایسے وقت تمھیں کس چیز نے باہر نکالا۔ انھوں نے کہا مجھے بھی اسی چیز نے باہر نکالا جس نے آپ دونوں کو نکالا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں اتنی قوت ہے کہ اس کھجور کے باغ تک میرے ساتھ جاسکو وہاں کھانا اور پانی سب مل جائیگا۔ تو ہم

نعم یا رسول اللہ فانطلقنا حتی اتینا منزل مالک بن التیہان ابی الہیثم الانصاری وعن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال انطلقت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعنا عمر الی رجل یقال لہ الواقفی فذبح لنا شاۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاک وذات الدر فاکلنا ثریدا ولحما وشربنا ماءً فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہذا من النعیم الذی تسئلون عنہ وعن عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کل شیء سوی ظل بیت وجلف الخبز وثوب یواری عورتہ والماء فما فضل عن ہذا فلیس لابن آدم فیہن حق وعن عکرمۃ قال مر عمر بن الخطاب برجل مبتلی اجذم اعمی اصم ابکم فقال لمن معہ ہل ترون فی ہذا من نعم اللہ شیئا قالوا لا قال بلی الا ترونہ یبول فلا یعتصر ولا یلتوی یخرج بولہ سہلا فہذہ نعمۃ من اللہ تعالیٰ۔

عن قتادۃ بن النعمان انہ وقع بقریش فکانہ نال منہم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا قتادۃ لا تسبن قریشا فانہ لعلک ان تری منہم رجالا تزدری عملک مع اعمالہم وفعلک مع افعالہم وتغبطہم اذا رأیتہم لولا ان تطغی قریش لاخبرتہم بالذی لہم عند اللہ تعالیٰ ومن سورۃ

ہاں یا رسول اللہ۔ تو ہم چل کر مالک بن التیہان ابو الہیثم انصاری کے مکان پر پہنچے۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا اور ہمارے ساتھ عمرؓ بھی تھے ایک شخص کی طرف جس کو واقفی کہا جاتا تھا اس نے ہمارے لئے بکری ذبح کی تھی اور اُن کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ دودھ دینے والی بکری نہ ذبح کرنا تو ہم نے ثرید کھایا اور گوشت کھایا اور پانی پیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اُن نعمتوں میں سے ہے جن کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔ اور عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز بھی ہے بجز گھر کے سائے کے جس میں آدمی گرمی سردی وغیرہ سے اپنا بچاؤ کر سکے اور خشک روٹی کے ٹکڑے کے اور کپڑے کے جس سے ستر کو چھپا لے اور پانی کے جو چیز بھی ان سے زائد ہے ابن آدم کا ان میں حق نہیں ہے۔ عکرمہؓ سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب کا گزر ایسے شخص پر ہوا جو جذامی اندھا بہرا اور گونگا تھا تو آپ نے اپنے ساتھ والوں سے کہا کہ تم اس میں اللہ کی نعمتوں میں سے کوئی نعمت دیکھتے ہو انھوں نے کہا نہیں! فرمایا ہاں کیا تم یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ پیشاب کرتا ہے تو وہ نہ تھوڑا تھوڑا گرتا ہے اور نہ بند ہوتا ہے بلکہ سب آسانی سے نکل جاتا ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے۔

بابت سورۂ قریش یعنی لایلاف

قتادہؓ بن النعمان سے مروی ہے کہ وہ قریش کو بُرا کہنے لگے گالباً ان کی طرف سے انھیں کچھ نقصان پہنچا تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے قتادہ قریش کو گالیاں ہرگز نہ دو کیونکہ امید ہے کہ تم ان میں ایسے مرد بھی دیکھو گے جن کے اعمال کے مقابلہ پر تمھیں اپنا عمل اور اُن کے افعال کے مقابلہ پر اپنا فعل حقیر نظر آنے لگے گا اور جب تم اُن کو دیکھو تو تم کو رشک آنے لگے۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ قریش میں سرکشی بڑھ جائے گی تو جو مرتبہ اُن کا اللہ کے نزدیک ہے وہ میں اُن کو بتا دیتا۔ اور معلوم

سمعت رسول الله صلے الله عليه وسلم يقول الناس تبع لقريش في هذا الامر خيارهم في الجاهلية خيارهم في الاسلام اذا فقهوا والله لولا ان تبطر قريش لاخبرتها بما لها عند الله تعالى وسمعت رسول الله صلے الله عليه وسلم يقول خير نساء ركبن الابل صالح نساء قريش احناه على ولد في صغره وارعاه على زوج في ذات يده وعن انس قال كنا في بيت رجل من الانصار فجاء رسول الله صلے الله عليه وسلم حتى وقف فاخذ بعضادتي الباب فقال الائمة من قريش ولهم عليكم حق ولكم مثل ذلك ما ان استرحموا رحموا وان استحكموا عدلوا واذا عاهدوا وفوا فمن لم يفعل ذلك منهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل منهم صرف ولا عدل وعن جبير بن مطعم قال قال رسول الله صلے الله عليه وسلم ان للقرشي مثلي قوة الرجل من غير قريش قيل للزهري ما عنى بذلك قال نبل الرأي وعن سهل بن ابي حثمة ان رسول الله صلے الله عليه وسلم قال تعلموا من قريش ولا تعلموها وقدموا قريشا ولا تؤخروها فان للقرشي قوة الرجلين من غير قريش وعن ابي جعفر رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلے الله عليه وسلم لا تقدموا قريشا فتضلوا ولا تأخروا عنها

مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ لوگ اس امر (امامت) میں قریش کے تابع ہیں۔ ان میں کے جو لوگ جاہلیت کے زمانہ میں اچھے تھے وہ اسلام میں اچھے ہیں جب سمجھ سے کام لیتے ہیں۔ واللہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ قریش اترا جائیں گے تو جو اُن کی فضیلت اللہ کے نزدیک ہے وہ میں ان کو بتا دیتا۔ (معاویہؓ نے) کہا اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا آپ فرماتے تھے کہ جتنی عورتیں جو اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں (یعنی عرب اقوام میں سے) قریش کی نیک لڑکوں کی ان میں سے سب بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ حفاظت کرنے والی ہو اپنے شوہر کے مال کی اور سب سے زیادہ (شفقت) کرنے والی ہو اس کے کم عمر بچوں پر۔ اور انسؓ سے مروی ہے بیان کیا کہ ہم ایک انصاری شخص کے مکان میں تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آگئے اور دروازہ کے دونوں بازو پکڑ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ائمہ قریش میں سے ہوں گے اور ان کا تم پر حق ہے۔ اور اسی طرح تمہارا ان پر کہ اگر ان کو حکم بنایا جائے تو عدل کریں اور اگر ان سے رحم کی درخواست کی جائے تو رحم کریں اور جب وہ معاہدہ کریں تو اس کو پورا کریں تو ان میں سے جو ایسا نہ کرے اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی۔ ان لوگوں کی نہ توبہ قبول ہوگی اور نہ فدیہ۔ جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک قریشی میں غیر قریش کے دو فردوں کے برابر قوت ہے۔ زہری سے پوچھا گیا کہ اس سے کیا مراد ہے تو انھوں نے کہا کہ اصابت رائے۔ اور سہل بن ابی حثمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش سے سیکھو اور انھیں سکھانے کا فکر نہ کرو اور قریش کو آگے رکھو اور ان کو پیچھے نہ کرو کیونکہ ایک قریشی میں غیر قریش کے دو فردوں کے برابر قوت ہے۔ اور ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قریش سے آگے نہ بڑھو ورنہ تم بھٹک جاؤ گے اور ان کے پیچھے بھی نہ رہو

تقتلوا شباب قریش خیار الناس و شرار قریش شرار الناس والذی نفس محمد بیدہ لولا ان تبطر قریش لاخبرتہا بما لہا عند اللہ۔ وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس تبع لقریش فی الخیر والشر الی یوم القیامۃ۔ وعن اسمعیل ابن عبید اللہ بن رفاعۃ عن جدہ قال جمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریشا فقال ہل فیکم من غیرکم قالوا لا الا ابن اختنا ومولانا وحلیفنا فقال ابن اختکم منکم ومولاکم منکم ان قریشا اہل صدق وامانۃ فمن بغی لہم العواثر کبہ اللہ علی وجہہ۔ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس تبع لقریش فی ہذا الامر خیارہم تبع لخیارہم وشرارہم تبع لشرارہم۔ وعن ابی موسیٰ قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی باب فیہ نفر من قریش فقال ان ہذا الامر فی قریش۔ وعن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقریش ان ہذا الامر فیکم وانتم ولاتہ۔ وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال ہذا الامر فی قریش ما بقی من الناس اثنان وحرک اصبعیہ۔ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی

ان کا ساتھ نہ چھوڑنا) ورنہ بار کھو بیٹھے۔ قریش کے اچھے لوگ تمام لوگوں سے اچھے اور قریش کے برے لوگ تمام لوگوں سے بدتر۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ قریش اترا جائیں گے تو میں ان کو خبر کر دیتا کہ اللہ کے نزدیک ان کا کیا مرتبہ ہے۔ اور جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ قیامت تک قریش کے پیچھے رہیں گے خیر میں بھی اور شر میں بھی۔ اور اسمٰعیل بن عبید اللہ بن رفاعہ نے اپنے دادا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کو جمع کیا پھر پوچھا کہ کیا تم میں کوئی تمہارا غیر بھی ہے؟ انھوں نے کہا نہیں بجز ان کے جو ہماری بہنوں کی اولاد ہیں اور جو ہمارے آزاد کردہ ہیں اور جو ہمارے حلیف ہیں۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری بہن کی اولاد تم ہی میں سے ہے اور تمہارے آزاد کردہ بھی تم ہی میں سے ہیں بیشک قریش اہل صدق و اہل امانت ہیں جو ان کے لئے بھی جستجو کرے گا کہ وہ مصیبتوں میں مبتلا ہوں خدا اس کو اوندھے منہ گرا دے گا۔ اور ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگ اس امر (خلافت) میں قریش کے تابع رہیں گے جو ان میں اچھے ہیں وہ اچھوں کے تابع رہیں گے اور جو ان میں برے ہیں وہ بروں کے تابع رہیں گے۔ اور ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک مکان کے دروازے پر کھڑے ہوئے جس میں قریش کے چند لوگ موجود تھے اور فرمایا کہ یہ امر (خلافت) قریش میں رہے گا۔ اور ابن مسعودؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا کہ یہ امر تم ہی میں رہے گا اور تم ہی اس کے والی ہو۔ اور ابن عمرؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ امر (خلافت) ہمیشہ قریش میں رہے گا جب تک لوگوں میں دو آدمی بھی باقی رہیں گے اور اپنی دو انگلیوں کو آپ نے حرکت دی۔ اور ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے

ليريهم مني فقال ما تقولون في
قوله إذا جاء نصر الله والفتح
حتى ختم السورة فقال بعضهم أمرنا
أن نحمد الله ونستغفره إذا
جاء نصر الله وفتح علينا وقال
بعضهم لا ندري ولم يقل بعضهم
شيئا فقال لي يا ابن عباس
أكذاك تقول قلت لا قال
فما تقول قلت هو أجل رسول الله
صلى الله عليه وسلم أعلمه الله
إذا جاء نصر الله والفتح فتح مكة
فذاك علامة أجلك فسبح بحمد
ربك واستغفره إنه كان
توابا فقال عمر ما أعلم منها إلا
ما تعلم وعن ابن عباس قال
لما نزلت إذا جاء نصر الله والفتح
جاء العباس إلى علي رضي الله
تعالى عنه فقال انطلق بنا إلى
رسول الله صلى الله عليه وسلم فإن
كان هذا الأمر لنا من بعده لم يشاحنا
فيه قريش وإن كان لغيرنا
سألناه الوصاة بنا قال لا أقول
العباس أتيت رسول الله صلى
الله عليه وسلم سرا فذكرت
ذلك له فقال إن الله جعل
أبا بكر خليفتي على دين الله و
وحيه وهو مستوص بكم
له وأطيعوا تهتدوا وتفلحوا
واقتدوا به ترشدوا

غرض یہ تھی کہ مجھ سے صرف یہ مقصود ہے کہ وہ اُن کو میری
کوئی بات (یعنی تفقہ) دکھانا چاہتے ہیں۔ سب فرمایا کہ آپ کیا کہتے
ہیں اس سورت کے بارے میں اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ختم
سورت تک (اذا جاء) جب خدا کی مدد اور فتح (مکہ کی فتح) آ پہنچے
اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ اللہ کے دین میں جوق جوق داخل ہو
رہے ہیں تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے استغفار
کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ تو بعض نے
تو یہ کہا کہ ہم کو اللہ نے حکم دیا کہ ہم اس کی حمد کریں اور اس سے
استغفار کریں جب اللہ کی مدد آ جائے اور ہم کو فتح دیدی جائے
اور بعضوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے اور بعضوں نے کچھ نہیں کہا پھر
عمرؓ نے مجھ سے کہا اے ابن عباسؓ کیا ایسے ہی تم بھی کہتے ہو؟
میں نے کہا نہیں! فرمایا کہ پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ تو اللہ
تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کا وقت وفات
بتایا ہے کہ جب اللہ کی مدد اور فتح یعنی فتح مکہ آ پہنچے تو یہ علامت
ہے آپ کے وقت وفات کی لہٰذا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان
توابا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں بھی صرف اتنا ہی جانتا ہوں جتنا تم جانتے ہو
اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب نازل ہوئی اذا جاء نصر اللہ
والفتح تو عباسؓ (اس کا مطلب وہی سمجھ کر جو پہلی روایت
میں ابھی تحریر ہوا ہے) علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ
ہم دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں اور
آپ سے معلوم کریں کہ اگر یہ امر (یعنی خلافت) ان کے بعد ہم کو
ملے تو اس میں قریش ہم سے منازعت نہیں کریں گے اور اگر
کسی دوسرے کے لئے ہے تو ہم اپنے حق میں آپ سے وصیت کا سوال
کریں گے۔ علیؓ نے کہا نہیں۔ عباسؓ نے بیان کیا کہ میں خفیہ طور پر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور میں نے
آپ سے یہ تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دین الٰہی اور
وحی الٰہی پر میرا خلیفہ ابوبکرؓ کو بنایا ہے اور وہی وصیت کا
حقدار ہے تو تم اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو تو ہدایت
پاؤ گے اور اس کی اقتدا کرو تو فلاح حاصل کرو گے۔

فصل ہفتم

در اثبات دلیل عقلی بر خلافتِ خلفاء

چون وجود اشخاص معینہ و صفاتِ ایشان بمحض عقل ثابت نمی شود بلکہ بنقل متواتر یا مشہور یا خبر واحد صحیح لابد مراد از دلیل عقلی اینجا آنست کہ یک مقدمہ از مقدمات آن عقلی باشد و دیگر متواتر یا مشہور و آن مقدمہ کہ عقلی است دو قسم تواند بود قسم اول عقلی محض کہ بغیر استناد بشرع ثابت شود لیکن بباید کہ شرع تصدیق آن فرماید تا اعتقاد را شاید قسم دوم عقلی ماخوذ از استقراء دلائل شرعیہ یا ماخوذ از آنکہ نقیض او مستلزم محال شرعی باشد مثلاً صدور چیزی از پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم صدور آن جائز نیست و آنچہ آن ماند و لہٰذا این فصل را منقسم میسازیم بدو مقصد۔

مقصد اول حاصل آن تنقیح معنے خلافت خاصہ است زیرا کہ لفظ خلافت حقیقت شرعی است و در بیان تشریح آراء مختلف دارند ہر یکے از لفظ خلافت معنے ادراک میکند و صفات لازمہ خلیفہ بنوعی تقریر میکند مثلاً فرقہ خلافت پیغامبر را صلی اللہ علیہ وسلم یعنے امامت میگیرند و در صفات خلیفہ ہاشمیت و عالمیت و عصمت و امثال آن اعتبار میکنند و شک نیست کہ بہیچ حال این معنے را برائے خلفائے ثلاثہ

فصل ہفتم

خلافت خلفاء پر دلیل عقلی کے بیان میں

چونکہ اشخاص معینہ کا وجود اور اُن کی صفات محض عقل سے ثابت نہیں ہوتیں بلکہ نقل متواتر یا مشہور یا خبر واحد صحیح سے ثابت ہوتی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ایسی جگہ پر دلیل عقلی سے ایسی دلیل مراد لی جائے جس کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ عقلی ہو اور دوسرا متواتر یا مشہور۔ اور وہ مقدمہ جو عقلی ہوگا دو قسم کا ہو سکتا ہے۔ پہلی قسم عقلی محض جو کہ استناد شرعی کے بغیر ثابت ہو جائے لیکن ضروری ہے کہ شریعت اُس کی تصدیق کرے تاکہ قابل اعتقاد سمجھا جائے۔ دوسری قسم عقلی جو ماخوذ ہو دلائل شرعیہ کے استقراء سے یا ایسے امر سے ماخوذ ہو جس کی نقیض محال شرعی کو مستلزم ہو مثلاً کسی چیز کا صدور (لازم آجائے) کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا صدور جائز نہیں ہے اور جو اس کے مشابہ ہو۔ لہٰذا اس فصل کو ہم دو مقصد پر منقسم کرتے ہیں۔

مقصد اول جس کا حاصل ہے خلافت خاصہ کے معنے کی تنقیح۔ کیونکہ لفظ خلافت ایک حقیقت شرعی (یعنی ولایت کی) ہے اور قدماء اس کی تشریح میں مختلف آراء رکھتے ہیں۔ ہر ایک لفظ خلافت کے ایک الگ معنے سمجھتا ہے اور خلیفہ نبوی کی صفات لازمہ کی ایک خاص طرح کے ساتھ تقریر کرتا ہے۔ مثلاً ایک فرقے کے لوگ خلافت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو امامت کے معنے میں لیتے ہیں اور خلیفہ کی صفات میں ہاشمیت اور عالمیت اور عصمت اور اس کے مانند صفات کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں ہے کہ اس معنے کو خلفاء ثلاثہ (صدیق اکبر و فاروق اعظم

اثبات نمی تواند کرد و مراد از خلافت مفہوم سلطنت و
فرمانروائی مسلمین است رضی اللہ عنہم و در خلافت خاصہ
ہجرت و سوابق اسلامیہ معتبر میدانیم و ہیچ عاقلے
این معنے را برائے ائمہ اثنا عشر غیر مرتضیٰ اثبات
نتواند کرد پس پیدا شد کہ در میان فریقین واقع است
منشأ آن عدم تنقیح معنے مراد بودہ است و اختلاف
اصطلاحات حق را مختفی ساخت پس معنے خلافت
باعتبار لغت جانشینی است کہ یکی بجائے دیگرے
بنشیند و بہ نیابت او کارے کند و در شرع مراد از وے
پادشاہی است برائے تصدی اقامت دین محمد
علی صاحبہ الصلوات والتسلیمات بہ نیابت آن
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس اگر کسے
پادشاہ نباشد و حکمش نافذ نبود خلیفہ نیست ہر چند
فرض کنیم کہ افضل امت باشد و معصوم و منفرد بخرق
عادات و کاملی و اگر کافرے پادشاہ باشد و تحکیم
کند سیف را نہ شرع را و کارہا راند غیر واقع
باشد یا اقامت دین مشغول نباشد و اقامت حدود
و فصل قضایا مطلقاً نپردازد خلیفہ نخواہد بود
مانند اکثر متغلبہ در زمان ما و پیش از ما۔

نکتہ۔ اینجا نکتہ باید فہمید کہ گفتگوی امامیہ
درین بحث نزاع لفظی است بلکہ شعبہ نقل
است نزاع لفظی ہم نیست زیرا کہ خلافت غیر
امامت است عند الامامیہ و مرادف اوست
عند اہل السنت یکی از خلافت یعنی پادشاہی
و صفات خلیفہ یعنی صفاتے کہ نزدیک وجود
آنہا پادشاہی معصیت نباشد یا حکم
او نافذ شود افضل امت باشد یا نہ
سخن میگوید دیگرے از افضل امت
کہ در حکم [illegible]

(حضرت ذی النورین) کے حق میں کوئی عاقل ثابت نہیں کر سکتا۔
اور ہم "خلافت" میں سلطنت اور فرمانروائی مسلمین کا مفہوم اخذ
کرتے ہیں اور "خلافت خاصہ" میں ہجرت اور سوابق اسلامیہ
کو معتبر جانتے ہیں۔ اور کوئی صاحب عقل اس معنے کو بارہ اماموں
میں بجز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ثابت نہ کرے گا۔ تو فریقین
میں جو اختلاف واقع ہوا ہے اس کا منشا معنے مراد کی تنقیح نہ ہونا ہے
اصطلاحات کے اختلاف نے حق کو چھپا دیا ہے۔ اس کے بعد ہم
کہتے ہیں کہ باعتبار لغت خلافت کے معنے ہیں "جانشینی" کہ کوئی
دوسرے کی جگہ بیٹھ جائے اور اس کا نائب بن کر کام کرے اور
شریعت میں اس سے مراد ایسی بادشاہی ہے جو اقامت دین محمدی
(علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کی انجام دہی کے لئے ہو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کے طور پر۔ تو اگر کوئی بادشاہ
نہ ہو اور اس کا حکم نافذ نہ ہو وہ خلیفہ نہیں ہے کتنا ہی ہم فرض
کر لیں کہ وہ افضل امت بھی ہو اور معصوم اور منفرد خوارق عادات
بھی اور فاضل بھی۔ اور اگر کوئی کافر بادشاہ بن جائے یا مومن
بادشاہ ہو جائے مگر تحکیم (یعنی نظام عدل) تلوار سے کرتا ہے
شریعت سے نہیں، اس کا کام خراج اور محصول لینا ہو اقامت
دین سے جیسے جہاد اور حدود کا قائم کرنا اور مقدمات کے فیصلوں
میں قطعاً مشغول نہ ہو تو خلیفہ نہیں ہوگا جیسے اکثر متغلبہ (یعنی
زبردستی سے بادشاہ بن جانے والے) ہمارے زمانہ کے اور ہم
سے پہلے گزر چکے ہیں۔

نکتہ۔ یہاں ایک نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس بحث میں فرقہ امامیہ
کی گفتگو نزاع لفظی ہے بلکہ بعض شعور دقیق ہے نزاع لفظی بھی
نہیں ہے کیونکہ امامیہ کے نزدیک خلافت غیر ہے امامت کی اور
اہل سنت والجماعت کے نزدیک دونوں ہم معنے ہیں۔ ایک تو یہ
بات کہہ رہا ہے کہ خلافت یعنی بادشاہی ہے اور صفات خلیفہ سے
مراد ایسی صفات ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے بادشاہی معصیت
نہ ہو سکے یا اس کا حکم نافذ ہو جائے، وہ شخص امت میں افضل
ہو یا نہ ہو۔ اور دوسرا ذکر کر رہا ہے یعنی افضل امت کو کہ امامیہ کے

منقاد و مطیع شدن او بر تمام امت فرض است اگرچہ بادشاہ باشد و بادشاہ دیگری نہ و امامت باین معنے که
نیست کہ ہیچ فرقہ از فرق اسلامیہ آن را معتقد نہ
است و نہ از کتاب و سنت این معنے مفہوم
شدہ و نہ اولاد حضرت مرتضی رضی در عصری از اعصار
بر آن اتفاق کردہ اند و بعلاوہ مستحیل است
کہ در شرع دلالت بر این معنے باشد و کسے آن را
نداند و بگوش کسے نرسد این بمنزلہ آن است کہ گفتہ شود
امروز در بازار سیلے آمد کہ چند ہزار کس را غرق
ساخت و غیر او ہیچکس بر آن واقف نشد و نہ اثرے
از بارانش ہم دیدہ شد سبحانک ہذا بہتان عظیم
و اگر باور کنیم ما سوفسطائی باشیم و امامیہ
بامامت زین العابدین و محمد باقر و جعفر صادق
رضوان اللہ تعالی علیہم قائل اند حالانکہ ایشان
بالاتفاق بادشاہ نبودند آری خلافت را ضمیمہ امامت
میدانند بمعنے آنکہ چون امام موجود باشد خلافت حق
او است و دیگری را نمی سزد کہ اقدام بدان کند و ظاہر
آن است کہ این مسئلہ از فروع فرضیت انقیاد است
مراد و اگر معصومی مفترض الطاعت بادشاہی ابراز
سلطنت نماید آن بادشاہی او صحیح باشد و خود
امام باشد و آن مقرر خلیفہ چنانکہ حضرت شموئیل
طالوت را خلیفہ ساخت و خود ایشان نبی بودند و
طالوت ملک و اگر عصیان امام در حکم نکاح یا غیر آن
بوجود آید آن نیز معصیت باشد پس خصوصیت خلافت
تاثیرے ندارد در مسئلہ خلافت رایت
خلاف افراشتن و از ہر دو جانب

حکم میں اُس کا مطیع ہونا تمام امت پر فرض ہے وہ بادشاہ ہو
یا نہ ہو اور امامت بایں معنے ایسی بات ہے کہ فرق اسلامیہ
میں سے کوئی فرقہ بھی اس کا قائل نہیں ہوا اور نہ کتاب و
سُنّت سے امامت کے یہ معنے مفہوم ہوتے ہیں اور نہ حضرت مرتضیٰ
کی اولاد نے زمانوں میں سے کسی زمانہ میں اس پر اتفاق کیا ہے
اور بسبیل فوقیت یہ بات محال ہے کہ شریعت میں اس معنے پر
دلالت موجود ہو اور کوئی اس کو نہ جانے اور نہ کسی کے کان
تک پہنچے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ کوئی یوں کہے کہ آج بازار
میں ایسا سیلاب آیا کہ جس نے کئی ہزار آدمیوں کو غرق کر دیا۔
اور بجز اس کہنے والے کے اور کسی کو بھی اس سیلاب کی خبر نہ ہو
اور بارش کا بھی کوئی نشان نظر نہ آئے سبحانک ہذا بہتان
عظیم۔ اگر ہم اس کو باور کریں تو ہم سوفسطائی[1] ہوں گے۔
امامیہ زین العابدین اور محمد باقر اور جعفر صادق رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین کی امامت کے قائل ہیں حالانکہ یہ حضرات بالاتفاق
بادشاہ نہیں تھے۔ البتہ یہ لوگ خلافت کو امامت کا ضمیمہ سمجھتے
ہیں بایں معنے کہ جب امام موجود ہوگا تو خلافت اُس کا حق ہے
دوسرے کے لئے سزاوار نہیں کہ اس کی طرف اقدام کرے
اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مسئلہ (اُن کے نزدیک) فرضیت اطاعت
کی فروع میں سے ہے۔ تو اگر کوئی معصوم جس کی اطاعت فرض
ہے امور سلطنت کی انجام دہی کے لئے خود کسی کو بادشاہ
مقرر کر دے تو اُس کی بادشاہی صحیح ہوگی اور وہ خود اُس
بادشاہ کا امام رہے گا اور وہ بادشاہ خلیفہ ہوگا۔ جیسا کہ حضرت
شموئیل نے طالوت کو اپنا خلیفہ بنایا اور وہ خود نبی تھے اور
طالوت بادشاہ۔ اور اگر حکم نکاح وغیرہ میں امام کی نافرمانی
وجود میں آئے گی تو وہ بھی معصیت ہوگی تو خلافت کی
خصوصیت کوئی بھی تاثیر نہیں رکھتی۔ تو ان کا مسئلہ خلافت
میں ہمارے خلاف جھنڈا بلند کرنا اور دونوں جانب

[1] سوفسطائی فلاسفہ کا ایک گروہ ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ تمام موجودات موہومات ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں یہ سب کچھ ہمارے وہم کا کرشمہ ہے ان کا کوئی منشاء نہیں بلکہ ہمارا خیال ہی ہے۔ دیوار و سنگ کی کوئی حقیقت نہیں ۱۲ مترجم

بُرد و بات درمیان آورد، معنیٰ ندارد
تأمل باید کرد الکتۃ حق التأمل۔

چون این نکتہ مذکور شد بہ اصل سخن
روئیم خلافت را چون بوصف راشدہ مقید
کنیم خلیفہ آن باشد کہ نیابت پیغامبر صلے
اللہ علیہ وسلم در کارہائی کہ پیغامبر صلے اللہ
علیہ وسلم بنا بر وصف پیغمبری میکرد از
اقامت دین وجہاد اعداء اللہ واعلائے
حدود اللہ واحیاء علوم دینیہ واقامت
ارکان اسلام وقیام بقضاء وافتاء وآنچہ
باین جمیل تعلق دارد بوجہے کہ از عہدۂ آن
برآید و عاصی نباشد، ومقابل آن خلافت
جابرہ است کہ در بسیارے از احوال مخالف
شرع عمل آرد و از عہدۂ واجب برنیاید و
معطل گذارد بسیارے از انچہ باید تا آنکہ عاصی
باشد در خلافت خود مثلاً اقامت حدود میکند
واحیاء علوم دینی نمی نماید یا اقامت بعضے
میکند کہ شرع آن حکم نفرمودہ بجائے رجم تیر زند و
بجائے قصاص رجم می نماید، واین خلافت راشدہ
لوازمے چند دارد کہ بدون آن لوازم قیام
شخصے بخلافت راشدہ متصور نیست از آنجملہ عقل
و بلوغ و ذکورت وسلامت سمع وبصر وحریت
وعلم وعدالت وشجاعت ورائے وکفایت
در حرب وسلم وغیر آن واین صفات بجہت
عقل معلوم مے شود کہ تحقق
مقصود از خلافت بغیر آنہا
ممکن نیست، وسنتیہ

پُرد اور بات[۱] کو درمیان میں لانا کوئی معنے نہیں رکھتا۔ اس
نکتہ پر خوب اچھی طرح غور کرو۔

نکتہ سے فارغ ہو کر اب ہم اصل بات کی طرف چلتے ہیں
جب ہم خلافت کو وصف راشدہ کے ساتھ مقید کریں گے (یعنے
خلافت راشدہ کہیں گے) تو اس کے معنے ہوں گے پیغمبر صلے
اللہ علیہ وسلم کی نیابت اُن کاموں میں جو بر بناء وصف پیغمبری
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم انجام دیتے تھے یعنے اقامت دین اور
دشمنانِ خدا کے ساتھ جہاد اور حدود اللہ کا جاری کرنا اور علوم
دینیہ کا احیاء اور ارکان اسلام (یعنے نماز روزہ حج وزکوٰۃ)
کا قائم کرنا اور قضاء و افتاء کا قائم کرنا اور جو امور اس
ذیل میں آتے ہیں اُن کی انجام دہی ایسے احسن طور پر کہ گناہ
سے محفوظ رہتے ہوئے اس کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے
اس (خلافت راشدہ) کے مقابل "خلافت جابرہ" ہے کہ بہت
احوال میں شریعت کے برخلاف عمل کرے اور ضروری ذمہ داری
سے سبکدوش نہ ہو اور بہت سے امور جن کا کرنا ضروری تھا
اُن کو معطل چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی خلافت میں عاصی
ہو جائے۔ مثلاً اقامت حدود کرتا ہے مگر علوم دینیہ کا احیا نہیں
کرتا یا اقامت حدود ایسے طریقے سے کرتا ہے جس کا شریعت نے
حکم نہیں فرمایا۔ مثلاً رجم (سنگسار کرنا) کے بجائے تیر پھینکتا
ہے اور بجائے قصاص کے رجم کرواتا ہے۔ اور یہ خلافت راشدہ
چند لوازم رکھتی ہے جن کے بغیر کسی شخص کا خلافت راشدہ پر
متمکن ہونا متصور نہیں جیسے عقل اور بلوغ اور مرد ہونا اور
سلامتی سمع و بصر و حریت اور علم و عدالت و شجاعت
و رائے اور کفایت (جیسے کفایت مہمات امور مملکت) جنگ اور
صلح کے مواقع میں۔ اور اس قسم کے ضروری اوصاف بغیر
کسی دلیل کے ہی یہ بات واضح ہے کہ خلافت سے جو مقصود ہے
شخص کا حصول ان صفات کے بغیر ممکن نہیں ہے اور سنتیہ

[۱] یہ شطرنج کی اصطلاح ہے۔ جب مقابل کے تمام مہرے اٹھا لئے جاتے ہیں مگر بادشاہ بچ رہتا ہے یہ بھی ایک قسم کی ہار ہوتی ہے۔ اور جب بادشاہ چند چال چلے اور اس شہ سے بچنے کے لئے اس کے پاس کوئی مہرہ نہ ہو تو اس کو مات کہتے ہیں ۱۲ مترجم عفی عنہ

اندک خشونتے در میان ایشان اُفتد و آن کار
برہم خورد پس اشتہا گفتہ اند سبب الف باہمی
وجوہ متعددہ می باشد رہبت و رغبت و حاجت
و اتفاق طبائع و اتفاق در صفات کسبیہ و
جسم و عقل و اجتماعے کہ بیکے ازین وجوہ پیدا
شود با ہر جا باشد و در ان منکرہ جنگہا و کارہا
بصورت نمی بندد و این بحثے است از
انفع مباحث حکمت سیاست مدنی چون مدار
این امور بر احتمالات عقلیہ نیست بلکہ بر آنچہ
در عادت موجبہ نفع مفسدہ باوجود مصلحت
باشد باید دانست کہ این عزیز النفس با این فن
ہیچ کار نمے آید وجود و عدم او مساوی است
او خود نمی داند کہ شریعت و مصلحت چیست تا آنکہ
آنچہ موافق شریعت و مصلحت است و مخالف
آن است تمیز نماید یکے را ترجیح دہد و از دیگرے
نہی فرماید و اعتماد در ہر فنی بر اہل آن فن کہ ان در
خود مقلد محض بودن ہرگز درست نمی آید و کار از
نے گشاید اکثر مفاسد در عالم از ہمین جہت پیدا
شدہ و اگر تسلیم این شخص ضرور افتد ضرورتا
تبیح المحظورات باجملہ شک نیست کہ خلیفہ
چون متصف باین صفات فاضلہ باشد نوعے
از تشبہ با پیغمبر علیہ السلام پیدا کردہ است ہم
در ملکات و ہم در افعال پس بر خلافت راشدہ
وصفے دیگر زیادہ کنیم و گوئیم خلافت راشدہ
خاصہ مرجع آن تشبہ قویہ است بہ پیغامبر
علیہ السلام زیادہ از تشبہ در خلافت راشدہ
شرط کردیم و در تفصیل آن زیادہ می باید
تمیز سخن این است کہ آن خلیفہ
مبین پیغامبر نخواہد بود

معمولی تعلق کمتر واقع ہوکر اس طرف باہمی کو توڑ چھوڑ دے لہٰذا
حکماء نے کہا ہے کہ لوگوں کے باہمی میل ہونے کے متعدد وجوہ ہوتے
ہیں۔ رہبت (یعنی خوف) رغبت و حاجت اور طبائع کا یکساں
ہونا اور صفات کسبیہ پر اتفاق (جیسے ہم پیشگی) اور جسم
و عقل۔ اور جو اجتماع ایک یا دو وجہ سے ہونے کا وہ ناپائدار
ہوگا اور ایسے اتفاق کو خیال دکھا کر بڑی لڑائیاں اور بڑے کام
صورت پذیر نہیں ہوتے اور یہ ایک ایسا بحث ہے جو سیاست
مدن کو ان مباحث حکمت میں سے ہے جو بہت واضح ہے۔
چونکہ مدار ان امور کا احتمالات عقلیہ پر نہیں ہے بلکہ ان چیزوں
پر ہے جو عادۃً رفع مفسدہ کی موجب ہوتی ہیں مصلحت کے
پائے جانے کے ساتھ تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ نفیس عزیز بات
صورت کسی کام میں نہیں آسکتی اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے
اور یہ بھی نہیں جانتا کہ شریعت کیا چیز ہے اور مصلحت کیا۔ تو
اس چیز میں جو موافق شریعت اور مصلحت کے ہے اور اس
چیز میں جو خلاف شریعت و مصلحت ہے کیا تمیز کر سکے گا کہ ایک
کو ترجیح دے اور دوسرے سے منع کرے اور کسی فن میں بھی اس
فن والوں پر اعتماد کرکے خود مقلد محض رہ جانا ہرگز درست نہیں
ہوتا اور اس سے گرہ کشائی نہیں ہوتی۔ عالم میں اکثر مفاسد
اسی جہت سے پیدا ہوئے۔ اور اگر ایسے شخص کو سپرد کرنے پر کوئی
مجبوری ہو تو الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوعات کو
مباح کر دیتی ہیں) الغرض اس میں شک نہیں ہے کہ خلیفہ جب ان
صفات فاضلہ سے متصف ہوگا تو اس نے ایک قسم کی مشابہت
پیغمبر علیہ السلام سے پیدا کر لی ہے ملکات میں بھی اور افعال میں
بھی۔ جب خلافت راشدہ پر ہم ایک صفت اور بڑھا کر یہ کہیں
کہ "خلافت راشدہ خاصہ" وہ اس کو کامل ہوگا خلیفہ کا زیادہ
مشابہ ہونا پیغمبر علیہ السلام سے بہ نسبت اس مشابہت کے جس
کو ہم نے خلافت راشدہ کے لئے شرط قرار دیا ہے۔ اس کی تفصیل
بھی زیادہ کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے۔
چوتھی بات یہ ہے کہ وہ خلیفہ مبین پیغمبر نہیں ہوگا کہ اس کی

تا نزول شدے و افتراض طاعت صفت او
باشد بلکہ از صفات آنجناب بعضے کہ اقرب است
بصفات پیغامبر از جہت پیغامبری و نمونہ او
و عمل دوست افتد باید کرد تا تشبہ معتبر باشد
تشبہ در اوصافی است کہ پیغامبر را باعتبار پیغامبری
باشد مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اجمل بنی
آدم بودند و پیغامبران دیگر در جمال متفاوت پس اجملیت
وصف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باعتبار پیغامبری
نباشد و اُمّی بودند و سائر انبیاء از نسل بنی
اسرائیل بس اُمّیت باعتبار پیغامبری نبود و اینکہ
قول ما باعتبار پیغامبری قال است جہاد را مثلاً
حالانکہ اکثر پیغامبران بجہاد مامور نبودند زیرا کہ
جہاد ناشی است از جہت لے دو پیغامبری آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم آنحضرت را بجہاد آوردہ اند
تشبہ بجمیع آنچہ از لوازم پیغامبر است مطلوب
است یا اکثر آن نہ تشبہ باعتبار بعض اوصاف
قلیل زیرا کہ ہر مسلمانے کہ ہست با پیغمبر تشبہ
درست کردہ است اگرچہ در نماز پنجگانہ و تلاوت
قرآن و مانند آن باشد و افاضل امت تشبہ
ہا داشتند در بعض اوصاف کمال چنانکہ
حذیفہ گفت عبد اللہ بن مسعود و آن خلافت
درستے واحد است دون آنچہ مقصود
از خلافت خاصہ خلافت مطلقہ است
باعتبار جمیع آنچہ از پیغامبر صادر
می شد از جہت پیغامبری باز
تشبہ با پیغامبر

یہ وصف ہوگا اس پر نزول وحی بھی ہو اور اس کی طاعت
کو وحی کی طرح فرض قرار دیا جائے۔ بلکہ آنجناب کی صفات
میں سے (اس سلسلے میں ہم کو) ایسا وصف اخذ کرنا چاہئے جو پیغمبر
کی بعض صفات سے قریب تر ہو جو پیغمبری کی جہت سے مخصوص
ہیں (یہ وصف) نمونہ ہو اس وصف پیغمبری کا اور اس کا عمل
ہو۔ پھر سمجھ لیا جائے کہ معتبر تشبہ یہاں وہی تشبہ ہے جو ایسے
اوصاف میں ہو جو پیغمبر کو باعتبار پیغمبری حاصل ہوں مثلاً
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوب صورت تھے
اور دوسرے پیغمبر جمال میں متفاوت تھے تو آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کا وصف اجملیت باعتبار پیغمبری نہ ہوگا۔ آپ اُمّی
تھے اور تمام انبیاء اسرائیلی بنی اسرائیل (یعنی یعقوب علیہ السلام
کے بیٹوں کی اولاد) میں سے تھے۔ پس آپ کا وصف اُمّیت بھی
باعتبار پیغمبری نہ ہوگا اور ہمارا قول "باعتبار پیغمبری" شامل
ہے جہاد کو مثلاً حالانکہ اکثر پیغمبر مامور بجہاد نہیں ہوتے۔ کیونکہ
جہاد ناشی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری اور دعوت
کی اس جہت سے جو آپ کو جہاد میں لائی۔ پھر تشبہ ان تمام
اوصاف سے مطلوب ہے جو لوازم پیغمبری سے تھے یا اکثر اوصاف
سے تشبہ باعتبار اوصاف قلیلہ مطلوب نہیں ہے۔ کیونکہ جو مسلمان
بھی ہے وہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ نہ کچھ تشبہ
لئے ہوئے ہے اگرچہ نماز پنجگانہ اور تلاوت قرآن وغیرہ (عام
عبادات) میں ہو۔ اور افاضل اُمت تو آپ کے ساتھ بعض
اوصاف کمال میں بہت تشبہ رکھتے تھے جیسا حذیفہ نے کہا ہے
عبد اللہ بن مسعود کے بارے میں اور یہ خلافت خاصہ واحدی
ہے ذکرا اور چیزوں میں بھی۔ مقصود خلافت خاصہ سے خلافت
مطلقہ ہے باعتبار ان تمام چیزوں کے جو پیغمبری کی حیثیت
سے پیغمبر سے صادر ہوتی تھیں۔ پھر (ہم کہتے ہیں کہ) پیغمبر کے ساتھ

لے یہ تلمیح ہے عبد الرحمن بن یزید کی حدیث کی طرف انہوں نے فرمایا کہ ہم نے حذیفہ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور چال چلن عادت اور طریقے میں قریب ترین کون ہے کہ ہم یہ صفات اس سے حاصل کریں۔ حذیفہ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کسی شخص کو کہ ان صفات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو سوائے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے۔

باین صفت کہ تقریر کردہ شد نمی تواند شد الا
آنکہ این شخص از طبقۂ علیائے امت باشد نہ
از طبقۂ سفلیٰ و وسطیٰ و از طبقۂ علیا بودن
بدو وجہ تواند بود یکے باعتبار تشبہ نفس با پیغمبر در
عبادات و مقامات سنیہ و اخلاق حمیدہ دیگر
باعتبار رسوم ملیہ اسلامیہ مثل ہجرت و جہاد و نمی تواند
شد مگر آنکہ این شخص در دو قوت نفس خود یعنی
قوت عاقلہ و عاملہ پیدائشی و کسبی با پیغمبر مناسبت
داشتہ باشد و ثمرات ہر دو باہم پیدا و جلوہ
از وے دیدہ شود و نیز نمی تواند شد مگر آنکہ واردات
الٰہی برائے تمام مواہب الٰہی در قلب او
بذریعہ اصل نفس پیغمبر و برکت صحبت او
و آثار برکات واردات الٰہیہ در افعال و اطوار
او دیدہ شود و نیز نمی تواند شد مگر آنکہ واسطہ
باشد درمیان پیغمبر و امت او در افادۂ
علوم یعنے حقیقت خلافت خاصہ وقتے
واضح گردد کہ حقیقت تشریع را اولاً
دانستہ شود بعد ازاں حقیقت نبوت
زیرا کہ خلافت خاصہ نمونۂ نبوت
است و تتمہ است ازیں جہت
نکتہ چند بیان کردہ می شود
نکتہ اولے تشریع قسمے از تقدیر
است یعنے تقدیر اندازہ نہادن
خدائے تعالیٰ برائے ہر نوع
قدرے نہادہ است ہر نوع را خلقتے
است خاص و صورتے است خاص
و افعالے و اخلاقے است و الہامات
جبلیہ کہ درمیان صورت نوعیہ و

ایسا تشبہ جو اس صفت کے ساتھ ہو جس کی ہم نے تقریر کی
ہے کسی میں نہیں ہو سکتا بجز ایسے شخص کے جو امت کے طبقۂ علیا
(یعنی سب سے بلند طبقہ) میں سے ہو نہ کہ طبقۂ ادنیٰ اور طبقۂ وسطیٰ
سے۔ اور طبقۂ علیا میں سے ہونا دو صورتوں سے ہو سکتا ہے
ایک یہ کہ اس اعتبار سے ہو کہ نفس میں تشبہ موجود ہو پیغمبر کے
ساتھ عبادات میں اور مقامات عالیہ میں اور اخلاق حمیدہ میں
دوسری یہ کہ تشبہ باعتبار رسوم اسلامیہ کے ہو جیسا ہجرت
اور جہاد۔ اور پیغمبر کے ساتھ نفس میں تشبہ نہیں ہو سکتا
مگر اس صورت میں کہ یہ شخص اپنے نفس کی دو قوتوں میں پیغمبر
کے ساتھ پیدائشی اور اکتسابی مناسبت رکھتا ہو جیسے قوت
عاقلہ اور عاملہ۔ اور دونوں قوتوں کے ثمرات بھی پیدا اور
ظہوری طور پر اس سے دیکھے جائیں۔ اور وہ مناسبت بیشک
(کسبا پیدا) نہیں ہو سکتی مگر اس صورت میں کہ نفس پیغمبر کے
ذریعے اور اس کی صحبت کی برکت سے مواہب الٰہی کی تکمیل
کے لئے خدا کی طرف سے یکبارگی ان کے قلب میں ڈالیں اور
واردات الٰہیہ کے آثار اور برکات ان کے افعال و اطوار میں دیکھے
جائیں۔ اور (وہ آثار و برکات) پیدا نہیں ہو سکتے مگر اس
صورت میں کہ یہ شخص افادۂ علوم میں پیغمبر اور اس کی امت
کے درمیان واسطہ ہو۔

اور خلافت خاصہ کے معنے اس وقت واضح ہوں گے جب
پہلے تشریع کی حقیقت کو سمجھ لیا جائے اس کے بعد نبوت کی
حقیقت کو۔ کیونکہ خلافت خاصہ نبوت کا نمونہ ہے اور اس کے
ساتھ ملتا جلتا ہے اس لئے یہ ضروری ہوا کہ ہم چند نکتے لکھیں۔

نکتہ اول۔ تشریع قسم ہے تقدیر کی۔ تقدیر کے معنی ہیں
اندازہ مقرر کر دینا۔ خدا تعالیٰ نے ہر نوع کے لئے ایک اندازہ
مقرر کر دیا ہے۔ ہر نوع کی ایک خاص بناوٹ ہے اور خاص صورت
ہے اور اس کے خاص افعال اور خاص اخلاق ہیں اور ہر ایک
جبلی (یعنی قدرتی غیر کسبی) الہام جو کہ صورت نوعیہ

لے [illegible] حق تعالیٰ کے [illegible]

حاجت طاریہ متولد میشود و این قصہ بس دراز است و آدمی افضل انواع حیوان است عقل و ذکا و ابتدا با تدبیر غریبہ از ارتفاقات مقتضی نوع اوست و در نفس آدمی دو قوت نہادہ اند قوت ملکیہ و قوت بہیمیہ اگر آدمی خود را بقوت ملکیہ دہد و ہمہ آن کند کہ سبب زیادت قوت ملکیہ است در جملہ ملائکہ داخل شود گویا ملکے است از ملائکہ و اگر خود را بقوت بہیمیہ دہد در جملہ بہائم داخل گردد گویا بہیمہ است از بہائم و حالتے ہست کہ اعتدال نوع آدمی آن را اقتضا میکند و آن امتزاج است در ہر دو قوت از افعال بہیمیہ آن کند کہ بالکلیہ مضاد ملکیہ نباشد و از افعال ملکیہ آن کند کہ با بہیمیہ بتمام بر نخیزد پس ہر دو قوت صلح کنند و اصل صورت نوعیہ انسان ہمین ہیئت اعتدالیہ را تقاضا میکند اگر عصیان مادہ مانع آن نباشد فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا اشارہ بہمان ہیئت است و برائے این ہیئت اعتدالیہ مکملات است و احوال است و افعال و آن را کاسبات است و آن را منقصات است و کفارات آن منقصات است و این قصہ بہمان می ماند کہ

حاجت طاریہ کے درمیان پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہ قصہ بہت طویل ہے۔ اور انواع میں سے سب سے افضل نوع انسان ہے۔ عقل و ذکاوت اور عجیب و غریب طریقوں سے جدید ارتفاقات حاصل کرتے رہنا اس کی نوع کا مقتضی ہے۔ اور آدمی کے نفس میں دو قوتیں رکھی ہیں: قوت ملکیہ اور قوت بہیمیہ۔ اگر آدمی اپنے کو قوت ملکیہ کے حوالے کر دے اور وہ سب کام کرتا ہے جو قوت ملکیہ میں ترقی کا سبب بنتے ہیں تو وہ فرشتوں کے شمار میں داخل ہو جاتا گویا وہ بھی فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوگا۔ اور اگر اپنے کو قوت بہیمیہ کے حوالے کرے گا تو بہائم کے شمار میں داخل ہو جاتا گویا بہائم میں سے ایک بہیمہ یہ بھی ہے۔ اور ایک حالت اعتدال کی ہے کہ نوع انسان اس کا تقاضا کرتی ہے اور وہ ہے دونوں قوتوں کا امتزاج کہ الف ان افعال بہیمیہ میں سے وہ کام کرے جو ملکیت سے تضاد کی نسبت رکھتے ہوں اور افعال ملکیہ میں سے وہ کام کرے کہ بہیمیت کے ساتھ ان کو ٹکراؤ نہ ہو پس دونوں قوتیں صلح کر لیں۔ اور انسان کی صورت نوعیہ دراصل اسی ہیئت اعتدالیہ کا تقاضا کرتی ہے۔ اگر مادہ کا نافرمانی کی حد تک پہنچ جانا آڑے نہ آجائے۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الخ (۳۰:۳۰) اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے: اشارہ اسی ہیئت کی طرف ہے۔ اور اس ہیئت اعتدالیہ کے لئے مکملات ہیں اور احوال و افعال ہیں اور اس کے لئے کاسبات یعنی مخصوص طریقے جن سے وہ حاصل ہوں ہیں اور منقصات ہیں (جیسے وہ کام جو اس ہیئت اعتدالیہ میں نقص پیدا کر دیں) اور ان منقصات کے کفارات بھی ہیں (جیسے اس ہیئت اعتدالیہ میں جو نقص واقع ہوا اس کی تلافی کے طریقے) اور یہ قصہ اس سے مشابہت رکھتا ہے کہ

[1] حاجت طاریہ: بھوک اور ہنگامی ضرورت جو جسم پر آ پڑے۔ ایک دو ماہ کے بچے کو کوئی بھی سکھا سکتا ہے کہ ماں کی پستان میں دودھ ہوتا ہے اور اس کے حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس کو منہ میں لے کر اس طرح کھینچ اور دودھ پیتا رہ۔ لیکن جب اس پر ضرورت غذا طاری ہوئی تو الہام ربانی نے اس کو راہ بتلائی جس سے وہ بچہ [illegible] اسی پر جانوروں کا قیاس کر لیا جائے [illegible] تفصیل کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ اسی لئے [illegible] این قصہ بس دراز است [illegible] مترجم

صاحب طب می‌دانستند کہ برائے ہیئت
اعتدالیہ کہ مسمّٰی بصحت است اسباب
است و منقصات است پس امر تکلیفیہ
نیز چنین باید چون در ازل الآزال خدا
تعالیٰ جمیع مقتضیات نوعیہ را تقدیر
نمود در ذیل آن بمقتضی حکمت واجب
شد کہ ہیئت اعتدالیہ نفسانیہ کہ
در شرع مسمّٰی بفطرۃ است و ملکات
و احوال کہ از آن بر خیزد و کواسب و
منقّصات آن معین فرماید و آن را
شریعت بنی آدم گویند بعض اشیاء
را واجب ساخت و بعض آنہا را مندوب
و مباح و مکروہ و حرام و تعلیم آن بشر
را نمی باشد کہ شبیہ بالہامات جبلیہ و
قابل تعلیم بے واسطہ نشد الا اعدل
انسان باعتبار قوت نفسانیہ آن
شرع واحد است تغیر و تبدیل را در آن راہ
نیست لیکن قابل آن است کہ بوضع خاص
مقید گشتہ مانند آنکہ طبیب برائے صحت
آدمی نسخۂ خاص بعد ملاحظہ سن و فصل
و بلد معین مے نماید از ہمان چیزہائے
مقررات دین را شرعۃ و منہاج
گویند قال جعلنا منکم شرعۃ و
منہاجا۔

نکتۂ دوم۔ گمان مکن کہ ارسال رسل
فرستادن پیغامبر است از بالا بپائین
یا از مشرق بمغرب یا از بلدے بہ بلدے
بلکہ معنی ارسال رسول از جانب حق
جل و علا آن است کہ ارادۂ الٰہیہ متعلق شود بآنکہ

ایک ماہر طبیب جانتا ہے کہ ہیئت اعتدالیہ جس کو صحت کہتے ہیں
اس کے قائم رکھنے کے لئے کچھ اسباب ہوتے ہیں اور کچھ منقصات
(یعنے صحت کو ناقص کرنے والی چیزیں) ہوتی ہیں اس لئے وہ
امر تکلیفیہ (ان باتوں کا جو اعتدال مزاج کو قائم رکھتی ہیں) اور
نہی تکلیفیہ (منقصات سے)۔ جب ازل الآزال میں خدا تعالیٰ
نے تمام مقتضیات نوعیہ کے انداز سے مقرر فرمائے تو ان کے ذیل
میں بمقتضائے حکمت ضروری ہوا کہ ہیئت اعتدالیہ نفسانیہ کو جس کو
شرع میں فطرت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور اس کے ملکات
(یعنے خصائل راسخہ) کو اور ان احوال کو جو ان ملکات سے ابھرتے
ہیں اور ان کے کواسب کو (یعنے ان طریقوں کو جن سے وہ ملکات
حاصل ہوں) اور ان کے منقصات کو (جو ان ملکات یا ہیئت اعتدالیہ
کو خراب کرنے والے ہیں) معین فرمادیں اور اس کو شریعت بنی
آدم کہتے ہیں (چنانچہ) بعض اشیاء کو واجب کیا اور بعض
چیزوں کو مستحب اور مباح و مکروہ و حرام۔ اور اس کی تعلیم بشر
کو نہیں ہوتی مگر الہامات جبلیہ کے مشابہ ہو کر، اور بے واسطہ تعلیم
کے قابل کوئی نہیں ہوتا بجز ایسے انسان کے جو قوائے نفسانیہ
(بہیمیت و ملکیت) کے اعتبار سے پورے اعتدال پر ہو۔ اور وہ
شرع واحد ہے اس میں تغیر و تبدل کبھی نہیں ہو سکتا لیکن
قابل کو کام یہ ہے کہ وہ احکام (واجب، مستحب، مباح، مکروہ،
حرام) کو خاص (مناسب) موقعوں کے ساتھ مقید کرے جیسا کہ
طبیب کسی شخص کی صحت کے لئے اس کی اور موسم اور اس خاص
شہر کی آب و ہوا کے پیش نظر بہت سے کلی نسخوں میں سے ایک نسخہ
تجویز کرتا ہے۔ اور اس کو شرعۃ و منہاج کہتے ہیں لکل جعلنا منکم
شرعۃ و منہاجا (۵-۴۸) تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے
خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی

نکتۂ دوم۔ یہ گمان نہ کیجئے کہ ارسال رسل کے معنے پیغمبر بلند
کرا اوپر سے نیچے یا مشرق سے مغرب کو، ایک شہر سے دوسرے شہر
میں بھیجنا ہیں۔ بلکہ اللہ جل شانہ کی طرف سے رسولوں کو بھیجنے
کے معنے یہ ہیں کہ ارادۂ خداوندی کا تعلق اس امر سے ہو جائے کہ

شریعت را بجمهور بنی آدم رسانند تا صلاح ایشان
بشود و از مشهورات ذائعه گردد و عقل و قوای
ایشان از علم حق ممتلی شود تا سبب حدوث
ارادۂ افعال خیر و کف از سیئات گردد و در حق
بسیارے از بنی آدم انواع شرک و مظالم
شائع گردد و دفع شرک و مظالم ایشان
بدون بعث پیغمبرے متوقع از جانب
قدس میسر نباشد یا قومے از مبعوثین را وقت
عقوبت و اجل آن در رسد و مصلحت نباشد
که سنگ از آسمان انداخته شود یا صیحۂ ہلاک
نمایند بلکه مصلحت ارسال رسولے باشد صاحب
شوکت که آن عزیز بمنزلۂ جبرئیل واسطۂ تعذیب
آن جماعۂ ملعونه گردد و این علم و این داعیه
را ہمه افراد انسان قابل نیستند بلکه قابل این
آمدن افراد و اشخاص آن بملاء اعلی
توانند شد و ہمه اوقات قابل ظہور امر حق
نیست بلکه حکمت الٰہیه پیش از وجود افراد
معین میکند فردے را و مشخص میسازد
تشخّص را چون آن زمان در رسد و آن
مرد بوجود آید نفس قدسیۂ آن فرد
معتدل را برگزیند و اصطناع فرماید که
وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي و آن شرع در
دل او ریزد و جمیع قوائے عقلیه و قلبیه
آن فرد معتدل را مسخر خود نماید
و امتے گرد وے جمع کند و او را
منصب ارشاد و تعلیم کرامت فرماید
و ایشان را توفیق التعلم و استرشاد
بخشد و این داعیه را در میان ایشان
شائع گرداند بدان مانند که

شریعت کو عموم بنی آدم تک پہنچائیں تاکہ ان کی اصلاح ہو جائے اور
خوب مشہور اور شائع ہو جائے اور لوگوں کی عقل اور قویٰ
اس علم حق سے بھر جائیں تاکہ یہ بہت سے نیک لوگوں کے دلوں میں
نیک کاموں کے کرنے کا ارادہ پیدا ہو جانے کا اور برے کاموں
سے باز رہنے کا سبب بن جائے۔ یا بنی آدم کے درمیان بہت
سی قسموں کے شرک اور مظالم شائع ہو جائیں اور ان کا دفع
ہونا ایسے پیغمبر کے بغیر جو عالم علوی کا بھیجا ہوا ہو میسر نہ
ہو سکے۔ یا مبعوثین قوموں میں سے کسی قوم پر عذاب کا وقت
اور اس کی مدت مقررہ آ پہنچے اور یہ مصلحت نہ ہو کہ آسمان
سے پتھر برسا کر یا سخت آواز سے ہلاک کریں بلکہ یہ مصلحت ہو کہ
ایک صاحب شوکت پیغمبر بھیجا جائے کہ وہ صاحب عزت شخص
بمنزلہ جبرئیل اس جماعت ملعونہ کو عذاب دینے کا ذریعہ بنے اور اس علم
اور اس داعیہ کے قابل تمام افراد انسان نہیں ہیں بلکہ ان میں
سے وہ فرد ہو سکتا ہے جو سب سے زیادہ اعتدال پر واقع ہے (یعنی جس
کی ترکیب کمیہ و قوت بہیمیہ نہایت اعتدال پر ہو) اور سب سے
زیادہ (صفات الٰہیہ جلب نفس کی وجہ سے) ملائکہ مقربین سے
مشابہت رکھتا ہو۔ اور امر حق کے ظہور کے قابل تمام اوقات
نہیں ہوتے، بلکہ حکمت الٰہیہ افراد کے وجود میں آنے سے پہلے
ہی ایک فرد کو معین کر لیتی ہے اور ایک زمانہ کو مشخص کر دیتی
ہے۔ جب وہ زمانہ آ پہنچتا ہے اور وہ فرد (حسب مشیت الٰہی)
وجود میں آ جاتا ہے تو اس فرد معتدل کے نفس مقدس کو اپنے
لئے انتخاب فرما لیتی ہے وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي (۲۰: ۴۱) اور
میں نے تم کو اپنے لئے منتخب کیا۔ اور اس شریعت کا فیضان
اس کے دل پر فرما دیتے ہیں اور اس فرد معتدل کے تمام قوائے
عقلیہ اور قلبیہ کو اپنا تابع بنا لیتے اور ایک امت کو اس کے
گرد جمع کر دیتے ہیں اور اس کو منصب ارشاد و تعلیم عطا
فرماتے ہیں اور ان (امتیوں) کو اس سے علم و رشد حاصل
کرنے کی توفیق بخشتے ہیں اور اس داعیہ (حصول علم و رشد)
کو ان لوگوں کے درمیان شائع کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے

۲۲

میں محدث باشد و فراست او موافق وحی اللہ
وانواع کرامات و مقامات که آن کمال نفس باو
باعتبار قوت عاملہ شناخته شود در وی عزیز
موجود باشد لابد صورت خلیفه میباید که موافق
باشد باصورت پیغامبر اگر پیغامبر بادشاه است
خلیفه لامحاله بادشاه خواهد بود اگر پیغامبر عالم است و
زاهد لابد خلیفه بهمان صفت خواهد بود در پیغامبر
خصوصیت صورت از پیغامبری خارج است و در حق
خلیفه خصوصیت صورت داخل خلافت است که تشابه
صورت و معنی هر دو استحقاق نام خلیفه پیدا
کرده است چنانکه فصل از عوارض جنس است
و داخل در نوع و چنانکه خاصه از عوارض ماهیت نوع
و غیر است و از صفات شخص صنف و دوران
حکم بر علتے که مظنۂ مصلحتے باشد مقتضی حکمت
است که بعموم مصلحت تعلق دارد و خصوص آن
علت مقتضی شریعت است که بخصوص مظنات
تعلق دارد و شبهه نیست که پیغامبر صلی اللہ
علیہ وسلم چون داعیۂ الٰہیہ در نفس او دمیده او
ریختند و وے تنها بود و برائے او اعوان و
انصار مطلوب شد تا در حیات پیغامبر اعانت
او کنند و بعد از وفات او واسطه باشند
در میان پیغامبر و امت چون در ازل
الآزال در مرتبه تقدیر پیغامبر و امت او
متمثل گشت جمعے که واسطه بودند در تاثیر
پیغامبر در امت خود باعتبار مناسبت جبلیه
و انفعال صادره از ایشان چنانکه
پیغامبر بوصف پیغمبری در آن جا
متعین شد این جماعه بوصف
خلافت متمثل شدند

محدث (ملہم) ہوگا اور اس کی فراست وحی کے موافق پڑے اور
بہت قسم کی کرامتیں اور مقامات میں سے اس کے نفس کا کمال
باعتبار قوت عاملہ کے پہچانا جاسکے اس عزیز میں موجود ہوں گی تو
لازمی طور پر یہ ہونا چاہیے کہ خلیفہ کی صورت موافق ہو پیغمبر کی
صورت کے، پیغمبر اگر بادشاہ ہے تو خلیفہ بھی ضرور بادشاہ ہوگا،
اگر پیغمبر عالم اور زاہد ہے تو ضروری ہے کہ خلیفہ بھی اسی صفت
پر ہوگا۔ پیغمبر میں تو صورت کی خصوصیت پیغمبری سے خارج
ہے کہ خلیفہ کے حق میں صورت کی خصوصیت خلافت میں داخل
ہے کہ صورت و معنی دونوں میں مشابہ ہونے کی وجہ سے ہی
اسے خلافت کے لقب کا استحقاق حاصل ہوا ہے جس طرح کہ
"فصل" جنس کے عوارض میں سے ہوتا ہے (اور جنس کی ماہیت
میں داخل نہیں ہوتا) اور (وہی فصل) نوع میں داخل ہو جاتا
ہوتا ہے۔ اور جس طرح کہ "خاصہ" ماہیت نوعیہ کے عوارض
میں سے ہے اور صنف کی صفات شخصیہ میں سے ہے اور دوران
حکم پر ایسی علت کا جو مظنہ ہو کسی مصلحت کا، وہ ایسی حکمت
کا مقتضی ہوتا ہے جس کا تعلق عموم مصلحت سے ہوتا ہے اور
اس علت مقتضی (یعنی مقتضی عموم مصلحت) کا خصوص شریعت کے
جو ان مظنات (عموم مصلحت) کو خاص کرنے سے تعلق رکھتی
ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب داعیۂ الٰہیہ ہمارے
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے نفس میں ڈالا گیا تو آپ تنہا تھے
اور آپ کے لئے اعانت و مدد کرنے والے مطلوب ہوئے تاکہ
پیغمبر کی حیات میں ان کی اعانت کریں اور ان کی وفات کے
بعد واسطہ بن جائیں پیغمبر اور امت کے درمیان۔ جب ازل الآزال
میں مرتبہ تقدیر میں پیغمبر اور ان کی امت مثالی صورتوں میں
نمایاں ہوئی تو (ان صورتوں میں سے) ایک جماعت پیغمبر کی
تاثیر کے امت تک پہنچنے کے لئے متمثل واسطے کی حقیقی تدریجی
طبعی مناسبت اور انفعال کی وجہ سے جو ان سے صادر ہونے
والے تھے۔ جس طرح کہ پیغمبر بوصف پیغمبری اس مرتبہ میں
متعین ہوا (اسی طرح) یہ جماعت بوصف خلافت متمثل ہوئی۔

این معنی در ازل الآزال بنام ایشان نوشته ام
در خارج بهمان معنی بر روی کار آمد و بعد انتقال
جانی اعمد در صحیفه نفس ایشان منتقش ماند و ما
احسن ما قیل فی هذا اللطیف ؎ دولت ز ازل آمده تا
روز ابد پاید ٭ چون شکر گزارد کسی این دولت سرمد
چون خلافت ظاهره و باطنه مجتمع شود آن را خلیفه
خاص گوئیم و خلافت خاصه مرتبه ایست از ولایت
و آن مرتبه اشبه مراتب ولایت است به نبوت
و علمائے امت که عکس تجلیه ایشان باد در ترویج
دین محمدی علی صاحبه الصلوات والتسلیمات و
تجدید شریعت او قائم فرموده صاحب مراتب اند
و خلافت خاصه جامع این همه مراتب است آنچه
است حقیقت خلافت خاصه چون مفهوم خلافت
خاصه منقح شد حالا متفرد احوال و اقوال خلفا
باید کرد و صور قصها را طرح آن احتمال باید نمود
و از قصص کثیره یک معنی مشترک پیدا باید نمود تا واضح
شود که این جماعه آن متصف اند و آیات قرآن
و احادیث پیغامبر و آثار سلف صالح را تنقیح باید
فرمود تا در تنقیح معنی خلافت و اثبات لوازم
آن در اشخاص معینه مدد فرماید۔

نکته چهارم آنچه تقریر کردیم معنی خلیفه
خاص پیغامبر بود مطلقاً الآن بیان می کنیم که بیان
کنیم خلیفه خاص پیغامبر ما صلی الله علیه وسلم
بحسب صورت بچه اوصاف باید که متصف
باشد باید که پیغامبر ما صلی الله علیه وسلم افضل انبیاء
بود و شریعت او افضل شرائع الٰهیه و کتاب
نازل بروے افضل کتب سماویه و پیغامبران
گاهے بصورت پادشاهان برروز کارے کرده
مانند حضرت داؤد و سلیمان علیهما السلام

چونکہ یہ معنے ازل الآزال میں ان کے لئے لکھے جا چکے ہیں تو خارج
میں بھی اس معنے کا ظہور ہوا اور وہ انتقال کے بعد بھی وہی امور
ان کے نفس کے صحیفہ پر نقش ہو کر رہ گئے اور اس معنے میں کیا
خوب کہا گیا ہے ؎ دولت ز ازل آمدہ ... الخ یعنی تیرا وہ دولت ازل
سے آئی ہے اور ابد تک قائم رہے گی۔ اس ہمیشہ رہنے والی دولت
کا شکر کوئی کیسے ادا کرے۔ جب خلافت ظاہرہ اور باطنہ مجتمع
ہو جائیں تو ہم اس کو خلیفۂ خاص کہتے ہیں اور خلافت خاصہ ولایت
کا ایک مرتبہ ہے اور وہ مرتبہ ولایت کے مراتب میں سب سے زیادہ
نبوت سے مشابہت رکھتا ہے۔ اور علماء امت کہ عکس آپ نے
ان کو دین محمدی علے صاحبہ الصلوات والتسلیمات کو رواج دینے
اور آپ کی شریعت کی تجدید کے لئے قائم فرمایا صاحب مراتب
ہیں اور خلافت خاصہ ان تمام مراتب کی جامع ہے۔ یہ ہے حقیقت
خلافت خاصہ کی۔ جب خلافت خاصہ کا مفہوم منقح ہو گیا تو اب
خلفاء کے احوال و اقوال کا بنظر غائر مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور (خلفاء
کے) قصوں کی صورتوں سے اُن قصوں کی روح کو ذہن و خیال کی طرف
منتقل کرنا چاہیئے اور بہت سے قصوں سے ایک مشترک حقیقت پیدا
کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ واضح ہو جائے کہ یہ حضرات اس صفت
(خلافت خاصہ) سے متصف ہیں۔ اور آیات قرآن اور احادیث
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے آثار کا تتبع کرنا
چاہیئے تاکہ معنے خلافت کی تنقیح میں اور اشخاص معینہ میں اس کے
لوازم کا ثبوت حاصل ہونے میں مدد مل جائے۔

نکتہ چہارم جو کچھ ہم نے تقریر کی ہے وہ مطلقاً کسی پیغمبر کے
خلیفۂ خاص کے معنے پر تھی اب ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ خاص کے لئے بحسب صورت
کیا اوصاف ہونے چاہئیں کہ وہ متصف ہو۔ جاننا چاہیئے
کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم افضل انبیاء تھے اور ان کی شریعت
تمام شرائع الٰہیہ سے افضل اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب
تمام کتب سماویہ سے افضل ہے۔ اور پیغمبر کبھی بادشاہ ہونے کی صورت
میں نازل ہوتے ہیں مانند حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے

وگاہی بصورت احبار مانند حضرت زکریا علیہ السلام
وگاہی بصورت زہّاد مانند حضرت یونس و
حضرت یحییٰ علیہما السلام و در ہر صورتے خدا
تعالیٰ ایشان را جاہے وغلبۂ عزتے کرامت می
فرمود وامت را توفیق انقیاد عطا می نمود آن
غلبۂ آن انقیاد بمنزلہ بدن گوشتی انسانی می بود
وعنایت الٰہی درمیان بمنزلہ نفس ناطقہ چنانکہ
بدن آشیانۂ نفس می باشد صورت این غلبہ
وعزت وجاہ و آن انقیاد قوم وفرمانبرداری ایشان
بدن نبوت است وعنایت الٰہی وفتح غیبی کہ اِنَّا
فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا
تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ روح
نبوت گویا حقیقت نبوت در پس پردہ حرکت
می فرماید مانند ظہور حرکت باد در ضمن حرکت
شیر و ماہی کہ از اثواب بسازند ؎ ما ہمہ شیران
ولے شیر علم ٭ جنبش از باد باشد دمبدم ٭ ظہور
نبوت بہترین پیغمبران جمیع بود بادشاہی وجبروت
و زہد بہم صورت نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
آمدن مسلمین اطراف گرد وی صلے اللہ علیہ وسلم این حقیقت
در مکہ مترایدشدن گرفت تا آنکہ صورت اقبال بہم
رسید مانند رئیس مدینہ از مدن یا قریہ از قریٰ
بعد ازاں مامور شدند بہجرت ومسلمین از ہر طرف
متوجہ گشتند بہجرت وتہیۂ اسباب جہاد پدید آمد وہیئت
ریاست وجمع فوج وفرمان روائی افزودن گرفت
تا آنکہ فتح مکہ بوقوع آمد و وفود
عرب از ہر طرف بخدمت آن حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم شتافتند
وسورۂ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ

اور کبھی احبار (یعنی علماء) کی صورت میں مانند حضرت زکریا علیہ
السلام کے اور کبھی زاہدوں کی صورت میں مانند حضرت یونس
و حضرت یحییٰ علیہما السلام کے اور ہر صورت میں خدا تعالیٰ ان
کو ایک جاہ اور غلبہ اور عزت عطا فرماتا رہا ہے اور امت کو
ان کی فرمانبرداری کی توفیق بخشتا رہا ہے۔ وہ غلبہ اور وہ
اطاعت اس مرتبہ میں تھی جیسے ایک انسان کا گوشت پوست
سے بنا ہوا بدن ہوتا ہے اور اس کے اندر عنایت الٰہی نفس
ناطقہ کے مرتبہ میں۔ جس طرح کہ بدن آشیانہ ہوتا ہے نفس کا
اسی طرح ان پیغمبروں کے اس غلبہ اور عزت وجاہ اور ان کی
قوم کی اطاعت و فرمانبرداری کی صورت نبوت کا بدن ہے
اور عنایت الٰہی اور فتح غیبی جس کی طرف اس آیت میں اشارہ
ہے نبوت کی روح ہے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا الخ یوں سمجھئے کہ
حقیقت نبوت پس پردہ سے حرکت فرما رہی ہے جس طرح
ہوا کی حرکت کا ظہور ہوتا ہے شیر اور مچھلی کی حرکت کے ضمن میں
جو کپڑوں سے بنالیتے ہیں (اور مکان کی سب سے بلند منزل پر ہوا
کا رخ معلوم کرنے کے لئے لگا دیتے ہیں) ؎ ما ہمہ شیران الخ
ہم سب شیر ہیں مگر جھنڈے کے شیر جن کو دمبدم ہوا سے جنبش
ہوتی رہتی ہے۔ اس پیغمبر کی نبوت کا ظہور جو تمام پیغمبروں سے
بہتر ہے جامع ہوگا بادشاہی کا اور جبروت یعنی تجبر علم کا
اور زہد کا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صورت
یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد مسلمانوں کا جمع ہونا
یہ حقیقت مکہ میں ترقی پذیر ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ اقبال مندی
کی صورت اس حد تک پہنچی جیسا کہ شہروں میں سے کسی شہر کا یا
قریات میں سے کسی قریہ کا رئیس ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ کو ہجرت
کا حکم ہوا اور مسلمانوں کو بھی ہر جانب سے ہجرت کی توفیق ملی
اور جہاد کے سامان فراہم ہونے لگے اور ہیئت ریاست اور فراہمی
فوج اور فرمانروائی کے ترقی پذیر ہوتے یہاں تک کہ فتح مکہ
وقوع میں آگئی اور ہر طرف سے عرب کے وفود آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں دوڑ پڑے اور سورۃ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ

بِاَلْسِنَتِہِمْ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ
اللّٰہِ اَفْوَاجًا نزول یافت و در غزوۂ تبوک
چہل ہزار کس و در روایتے ہفتاد ہزار کس در رکاب آں
جناب صلی اللہ علیہ وسلم حاضر بودند و در حجۃ الوداع
صد و بست و چہار ہزار کس بملازمت آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم حاضر شدند و یمن و تہامہ و نجد و
بعض از بلاد شام در تصرف وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم داخل شد و جزیہ و زکوٰۃ از آں بلدان مے
گرفتند و عاملان آنجناب در ہر مکان نصب شدند تا
آنکہ صورت سلطان ناصیہ از نواحی پدید آمد چنانکہ
جسم طفل در ہیچ اقطار در ضمن نمو متزاید میگردد
و ہر نمو قوای نفس ناطقہ بکمال میشود پنہان برکات
نبوت در لیجومن رسالت منضم مے شد و در آں
صورت یک پایہ از ترقی باقی ماندہ بود کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم برفیق اعلیٰ انتقال فرمود
و آں ہیئت ذوالقرنین است کہ ہمہ بادشاہان
را مطیع خود ساخت و لوائے فرمانروائی برہمہ
افراخت و ایں پایہ را بعرف بادشاہان پیشین شاہنشاہی
میگفتند و خدای تعالیٰ آنحضرت را صلی اللہ علیہ
وسلم بایں ترقی بہ بشارات متواترہ نواخت
شد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرات بسیار و کرات بیشمار
آں را افادہ فرمود و چوں ندای یَا اَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ
ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ در رسید و آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم لبیک اجابت گفتند خدای تعالیٰ آں موعود
را بدست خلفاء منجز گردانید و فارس و روم را کہ تمام زمین
بلکہ ربع ایشاں بود بدست ایشاں فتح ساخت و خزائن ایشاں
بمیان مسلماناں تقسیم نمودند در عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بنا یافتہ بود چوں شد ضمن ایں ترقیات معنی نبوت متوفر
گشت مضمون ہُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ

نازل ہوئی۔ اور غزوۂ تبوک میں چالیس ہزار شخص اور ایک روایت
میں ستر ہزار اشخاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر رکاب
حاضر تھے اور حجۃ الوداع میں ایک لاکھ چوبیس ہزار اشخاص آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے ظل عاطفت میں حاضر تھے اور یمن اور
تہامہ و نجد اور بعض شام کے علاقے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے تصرف میں داخل ہو گئے اور ان شہروں سے جزیہ اور زکوٰۃ
وصول کیا جاتا تھا اور آپ کے عامل ہر مقام پر تعینات ہو گئے
یہاں تک کہ وہ صورت پیدا ہو گئی جو ایک علاقہ کی بادشاہی کی
ہوتی ہے۔ جیسا کہ بچے کا جسم جب بڑھوتری پر ہوتا ہے تو تمام اطراف
میں سے بڑھا کرتا ہے اور ہر لحظہ نفس ناطقہ کی قوتیں کمال پذیر
ہوتی ہیں۔ اسی طرح نبوت کی برکتیں برابر بڑھتی رہیں۔ اور
اس صورت میں ترقی کا ایک مرتبہ باقی رہا ہوا تھا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال فرما گئے اور
وہ (باقی ماندہ مرتبہ) ذوالقرنین کی ہیئت کا ہے کہ انھوں نے
تمام بادشاہوں کو اپنا مطیع بنایا اور فرمانروائی کا جھنڈا سب
پر بلند کیا تھا اور اس مرتبہ کو پہلے بادشاہوں کے عرف میں شہنشاہی
کہتے تھے اور خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس
ترقی پر متواتر بشارتوں سے نوازا اور آنجناب علیہ الصلوات والتسلیمات
نے بہت دفعہ اور بے شمار مرتبہ اس کو ظاہر بھی فرمایا اور جب
یا اَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ (یعنی اے نفس مطمئنہ اپنے
رب کی طرف واپس چل) پہنچی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے قبول فرماتے ہوئے لبیک کہا تو خدا تعالیٰ نے اس وعدہ کو
خلفاء کے ہاتھوں پر پورا کیا اور فارس اور روم کو جو تمام روئے
زمین کی ذی اقتدار تھیں ان کے ہاتھوں پر فتح کرایا اور ان ممالک
کے خزانے مسلمانوں کو دیے اور وہ سب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے عہد ہی میں رکھے گئے تھے اور نعمت کامل کر دی
گئی اور ترقیات کے ضمن میں حقیقت نبوت بہت گنا وسیع
ہو گئی اور اس آیت کا مضمون عیاں ہو گیا ہُوَ الَّذِیْ
اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ (۹: ۳۳) وہ اللہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو

بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله بگو پیوست والحمد لله رب العالمین
تا اما صورت تجربهٔ آن بود که آنحضرت صلی الله علیه وسلم در وقتے پیدا شدند که عرب کلهم شعار بت پرستی داشتند و رسم انبیاء سابقین بالکلیه فراموش نموده از معاد ایشان را خبرے نه از مبدأ در میان ایشان ذکرے ظلم بر یکدیگر آئین ایشان بود و حلال و حرام نمی دانستند پس حق سبحانه و تعالیٰ آنحضرت را صلی الله علیه وسلم مبعوث فرمود و بهترین کتب الٰهیه بر وے صلی الله علیه وسلم نازل نمود و بانزال احکام و نکات فرقان تفسیر نمود که وما ینطق عن الهوىٰ ان هو الا وحی یوحیٰ و جماعه را موفق گردانید بحفظ علوم و ارشاد آنحضرت صلی الله علیه وسلم آنچنان کتاب الله را خواندند و احادیث و حکم و احکام را یاد گرفتند تا حدے که بادیه نشینان اصحاب ملت گشتند باز در میان امت آنحضرت صلی الله علیه وسلم حفظ این بسیار فرمود و در هر عصرے جمعے را بقرات قرآن توفیق بخشید و جمعے را بتفسیر قرآن بسیار ساخت و طائفه را بروایت حدیث ممتاز گردانید و قومی را بالفتویٰ و قضاء قائم نمود و در هر زمانے خلف را

ہدایت اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ اب صورت تجربہ (یعنی افاضہ علوم کی وضاحت کی جاتی ہے جو) یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں پیدا ہوئے کہ سب عرب کا شعار بت پرستی بنا ہوا تھا۔ انبیائے سابقین کے طور طریقے و تعلیمات فراموش کر چکے تھے۔ ان کو معاد کی خبر تھی (یعنے اس زندگی حیات کے بعد پھر کیا گزرے گی اور لوٹ کر کہاں جانا ہوگا)۔ اور نہ ان کے درمیان مبدأ کا کوئی ذکر تھا (کہ ہمارا خالق کون ہے ہمارے جسم کی ابتداء کیسے ہوئی کس نے جسم کو اور روح کو پیدا کیا اور روح کو کس نے جسم میں داخل کیا) اُن کا آئین یہ تھا کہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے رہیں۔ حرام وحلال کی انھیں کچھ خبر نہیں تھی۔ پھر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور کتب الٰہیہ میں کی بہترین کتاب ان سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل فرمائی جس کے ذریعہ تفسیر احکام اور طرح طرح کی حکمتوں پر کلام فرمایا جیسا کہ ارشاد باری ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى الخ (۳۔ ۳۱۵۳) [اور وہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں اُن کا ارشاد نری وحی ہے جو اُن پر بھیجی جاتی ہے] اور ایک جماعت کو اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم تلامیذ کے ارشادات محفوظ رکھنے کی۔ انھی (اوّلین) لوگوں نے کتاب اللہ کو پڑھا اور احادیث حکم و احکام کو یاد کر لیا اس حد تک کہ وہ جنگلوں میں رہنے والے ملت کے تبحر عالم بن گئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اس بیش قیمت کتاب اللہ و تعلیم نبویؐ کی (اسی طرح) حفاظت فرمائی کہ ہر زمانہ میں ایک جماعت کو قراءت قرآن کی توفیق بخشی اور کچھ لوگوں کو تفسیر قرآن کی توفیق عطا ہوئی اور ایک گروہ کو روایت حدیث سے ممتاز فرمایا اور ایک قوم کو فتویٰ اور قضاء پر قائم کردیا اور زمانہ میں خلف کو سلف سے علوم

ل دنیا میں سیکڑوں نبی آئے مگر کسی کی امت کو سوائے امت محمدی کے یہ توفیق عطا نہیں ہوئی کہ اپنے نبی کے ارشادات کی کماحقہ حفاظت کرتے۔ مترجم

توفیق الله از مکلف داد اگر کسے دل
دانا داشته باشد بداند که ماء الحیوٰة از ینبوع
قلب آنحضرت صلی الله علیه وسلم منفجر
شده است و آن را جداول و انهار پدید
آمد سلسلین خرّارا و غزرا الوان جداول و
انهار حصه یافته اند و همین معنے در روز
حشر متمثل بکوثر خواهد شد ماؤه ابیض
من اللبن واحلی من العسل آنیته
کعدد نجوم السماء پیش از بعثت آن
حضرت صلی الله علیه وسلم هیچ چیز
ازین قبیل موجود نبود و بعد بعثت
از میان قلب مبارک وے صلی الله
علیه وسلم چشمه جوشید و تمام آفاق رسید
در ضمن این تعلیم و تعلّم و حفظ آن
شریعت حقه که در عنایت اولی ثابت
بود و در صدور ملائکه متمثل گشته نزول
فرمود و منتشر شد این را قیاس عقل
نتوان گفت از شدت ظهور بلکه رأی العین
باید شمرد و ترقی در صورت جبریه نیز مراتب دارد
تا هنگامیکه آنحضرت صلی الله علیه وسلم در مکه
تشریف داشتند اکثر علوم جمیعه که روز و شب بر
قلب مبارک او باران صفت نزول میفرمود
همه توحید عبادت بود و بیشتر معاد و قصص
انبیاء سابقه صلوات الله علیه وعلیهم اجمعین بودن
بمدینه رسیدند و باران علم گشاده تر شده
بر آنحضرت صلی الله علیه وسلم احکام ایشان
مفصل تر نازل گردید و آنجناب طریقه ادای
صلوٰة و زکوٰة و صوم و حج و جهاد و مندوبات نکاح
و بیع و طریقه سیاست مدن آداب معیشت اهل الله

اللہ کرنے کی توفیق دی۔ اگر کوئی دل دانا رکھتا ہوگا تو وہ جان
لے گا کہ آب حیات چشمۂ قلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
جاری ہوا ہے اور اس سے بہت سی نہریں اور گولیں ظہور میں
آگئیں اور مسلمانوں نے مشرق سے مغرب تک ان نہروں سے
کو اپنا حصہ حاصل کیا اور یہی حقیقت روز حشر میں بصورت
کوثر متمثل ہوگی جس کے بارے میں ارشاد ہے کہ اس کا
پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس کے
ظروف اتنے ہیں جتنے آسمان پر ستارے۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کوئی چیز اس نوع و انداز کی موجود
نہیں تھی۔ دینیہ علوم وتعلیم کی اشاعت بھی اس طرح نہیں ہوتی تھی
بعد بعثت کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے ایک
چشمہ نے جوش مارا اور تمام عالم میں پہنچ گیا اس تعلیم و تعلم
اور اس حفظ کے ضمن میں وہ شریعت حقہ جو ابتدائی عنایت میں بحکم
اعیان ثابتہ بترتیب اقتضاء حکمت بہ صورت محمدی صلی
اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہوئے اور نبوت و شریعت کا متمثل ہونا
ثابت ہو چکی تھی اس نے ملائکہ (ملائکہ مقربین) کے سینوں
میں متمثل ہو کر نزول فرمایا اور عالم میں پھیل گئی۔ اس کو عقل
کا قیاس نہیں کہہ سکتے۔ اس کو شدت ظہور کا تعبیر بلکہ آنکھوں
دیکھی بات شمار کرنی چاہیے۔ اور ترقی بصورت جبریت بھی کئی
مرتبے رکھتی ہے۔ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف
رکھتے تھے اکثر علوم جمیعہ دن رات آپ کے قلب مبارک پر بارش
کی طرح نازل ہوتے رہتے تھے وہ سب توحید عبادت اور علم
معاد اور انبیاء سابقین صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے قصص
تھے۔ جب آپ مدینہ میں پہنچے تو آپ کا دامن علم بہت کشادہ
ہو گیا اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر احکام اور تعلیم (دینیہ)
بہت مفصل نازل ہوتیں اور آنجناب نے نماز ادا
کرنے اور زکوٰۃ دینے اور روزے رکھنے اور حج ادا کرنے کے طریقے
اور واجبات و مندوبات نکاح و خرید و فروخت کی وضاحت اور
سیاست شہری کے اصول اور باہمی میل جول کے آداب اہل اللہ کو

بیان فرمودند بعد این دو مرتبہ مرتبۂ سیوم کہ
آخر مراتب حیرت است باقی ماند و این مرتبہ
سیوم دو قسم است قسمی آنست کہ بحضور پیغامبر
می توانست بوجود آمد بنوعے از عسر لیکن مشیت
الٰہیہ آن را موخر داشت تا خلفاء را سعی خلافت
در حیرت تمام شود و آن جمع قرآن است از
عُسب و لخاف و صدور رجال تا دفتین
مجموع شد و بہمان ہیئت اجتماعیہ در آفاق شیوع
یافت و دروازۂ حفظ قرآن بر کافۂ مسلمین
مفتوح گردید و قسمی آنست کہ بحضور حضرت پیغامبر
صلی اللہ علیہ وسلم ممکن نبود کہ بوجود آید لابد
بعد وے صلی اللہ علیہ وسلم متحقق شود و آن تفتیش
احکام آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہنوز
درمیان مردم شائع نگشتہ بود خلفاء تفتیش آن
نمودند و از صدور رجال برآوردند و حکم بر آن
فرمودند و بسبب حکم ایشان ذائع شد و نیز
بعض نصوص محتمل معنے شتے بود تشخیص معنے
مراد مشکل بود خلفاء تشخیص معنے مراد کردند
باستنباط خفی کہ بعد از اجماع اہل حل و عقد بر ان
گرایدند و طریق اجتہاد در مائیکہ نصے از شارع ثابت
نشود ممہد کردند و طریق روایت حدیث و استنباط
در آن محکم ساختند و این مرتبہ آخر بدست خلفاء
تمام شد و این قسم بے واسطہ از پیغامبر صلی اللہ
علیہ وسلم ممکن نبود زیرا کہ ہرچہ
از پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم
مستفاد گردد شود آن داخل
سنت خواہد بود یا کتاب
پس پیغامبر مارا صلی اللہ
علیہ وسلم خلیفہ بایہ کہ جمع

بیان فرمائے۔ ان دو مرتبوں کے بعد تیسرا مرتبہ جو کہ حیرت کا
آخری مرتبہ ہے باقی رہ گیا۔ اور یہ تیسرا مرتبہ دو قسم پر ہے۔
ایک قسم تو وہ ہے جو کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور
میں بھی وجود میں آ سکتی تھی کسی قدر تنگی کے ساتھ، لیکن مشیت الٰہی
نے اس کو موخر رکھا تاکہ حیرت کی جہت میں خلفاء کے لئے
خلافت کا وصف تام ہو جائے اور وہ ہے قرآن کا جمع کرنا کھجور
کے پٹھوں اور پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے یہاں
تک کہ دو گتوں کے درمیان (جیسے ایک جلد میں) جمع ہو گیا
اور اسی ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ آفاق میں (جیسے تمام دنیا
میں) شائع ہو گیا اور حفظ قرآن کا دروازہ تمام مسلمانوں
پر کھل گیا۔ اور ایک قسم وہ ہے جو کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کے حضور میں جس کا وجود میں آنا ممکن نہیں تھا
اس لئے ضروری ہوا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
بعد متحقق ہو اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احکام
کی تفتیش تھی جو کہ ابھی تک لوگوں کے درمیان شائع نہیں ہوئے
تھے، خلفاء نے ان کی تفتیش کی اور ان کو لوگوں کے سینوں
سے برآمد کر کے ان کے مطابق احکام دیئے اور ان کے احکام
کی وجہ سے ان کی اشاعت ہو گئی۔ اور نیز بعض نصوص ایسی
تھیں کہ جن میں مختلف معنوں کا احتمال تھا اور معنے مراد
کی تشخیص مشکل ہو رہی تھی خلفاء نے ایک استنباط خفی کے
ساتھ معنے مراد کی تشخیص کی جن پر اہل حل و عقد کا بعد میں
اجماع منعقد ہو گیا اور ان چیزوں میں جو کہ شارع سے ثابت نہ ہوں طریق اجتہاد واضح کر دیا۔ اور روایت
حدیث اور اس میں استنباط کا طریقہ سکھایا۔ اور یہ آخری
مرتبہ حیرت خلفاء کے ہاتھ پر پورا ہو گیا اور اس قسم کا
استفادہ براہ راست پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ممکن نہیں
تھا کیونکہ جو کچھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کیا جاتا وہ
سنت میں داخل ہوگا یا کتاب میں۔ تو (معلوم ہوا کہ) ضروری تھا کہ پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خلیفہ کا ہونا ضروری تھا جو کہ قرآن کو

مستند قرآن را تفسیر نمودند و استنباط شرائع و فصل نمودند فقہ بعد کتاب و سنت اجماعیات خلفاء است کہ بمشورہ فقہائے صحابہ حکم کردند و آن حکم نافذ شد در جمیع امت و امت آن را قبول کردند و این نوع در زمان پیغامبری نتواند شد اما صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ زاہد و عابد بودند و رہنمای مسلمین باشند بانواع اکتساب احسان از ملبس بوظائف طاعات و این راہ نمودن بچند طرق منحصر است تحدید قوانین احسان مثل وظائف صلوٰۃ و ذکر و بیان کردن حفظ لسان و اشارہ نمودن بمقامات و احوال و ذکر نمودن آن مقامات و احوال بتاثیر صحبت و ہمین سلسلہ اشارہ واقع شد در کلمہ ویزکیہم و بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در ہر عصری افاضل امت بعد اتصاف باحسان و کمال بصفای نفوس ایشان بمقامات و احوال دلالت نمودند سائر ناس را و از افادہ ایشان و استفادہ آنان خانوادہا عظیم شد و این نیز سری است از اسرار الٰہی کہ در بعثت حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم منطوی بود و اول و اتم این سلسلہ خلفاء بودند کہ عالم را باین معانی دلالت فرمودند قولاً و فعلاً و تعلیم مسائل احسان قولاً و فعلاً مراتب بسیار دارد و مرتبہ آخرین دو قسم است قسمی آنست کہ مردم بے واسطہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نتوانستند گرفت جز از عشر عشیر عنایت الٰہی خلفاء را

بیع کے اور استنباط احکام شرع کی تعلیم ہے۔ اور فقہ کی انواع میں سب سے زیادہ افضل نوع کتاب و سنت کے بعد وہ مسائل ہیں جن پر خلفاء ؓ کا اجماع ہو چکا ہے ان کے احکام بمشورہ فقہائے صحابہ تھے اور ہر ایک حکم امت میں نافذ ہوا اور تمام امت نے اس کو قبول کیا اور یہ نوع پیغمبر کے زمانہ میں نہیں ہو سکتی تھی۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت پر غور کیا جائے کہ آپ زاہد و عابد اور مسلمانوں کے رہنما ہیں نسبت احسان حاصل کرنے کے مختلف طریقوں کے ساتھ وظائف طاعت پر عمل کرنے کے ذریعہ سے۔ اور اس راہ نمائی کے چند طریقے معلوم ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ قوانین حصول نسبت احسان مثل وظائف نماز و ذکر کی تشریح اور زبان کی نگہداشت کو بیان کر دینا اور مقامات و احوال کی طرف اشارہ کر دینا پھر ان مقامات و احوال کو تاثیر صحبت سے دکھا دینا اور اسی کی طرف اشارہ واقع ہوا ہے کلمہ ویزکیہم میں (۲:۱۲)

اور رسول ان کو پاک کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر زمانہ میں افاضل امت احسان سے متصف ہونے اور ان کے نفوس اللہ کے رنگ سے متصبغ ہونے اور کامل ہونے کے بعد مقامات و احوال پر رہنمائی کرتے رہے ہیں اور تمام لوگوں کو ان کی فیض رسانی اور ان کی فیضیابی کے نتیجہ میں بہت سے خانوادے یعنی سلوک طریقت کے بڑے بڑے خاندان بن گئے۔ اور یہ بھی ایک بھید ہے اسرار خداوندی میں سے جو کہ حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں پنہاں تھا اور سب سے پہلے اور سب سے آگے اس سلسلہ میں حضرات خلفاء تھے کہ عالم کو ان حقیقتوں کی طرف رہنمائی فرماتے تھے قول سے بھی اور فعل سے بھی۔ اور مسائل احسان کی تعلیم جو قولاً اور فعلاً ہو بہت سے مراتب رکھتی ہے اور اس کا آخری مرتبہ دو قسم پر ہے۔ ایک قسم وہ ہے کہ لوگ (طالبین) جس کو بلاواسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے سکتے تھے بجز تھوڑی سی مقدار کے ساتھ۔ عنایت الٰہی نے اس تعبیر کے لئے خلفاء کو

سخن کوتاہ تشبہ با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در صورت نبوت بغیر قیام خلیفہ بپادشاہی عالم بشکل قیام ذوالقرنین بپادشاہی ہر دو جانب زمین کہ فارس و روم و اطراف آن است میسر نیست و ہمچنین بغیر جمع قرآن و ترغیب بلیغ در اشاعت آن و حمل ناس بر تلاوت آن و بدون اجماعیات در ہر بابے از ابواب فقہ میسر نیست و ہمچنین بدون افادہ جملہ صالحہ از مسائل احسان میسر نیست۔

نکتۂ پنجم در بیان آنکہ تشبہ با پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار استعدادات و ملکات کہ مصدر افعال و احوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بودہ است بچہ صفت می باید کہ باشد و اینجا چند دقیقہ است کہ فہم آن از ضروریات این بحث است بلکہ از مہمات اکثر مباحث کلامیہ۔

دقیقۂ اولیٰ خلق اشیاء بلاواسطہ از حضرت حق است جل شانہ بارادہ و اختیار نزدیک اہل حق پس ایجاب و تولید غلط است توہمے کہ بعض اشیاء بر بعض دیگر مترتب می شود بر سبیل جری عادت است عادت اللہ ہمچنین جاری شدہ کہ

اور بالاجمال یہ بھی سمجھ لیجئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صورت نبوت میں مشابہت میسر نہیں ہو سکتی خلیفہ کے بادشاہی عالم کی جگہ سنبھالے بغیر جس طرح ذوالقرنین نے بادشاہی عالم پر قبضہ کیا تھا کہ خلیفہ زمین کی دونوں جانب فارس و روم اور اس کے اطراف پر متصرف ہو اور اسی طرح بغیر جمع قرآن کے میسر نہ ہوگی اور بغیر اس کی اشاعت میں اور لوگوں کو اس کی تلاوت پر رغبت دلانے میں بڑی سعی بلیغ اور جہد کی ضرورت تھی۔ نیز بغیر اجماعیات کے جو فقہ کے ہر باب میں موجود ہیں یہ مشابہت صورت کیسے میسر ہو سکتی تھی اور اسی طرح مسائل احسان کے باب میں بغیر ارشادات صالحہ کے افادے کے صورت نبوت میں تشبہ میسر نہیں آسکتا تھا۔

نکتۂ پنجم اس امر کے بیان میں کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشبہ کرنے کے لئے اُن استعدادات و ملکات کے اعتبار سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال و احوال کے مصدر ہیں کیا صفت ہونی چاہئے کہ یہ پیدا ہو جائے اور یہاں ایسے دقیقے ہیں کہ پہلے ان کا سمجھ لینا اس بحث کے لئے ضروریات میں سے ہے بلکہ اکثر مباحث کلامیہ کی مہمات میں سے ہے۔

دقیقۂ اولیٰ اہل حق کے نزدیک تمام اشیاء کی پیدائش حضرت حق جل شانہ کے ارادے و اختیار سے بغیر واسطہ کے ہوتی ہے۔ اور ایجاب و تولید کا خیال غلط ہے (یعنی جب سبب وجود میں آجائے گا تو مسبب کا خود ہی پیدا ہو جانا ضروری ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات علۃ العلل ہے۔ ہر وجود کی بنا بواسطہ علت نہیں ہے۔ اسی طرح ایک وجود سے جو افعال پیدا ہوتے ہیں ان کا خالق براہ راست حق تعالیٰ نہیں۔ ان افعال کے خلق کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف اس طرح کی جا سکتی ہے کہ حق تعالیٰ نے وہ وجود پیدا کیا جس سے یہ چیزیں پیدا یا متولد ہوئیں۔ اس نظریہ کا ابطال مقصود ہے ۱۲ مترجم) جو ترتب (یعنی موقوف ہونا) بعض اشیاء کا بعض پر دیکھا جاتا ہے یہ عادت اللہ کے جاری ہونے کی بنا پر ہے۔ قدرت الٰہی اسی طرح جاری ہوئی کہ بعض

تا قائلان بحث اتفاقیہ بر قطع را فائدہ ندہد چہ خرق عادت ممکن است، بہ چنان بیشتر قائلان با ایجاب نیز اکثر این فائدہ قطع ندہد زیرا کہ در عالم کون و فساد یقین باآنکہ ہمین اشیاء اسباب باشند و غیر و آنکہ وجود مانع و انتفاء شروط مخفی است سلے کثرتہا و انتشارہا میسر نیست معہذا فی نفس الامر اعتقاد جازم در بعض امور حاصل میشود بلکہ در بعض مواد یقین نیز بہم می رسد و این حق بجائی میانہ کہ انکار آن جنس بسیار است معہذا در بعض مواد با حسان یقین حاصل مے گردد و سلامت تواتر و شعور در اکثر انکار غیر حقیقی بہ معہذا یقین در بعض امور پیدا میشود و احتمال مجاز و اشتراک و تخصیص عام و نظائر آن در کلام مخبر صادق قائم معہذا یقین بمضمون خطاب شارع حاصل می گردد و انکار این معنی مکابرہ است و تجربہ در بعضا آن آنست کہ مقدمے خفی نفس را در بعض جا حاصل میشود و یقین بآن مقدمہ منضم میگردد من حیث تدری او لا تدری۔

چون این دو دقیقہ مذکور شد بہ اصل سخن برگردیم افعال متقاربہ متقاربہ از نفس ناطقہ پیدا نے شود،

ارادہ و اختیار کے قائل ہیں قطعیت کا فائدہ نہ دیں گی کیونکہ خرق عادت بھی ممکن ہے۔ (تو مثلاً دھوئیں کو دیکھ کر وہ یقین نہیں کر سکتے کہ آگ موجود ہے وہ یہ خیال کر سکتے ہیں کہ خلاف عادت جاری ممکن ہے کہ اللہ نے اس کو بغیر آگ کے ہی پیدا کر دیا ہو) اسی طرح جو لوگ ایجاب کے قائل ہیں (یعنی موجب وجود سبب کو قرار دینے والے ہیں) اُن کے نزدیک بھی اکثر ایسی دلیلیں قطعیت کا فائدہ نہ دیں گی، کیونکہ عالم کون و فساد (بننے بگڑنے والی دُنیا) میں یہ یقین میسر نہیں ہے کہ یہی اشیاء اسباب ہیں اور کوئی سبب نہیں اور یہ یقین کرنا بھی دشوار ہے) کہ (سبب پیدا ہونے سے مسبب کے پیدا ہونے میں) کسی مانع کی موجودگی بھی نہیں ہے (یا سبب سے مسبب کے وجود میں آنے کی جو شرطیں ہیں) ان شرطوں کو توڑنے والی کوئی چیز نہیں ہے جو بہت زیادہ اور بہت پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اس کے باوجود نفس الامر میں بعض امور کے بارے میں پختہ اعتقاد حاصل ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض مواقع میں پختہ یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہ اس قسم کی بات ہے کہ جس کا انکار بہت ہوتا ہے کہ اس کے باوجود بعض مادوں میں احساس سے یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ اور تواتر اور مشہور قول کی سلامتی اکثر لوگوں کی رائے میں قابل یقین نہیں ہوتی مگر اس کے باوجود بعض امور میں یقین پیدا ہو جاتا ہے اور مجاز و اشتراک و تخصیص عام اور اس قسم کے احتمالات مخبر صادق کے کلام میں قائم ہیں مگر اس کے باوجود شارع کے مضمون خطاب کا یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر ان چیزوں کا انکار کیا جائے تو یہ ہٹ دھرمی ہوگی۔ اور یہاں ایک راز ہے وہ یہ کہ بعض اوقات میں نفس کو (اسباب کے جدا ہو کر) ایک خفی گمان حاصل ہو جاتا ہے اور اس دلیل کے نتیجے سے منضم ہو کر جانے یا نہ جانے کے طور پر یقین حاصل ہو جاتا ہے۔

ان دو دقیقوں کے ذکر سے فارغ ہو کر اب ہم اصل بات کی طرف چلتے ہیں۔ ایسے افعال جو ایک خاص رفتار کے ساتھ چلتے ہیں اور ایک دوسرے سے قریب ہوں نفس ناطقہ سے پیدا نہیں ہوتے

تا آنکہ آن نفس با ملکہ راسخہ باشد مناسب
آن افعال و احوال و این بیان میماند متکلمین
گفتہ اند کہ بناء عالم بر وجہ اتقان دلالت می
کند بر آنکہ موجد آن عالم است و مرید است
و حکیم است و قادر است پس خلیفہ پیغامبر
صلی اللہ علیہ وسلم کہ مصداق این سہ قسم افعال
کہ بصورت پیغامبری او تعلق دارند لابد است
از آنکہ در نفس ناطقہ او کمال ہر دو قوت
ودیعت نہادہ باشند قوت عاقلہ و قوت
عاملہ و در اجتماع این دو قوت و اصطلاح
ہر یکے با دیگری تجربہ مع داشتہ باشد تا شائستہ
خلافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شود و از
ثمرات کمال قوت عاقلہ در پیغامبر وحی است
و در خلیفہ محدثیت و صدیقیت و فراست
صادقہ کہ بسبب آن اصابت کند در ظنون
خود و ما ظن بشیء الا کان کما ظن و رائی او موافق
افتد وحی الہی در واقعات بسیار و از ثمرات
کمال قوت عاملہ در پیغامبر عصمت است از معاصی
و صحبت صالح و در خلیفہ صلاح و عفت و محفوظ
بودن از معاصی تا آنکہ پیغامبر در حق او گواہی
دہد کہ ان الشیطان یفر من ظل عمر و
از ثمرات براعت ہیئت امتزاجیہ ہر دو قوت
در پیغامبر معجزات است و واردات غریبہ
و واقعات عجیبہ مثل معراج و در خلیفہ مقامات
و احوال عالیہ ست و کرامات خارقہ و تاثیر
دعوات و تاثیر مواعظ او در مردم چون این
سہ صفت در خلیفہ یافتہ شود خلیفہ
سہ نوع از تشبہ با پیغامبر درست کند
یکے آنکہ مرشد خلائق باشد

حتیٰ کہ ان افعال و احوال کے مناسب نفس میں ملکہ راسخ پیدا
ہو جائے اور یہ اسی بات کے مشابہ ہے جو متکلمین کہتے ہیں کہ بناء
عالم بروجہ اتقان (پختگی) اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کو
پیدا کرنے والا عالم ہے مرید (صاحب ارادہ) ہے اور صاحب
حکمت ہے صاحب قدرت ہے۔ تو جانشین آن پیغمبر صلی اللہ علیہ
وسلم کے جو ان تین قسم کے افعال کے مصداق تھے جو آپ کی
پیغمبری کی صورت سے تعلق رکھتے ہیں خلیفہ کے لئے یہ ضروری
ہے کہ ان کے نفس ناطقہ میں دونوں قسم کی قوتوں کا کمال
ودیعت کیا گیا ہو یعنی قوت عاقلہ اور قوت عاملہ کا کمال۔ اور وہ
دونوں قوتوں کے اجتماع میں اور ان میں سے ایک کو دوسرے
کے ساتھ ملا کر ہونے کا ملکہ رکھتے ہوں تاکہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے قابل بن سکیں۔ پیغمبر میں قوت
عاقلہ کے ثمرات کمال میں سے وحی ہے اور خلیفہ میں محدثیت اور
صدیقیت اور فراست صادقہ ہے کہ جن کے سبب وہ اپنے ظن
میں مصیب ہوگا اور وہ جس شے کی نسبت کوئی گمان کرے گا
وہ بالکل اس کے گمان کے مطابق ثابت ہوگی اور بہت
سے واقعات میں اس کی رائے وحی الٰہی کے مطابق پڑے گی۔
اور پیغمبر میں قوت عاملہ کے ثمرات کمال میں سے عصمت ہے
معاصی سے اور طریقہ حسنہ اور خلیفہ میں صلاح و عفت اور
معاصی سے محفوظ ہونا اس مرتبہ تک ہے کہ پیغمبر بھی اس کے
حق میں یہ گواہی دے کہ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَفِرُّ مِنْ ظِلِّ عُمَرَ (شیطان
عمر کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے) اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
میں دونوں قوتوں (عاقلہ اور عاملہ) کی ہیئت امتزاجیہ سے
جو چیز بڑی کارگر ہے وہ معجزات ہیں اور واردات عجیبہ
اور واقعات عجیبہ مثل معراج کے اور خلیفہ میں مقامات
اور بلند احوال ہیں اور خارق عادت کرامتیں ہیں اور دعاؤں
کی تاثیر اور لوگوں میں ان کے مواعظ کی تاثیر ہیں۔ جب یہ
تین صفات خلیفہ میں پائی جائیں گی تو خلیفہ پیغمبر کے ساتھ
تشبہ کی تین قسمیں درست کرے گا۔ ایک یہ کہ پیغمبر کے بعد

بعد پیغامبر دیگر آنکہ داعیہ الٰہیہ را بنفس خود قبول کند از سر تحقیق نہ از سر تقلید و چون در آن داعیہ محقق باشد برکات عجیبہ در کار او ظاہر شود سیوم آنکہ در شریعت محمدیہ صاحبہا الصلوات والتسلیمات چہ در احکام و چہ در حکم مہارتے پیدا کند و نسبت او با پیغامبر مانند نسبت تخریج باشد با مجتہد۔

و اینجا دقیقہ ایست باید یاد گرفت در شرائع مقرر شدہ است کہ معجزہ مثبت نبوت انبیاء است و حجۃ اللہ بر خلائق لازم میشود بمعجزہ۔ عقول اہل معقول درین کلمہ سرگشتہ اند و زیرکان ایشان از اشکال آنہا تا بسبب قائلے بر تشابہ درست کردہ برآن فرود آوردند کہ چنانکہ پادشاہ را ایلچی میگوید کہ خلاف عادت خود کن بالتماس من تا مردم صدق مرا معلوم کنند ہمچنان معاملہ پیغامبر با خدای تبارک و تعالیٰ است و دیگران بانواع مناقضات پیش آمدند و سخن ناتمام ماند و حق درین باب آن است کہ صدق پیغامبر را مکلفان قبول نکردند الا از جہت آنکہ علم فطری کہ مقتضی نوع انسان است در صدور ایشان تمام است بشہادت دل قبول میکنند و بآن مقتضے نوع حجت تمام میشود اگرچہ لعنت کشند در انکار وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا و آنکہ این کلام صادق از تقلید علمائے پیشین اخذ نمودہ است

مرشد خلائق ہو دوسری یہ کہ اس کا نفس از سر تحقیق داعیہ الٰہیہ کو قبول کرے از راہ تقلید نہیں۔ جب وہ اس داعیہ میں محقق ہو جائے گا تو اس کے کاموں میں برکات عجیبہ کا ظہور ہوگا۔ تیسری یہ کہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات میں احکام میں بھی اور حکم میں بھی پوری مہارت پیدا کرے اور اس کی پیغمبر کے ساتھ وہ نسبت ہو جائے جو تخریج احکام کرنے والے کی ہوتی ہے مجتہد سے۔

یہاں ایک دقیقہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ شریعتوں میں یہ طے شدہ امر ہے کہ معجزہ نبوت انبیاء کا مثبت ہوتا ہے اور معجزہ سے خلائق پر اللہ کی حجت لازم ہو جاتی ہے اہل معقول کی عقلیں اس بات میں پریشانی میں پڑی ہوئی ہیں اُن میں سے جو لوگ سمجھدار ہیں انھوں نے اس (لزوم حجت اللہ کی یہ صورت نکالی) کو محمول کیا تشابہ غائب بر شاہد کے نظریے پر کہ جس طرح بادشاہ سے اس کا ایلچی یہ درخواست کرتا ہے کہ آپ میری گزارش پر اپنی عادت کے خلاف کچھ باتیں کر دیجے تاکہ لوگوں کو میری سچائی معلوم ہو جائے۔ خدائے تبارک و تعالیٰ کے ساتھ پیغمبر کا ایسا ہی معاملہ ہے۔ دوسرے لوگوں نے اس پر مختلف تنقیحیں پیش کر دیں اور بات ناتمام رہ گئی۔ اور اس باب میں حق یہ ہے کہ پیغمبر کے صدق کو مکلف نہیں مانتے مگر صرف اس جہت سے کہ علم فطری جس کی مقتضی نوع انسانی ہے وہ اُن کے سینوں میں تام ہیں (علوم فطریہ حسب مقتضائے نوع پر چند صفحات قبل لکھا جا چکا ہے) تو جو قبول کرنے والے ہیں وہ (اس علم کی بنا پر) دل کی شہادت سے قبول کرتے ہیں اور اس مقتضی نوع (علم فطری) سے حجت تمام ہوتی ہے اگرچہ ضد کے طور پر انکار کرتے رہیں وَجَحَدُوا بِهَا الخ (۲۷: ۱۴) اور ظلم و تکبر کی رو سے ان (معجزات) کے منکر ہو گئے حالانکہ اُن کے دلوں نے ان کا یقین کر لیا تھا۔ نیز یہ (ترغیب) کہ یہ کلام پچھلے زمانے کے علماء کی تقلید سے حاصل کر لیا

دریا بند می از فکر دریافتہ را و بانی رسالت نمودہ است یا تلقی کردہ ہست از قوت الٰہی و داعیۃ نازلہ از فوق سبع سموات اگرچہ موافق شدہ باشد در اکثر آن با انبیاء سابقین این قدر شبہ باقی ماند چون معجزات خارقہ دیدند و برکات صحبت ایشان معلوم کردند حقانیت از ہر طرف جوش زد و حق از باطل ممتاز گشت و این نیز در اصل جبلت انسان نہادہ اند چون این وتیرہ گفتہ شد باصل سخن بر رویم خلیفہ را این قسم برکات می باید کہ ظاہر شود تا ہمگنان بدانند کہ خدای تعالیٰ ارادہ خیر فرمودہ کہ این چنین خلیفہ راشد بر ما منصوب ساختہ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ الآیۃ افعالے کہ تعلق بہ بادشاہی دارد بروجہ اتقان صادر شود مگر آنکہ نفس ناطقہ خلیفہ متصف باشد بچند صفت یکے حزم و مرتبہ شناسی ہر شخص و شناختن موصلہ ہر یکے تا در تفویض امور غلط نہ کند و سد خلل مملکت پیش از وقوع آن تواند نمود دیگر فراست المعیہ یظن بک الظن کان قد رأے و قد سمعا زیرا کہ بسیار است کہ امور متعارضہ بہم مے آید اگر تأنی کرد خلل واقع شود و اگر عجلت را کار فرماید خلل عظیم بظہور آید پس اذا کنت ذا رأي

یا ایک طرح کے غور و فکر سے پالیا اور رسالت کا دعوے کر دیا ہے یا درحقیقت اللہ کی طرف سے اس کو یہ بات پہنچی ہے کہ ان کو یہیں سے نہیں بلکہ قوت الٰہی اور ایک ایسے داعیہ کے جو سات آسمانوں کے اوپر سے آیا ہے اگرچہ اکثر حصہ اس کا انبیاء سابقین کی باتوں کے موافق ہو گیا ہو۔ تو یہ شبہ (اس طبع فطری کے باوجود) باقی رہا۔ جب معجزات خارقہ عادت دیکھے اور ان کی صحبت کی برکات کا مشاہدہ بھی ہوا تو حقانیت نے ہر طرف سے جوش مارا اور حق باطل سے ممتاز ہو گیا اور یہ بات انسان کی اصل سرشت میں رکھی ہے۔ جب یہ وتیرہ بیان کر دیا گیا تو اب ہم اصل بات کی طرف چلتے ہیں۔ خلیفہ میں اس قسم کی برکات ہونی چاہئیں کہ وہ ظاہر ہو جائیں یہاں تک کہ سب لوگ جان لیں کہ جانے خدا نے ہمارے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا کہ ایسا خلیفہ راشد ہمارے لئے مقرر کر دیا إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ الخ (۲ ع ۳۲)

اس کے بادشاہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تسکین (اور برکت) کی چیز ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جن کو حضرت موسیٰ و حضرت ہارون (علیہما السلام) چھوڑ گئے ہیں۔

اب ان افعال پر غور کیا جائے جو بادشاہی سے تعلق رکھتے ہیں وہ پختگی کے طور پر صادر نہ ہوں گے مگر صرف اس حال میں کہ خلیفہ کا نفس ناطقہ چند صفات سے متصف ہو اول حزم اور ہر شخص کے مرتبہ کی شناخت اور ہر شخص کے حوصلہ کی شناخت تاکہ (عہدہ داروں کو) امور کی سپردگی میں غلطی نہ کرے اور مملکت کی رخنہ بندی ان کے واقع ہونے سے پہلے کر سکے۔ دوسری صفت ہے فہم روشن والمعی جس کا ظن بھی اسی درجہ کا ہو کہ گویا خود دیکھ لیا اور خود سن لیا۔ کیونکہ ایسا بہت ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے ٹکرانے والے امور پیش آتے ہیں کہ اگر سستی کرے تو خلل واقع ہو اور اگر عجلت کو کام میں لائے تو خلل عظیم واقع ہو جائے سو إِذَا كُنْتَ ذَا رَأْيٍ الخ جب تو ذی رائے ہے (اور تو نے سمجھ لیا کہ

داشتہ باشد و اینجا نیز دقیقہ ایست مثل دقیقہ سابقہ قصد نیز اصل مطلوب است درمیان جمعیت و تشتت صلح مے باید کرد نہ تشتت را مطلقاً بیکار گذاشتن و نہ از جمعیت مطلقاً منسلخ گشتن و آن حد وسط چنان است ہیچ نظیر انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم بخیال قطع نگئی و بشغف کلام صوفیہ نگردی وحدت وجود و معرفت تنزلات خمس و خروج بسوئے فلسفہ در تعریف لباب اشیاء ہمہ از حد وسط بیرون است ؎

کج مرو تہمت ہستی کہ در طریق ما
ما نشانہاست ازان راہ بے نشان

چون این بحث گفتہ شد بحثے دیگر نازکتر ازین بحث بشنو تہذیب نفوس کہ نجات اخروی بآن منوط است بلکہ سعادت دارین بآن مربوط دو نوع تواند بود یکے استعداد نفوس کہ شرح آن گذشت دیگرے برکات نازل از نزدیک خدائی تبارک وتعالیٰ بنابر سوابق اسلامیہ بیشتر از کسب بندہ و استعدادات ایشان اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِی اَیَّامِ دَہْرِکُمْ نَفَحَاتٍ اَلَا فَتَعَرَّضُوْا لَہَا و این نوع در ہر ملت ملے جدا مے باشد در ملت ما جناب اعظم آن برکات ذات جناب پیغامبر است صلے اللہ علیہ وسلم

رکھتا ہو۔ اور یہاں بھی ایک دقیقہ ہے مثل دقیقہ سابقہ کے عمل میں بھی میانہ روی مطلوب ہے۔ اور جمعیت اور تشتت کے درمیان صلح کرنی چاہئے نہ تشتت کو مطلقاً بیکار چھوڑ دینا اور نہ جمعیت سے بالکل جدا ہو جانا اور یہی وہ درمیانی حد ہے جو انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم کے پیش نظر رہی ہے۔ یہاں بھی غلطی نہ کرنا اور کسی کی اسپیلہ گوئی سے دھوکے میں نہ پڑنا۔ وحدت وجود اور معرفت تنزلات خمس (یعنی وجود مطلق کے پانچ تنزلات جن پر شیخ اکبر وغیرہ نے کلام کیا ہے) اور فلسفہ کی طرف چل دینا اشیاء کی حقیقت کے جاننے میں یہ سب اس درمیانی حد سے متجاوز ہے ؎ کج مرو الخ (ٹیڑھے ٹیڑھے مت چلو صراط مستقیم نہ چھوڑو) اس تہمت ہستی میں (حقیقی ہستی اسی ذات کی ہے ہم چیزوں کا اطلاق کرنا ایک تہمت ہے) کہ راستے میں جو اس بے نشان کی طرف جاتا ہے ہماری بھی علامتیں ہیں (یا سیدھی سڑک کو چھوڑ کر ٹیڑھا اختیار کرو گے تو وہ علامتیں زائل ہو جائیں گی)۔ جب اس بحث پر (جو کہنا تھا) کہہ لیا تو ایک اور بحث بھی سنو جو اس سے زیادہ دقیق ہے۔ تہذیب نفوس کہ جس سے نجات اخروی کا تعلق ہے بلکہ سعادت دارین اس سے مربوط ہے اس کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں۔ ایک نفوس کی استعداد جس کی شرح گذر چکی ہے۔ دوسری اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی برکتیں جو سوابق اسلامیہ (جیسے پہلے اسلام لانا، پہلے ہجرت کرنا، پہلے جہاد کرنا، پہلے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا وغیرہ) کی بنا پر نازل ہوتی ہیں بندوں کے کسب اور ان کی استعدادوں سے بھی پہلے (جیسا کہ ارشاد رسول صلے اللہ علیہ وسلم : اِنَّ لِرَبِّکُمْ الخ یعنے تمہارے رب کی جانب سے تمہارے اہل دہر زمان میں کچھ لطیف ہوائیں آتی رہتی ہیں آگاہ ہو کے ساتھ ان کے سامنے آجاؤ!) اور برکات کی یہ قسم ہر ملت میں علیحدہ ہوتی ہے اور ہماری ملت اسلام میں ان برکات کا سب سے زیادہ پہنچنے والی چیز پیغمبر صلے اللہ علیہ و

در وقت غربت دین خدای تعالیٰ چون آنحضرت
را صلی اللہ علیہ وسلم محض برحمت خود بسوے
عالم فرستاد وآنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام تن تنہا
بود ہر کہ باعانت ایشاں صلی اللہ علیہ وسلم پرداخت
مشمول برکات الٰہیہ گشت وہر کہ متأخر شد از
مراتب قرب متأخر گشت لہٰذا در شریعت ما حکم
کردند کہ ہر کہ بہجرت او سابق تر در مراتب قرب
بلند تر وہر کہ در جہاد اعداء مقدم تر در صف
سعداء پیش قدم تر۔ قال اللہ تعالیٰ لَا
يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ
وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ
الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وقال
تبارک وتعالیٰ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فَضَّلَ
اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ
عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ
اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ
عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا دَرَجَاتٍ
مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً وَكَانَ
اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا۔ وسر در جہاد
آن است کہ مراد حق جل وعلا
اعلاء کلمۃ اللہ بود موافقت بمراد
وے سبحانہ در یک ساعت
بہتر از عبادت صد سالہ خواہد
بود لہٰذا مؤمنین اولین کہ
قبل از ہجرت در
بزیور ایمان متحلی
شدند

کی اعانت ہے اس دور میں جب کہ دین میں غربت تھی (یعنی
اجنبی تھا کہ لوگ اس قول سے بدکتے تھے کہ معبود صرف ایک
اللہ کی ذات ہے) خدا تعالیٰ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو محض اپنی رحمت سے عالم کی طرف بھیجا تو آنجناب علیہ الصلوٰۃ
والسلام تن تنہا تھے۔ اس وقت جو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی اعانت کے لیے بڑھا وہ برکات الٰہیہ اس کے شامل حال
ہو گئیں اور جو پیچھے رہ گیا وہ مراتب قرب میں بھی پیچھے رہ گیا
لہٰذا ہماری شریعت میں یہ قاعدہ بنتا ہے کہ جس شخص کی ہجرت
سابق تر ہوگی وہ مراتب قرب میں بلند تر رہا اور جو اعداء دین
کے خلاف جہاد میں سب سے مقدم رہا وہ اہل سعادت کی صف میں
سب سے زیادہ پیش قدم رہا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں لَا
يَسْتَوِي مِنكُم الخ (۵۷: ۱۰) جو لوگ تم میں سے فتح کے
پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور لڑ چکے سب کے برابر
نہیں ہیں۔ وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں جنھوں
نے (فتح کے) بعد میں خرچ کیا اور لڑے۔ اور حق تعالیٰ
نے ارشاد فرمایا لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الخ (۴: ۹۵) برابر
نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور
وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد
کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے
جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر میں
بیٹھنے والوں کے اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا
ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں
کے بڑا اجر عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے
ملیں گے اور مغفرت و رحمت اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت
والے بڑی رحمت والے ہیں۔ اور جہاد کا راز یہ ہے کہ حق تعالیٰ
کی مراد اعلاء کلمۃ اللہ تھی اور اس سبحانہٗ و تعالیٰ کی
مراد کی موافقت میں ایک ساعت بسر کرنا سو برس کی عبادت
سے بہتر ہوگا۔ یہ سبب ہے کہ مؤمنین اولین یعنی جو کہ ہجرت
سے پہلے کہ میں زیور ایمان سے آراستہ ہوئے وہ باعتبار ثواب

سر آمد عالم آمدند باعتبار ثواب و آنانکہ در مشہد بدر و احد و حدیبیہ حاضر بودند گوئی مسابقت ربودند و چون باہتمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صورت عالم متشکل شد بتشکل معنوی کہ عند اللہ متحقق است این جماعہ در دنیا نیز سر آمد عالم آمدند باین اعتبار واجب شد کہ خلیفۂ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از مہاجرین اولین باشد و از حاضرین بدر و احد و حدیبیہ انتہی سرّی است کہ ظاہر بیان فہم آن نہ رسند لیکن وقتے کہ کتاب و سنت می خوانند ناگزیر آن را قبول می کنند چون این قسم خلیفہ کہ مشتبہ بالنبی باشد بوجوہ بسیار صدر عالم شود و لطف الٰہی زمام اختیار بدست او دہد رحمت تام شود۔

حکمت محض است اگر لطف جہان آفرین
خاص کند بندۂ مصلحت عام را

نبوت و خلافت نبوت محض تہذیب نفوس این جماعۂ خاصہ نیست بلکہ رحمت عام بر تمام عالم کہ در ضمن تہذیب نفوس این جماعہ پیدا گشتہ و از میان نفوس ایشان جوشیدہ از باب تکوین است نہ متعلق بباب تشریع بمنزلہ ہوائی معتدل است کہ امراض مزمنہ عالم را اصلاح فرماید یا پادشاہ عظیم کہ قحط زدگان را ازالہ نماید۔

تکملہ ششم در طریق شناختن مستعدین خلافت خاصہ از میان مردمان چنانکہ شناختن پیغامبر حق از میان مدعیان نبوت بغایت عسیر است و اگر میسر شد من یسرہ اللّٰہ علیہ ہمچنان معرفت مستعد خلافت خاصۂ نبوت

تمام عالم میں بالا و برتر ہے اور جو لوگ بدر و اُحد اور حدیبیہ کی لڑائیوں میں حاضر تھے وہ سب پر بازی لے گئے۔ اور جب کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اہتمام سے عالم کی صورت اس تشکل معنوی کے ساتھ متشکل ہو گئی جو عند اللہ متحقق ہے تو اس جماعت کے لوگ دنیا میں بھی سر بلند قرار پائے۔ اس اعتبار سے ضروری ٹھہرا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفۂ خاص مہاجرین اوّلین میں سے ہو اور بدر و اُحد اور حدیبیہ کے حاضرین میں سے۔ یہ ایک ایسا راز ہے کہ ظاہر بین لوگوں کی فہم اس تک نہیں پہنچتی لیکن جب کہ کتاب و سنت کو پڑھتے ہیں تو مجبور ہو کر قبول کرتے ہیں۔ جب اس قسم کا خلیفہ جو پیغمبر کے ساتھ بہت سی وجوہ سے مشابہت رکھنے والا ہو صدر عالم ہو جائے گا اور لطف خداوندی زمام اختیار اس کے ہاتھ میں دیدیگا تو (عالم پر) رحمت پوری ہو جائے گی۔ حکمت محض است الخ۔ یہ حکمت محض ہے اگر جہان آفریں کی عنایت کسی بندہ کو مصلحت عام کے لئے منتخب کر لے۔ نبوت اور خلافت نبوت صرف اس جماعت خاص کی تہذیب نفوس ہی کا فائدہ نہیں رکھتی بلکہ یہ تمام عالم کے لئے ایک برکت ہوتی ہے جو اس جماعت کی تہذیب نفوس کے ضمن میں عیاں ہوتی ہے اور اُن کے نفوس میں سے جوش مارتی ہے۔ یہ برکت سلسلۂ تکوین کی ہے۔ متعلق باب تشریع میں سے نہیں یہ بمنزلہ ہوائے معتدل کے ہے جو تمام عالم کے بیماروں کی تندرستی کرتی ہے یا ایک عظیم بادشاہ کے درجہ میں کہ قحط زدوں کے قحط کا ازالہ کر دیتی ہے۔

تکملہ ششم لوگوں میں سے خلافت خاصہ کی استعداد رکھنے والوں کو پہچاننے کے طریقے کے بیان میں۔ جس طرح کہ نبوت کا دعوے کرنے والوں میں سے پیغمبر برحق کا پہچاننا بہت دشوار ہے اور جس پر اللہ تعالےٰ آسان کر دے اس کے لئے آسان بھی ہے اسی طرح خلافت خاصہ نبوت کی استعداد رکھنے

نیز میسر است تخلص ازین حیرت متعلق دو چیز
تواند بود چنانکہ معرفت پیغامبر نیز بدو وجہ یکے
سابق از نبوت این نبی و دیگر لاحق بعد از
نبوت آن۔ وجہ سابق آن است کہ پیغامبران
پیشین بوجود پیغامبر متأخر بشارت دہند و آن
بشارت در امت ایشان شائع شود مُبَشِّرًا
بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ
أَوَلَمْ يَكُن لَّهُمْ آيَةً أَن يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ
بَنِي إِسْرَائِيلَ و وجہ دیگر آن است عجیب
از اسرار تکوین چون خواہند کہ پیغامبر
صاحب شوکت را در آخر زمان مبعوث فرمایند
بر زبان پیغامبران سابق آن معنے
اظہار نمایند و بعد ازان منامات مردم
و اشارات کہنہ و مانند آن ہمہ مؤید
اخبار آن پیغامبران سازند (۱)
وجہ لاحق آنست کہ شریعت پیغامبر
لاحق مصدق شریعت سابقہ باشد
و معجزات باہرہ بدست این پیغامبر ظاہر
سازند و شریعت او را سہلہ بیضا
گردانند تا ہلاک نشود ہر کہ ہلاک شود
إلا عن بینة و یحیی من حی عن بینة ہمچنان در خلافت
خلفاء حیرت واقع است و تخلص ازین حیرت
دو وجہ پیدا شد یکے سابق کہ اخبار پیغامبر
باشد بطرق بسیار تفت بیان فرماید کہ فلان
کس بہشتی است دوم الہام نماید کہ فلان کس
از صدیقین و شہداء و صالحین است سیوم
استحقاق او خلافت را قولاً و فعلاً ارشاد کند
چون حق تعالیٰ این اسباب حجۃ اللہ بخلافت او
قائم گردید و مردان باطاعت او مکلف

والے کا پہچاننا بھی دشوار ہے۔ اس سخت حیرت سے رہائی پانے
کی دو راہیں ہو سکتی ہیں جس طرح پیغمبر کی شناخت دو وجہ
سے ہوتی ہے۔ ایک سابق جس کا تعلق اس نبی کی نبوت سے پہلے کے
زمانے سے ہے اور دوسری کا بعد از نبوت آنے والے زمانے سے۔
وجہ سابق تو یہ ہے کہ پچھلے زمانے کے پیغمبر بعد میں آنے والے
پیغمبر کی بشارت دیں اور وہ بشارت اُن کی اُمّت کے درمیان
شائع ہو جائے۔ (جیسے حضرت عیسیٰؑ کی بشارت) مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ
يَأْتِي الخ (۶۱: ۶) اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے
ہیں جن کا (مبارک) نام احمد ہوگا میں ان کی بشارت دینے
والا ہوں) أَوَلَمْ يَكُن لَّهُمْ آيَةً الخ (۲۶: ۱۹۷) کیا ان
لوگوں کے لئے یہ بات دلیل نہیں ہے کہ اس کو علماء بنی اسرائیل
جانتے ہیں؟ اور اسرار تکوین میں سے یہ ایک سِرّ عجیب ہے کہ
جب چاہتے ہیں کہ ایک صاحب شوکت پیغمبر کو آخر زمانہ میں
مبعوث فرمائیں تو سابق پیغمبروں کی زبان سے اس امر کی خبر
دیں اور اس کے بعد لوگوں کے خوابوں اور کاہنوں
کی تنبیہات کے ذریعہ سے انبیاء کی خبروں کی تائید کرائیں
دوسری وجہ لاحق تو وہ یہ ہے کہ پیغمبر لاحق کی شریعت سابقہ
شریعت کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس پیغمبر کے ہاتھ سے
کھلے ہوئے معجزات کا ظہور ہو اور اس کی شریعت کو آسان اور
صاف روشن بنائیں تاکہ کوئی ہلاک نہ ہو اور جو ہلاک
ہونے والے ہیں ان پر خدا کی حجت قائم ہو جائے۔ اسی طرح
کی حیرت خلفاء کی خلافت میں بھی ہے اور اس حیرت سے
رہائی پانے کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک سابق اور وہ یہ
بہت سے طریقوں سے پیغمبر کا خبر دیتے رہنا کہ اوّل یہ بیان
فرمائیں کہ فلاں شخص جنتی ہے دوم لوگوں کو یہ بتائیں کہ فلاں
شخص صدیقین اور شہداء و صالحین میں سے ہے سوم خلافت
کے لئے اس کے استحقاق کی علامتوں کو قولاً و فعلاً ارشاد
فرمائیں۔ جب بات یہاں تک پہنچ گئی تو اس کی خلافت پر
اللہ کی حجت قائم ہو گئی اور لوگ اس کی اطاعت کے مکلف

شوند بعد از ان در وقت وفات پیغامبر ﷺ
را الہام کرده شود کہ برای خلیفہ خلافت منعقد
نمایند و بعد از ان بوجود طیب وصیت تصرف
او در عالم بسط فرمایند لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ
عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۔
اما وجہ لاحق آن است کہ سوانح خلافت خاصہ
در خلیفہ نمایان کنند و آیات و امارات خلافت
او مثل فلق الصبح متواتر انا ضمہ فرمایند بیان
این ماجرا کرده شود من طبیب و مہارت او
در طب اول مرتبہ مخفی باشد بعد ازان مرضی
بسوئے رجوع کنند و ہر مریض را اسباب و
علامات حکم کند کہ فلان مرض دارد و دوائے
نماید و دران بعد ازان برائے ہر مرض دوائے
وصف کند و آن ادویہ موثر افتد و عالم
بمعالجہ او از امراض ہلکہ خلاص شوند و طبابت
او بتر دو الشمس رابعۃ النہار واضح گردد
حالا در معنی خلافت کہ بیان آن کردیم تأمل
وافی کن و مقصد اول از کتاب ما بر عنوان
تا دلائل خلافت خاصہ از بیان حضرت شارع
ادراک کن بعد ازان مقصد ثانی بر عنوان
دلائل قسم ثانی مشاہدہ فرما ازین جہت
واجب شد کہ خلیفہ خاص مبشر بجنت باشد
و مشہور بمقامات عالیہ و پیغامبر ﷺ او معاملہ نماید
کہ با امیر منتظر الامارت کند۔

تکملۂ مبحث ہفتم در فروع و لواحق مسئلہ
خلافت خاصہ۔ فرع اول آنچہ
بیان کردیم نوعے است از
مراتب ولایت کہ اشبہ انواع
ولایت است

ہو جائیں، اس کے بعد پیغمبر ﷺ کی وفات کے وقت ایک جماعت
کو یہ الہام کریں یعنی ان کے دلوں میں یہ داعیہ پیدا کریں کہ
کہ خلیفہ کے لئے خلافت کو منعقد کریں، جس کے بعد ہی امداد
سے اس کے دست تصرف کو تمام عالم پر کشادہ کر دیں
لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ الخ (۸: ۴۲) تاکہ جس کو برباد ہونا ہے
وہ نشان آنے کے پیچھے برباد ہو اور جس کو زندہ ہونا ہے نشان
آنے کے پیچھے زندہ ہو۔ یہ تو وجہ سابق تھی اب پیچھے کی وجہ
لاحق یہ ہے کہ خلافت خاصہ کے معانی کو خلیفہ میں ظاہر
کریں اور خلافت کے نشانوں اور علامات کو خلیفہ صبح کی
روشنی کے مانند متواتر از ضمہ فرمائیں اس کی مثال ایسی
ہے کہ ایک شخص کہ کہیں طبیب ہوں۔ طب میں اس کی
مہارت اول مرتبہ میں مخفی ہو گی۔ اس کے بعد مریض اس
کی طرف رجوع کریں علاوہ ہر مریض کے بارے میں اسباب
و علامات کے پیش نظر حکم کرے کہ اس کو فلاں بیماری ہے اور
اور اس کی رائے صائب ہو۔ اس کے بعد وہ ہر بیماری کے لئے
دوا تجویز کر دے اور وہ دوا موثر پڑے اور لوگ بوقت
درد اس کے علاج سے امراض مہلکہ سے نجات پائیں اور
اس کی طبابت دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہو جائے اب
خلافت کے معنوں میں جو ہم نے بیان کئے ہیں تامل دقیق غور
کے ساتھ ذہن میں رکھ کر ہماری کتاب کا مقصد اول پڑھو
تاکہ خلافت خاصہ کے دلائل حضرت شارع کے بیان سے سمجھ لو
اس کے بعد مقصد ثانی پڑھو اور قسم ثانی کے دلائل کا مشاہدہ
کرو۔ اس جہت سے ضروری ہوا کہ خلیفہ خاص وہ ہوگا
جس کو جنت کی بشارت دی گئی ہو اور وہ مقامات عالیہ
پر فائز ہو اور پیغمبر اس کے ساتھ وہ معاملہ کرے جس طرح
ایک امیر کو ولی عہد سے کرنا چاہئے۔

تکملۂ مبحث ہفتم مسئلۂ خلافت خاصہ کی فروع اور لواحق
کے بیان میں۔ فرع اول جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ مراتب
ولایت میں کی ایک ایسی نوع ہے جو ولایت کی انواع میں

بہ نبوت و ولایت او مراتب بسیار است کہ
خدای تعالیٰ خواص عباد خود را آن می نوازد
اما چون تعلق بعموم امت ندارد بحث از ان
نیست و شریعت ظاہر و جلی در اثبات آن
نطق نفرمودہ اگر این قسم ولایت را در اشخاص
معینین حصر نمایم غلط ذہنی و انکار ولایت
دیگران لازم آید و اگر فضیلت یکی بر دیگرے
تقریر نمایم مراد افضلیت در ہمین مرتبہ خواہد
بود نہ اعتبار جمیع مراتب آمدیم بر بیان آنچہ بسیار
است مقصود با بیان ہمان است کہ شرائع
آنچہ تعلق بان داشتہ باشد فرع ثانی آنچہ
بیان کردیم صورت کلی خلافت خاصہ است
چنانکہ افراد ہر نوع در مقتضیات آن نوع مختلف
می آیند باعتبار موادے کہ حاملۂ آن نوع
بودہ است ہمچنان لازم نیست کہ ہمہ خلفاء
درین خواص متساوی الاقدام باشند ممکن است
کہ شخصے باعتبار یک وصف اقوی و اقدم
باشد و شخص دیگر باعتبار وصف دیگر اثبت و اقوی
بعد مشترک بودن در اصل این امور چنانکہ
انبیاء در اصل نبوت مشترک اند و در اصول
لوازم نبوت متوافق و در زیادت و قلت بعض
اوصاف متفاوت ہمچنان بعض خلفاء سوابق
اسلامیہ بیشتر دارند و بعض سیاست بادشاہی
زیادہ تر بعد اتفاق در اصول لوازم خلافت
خاصہ و ازینجا حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
در مستعدان خلافت سخن داشت باعتبار بعض
اوصاف جبلیہ کہ بسیاست ملک تعلق دارد
فرع ثالث اگر جمعے از کمل مؤمنین در اصل
لوازم خلافت خاصہ جمع آمدہ باشند و در زیادت

سب سے زیادہ نبوت سے مشابہ ہے اور اس کے بعد ولایت کے
مرتبے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو اُن سے نوازا ہے
مگر چونکہ ان کا تعلق عام لوگوں سے نہیں ہے اس لئے ان سے
ہم نے بحث نہیں کی اور شریعت ظاہرہ نے اُن کے اثبات
کے بارے میں کچھ فرمایا بھی نہیں۔ اگر اس قسم کی ولایت کو
ہم چند اشخاص معینین میں حصر کر دیں تو غلط فہمی پیدا ہوگی اور
دوسروں کی ولایت سے انکار کرنا۔ اور اگر ہم ایک کی تفضیل
دوسرے پر قرار دیں تو ہماری مراد اسی مرتبہ میں افضلیت
ہوگی، تمام مراتب کے اعتبار سے نہیں۔ ہمارا اہم بحث کی
بیان سے مقصود وہی ہے جس سے کہ شرائع اور احکام الٰہیہ
تعلق رکھتے ہوں۔ فرع ثانی جو کچھ ہم نے بیان کیا وہ خلافت
خاصہ کی صورت کلیہ ہے۔ جس طرح کہ ہر نوع کے افراد
اس نوع کے مقتضاء میں مختلف ہو جاتے ہیں اُن مادوں کے
اعتبار سے جن پر وہ نوع مشتمل ہوتی ہے اسی طرح یہ لازم
نہیں ہے کہ ان خواص میں تمام خلفاء کے قدم یکساں چلتے
ہوں۔ ممکن ہے کہ ایک شخص ان تمام اصل امور میں اشتراک
کے بعد ایک وصف کے اعتبار سے زیادہ قوی اور آگے ہو اور
دوسرا شخص دوسرے وصف کے اعتبار سے زیادہ رسوخ و
ولایت رکھتا ہو۔ جیسا کہ سب انبیاء اصل نبوت میں شریک
ہیں اور لوازم نبوت کے اصول میں ایک دوسرے کے موافق
اور بعض اوصاف کی کمی و زیادتی میں جدا جدا ہیں۔ اسی
طرح بعض خلفاء سوابق اسلامیہ زیادہ رکھتے ہیں اور
بعض بادشاہی کا سلیقہ زیادہ رکھتے ہیں اصول لوازم
خلافت خاصہ میں متفق ہونے کے بعد۔ اور اسی کی بناء پر
حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کی استعداد
رکھنے والوں کے بارے میں کچھ باتیں فرمائی تھیں جو بعض ان کے
اوصاف طبعیہ کے اعتبار سے تھیں جو سیاست حکومت سے
متعلق تھیں۔ فرع ثالث اگر مؤمنین کاملین کی ایک جماعت
اصل لوازم خلافت میں ہم نسبت ہوں اور دوسرے وصف کی

و علت اوصاف متفاوت مقتضی خلافت خاصہ
حضرت پیغامبر ما صلے اللہ علیہ وسلم آن است کہ
صاحب زیادت اوصاف متعلقہ بہ دو شق مقدم
باشد بر صاحب زیادت اوصاف متعلقہ بجبریت
و زہد بچند وجہ یکی آنکہ پادشاہ ضابط شوکت
خود میتواند کہ احبار و زہاد را در جایگاہ ایشان
نگاہ دارد از ایشان امور متعلقہ بجبریت و زہد
بگیرد و در عالم بعد نصب ایشان فائدہ ہائے
مطلوب شائع گردد چون بمناسبات ملکات
جبلیہ و کسبیہ خود آن ہمہ را می شناسد ع
کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا
بخلاف احبار و زہاد کہ نمی توانند تغییر دادن
ملوک و اعوان ملوک را دوم آنکہ چون در اولیا
ظاہرہ کہ روپوش نبوت پیغامبر ما است صلی
اللہ علیہ وسلم تامل کنیم خلافت آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم ظاہر تر بود از جبریت و زہد
صلے اللہ علیہ وسلم پس رعایت جزو اظہر
و اقوی احق و اولی است سوم آنکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم در بسیاری از اوقات
بجہت سیاست لشکر اسلام و ملک داری
مقدم داشتہ اند امیر عتاب بن اسید را
بر مکہ با وجود بودن مہاجرین و انصار
و لا بد چون این بحث تمام گشتہ شد
باید دانست کہ مفہوم خلافت خاصہ
بنحوی کہ بیان کردیم علمی
است شریف کہ نور توفیق آن را در
خاطر بندۂ ضعیف ریختہ تا من تعرف و
ینکر من ینکر و ذالک من فضل
اللہ علینا و علی الناس

زیادتی کمی میں مختلف، تو ہمارے حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
کی خلافت خاصہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جس میں بادشاہی سے
تعلق رکھنے والے اوصاف زیادہ ہوں وہ مقدم ہو اس پر
جس میں اوصاف متعلقہ جبریت و زہد زیادہ ہوں، اس کی
کئی وجہ ہیں، پہلی یہ کہ منتظم بادشاہ اپنی شوکت سے یہ
کر سکتا ہے کہ احبار و زاہدین کو ان کے اپنے مستقر پر پابند رکھتے
ہوئے ان سے جبریت و زہد سے تعلق رکھنے والی خدمات لے
اور ان کے ان مناصب پر مامور ہونے کے بعد فوائد مطلوبہ
شائع ہو جائیں چونکہ وہ اپنے ملکات خلقیہ اور کسبیہ کی
مناسبتوں سے ان سب کو پہچانتا ہے ع کہ سالک بے خبر نبود
ز راہ و رسم منزلہا (یعنے راہ پر چلنے والا منزلوں کے راستے
اور نشانیوں سے بے خبر نہیں ہوتا) بخلاف احبار و زہاد کے
کہ وہ بادشاہوں اور ان کے مددگاروں (امراء و وزراء)
میں تغیر پیدا نہیں کر سکتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ہم اولیاء
ظاہرہ میں جو ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے
روپوش (نقاب) ہیں تامل کریں گے تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خلافت آپ کی جبریت اور زہد سے زیادہ ظاہر
پائیں گے اس لئے ایسے جزو کی رعایت جو زیادہ ظاہر اور زیادہ
قوی ہو احق اور اولیٰ ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تر اوقات میں لشکر اسلامی
اور ملک داری کی سیاست کے لئے کو (امراء و عمال کے تقرر
میں) مقدم رکھا ہے۔ جیسا کہ عتاب بن اسید کو مکہ کا امیر
بنایا باوجود مہاجرین و انصار کے موجود ہونے کے۔ ایک ضروری
بات یہ ہے کہ جب یہ مباحث ختم ہو چکے جو بیان کر دیے گئے ہیں تو جاننا
چاہئے کہ خلافت خاصہ کا مفہوم جس اسلوب سے ہم نے بیان
کیا ہے یہ ایک علم شریف ہے کہ نور توفیق نے اس بندۂ ضعیف
دل پر اس کا فیضان کیا ہے جو اس کو سمجھے گا وہ اس
کی قدر کرے گا اور جو نہیں سمجھے گا وہ اس کا انکار کرے گا۔
ذالک من فضل اللہ علینا اور یہ ہم پر اور سب لوگوں پر اللہ کا فضل ہے

[illegible]

مقصد ثانی

در دلائل عقلیہ بر خلافت خلفاء کہ ماخوذ باشد از استقراء احوال و اقوال پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم یا ماخوذ باشد از مقدمات مسلّمہ عند مسلمین از جہت آنکہ نقیض آں مقدمات مستلزم محال شرعی است مثلاً تخلف وعدہ الٰہی لازم آید یا قدحے در عصمت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم رسد یا اجماع امت مرحومہ بر ضلال ظاہر گردد و ایں مبحث منحصر است در دو مقدمہ مقدمۂ نخستین آنکہ بدلائل عقلیہ یقین میکنیم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لابد خلیفہ برائے امت خود معین فرمودہ است و اتیان با آں حضرت ہمہ دانچہ بخلافت تعلق دارد لازم نمودہ دوم آنکہ بدلائل عقلیہ یقین میکنیم کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے امت خود خلیفہ معین ساختہ است آں خلیفہ صدیق اکبر است لا غیر ثم الفاروق بعدہ ثم ذو النورین بعد الفاروق۔

ولنذکر اوائل الشروع فی المقدمۃ الاولٰی

و پیش از شروع در تقریر آں نکتہ ایست کہ ترتیب دلائل و تقریب آں بمسائل بمعرفت او موقوف است و آں نکتہ ایں است کہ مراد ما از تعیین خلیفہ کہ بوجوب و لزوم آں زبان مے کشائیم نہ آں است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک بوفات خود مسلماناں را جمع فرماید و بہ بیعت آں خلیفہ امر نماید یا غیر ازیں افعال منبیہ استخلاف دریں حالت بعمل آرد چنانچہ

تو اس نعمت کا شکر نہیں کرتے۔

فصل ہفتم کا مقصد ثانی

خلافت خلفاء پر بعض دلائل عقلیہ کے بیان میں جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے احوال و اقوال کے استقراء سے ماخوذ ہوں یا اُن مقدمات سے ماخوذ ہوں جو مسلمانوں کے نزدیک مسلّمہ ہیں اس جہت سے کہ اُن مقدمات کی نقیض محال شرعی کو مستلزم ہو مثلاً وعدہ الٰہی کا خلاف ہونا لازم آجائے یا عصمت پیغمبر پر اعتراض واقع ہو جائے یا اُمت مرحومہ کا اجتماع گمراہی پر ظاہر ہو جائے اور یہ بحث منحصر ہے دو مقدمہ میں۔ **پہلا مقدمہ** یہ ہے کہ دلائل عقلیہ سے ہم یقین کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے لئے ضرور کوئی خلیفہ معین فرمایا ہے اور اُس صاحب عزت کی فرمانبرداری اُن باتوں میں جو خلافت سے تعلق رکھتی ہیں لازم کی ہے۔ **دوسرا مقدمہ** یہ ہے کہ دلائل عقلیہ سے ہم یقین کرتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے لئے خلیفہ معین کیا ہے تو وہ خلیفہ صدیق اکبر ہی ہیں اور کوئی دوسرا نہیں پھر اُن کے بعد فاروق ہیں پھر بعد فاروق کے ذو النورین ہیں۔

پہلا مقدمہ اب یہاں سے پہلا مقدمہ شروع ہوتا ہے اس کی تقریر شروع کرنے سے پہلے ایک اہم نکتہ کا بیان کرنا ضروری ہے کہ دلائل کی ترتیب اور مسائل کا ان سے ثابت کرنا اُس کے سمجھنے پر موقوف ہے اور وہ نکتہ یہ ہے کہ ہماری مراد تعیین خلیفہ سے جس کے وجوب اور لازم ہونے پر ہم زبان کھول رہے ہیں یہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے قریب مسلمانوں کو جمع فرمائیں اور اُس خلیفہ سے بیعت کے لئے حکم دیں یا اس حالت میں کوئی ایسا کام کریں جو خلافت کو سمجھانے والے کاموں میں سے ہو جیسا کہ

اول بر تخت نشاندن و چتر بر سر نہادن علم
استخلاف نمی باشد بلکہ مراد ما ایجاب شرعی است
مثل سائر شرعیات چنانکہ بوضو و غسل و نماز
و زکوٰۃ و سائر عبادات و مناکحات و مبایعات
و اقضیہ و جراحات در عمر شریف خود امت را
مکلف ساخت بنص قرآن و اشارۂ آن تارۃً
و بنص حدیث و اشارۂ آن اخریٰ و بتوسط
اجماع و قیاس صحیح جلی مرۃً ثالثۃً ہمچنین
واجب است کہ بخلیفہ خاص مکلف سازد بآن
انواع تکلیف کہ تقریر کردیم و بفہم این نکتہ
شغبی عظیم مندفع میگردد طائفۂ از اہل سنت
در صدد آنکہ خلافت خلفاء بنص ثابت شدہ در
حدیثے چند درین باب روایت کنند و اکثر از
متکلمین و محدثین در پے آنکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم استخلاف نکردہ و نقلے چند درین
باب روایت کنند چون بنظر انصاف بنگریم
این نقول محمول است بر نفی بیعت خاصہ کہ
در وقت عقد ولایت عہد می باشد و آن احادیث
دال بر خلافت مثل دلالت سائر ادلۂ شرعیہ
بر ثبوت موجب آن قال محمد بن اسحٰق حدثنی
محمد بن ابراہیم عن القاسم بن محمد ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال حین سمع تکبیر عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الصلوٰۃ این
ابوبکر یابی اللہ ذلک والمسلمون
فلولا مقالۃ قالہا عمر عند وفاتہ
لم یشک المسلمون ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قد
استخلف ابابکر ولکنہ قال
عند وفاتہ الخ

اس زمانہ میں تخت پر بٹھانا اور سر پر چتر رکھنا جانشین قرار
دینے کی رسم ہوتی ہے بلکہ ہماری مراد ایجاب شرعی ہے تمام
شرعیات کی طرح۔ جس طرح کہ آپ نے اپنی عمر شریف میں
امت کو وضو اور غسل کے لئے نماز اور زکوٰۃ اور تمام عبادات
کے لئے اور امور نکاح و خرید فروخت اور جھگڑوں کے فیصلے
اور امور قصاص کے لئے مکلف کیا نص قرآن سے اور کبھی
اشارۃ نص سے اور نص حدیث اور کبھی اس کے اشارے سے
اور بمرتبہ ثالثہ اجماع اور قیاس صحیح جلی کو حجت شرعی قرار
دیتے ہے، اسی طرح واجب ہے کہ خلیفۂ خاص سے آپ مکلف
بنائیں مکلف بنانے کی ان انواع سے جن کی ہم نے تقریر کی ہے
اور اس نکتہ کے ذہن نشین کرنے سے ایک بڑا شور و غوغا ختم
ہو جائے گا۔ اہل سنت میں سے ایک جماعت تو اس کے درپے
ہے کہ خلافت خلفاء نص سے ثابت ہے اور اس بارے میں چند
حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ اور اکثر لوگ متکلمین اور محدثین
میں سے اس کے درپے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور اس بارے میں چند منقولات
روایت کرتے ہیں۔ جب ہم بنظر انصاف دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا
ہے کہ یہ نقول محمول ہیں بیعت خاصہ کی نفی پر جو ولی عہد
قرار دینے کے وقت ہوتی ہے علاوہ ازیں احادیث خلافت پر اسی
طرح دلالت کرتی ہیں جس طرح تمام ادلۂ شرعیہ اپنے
ثبوت موجب پر دلالت کرتی ہیں۔ محمد بن اسحٰق نے کہا کہ
مجھ سے روایت کی محمد بن ابراہیم نے قاسم بن محمد سے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی تکبیر (کی آواز) نماز میں سنی تو فرمایا کہ ابوبکرؓ کہاں ہے
اللہ اس کو قبول نہیں کرتا ہے اور نہ (جماعت) مسلمان
تو اگر ایک بات نہ ہوتی جس کو عمرؓ نے اپنی وفات کے نزدیک
کہا تھا تو مسلمان اس بات میں شک نہ کرتے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا ہے۔ لیکن عمرؓ
نے اپنی وفات کے وقت یہ فرمایا تھا کہ اگر میں کسی کو خلیفہ

استخلف فقد استخلف من هو خیر منی و ان اترکهم فقد ترکهم من هو خیر منی فعرف الناس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یستخلف احداً فکان عمر رضی الله عنه غیر متهم علی ابی بکر رضی الله عنهما و مراد از نفی جلی نه آن است که یک آیت صریح درین باب نازل شده باشد یا حدیث صریح بتواتر رسیده باشد بلکه می تواند که آیات و احادیث بسیار از اخبار در قدر مشترک استخلاف متعدد باشند در بعض نام این خلفاء بطریق رمز و ایهام برده باشد و باسم خلافت تصریح کرده باشند کما قال عز من قائل وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ الآیه یا نام خلفاء بطریق تعیین و تصریح برده باشند معنی خلافت بکنایه ادا کرده باشند کما قال النبی صلی الله علیه وسلم اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر و در بعض هر دو بطریق رمز و ایهام بیان نموده باشند کما قال عز من قائل اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ الآیه و در بعض لوازم خلافت باین عزیزان صریح اثبات کرده باشند و در بعض بطریق ایما و اشاره و اقتضا بآن معنی کنایت نموده باشند چنانچه

جاؤں تو دیکھنے کی گنجائش ہے کہ اُس شخص نے اپنا خلیفہ بنایا ہے جو مجھ سے بہتر تھے (یعنی ابوبکرؓ) اور اگر لوگوں کو چھوڑ دوں تو اس کی بھی گنجائش ہے، ان پر اس شخص نے چھوڑ دیا تھا جو مجھ سے بہتر تھا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) تو لوگوں نے یہ جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں غیر متہم ہے (یعنی یہ کہ اگر میں بھی کسی کو خلیفہ قرار دے دوں تو مجھ سے بہتر شخص یعنی ابوبکرؓ ایسا کر چکے ہیں یہ بات صاف کر دی کہ ابوبکرؓ کے خلیفہ بنانے پر ان کو اعتراض نہ تھا) اور ہماری مراد نص جلی سے یہ نہیں ہے کہ کوئی صریح آیت اس باب میں نازل ہوئی ہو یا کوئی صریح حدیث ہو جو تواتر کے مرتبہ پر پہنچی ہوئی ہو بلکہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اخبار میں سے بہت سی احادیث استخلاف کی قدر مشترک میں متعدد ہوں۔ بعض میں ان خلفاء کا نام بطریق رمز و ایہام کے لیا گیا ہو اور امر خلافت کی تصریح کر دی ہو جیسا کہ سب سے زیادہ عزت والے کا ارشاد ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ (۲۴: ۵۵) ترجمہ: جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں ضرور خلافت عطا فرمائے گا اور بعض میں خلفاء کا نام تعیین اور تصریح کے ساتھ لیا گیا ہو اور خلافت کے معنی کنایۃً ادا کئے گئے ہوں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اقتداء کرو ان کا جو میرے بعد ہوں گے یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ۔ اور بعض میں دونوں باتیں اشارہ اور ایہام کے طور پر کی گئی ہوں جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ الخ (۲۲: ۴۱) یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی رکھیں الخ اور بعض میں لوازم خلافت کا ان عزیزوں کے حق میں صریح اثبات کیا ہو اور بعض میں ایماء اور اشارہ اور اقتضاء سے اس معنے کی جانب کنایہ کیا گیا ہو۔ جیسے

هیئت اجتماعیه بهم آید در مدعای خود دلیل قاطع
گردد وحجت بحیثیت بالغ تمام شود و این نکته
شعبه دیگر نیز متفرع میگردد طائفه در صدد
تحکم خلافت این بزرگواران بنص ثابت است
لیکن بنص خفی و جمعی در بیان آنکه اینها نص
جلی است چون بنظر انصاف می بینیم اگر یک
حدیث یا یک دلیل از میان بر داریم آن خود
جلی نیست لیکن آنچه از مجموع بار سیده است
قاطع و جلی است و آیندگان فن استنباط می
دانند که اکثر احکام قطعیه مسلمه بین المسلمین
مانند جمعه و عیدین بغیر این طریق که تقسیم
نص جلی ندارند چون این نکته ممهد شد پس
بعد از حصص سخن رویم دلیل اول استقراء احادیث
که در باب نص روایت میکنند دلالت ظاهر
دارد بر آنکه آنحضرت صلی الله علیه وسلم اکثر
وقائع بعد از خود تقریر فرموده است و هر واقعه را لفظ
ادا کرده که رضای خدای تعالی یا سخط آن در آن
مفهوم شود چون این مقدمه را شناختیم بتحری یقینی
یقین می نمایم که آنحضرت صلی الله تعالی علیه وسلم
خلیفه اول و ثانی و ثالث که بر نزدیک بوده اند و در
اختلاف قوم در استخلاف ایشان فتنه بزرگ ساخت
و کارهای عظیم مثل فتح فارس و روم بر دست ایشان
وابسته تعیین فرموده اند عاقلی کی تواند
تجویز کرد که اهم مهمات را گذارند و در
بیان امور جزئیه اهتمام نمایند سبحانک
هذا بهتان عظیم درین مبحث جواد قلم اگر
ترکتازی شروع کند بر ... استنان نماید چه ضرور
که عنان آن ... کرده شود
ان شاء الله تعالی

هیئت اجتماعیہ میں ہم پہنچ جاتیں تو اپنے مدعا میں دلیل قطعی بن
جائیں گی اور مختلف بتانے کی حجت ان سے قائم ہو جائیگی۔
اور اس نکتہ سے ایک اور شعبہ بھی متفرع ہوتا ہے ایک
گروہ اس کے پیچھے ہے کہ ان بزرگواروں کی خلافت نص سے
ثابت ہے لیکن نص خفی اور ایک جماعت یہ بیان کرتی
ہے کہ یہاں نص جلی ہے - جب ہم نظر انصاف دیکھتے ہیں اگر
ایک حدیث یا ایک دلیل درمیان سے اٹھا لیں تو وہ خود جلی
نہیں ہے لیکن جو کچھ مجموعہ سے ہم تک پہنچا ہے وہ قطعی اور
جلی ہے - اور فن استنباط کو جاننے والے جانتے ہیں کہ اکثر
احکام جو سب مسلمانوں کے نزدیک قطعیہ ہیں جیسے جمعہ اور
عیدین بغیر اس طریق کے جو ہم نے بیان کیا ہے نص جلی
نہیں رکھتے - جب یہ نکتہ مفصل مذکور ہو چکا تو اب ہم
اصل بات شروع کرتے ہیں - دلیل اول ان احادیث کا
استقراء ہے جن کو باب نص میں روایت کرتے ہیں اس پر
دلالت ظاہرہ رکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے آئندہ آنے والے اکثر واقعات کی تقریر فرمائی ہے اور ہر
واقعہ کو ایسے الفاظ سے ادا کیا ہے کہ خدا تعالے کی رضا اور
عتاب ان سے مفہوم ہوتا ہے - جب اس مقدمہ کو ہم جان
لیں گے تو یقینا قوی ہے ہم اس یقین پر پہنچ جاتے ہیں کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ اول و ثانی و ثالث کا جو کہ
بہت قریب تھے اور قوم میں ان کے خلیفہ بنانے میں اختلاف
کی بنا پر فتنہ بھی اٹھا رہا اور بڑی بڑی مہمات مثلاً
فارس اور روم کی فتح میں ان کا ہاتھ پیدا ہوا تھا ضرور
تعیین فرمایا ہے - کیا کوئی صاحب عقل اس بات کو جائز رکھے
کہ آپ اہم مہمات کو چھوڑ دیں اور امور جزئیہ کے بیان
میں اہتمام فرمائیں! سبحانک ہذا بہتان عظیم۔ اس بحث
میں اگر قلم کا اسپ تیز رو ایک دو بلند مقامات پر بھاگ
دوڑ کرے تو کیا ضرورت ہے کہ اس کی باگ کھینچ لی جائے
(کہ وہ رک جائے)۔ اللہ تعالے تم کو سعادت عطا کرے

که آنحضرت صلی الله علیه وسلم خاتم النبیین
است بعد آنحضرت صلی الله علیه وسلم پیغامبر
نخواهد بود پس حکمت الٰهیه تقاضا کرد که حکم وقائع
که بعد آنحضرت صلی الله علیه وسلم تا روز
قیامت بودنی است بر زبان آنحضرت صلی الله علیه
وسلم جاری شود و آنحضرت صلی الله علیه وسلم
رضای حق جل وعلا بنسبت بعض آن وقائع
و سخط او تعالیٰ بنسبت بعض بیان فرماید تا نعمت
تمام شود و حجت قائم گردد پس بر آنحضرت
صلی الله علیه وسلم همه آن وقائع منکشف
گشت و رضا و سخط به نسبت هر یکے از آنها نمودار
گردید و وے صلی الله علیه وسلم همه آن در
بعض اوقات خبر داده اند چنانکه کسی بچشم ظاهر
مے بیند باز بحسب تقریبات واحدة بعد واحدة
بیان فرموده و حکمت مقتضی آن است که همه
آن وقائع متعین شده بالاستیعاب اجمالاً و تفصیلاً
اگر امروز خطائے واقع شده باشد بسبب نسیان
رواة است یا بسبب صعوبت تطبیق وصف کلی بر
صورت خاصه واقع شده است اما بیان اجمالی
پس از حدیث حذیفہؓ قال قام فینا رسول الله
صلی الله علیه وسلم مقاماً ما ترک شیئاً یکون
فی مقامه ذلک الی قیام الساعة الا حدث
به حفظه من حفظه ونسیه من نسیه قد علمه اصحابی
هؤلاء وانه لیکون منه الشئ قد نسیته فاراه
فاذکره کما یذکر الرجل وجه الرجل اذا غاب
عنه ثم اذا رآه عرفه متفق
علیه

اما بیان آن وقائع
تفصیلاً آنحضرت صلی الله

یہ جان لو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر نہیں
ہوگا۔ تو حکمت الٰہیہ نے تقاضا کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے بعد سے روز قیامت تک ہونے والے اہم واقعات
کے حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری ہو جائیں
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت بعض واقعات کے
اللہ جل شانہٗ کی رضا اور بہ نسبت بعض واقعات کے اللہ
تعالیٰ کی ناراضی بیان فرما دیں تاکہ نعمت تمام ہو جائے اور
حجت قائم ہو جائے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
وہ تمام واقعات منکشف ہو گئے اور ہر واقعہ کے ساتھ جو
رضا یا ناراضی تھی وہ بھی نمودار ہو گئی۔ اور آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات میں اُن سب کی اس طرح
خبر دی جس طرح کوئی شخص چشم ظاہری سے دیکھتا ہے
پھر آپ نے سلسلہ وار ایک کے بعد ایک بیان فرمائے۔ حکمت
اس کی مقتضی ہے کہ اجمالاً و تفصیلاً تمام واقعات بیان کر دئے گئے
ہیں۔ اگر آج کوئی خطا واقع ہو گیا تو اُس کی وجہ راویوں
کا نسیان ہے یا کلی واقعات میں سے ہر ایک کی صورت
خاصہ پر تطبیق میں دشواری واقع ہوئی ہے۔ بیان اجمالی
حال حدیث حذیفہؓ سے سنو۔ فرماتے ہیں کہ ہم میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور اسی
جائے قیام پر کھڑے کھڑے آپ نے قیامت تک ہونے والی
کوئی بات نہیں چھوڑی مگر یہ کہ سب ہی کو بیان کر دیا جو
اُن کو یاد رکھ سکا اس نے یاد رکھے اور جو یاد نہ رکھ سکا وہ
بھول گیا۔ میرے ساتھی ان کو جانتے ہیں اور ان میں کوئی
کوئی بات ہوتی ہے جس کو میں بھول چکا تھا پھر میں اس کو
دیکھتا ہوں تو مجھے اس طرح یاد آ جاتی ہے جیسا کوئی شخص
دوسرے شخص کے چہرے کو یاد رکھتا ہے جب وہ اس سے
غائب ہو پھر جب اس کو دیکھے گا تو اس کو پہچان لے گا
اب اُن وقائع کا تفصیلاً بیان کیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی

و از بعض با بعض را امر کردند باقتدا او
در حدیث اقتدوا و خبر دادند بخلافت
حضرت عثمانؓ و بآنکہ در آخر ایام او
بلائے خواہد آمد و خبر دادند بآنکہ
او را خدا قمیص خلافت خواہند
خواست و وے آن روز بر حق
خواہد بود و اعدائے او ظالم و فاسق
و فرمودند آن قمیص را از تن مکن
و خبر دادند کہ مرتضےٰ با قریش
مناقشات خواہد افتاد و با ناکثین
و مارقین و قاسطین جنگ واقع خواہد
شد و خبر دادند کہ یکے از امہات
مؤمنین را فلان جا کلاب نباح
خواہند کرد و وے در بلائے خواہد
افتاد و در آخر خلاص خواہد شد
و عمار بن یاسر را فئۃ باغیہ خواہند
کشت و بر دست اولی الناس
بالحق جماعۃ مارقہ ہلاک خواہند شد
آیۃ ہم رجل مخدج مشدون و بقتل
حضرت مرتضیٰ نیز خبر دادند
و در حق قاتل او فرمودند اشقی
الناس و معاویہ را فرمودند
ان ملکت فاحسن و فرمودند کیف
بک لو قد قمصک اللہ قمیصا
یعنی الخلافۃ قالت ام حبیبۃ او
ان اللہ مقمص اخی قال نعم
ولکن فیہ ہنات و ہنات و
ہنات و این کلمہ اشعار است بآنکہ
خلافت او منعقد خواہد شد بجہت تسلط

ڈول کھینچ کر زمین کو سیراب کر دیا)۔ اور بعض کا تعلق بعض کے
ساتھ۔ اور آپ نے ان کی اقتداء کا حکم دیا (اقتدوا والی حدیث
مذکورہ بالا ہیں)۔ اور آپ نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کی
خبر دی اور اس بات کی کہ آخر ایام میں ان پر ایک بلا آئیگی۔
اور آپ نے خبر دی کہ ان سے قمیص خلافت کو اتروانا چاہیں گے
اور وہ اس دن حق پر ہوں گے اور ان کے دشمن ظالم و
فاسق ہوں گے۔ اور فرمایا کہ اس قمیص کو نہ اتارنا۔ اور آپ نے
خبر دی کہ علی مرتضےٰؓ کے قریش کے ساتھ جھگڑے ہوں گے۔ اور
عہد توڑنے والوں اور اسلام سے نکل جانے والوں (یعنی
خوارج) اور ظالموں کے ساتھ جنگ واقع ہوگی۔ اور آپ نے
خبر دی کہ امہات المؤمنین میں سے ایک پر فلاں جگہ کتے بھونکیں گے
اور وہ مصیبت میں پڑ جائے گی اور آخر میں رہا ہو جائیگی۔
اور عمار بن یاسر کو باغی جماعت کے لوگ قتل کر دیں گے۔ اور
لوگوں میں سے زیادہ حق پر ہوگا اس کے ہاتھ پر جماعت مارقہ کے
لوگ (یعنی خوارج) ہلاک ہو جائیں گے۔ اس جماعت کی نشانی
ایک مخدون شخص ہوگا (یعنی جس کا ایک ہاتھ ناقص الخلقت
عورت کی پستان جیسا ہو) چنانچہ جنگ نہروان کی لاشوں
میں تلاش کرنے سے اس شخص کی لاش ملی جس کا یہی حلیہ تھا
کہ مونڈھے کے قریب اس کے ایک ہاتھ کے بجائے صرف ایک
گوشت کا لوتھڑا سا پستان کے مشابہ لگا ہوا تھا جس پر چند
بال بھی تھے۔ (مترجم) اور آپ نے حضرت مرتضیٰؓ کے قتل کی
خبر دی اور ان کے قاتل کے بارے میں فرمایا کہ وہ سب سے زیادہ
بدبخت شخص ہوگا۔ اور معاویہؓ سے فرمایا کہ اگر تو بادشاہ ہو جائے
تو نیک کام کرنا اور فرمایا کہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا اگر اللہ
نے تجھے قمیص پہنائی۔ اس سے آپ خلافت مراد لے رہے تھے (ام
المؤمنین) ام حبیبہؓ نے کہا کہ کیا اللہ میرے بھائی کو قمیص
پہنانے والا ہے؟ فرمایا کہ ہاں! اور لیکن اس میں بہت فسادات
ہوں گے اور فسادات اور فسادات اور اس کلمہ میں اس طرف
اشارہ ہے کہ ان کی خلافت تسلط کے ذریعے منعقد ہوئی

کما ترجم اولا بقرآن وایں تعبیر اشارہ بسوئے آنست
وعن الحسن بن علی قال ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم رای ملک بنی امیۃ فساءہ ذلک فانزل
اللہ تعالیٰ اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ۝
وَمَا اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ
خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ یملکہا بنو امیۃ قال
بعضہم فحسبناہ مدۃ ملک بنی امیۃ فاذا ہی الف
شہر لا یزید ولا ینقص ودر اخبار بسیار آمدہ است
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو العباس
را بشارت خلافت دادہ ودر تواریخ مشہور
است کہ علی بن عبد اللہ بن عباس ایں
معنی برملا مے گفت وبادشاہ بنی امیہ
اورا باین سبب ایذا داد واہانت کرد
ودر حدیث ابن عباس عن امہ لما
ولدت عبد اللہ قال اذہبی بابی الخلفاء
فاخبر بذلک العباس فاتاہ فذکر لہ
فقال ہو ما اخبرتک ہذا ابو الخلفاء حتی
یکون منہم من یصلی بعیسی علیہ السلام
مزاوہ فی الخصائص لابی نعیم وخبر
داد از خروج ابو مسلم خراسانے
قال تخرج رایات سود من
خراسان لا یردہا شیء حتی
تنصب بایلیا وعن ابن عباس
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال منا السفاح والمنصور والمہدی
واخرج الزبیر بن بکار عن
علی بن ابی طالب انہ حین
ضربہ ابن ملجم فقال فی وصیتہ

انجمن سے ہیں جس طرح جادر آ نکلتے ہیں۔ اور یہ تعبیر بھی ناگواری
کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور حسن بن علی سے مروی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی امیہ کی بادشاہی
کو دیکھا (یعنی خواب میں) تو آپ کو اس سے ناگواری ہوئی
تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ
وَمَا اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ
اَلْفِ شَهْرٍ ۝ کہ اس مدت تک بنو امیہ حکومت کریں گے بعض نے
کہا کہ ہم نے زمانہ حکومت بنی امیہ کا حساب کیا تو وہ پورے
ہزار ماہ ثابت ہوئی نہ زیادہ نہ کم۔ اور بہت خبروں میں آیا
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عباس کو خلافت
کی بشارت دی ہے۔ اور تواریخ میں مشہور ہے کہ علی بن عبد اللہ
ابن عباس یہ بات برملا کہا کرتے تھے اور بادشاہ بنی امیہ نے
اس سبب سے ان کو ایذا دی اور توہین کی۔ اور ایک حدیث
ابن عباس میں ان کی والدہ سے مروی ہے کہ جب عبد اللہ
(ابن عباس) پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان سے فرمایا کہ خلفاء کے باپ کو لیجا۔ جس کی خبر عباس کو
ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے
اور آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں جو بتایا
گیا ٹھیک ہے وہ خلفاء کا باپ ہے یہاں تک کہ ان میں سے
ایک شخص بھی ہوگا جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا
خصائص ابی نعیم میں یہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور آپ نے ابو مسلم
خراسانی کے خروج کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ خراسان سے سیاہ
جھنڈے نکلیں گے ان کو کوئی شے نہیں لوٹا سکے گی یہاں تک
کہ وہ ایلیا (شہر بیت المقدس) پر نصب کر دیئے جائیں گے۔ اور
مروی ہے ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ ہم ہی سے سفاح[1] ہوگا اور منصور اور مہدی۔ اور بہ تخریج
زبیر بن بکار روایت ہے علی بن ابی طالب سے
کہ جب ابن ملجم نے ان پر ضرب لگائی تو آپ نے وصیت کی

[1] ابو العباس سفاح پہلا عباسی بادشاہ ہوا اور مہدی تیسرا

الخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبرنی
بما یکون من الفتن بعدہ وامرنی
بقتال الناکثین والمارقین والقاسطین و
اخبرنی بہذا الذی اصابنی و اخبرنی
ان ملک معاویۃ وابنہ یزید ثم
یصیر الی بنی مروان یتوارثونہا و
ان ہذا الامر صائر الی بنی امیۃ ثم
الی بنی العباس وارانی التربۃ التی یقتل
بہا الحسین ذکر ذلک فی الخصائص
و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خبر داد
از ابتداء خروج ترک بر پادشاہان اسلام
خروج نمودند قال حذیفۃ واللہ ما ترک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قائد
فتنۃ الی ان تنقضی الدنیا یبلغ
من معہ ثلاث مائۃ فصاعدا الا قد سماہ
لنا باسمہ واسم ابیہ واسم قبیلتہ
رواہ ابو داؤد و خبر داد از دولت
ترکان عن ابن مسعود قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترکوا
الترک ما ترکوکم قال اول من یسلب
امتی ملکہم وما خولہم اللہ بنو قنطوراء عزاہ فی
الخصائص الی الطبرانی و ابی نعیم و از
واقعۃ ہلاکو خان و کشتن مستعصم خبر داد
عن ابی بکرۃ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ان ارضا تسمی البصرۃ
او البصیرۃ یکثر بہا عدد من المسلمین
عند نہر یقال لہ دجلۃ یکون
لہم علیہا جسر و یکثر اہلہا فاذا کان
فی آخر الزمان جاء بنو قنطوراء

اور اسی وصیت میں یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے جو فتنے ان کے بعد ہونے والا تھا اس کی مجھے
خبر دی اور مجھے حکم دیا عہد شکنوں اور دین سے خارج ہونے
والوں اور ظالموں سے لڑوں اور آپ نے مجھے اس مصیبت کی خبر
بھی دی تھی جو مجھ پر پڑی ہے اور آپ نے مجھے خبر دی کہ معاویہ
اور اس کا بیٹا یزید بادشاہ بنیں گے پھر حکومت بنی مروان
کی طرف پہنچ جائے گی اور وہ اس کے وارث ہوں گے اور
پھر یہ امر بنی امیہ میں قائم رہے گا پھر بنی عباس کی طرف
چلا جائے گا اور مجھے وہ مٹی دکھائی جس پر حسینؓ قتل ہوگا
اس کا ذکر کیا گیا ہے خصائص میں۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے خبر دی ان ابتدائی ترکوں کی جو بادشاہان اسلام
کے مقابلہ پر نکلیں گے۔ حذیفہ نے کہا واللہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے کسی سردار فتنہ کا ذکر نہیں چھوڑا دنیا کے
ختم تک۔ جن کا ذکر آپ نے فرمایا ان کی تعداد تین سو سے
بڑھی ہوئی ہے۔ ہمارے سامنے آپ نے ان سب کے نام لئے اور
ان کے باپ کے نام اور ان کے قبیلہ کے نام۔ اس کو روایت
کیا ابو داؤد نے۔ اور آپ نے خبر دی ترکوں کی بادشاہی کی۔
ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ ترکوں سے تعرض نہ کرنا جب تک وہ تم سے
تعرض نہ کریں۔ فرمایا سب سے پہلے میری امت سے جو لوگ
حکومت اور جو کچھ اللہ نے ان کو دیا ہے چھینیں گے وہ بنو قنطورا
ہوں گے (یعنی ترک) خصائص میں اس کو منسوب کیا گیا
طبرانی اور ابو نعیم کی طرف۔ اور آپ نے ہلاکو خان کے واقعہ
کی اور مستعصم کے مارے جانے کی خبر دی۔ ابو بکرہ سے مروی
ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک زمین
ہے جس کا نام بصرہ یا بصیرہ ہے وہاں مسلمانوں میں سے
بہت سے لوگ رہنے لگیں گے ان کے قریب ایک نہر ہوگی
جس کو دجلہ کہا جائے گا اس پر ان کا ایک پل ہوگا اور وہاں مسلم
کی آبادی بہت ہو جائے گی۔ جب آخر زمانہ ہوگا تو بنو قنطورا آئیں

بنو قنطوراء عراض الوجوه صغار الاعين حتى نزلوا شاطئ نهر فتفرق الناس منه ثلث فرق فرقة تلحق باصلها فهلكوا وفرقة تأخذ على انفسها فكفروا وفرقة تقاتلهم قتالا شديدا فيفتح الله على بقيتهم عزاه في الخصائص الى ابي نعيم والمراد بالبصرة بغداد لان بغداد ارض ذات حجارة والبصرة الحجارة الرخوة والفتح الظفر فقط لا الملك وعن بريدة سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول ان امتي يسوقها قوم عراض الوجوه صغار الاعين كأن وجوههم الحجف ثلث مرات حتى يلحقوهم بجزيرة العرب اما السابقة الاولى فينجو من هرب منهم واما الثانية فيهلك بعض وينجو بعض واما الثالثة فيصطلمون كلهم من بقي منهم قالوا يا رسول الله من هم قال هم الترك والذي نفسي بيده ليربطن خيولهم الى سواري مساجد المسلمين عزاه في الخصائص لاحمد والبزار والحاكم وظاهر آنست که مراد از مرهٔ اولیٰ فتنهٔ سلاجقه است که خلیفهٔ عباسی بسبب ایشان مغلوب شد و در بلاد ماوراء النهر و خوارزم و خراسان بهره نماند از خلافت ایشان و مراد از مرهٔ ثانیه فتنهٔ چنگیزیه که خلیفهٔ عباسی را کشتند و بعض عباسیه بمصر رفتند و خلافت خواستند و هنوز در بلاد عرب خلافت ایشان باقی مانده بود و از مرهٔ ثالثه غلبهٔ عثمانیه بر بلاد عرب ا

جن کے چوڑے چہرے ہوں گے اور چھوٹی آنکھیں، وہ آکر نہر کے کنارے پر اتر پڑیں گے تو شہر کے لوگ اس وقت تین فرقوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک فرقہ اپنی اصل سے مل جائے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ اور ایک فرقہ صرف اپنی جان کی فکر کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا اور ایک فرقہ ان سے شدت کے ساتھ لڑے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے بقیہ کو فتح دے گا۔ اس کو منسوب کیا خصائص میں ابو نعیم کی طرف۔ اور مراد بصرہ سے بغداد ہے کیونکہ بغداد نرم پتھروں والی زمین ہے۔ بصرہ نرم پتھر کو کہتے ہیں۔ اور فتح سے مراد کامیابی ہے صرف ایک بدلہ لینے کی ہیں۔ اور بریدہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میری امت کو تین مرتبہ ایسی قوم ہانکے گی جن کے چوڑے منہ ہوں گے اور چھوٹی آنکھیں ہوں گی ان کے چہرے ڈھال کی طرح ہوں گے یہاں تک کہ وہ جزیرۃ العرب میں ان سے لیں گے۔ پہلی مرتبہ والے تو بھاگ کر ان سے نجات پا جائیں گے۔ اور دوسری جماعت والوں میں سے بعض نجات پائیں گے اور بعض ہلاک ہو جائیں گے تیسری جماعت کا یہ حال ہوگا کہ جو ان میں سے باقی بچے ہوں گے وہ جڑ سے کٹ جائیں گے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ کون ہیں فرمایا ترک۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ وہ مسلمانوں کی مسجدوں کی دیواروں کے اندر اپنے گھوڑے باندھیں گے۔ منسوب کیا اس کو خصائص کبریٰ میں احمد و بزار و حاکم کی طرف۔ اور ظاہر یہ ہے کہ پہلی مرتبہ سے مراد سلجوقیوں کا فتنہ ہے کہ خلیفہ عباسی ان سے مغلوب ہو گیا اور بلاد ماوراء النہر اور خوارزم اور خراسان میں ان کی خلافت کے نام کے سوا کچھ باقی نہ رہا اور دوسری مرتبہ سے مراد فتنہ چنگیزیہ ہے جنہوں نے خلیفہ عباسی کو قتل کر دیا اور بعض عباسیہ مصر چلے گئے اور خلافت قائم کر لی جو ابھی تک دیار عرب میں ان کی خلافت باقی تھی۔ اور تیسری مرتبہ سے مراد ہے غلبہ عثمانیہ کا بلاد عرب پر ہوا

تمور بر بلاد فارس تا آنکہ ریاست قریش کان
لم یکن گشت و اصطلام کلی درو داد و عن معاویۃ
قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقول لیغلبن الترک علی العرب حتی تلحقہا بمنابت
الشیح والقیصوم عزاہ الی ابی یعلی بعد ازان خبر
داد بخلافت مہدی و خروج دجال و نزول عیسیٰ
علیہ السلام و برآمدن یاجوج و ماجوج الی آخر واقعات
و شرح طویل و چنانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم از احوال ملوک و خلفاء خبر داده بودند ہمچنان
از تفرق امت خود خبر داده فرمودند کہ اصل
و منشاء جمیع از اختلاف خوارج خواہند بود
و واقع شد این حادثہ زیرا کہ چون خوارج از بیعت
حضرت مرتضیٰ برہم خوردند مذہب ایشان دیگر
قوم ظہور نمود معتزلہ و اصحاب الرای
و غلاۃ متصوفہ و فرمودند در باب مرتضیٰ
افراط و تفریط خواہند کرد و این اختلاف
سبب شیوع مذاہب باطلہ خواہد شد و ہمچنین
واقع شد زیرا کہ امامیہ و زیدیہ و اسماعیلیہ
از میان ایشان پیدا شدند و شغب ایشان بسیار
پیدا شد و مروق طغیہ ازیشان در جمیع طوائف
ناس درآمد الا ما شاء اللہ و از ائمہ اہل سنت خبر
داده فرمودند یوشک ان یضرب الناس اکباد
الابل فلا یجدون عالما اعلم من عالم
المدینۃ قال سفیان نری ہذا العالم
مالک بن انس رواه الحاکم وصححہ
و عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا قریشا
فان عالمہا یملأ الارض علما قال
الامام احمد وغیره ہذا العالم

تیمور کا بلاد فارس پر یہاں تک کہ قریش کی ریاست کان
لم یکن ہو گئی (جیسے گویا کبھی تھی ہی نہیں) اور بالکل بیخ کنی
ہوگیا۔ اور معاویہؓ سے مروی ہے کہا کہ میں نے سنا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ ضرور غالب ہونگے
ترک عرب پر یہاں تک کہ شیح اور قیصوم کے (عرب کی گھاس
سبزیوں کے نام ہیں) اگنے کی جگہ تک جا پہنچیں گے۔ منسوب کیا
اس روایت کو ابو یعلیٰ کی طرف۔ اس کے بعد آپ نے خبر دی
مہدی کی خلافت کی اور خروج دجال اور نزول عیسیٰ علیہ
السلام کی اور یاجوج و ماجوج کے نکلنے کی آخر واقعات
مذکورہ تک اور اس کی تفصیل لمبی ہے۔ اور جس طرح آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور خلفاء کے حالات کی
خبر دی اسی طرح اپنی امت کے تفرقہ کی بھی خبر دی اور
فرمایا کہ اصل اور منشاء خلاف کی ایک نوع کا خوارج ہونگے
اور یہ حادثہ واقع ہو چکا۔ کیونکہ جب خوارج حضرت مرتضیٰؓ
کی بیعت سے تتر بتر ہو گئے تو ان کے مذہب کے بعد قوم
میں ظہور کیا معتزلہ اور اصحاب الرائے اور غالی متصوفین نے
اور فرمایا کہ لوگ مرتضیٰؓ کے بارے میں افراط و تفریط کریں گے
اور یہ اختلاف باطل مذاہب کے شائع ہونے کا سبب بن جائیگا
اور یہ سب ہی واقع ہوا کیونکہ امامیہ اور زیدیہ اور اسماعیلیہ
ان میں سے پیدا ہوگئے اور ان کا شر بہت ظاہر ہوا اور
ان کی اس ایک لیس سب ہی لوگوں کی جماعتوں میں پہنچ
گئی بجز ماشاء اللہ۔ اور آپ نے ائمہ اہل سنت کی خبر دی
فرمایا کہ قریب وقت ہے کہ لوگ اونٹوں پر علم کی طلب
میں سفر کرتے پھریں گے تو عالم مدینہ سے بڑا کوئی عالم
نہ پائیں گے۔ سفیانؒ نے کہا کہ ہمارے خیال میں یہ عالم مالک
ابن انس ہیں۔ اس کو حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا اور
ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ قریش کو گالیاں نہ دو کیونکہ قریش کا
عالم زمین کو علم سے بھر دے گا۔ امام احمدؒ وغیرہ نے کہا کہ یہ عالم

چوں شافعی لاقدم یتشعر ان طباق الارض علم
عالم قریشی من صحابہ وغیرہم ما انتشر
مثل انتشار علم شافعی و این حدیث بیہقی در کتاب المعرفۃ
ذکر کردہ و آنحضرت خبر داد کہ از فارس رجال علماء پیدا خواہند
شد کبار محدثین بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد
ونسائی و ابن ماجہ و دارمی و دارقطنی و حاکم
و بیہقی وغیر ایشان ہمہ از فارس پیدا شدند و
از فقہاء ابوالطیب و شیخ ابو حامد و شیخ ابو اسحاق
شیرازی و جوینی و امام الحرمین و امام غزالی
وغیر ایشان از فارس پیدا شدند بلکہ امام ابوحنیفہ
و یاران او وراء النہر و خراسانی او نیز از اہل
فارس اند و در میان این بشارت داخل اند
خبر داد کہ بر راس ہر مائۃ مجددے
پیدا خواہد شد و ہمچنان واقع شد بر
سر ہر مائۃ مجددے کہ از سر نو احیائے دین
نمود پدید آمد بر مائۃ اول عمر بن عبدالعزیز
جور ملوک را بر انداخت و رسوم صالحہ بنا
نہاد و بر مائۃ ثانیہ شافعی تاسیس اصول و
تفریع فقہ کرد و بر مائۃ ثالثہ ابوالحسن اشعری
احکام قواعد اہل سنت نمود و با مبتدعان
مناظرہ ہا کرد و بر مائۃ رابعہ حاکم و بیہقی
وغیر ایشان احکام علم حدیث نمودند
و ابوحامد وغیر ایشان تفریعات فقہیہ آوردند و بر
مائۃ خامسہ غزالی راہے جدید پیدا کرد و فقہ و
تصوف و کلام را بہم آمیخت و زمیان حقائق
این فنون نزاع برخاست و بر مائۃ سادسہ امام
رازی اشاعت علم کلام کرد و امام نووی احکام
علم فقہ و ہمچنان تا حال بر سر ہر مائۃ مجددے پیدا
شدہ آمدہ است باقی نصیب متطلعین

امام شافعیؒ میں دیکھا کیونکہ روئے زمین پر کسی عالم قریشی کا علم
صحابہ اور غیر صحابہ میں سے نہیں پھیلا ہے جس قدر شافعیؒ
سے پھیلا ہے کتاب المعرفۃ میں یہ حدیث بیہقی کی طرف منسوب
ہے۔ اور آپ نے خبر دی کہ فارس سے رجال علماء پیدا ہونگے۔
بڑے بڑے محدثین بخاری، مسلم، ترمذی و ابوداؤد و نسائی
اور ابن ماجہ و دارمی اور دارقطنی و حاکم اور بیہقی اور ان کے
علاوہ اور بھی سب فارس سے پیدا ہوئے۔ اور فقہاء میں
سے ابوالطیب اور شیخ ابو حامد اور شیخ ابو اسحٰق شیرازی اور
جوینی و امام الحرمین اور امام غزالیؒ اور دوسرے حضرات
فارس سے پیدا ہوئے بلکہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے یاران
ماوراء النہر و خراسانی بھی اہل فارس ہی سے ہیں اور اس
بشارت میں داخل ہیں۔ اور آپ نے اس امر کی خبر دی کہ ہر
صدی کے سرے پر ایک مجدد پیدا ہوگا اور ایسا ہی واقع
ہوا اور ہر صدی کے سرے پر کوئی ایسا مجدد ظاہر ہوتا
رہا جس نے از سر نو دین کا احیاء کیا۔ پہلی صدی میں
عمر بن عبدالعزیزؒ نے بادشاہوں کی زیادتیوں کی بیخ کنی
کی اور رسوم صالحہ کی بنیاد ڈالی۔ دوسری صدی میں امام
شافعیؒ نے اصول و فروع فقہ کی بنیاد ڈالی۔ اور تیسری
صدی میں ابوالحسن اشعریؒ نے قواعد اہل سنت کو محکم کیا
اور اہل بدعت کے ساتھ بحث و مناظرات کئے۔ اور چوتھی
صدی میں حاکم اور بیہقی اور دوسرے حضرات نے علم حدیث
کو مضبوط کیا اور ابوحامد (اسفرائینی) اور دوسرے حضرات نے
تفریعات فقہیہ کو واضح کیا۔ اور پانچویں صدی میں غزالی
(یعنی امام محمد غزالیؒ) نے ایک نئی راہ پیدا کی اور فقہ
و تصوف اور کلام کو آپس میں جوڑ دیا اور ان فنون کی
حقائق میں جو نزاع تھا اس کو برطرف کیا۔ اور چھٹی صدی
میں امام رازیؒ نے علم کلام کی اشاعت کی۔ اور امام نوویؒ
نے علم فقہ کو مضبوط کیا۔ اور اسی طرح اب تک ہر صدی کے
سرے پر ایک مجدد ہوتا آیا ہے۔ جو کچھ دین کی سمجھ رکھنے والے

فاعطاہم عمر واعطاہم ثمنہ ما کان لہم من الثمر
مالا وابلا وعروضا من اقتاب وحبال وغیر
ذلک رواہ البخاری۔

دلیل ثانی ہر کہ کتاب فضائل الصحابہ از
اصول خواندہ باشد وفن معرفۃ الصحابہ را تتبع
نمودہ باشد البتہ میداند کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم در حق ہر یکے از اصحاب خود کہ نسبت
خاصہ با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داشتند
قسمے را از فرمودہ است وکلمہ کہ مرآت کمال
عمر او تواند بود بر زبان شریف جاری شدہ
و این قصص بیرون از شمار است ہرگاہ برائے
ہر یکے کلمہ وراں ساختہ است پس کبار اصحاب
خود را در زمان حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم وزیر و مشیر او بودند و بعد وفاتے صلی اللہ
علیہ وسلم تحمل اعباء خلافت نمودند چرا نصے
نفرمودہ باشد و خلافت ایشان از دو حالت
بیرون نیست یا خیر است یا شر اگر خیر است بہتر
جمیع خیرات است کہ من سن سنۃ حسنۃ فی
الاسلام کان لہ اجرہا واجر من عمل بہا واین
بزرگواران را مثل اجور جمیع مجاہدین و جمیع
مہتدین کہ بسعی ایشان مہتدی شدہ اند حاصل
است واگر شر است بدترین شرہا است زیرا کہ
دین محمدی را زیر و زبر نمودند و امام معصوم را
ترسانیدند بہر تقدیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
امور جزئیہ اصحاب خود را کہ بعد آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم بآن متصف شوند بیان می
فرماید چرا امر عظیم را کہ بالائے ہمہ خیر
ویا بالائے ہمہ شر است بیان نفرماید اگر خیر است
لطف خدائی تعالےٰ و رأفت حضرت پیغامبر

تو عمرؓ نے اُن کو نکال دیا۔ اور اُن کو اُن کا جو کچھ پھل اور مال
تھا اور اُونٹ اور اُن کے پالان اور رسّیاں وغیرہ تھیں
اُس سب کی قیمت دیدی۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔

دوسری دلیل جس نے اصول میں سے کتاب فضائل الصحابہ
پڑھی ہوگی اور فن معرفۃ الصحابہ کا تتبع کیا ہوگا وہ یقیناً
جانتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اُن اصحاب
میں سے ہر ایک کے حق میں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ نسبت خاص رکھتے تھے کچھ ارشاد فرمایا ہے
اور اُن کے بارے میں ایسا کلمہ زبان شریف پر جاری ہوا جو
کہ اُن کے حاصل عمر کا آئینہ ہو سکتا ہے اور ایسے واقعات اتنے
زیادہ ہیں کہ اُن کو شمار کرنا مشکل ہے۔ جب کہ آپ نے ہر شخص
کے متعلق کوئی بات ضرور فرمائی ہے تو آپ نے اپنے بڑے اصحاب
کے بارے میں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وزیر اور
مشیر تھے اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جنھوں
نے خلافت کا بوجھ بھی سنبھالا کیوں ایسے کلمات نہ ارشاد
نہ فرمائے ہوں گے۔ اُن کی خلافت دو حال سے باہر نہیں یا تو
خیر ہے یا شر۔ اگر خیر ہے تو تمام خیرات سے بہتر ہے کہ (ارشاد
فرمایا گیا) من سن سنۃ حسنۃ الخ یعنی جو شخص اسلام
میں کوئی اچھی ڈگر ڈال دے گا اُس کو اُس کا اجر ملے گا اور
اُس کا اجر بھی ملے گا جو اس پر عمل کرے گا۔ ان بزرگواروں
کو تمام مجاہدین اور تمام اُن لوگوں کے برابر کا اجر حاصل
ہے جو ان کی کوشش سے ہدایت یافتہ ہوئے ہیں۔ اور اگر
شر ہے تو بدترین شر ہے کیونکہ اُنھوں نے دین محمدی کو زیر و
زبر کر دیا اور امام معصوم کو خوف زدہ کر دیا۔ تو بہر صورت
میں جب کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے
امور جزئیہ کو جن سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
بعد متصف ہوئے بیان فرمائیں اور ایک امر عظیم کو خواہ وہ
خیر میں سے ہو یا شر میں سے کیوں نہ بیان فرمائیں۔ اگر خیر ہے
تو خدا تعالےٰ کا لطف اور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت

تقاضا نماید کہ بران خیریت مطلع سازد تا مردم
آن خیر را خیر دانند و در آن اہتمام نمایند و اگر شر
است لطف الٰہی و رأفت حضرت رسالت
پناہی تقاضا می فرماید کہ بر شریت آن مطلع
سازد تا مردم آن را شر دانند و حجت اللہ بر
ایشان قائم شود و اگر نوع ثانی است پس آن نیز
بیان امر خلافت است و نوعی از تعیین خلفاء
است کہ فلان و فلان بخلافت حقیق نیستند
و حقیق غیر ایشان است بالجملہ استقراء سیرت
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در تکلم بر احوال
صحابہ دلالت ظاہرہ دارد کہ خلفاء را بیان
فرمودہ است و تعیین خلفاء بوجہ اتم کردہ
و این نکتہ را نیز تفصیلے دہیم
باید دانست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ترجمان غیب بود و آنچہ از مناقب ہر یکے از
صحابہ بیان فرمود و ہر کسے را بفضیلتے کہ در وے
بود و ماتب الامر بیان فضیلت بروے بکار آمد
اختصاص داد ابی بن کعب را سید القراء گفت
و فرمود کہ خدای تعالیٰ مرا فرمودہ است کہ سورۃ
لم یکن را تعلیم تو کنم ابی گفت آو سمّانی
اللہ قال نعم [illegible] ابی و سر در تخصیص
سورۃ لم یکن آنست کہ درآن سورہ تلاوت آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم قرآن را و اشتغال آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم باین امر جلیل الشان بطریق مدح
الزام حجت بر اہل کتاب مذکور فرمودہ اند رسول
من اللہ یتلو صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ
واللہ اعلم و ہیچ میدانی کہ نکتہ در تخصیص ابی چیست
آنست کہ سلسلۂ عظیمہ از قراء امت مرحومہ
را بواسطہ او بجناب رسالت وسیلہ منعقد شود

تقاضا کرتی ہے کہ اس خیریت پر مطلع فرمائیں تاکہ لوگ اس
خیر کو خیر سمجھیں اور اس کا اہتمام کریں اور اگر شر ہے تو لطف الٰہی
اور شفقت حضرت رسالت پناہی تقاضا کرتی ہے کہ اس کے
شر ہونے پر مطلع فرمائیں تاکہ لوگ اس کو شر سمجھ لیں اور ان پر
اللہ کی حجت قائم ہو جائے۔ اور اگر نوع ثانی ہو تو (جیسے شر)
اور وہ بھی (اتنی اہم کہ) امر خلافت کا بیان ہے اور تعیین خلفاء
سے وہ نوع متعلق ہے کہ فلاں فلاں خلافت کے حقدار نہیں
ہیں حقدار دوسرا شخص ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی اس سیرت کا تفصیلی مطالعہ جو احوال صحابہ
پر تکلم سے تعلق رکھتا ہے اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ
آپ نے خلفاء کا بیان فرمایا ہے اور خلفاء کی تعیین پورے طور
پر فرمائی ہے۔ اور اس نکتہ کو بھی ہم مفصل کر دینا چاہتے ہیں۔
جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترجمان غیب
تھے۔ جو کچھ بھی آپ نے صحابہؓ کے مناقب کے بارے میں بیان
فرمایا اور جس شخص میں جس فضیلت کا اظہار کیا اہتمام کار (دینی خدمت)
بروئے کار آئی۔ آپ نے ابی بن کعب کو اختصاص بخشا سید القراء
کہا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ تم کو سورۃ
لم یکن تعلیم کروں۔ ابی نے کہا آو سمّانی اللہ (جیسے کیا
اللہ نے میرا نام لیا؟) فرمایا کہ ہاں! تو ابی کی آنکھیں بھر آئیں
اور سورۃ لم یکن کی تخصیص میں یہ راز ہے کہ اس سورت میں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تلاوت قرآن کا اور اس امر
جلیل الشان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشغول رہنے
کا مدح کے طور پر اور اہل کتاب پر حجت قائم کرنے کے لئے ذکر
فرمایا ہے رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ الخ (۳۱-۸) ایک اللہ کا رسول
(جو ان کو) پاک صحیفے پڑھ کر سناتے ہیں جن میں درست مضامین
لکھے ہوں! واللہ اعلم۔ اور کچھ یہ بھی جانتے ہو کہ ابی کی
تخصیص میں کیا نکتہ ہے؟ وہ یہ ہے کہ تقدیر الٰہی میں یوں
تھا کہ امت مرحومہ کے قراء کی عظیم جماعت کا سلسلہ بارگاہ
رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کے واسطے سے پہنچے۔ اور

ابی بکر و عمر زیرا کہ خلافت ایشان مقدر بود۔

دلیل ثالث ہر کہ تتبع مغازی را تتبع نمودہ باشد دانستہ باشد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر گاہ برای غزوہ از مدینہ منورہ سفر می فرمودند شخصی را حاکم مدینہ می نمودند و امر مسلمین را ہرگز مہمل نگذاشتہ اند پس چون کوس رحلت از دنیا نواختند و غیبت کبری پیش آمد آن سیرت طیبہ خود را چرا مراعات نہ فرمایند اگر تامل کنی در رأفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفقت ورزیدہ اگر اہمال امت بغیر نسق محال دانی و اگر اصلاح عالم را سبب بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بودہ است پیش نظر داری شک نکنی کہ ترک بنی آدم بعد سعی بلیغ در تربیت و اصلاح آنہا تہافت و تناقض انگاری و اگر سیرت طیبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در نصب حکام و قضاۃ و تفویض ہر امری بمستحق آن نظر بکاری بجز استخلاف پردہ دور کردن دنیا مستنکر و مستبعد شماری استقراء اکثر افراد و احوال و حکم کردن بموجب آن در افراد و احوال باقیہ کی از ادلۂ خطابیہ است کہ در معرفت احکام بآن اکتفاء میتوان کرد و تفصیل نصب نواب حین برآمدن در غزوات از آن واضح تر است کہ نقل شمہ از آن احتیاج افتد۔

دلیل رابع اگر شریعت را کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برای دفع مفاسد و نظم و اصلاح جہانیان آوردہ بچشم عبرت تتبع کنی شک نداری در آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آن مقربات کہ افراد بنی آدم را از تخفیف جمعیت

یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ کی۔ کیونکہ ان کی خلافت مقدر تھی۔

تیسری دلیل۔ جس نے بھی مغازی کا تتبع کیا ہوگا وہ ضرور جانتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب کبھی غزوہ کے لئے مدینہ شریفہ سے سفر فرماتے تھے تو کسی شخص کو مدینہ کا حاکم بنا دیتے تھے۔ امر مسلمین کو کبھی آپ نے مہمل نہیں چھوڑا ہے تو جب آپ نے دنیا سے رخصت ہونے کا عزم فرمایا۔ اور سب سے بڑی مفارقت پیش آگئی تو آپ اپنی سیرت پسندیدہ کی مراعات کیوں نہ فرمائیں۔ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفقت کاملہ پر غور کروگے تو تم کو آپ کا امت کو منتشر حالت میں چھوڑ دینا بغیر انتظام کے محال معلوم ہوگا اور اگر عالم کی اصلاح کو تم پیش نظر رکھو جو کہ آنحضرتؐ کی بعثت کا سبب تھی تو بنی آدم کو ان کی تربیت و اصلاح میں سعی بلیغ کے بعد خالی چھوڑ دینا تخلف اور تناقض شمار کروگے ایسے دو متضاد قسم کے کام۔ اگر تم حکام اور قضاۃ کے تقرر میں اور ہر کام کو اس کے مستحق کے سپرد کرنے میں آپ کی سیرت طیبہ پر نظر کروگے تو بغیر کسی کو خلیفہ بنائے دنیا سے رخصت کر دینا تم کو بالکل انوکھی اور بعید بات معلوم ہوگی۔ اکثر افراد و احوال کی تفصیل کو پیش نظر رکھ کر اس کے بموجب افراد اور احوال باقیہ میں حکم لگا دینا ادلۂ خطابیہ میں سے ہے کہ معرفت احکام میں اس پر اکتفا کر سکتے ہیں۔ اور غزوات میں تشریف لیجانے کے وقت قائم مقاموں کو نصب کرنے کے قصے اتنے زیادہ واضح ہیں کہ ان میں سے کچھ واقعات نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

چوتھی دلیل۔ اگر اس شریعت کا جس کو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عالم کے مفاسد کو دفع کرنے اور جہان والوں کی اصلاح کے لئے ہمارے پاس لائے ہیں چشم عبرت کے ساتھ تتبع کروگے تو تم کو اس بات میں کوئی شک نہ ہوگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تقریب تعاون کی راہ بتانے والے ایسے امور جو کہ افراد بنی آدم کو جمعیت کی

در ہیچ کلیت و سائد بیان فرمودہ بعد ازاں ہرچہ حاجت آن ناس است از آداب معیشت و مکاسب و معاملات و تدبیر منازل و سیاست مدن ہمہ را مشرح ساختہ و ہر نا شایستی کہ در آنجا بود ازاں منع و زجر نمودہ و ازاں ہمہ گذشتہ تحسینات و سد ذرائع مفاسد و دواعی اثم را بوجہ اتم مبین گردانیدہ و ہر چیزے بیان کردہ ارکان و شروط و آداب مفصل ساختہ مثل این حکیم دانا و شفیق مہربان عقل تجویز میکند کہ امت خود را در عین مہلکہ بسپارد و تدبیر خلاص ایشان نہ فرماید در غزوۂ تبوک متوجہ شام شود و اثارۂ قوت غضبیہ رومیان کند و ایشان را تخویف نماید و نامہ بکسریٰ نویسد کہ آتش غیرت بسبب آن بدماغ او رسد و او از کمال رعونت خود قاصدے پیش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرستد و قصد اہانت کند و متنبیان مانند مسیلمہ کذاب و اسود عنسی[1] از زمین عرب برخاستہ باشند و مردم ضعیف الاسلام در پے ترویج کفر افتادہ باشند و سُوَر قرآن مانند عصافیر در دست مردم پراگندہ باشند بحکمت این حکیم دانا و رأفت این شفیق مہربان مناسبت دارد کہ بے تدبیر اصلاح عالم ناکردہ امت خود را زیر دست خلیفہ نسپردہ از عالم بگذرد۔

سوال اگر گوئی ہمہ احکام در شرع مبین نشدہ

نکال کر کلیت کی بلندی پر پہنچا دیں بیان فرما چکے ہیں۔ اس کے بعد جن چیزوں کی حاجت واقع ہوتی ہے جیسے اچھی زندگی بسر کرنے اور روزی کمانے کے آداب و معاملات گھریلو اصلاح اور شہری سیاست سب کو آپ نے مشرح فرما دیا اور جو نامناسب باتیں ان مواقع میں تھیں ان سے روکا اور دھمکایا اور ان سب سے گزر کر قابل تحسین امور کو اور مفاسد کے ذرائع اور گناہوں کی طرف رغبت پیدا کرنے والے اسباب کی راہیں بند کرنے کے طریقوں کو اچھی طرح کھول کر ظاہر فرمایا اور ہر چیز بیان کر دی، ارکان اور شروط و آداب کو آپ نے مفصل کر دیا۔ کیا ایسے صاحب حکمت دانشمند اور شفیق و مہربان کے بارے میں عقل اس بات کو جائز رکھتی ہے کہ آپ اپنی امت کو خاص مقام ہلاکت میں چھوڑ دیں اور ان کی اس سے رہائی کی کوئی تدبیر نہ کریں۔ غزوۂ تبوک میں آپ شام کی طرف متوجہ ہوں اور رومیوں کی قوت غضبیہ کو بھڑکا دیں اور ان کو دھمکائیں، اور کسریٰ (شاہ فارس) کو خط لکھیں کہ جس کے سبب سے غیرت کی آگ اس کے دماغ میں پہنچ جائے اور وہ کمال رعونت کے ساتھ اپنا قاصد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجے اور آپ کی توہین کا ارادہ کرے، اور کتنی نبوت کا دعوے کرنے والے مانند مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے سرزمین عرب سے اٹھ کھڑے ہوئے ہوں اور ضعیف الاسلام لوگ کفر کو رواج دینے کے پیچھے پڑ گئے ہوں۔ اور قرآن کی سورتیں چڑیوں کی طرح لوگوں کے ہاتھوں میں پراگندہ ہوں۔ کیا ایسے نازک وقت میں اس حکیم دانا کی حکمت اور اس شفیق مہربان کی شفقت کے بات مناسبت رکھتی ہے کہ اصلاح عالم کی تدبیر کئے بغیر اور اپنی امت کو اپنے کسی قائم مقام کے زیر انتظام تجویز کئے بغیر عالم سے گزر جائے، جبکہ دنیا سے گزرنے کا وقت بھی آ چکا ہو اور وحی الٰہی کا سلسلہ بند ہو چکا ہو۔

سوال اگر تم یہ کہو کہ تمام احکام شرع میں بیان نہیں ہوئے

---

[1] بعد میں ہجرت آنحضرت کی وفات سے تقریباً ایک ماہ قبل فیروز کے ہاتھ سے قتل ہوا اور آپ نے اصحاب کو اس سے مطلع فرما دیا تھا ۱۲ مترجم

بلکہ بسیارے از احکام بقیاس مجتہدین حوالہ کردہ اند تا نصب خلیفہ ہم از احکام غیر منصوصہ باشد۔

جواب۔ گوئیم ہر چیزے کہ در زمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم واقع بود وخبر آن بآن حضرت رسید لابد اصلاح آن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمودہ است اگر خیر است تقریر نمودہ واگر شر است منع فرمودہ والا تقریر بر معصیت لازم آید و آن محال است و منافی عصمت و چیزے کہ قریب الوجود و قریب الحصول بود آن را بیان فرمودہ آری آنچہ بعید الوقوع است و ارتکاب شبہات بآن نکردہ و آن عین رحمت است احکامی کہ بقیاس مجتہدین حوالہ کردہ اند آن وقائع بعیدۃ الوقوع است نہ قریب الوقوع و واقعہ کہ تقریر آن کردیم قریب الوقوع است بلکہ باعتقاد ہر عاقل وقوع آن لازم نزد او بعید نیست و تفاوت بین الحالتین باز بقیاس مجتہدین آن را حوالہ کردہ کہ عقل در تحقیق آن مستقل باشد نہ آنچہ تعبدے محض باشد و تعیین خلیفہ کہ در زمان آیندہ تغیر و تبدیل نکند و سعی او مفید مطالب مقصودہ باشد امرے است موکول بترجمان لسان غیب کہ عقل را دخل نتواند بود۔

دلیل پنجم۔ غلبہ بر جمیع ادیان در رسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم منظور بود کما قال عز من قائل هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

بلکہ احکام کا بہت سا حصہ مجتہدین کے قیاس پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ تو نصب خلیفہ بھی احکام غیر منصوصہ ہی سے ہوگا۔

جواب۔ ہم کہتے ہیں کہ جس چیز کا وقوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا اور اس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچ گئی تو ضرور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلاح فرمائی ہے۔ اگر خیر ہے تو آپ نے اس کو قائم رکھا اور اگر شر ہے تو اس سے آپ نے منع فرما دیا۔ ورنہ معصیت پر برقرار رکھنا لازم آئے گا اور یہ محال (شرعی) ہے اور منافی عصمت۔ اور جو چیزیں قریب الوجود اور قریب الحصول تھیں ان کو آپ نے بیان فرما دیا۔ ہاں جو باتیں بعید الوقوع تھیں ان سے اور ان شبہات کے درپے آپ نہیں ہوئے اور یہ عین رحمت ہے۔ تو جو احکام قیاس مجتہدین کے حوالے کئے گئے ہیں وہ بعید الوقوع واقعات ہیں نہ کہ قریب الوقوع۔ اور جس واقعہ کی ہم نے تقریر کی ہے وہ قریب الوقوع اور یقینی الوقوع ہے، جیسا کہ ہر صاحب عقل اس کے وقوع کو ضروری جانتا ہے۔ دونوں باتوں کے مواقع میں بڑا بعد ہے۔ پھر قیاس مجتہدین کے حوالے بھی صرف ان چیزوں کو کیا گیا ہے کہ جن کی تحقیق میں عقل مستقل ہو، نہ ایسی چیزیں جو تعبدی محض ہوں اور ایسے خلیفہ کی تعیین جو آئندہ زمانہ میں کوئی تغیر و تبدیل نہ کرے اور مطالب مقصودہ کے لئے اس کی سعی مفید ہو یہ ایک ایسا امر ہے جس کا انحصار لسان غیب کے ترجمان پر ہے کہ جس میں عقل کے دخل دینے کا موقع نہیں ہے۔

پانچویں دلیل۔ تمام ادیان پر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں منظور تھا جیسا کہ اللہ عزیز و حکیم کا ارشاد ہے هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ الخ

وہ اللہ ایسا ہے جس نے رسول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین (یعنی اسلام) دے کر بھیجا ہے تاکہ اس (دین) کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کردے گو مشرک

ذلو کرہ المشرکون ٥ و کما روی
من النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالتواتر
انہ بشر بفتح فارس و الروم فی
اول مبعثہ بمکۃ و فی اول قدومہ
بالمدینۃ و عند وفاتہ و اگر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف عباد
بآن فریضۃ محتومہ نکنند ادائے
آن واجب نکردہ باشند تحاشاہ من
ذلک زیراکہ فتوح فارس و روم
ازان قبیل نیست کہ بدون نصب
خلیفہ راشد میسر شود و مطلق
ایجاب خلیفہ ای خلیفۃ کان کفایت
نمے کند زیراکہ برائے امر قوت ہر
نفسے مساعد نیست مستحق با غیر مستحق مشتبہ است
و قرعہ اختیار بنام کسے زدن کہ برائے آن
موفق باشد و آن امر بروے میسر گردد
از علوم انسان بیرون است و مقدمۃ
الواجب واجبۃ و فتنہ ردت معلوم
آنحضرت بود صلی اللہ علیہ وسلم کہ پیدا
شدنی است بنزول یا ایہا الذین آمنوا
من یرتد منکم عن دینہ و اوائل
این فتنہ در زمان شریف ظہور کرد کہ مسیلمۃ کذاب
و اسود عنسی سر بر داشتند و بالقطع معلوم بود کہ
آن متنبیان و دیگر مدعیان اگر دست یابند ملت
اسلام را برہم زنند و مسلمانان را مستاصل
سازند و دفع این فتنہ سوائے نصب خلیفہ راشد
ممکن نیست و نہ ہر خلیفہ کہ باشد بلکہ شخصے را
اللہ تعالی بتدبیر غیب برائے این امر عظیم
متعین فرماید و دفع ضرر واجب است

جیسے ہی ناخوش ہوں" اور جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
سے تواتر کے ساتھ مروی ہے کہ آپ نے فارس اور روم
کی فتح کی بشارت دی مکہ میں ابتدائی زمانۂ بعثت میں اور
مدینہ تشریف لانے کے شروع زمانہ میں اور اپنی وفات کے
قریب بھی اور اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بندوں کو
اس حتمی فریضہ کو پورا کرنے کے قابل نہ بنائیں تو لازم آئے گا
کہ آپ نے جو امر واجب تھا اس کی ادائگی نہ کی جو آپ کی
نسبت ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ فارس اور روم کا فتح کرنا
اس درجہ کی بات نہیں جو خلیفۂ راشد کے نصب کئے بغیر میسّر
ہو جائے۔ اور مطلقاً خلیفہ مقرر کر دینا کہ کسی کو بھی کر دیا جائے
کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس امر کی صلاحیت ہر نفس
میں نہیں ہوتی" مستحق غیر مستحق کے ساتھ ملے جلے ہیں اور
قرعۂ اختیار کسی ایسے شخص کے نام پر متعین کر دینا جو اس کے لیے
(اللہ کی طرف سے) موفق ہو اور یہ (اہم کام) اس پیمانہ
انسانوں کے علوم سے باہر ہے۔ اور واجب کا مقدمہ بھی واجب
ہوتا ہے۔ اور فتنۂ ردّت (جو پیش آنے والا تھا) آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کے نزول سے معلوم تھا
کہ پیدا ہونے والا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ (۵: ۵۴)
اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا
اور اس فتنہ کی شروعات آپ کے زمانہ شریف میں ظاہر ہو گئی
تھیں کہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی سر اٹھا چکے تھے۔ اور
یہ بات قطعی طور پر معلوم تھی کہ وہ مدعیان نبوت اور دیگر مدعی
اگر قابو پالیں تو ملت اسلام کو برباد کر دیں گے اور مسلمانوں کی
بیخ کنی کر ڈالیں گے۔ اور اس فتنہ کا دفع کرنا خلیفۂ راشد کے
نصب کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی
بھی خلیفہ بن جائے۔ بلکہ ایسے نازک وقت میں ایک صاحب
عزت اور صاحب قوت شخص کی ضرورت تھی جس کو تدبیر
غیب اس امر عظیم کے لئے معین فرمائے۔ اور دفع ضرر واجب
ہے (تو یہ ضرر جو اسلام اور مسلمانوں کے سروں پر منڈلا رہا تھا

وحقیقت حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم
آنست کہ بغیر تقریب بخیر و تبعید از
شر متحقق نمے شود قال اللہ تعالیٰ
اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا
مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اگر
درین آیہ فہم خود را کار فرمائی ضرور
بدانی کہ مقاتلہ با کفار ابتداءً
و دفعاً بغیر نصب خلیفہ امکان
نیست و ہر خلیفہ بآن قائم نمے
تواند شد بل واحدٌ بعد
واحد و تعیین این واحد از معقول
عامہ خارج است چنانکہ باید
کہ از جانب غیب تعیین آن نمایند
و نقشہ اختلاف ظاہر بیانان در
تعیین خلافت فرو نشاند و
آتش شغب قدح کنندگان
بہ بعض معائب نشستہ ثعالب
رسمیہ بآب زلال معارف حقہ
فرو نشاند تا اگر تاریخ ملوک را
بخوانی البتہ بدانی کہ در مثل این
حالات مضطر شدہ اند بنصب بادشاہے
عزیز الوجود و در تعیین آن دست و
گاہی بدلیل نجوم متمسک مے شدند
و گاہی بہ رؤیا و استخارہ و گاہی بفراست
حیلے کہ بر آن اعتماد داشتہ باشند
و جزئیات این قصہ از حد شمار بیرون
است و اگر یاد نداری در قصہ دامی زادن
زال دستان بعد قتل نوذر و گفتن وے
نزیبد بہر پہلوی تاج و تخت

اس کا دفع بھی واجب تھا) اور حقیقت حریص علیکم الخ
(۹: ۱۲۸) جو تمھاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں
ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔ بغیر
مسلمانوں کو خیر سے قریب کرنے اور شر سے بعید کرنے کے
متحقق نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ
ابْعَثْ الخ (۲: ۲۴۶) جب کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبر سے
کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے کہ ہم اللہ کی
راہ میں (جاکر) قتال کریں۔ اگر تم اس آیت میں اپنی
فہم کو کام میں لاؤ تو جان لوگے کہ کفار کے ساتھ مقاتلہ خواہ
ابتداءً ہو (کہ جارحانہ طور پر تم خود ان پر حملہ کرو) یا دفعتاً ہو
(یعنی بطور مدافعت کہ وہ حملہ آور ہیں اور تم اپنا بچاؤ کرنے
والے) بغیر نصب خلیفہ ممکن نہیں ہے اور ہر خلیفہ اس کے لئے
قائم (یعنی صاحب صلاحیت) نہیں ہو سکتا، بلکہ ایک کے بعد
دوسرا کرنا پڑے گا اور اس ایک کو متعین کرنا عقول عامہ سے خارج
ہے اس لئے پیغمبر کی ضرورت ہے جو غیبی علم سے اس کی
تعیین کرے اور ظاہر بینوں کے اختلاف کے فتنہ کو جو تعیین
خلافت میں پیدا ہو جاوے۔ اور بعض مذہبیہ اور غیرہ
رسمیہ کے پیش نظر اس پر جرح و قدح کرنے والوں کی آتش
شر کو معارف حقہ کے مصفیٰ پانی سے بجھا دے۔ آپ اگر
تم بادشاہوں کی تاریخ کو پڑھو گے تو ضرور جان لوگے کہ
اس قسم کے حالات میں لوگ کیسی عزیز الوجود بادشاہ کے
نصب کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور بادشاہ کی تعیین
میں کبھی تو علم نجوم سے دلیل لیتے تھے اور کبھی خوابوں اور
استخارے سے اور کبھی کسی ایسے معیار یا فراست سے جس پر
گمان یا اعتماد رکھتے ہوں۔ اور اس قصہ کی جزئیات حد
شمار سے باہر ہیں اگر تمھیں یاد نہیں تو شاہنامہ فردوسی میں
ہے زال دستان کا بیٹا دینے کا قصہ نوذر کے قتل کے
کے بعد اور اس کا یہ کہنا کہ نزیبد بہر پہلوی تاج و تخت
ہر پہلوی کے لئے تاج و تخت زیب نہیں ہے۔ اس کے لئے

جیشود از علوم بشر خارج است و لہذا
جاہلان گفتند لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ
عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ
ہمچنان معرفت شخصے کہ امر خلافت
حمل نماید و آں مراد حق را کمال ساز
مقدور بشر نیست این ہمہ تدبیر غیب ست
کہ از پس پردہ کار میکند و لازم است کہ پیغامبر
بآن شخص معین ارشاد فرماید اگر فرض کنیم کہ
بعض انواع تعیین بگذارد و آن نخواہد بود الا
از جہت اعتماد بر فعل الٰہی کہ یأبی اللّٰہ و
المؤمنون الا ابا بکر ظاہر بینان معنی خلافت
تصدی شخصے بر بنائے نوع خود برائے نظم میکنند
و ازین معنے سکایعید و بر این تصدی حسد میبرند
و یأبی اللّٰہ الا ان یتم نورہ را حقیقت شناسان
تدبیر غیب برائے اصلاح عالم و انجاز موعود می
بینند و این استخلاف را یکے از نعم
عظیمہ می شمارند و حکمت مفرا است از لطف
جہان آفرین و خاص کردن بندۂ منصب عام را
مقدمہ ثانیہ آنکہ اگر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم تنصیص بخلیفہ فرمودہ است
آن خلیفہ صدیق اکبر است لا غیر ثم عمر بعدہ
ثم عثمان بعد عمر و دلیلش آنکہ بتواتر
معلوم شد کہ صدیقؓ و فاروقؓ
و ذو النورینؓ بادشاہان زمین
بودند و فرمان روائی می
کردند و مردمان ہمہ با ایشان
معاملہ رعیت با خلیفہ بجا
می آوردند

متعین ہو جانے بشر کے علوم سے خارج ہے اور اسی بناء پر
جاہلوں نے کہا لَوْلَا نُزِّلَ (الخ) (۳۱:۴۳) یہ قرآن ذکر
کلام الٰہی ہے تو ان دونوں بستیوں (مکہ اور طائف) کے
رہنے والوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل
کیا گیا؟ اسی طرح اس شخص کا پہچاننا جو بار خلافت کو اٹھا لے
اور مراد حق کو کمال کو پہنچائے بشر کی قدرت میں نہیں ہے۔
یہ سب غیب کی تدبیر ہے جو پردوں کے پیچھے سے بہت
کام کرتی ہے اور لازمی ہے کہ پیغمبر اس شخص معین کے بارے
میں ارشاد فرمائے۔ اور اگر ہم فرض کرلیں کہ تعیین کی بعض
انواع کو چھوڑ دے تو ایسا صرف خدا کے متعلق ہونے کے
اعتماد کی بناء پر ہی ہوگا کہ یابی اللّٰہ الخ یعنی اللہ تعالیٰ
اور مومنین بجز ابو بکرؓ دوسرے سے انکار کرتے ہیں۔
ظاہر بین لوگ خلافت کے معنے یہ سمجھتے ہیں کہ ایک شخص
کو اپنی نوع کے لوگوں میں سے فرماں روائی کے لئے صدر
بنادیا جائے اور اس معنے سے گذشتے ہیں اور اس صدر نشینی
پر حسد کرنے لگتے ہیں اور یابی اللّٰہ الخ اور اللہ تعالیٰ اپنے
نور پورا کرکے چھوڑے گا! اور جو تدبیر غیب کے حقیقت شناس
ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ اصلاح عالم اور ایفائے وعدہ کے لئے
وجود میں ہے اور اس خلیفہ بنانے کو ایک بڑی نعمت شمار
کرتے ہیں سو حکمت محض است الخ خالص بخشش ہے اگر رب
کو پیدا کرنے والے کی عنایت کسی بندے کو منصب عام کے لئے
خاص کرلے۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے صراحت کے ساتھ کسی خلیفہ کو نامزد کیا ہے تو وہ خلیفہ
صدیق اکبرؓ ہیں اور کوئی دوسرا نہیں پھر ان کے بعد عمرؓ
پھر بعد عمرؓ کے عثمانؓ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بتواتر
یہ معلوم ہے کہ صدیقؓ اور فاروقؓ اور ذی النورینؓ
ملک کے بادشاہ تھے اور فرمانروائی کرتے تھے اور سب لوگوں کا
معاملہ ان کے ساتھ وہی تھا جو رعیت کا خلیفہ کے ساتھ ہوتا ہے

و خلفاء یا خلیفۂ رسول اللہ و یا امیر المومنین ندا میکردند این قدر از خود موافق و مخالف ہمہ میدانند پس یک جزو خلافت کہ فرمانروائی است ایشان را ثابت شد غیر ایشان را از غیر این حضرات اسم خلافت گفتہ نشد سخن در سنی و شیعہ در ان است کہ ایشان درین فرمانروائی مطیع بودند یا عاصی شارع بخلافت ایشان نص کردہ بود یا بخلافت دیگرے یا بر خلافت ہیچ کس نص نہ فرمودہ پس میگوئیم اگر نص شارع برہمین عزیزان بود و ایشان موافق آن نص خلیفہ شدند فبہا و اگر نص بر دیگرے بود و ایشان بحیلہ و زوری خلیفہ شدند و عاصی گشتند در تصدیق خلافت قباحتے بسیار لازم می آید تدلیس در کلام رب العزت جل و علا و کلام افضل الصلوات والتسلیمات و کذب متواترات مرویۃ از صادق مصدوق و اجماع امت مرحومہ بر ضلالت و ارتفاع امن از احکام شرع و عدم ثبات حجت تکلیف بہیچ از احکام بر ہیچ یک از امت و مخالفت حکم عقل صریح و تناقض در مقصود شارع اما تدلیس در کلام رب العزت بر تقدیرے کہ ایشان عاصی باشند در خلافت از آن جہت لازم می آید کہ در قرآن عظیم بشارت بہشت و مدح و رضا و اخبار برضا از اہل بیعت شجرہ و سابقین اولین از مہاجرین و انصار آمدہ است لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

اور سب لوگ اُن کو یا خلیفۂ رسول اللہ اور یا امیر المومنین کہہ کر پکارتے تھے۔ اتنی بات موافق اور مخالف سب جانتے ہیں تو خلافت کا ایک جزو جو کہ فرمانروائی ہے وہ تو ان کے لئے ثابت ہو گیا نہ دوسروں کے لئے اس لئے ان حضرات کے سوا جن کے نام لئے گئے ہیں دوسرے ناموں کے ساتھ خلافت کا لقب نہیں لگایا جائے گا اس کی نفی ہو گئی۔ اب گفتگو سنی اور شیعی کی اس میں ہے کہ وہ اس فرمانروائی میں مطیع تھے یا عاصی۔ شارع نے ان کی خلافت پر نص کی تھی یا کسی دوسرے کی خلافت پر، یا کسی شخص کی خلافت پر نص نہیں فرمائی۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اگر نص شارع ان ہی بزرگواروں پر تھی اور وہ اس نص کے موافق خلیفہ ہوئے تو فبہا۔ اور اگر نص کسی دوسرے کے لئے تھی اور یہ صاحبان حیلہ زوری خلیفہ بن کر عاصی ہو گئے تو اس تقدیر پر خلافت (یعنی اس حیثیت خلافت) میں بہت سی قباحتیں لازم آتی ہیں۔ کلام رب العزت جل شانہ اور کلام افضل الانبیاء علیہ افضل الصلوات والتسلیمات میں تدلیس (یعنی عیب کو چھپانا) حضرت صادق و مصدوق سے متواترات مرویہ کا جھوٹا ہونا اور امت مرحومہ کا اجماع گمراہی پر۔ احکام شرعیہ سے امن (و اطمینان) کا اٹھ جانا، احکام میں سے کسی بھی حکم پر مکلف بنائے جانے کی حجت کا کسی بھی امتی پر عدم ثبات، حکم عقل صریح کی مخالفت مقصود شارع میں تناقض۔ کلام رب العزت میں تدلیس کا بیان اس صورت میں کہ ان بزرگواروں کو خلافت میں عاصی مانا جائے اس جہت سے لازم آتی ہے کہ قرآن مجید میں ان حضرات صحابہؓ کے حق میں جو مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین میں سے تھے جو بیعت شجرہ میں شامل تھے، جنت کی بشارت اور مدح و رضا اور (اللہ تعالیٰ کے ان سے) راضی ہونے کی خبر دی گئی ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ الخ (ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ سے درخت (سمرہ) کے نیچے بیعت کر رہے

فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَ اَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۙ وَّ مَغَانِمَ کَثِیْرَۃً یَّاْخُذُوْنَھَا ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ۔ و شیخین از جملہ آنہ بس اگر ایشان ناصب و جابر می بودند تدلیس عظیم باشد و خدای تعالیٰ از تدلیس منزہ است و غیر شیخین از دو حالت بیرون نیستند یا اعانت نمودند یا سکوت ورزیدند اگر اعانت کردند ہمہ ظالم و فاسق باشند زیرا کہ اعانت ظالم ظلم است قال اللہ تعالیٰ اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَھُمْ و اگر سکوت کردند سکوت بنا بر خوف بود یا بغیر خوف اگر بغیر خوف بود ہمہ عاصی شدند و اگر خوف بود آن خوف در جمیع مہاجرین و انصار و اہل بیعت رضوان یا اکثر ایشان بود یا قلیلے را از ایشان اگر جمیع را بود یا اکثر را این مقدمہ باطل است بالبداہت زیرا کہ چون مہاجرین یا اکثر ایشان بر حرب خلافت از شیخین کمر می بستند استخلاف ایشان صورت نمی بست و شیخین را بجز مہاجرین و انصار ناصری نبود و اگر اقل را خوف لاحق شدہ بود اکثر عاصی شدند و خلافت آن اقل پس این بشارات بصیغہ جمع بے نزول حرف باشد و ازان جہت کہ اگر صدیق در خلافت خود جابر و ناصب بود در حق او آیات دال بر کمال مدح و ثنا و بشرہ بدخول جنت نازل نمی شد لیکن آیات بسیار باین صفت نازل شدہ

اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا پس اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو ایک لگے ہاتھ فتح دیدی اور (اس فتح میں) بہت سی غنیمتیں بھی (دیں) جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے! اور ان (بیعت کرنے والوں میں) شیخین بھی تھے تو اگر یہ حضرات ناصب و جابر تھے تو یہ بہت بڑی تدلیس ہوگی۔ اور خدا تعالیٰ تدلیس سے منزہ ہے اور شیخین کے علاوہ دوسرے لوگ (جو اس بیعت میں شریک تھے) دو حال سے باہر نہیں ہو سکتے۔ یا تو انہوں نے (اس غصب پر) اعانت کی یا چپ ہو رہے۔ اگر اعانت کی تو سب ظالم و فاسق بن جائیں گے کیونکہ ظالم کی اعانت ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَھُمْ (۲۲:۳۷) جمع کرو ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو اور اگر سکوت کیا تھا تو یہ سکوت بنا بر خوف تھا یا بغیر خوف کے اگر بغیر خوف تھا تو سب عاصی ہو گئے اور اگر خوف تھا تو وہ تمام کے تمام مہاجرین و انصار اور اہل بیعت رضوان کو تھا یا ان میں اکثر لوگوں کو تھا، یا ان میں سے تھوڑے لوگوں کو۔ اگر سب کو یا اکثر کو تھا تو یہ مقدمہ باطل ہے بالبداہت۔ اس لئے کہ اگر مہاجرین یا ان کے اکثر لوگ خلافت کے ہٹانے پر کمر باندھ لیتے تو ان کے استخلاف کی پھر کوئی صورت ہی نہ بنتی۔ اور شیخین کا بجز مہاجرین و انصار کے اور کوئی مددگار ہی نہیں تھا۔ اور اگر تھوڑے سے لوگوں کو خوف لاحق ہوا تھا تو (دوسری پارٹی والے) اکثر لوگ عاصی ہوئے ان قلیل التعداد لوگوں کو چھوڑنے کی وجہ سے تو یہ بشارات جمع کے صیغے کے ساتھ ایک مذاق بن جائیں گی۔ اور اس جہت سے لازم آتی ہے کہ اگر صدیق اپنی خلافت میں جابر اور ناصب ہوتے تو ان کے حق میں ایسی آیتیں نازل نہ ہوتیں جو ان کے حق میں بڑی مدح و ثنا پر دلالت کرنے والی اور ان کو دخول جنت کی بشارت دینے والی ہیں۔ لیکن اس طرح کی بہت سی آیتیں نازل ہوئیں۔

پس خلافت او حق است اما ملازمت
پس از آن جہت کہ مدح و ثنای شخصے
کہ مبدأ فساد عام شود تدلیس است
و خدای تعالی از تدلیس منزہ است
و بشارت کسیکہ مرتکب کبیرہ باشد وفوت بغیر
نزدیک اشاعرہ قلیل الوقوع است و
نزدیک معتزلہ ممتنع الوقوع و بہر تقدیر
در تنویہ امرے بغیر بیان جلیۃ الحال
تلبیس عظیم است و اگر شارع قصہ از
قصص بنی اسرائیل ذکر فرماید و انکار
بران نکند دلیل باشد بر جواز آن کار
از جہت آنکہ تقریر او تدلیس است تکلیف
ثنا و مدح و بشارت بہشت شخصے را کہ وے
آمر عظیم ترین کارہای مستشنعہ از وی بظہور
آید سبحانک ہذا بہتان عظیم اما بطلان
لازم پس از آن جہت کہ جمعے کثیر از مفسرین
در آیات بسیار ذکر کردہ اند کہ در حق صدیق
نازل شدہ اند و این روایات طرق
بسیار دارد بحیثیتے کہ نزدیک اجتماع
یقین بامر مشترک حاصل شود و چون در
حق صدیق وارد باشند دخول صدیق
در آن قطعی باشد و در بعض آیات بجز روایات
سلف قرائن بسیار یافتہ میشود کہ سبب نزول
آن حضرت صدیق بودہ است مثل إِلَّا
تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ
الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي
الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ
إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا و صاحب در غار باتفاق
موافق و مخالف غیر صدیق نبود

قرآن کی خلافت حق ہے۔ رہی ملازمت (تدلیس) تو وہ اس
جہت سے ہے کہ کسی ایسے شخص کی مدح و ثنا جو فساد عام کا
مبدأ ہو تدلیس ہے اور خدا تعالیٰ تدلیس سے منزہ ہے اور
کسی ایسے شخص کو بشارت دینا جو کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اور
بغیر توبہ مرجائے اشاعرہ کے نزدیک قلیل الوقوع اور معتزلہ کے
نزدیک ممتنع الوقوع ہے (یعنی ایسی بشارت کا وقوع محال ہے)
اور بہر صورت اُن کی رفعت قدر کا ظاہر کرنا اور جو حال چلن
اور واضح ہے اس کو نہ بیان کرنا بڑی تلبیس ہے۔ اور اگر شارع
بنی اسرائیل کے قصوں میں سے کوئی ذکر فرمائے اور اس پر انکار
نہ کرے تو وہ دلیل ہوگا اُس کام کے جواز پر۔ کیونکہ اس صورت
میں کہ اس کی تقریر میں تدلیس کا فعل بھی موجود ہو کیسے جواز
نکل سکے گا۔ (پس) ایسے شخص کی ثناء و مدح کا اور اس کو بہشت
کی بشارت کا کیا وزن ہے جس سے آخر عمر میں ایسے بدترین افعال
کا ظہور ہوا ہو۔ سبحانک ھذا بہتان عظیم۔ رہا بطلان لازم
آنے کا حال تو وہ اس جہت سے ہے کہ مفسرین کی ایک بڑی
جماعت نے بہت سی آیات کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہ صدیق
اکبر کے حق میں وارد ہوئی ہیں اور یہ روایات بہت سے طرق
رکھتی ہیں اس حیثیت سے کہ جب اُن کے اجتماع پر نظر کرتے ہیں
تو امر مشترک کا یقین ہو جاتا ہے اور جب کہ وہ سب حضرت صدیق
کے حق میں وارد ہیں تو صدیقؓ کا دخول اس میں قطعی ہو جاتا ہے
اور بعض آیات میں علاوہ روایات سلف بہت سے قرائن بھی
اس امر کے پائے جاتے ہیں کہ ان کا سبب نزول حضرت صدیق
ہی ہیں۔ اول إِلَّا تَنصُرُوهُ الخ (۱۰ : ۴۰) اگر تم لوگ رسول خدا
(صلے اللہ علیہ وسلم) کی مدد نہ کروگے تو اللہ تعالیٰ آپ کی
مدد اس وقت کر چکا ہے جب کہ آپ کو کافروں نے جلا وطن
کر دیا تھا جب کہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے جس وقت کہ
دونوں غار میں تھے جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے
کہ تم (کچھ) غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے۔ اور غار
کے رفیق موافق و مخالف سب کے نزدیک صدیقؓ کے سوا اور کوئی نہ تھا

دوم وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ اشارت است بصدیق باتفاق۔

سیوم لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ قال الواحدی قال الکلبی فی روایۃ محمد بن الفضل نزلت فی ابی بکر یدل علیہ انہ کان اول من انفق المال علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اول من قاتل علی الاسلام وقال ابن مسعود اول من اظہر اسلامہ بسیفہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر وقد شہد لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالانفاق قبل الفتح فی احادیث کثیرۃ۔

چہارم فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ قال الواحدی قال عطاء عن ابن عباس یرید ابابکر و عمر والیا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم علی من عاداہ و نصراہ وعن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ وصالح المؤمنین قال صالح المؤمنین ابوبکر وعمر۔

پنجم وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا

دوم وَلَا یَأْتَلِ الخ (۲۴: ۲۲) اور جو لوگ تم میں (دینی) فضل اور (دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہیے کہ یہ معاف کر دیں اور درگذر کریں۔ کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کر دے بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ بالاتفاق اشارہ ہے صدیق اکبرؓ کی طرف۔ سوم لَا یَسْتَوِی مِنْکُمْ الخ (۵۷: ۱۰) جو لوگ تم میں سے فتح کے پہلے (راہ خدا میں) خرچ کر چکے اور لڑ چکے سب برابر نہیں ہیں۔ الخ۔ واحدی نے کہا کہ کلبی کا قول ہے محمد بن الفضل کی روایت میں کہ یہ آیت ابوبکرؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مال خرچ کیا اور پہلے شخص ہیں جس نے اسلام کے لئے جہاد کیا۔ اور ابن مسعودؓ نے کہا کہ سب سے پہلے جس نے اسلام کی مدد اپنی تلوار سے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ابوبکرؓ۔ اور بہت سی احادیث میں ان کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح سے پہلے ان کے مال خرچ کرنے کی شہادت دی۔ چہارم فَإِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ (۶۶: ۴) تو (یاد رکھو) پیغمبر کا رفیق اللہ ہے اور جبریل ہے اور نیک مسلمان ہیں۔ واحدی نے کہا کہ کہا عطاء نے مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ مراد ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ جو کہ محافظ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دشمن کے مقابلہ پر اور یہ دونوں آپ کی مدد کرتے تھے۔ اور روایت ہے ابن مسعودؓ سے وہ روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ وصالح المؤمنین میں کہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ پنجم وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ (۴۶: ۱۵) اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور دودھ چھڑانا تیس (مہینے) میں پورا ہوتا ہے یہاں تک کہ جب وہ

بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً
قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ
نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى
وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ
وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي
تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ
قال الواحدی قال مقاتل وعطاء والکلبی
عن ابن عباس هذه الآية
نزلت فی الصدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ وکان حملہ وفصالہ
هذا التقدیر ویدل علی صحة هذا
قولہ حتی اذا بلغ اشدہ الی آخرہ
وقد علمنا ان کثیرا من الناس
من بلغ هذا المبلغ لم یکن منہ
القول وهو ما ذکر اللہ تعالیٰ فقال
رب اوزعنی الآیة فدل انہ
فی انسان بعینہ وهو ابوبکر رضی
اللہ تعالیٰ عنہ ثم معنی قولہ بلغ
اشدہ قال عطاء ثمانی عشرة سنة
وذلک انہ صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وهو ابن ثمانی عشرة سنة والنبی
صلی اللہ علیہ وسلم عشرین سنة فی
تجارتہ الی الشام فکان لا یفارقہ فی اسفارہ و
حضورہ فلما بلغ اربعین سنة ونبئ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم دعا ربہ فقال
رب اوزعنی الہمنی ان اشکر نعمتک التی
بالہدایة والایمان حتی لم اشرک بک شیئا
والدی ابی قحافة عثمان بن عمرو وام
الخیر بنت صخر بن عمرو۔ قال علی بن ابی طالب

اپنی جوانی کو پہنچ جاتا ہے اور چالیس برس کو پہنچتا ہے تو کہتا
ہے اے میرے پروردگار مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ
میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو
اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں اور میں نیک کام
کروں جس سے آپ خوش ہوں اور میری اولاد میں بھی
میرے لئے صلاحیت پیدا کر دیجئے۔ میں آپ کی جناب میں
توبہ کرتا ہوں اور میں فرمانبردار ہوں! کہا واحدی نے کہا
مقاتل اور عطاء وکلبی سے کہ مروی ہے ابن عباس سے اس
آیت کے بارے میں کہ یہ نازل ہوئی صدیق رضی اللہ عنہ کے
بارے میں اور ان کے حمل اور دودھ چھوڑنے کی مقدار بھی تیس
ماہ تھی۔ اور اس بات کی صحت پر یہ قول بھی دلالت کرتا
ہے حتی اذا بلغ اشدہ آخر آیت تک اور ہم جانتے ہیں کہ
بہت سے جو عمر کی اس حد کو پہنچتے ہیں ان سے یہ قول صادر
نہیں ہوتا اور وہ جو اللہ نے ذکر فرمایا آپ کی بات کا قول یعنی
رب اوزعنی الآیہ تو یہ دلالت کرتا ہے کہ ایک فرد معین
کے بارے میں اور وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور بلغ
اشدہ کے معنے میں عطاء نے کہا اٹھارہ سال
اور یہ اس لئے کہ وہ صاحب ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
جب کہ وہ اٹھارہ سال کے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیس
سال کے تھے جب شام کی طرف تجارت کے لئے گئے تھے پھر
وہ کبھی کسی سفر اور حضر میں آپ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔
پھر جب چالیس سال عمر ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نبی بنائے جا چکے تو انہوں نے اپنے رب سے دعا
کرتے ہوئے کہا رب اوزعنی یعنی الہمنی ان اشکر نعمتک
التی اے میرے رب مجھے الہام کر دیجئے کہ میں آپ کی نعمت
کا شکر کروں جو مجھ پر ہوئی ہدایت اور ایمان کی توفیق
سے یہاں تک کہ میں نے تیرے ساتھ شرک نہیں کیا وعلی
والدی اور میرے والدین پر ہوئی یعنی ابو قحافہ عثمان بن عمرو
اور ام الخیر بنت صخر بن عمرو۔ فرمایا علی بن ابی طالب نے

في هذه الآية في أبي بكر أسلم
أبواه جميعا ولم يجتمع لأحد من
الصحابة المهاجرين أبواه غيره
وأوصاه الله بهما وألزم ذلك
من بعده. وأن أعمل صالحا
ترضاه قال ابن عباس أجابه
الله تعالى فأعتق تسعة من
المؤمنين يعذبون في الله
ولم يرد شيئا من الخير إلا أعانه
الله سبحانه واستجاب له في
ذريته إذ قال وأصلح لي
في ذريتي ولم يبق له ولد
ولا والد ولا والدة إلا آمنوا
بالله وحده. الآية والذي جاء
بالصدق محمد صلى الله
عليه وسلم وصدق به
أبو بكر والصحابة هم المؤمنون
الذين صدقوا محمدا صلى
الله عليه وسلم بما جاء به من الإسلام
أولئك هم المتقون. الآية الذين
ينفقون أموالهم بالليل والنهار
سرا وعلانية في الكشاف أنها
نزلت في أبي بكر الصديق رضي الله
تعالى عنه حين تصدق بأربعين
ألف دينار عشرة بالليل و
عشرة بالنهار وعشرة في
السر وعشرة في العلانية
وخدائے تعالیٰ نے فرمایا
وسيجنبها الأتقى

اس آیت کے متعلق کہ یہ ابوبکرؓ کے بارے میں ہے۔ ان کے ماں
اور باپ دونوں اسلام لائے اور صحابۂ مہاجرین میں سے
کسی کے ماں باپ اسلام پر جمع نہیں ہوئے بجز ابوبکرؓ کے
اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی خدمت کا اُن کو حکم دیا اور ان کے
علاوہ اور سب پر بھی لازم کر دیا۔ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ
(اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے آپ خوش ہوں)
کہا ابن عباسؓ نے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول کی تو
انھوں نے نو مومنین کو (خرید کر) آزاد کیا جن کو
اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا۔ اور کسی
سبب خیر کا انھوں نے ارادہ نہیں کیا مگر اللہ سبحانہ نے
اُن کی مدد کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی اولاد کے بارے
میں بھی اُن کی دعا قبول کی جو انھوں نے کی تھی وَاَصْلِحْ
لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ (اور میری اولاد میں بھی میرے لئے صلاح
پیدا کر دیجئے) اور اُن کی اولاد اور والدہ میں سے کوئی باقی
نہیں رہا سب اللہ واحد پر ایمان لے آئے۔ شعر وَالَّذِيْ
جَآءَ بِالصِّدْقِ الخ (۳۹: ۳۳) اور جو سچ لے کر آیا محمد
صلے اللہ علیہ وسلم اور جس نے اس کی تصدیق کی ابوبکرؓ
اور اُن کے اصحاب اور وہ سب ایسے مومنین ہیں جنھوں نے
اس کی تصدیق کی جو اسلام کے بارے میں محمد صلے اللہ علیہ
وسلم لے کر آئے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ یہی لوگ اہل
تقویٰ ہیں) شعر اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ الخ (۲: ۲۷۴) جو
لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں
پوشیدہ اور آشکارا۔ کشاف میں ہے کہ کہا گیا کہ یہ
آیت نازل ہوئی صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب
انھوں نے چالیس ہزار دینار صدقہ کئے دس ہزار رات میں
اور دس ہزار دن میں، دس ہزار پوشیدہ اور دس
ہزار علانیہ۔ اور خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَسَيُجَنَّبُهَا
الْاَتْقَى الخ (۹۲: ۱۷-۱۸) اور اس (جہنم) سے ایسا شخص
دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے۔ ایسا (شخص) ہی

الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی مفسّران
متفق اند بر آنکہ مراد ازین اتقٰی صدیق
اکبر است چون اربعین الف در راہِ اسلام
صرف نمود و آیت مکی است باتفاق
مفسّرین و در مکہ غیر صدیقؓ کسے انفاق
باین اسلوب نکردہ است و وجوہ بسیار
دلالت میکنند بر آنکہ حضرت مرتضٰی
مورد آیت نبود زیراکہ مرتضٰی صغیر
بود در کفالت آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم و مال نداشت تا انفاق کند و
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بر مرتضٰیؓ
منّت تربیت داشت بخلاف صدیق
اکبرؓ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بر او
نعمت تعلیم اسلام داشت و غیر آن
نعمت را جزائی نیست کما قال الانبیاء علیهم
السلام وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ
اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ و چون
مراد ازان صدیق باشد معلوم شد کہ
ماثبت او محمود است لقولہ تعالٰی
وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ۔ و اتقٰی و مرضی من
عند اللہ فی الحال و الاستقبال اکرم
است و اکرم بہترین امت است و بہترین
است احق بالخلافت است و اگر کسے
گوید کہ مراد اینجا جنس الاتقٰی است گوئیم
دخول مورد نص در عموم آیت قطعی
است بر تقدیر تنزل میگوئیم کہ صدیقؓ را
خلافت باعتبار ظاہر حاصل بود باتفاق
بحث درآن است کہ این خلافت حقہ
بود یا نہ و شہادت نصوص بسیار صدیق

غرض سے دیتا ہے کہ (گناہوں سے) پاک ہوجائے۔ مفسّرین
اس پر متفق ہیں کہ اس اتقٰی سے مراد صدیق اکبرؓ ہیں جب
آپ نے چالیس ہزار اسلام کی راہ میں صرف کئے۔ اور باتفاق
مفسّرین یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں بجز صدیقؓ کے کسی نے
اس ڈھنگ سے خرچ نہیں کیا ہے۔ اور بہت سے وجوہ اس پر
دلالت کرتے ہیں کہ اشارہ حضرت مرتضٰیؓ کی طرف نہیں ہے
کیونکہ حضرت مرتضٰیؓ کم عمر تھے اور رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کی کفالت میں تھے اور مال نہیں رکھتے تھے کہ خرچ
کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت مرتضٰیؓ پر تربیت
کا احسان تھا (اس لئے وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى کے
مصداق نہیں ہو سکتے) بخلاف صدیق اکبرؓ کے کہ وہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے زیر نعمت صرف تعلیم اسلام کی بناء پر
تھے اور کوئی (مالی) وجہ نہ تھی۔ اور اس نعمت کی کوئی
جزا نہیں ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا قول ہے وَمَا اَسْئَلُكُمْ
عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ (۲۶: ۱۰۹ وغیرہ) اور میں تم سے اس پر کوئی
صلہ نہیں مانگتا۔ میرا صلہ تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔
اور جب (یہ متعین ہو گیا کہ) اس سے مراد صدیق اکبرؓ ہیں تو
معلوم ہو گیا کہ ان کی ماثبت محمود ہے اس لئے کہ اس کے
بعد اللہ تعالے نے فرمایا وَلَسَوْفَ يَرْضٰى (۹۲: ۲۱) اور
یہ شخص ضرور خوش ہو جائیگا۔ اور جو اتقٰی اور مرضی
ہیں عند اللہ ہو (یعنی جس کو اللہ کی رضا حاصل ہو) حال میں
اور استقبال میں وہ اکرم (بزرگ تر) ہے اور اکرم بہترین
امت ہے اور بہترین امت احق بالخلافت ہے (یعنی خلافت
کا سب سے زیادہ مستحق)۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہاں جنس اتقٰی
مراد ہے تو ہم جواب دیں گے کہ عموم آیت میں مورد نص کا
داخل ہونا یقینی ہوتا ہے بر تقدیر تنزل ہم کہتے ہیں کہ حضرت
صدیقؓ کو خلافت باعتبار ظاہر تو حاصل ہی تھی جس پر سب کا
اتفاق ہے۔ اب تو اس میں بحث ہے کہ یہ خلافت حقہ تھی
یا نہیں اور بہت سے نصوں کی شہادت سے حضرت صدیقؓ کا

متصف باین صفات بود پس بشارت
بوعدِ صادق باشد زیرا کہ آخر کار بے
محمود بود و آخر کار خلیفہ بود غاصب
و جائر نباشد و درین خلافت و ازان
جہت کہ در آیت استخلاف وَعَدَ اللّٰہُ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ و آیہ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ
فِی الْاَرْضِ ہر دو دریک واقعہ فرود
آمدہ اند مطلق یکے را دیگرے تقیید
مے نماید و آنچہ از ہر دو حاصل شد
استخلاف مہاجرین اولین است و
درج خلافت ایشان و بیان آنکہ
اگر تمکین فی الارض نصیب ایشان
گردد لازم جزء دیگر یعنی آن خلافت
راشدہ شود بان منضم خواہد بود
و تقریر این مباحث گذشت و
ازان جہت کہ خدائے تعالیٰ مے
فرماید قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ
سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ
شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَھُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ فَاِنْ
تُطِیْعُوْا یُؤْتِکُمُ اللّٰہُ اَجْرًا حَسَنًا وَ
اِنْ تَتَوَلَّوْا کَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ
یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۔ قال الواحدی
اکثر المفسرین علی ان ہؤلاء بنو حنیفۃ قوم
مسیلمۃ قال رافع بن خدیج کنا نقرأ
ہذہ الآیۃ ولا نعلم من ہم حتی دعا ابوبکر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی قتال بنی حنیفۃ فعلمنا
انہم ہم قال ابن جریج ستدعون الی قتال
فارس تقاتلونہم او یسلمون او یکون

ان صفات سے متصف ہونا ثابت ہے تو بشارت اُن پر پوری
ہو گئی اور چاہیے کہ اُن کا انجام محمود ہو اور آخر نتیجہ یہ کہ
خلیفہ (برحق و جائز) ہوں اور غاصب و جائر (ظالم) نہ
ہوں۔ اور اس جہت سے (کلام حق میں تدلیس لازم آتی
ہے) کہ دو آیت استخلاف یعنی وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور آیت اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ
دونوں ایک ہی واقعہ میں نازل ہوئی ہیں۔ ایک کے مطلق کو
دوسری مقید کرتی ہے اور دونوں کے مجموعہ سے جو حاصل ہوا
وہ مہاجرین اولین کا استخلاف ہے اور اُن کی خلافت کی شرح
اور اس بات کا بیان ہے کہ اگر تمکین فی الارض (یعنی ملک پر
حکومت) ان کے حصہ میں آجائے تو ضروری ہے کہ دوسرا
جزو کہ جس سے مل کر یہ خلافت راشدہ ہو جائے اس کے ساتھ
منضم ہو جائے گا۔ اور ان مباحث کی تقریر (جلد اول میں)
گذر چکی ہے۔ اور اس جہت سے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ
لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ (الآیۃ ۴۸:۱۶) آپ ان پیچھے
رہنے والے دیہاتیوں سے یہ کہہ دیجئے کہ عنقریب تم لوگ
ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے
والے ہوں گے کہ یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع (اسلام)
ہو جائیں سو اگر تم اطاعت کرو گے تو تم کو اللہ تعالیٰ نیک
عوض (یعنی جنت) دیگا اور اگر تم (اس وقت بھی) روگردانی
کرو گے جیسا اس سے قبل روگردانی کرچکے ہو تو وہ دردناک
عذاب کی سزا دے گا۔ واحدی نے کہا کہ اکثر مفسرین اس
رائے پر ہیں کہ یہ لوگ (جن کو سخت کہا گیا ہے) بنو حنیفہ تھے
مسیلمہ کذاب کے متبعین۔ رافع بن خدیج نے کہا کہ ہم آیت
پڑھا کرتے تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہیں یہاں
تک کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم کو بنو حنیفہ کے قتال
کی طرف بلایا تو ہم سمجھے کہ وہ یہ لوگ ہیں۔ کہا ابن جریج نے
کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کو عنقریب بلایا جائیگا قتال فارس کی طرف
کہ تم ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع ہو جائیں یعنی یا ان سے

شیوع اسلام فَإِن تُطِيعُوا ابابکر و عمر يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا یعنی الجنۃ وَإِن تَتَوَلَّوْا تعرضوا عن طاعتہما كَمَا تَوَلَّيْتُم اعرضتم عن طاعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مِّن قَبْلُ عام حدیبیۃ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا والآیۃ تدل علی خلافۃ الشیخین لان اللہ تعالیٰ وعدعلی طاعتہما الجنۃ وعلی مخالفتہما العذاب الالیم انتہیٰ وعدہ فرمود کہ در زمان مستقبل البتہ داعیہ خواہد بود اعراب را بسوئے جہاد کفار و دعوت این داعی سبب وجوب قبول دعوت خواہد بود پس اگر قبول کنند ثواب یابند و اگر قبول نکنند معاقب شوند و این لازم بین استخلاف حق است و دعوت بجہاد اشہر واعظم صفات خلیفہ است و خالی نیست از آنکہ این داعی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفاء ثلثہ یا مرتضیٰ یا بنی امیہ یا بنی عباس و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم البتہ داعی نبودند زیرا کہ خدای تعالیٰ میفرماید لَّن تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَن تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا و این آیہ در قصہ حدیبیہ نازل شدہ است و غزوات آنحضرت بعد حدیبیہ محصور و معلوم است بعد ازان بغزوۂ خیبر برآمدہ و کسے از اعراب را دعوت نہ نمودند و بغزوۂ فتح کہ وحنین این قتال بقوم اولی بأس نبود زیرا کہ این کلمہ دلالت میکند بر مغایرت این قوم با قوم اول کہ قریش و موالی ایشان

اسلام ظاہر ہو جانے سو اگر تم اطاعت کروگے ابوبکر اور عمر کی تم کو اللہ نیک عوض دے گا یعنی جنت اور اگر تم روگردانی کروگے یعنے ان دونوں کی اطاعت سے اعراض کروگے جیسا اس کے قبل روگردانی کرچکے ہو یعنے اعراض کرچکے ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے حدیبیہ کی طرف چلنے میں تو وہ تم کو عذاب دے گا آخرت میں سخت عذاب۔ اور آیت خلافت شیخین پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی طاعت پر جنت کا وعدہ کیا اور ان دونوں کی مخالفت پر عذاب الیم کا۔ ابن جریج کا قول ختم ہوا۔ وعدہ فرمایا کہ زمانہ مستقبل میں البتہ کفار کے ساتھ جہاد کے لئے ایک داعی تم کو بلائے گا اور اس داعی کی دعوت سبب ہوگی قبول دعوت کے وجوب کی پس اگر قبول کریں گے ثواب پائیں گے اور اگر قبول نہیں کریں گے تو معذب ہوں گے اور یہ استخلاف حق کا لازم بین ہے اور جہاد کی طرف دعوت خلیفہ کی سب سے زیادہ ظاہر ہونے والی اور سب سے بڑی صفات میں سے ہے۔ اور دعوت ان احتمالات سے باہر نہیں کہ یہ داعی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے یا خلفاء ثلثہ یا حضرت مرتضیٰ یا بنی امیہ یا بنی عباس۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً داعی نہیں تھے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَّن تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَن تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا (۹: ۸۳) تو آپ یہ کہہ دیجے کہ تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ چلوگے اور نہ میرے ہمراہ ہو کر کسی دشمن (دین) سے لڑوگے! اور یہ آیت قصہ حدیبیہ میں نازل ہوئی ہے اور بعد حدیبیہ کے جو غزوات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں ان سب کا پورا حال منضبط اور معلوم ہے۔ اس کے بعد آپ غزوۂ خیبر کے لئے نکلے ہیں اور آپ نے اعراب میں سے کسی کو دعوت نہیں دی اور غزوۂ فتح مکہ اور حنین کے لئے آپ نکلے تو یہ قتال کسی قوم اولی بأس یعنی صاحب قوت شدیدہ کے ساتھ نہ تھا کیونکہ یہ کلمہ دلالت کرتا ہے اس قوم کی مغایرت پر قوم اول سے جو کہ قریش اور ان کے گرد و

باشند و ظاہر از اولی بأس شدید آنست کہ
بہ نسبت قریش شدت بأس داشتہ باشند و این
معنے در غیر روم و عجم یافتہ نشد و نہ مرتضےٰ زیرا کہ
مقاتلات او نے معنی با شرع برائی طلب خلافت
بود نہ بجہت اسلام و تقاتلونہم او یسلمون
دلالت میکند بر آنکہ آن دعوت کفار است بجہت
اسلام و بنو امیہ و بنو عباس دعوت کردہ
اعراب حجاز را بقتال کفار کما ہو معلوم من
التاریخ قطعًا و دعوت صدیق اکبر بسوئے قتال
اہل شام و عراق بود و دعوت فاروق نیز
بقتال عراق و شام و مصر بود و دعوت ذی
النورین بقتال اہل خراسان و افریقہ و مغرب
واقع شد کما ہو مبسوط فی التاریخ پس دعوت
ایشان واجب الامتثال بود و این صفت
خلیفہ حق است و چون حقیت ایشان در
دعوت بجہاد روم و عجم ظاہر شد بجمیع احکام
ایشان واجب الامتثال باشند زیرا کہ
بالاسلام جمع اند بر دو قول بعضے اثبات
وجوب انقیاد ایشان کردہ اند و بعضے
و جماعہ نفی وجوب انقیاد ایشان می
کنند در جمیع احکام فلما بطل الثانی
تعین الاول و ازان جہت کہ خدا تعالیٰ
مے فرماید یٰاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ
یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَسَوۡفَ
یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ
اَذِلَّۃٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی
الۡکٰفِرِیۡنَ یُجَاہِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ
وَ لَا یَخَافُوۡنَ لَوۡمَۃَ لَآئِمٍ ذٰلِکَ فَضۡلُ
اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ

رنگ ہیں اور اولی بأس شدید کے لفظ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ
بہ نسبت قریش کے یہ زیادہ طاقت رکھتے ہوں اور یہ معنے روم
و فارس کے سوا اوروں میں نہیں پائے گئے۔ اور نہ وہ داعی
حضرت مرتضےٰؓ تھے کیونکہ آپؓ کے مقاتلات طلب خلافت
کے لئے ہوتے بجہت اسلام سے نہیں اور تقاتلونہم او یسلمون
اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قتال کفار کے ساتھ اسلام کی
طرف دعوت کے لئے ہوگا۔ اور بنو امیہ و بنو عباس نے اعراب
حجاز کو کفار سے قتال کے لئے کبھی دعوت نہیں دی یہ بات
تاریخ سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ اور صدیق اکبرؓ کی دعوت
اہل شام و عراق سے قتال کے لئے تھی اور حضرت فاروقؓ
کی دعوت بھی عراق اور شام اور مصر سے قتال کے لئے تھی۔
اور ذی النورین کی دعوت اہل خراسان و افریقہ و مغرب سے
قتال کے لئے واقع ہوئی جیسا کہ تاریخ میں تفصیل کے ساتھ
مذکور ہے۔ قرآن کی دعوت کی تعمیل کرنا واجب تھا اور یہ صفت
خلیفہ برحق کی ہے۔ اور جب ان کی حقیت روم و عجم سے جہاد
کے لئے دعوت دینے میں ظاہر ہو گئی تو ان کے تمام احکام
واجب الامتثال ہوں گے۔ کیونکہ جتنے کلمہ گو ہیں وہ دو قول
پر متفق ہیں ایک جماعت تمام احکام میں ان کی اطاعت کے
وجوب کو ثابت کرتی ہے اور دوسری جماعت تمام احکام میں
ان کی اطاعت کے وجوب کا انکار کرتی ہے۔ تو جب کہ دوسرا
قول باطل ہو گیا تو پہلا متعین ہو گیا۔ اور اس جہت سے کہ
خدا تعالیٰ فرماتا ہے یٰاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ
(ترجمہ) اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے
پھر جاوے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لے آئے گا
جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے
محبت ہوگی۔ مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر تیز ہوں گے
کافروں پر جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ
کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے
یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ

فی مقامی زیرا کہ صلہ مخصص و معیّن موصول
باشد و وجود ایشان بغیر تمام بمقام آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم مخصص و معیّن این موصول
نمی تواند شد و صلہ باید کہ مخاطبین موصول
را آن شناختہ باشند پس دانستہ شد کہ ذکر
تلبس ایشان بان صفت مخاطبان شنیدہ بودند
و مراد از اقتداء اقتداء در امور خلافت است
زیرا کہ تعلیق اقتداء بلفظے کہ مشعر بخلافت باشد
ایما است بآنکہ اقتداء بحیثیت خلیفہ مراد گشتہ
امر در ہمین حدیث تعلیم قرآن و غیر آن بدیگران
حوالہ کردہ شد پس مراد از اقتداء غیر فتوے
و تعلیم است و آن نیست الا استخلاف پس حدیث
دال است بر وجوب انقیاد قوم ایشان را بحیثیت
الخلافۃ و ہمین است معنی تشریح استخلاف
و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در خطبہ وداع
کہ امت را بآن وداع کردند فرمودند
علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین
المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ بعد
از آنکہ رؤیا چند مذکور کردند کہ دال بر
آنکہ ولاۃ امر بعد آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم خلفائے ثلثہ خواہند بود
پس گویا فرمودند علیکم بسنتی وسنۃ
ابی بکر و عمر و عثمان پس این قول ایجاب
انقیاد قوم است در آنچہ بخلافت متعلق
باشد بایشان و ہو المطلوب و آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم در احادیث مستفیضہ
خبر دادند کہ بعد وفات آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم خلافت نبوت
و خلافت رحمت خواہد بود

میرے قائم مقام ہوں گے۔ اس لئے کہ صلہ تخصیص اور تعیین
کیا کرتا ہے موصول کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
قائم مقام ہونے بغیر صرف ان حضرات کا وجود ان دونوں کا
مخصص اور معیّن نہیں ہو سکتا اور صلہ کو ایسا ہونا چاہئے کہ
جس کے ذریعہ سے مخاطبین موصول کو پہچان لیں تو معلوم
ہو گیا کہ ان اشخاص کا ذکر سننے سے پہلے مخاطبین روایتی
تلبس اور ایسی باتیں سن چکے تھے اور اقتداء سے مراد
اقتداء سے مراد امور خلافت میں اقتداء ہے کیونکہ اقتدا کو
متعلق کرنا ایسے لفظ کے ساتھ جو خلافت کی جانب اشارہ کرتا ہو
اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہاں اقتداء سے وہ اقتداء مراد
ہے جو بحیثیت خلیفہ کی کی جاتی ہے۔ اسی حدیث میں تعلیم قرآن
وغیرہ کو دوسروں کے حوالے کیا گیا ہے پس ان کی اقتداء سے
جو مراد ہے وہ تعلیم اور فتوی کی اقتداء سے جداگانہ ہے اور
وہ استخلاف کے سوا اور کچھ نہیں اس لئے یہ حدیث اس پر
دلالت کرتی ہے کہ قوم پر ان کی انقیاد و اطاعت بحیثیت
خلافت واجب ہے اور استخلاف کی تشریح کے یہی معنی ہیں
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری خطبہ (خطبۂ
وداع) میں جس میں آپ نے امت کو رخصت کیا فرمایا ہے
علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الخ یعنی میرے بعد تمہارے
لئے ضروری ہے کہ میرے طریقہ پر اور خلفاء راشدین کے طریقہ
پر چلو۔ اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑو۔ (یہ فرمایا) بعد
چند رؤیا ذکر فرمانے کے جو اس پر دلالت کرے کہ بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے والی مرتبین خلفاء ہوں گے۔ گویا
یوں فرمایا کہ تم کو لازم ہے میرے طریقہ پر چلنا اور ابوبکر
و عمر اور عثمان کے طریقہ پر چلنا۔ تو یہ قول قوم پر
اطاعت ان امور میں واجب کرتا ہے جن کا تعلق ان کی
خلافت سے ہے اور یہی مطلوب ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے احادیث مستفیضہ میں اس بات کی خبر دی کہ
آپ کی وفات کے بعد خلافت نبوت و خلافت رحمت ہوگی

و بعد از آن ملک عضوض و آنچہ متصل وفات
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم واقع شد خلافت
خلفائے اربعہ بود پس خلافت ایشان خلافت
نبوت و رحمت باشد و اگر سیرت این خلفاء مشابہ
سیرت انبیاء نمی بود یا ایشان بغصب خلافت را
گرفتہ بودند خلافت نبوت و رحمت نمی بود و
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در احادیث
مستفیضہ اعلام فرمودند کہ خلافت تا سی
سال است و سفینہ تفسیر کرد آن را بخلافت
خلفائے اربعہ و عقل نیز بران دلالت میکند زیرا کہ
ملک مطلق زیست موقت بسی سال نیست پس
این خلفاء متصف بخلافتے بودند غیر ملک
عضوض پس این خلافت ممدوح بود و
خلافتے کہ بغصب و جور باشد ممدوح نمی شود
و در احادیث مستفیضہ وارد شدہ است کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رؤیا قلیب دیدند و
جماعہ از صحابہ نیز از انواع مختلفہ رؤیا دیدند
از آن جملہ حدیث سبب واصل از آسمان
تا زمین و حدیث تدلی بعض ایشان ببعض
و حدیث آشامیدن آب بترتیب و تشویش
یافتن عثمان و از جمع شدن اسباب برقی
او و حدیث وزن بترتیب ایشان و غیر ذلک
و این ہمہ معبر است بخلافت و این تعبیر
در بعض بتصریح وارد شدہ و در بعض باشارہ
و در بعض از آن سکوت کردند از اظہار
مخافت آنکہ ان مفہوم شد پس از ینجا دانستیم
کہ خلافت ایشان ظلم و جور نبود و آن
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم در مرض آخر
صدیق رضہ را بامامت نماز نصب فرمودند

اور جس کے بعد ملک عضوض (مار کاٹ کی بادشاہت) اور جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متصل واقع ہوئی
وہ خلفاء اربعہ کی خلافت تھی تو ان کی خلافت خلافت نبوت
و رحمت ہوئی اور اگر ان خلفاء کی سیرت انبیاء کی سیرت کے
مشابہ نہ ہوتی یا انھوں نے غصب سے خلافت کو لیا ہوتا تو خلافت
نبوت و رحمت نہ ہوتی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
احادیث مستفیضہ میں یہ اعلام فرمایا ہے کہ خلافت کا زمانہ تیس
سال ہے اور سفینہ نے اس کی تفسیر خلفاء اربعہ کی خلافت سے
کی ہے اور عقل بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ مطلق ملک
کی مدت تیس سال نہیں ہے۔ تو یہ خلفاء ایسی خلافت سے
متصف تھے جو ملک عضوض سے مغایرت رکھتی تھی۔ پس یہ
خلافت ممدوح تھی اور جو خلافت کہ غصب و جور کی ہوتی ہے
وہ ممدوح نہیں ہوتی۔ اور احادیث مستفیضہ میں وارد ہوا
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیب (پرانے کنویں)
والا خواب دیکھا۔ اور صحابہ میں سے ایک جماعت نے بھی مختلف
قسم کے خواب دیکھے ان میں سے وہ حدیث ہے جس میں رسّی کا
ذکر ہے جو آسمان سے لٹک کر زمین سے ملی ہوئی تھی اور وہ
حدیث ہے جس میں بعض کا بعض سے لٹکنے کا ذکر ہے (دیکھا تھا
کہ ابوبکر صدیق رض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
لٹکے ہوئے یعنی جڑے ہوئے ہیں۔ لا مترجم) اور وہ حدیث
جس میں ترتیب وار پانی پینے اور عثمان رض کی تشویش اور پھر
اُن کے سے اسباب کے جمع ہونے کا ذکر ہے۔ اور وہ حدیث
جس میں ترتیب وار وزن کئے جانے کا ذکر ہے۔ ان کے علاوہ
اور بھی ہیں اور ان سب کی تعبیر خلافت لی گئی اور یہ تعبیر
بعض میں صراحت کے ساتھ وارد ہوئی اور بعض میں اشارہ
کے ساتھ اور بعض میں سکوت ہے مگر نہ اظہار ناگواری سے
بلکہ ان سے آپ بشاش ہوتے تو یہاں سے ہم نے جان لیا کہ
ان کی خلافت ظلم و جور کی نہ تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے آخری مرض میں ابوبکر صدیق رض کو نماز کا امام بنایا

و امامت دیگری راضی نشوند و این دلالت می کند بر استخلاف صدیق عقلاً و نقلاً اما عقلاً بجہت کہ عادت جاری است تا کہ بر تخت نشاندن نزدیک موت دلالت بر استخلاف میکند و مقدم ساختن بر تا بر پیچانیدہ و دوات و تسلیم دادن دلیل منصب وزارت است و این اشارات حکم عبارات دارند مثل اشارہ بدست و صریح لا و نعم و امامت در نماز منصب آنحضرت بود صلے اللہ علیہ وسلم و بہترین امور دین و دنیا پس تسلیم آن بصدیق دلیل باشد بر اقامت او مقام خلافت و اما نقلاً پس از آن جہت کہ جمعے در وقت عقد خلافت بآن تمسک کردند مثل فاروق و مرتضیٰ و ابوعبیدہ و ابن مسعود و دیگر سائر حاضرین رد و انکاری بر این استدلال ظاہر نشد پس گویا ہمہ استصواب آن استدلال نمودند و اگر امروز در دلالت این فعل خفائی خیال کردہ شود در عصر صحابہ خفائی نبود و مثل این اشارات مختلف میشود دلالت او بحسب عادت و عصور و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سائلہ را فرمودند ان لم تجدینی فأتی ابابکر و این نیز صریح است در آنکہ خلافت بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بصدیق راجع شود زیرا کہ تصرف در بیت المال و تجہیز وفود از خواص خلیفہ است و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمودند لا یبقین فی المسجد خوخۃ الا خوخۃ ابی بکر و این حدیث دلالت میکند بر خلافت صدیق و علماء در این دلالت دو وجہ نقل میکنند قیل لان الخلیفۃ یحتاج الی الاکثار من دخول المسجد لانہ محتاج لملازمۃ المسجد کی یصلی بہم و یلیہم بہ انام

اور کسی دوسرے کی امامت پر راضی نہ ہوئے - اور یہ دلالت کرتی ہے صدیق اکبرؓ کے خلیفہ بنانے پر عقلاً اور نقلاً - عقلاً تو اس طرح کہ یہ عادت جاری ہے کہ موت کے قریب تخت پر بٹھانا خلیفہ بنانے پر دلالت کرتا ہے اور پھر بڑا باندھنا اسپر چلانے پر دلالت کرتا ہے اور دوات و قلم دینا منصب وزارت کی دلیل ہے اور یہ اشارات عبارات کا حکم رکھتے ہیں - جیسے ہاں یا نہ کہنے کے ہاتھ سے یا سر سے اشارہ کردینا اور نماز میں امام بننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تھا اور دین و دنیا کے امور میں سب سے بہتر تو صدیقؓ کو اس کا سپرد کیا جانا دلیل ہوگی ان کو مقام خلافت پر قائم کرنے کی اور نقلاً تو وہ اس جہت سے کہ ایک جماعت نے خلافت کے انعقاد کے وقت اس کو دلیل بنایا جیسے حضرات فاروقؓ و مرتضیٰؓ و ابوعبیدہؓ اور ابن مسعودؓ - اور تمام حاضرین میں سے کسی جانب سے اس استدلال پر کوئی رد و انکار ظاہر نہ ہوا - تو گویا سب نے اس استدلال کا استصواب کیا - اور اگر آج اس فعل کی دلالت میں کوئی خفا خیال کیا جائے تو کچھ نہیں ہے جب صحابہؓ کے زمانہ میں کوئی خفا نہیں تھا اور اس قسم کے اشارات میں عادات اور زمانوں کے اختلاف سے دلالت مختلف ہوجاتی ہے - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سائلہ سے فرمایا کہ اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکرؓ کے پاس آجانا - اور یہ بھی اس بات کی صریح دلیل ہے کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلافت حضرت صدیقؓ کی طرف راجع ہوگی کیونکہ بیت المال میں تصرف اور جہیز کے وفود کو پورا کرنا خلیفہ کے خواص میں سے ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں کوئی کھڑکی ہرگز باقی نہ رکھی جائے بجز ابوبکرؓ کی کھڑکی کے - اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے صدیقؓ کی خلافت پر - اور علماء نے اس دلالت کی دو وجہ بیان کی ہیں - کہا گیا اس وجہ سے کہ خلیفہ کو بکثرت مسجد میں داخل ہونے کی ضرورت واقع ہوتی ہے تاکہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور ان میں امور کا

وبعضے لہم وکان الناس بعد ذمن الاول یقضون الا فی المسجد رحیل ایں اشارۃ الی صدر رغبات الناس بخلافۃ و حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر کردہ است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریب مرض موت فرمودند لقد ہممت ان ادعو اباک واخاک الحدیث و این حدیث صریح است درآنکہ مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استخلاف صدیق بود و کرہ داشتند کہ غیر صدیق درآن رغبت کند لیکن ترک کردند کار خلافت بنام او و اخذ بیعت برائے او بنا بر توکل بر وعدہ الٰہی و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در جواب بنی مصطلق فرمودند کہ صدقات را بعد من ابی بکر دہند و بعد از وے بعمر و بعد از وی بعثمان و بعد از عثمان ساکت شدند و اخذ صدقات یکی از خواص خلافت است و امر بدادن صدقات امر است بانقیاد ایشان در امور خلافت و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ خواندند و بعد ازان امر فرمودند صدیق و فاروق را بخواندن خطبہ بترتیب این معنی دلالت مینماید بر خلافت ایشان بترتیب زیرا کہ خطبہ یکی از لوازم خلافت است و بنا کردن مسجد بترتیب و فرمودن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم الخلفاء دلالت می کند برآنکہ خلافت ایشان منعقد است و مسلمین مامورند بانقیاد ایشان در خلافت و عجب است از کسیکہ بقولہ تعالیٰ ینفقوا او الذین اخرجوا فی سبیل اللہ استدلال میکنند

اور نہ ہی فیصلے کرے۔ دربیضہ زمانہ میں لوگوں کی عادت تھی کہ مقدمات کے فیصلے مسجد کے سوا اور کسی جگہ نہیں کرتے تھے اور یہاں کہ اس بیٹھنے (کا حکم دیا تھا) کہ جس سے خلافت کی طرف لوگوں کی رغبتوں کا انسداد مقصود تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت کے قریب فرمایا کہ میں نے قصد کر لیا ہے کہ تیرے باپ اور بھائی کو بلا لوں آخر حدیث تک۔ اور یہ حدیث صریح ہے اس امر میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود صدیق اکبرؓ کو خلیفہ بنانا تھا اور آپ کو ناگوار معلوم ہوتا تھا کہ صدیقؓ کے سوا کوئی دوسرا اس کی رغبت کرے لیکن ان کے نام پر خلافت لکھ دینے اور ان کے حق میں بیعت لینے کو آپ نے وعدہ الٰہی پر توکل کی بنا پر ترک کر دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق کے جواب میں فرمایا کہ میرے بعد صدقات ابوبکرؓ کو دے دیا کریں اور ان کے بعد عمرؓ کو اور ان کے بعد عثمانؓ کو اور بعد عثمانؓ سے ساکت ہو گئے۔ اور صدقات کا وصول کرنا خلافت کے خواص میں سے ہے۔ اور ان کو صدقات دینے کے حکم سے مقصد امور خلافت میں ان کی اطاعت کا حکم دینا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا۔ اس کے بعد حکم دیا صدیقؓ و فاروقؓ کو بترتیب خطبہ پڑھنے کے لئے۔ یہ بات دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ ان کی خلافت اسی ترتیب سے ہوگی کیونکہ خطبہ بھی لوازم خلافت میں سے ہے۔ اور مسجد کے پتھروں کا ترتیب کے ساتھ رکھنا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ یہ خلفاء ہیں اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی خلافت منعقد ہے اور مسلمان اس پر مامور ہیں کہ ان کو خلیفہ جانتے ہوئے ان کی اطاعت کریں۔ اور تعجب ہے ایسے شخص سے جو قول باری تعالیٰ ینفقوا او الذین اخرجوا فی سبیل اللہ سے [illegible] (صدقات) اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں (الآیۃ) استدلال کرے

باحتمالِ الاک بیشان نخواند و بقولِ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ہم الخلفاء۔ استدلال کنند بہ
وجوب انقیاد ایشان در امور خلافت و گر مسجد
از شعائر اسلام است و صورت دین است
و اساس نہادن آن کنایہ است از قیام بامر
دین و این صورت را خدای تعالیٰ ظاہر فرمود
تا پیغامبر بحقیقت امر مطلع شود چنانکہ از جستن
شتر مطلع شد دریافت کہ صلح باید کرد و اللہ اعلم
و در رکن قسم دوم از شواہد النبوۃ
مذکور است قصۂ شخصے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم چند شتر بار خرما وام داد و فرمود بعد
از من ابوبکر و بعد از ابوبکر عمر و بعد از عمر
عثمان ترا خواہند داد و قصۂ اعرابی کہ چند شتر
بدست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فروخت
و آنحضرت بوے فرمودند اگر مرا حادثہ افتد
ابوبکر ثمن آن دہد و اگر ابوبکر را حادثہ افتد عمر
جندب روز ... جندب پرسید کہ گرامی ترین
اصحاب تو کیست کہ قائم مقام تو باشد فرمود
ابوبکر قائم مقام من باشد و عمر دوست من
است براستی سخن میگوید و عثمان از من است
و علی برادر من است و در شواہد النبوۃ در
کرامات حضرت عثمان مذکور است ابوذر گفت
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند سنگریزہ در
دست خود گرفتند آن سنگریزہا تسبیح گفتند بعد از
آن در دست ابوبکر نہادند تسبیح گفتند بعد
از آن در دست عمر نہادند تسبیح گفتند بعد
از آن در دست عثمان نہادند تسبیح کردند

یا ان کی بیعت کے کنارہ کی طرف منتقل ہونے پر اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ہُمُ الْخُلَفَاءُ سے امورِ خلافت
میں ان کی اطاعت کے واجب ہونے پر استدلال کرے۔ اور
گو مسجد شعائر اسلام میں سے ہے اور دین کی صورت ہے
اور اس کی بنیاد رکھنا کنایہ ہے امر دین کے لئے تیار ہونے سے
اور اس صورت کو خدا تعالیٰ نے ظاہر کیا تاکہ پیغمبر حقیقت امر
سے مطلع ہو جائیں جب کہ اونٹوں کے بیٹھنے سے اس بات پر
مطلع ہو گئے کہ صلح کر لینی چاہئے، واللہ اعلم۔ اور رکن ثانی
قسم دوم شواہد النبوۃ میں ایک شخص کا قصہ مذکور ہے
جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اونٹوں کے بوجھ
کی مقدار کھجوریں عطا فرمائیں اور فرمایا کہ میرے بعد ابوبکرؓ
اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ اور عمرؓ کے بعد عثمانؓ تجھے دیتے رہیں گے
اور ایک دیہاتی کا قصہ ہے کہ اس نے چند اونٹ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ فروخت کئے اور آنحضرت نے
اس سے فرمایا کہ اگر مجھ پر کوئی حادثہ واقع ہو جائے تو ابوبکرؓ
ان کی قیمت دے گا اور اگر ابوبکرؓ پر حادثہ پڑ جائے تو عمرؓ
دے گا۔ ... کے دن آپ سے جندبؓ نے پوچھا کہ آپ کے بزرگ ترین
اصحاب میں سے کون ہے جو آپ کا قائم مقام ہو۔ فرمایا ابوبکرؓ
میرا قائم مقام ہوگا اور عمرؓ میرا دوست ہے کہ سچائی سے
گفتگو کرتا ہے اور عثمانؓ مجھ سے (خاص تعلق رکھتا ہے) اور
علیؓ میرا بھائی ہے۔ اور شواہد النبوۃ میں حضرت عثمانؓ
کی کرامات میں مذکور ہے کہ ابوذرؓ نے بیان کیا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کنکریاں اپنے ہاتھ میں لیں تو
وہ تسبیح کہنے لگیں (یعنی سبحان اللہ سبحان اللہ کی آواز ان
میں سے نکلنے لگی) اس کے بعد آپ نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر رکھدیں
تو وہ تسبیح کہتی رہیں۔ پھر عمرؓ کے ہاتھ پر رکھدیں تو وہ تسبیح
کہتی رہیں۔ اس کے بعد عثمانؓ کے ہاتھ پر رکھدیں تو وہ تسبیح کرتی رہیں

لے شواہد النبوۃ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات میں سے معتبر کتاب ہے جس کا ... [illegible] ... اس کتاب کے ترجمہ ... [illegible]
... عطا فرمائی ... [illegible] ... مطالعہ سے مستفید ہو سکتے ہیں ۱۲ ... [illegible]

پس بحدیث مستفیض از عائشہ قیل لہا ای اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان احب الیہ قالت ابوبکر ثم عمر و از عمرو بن العاص قال عائشۃ و من الرجال ابوہا عمر و از انس مثلہ و مراد از محبت اینجا حب مقاربت است در منزلت بدلیل قول عائشۃ لو کان مستخلفا لاستخلف ابابکر ثم عمر مقدمۂ ثانیہ از آن جہت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نطق بہوا نے کند حب او خصوصا از جہت کمال بہوا نیست پس احبیت دالست مشعر بافضلیت شیخین وزیران آن حضرت بودند و ایشان را بسمع و بصر تشبیہ داد و معلوم است کہ اعرف ناس بامر ملت کسی است کہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پست و بلند سیاست را شناختہ باشد آنکہ عزیز ترین مردم باشد احق است بالخلافۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم با شیخین معاملۂ کہ با امیر منتظر الامارۃ مے کنند می فرمودند و باین معاملات اشارت است باستخلاف ایشان از آنجملہ است مشاورت با ایشان در تبلیغ رسالت و تقدیم ایشان در جمیع امور

(یعنی شیخین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب صحابہ سے زیادہ محبوب تھے) ثابت ہے حدیث مستفیض سے جو عائشہؓ سے مروی ہے کہ اُن سے پوچھا گیا کہ اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کون آپ کو سب سے زیادہ احب (پیارا) تھا فرمایا کہ ابوبکرؓ پھر عمرؓ۔ اور عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ عورتوں میں سے آپ کو کس سے زیادہ محبت ہے (فرمایا کہ عائشہؓ سے۔ اور مردوں میں سے؟ (فرمایا کہ) اُس کے باپ پھر عمرؓ سے۔ اور انسؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور حُبّ سے مراد یہاں پر حُبّ مقاربت ہے مرتبہ میں۔ اس کی دلیل عائشہؓ کا یہ قول ہے کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیفہ بنانے والے ہوتے تو ابوبکرؓ کو بناتے پھر عمرؓ کو بناتے۔ مقدمہ ثانیہ (شیخینؓ اس لئے آنحضرت کو محبوب تھے کہ یہ احب الناس الی اللہ تھے) اس بنا پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام (امور دینی میں) خواہش نفسانی سے نہیں ہوتا تھا (ما ینطق عن الہوی) آپ کی محبت بھی خصوصاً (اُن سے تقرب الی اللہ میں) کمال کی جہت سے خواہش نفس سے نہیں ہے (وہ ان کی احبیت الی اللہ کی بنا پر تھی) اس لئے آپ کی احبیت شیخین کی افضلیت پر دلالت کرتی ہے۔ شیخینؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وزیر تھے۔ اور آپ نے ان کو اپنی سمع و بصر سے تشبیہ دی۔ اور یہ صاف بات ہے کہ ملت کے امور میں سب سے زیادہ تجربہ کار وہی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سیاست کی اونچ نیچ پہچان چکا ہو اور اس لئے یہ حضرات عزیز ترین تھے) اور جو عزیز ترین ہو لوگوں میں وہ خلافت کا حقدار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شیخینؓ کے ساتھ وہ برتاؤ کرتے تھے جو امیر کا برتاؤ ہوتا ہے منتظر الامارت[1] (ولی عہد) کے ساتھ اور یہ معاملات اشارہ ہیں ان کے استخلاف کی طرف۔ اُن معاملات میں سے ہے تبلیغ رسالت میں ان کے ساتھ مشورے اور ان کو تمام امور میں

[1] مراد یہ ہے کہ کسی طور پر شخص ولی عہدی مرحمت کر کے ان کی خلافت فرمائے ۱۲ مترجم

و تبجیل ایشان و امر کردن بامامت
در قصۂ بنی عمرو بن عوف و مانند آن
صدیق و فاروق صلاحیت خلافت
داشتند و خلافت ایشان حق
بود بحدیث حذیفہ ان تستخلفوا
ابابکر الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم گواہی دادند صدیق را بآنکہ اول
کسے است کہ در جنت داخل شود و
بآنکہ صاحب آنحضرت باشد بر حوض
و بآنکہ مدعو شود از جمیع دروازہ ہائے
بہشت و بآنکہ بے چند کنندہ تر
است در انواع بر و تشبیہ او با
میکائیل در غزوۂ بدر و ابوبکر کہ
متصف باین صفات باشد اقرب
است با آن حضرت در منزلت و
ہرکہ اقرب باشد بآنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم احق بالخلافۃ
است آن حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم خبر دادند کہ فاروق استعداد
نبوت دارد و در قوت علمیہ و
عملیہ اما عملیہ جائے کہ
گفتہ شیطان از وے بگریزد
و در توبیخ قمیص و مانند آن و
این جمیع عصمت است و نائب او
است و اما علمیہ جائے کہ گفتہ اند
الحق ینطق علی لسان عمر و
گفتہ اند محدث امت است
و تنبیہ و تعبیر و موافقت رائے او با وحی
و این خصلت تلو وحی و نائب اوست

مقدم رکھنا اور ان کے ساتھ تبجیل کرنا اور قصۂ بنی عمرو بن عوف
میں ان کو امامت کا حکم دینا اور مانند ان کے (بہت واقعات ہیں)
صدیق و فاروق خلافت کی صلاحیت رکھتے تھے اور ان کی
خلافت برحق تھی حدیث حذیفہ ان تستخلفوا ابابکر الخ سے
(یعنی تم ابوبکر کو خلیفہ بناؤ گے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے صدیق کے حق میں گواہی دی کہ وہ سب سے پہلا شخص ہوگا
جو کہ جنت میں داخل ہوگا اور اس بات کی کہ وہ حوض پر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے رفیق ہوں گے اور ان کو بہشت کے
تمام دروازوں سے پکارا جائے گا۔ اور اس بات کی کہ نیکی کی
تمام اقسام میں سب سے زیادہ نیک کام کرنے والوں میں سے
ہیں اور تشبیہ بمعیت میکائیل غزوۂ بدر میں ابوبکر کے ساتھ
تھی اور جو شخص کہ ان صفات سے متصف ہوگا وہ مرتبہ میں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہے۔ اور جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہوگا وہ خلافت کا زیادہ حقدار
ہوگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ فاروق نبوت
کی استعداد رکھتے ہیں قوت علمیہ و عملیہ میں۔ رہا عملیہ تو اس کا
وہ موقع ہے جہاں فرمایا ہے کہ شیطان اس سے بھاگتا ہے اور
قمیص والا خواب (جو کہ حضرت عمرؓ نے دیکھا تھا کہ وہ اتنا بڑا
کرتہ پہنے ہوئے ہیں جو قدموں سے بھی نیچے پہنچا ہوا ہے جس کی
تعبیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قوت عمل کی فراوانی
سے دی تھی) اور اس کے مانند اور چند خواب (جن کا جلد اول
میں مفصل بیان گزر چکا ہے) اور یہ تمام مقام عصمت اور اس کا
نائب ہے۔ رہا علمیہ تو اس کا ثبوت اس ارشاد میں ہے ان الحق
ینطق علی لسان عمر (یعنی عمرؓ کی زبان سے حق جاری ہوتا
ہے) اور فرمایا کہ عمرؓ اس امت کا محدث ہے۔ اور دودھ والا
خواب جو حضرت عمرؓ نے دیکھا تھا (کہ دودھ پیا جو انگلیوں
تک پہنچ گیا جس کی تعبیر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے علم
کی فراوانی سے دی تھی) اور ان کی رائے کا ہمیشہ وحی کے موافق
ہونا۔ اور یہ خصلت قائم مقام وحی اور اس کی نائب ہے۔

پس وقتے کہ نبوت منقطع شد احق بالخلافۃ شخصے است کہ استعداد او شبیہ باستعداد انبیاء است آنحضرت فرمودہ است صلے اللہ علیہ وسلم ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر پس لابد است کہ خیریت او بر ہمہ در وقتے از اوقات عمر او باشد و در آخر عمر خلیفہ بود پس خلافت او حق باشد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دعا کردند در حق فاروق عش حمیدا و مت شہیدا پس اگر غصب و جور کردہ باشد عیش حمید کجا میسر شود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در احادیث مستفیضہ تصریح فرمودہ است خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یفشو الکذب پس اگر صدیق و فاروق و ذو النورین غاصب و جائر می بودند و اکثر ناس اعانت ایشان را بر ظلم و جور و اہل حق مخفی بودند و قرن ایشان بدترین قرنہا می بود و آنکہ اجماع امت مرحومہ بر ضلالت از آن جہت کہ اجماع واقع شد بر خلافت صدیق و فاروق و جمیع امت با ایشان بیعت کردند و معاملۂ رعیت با خلیفہ با ایشان بجا آوردند و بلفظ خلیفہ و امیر المؤمنین ندا کردند پس اگر ایشان حقیق بالخلافۃ بودند فہو المطلوب و اگر نبودند ہمہ عاصی و فاسق و کاذب و ضال شدند و بدترین خلق اللہ باشند و لازم باطل است زیرا کہ خدائے تعالیٰ فرمودہ است کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

(جب کہ نبوت منقطع ہو گئی تو خلافت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جس کی استعداد انبیاء کی استعداد کے مشابہ ہے۔

اور نبی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آفتاب طلوع نہیں ہوا کسی ایسے شخص پر جو عمرؓ سے بہتر ہو۔ اس لئے ضروری ہوا کہ کوئی وقت ان کی عمر کے اوقات میں سے ایسا آئے کہ ان کی افضلیت سب پر ثابت ہو اور وہ (اپنی) آخر عمر میں خلیفہ بھی ہوئے تو ان کی خلافت حق ہوگی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فاروقؓ کے حق میں دعا کی کہ تو محمود زندگی بسر کرے اور شہادت کی موت پائے۔ تو اگر انہوں نے غصب اور ظلم کیا ہوتا تو عیش حمید (یعنی پاکیزہ زندگی) ان کو کیسے میسر ہو جاتی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے احادیث مستفیضہ میں تصریح فرمائی ہے کہ تمام زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا جو میرے زمانے والوں سے ملیں گے۔ پھر ان لوگوں کا جو ان سے ملیں گے پھر کذب کا ظہور ہوگا۔ تو اگر صدیق و فاروق اور ذوالنورین رضی اللہ عنہم غاصب اور ظالم ہوتے اور لوگوں کی اکثریت ظلم و جور پر ان کی مدد کرنے والی ہوتی تو وہ اہل حق مخفی ہوتے اور ان کا زمانہ بدترین زمانہ ہوتا۔ رہی امت مرحومہ کا ضلالت پر اجتماع لازم آتا! تو وہ اس جہت سے ہے کہ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت پر اجماع واقع ہوا ہے اور تمام امت نے ان سے بیعت کی اور ان کے ساتھ سب وہی معاملہ کرتے تھے جو رعیت کا خلیفہ کے ساتھ ہوتا ہے اور سب ان کو لفظ خلیفہ اور امیر المؤمنین سے پکارتے تھے تو اگر یہ صاحبان خلافت کے حقدار تھے تو وہی ہمارا مقصد ہے اور اگر نہیں تھے تو سب لوگ گنہگار اور فاسق اور جھوٹے اور گمراہ ہوتے ہیں اور (لازم آتا ہے کہ) یہ لوگ بدترین خلق اللہ ہوں۔ اور جو لازم آرہا ہے وہ باطل ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ (آل عمران ۳: ۱۱۰) یعنی امتیں لوگوں پر ظاہر کی جا چکی ہیں تم ان سب سے بہتر ہو تم لوگ نیک کام کرنے کا

ز تنجون حتی بالسکین وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالۃ وقال خیر القرون قرنی الحدیث واز این جہت کہ متکلمان بجملۂ اسلام متفق اند بر آنکہ امام بحق بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صدیق بود یا مرتضے پس حق خارج نیست ازین دو قول و مرتضے ترک کرد منازعت با صدیق پس متعین شد کہ حق صدیق است زیرا کہ ترک منازعت خالی از دو حال نیست یا این است کہ بنا بر تقیہ بود یا بغیر تقیہ اما تقیہ باطل است زیرا کہ حضرت مرتضے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عاجز نبود بوجہی کہ امکان مقاومت صدیق نداشتہ باشد ازین جہت کہ شجاع بود بالاتفاق و بنو ہاشم با او بودند و ابو سفیان رئیس بنی عبد الشمس با او موافق شدہ بود و زبیر با او بود و حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا با عظم حسب و قرابت خود زوجۂ او بود و این اوضح دواعی است قبول ریاست او را و نفوس عوام مطمئن اند با آنکہ خلافت در اقارب خلیفۂ اول باشد و اگر بغیر تقیہ ترک منازعت نمود عصیان پیغامبر و خیانت در حق امت کردہ باشد و خائن لائق امامت نبود و اگر شیعہ گویند کہ ہفتاد ہزار از عرب با صدیق بیعت کردہ بودند و عرب از بیعت خود رجوع نمی کنند باطل است زیرا کہ ہفتاد ہزار با مرتضے در ایام خلافت او بیعت نمودہ بودند باز رجوع کردند باز بیعت ہفتاد ہزار در یک دفعہ نبود در بیعت اول بجز

حکم دیتے ہو اور بڑے کام سے روکتے ہو۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور فرمایا خیر القرون قرنی الحدیث۔ اور اس جہت سے کہ جس قدر بھی کلمہ گو یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے ہیں وہ سب اس پر متفق ہیں کہ امام برحق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے یا علی مرتضے رضی اللہ عنہ۔ تو حق ان دو قولوں سے باہر نہیں ہے۔ اور حضرت مرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ امامت میں منازعت کو ترک کر دیا لہذا متعین ہو گیا کہ صدیق رضی اللہ عنہ حق پر تھے اس لئے کہ ترک منازعت دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو بنا بر تقیہ تھا یا بغیر تقیہ۔ تقیہ باطل ہے۔ کیونکہ حضرت مرتضے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی طرح ایسے عاجز نہ تھے کہ صدیق رضی اللہ عنہ کی مقاومت کی آپ میں طاقت نہ ہو اس لئے کہ بالاتفاق آپ بہادر تھے اور بنو ہاشم اُن کے ساتھ تھے اور ابو سفیان جو کہ بنی عبد الشمس کا رئیس تھا وہ اُن کے موافق ہو چکا تھا اور زبیر اُن کے ساتھ تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کا بڑا بلند مقام اور (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہونے کی وجہ سے) بلند قرابت تھی وہ آپ کی زوجہ تھیں اور یہ تمام دواعی میں سب سے بڑا داعیہ تھا عوام کے لئے آپ کی ریاست کو قبول کرنے کا اور (عادۃً) عوام کے نفوس اس امر پر مطمئن ہوتے ہیں کہ خلافت پہلے حکمران کے اقارب کی طرف جائے۔ اور اگر بغیر تقیہ کے منازعت ترک کی ہوتی تو پیغمبر کی نافرمانی اور امت کے حق میں خیانت کی ہوتی اور ایسا اور خائن امامت کے لائق نہیں ہوتا۔ اور اگر شیعہ کہیں کہ ستر ہزار عرب نے صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تھی اور عرب اپنی بیعت سے رجوع نہیں کرتے باطل ہے۔ کیونکہ ستر ہزار لوگوں نے حضرت مرتضے رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُن کے زمانہ خلافت میں بیعت کی تھی اور پھر رجوع کر لیا۔ اور پھر (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے) وہ ستر ہزار کی بیعت ایک ہی دفعہ میں نہیں ہو گئی تھی۔ بیعت اول میں بجز

ور تقیہ و تمیز آن سخت کہ اظہار اسلام و
نماز پنجگانہ خواندن و از دوزخ ترسیدن
ہمہ بنا بر تقیہ مسلمین بود و شک نیست تنفر
مردم بترک اسلام بیشتر بود از تنفر
بسبب انکار شیخین پس این اوہام
اگر بر طائفہ چہ جائے امامت و این
ہمہ بقباحاتے کشید کہ ہیچ مسلمانے
تخیل آن نتواند کرد پس ثابت
شد کہ خلافت حق صدیق ؓ بود و بعد ازان حق
فاروق ؓ ہمین دلیل بعینہ و ازان
جہت کہ خلافت خارج نیست از دو شخص
صدیق ؓ و مرتضیٰ ؓ لیکن مرتضیٰ بعد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ نبود
پس متعین شد صدیق برائے خلافت بنا
بر آنکہ حضرت مرتضیٰ بعد آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم خلیفہ نبود آن است کہ انعقاد
خلافت بنص شارع می باشد یا ببیعت
یا بتسلط اول اہمت ازین ہمہ بیرون
نیست و ہر سہ در مرتضیٰ مفقود بود و در
صدیق موجود اما بیعت و تسلط خود ظاہر است
و اما نص پس ازان جہت کہ اگر نصے در
خلافت حضرت مرتضیٰ ؓ می بود نزدیک او
یا نزدیک کسے از صحابہ ؓ چون دیدند کہ خلافت
از مرتضیٰ صرف کردند و برائی غیر او منعقد
ساختند البتہ اظہار آن نص میکردند و ساعی خلافت
دیگرین را الزام میفرمودند الا عاصی میشدند و عادت
قاضی است بانکہ صورت آن الزام نقل کردہ
می شد خصوصاً بعد موت شیخین و قیام
مرتضیٰ ؓ بخلافت و وقوع مشاجرات غریبہ

وہ تقیہ تھا۔ اور پھر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کا ظاہر
کرنا اور پنجگانہ نماز پڑھنا اور دوزخ سے ڈرنا سب مسلمانوں
سے تقیہ کی بنا پر تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ترک اسلام
کی وجہ سے جو تنفر ہوگا وہ بہت سخت ہوگا بہ نسبت اس
تنفر کے جو شیخین ؓ کے انکار سے ہو سکتا ہے۔ تو ان کے اسلام
ہی کی طرف سے اطمینان اٹھ گیا ہے چہ جائیکہ امامت۔ اور اس
تقیہ کی بدولت ایسی قدر قباحتوں تک نوبت پہنچ جائیگی
کہ کوئی مسلمان ان کا خیال بھی نہیں کر سکتا۔ پس ثابت ہوا
کہ خلافت صدیق ؓ کا حق تھا اور ان کے بعد فاروق ؓ کا حق
تھا۔ بالکل اسی دلیل سے (کہ انکار کی صورت میں امت محمد
کا ضلالت پر اجتماع لازم آئے گا) اور اس جہت سے کہ
خلافت دو شخصوں سے خارج نہیں ہے صدیق ؓ اور
مرتضیٰ ؓ۔ لیکن مرتضیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد
خلیفہ نہ ہوئے تو صدیق ؓ خلافت کے لئے متعین ہو گئے۔ اس
بات پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت مرتضیٰ ؓ
خلیفہ نہیں تھے یہ دلیل ہے کہ خلافت کا انعقاد ان تین صورتوں
سے باہر نہیں (یعنی) نص شارع سے ہوگا یا بیعت سے یا تسلط
(غلبہ) سے [illegible] اور یہ تینوں مرتبے حضرت مرتضیٰ
میں مفقود تھے اور حضرت صدیق ؓ میں موجود تھے۔ (ان
میں سے دو صورتیں) بیعت و تسلط تو خود ظاہر ہیں۔ رہی
نص تو وہ اس جہت سے (نہیں ہے) کہ اگر حضرت مرتضیٰ
کی خلافت میں موجود ہوتی' ان کے پاس ہوتی یا کسی اور صحابی
کے پاس ہوتی تو جب دیکھتے کہ خلافت مرتضیٰ ؓ سے ہٹا کر
اور دوسرے کے لئے منعقد کی جا رہی ہے البتہ اس نص کا اظہار
کرتے اور خلافت کی سعی کرنے والے کو الزام لگاتے' ورنہ
گنہگار ہوتے اور عادت جاریہ کے مطابق اس الزام کی شہرت
نقل کی جاتی خصوصاً شیخین ؓ کی موت کے بعد اور حضرت
مرتضیٰ ؓ کے خلافت پر قائم ہو جانے کے بعد اور بہت سے پیچیدہ
ہوئے باہمی اختلافات کے زمانہ میں (کوئی تو اس نص کا اظہار

درین صورت البتہ مرتضیٰؓ بآن نص مطلع
بشد و انکار نص نمی کرد لیکن حضرت مرتضیٰ
انکار نص برائے خود کردہ است و اما ارتفاع
امن از احکام شرع از انجہت کہ اگر خلافت
صدیق و فاروق حق نباشد و بغصب و جبر
آن را گرفتہ باشند ایشان و معاونان ایشان
فاسق و ضال باشند و اگر چنین باشد از
قرآن و حدیث امن برخیزد زیرا کہ قرآن جمع
کردہ شیخین است بدست اعوان ایشان
و حدیث اکثر از شیخین و اعوان ایشان مروی
است و غیر ایشان چون سکوت کردند ازین امر
آن سکوت بنا بر تقیہ بود یا بغیر تقیہ اگر بغیر
تقیہ بود اکثر خلق اللہ فاسق بودند و اگر بنا بر
تقیہ سکوت کردند پس ایشان دران موافقت
کردند و دران نیز متہم بتقیہ اند و ہر چہ
دران مخالفت کردند و پوشیدند آن
غیر مرضی است لقولہ تعالیٰ وَلَيُمَكِّنَنَّ
لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا
پس معہذا درین صورت قرآن
نیز تحریف عارض مے شود
پس ہیچ حجتے بدست امت باقی
نماند پس ایشان جاہل مانند و
تبلیغ بایشان واقع نشد پس
اگر شیعہ گویند حقیت قرآن را
دانستیم از تلاوت ائمہ آن را گوئیم
محتمل کہ بنا بر تقیہ باشد و اگر گویند
بنا بر حفظ الٰہی کما قال تعالیٰ
إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ گوئیم

کرتے) اور اس صورت میں یقیناً حضرت مرتضیٰؓ اس نص پر مطلع
ہوتے اور انکار نص نہ کرتے۔ لیکن حضرت مرتضیٰؓ نے تو (یہ
فرما کر کہ غیر ہاشمی ابو بکرؓ ہیں ہم نہیں) اپنے حق میں خود نص کا
انکار کر دیا ہے۔ اور رہا احکام شریعت سے اطمینان کا اٹھ جانا
تو اس جہت سے ہے کہ اگر صدیقؓ و فاروقؓ کی خلافت حق
نہ ہو اور انھوں نے اس کو غصب اور جور سے لیا ہو تو وہ اور
ان کے معاون فاسق اور گمراہ ہوں گے اور اگر ایسا ہوگا تو
قرآن اور حدیث سے بھی امن اٹھ جائے گا کیونکہ قرآن شیخین کا
جمع کرایا ہوا ہے اپنے مددگاروں کے ہاتھوں سے اور احادیث اکثر
شیخین اور ان کے مددگاروں سے مروی ہیں۔ اور دوسرے
لوگوں نے بھی اس فکر سے سکوت کیا تو یہ سکوت یا تو تقیہ کی بنا پر
تھا یا بغیر تقیہ کے۔ اگر بغیر تقیہ کے تھا تو سب لوگ خلق اللہ میں
سے سب سے بڑے فاسق ہوئے۔ اور اگر بر بنائے تقیہ سکوت کیا
تو جس چیز میں ان لوگوں نے موافقت کی اس میں بھی تقیہ پر
متہم ہوں گے اور جس چیز میں مخالفت کی اور چھپایا وہ حق تعالیٰ
کے اس قول کی بنا پر غیر مرضی (ناپسندیدہ) ہے وَلَيُمَكِّنَنَّ
لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ (۲۴: ۵۵) اور جس دین کو اللہ تعالیٰ
نے ان کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے لئے قائم
و مضبوط کرے گا) سے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد
اس کو مبدل بہ امن کر دے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس صورت
میں تحریف بالمعنیٰ بھی عارض ہوگی۔ (کیونکہ اظہار کے لئے کوئی
مجال ہے اور نہ اختیار کے لئے) تو ثابت کرنے کے لئے (اصول دین کے
ثبوت کے لئے) کوئی حجت ہی باقی نہ رہی۔ نتیجہ یہ پیدا ہوگا کہ
یہ لوگ جاہل ٹھہرے اور کوئی تبلیغ ان سے واقع ہی نہیں ہوئی
تب اگر شیعہ یہ کہیں کہ ہم نے قرآن کے حق ہونے کو ائمہ کی
تلاوت سے جانا تو ہم کہیں گے کہ یہ احتمال موجود ہے کہ یہ تلاوت
بنا بر تقیہ جاری ہو۔ اور اگر یہ کہیں کہ حقیقت قرآن کو ہم نے
حفظ الٰہی کی بنا پر جانا جیسا کہ ارشاد ہوا ہے وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ
(۱۵: ۹) اور ہم اس کے محافظ (اور نگہبان) ہیں تو ہم کہیں گے

از یجا معلوم شد کہ بر حفظ الٰہی اعتماد
مے توان نمود پس امام معصوم چرا
لازم شود اگر گویند حقیقت ائمہ وتسلیم
بمعجزہ گوئیم نقل ہیچ معجزہ بطریق
تواتر یا شہرت یا استفاضہ ثابت نشد
واگر چیزے از کرامت ثابت است
بطریق وجہ بغیر تحدی است و
مثل آن از شیخین منقول است
این سخن را اندکے کشادہ تر باید ساخت
قیام حجت تکلیف بغیر معرفت مکلف
صحیح نیست و آن معرفت بدون نقل
از صاحب شرع صورت نہ بندد
وچون عقل را در پے تفصیل نقل
تقسیم بالضرورۃ حکم کند بآنکہ
نقل بر دو نوع مے گردد یکی آنکہ
در شرع آن را برہان توان
گفت عندکم فیہ من اللہ برہان و یقینے
کہ ناچار در شرائع است نہ یقینے کہ عوام
بدان یقین می کنند باین نوع از نقل مربوط
است بسنن و ابتداع بر موافقت و
مخالفت آن نوع منوط و تفریق محرم
و اختلاف مبہم اختلاف امت است درین
نوع ولا تکونوا کالذین تفرقوا
واختلفوا الآیۃ من احدث فی
دیننا ما لیس منہ فہو رد محمول است برین
نوع و این نوع عبارت است از نص صریح
کتاب اللہ و حدیث مشہور حضرت سرور انبیاء علیہ السلام
واشتہار کہ بطریق متعدد و بروایت جم الغفیر از اول
نقل طبقہ بعد طبقہ رسد و در حکم حدیث مشہور است خبر واحد

یہاں سے معلوم ہو گیا کہ حفاظت الٰہی پر اعتماد کر سکتے ہیں تو امام
معصوم کا وجود کیوں لازم ہوا (کہ اس سے قرآن کی حفاظت کر کے
قرآن کی حقیقت کو سمجھیں) اگر کہیں کہ ائمہ کی حقیقت کو ہم
معجزہ سے جانا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ کوئی معجزہ (ان حضرات ائمہ
سے) بطریق تواتر یا شہرت یا استفاضہ ثابت نہیں ہوا اور اگر
کرامت کی کوئی بات ثابت ہے تو وہ بطور خبر واحد کے ہے
اور بغیر تحدی (مخالف کو للکارنے) کے۔ اور اس قسم کی باتیں
شیخین سے بھی منقول ہیں۔ اس بات کو تھوڑی وضاحت کے
ساتھ بیان کیا جائے۔ جاننا چاہیئے کہ مکلف قرار دینے کی حجت
کا قیام، مکلف بہ کی معرفت کے بغیر صحیح نہیں۔ اور یہ معرفت
حاصل ہونے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ صاحب شرع
سے منقول ہو۔ جب ہم نقل کی تفصیل پر غور کرتے ہیں تو عقل
ضروری قرار دیتی ہے اس امر کو کہ نقل کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں۔
ایک قسم تو وہ ہے جس کو شریعت میں برہان کہہ سکتے ہیں۔
عندکم فیہ من اللہ برھان (اس بارے میں تمہارے
پاس اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کوئی دلیل ہے) اور وہ یقین
کہ احکام الٰہی میں معتبر مانا جاتا ہے (نہ وہ یقین جس کو عام لوگ
یقین کہتے ہیں) نقل کی اسی نوع سے متعلق ہے۔ اور شریعت
کے مطابق ہونا اور بدعت ہونا وہ اسی نوع کی موافقت اور
مخالفت سے مربوط ہے۔ اور وہ تفرق جو کہ حرام کیا گیا ہے اور
وہ اختلاف جو کہ برا ہے وہ امت کا اختلاف ہے اسی نوع میں
ولا تکونوا کالذین (۳: ۱۰۵) اور تم ان لوگوں کی طرح نہ
ہو جانا جنہوں نے باہم تفرق کر لیا اور باہم اختلاف کیا الخ) اور
یہ ارشاد کہ من احدث الخ جس نے ہمارے دین میں نئی
بات بڑھائی جو اس میں نہیں تھی تو وہ مردود ہے۔ وہ اسی
نوع پر محمول ہے۔ اور یہ نوع عبارت ہے نص صریح سے جو کتاب اللہ
کی ہو یا حدیث حضرت سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی جو حد
مشہور ہو جو کہ اسناد متعددہ سے ایک راوی کی روایت دوسرے
راوی سے پہنچی ہوئی ہر طبقہ میں چلی آ رہی ہو اور ایسی خبر

قرائن آن بامرتبہ یقین رساند واین قرائن
مفہوم مخالف وموافق کتاب شمرباشد یا
حکم صریح عقل برحسب مضمون خبر یا قیاس
بر اصول مشتہ را بنوآن واجماع امت مرحومہ
خصوصاً اجماع طبقہ اولیٰ از امت وقیاس
جلی براین امور مذکورہ ونوع دیگر در اخبار احاد
کہ وارد و گیر اختلاف علماء در تصحیح و
تضعیف آنہا واقع شدہ متعارض ومتخالفہ
کہ امت در تطبیق آنہا متفرق شدہ و در
رفتہ اند واستدلالات ضعیفہ کہ در قبول
ورد وقبول آن مختلف گردیدہ وحکم این
نوع آن است کہ درین مسائل بجہت خود
با موافقت صاحب شریعت صرف باید
نمود ہرچہ بعد استفراغ جہد مظنون باشد بران
عمل باید کرد واین حکم کلی نیز باجماع است ودرین
مخالفان درین نوع ہمہ مصیب اند یا یکی
مصیب دیگر مخطی معذور بنا بر اختلافہم
فی ذلک علی قولین تحقیق درینجا مجال نیست
واختلاف امت درین قسم رحمت است و
وسعت است واین نیز بضرورت حکم عقل
معلوم است کہ اصل در تکلیف نوع اول
است وقسم ثانی از نوع اول کہ قیاس جلی
است متفرع است بر قسم اول پس کسیکہ خلافت
شیخین بلکہ مشایخ ثلاثہ را منکر است واین
بزرگواران را بفسق وکفر مطعون می سازد
خاک در دہنش او در حقیقت تیشہ بر بیخ
دین زدہ است وقلع ریشہ دین
از ریشہ خواستہ است زیرا کہ
کتاب اللہ جمع شیخین است

جو حدیث مشہور کے حکم میں ہو جس کو قرائن یقین کے مرتبہ تک
پہنچا دیں اور (ان قرائن کی تفصیل یہ ہے کہ) یہ قرائن کتاب اللہ
کا مفہوم مخالف اور موافق ہوں گے یا عقل کا حکم صریح اس
خبر واحد کے مضمون کے مطابق ہو یا مختلف اصولوں وغیرہ پر
قیاس کے مطابق ہو، اور اجماع امت مرحومہ خصوصاً امت
کے طبقہ اولیٰ کا اجماع، اور ان امور مذکورہ پر قیاس جلی۔
دوسری قسم وہ اخبار احاد ہیں جن کے قبول و عدم قبول میں
صحت وضعف روایات کی وجہ سے علماء میں اختلاف واقع
ہوا اور ایک دوسرے سے تعارض اور اختلاف رکھنے والے تھا
اور ان اخبار کی تطبیق میں زیر بحث آئے جن میں امت کو الجھنیں
پیش آئیں اور وہ استدلالات ضعیفہ ہیں جن میں عقول نے ان کے
رد یا قبول پر غور کیا۔ اور اس نوع کا حکم یہ ہے کہ ایسے مسائل
میں اپنی ہمت کو صاحب شریعت کی موافقت میں مصروف
رکھنا چاہیے جو کچھ بھی ہماری جد وجہد کے انتہا درجہ تک پہنچنے
کے بعد ظن غالب ہو اس پر عمل کر لینا چاہیے۔ یہ حکم کلی بھی
ہمیشہ اجماع امت سے ثابت ہے۔ اس نوع میں اختلاف رائے
رکھنے والے سب مصیب ہیں یا ایک مصیب اور دوسرا مخطی معذور
جیسا کہ اس مسئلہ میں علماء امت کے دو مختلف قول
پائے جاتے ہیں۔ یہ وہ موقع ہے جس میں کسی کے حق
میں فسق کا حکم لگانے کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اس نوع میں
اختلاف امت رحمت ہے اور اس اختلاف میں کافی گنجائش
ہے۔ اور بضرورت حکم عقل معلوم ہے کہ تکلیف شرعی کے
بارے میں اصل یہی نوع اول ہے، اور نوع اول کی قسم
ثانی جیسے قیاس جلی پہلی قسم پر متفرع ہے۔ جو شخص
کہ خلافت شیخین بلکہ ہر سہ مشائخ کی خلافت کا منکر ہے اور
اس کے منہ میں خاک کہ ان بزرگواروں کو فسق اور کفر
سے مطعون کرتا ہے۔ درحقیقت ایسے لوگ دین کی جڑ پر تیشہ
چلاتے ہیں اور دین کی بندش کو ان لوگوں نے بیخ و بن سے اکھاڑ
پھینکنا چاہا ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ شیخین ہی کی جمع کی ہوئی ہے

و بسبب اتفاق عالم بران ذو النورین است
اگر ایشان خلافت را بغصب و جور گرفته
بودند و منصوص علیہ بالنقل متواتر را ساقط
بودند و فریضہ از فرائض اللہ ترک کردہ بودند
افسق خلق اللہ باشند و بدترین ناس و
ہمچنان معاونان ایشان پس نقل ہر واحد از
ایشان قابل اعتماد نماند و اگر تواتر را اعتبار
کنیم مطلب باطل است زیرا کہ ثبوت خلافت
این عزیزان بنقل متواتر متحقق است و
اگر نقل چند کس کہ بزعم این گمراہان منکر
خلافت خلفاء بودند بشماریم از ان نام بردہ
نقل قرآن و احکام ثابت نشود و نہ بطریق
خبر واحد و اگر بالفرض مروی باشد بضعیف
ترین نقل خواہد بود کہ ہیچ کس از جہرۂ علم آن را
نمی شناسد و باین قدر نزدیک اول از نقل ہم نمی
رسد و احادیث مشہورہ نقل مشایخ ثلاثہ و
اعوان ایشان و قائلان بخلافت ایشان
است پس نقل ہر واحد از ایشان قابل اعتماد
نباشد و اگر تواتر را معتبر سازیم تیر
ایشان ہم در سینۂ ایشان باز گشتہ
باشد وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ
الْقِتَالَ و اجماع امت کلمہ ایست مجمل چون
آن را تشقیق نمائیم در غیر زمان خلفائے ثلاثہ
متحقق نشدہ و بغیر حکم ایشان منعقد
نگشتہ پس آن را ہیچ اعتبار نباشد بالجملہ
در دست ما ہیچ چیز از شریعت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم از نوع اول

اور تمام عالم اسلام کا اس پر متفق ہونے کا سبب ذوالنورینؓ
ہیں۔ اگر ان حضرات نے خلافت کو غصب و جور سے لیا تھا
اور جس کے حق میں خلافت منصوص تھی اس کو ساقط کر دیا
تھا اور اللہ کے فرائض میں سے ایک فریضہ ترک کر دیا تھا تو
یہ صاحبان اللہ کی مخلوق میں سب سے بڑے فاسق اور بدترین
لوگ ہوئے اور ان کے معاون بھی ایسے ہی ہوئے۔ تو ان
میں سے ہر ایک کی نقل ناقابل اعتماد ہو جاتی ہے اور اگر ہم تواتر
کا اعتبار کریں تو ہمارا مطلب باطل ہے کیونکہ ان عزیزوں
کی خلافت کا ثبوت نقل متواتر سے متحقق ہے اور اگر چند ایسے
لوگوں کی نقل ہم گنیں جو کہ ان گمراہوں کے گمان میں منکر
خلافت خلفاء تھے تو ان صاحبوں سے جن کے نام لیے گئے ہیں
قرآن اور احکام کی نقل ثابت نہیں ہوتی۔ اور نہ بطریق خبر
واحد ان سے ثابت ہے اور اگر بالفرض مروی بھی ہو تو وہ
ضعیف ترین نقل ہوگی کہ ماہرین علم میں سے کوئی شخص بھی
جس کو نہ جانتا ہوگا اور اس نقل کا مرتبہ اس نوع اول کی
نقل کے مرتبہ کو کہاں پہنچتا ہے اور احادیث مشہورہ مشائخ
ثلاثہؓ کی نقل کی ہوئی ہیں اور ان کے مددگاروں کی جو
ان کی خلافت کے قائل تھے۔ تو ان (بقول شیعہ) میں سے بھی
کی نقل اعتماد کے قابل نہ ہوگی۔ اور اگر ہم تواتر کو معتبر قرار
دیں تو ان کا پھینکا ہوا تیر ان کے سینہ میں لوٹا ہوا ہوگا
(یعنی اگر تواتر کو معتبر مانتے ہو تو نقل متواتر سے مشائخ ثلاثہ
کی خلافت بھی ثابت ہے) وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ
اور اجماع امت ایک مجمل کلمہ ہے جب ہم اس کا تجزیہ کرتے
ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ خلفاء ثلاثہؓ کے علاوہ کسی زمانہ میں
یہ متحقق نہیں ہوا اور ان کے حکم کے بغیر کبھی منعقد نہیں
ہوا۔ تو اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ ہمارے
ہاتھ میں شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نوع اول کی

له شیعوں کے مذہب پر تو سرے سے جواب ہی ... [illegible] ... اور ان کے مذہبیں کی روایات میں منحصر ہیں۔ دین کا ثبوت تو تمام
میں ہو جاتے ہیں کہ اگر تواتر مانتے ہو تو ان حضرات کی خلافت کا ثبوت بھی تواتر سے متحقق ہے ۱۲

نباشد واست بظنون خود امیں کنند ثبوت عمل
بظنون در جزئیات شریعت ثابت نیست الا
باجماع خلیفہ او ستے بس ہیچ کس غیر مستحق نباشد
پس ہر کہ امروز مخالف حکم شرعی نیست علیہ لعنۃ
اللہ والملائکۃ والناس اجمعین علے ہذا العقیدۃ
اما مخالفت حکم عقل صراح انداخت
کہ بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بشریعت غرّا
نعمت عظیمہ و لطف جسیم است و تعالیٰ حکیم
کہ لذاتہ قبیح بود برائے ہمین مصلحت تجویز کردہ
شد پس اگر تمام امت آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم بعد وی از ایمان برآمدہ باشند و راہ
ضلالت پیمودہ مگر جمعے اندک و رنہایت قلت
این نعمت نعمت عظیمہ نباشد و قتال برائے
ہمین فائدہ کہ در زمان آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم مسلمان شوند و عنقریب از ایمان برآیند
یا برائے صورت اسلام بدون آنکہ در آخرت
نفعے دہد ہیچ عظیم بود و ہیچ تاشرو اگر اینہا
یا اکثر ایشان بر حق بودند چرا انکار منکر نکردند
و چرا تسلیم جائر و ناصب نمودند در ین
مقام عقل خود را اندکے تحکم باید ساخت آیا
بما بدا کہ جناب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم
در پے اعلاء کلمۃ اسلام کشیدند برائے ہمین
قدر بود کہ جماعۃ مسلمین از یک در اسلام
در آیند واز در دیگر بدر روند و این قدر آدمیان
را کہ کشتند و غارت کردند و نساء و ذریۃ
ایشان را اسیر گرفتند برائے ہمین بود
کہ تلفظ بلفظ اسلام کنند و در آخرت بہرہ
نیابند و اگر شیعہ گویند کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم باستخلاف مرتضیٰ

کوئی چیز نہ ہو اور امت کے لوگ بھی اپنے ظن و گمان پر عمل کرتے
رہا کریں، اور ثبوت عمل بظنونات پر جزئیات شریعت میں ثابت
نہیں ہے مگر خلیفہ اول کے اجماع سے اور وہ بھی مستحق نہ تھے
تو کوئی شخص آج حکم شرعی کا مکلف نہیں ہے، اس عقیدہ والے
پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت۔
رہی عقل خالص کے حکم کی مخالفت (یعنی ایسی عقل جو تعصب اور
عناد وغیرہ آلائشوں سے پاک ہو) تو وہ اس جہت سے ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو شریعت غرّا دے کر مبعوث فرمانا ایک
نعمت عظیمہ اور بہت بڑا لطف ہے اور حق تعالیٰ آدمی سے قتال کرانا
قبیح لذاتہ تھا اسی مصلحت کے لئے جائز کیا گیا تو اگر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام امت کے لوگ آپ کے بعد ایمان سے
خارج ہو جائیں اور گمراہی پر چلنا شروع کر دیں بجز ایک تھوڑی
سی جماعت کے جو نہایت درجہ کمی میں ہو تو یہ نعمت ایک نعمت
عظیمہ نہ ہوگی اور قتال صرف اتنے فائدہ کے لئے کرانا کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو مسلمان ہو جائیں اور تھوڑے
زمانے کے بعد ایمان سے نکل جائیں، یا اسلام کی صرف صورت
کے لئے بغیر اس کے کہ وہ آخرت میں کوئی نفع دے بہت بڑا
نقصان اور کھلی ہوئی برائی ہے، اور اگر یہ سب لوگ یا ان
میں کے اکثر حق پر ہوتے تو انکار منکر کیوں نہ کرتے اور کیوں
جائر (ظلم کرنے والے) اور ناصب کے آگے گردن جھکا دیتے اس
میں تھوڑی دیر کے لئے عقل کو حکم بنانا چاہیے وہ بہت سے
مجاہدے جو جناب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم نے اعلاء کلمۃ
اسلام کے لئے کھینچے بس اتنی سی بات کے لئے تھے کہ جماعت مسلمین
ایک دروازے سے تو اسلام میں داخل ہوں اور دوسرے
دروازے سے باہر نکل جائیں اور اس قدر آدمیوں کو جو قتل
کیا اور غارت کیا اور ان کی عورتوں کو اور اولاد کو گرفتار کرکے
قیدی بنایا بس اسی بات کے لئے تھا کہ کلمہ اسلام کو زبان سے
کہدیں اور آخرت میں کوئی حصہ نہ پائیں۔ اور اگر شیعہ یہ
کہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت مرتضیٰ کو

ممکن است کہ بنماز امر فرمایند و ہزاران ہزار
توفیق یابند و نماز خوانند و باین سبب بمراتب
عالیہ رسند و بعض اشقیاء کہ شقاوت او
در غایت اولی متوہم شدہ امتثال آن امر
نکنند و از فیض عام محروم باشد و ممکن نیست
کہ چیزے فرمایند کہ ہیچ گاہ یکے کس آن را
عمل نکنند و از آنجہت کہ جریان افعال خدای
تعالیٰ در عالم بنسق واحد دلالت بر بعض
معانی دقیقہ مے فرماید اگر آن را بسنۃ اللہ
حوالہ نمائیم بجا است و اگر لازم عقلے نیز تعبیر
کنیم روا است و لہذا متکلمان در الٰہیات از
نظام احسن کہ در عالم مراعات شدہ اثبات واجب
الوجود قادر مختار علیم تقریر کردہ اند و در نبوات
ظہور معجزہ برطبق دعوی پیغامبر مثبت نبوت
قرار دادہ اند نظیر آن از محسوسات دلالت
شیر پستان است بر سبق ولادت و دلالت
خصب زرع اراضی است بر سبق غیث و
دلالت نقاہت است بر مرض و دلالت
جراحت است بر جرحے غیر ذلک پس
لطف خدای تعالیٰ کہ سبب بعثت پیغامبر ما صلی
اللہ علیہ وسلم شدہ است در اول حال کاری کرد
کہ اتفاق طائفہ بر قبول دعوت توحید و انکار
شرک و مشرکان بظہور آمد پیش از ہجرت بعد از آن
کارے فرمود متفرع برین کار و آن جہاد اعداء
اللہ است اولاً و دخول افواج بنی آدم فی
دین اللہ آخراً بعد از آن کارے دیگر نمود
متفرع برین کار و آن ازالۂ دولت
کسریٰ و قیصر است بدست شیخین
پس دین حق از آنجہت مروج

بیٹھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ نماز کا امر فرمائیں اور لاکھوں آدمی توفیق
پائیں اور نماز پڑھیں اور اس سبب سے مراتب عالیہ پر پہنچ جائیں تو
بعض بدبخت کہ جن کی بدبختی نہایت اونچی میں پہنچی ہوئی ہے
وہ اس حکم کی تعمیل نہ کرے اور فیض عام سے محروم رہے۔ اور
یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی ایسی بات فرمائیں کہ کبھی بھی کوئی شخص
اس پر عمل نہ کرے۔ (اور بحکم عقل تابعین کی مخالفت) اس جہت
سے ہے کہ حق تعالیٰ کے افعال کا عالم میں ایک خاص اسلوب پر
جاری ہونا بعض معانی دقیقہ پر دلالت کرتا ہے۔ اگر ہم اس کو
سنۃ اللہ (عادت اللہ) کے حوالے کریں تو بجا ہے اور اگر
لازم عقلی کہیں تو یہ بھی جائز ہے۔ اور اسی بنا پر الٰہیات میں
کلام کرنے والوں (یعنی حضرات علماء علم کلام) نے اس نہایت
عجیب نظام سے جس کی مراعات عالم میں مشاہدہ کی جاری ہے
اس واجب الوجود کا اثبات کیا ہے جو کہ قادر مختار ہے، علیم ہے،
قدیر ہے۔ اور انھوں نے نبوتوں کے بارے میں دعوے پیغمبر
کے مطابق معجزات کے ظہور کو مثبت نبوت قرار دیا ہے۔ محسوسات
میں سے اس کی نظیر پستان میں دودھ کی موجودگی کا دلالت
کرنا ہے اس پر کہ پہلے ولادت ہو چکی ہے اور زمینوں کی سرسبزی
اور زراعت کی برصورتی کا دلالت کرنا ہے اس پر کہ بارش
ہو چکی ہے اور نقاہت کا دلالت کرنا بیماری پر اور نشان
زخم کا دلالت کرنا ہے زخم پر وغیرہ۔ تو لطف خداوندی نے جو کہ
ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا سبب ہوا ہے ابتداء
حال میں ایک کام کیا اور وہ یہ ہے ایک جماعت نے دعوت
توحید کے قبول کرنے پر اتفاق کیا اور شرک کا اور مشرکوں کا
انکار ہجرت سے پہلے ظہور میں آیا۔ اس کے بعد اس نے دوسرا کام
انجام دیا جو اسی کام پر متفرع تھا اور وہ ہے اولاً دشمنان خدا
کے ساتھ جہاد اور اس کے بعد دوسرے مرتبہ میں بنی آدم کی
افواج کا اللہ کے دین میں داخل کرنا۔ پھر اس نے دوسرا کام
انجام دیا جو اس کام پر متفرع تھا اور وہ ہے کسریٰ اور قیصر
کی دولت کا ازالہ شیخین کے ہاتھ پر۔ اب دین حق امت مرحومہ کے

بر جمیع ادیان ظاہر شد بعد از آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم این ہمہ را بکمال بشارت ہا داوند و ترغیب ہا فرمودند پس این سلسلہ واحد مانند نہال نشاندن و بر آمدن غصان و اوراق اولاً و بر آمدن ازہار ثانیاً و خروج ثمار ثالثاً و مانند طفلی و جوانی و کہولت آدمی در ترتیب ہر یکے بر دیگرے چون این نسق واحد دیدیم و تسلیم نمودیم آن لطف است کہ ساعت بساعت آثار او ظاہر می شود پس حقیقت خلافت خلفاء از این نسق واحد عقل بطریق حدس ادراک کرد چنانکہ از ترتیب ازہار و ثمار می شناسیم کہ قصد باغبان ثمر بود و آن لطف باغبان کہ نشاندن نہال را اقتضا کردہ بود ہمان لطف بعینہ مقتضی ازہار و ثمار گشتہ ہمچنان نزول قرآن آیات آیات بعد از آن سورہ سورہ مرتب شدن بعد از آن ہمہ در مصاحف جمع گشتن نسق واحد است و ہمچنان اصل علوم احکام از سینۂ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروز فرمودن بعد از آن بطریق قیاس اجماع محقق و منتشر شدن و ہمچنان علم احسان از صدر شریف آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام ظہور فرمودن و بعد از آن در خلفاء آن علوم احسانیہ نقل کردن ہمہ ترتیب واحد است متناسق یبشر اولہ بآخرہ و یدل آخرہ علی اولہ و از آن جہت کہ مسلمین ہمہ با خلفاء بیعت نمودند و متفق شدند بر خلافت ایشان بعد از آن بر دست ایشان

تمام ادیان پر غالب آ گیا بعد اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں ان سب کی بشارت دیتے اور ترغیب فرماتے تھے۔ تو یہ ایک خاص اسلوب ترتیب ہے جیسے درخت کا پیدا ہونا اور اس میں سے شاخوں اور پتوں کا نکلنا۔ پہلے مرتبہ میں۔ پھر کلیوں کا نکلنا دوسرے مرتبہ میں۔ پھر پھلوں کا نکلنا تیسرے مرتبہ میں اور مانند آدمی کے بچپن اور جوانی اور بڑھاپے کے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے پر مرتب ہوتا ہے۔ جب ہم نے ایک ہی نسق دیکھا تو جان لیا کہ اسی لطف کی کارفرمائی ہے کہ ساعت بساعت اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ پس خلافت خلفاء کی حقیقت اس (مذکورہ) نسق واحد سے عقل بطریق حدس کے ادراک کر لیتی ہے جیسا کہ پہلے کلیوں کے اور پھر پھل لگنے کی ترتیب سے ہم جانتے ہیں کہ باغبان کا مقصد پھل تھا اور باغبان کا وہ لطف کہ جس نے درختوں کے پودے لگنے کا تقاضا کیا تھا بعینہ وہی لطف کلیوں اور پھلوں کا مقتضی ہوا تھا۔ اسی طرح قرآن کا آیات آیات نازل ہونا، پھر سورت سورت ہو کر مرتب ہونا۔ اس کے بعد سب مصاحف میں جمع ہونا یہ ایک نسق واحد ہے۔ اسی طرح احکام کے اصل علوم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک سے ظہور فرمانا اس کے بعد قیاس و اجماع کے ذریعے محقق ہونا گویا برگ و بار کا پھیلنا ہوتا، اور اسی طرح سینۂ شریف آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے علم احسان کا جلوہ گر ہونا اور اس کے بعد خلفاء میں ان علوم احسانیہ کے پھولوں کا اظہار ہونا یہ سب ایک ترتیب واحد ہے جو ایک نسق کے ساتھ جاری ہے جس کا اول آخر کی بشارت دیتا ہے اور اس کا آخر اول پر دلالت کرتا ہے۔ اور حکم عقل کی موافقت اس جہت سے بھی ہے کہ تمام مسلمانوں نے خلفاء سے بیعت کی اور ان کی خلافت پر متفق ہو گئے۔ اس کے بعد ان کے ہاتھ پر اولاً

[illegible] — مترجم

قتال مرتدین ازاں و جہاد فارس و روم ثانیاً
متحقق شد قرآن باہتمام ایشان مجموع و متفق علیہ
گشت و کفر از بلاد شام و عراق و یمن برخاست
و حدود جاری شد نماز و روزہ و تلاوت قرآن و
اتفاق مسلمین بر یکدیگر پدید آمد و آنچہ کہ پیش
از بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نامی
و نشانی ازوی نشنیدہ بودیم بعض بسبب کے
صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر شدہ بود و در جمیع اقطار
ارض واصل گشت و درین قدر خود اتفاق واقع
است پس عقل صراح کہ بکدورت تعصب مکدر
نشدہ باشد حکم مینماید کہ این خلافت حق است
و عصیان پیغامبر در عقد آن واقع نشدہ و در
مقاصد خلافت قصوری روی نداد زیرا کہ اصل
در اتفاق سواد اعظم از امت مرحومہ موافقت
امر پیغامبر است و عدم عصیان او و پیغامبر
ایشان کلی است و قرآن کہ امام ایشان است
کلی اگر خلافی درمیان امت واقع شود
بعارض ہوا است یا بعلت جہل و عقل صراح
می شناسد کہ پدید آمدن این عارض ہوا بعد وفات
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بدون وقوع
امری کہ اثارت قوت غضبیہ ایشان کند
بغایت بعید است و حقد متقدم کہ سبب
این انحراف شود غیر معلوم و جہل نفس از
سواد اعظم بغایت دور و اگر ایشان از نفس
غافل بودند صاحب حق چرا اظہار حق نہ
کرد و کدام خوف موجب ستر آن گشت
سبحانک ہذا بہتان عظیم و از سیرت
افعال ایشان معلوم کردیم از
موافقت آنہا بقرآن

مرتدین سے قتال ہوا اور پھر دوبارہ فارس اور روم کے ساتھ
جہاد ہوا۔ پھر قرآن اُن کے اہتمام سے جمع ہوا اور متفق علیہ ہوا
اور شام اور عراق اور یمن کے شہروں سے کفر کو نکالا گیا
اور حدود جاری ہوئیں، نماز و روزہ اور تلاوت قرآن اور
مسلمانوں کا ایک دوسرے سے اتفاق ظاہر ہوا اور ان چیزوں کا
کہ جن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہم
نے کبھی نام و نشان بھی نہ سنا تھا بعض آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سبب بن جانے سے ظاہر ہو گئی تھیں اور زمین
کی تمام جوانب میں پھیل کر سامنے آ گئیں اتنی بات پر سب کا ہی اتفاق
ہے۔ تو عقل خالص جو تعصب کی کدورت سے مکدر نہ ہوئی ہو یہ
حکم لگاتی ہے کہ یہ خلافت حق ہے۔ اور اس کے منعقد ہونے میں
نہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی واقع ہوئی اور نہ خلافت
کے مقاصد میں کوئی قصور پیدا ہوا اس لئے کہ امت مرحومہ کے
سواد اعظم کے اتفاق میں جو اصل چیز ہے وہ پیغمبر کے حکم کی
موافقت ہے اور اس کی نافرمانی نہ کرنا اور ان کا پیغمبر کلی
ہے اور قرآن جو کہ ان کا امام ہے وہ بھی کلی ہے (یعنی اس کا
نزول لغت قریش پر ہوا ہے) اگر کوئی اختلاف امت کے
درمیان واقع ہو جائے تو وہ یا تو خواہش نفسانی کے عارض
ہو جانے کی وجہ سے ہوگا یا بربنائے جہل۔ اور عقل خالص پہچانتی
ہے کہ ہوائے نفس کے عارض کا ظاہر ہونا صرف آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بغیر کسی ایسی بات کے واقع ہونے
کے جو ان کی قوت غضبیہ کو جوش میں لائے نہایت بعید ہے
اور پہلے سے ایسے کینہ کی موجودگی کا بھی علم نہیں جس کو اس
انحراف کا سبب سمجھا جائے۔ اور سواد اعظم کا نفس سے جاہل رہنا
بہت مستبعد بات ہے اور اگر مان لیا جائے کہ یہ سب نفس سے
غافل تھے تو صاحب حق نے کیوں نہ اظہار حق کیا اور کونسا
خوف لاحق ہو رہا تھا جو حق کو چھپانے پر مجبور کر رہا تھا۔
سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔ ہم نے ان کے افعال کو خیر
ہونا معلوم کیا قرآن سے ان افعال کی موافقت کے ذریعے سے

عقل حکم می کند که این همه خیر است و حق است قطعاً و مصلحت شرعی در تأثیم این هزار هزار مردم در امری که خیریت آن معلوم است بموافقت قرآن بسبب آنکه متصدی این شخصے شد غیر شخصے یعنی نیست و ایجاب استخلاف شخصے که خلافت آن بخود لائق نیست کدام مصلحت است آری اقارب و اعوان شخصے که خلافت از دستش رفت بهر حشیش متعلق میشوند و هر تیر که در ترکش ایشان است می اندازند و نمیتوان که حب جاه بر ادعای غیر واقع حمل کند و بر اقدام خلاف جمهور دلالت نماید و قاعدۂ عقل صرف آن است که بر ظاهر اعتماد کنند مگر آنکه قرائن قویه از ظاهر باز دارد مثلاً دیدیم که آتش شعله می زند اگر بر باطنش خود مطلع نشویم با وجود جوهری که شبیه بنار باشد بآن یقین بداریم بمجرد احتمال قصد آن نکردن و یقین حکم را بر آن موقوف نگذاشتن محض دیوانگی است ۲ تناقض در مصلحت شرعی از آن جهت که شیعه می گویند لطف واجب است بر خدای تعالیٰ و لطف و تعالیٰ تقاضا می فرماید که ملت را حافظے باشد و آن حافظ ملت لابد است از آنکه عالم و معصوم باشد و معصوم غیر مرتضیٰ نبود پس او امام باشد و ما سابقاً تسلیم کردیم در مقدمۂ اولیٰ و ثانیه بتغیر تا بسکیم که خدای تعالیٰ متصف است بلطف کما قال اللّٰہ لطیف بعبادہ و وعده نصره موعود

عقل فیصلہ کرتی ہے کہ یہ سب خیر اور حق ہے قطعاً اور شریعت کی مصلحت ان لاکھوں آدمیوں کو گنہگار بنانے میں ایسے امر کے بارے میں جس کا خیر ہونا بھی معلوم ہے قرآن کی موافقت کی وجہ سے اور گنہگار بنانے کا سبب بھی صرف یہ کہ ایک شخص جو نظر میں تنگ رہا ہے دوسرے شخص کے مقابلہ پر کچھ نہیں ہے۔ اور ایسے شخص کے استخلاف کو واجب کرنے میں جس کی خلافت ہونے والی نہیں ہے مصلحت بھی کیا ہوتی البتہ ایسے شخص کے اقارب اور مددگار جس کے ہاتھ سے خلافت جا چکی ہے ہر گھاس سے لگنے اور سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں جیسا ڈوبتا ہوا کوشش کرتا ہے۔ الغریق یتعلق بکل حشیش (ڈوبتا ہوا ہر تنکے کا سہارا لیتا ہے) اور ہر تیر بھی ان کے ترکش میں ہوتا ہے سب کو چلا دیتے ہیں اور یہ بعید نہیں کہ جاہ کی محبت غیر واقعی دعویٰ پر ابھارے اور خلاف جمہور اقدام پر رہنمائی کرے۔ اور خالص عقل کا قاعدہ یہ ہے کہ ظاہر پر اعتماد کریں مگر یہ کہ مضبوط قرائن اس ظاہر سے روکیں جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ آگ شعلہ مار رہی ہے تو جب تک ہم ذاتی باطنی چیز پر مطلع نہ ہو جائیں باوجود اس کے کہ ایک جوہر ایسا چمکدار ہوتا ہے جو آگ کے مشابہ دکھائی دیتا ہے ہم اس کو آگ ہی یقین کریں گے اور صرف اس احتمال سے کہ یہ چمکنے والا جوہر نہ ہو اس کی طرف دھیان نہ دینا اور کہنا کہ یقین اس پر موقوف نہ سمجھنا محض دیوانگی ہوگی۔ (۲) مصلحت شرعی میں تناقض آتا ہے اس جہت سے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ لطف واجب ہے خدا تعالیٰ پر اور اس تعالیٰ شانہ کو لطف یہ تقاضا فرماتا ہے کہ ملت کا کوئی محافظ ہو۔ اور اس محافظ کے لئے ضروری ہے کہ وہ عالم اور معصوم ہو اور سوائے مرتضیٰ کے کوئی معصوم نہیں تھا لہٰذا وہی امام ہوں گے۔ اور ہم موافقت کرتے ہیں پہلے مقدمہ میں اور دوسرے میں تھوڑے تغیر کے ساتھ۔ ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ پر لطف اگرچہ واجب نہیں ہے لیکن وہ متصف بلطف ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے اللّٰہ لطیف بعبادہ (اللہ اپنے بندوں پر لطف کرنے والا ہے) اور اسی نے وعدہ فرمایا

حفظ قرآن را وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ و وعدہ
او واجب الوقوع است و میگوییم کہ لطف تقاضا
میکند کہ ملت را حافظے باشد و این حافظ سہ چیز
میتواند شد یکے آنکہ خود متکفل حفظ باشد پس
ہیچ وقتے بعد وقتے تقریبے احداث فرماید از
غیب بالقاء در قلب مردے کہ امر کند بمعروف
و نہی از منکر و القاء در قلب قوم انقیاد او را
قال اللہ تعالیٰ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ و قال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یبعث لِی کل
مائۃ لہذہ الامۃ من یجدد لہا دینہا دوم
آنکہ امت مرحومہ را من حیث المجموع
باشد کہ بر ضلالت مجتمع نشوند کما قال رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تجتمع امتی علے
الضلالۃ سیوم تعینے را معین کند کہ اقامت
دین فرماید و چنانکہ شیعہ میگویند کہ لطف
ظہور امام معصوم است و آن اکمل الانواع
لطف است و گاہی در پردہ اختفاء و آن نیز
از اصل لطف خالی نیست میگوییم کہ گاہی حق
تعالیٰ ہر سہ نوع حفظ را جمع میفرماید و آن اکمل
انواع لطف است آن در ایام خلافت رحمت
و خلافت نبوت است و گاہی بر دو نوع اول
اکتفا مینماید زیرا کہ اصل لطف بآن متادی
میشود و در مقدمہ ثالثہ نیز مساعدی
کنیم بنوعے از تغییر پس میگوییم کہ اگر
لطف الٰہی تعیین شخصے را کہ حافظ
ملت باشد تقاضا فرماید لابد است
از آن کہ مبشر بکثرت علم و بعلو
درجہ در آخرت باشد تا لطف
متحقق گردد و عصمت بمعنی کہ

قرآن کی حفاظت کا وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (اور ہم قرآن کی
ضرور حفاظت کرنے والے ہیں) اور اس کا وعدہ واجب الوقوع
ہے (یعنی اس کا پورا ہونا ضروری ہے) اور ہم (یہ) کہتے ہیں کہ
لطف تقاضا کرتا ہے کہ ملت کا کوئی محافظ ہو اور یہ محافظ تین
چیزیں ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ وہ خود حفاظت کو متکفل ہو کہ وہ ہمیشہ
بارہا ایسی صورت غیب سے پیدا فرماتا ہے کہ وہ کسی مرد کے قلب
میں القاء فرماتا ہے کہ وہ نیک کاموں کا امر اور برے کاموں
سے منع کرتا ہے اور قوم کے قلوب میں اس کی فرمانبرداری
کا القاء کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ
اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر
صدی میں اس امت کے پاس ایک ایسا شخص بھیجا جائیگا
جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ امت
مرحومہ میں بحیثیت مجموعی یہ خاصیت ہو کہ وہ گمراہی پر متفق
نہ ہوں جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ تیسری چیز یہ ہے کہ حق تعالیٰ
کسی شخص کو متعین فرمائیں کہ وہ اقامت دین فرمائے اور جیسا کہ
شیعہ کہتے ہیں کہ ایک لطف تو امام معصوم کا ظہور ہے اور
وہ لطف کی کامل ترین نوع ہے اور کبھی اس کے وجود میں
اخفا ہوتا ہے اور وہ بھی اصل لطف سے خالی نہیں ہے۔ ہم
کہتے ہیں کہ کبھی حق تعالیٰ حفاظت کی تینوں انواع کو جمع کر
دیتا ہے اور وہ لطف کی انواع میں کامل ترین نوع ہے اور
اس کا ظہور ہوتا ہے خلافت رحمت اور خلافت نبوت کے ایام
میں۔ اور کبھی دو نوع اول پر اکتفا کر لیتا ہے کیونکہ اصل
لطف اس سے ادا ہو جاتا ہے۔ اور تیسرے مقدمہ میں بھی ہم
اس کا ساتھ دیتے ہیں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ تو ہم کہتے ہیں
کہ اگر لطف الٰہی کسی ایسے شخص کے تعین کا تقاضا فرمائے جو
ملت کی حفاظت کرنے والا ہو تو ضروری ہے کہ اس کے بارے
میں دنیا میں کثرت علم کی بشارت ہو اور آخرت میں بلند
مقام کی بشارت ہو تاکہ لطف متحقق ہو۔ اور عصمت کا جو معنی

شیعہ ثابت می کنند ضرور نیست ممکن است کہ در اوائل عمر کافر یا فاسق باشد بعد ازان خدای تعالیٰ توبہ نصیب کند و بزبان پیغامبر اطلاع دہد کہ آخر حال او خیر است و تصریحاً و تلویحاً حسن حال و مآل او تسلیم فرماید لیکن اینجا شرطے دیگر مطلوب است و آن آن است کہ امام ظاہر و منصور بود زیرا کہ اگر مختفی باشد تکلیف باتباع شخصے مجہول کہ نہ امر ی نماید و نہ نہی می کند لازم آید و اگر مخذول بود تقریب بخیر نباشد از نصب او بلکہ تقریب بشر باشد و ترک نصب او اقرب باشد بلطف از نصب او زیرا کہ در صورت اولے مواخذہ نباشد بترک واجب و فعل محرم و درین صورت مواخذہ خواہد بود بعد تمہید مقدمات می گوئیم کہ لابد امام حق بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود بود متفق علیہ الموافق والمخالف و آن امام صدیق اکبر است رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد ازان فاروق اعظم زیرا کہ ہر دو مبشر بعلم و فلاح و صلاح بودند و ظاہر و منصور بودند نہ حضرت مرتضیٰ زیرا کہ گرچہ عالم بود و مبشر بہ بہشت بود ظاہر و منصور نبود و تحقیق این مسئلہ موقوف است بر تمہید نکتہ بدان اسعدک اللہ تعالیٰ اشاعرہ گفتہ اند کہ احکام اللہ تعالیٰ معلل باغراض نیست و درین مسئلہ بروشے سر دادہ اند کہ موجہ آن باشد کہ در ارسال رسل و انزال کتب و نسخ شرائع سابقہ و برہم زدن عادات جاہلیت

شیعہ ثابت کرتے ہیں وہ ضروری نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ اوائل عمر میں کافر و فاسق ہو پس اس کے بعد اللہ تعالیٰ توبہ نصیب کرے اور پیغمبر کی زبان سے اطلاع دے کہ اس کا آخر حال اچھا ہوگا اور تصریح کے ساتھ کبھی اشارات کے ساتھ اس کے حال اور انجام کی بھلائی کا بیان فرماتے رہیں۔ لیکن یہاں ایک دوسری شرط بھی مطلوب ہے اور وہ یہ ہے کہ امام ظاہر اور منصور ہو۔ اس لئے کہ اگر چھپا ہوا ہوگا تو ایک ایسے شخص کے اتباع کا مکلف ہونا لازم آئے گا جو مجہول ہو کہ وہ نہ امر کرتا ہے اور نہ نہی۔ اور اگر منصور نہ ہوگا کہ غیبی امداد اس کی نہ کی جائے بلکہ مخذول ہوگا تو اس کے نصب (امامت) سے نیکی میسر نہ ہوگی بلکہ انجام بہ شر ہوگا اور اس کا ترک نصب بہ نسبت اس کے نصب کے لطف سے قریب تر ہوگا کیونکہ پہلی صورت (یعنی ترک منصب امامت) میں اس پر ترک واجب اور فعل حرام کا مواخذہ نہ ہوگا اور دوسری صورت میں مواخذہ ہوگا۔ تمہید مقدمات کے بعد ہم کہتے ہیں کہ امام برحق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد موجود تھے اس بات پر موافق اور مخالف سب کا اتفاق ہے۔ اور وہ امام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ان کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کیونکہ دونوں کے حق میں علم اور فلاح اور صلاحیت کی بشارتیں واقع ہوئی ہیں اور وہ ظاہر بھی تھے اور منصور بھی۔ نہ حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیونکہ اگرچہ عالم بھی تھے اور مبشر بہ بہشت بھی لیکن ظاہر اور منصور نہیں تھے۔ اور تحقیق اس مسئلہ کی ایک نکتہ کی تمہید پر موقوف ہے۔ جان لو اللہ تعالیٰ تم کو صاحب سعادت بنائے کہ اشاعرہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام معلل باغراض نہیں ہیں یعنی احکام الٰہی کی علت کوئی اغراض نہیں ہوتیں اور اس مسئلہ کو ان صاحبان نے ایسی روش کے ساتھ منضبط کیا ہے کہ جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ رسولوں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے اور پہلی شریعتوں کے منسوخ کرنے اور عادات جاہلیت

مصلحتے منظور نیست ارادہ کہ ترجیح احد المقدورین کند است کار خود کردہ است و این قول باین صورت و حیثیت مسلّم نیست آری غرضے کہ تکمیل ذات واجب کند نفی آن بعینہ حق است و مصلحتے کہ مرجع آن لطف عباد باشد و مربوط ساختن بعض مسببات باسبابہا واقع است اصل مذہب فقہاء چہ صحابہ و تابعین و چہ من بعد ایشان معرفت علل احکام است باعتبار مناسب و شناختن معانی مناسبہ مثلاً حفظ نفس و مال و عقل و عرض و نسب ضروری دانستہ اند و قصاص و حدود سرقہ و شرب و قذف و ارتداد بران دائر ساختہ اند و مشروعیت صلوٰۃ و صوم و زکوٰۃ و حج برائے تہذیب نفس و خروج او از اسر بہیمیت و انبساط او در فضای ملکیت امرے است مقرر و مفاسد کبائر ذنوب معقول امام غزالیؒ در باب ذنوب چہ قدر تصریح آن کردہ است و ازین ہم گذشتیم استخراج احکام و اعمال طاعات و ران بازاء معرفت مصلحت مطلوبہ و مفسدہ محذورہ منظور میسر اند چنانکہ در حجۃ اللہ البالغہ اکثر آن مطالب تقریر نمودہ ایم و ازین ہم گذشتیم در قرآن و احادیث خبر بسیارے از مصالح و مفاسد مبین شدہ در باب ارسال رسل گفتہ اند

ختم کرنے میں کوئی مصلحت منظور نہیں ہے۔ بس ارادے نے جو احد المقدورین کی ترجیح کرتا ہے اپنا کام کر ڈالا ہے، یہ قول اس صورت و حیثیت سے مسلّم نہیں ہے، ہاں نہ معلّل باغراض ہونا اس لحاظ سے درست ہے جب کہ غرض سے ایسی غرض مراد لی جائے جو ذات واجب تعالیٰ شانہٗ کی تکمیل کرنے والی ہو تو اس کی نفی درست ہے۔ اور ایسی مصلحت جس کا مرجع بندوں پر لطف کرنا ہو اور بعض مسببات کو اسباب کے ساتھ مربوط کرنا ہو واقع ہے۔ سب کا اصل مذہب فقہاء کیا اور صحابہ و تابعین کیا ان کے بعد والوں کا یہی احکام کی علتوں کو مناسب اعتبار کے ساتھ پہچاننا ہے اور معانی مناسبہ کو پہچاننا ہے مثلاً نفس اور مال و عقل اور آبرو اور ملت کی حفاظت ضروری سمجھی ہے اور قصاص اور حدود چوری اور شراب اور کسی پر تہمت لگانے کی اور ارتداد کو اسی پر دائر کیا ہے یعنی حفاظت نفس کی مصلحت سے قصاص اور چوری و شراب اور تہمتوں کی سزا کے لئے ہر ایک کی حد مقرر کی گئی حفاظت ملت کے لئے ارتداد کی سزا (قتل) تجویز فرمائی اور نماز و روزے اور زکوٰۃ و حج کی مشروعیت نفس کی تہذیب کے لئے ہے اور تاکہ وہ بہیمیت کی قید سے باہر ہو اور ملکیت کی فضا میں اس کو انبساط حاصل ہو، یہ سب طے شدہ باتیں ہیں اور کبائر ذنوب کے مفاسد بھی عقل کے نزدیک مسلّم ہیں۔ امام غزالیؒ نے باب ذنوب میں کس قدر تصریح کی ہے۔ پس کے اسباب ہم یکے بعد دیگرے احکام کو پڑھتے ہیں اور ان اعمال طاعت کو جو ان سے متعلق ہیں سمجھتے ہیں تو اس میں شک نہیں کہ جو مصلحت مطلوب ہے اور جس مفسدہ کو دفع کرنا منظور ہے اس کی معرفت مصلحت کے سمجھنے پر منحصر رہتی ہے جیسا کہ حجۃ البالغہ (یعنی حجۃ اللہ البالغہ) میں اکثر ان مطالب کی ہم نے تقریر کی ہے۔ اس کو بھی چھوڑو قرآن اور احادیث میں بہت سی مصالح اور مفاسد کی خبریں صاف طور پر بیان کی گئی ہیں۔ ارسال رسل کے بارے میں فرمایا ہے

لے وہ ایسی چیز ہو جو حسب قدرت الٰہی شان کا ہو جس کا دونوں میں سے ایک کو شاید موجود کر کے ترجیح دینا ارادے کا کام ہے [illegible]

وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِنْ قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَذِلَّ وَنَخْزَىٰ ۝ و در حدیث قدسی آمده ان الله خلق بنی آدم حنفاء وان الشیاطین اجتالتهم وان الله مقت عربهم وعجمهم و انی بعثتك لابتلیك وابتلی بك و در حدیث وارد شده که مثل آنحضرت صلی الله علیه وسلم مثل نذیر جیش است و این مقدمات بوجهی شهرت یافته که سنی بر قاعدهٔ خود که التزام مدلول حدیث مشهور است در اثبات آن مضطر می شود تحقیق مذهب سنت نه قول اشعری است و نه قول ماتریدی هرچه حکم نص کتاب و حدیث مشهور و اجماع امت و قیاس جلی باشد همان سنت است قائل آن سنی اشعری باشد یا غیر آن ظن غالب فقیر آن است که غرض اشعری درین مسائل تشنیع چند است که صورت مذهب مخالف را بسبب آن صنوع می شکند نه جزم بآنکه در شریعت چنین و چنین است چون این نکته بوجه اجمالی مذکور شد باید دانست که سبب ارسال رسل و انزال کتب و تکلیف باحکام شرع لطف الهی است یعنی چون وسیدن افراد بنی آدم بکمال نوعی خود بدون این چیزها میسر نمی آمد همان رحمت که

وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ الخ (۱۳۴، ۲۰) (اور اگر ہم اُن کو قبل قرآن آنے کے (منکرین کو یعنی) کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ (بطور عذر کے) یوں کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول (دنیا میں) کیوں نہیں بھیجا تھا کہ ہم آپ کے احکام پر چلتے قبل اس کے کہ ہم (یہاں خود) بے قدر ہوں اور (دوسروں کی نگاہ میں) رسوا ہوں" اور حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو توحید خالص پر پیدا کیا اور شیاطین نے ان کو فریب میں ڈال دیا۔ اور دوسری حدیث جس میں مذکور ہے کہ اللہ نے سب کو ناپسند کیا، عرب کیا اور عجم کیا۔ اور ارشاد ہوا کہ (اے محمدؐ) میں نے تم کو اس لئے بھیجا ہے کہ تاکہ (اُن لوگوں کے ذریعے سے) تمہاری آزمائش کروں اور تمہارے ذریعے سے اُن کی آزمائش کروں۔ اور ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ایک (حملہ کرنے والے) لشکر سے ڈرانے والے کی سی ہے۔ اور یہ مقدمات اس صورت سے شہرت پاچکے ہیں کہ سنت نبویؐ کا اتباع کرنے والے اپنے قاعدے پر کہ حدیث مشہور کے مدلول کا پابند رہنا چاہیے اُن (مصالح یا مفاسد) کے ثابت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ مذہب سنت نہ اشعری کا قول ہے نہ ماتریدی کا۔ جو حکم منصوص ہوگا کتاب اللہ اور حدیث مشہور سے اور اجماع امت و قیاس جلی سے وہی سنت ہے اُس کا قائل کوئی بھی ہو سنی اشعری ہو یا کوئی دوسرا۔ فقیر کا ظن غالب یہ ہے کہ ان مسائل میں اشعری کی غرض چند الزامی جوابات ہیں جن سے مخالف مذہبوں کے جوش کو اُن کے ذریعے سے توڑنا مقصود ہے نہ اس بات کو ثابت کرنا کہ شریعت میں ایسا اور ایسا ہوتا ہے۔ جب یہ نکتہ اجمالی طور پر مذکور ہو چکا تو جاننا چاہیے کہ رسولوں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے اور احکام شرعی سے مکلف کرنے کا سبب لطف الٰہی ہے۔ یعنی افراد بنی آدم کا اپنے کمال نوعی کو پہنچنا بغیر ان چیزوں کے ممکن نہیں ہے تو لطف الٰہی نے

باعث خلق نوع انسان شدہ است بار دیگر نقاب
از روی خود کشاد و فائضہ شریعتے کہ موجب
تکمیل افراد بشر باید و ایشان را بکمال و جمال خود
رساند پیدا گشت مثال ایں مانند آنکہ باغبان نہالی می نشاند و
تربیت او میکند و در اول مرتبہ اثر تربیت او
نشستن تخم است در زمین و جذب کردن او
آب و ہوا را از اطراف و جوانب خود و ثانیا
ہماں تربیت سبب ظہور شاخ و برگ درخت
میشود و ثالثا ہمیں ہماں تربیت موجب وجود
ازہار و ثمار میگردد و نیز آں تربیت اولا سبب
زیادت اجزاء درخت است و ثانیا ہمیں
تربیت باعث تازگی اجزاء درخت و ظہور
تماثیل عجیبہ در اوراق و ازہار او میگردد
وہمچناں فعلے کہ بدیع السموات والارض
اولا سبب زیادت اجزاء طفل ساختہ
است ہماں فعل ثانیا سبب ظہور جمال و حسن
او و پدید آمدن حرکات و سکنات خاصہ
بنوع او گشتہ است پس تشریع تتمہ تقدیر است
و تکلیف شرعی تتمہ تکوین نوع است چوں
ایں نکتہ بخاطر نشست باصل غرض پردازیم
حق جل وعلا در کتاب عظیم خود فرمودہ ھُوَ
الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی
وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ
وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ و قال تعالیٰ
وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی
ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ
خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ
بِیْ شَیْئًا و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
در حدیث عدی بن حاتم و ابوذر و

جو نوع انسان کی پیدائش کا باعث ہوتی تھی دوبارہ اپنے
چہرے سے برقع ہٹایا اور ایک ایسی شریعت کا فیضان فرمایا
جو افراد بشر کی تکمیل کرتے اور ان کو اپنے کمال اور جمال پر
پہنچادے۔ اس کی ویسی مثال ہے کہ ایک باغبان پودے لگاتا
اور ان کی تربیت کرتا ہے۔ اس کی تربیت کے اثر کا پہلا مرتبہ
زمین میں تخم کا جمنا ہوتا ہے، پھر اس کا اپنے اطراف و جوانب سے
پانی اور ہوا کا جذب کرنا۔ دوسرے مرتبہ میں وہی تربیت درخت
کی شاخ اور پتوں کے ظہور کا سبب بنتی ہے۔ تیسرے مرتبہ میں
بعینہ وہی تربیت پھولوں اور پھلوں کے وجود کا سبب بنتی
ہے۔ اور نیز وہ تربیت اولاً درخت کے اجزاء کی زیادتی کا سبب
بنتی ہے اور ثانیاً وہی تربیت اجزائے درخت کی تازگی اور پتوں
اور پھولوں میں عجیب رنگا رنگی نقش و نگار کا باعث بنتی ہے۔ اور
اسی طرح جس فعل کو وہ ذات بدیع السموات والارض اولاً بچے
کے اجزاء کی زیادتی کا سبب بناتی ہے وہی فعل دوسرے مرتبہ
میں جمال و حسن کے ظہور اور ان حرکات و سکنات کے پیدا ہونے
کا سبب بنایا جاتا ہے جو اس کی نوع کے ساتھ خاص ہوتی ہیں
نتیجۃً تشریع تتمہ ہے تقدیر کا اور تکلیف شرعی تکوین نوع کا تتمہ
ہوتی ہے۔ جب یہ نکتہ ذہن نشین ہوگیا تو اب ہم اصل غرض
شروع کرتے ہیں حق تعالیٰ شانہٗ اپنی کتاب عظیم میں فرماتے
ہیں ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الخ (۹: ۳۳) وہ اللہ ایسا ہے کہ
اس نے اپنے رسول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا
دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب
کردے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔ اور ارشاد فرماتے
ہیں وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ الخ (۲۴: ۵۵) اور جس دین کو (اللہ
تعالیٰ نے) ان کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان
(کے نفع آخرت) کے لئے قوت دیگا اور ان کے اس خوف کے بعد
اس کو مبدل بہ امن کردے گا بشرطیکہ میری عبادت کرتے
رہیں اور میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں۔ اور نبی صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عدی بن حاتم اور ابوذرؓ اور

المقداد رضی اللہ عنہم حتے صار مشہورا و تبیین مصداق ہذا الامر حتے یدخل فی کل بیت من مدر او وبر بعز عزیز او بذل ذلیل الی آخر ما نقلناہ والمعنی المشترک واحد و آن دین حق ہمان است کہ تمکین شد و ہمان است کہ تمام شد و ہمان است کہ شرقا و غربا در بیوت دخل و مدر درآمد و شک نیست کہ صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ و ذی النورین مسلط شدند بر روی ارض و روم و فارس را فتح کردند و قرآن را جمع نمودند ہمان قرآن در تمام عالم شائع شدہ است و مسائل اجماعیہ ایشان در جمیع آفاق منتشر گشتہ واکثر اہل اسلام بمذہب سنت متمذہب شدہ اند چہ محدثین و چہ فقہاء و قراء و چہ مفسرین و چہ بادشاہان روی زمین و در سادات اہل بیت گاہے خلافت منتظم نشد الا خلافت حضرت مرتضیٰؓ فقط و معلوم است کہ حضرت مرتضیٰؓ در ایام خلافت خود چہ دیدہ و چہ کشیدہ و ایام خلافت حضرت مرتضیٰؓ بمذہب شیعہ ایام ابتلاء و ایام تقیہ و خوف بودہ است و بعد از چہار سال کہ وے رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدار بقاء انتقال فرمود جگرپارہ ہای او در انقضاء و استیصال امر او چہ کوششہا نمودہ اند و بعد از حضرت مرتضیٰ ہیچگاہ خلافت بر سیدے مستقر نشد خروج میکردند و در اول جمع جماعت و نصب قتال

مقداد رضی اللہ عنہم کی حدیث میں بیان ہے تک کہ (طرق متعددہ کی بناء پر یہ حدیث) مشہور ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس امر (اسلام) کو ضرور پورا کرے گا یہاں تک کہ یہ (دین اسلام) ہر گھر میں داخل ہو جائے گا یہاں تک کہ خواہ وہ گھر مٹی کا بنا ہوا ہو یا اون کا (یعنی شہر اور دیہات کے سب گھروں میں) صاحب عزت کی عزت کے ساتھ (کہ وہ بخوشی قبول کر کے اپنی عزت پالیں گے) یا کسی ذلیل ہونے والے کی ذلت کے ساتھ (کہ وہ مغلوب اسلام ہو کر ذلت سے زندگی بسر کرے)۔ احادیث کے الفاظ مختلف ہیں مفہوم مشترک سب کا ایک ہے۔ دین حق وہی ہے جو تمکین دینے طاقتور ہوا اور وہی ہے جو پورا ہوا۔ اور وہی ہے جو مشرق سے مغرب تک بالوں اور مٹی کے بنے ہوئے گھروں میں داخل ہوا۔ اور اس میں کسی کو شک نہیں ہے کہ صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ اور ذی النورینؓ روئے زمین پر مسلط ہوئے اور انہوں نے روم و فارس کو فتح کیا اور قرآن کو جمع کیا وہی قرآن تمام عالم میں شائع ہوا ہے۔ اور جن مسائل پر ان حضرات کا اجماع ہوا وہ چاروں طرف پھیل گئے۔ اور اکثر اہل اسلام نے اہل سنت ہی کے مذہب کو اپنا مذہب قرار دیا۔ کیا محدثین اور کیا فقہاء اور قراء اور کیا مفسرین اور کیا بادشاہان روئے زمین۔ اور سادات اہل بیت پر کبھی امر خلافت منتظم نہیں ہوا۔ بجز خلافت حضرت مرتضیٰؓ کے فقط اور سب کو معلوم ہے کہ حضرت مرتضیٰؓ نے اپنے ایام خلافت میں کیا دیکھا اور کس قدر مشکلات میں مبتلا رہے۔ اور حضرت مرتضیٰؓ کے ایام خلافت مذہب شیعہ کے (اعتقاد کے) مطابق ابتلاء کے ایام اور تقیہ اور خوف کے ایام ہوئے ہیں اور چار سال کے بعد جب کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دار البقاء کی طرف انتقال فرما گئے تو جگر گوشے ان کے امر (خلافت) کے انقضاء اور بیخ کنی میں کس قدر کوشش کی ہیں۔ اور حضرت مرتضیٰؓ کے بعد کسی وقت بھی کسی سید پر خلافت نہیں ٹھہری۔ (خلیفہ کے مقابلہ پر خروج کرتے تھے اور لوگوں کے جمع اور قتال کے قیام کے اول وہلہ ہی میں

کشتہ میشدند تا آنکہ آذنت الدنیا بصرم قائل باین مذہب ہمیشہ مخذول و مطرود بودہ است کما ہو معروف فی کلامہم انصاف باید داد کہ دین ممکن است یا دین شیعہ و متمم طریقہ ما است یا طریقہ شیعہ لطف الٰہی بہ بعثت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام و اشاعت دین او مطلوب بود مذہب اہل سنت را نتیجہ داد است یا مذہب شیعہ را افادہ نمودہ نصب امامی مختفی خائف کہ اصلاً بہ ترویج مذہب خود نپردازد اظہار و تقریر نشود لطف الٰہی است یا تسلیط بادشاہی کہ اشبہ شمس طالعۃ فی ابان ظہورہ باید و دین خود را اعلان تقریر کند و شرق و غرب عالم را مسخر حکم خود کند مدار این لطف بر ہمین شیوع دین است در اقطار ارض یا نصب امام مختفی مخذول کہ سبب تاثیم جمیع عالم شود الغرض مدار این بشارات متواترہ صورت اسلام است بغیر حقیقت آن لطف نباشد بلکہ تلبیس باشد و ارادہ شر بطوائف بنی آدم۔

سوال اگر گوئی این دلیل کہ تقریر کردی وقتی ثابت شود کہ مخالف در معارضہ آن دلیل دیگر تقریر نکند لیکن شیعہ گفتہ اند کہ حق تعالیٰ فرمودہ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ و حضرت مرتضیٰ از اولوا الارحام آنحضرت بود نہ صدیق اکبر و نیز حق تعالیٰ فرمودہ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ الآیۃ

قتل کر دیئے جاتے تھے یہاں تک کہ دنیا نے ان سے انقطاع کا اعلان کر دیا (یعنی ان سے منہ موڑ لیا) اس مذہب کے قائل ہمیشہ رسوا اور ذلیل ہوتے رہے جیسا کہ معروف ہے شیعوں کے کلام میں اب انصاف کرنا چاہیے کہ ہمارا دین محکم (یعنی جاری رہنے والا) ہوا ہے یا شیعوں کا دین، اور تکمیل اور پورا کیا ہوا بسبب ارشاد و تبلیغ) ہمارا طریقہ ہے یا شیعہ کا لطف الٰہی سے جو کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور ان کے دین کی اشاعت سے مطلوب تھا مذہب اہل سنت کو نتیجہ (تکمیل و اتمام) دیا ہے یا مذہب شیعہ کو افادہ فرمایا ہے۔ ایسے امام کا نصب کرنا جو چھپا ہوا ڈرنے والا ہو کہ اپنے مذہب کو لوگوں کے روبرو پیش کرنے پر قادر نہ ہو لطف الٰہی ہے یا ایسے بادشاہ کو تسلط عطا کرنا جو دن کے سورج کی طرح ظہور کرے اور اعلان کے ساتھ اپنے دین کی تقریر کرے اور دنیا کو مشرق سے مغرب تک اپنا فرمانبردار بنائے اس بھاری لطف کی اصل مصلحت زمین کے اطراف میں دین کا شائع ہونا ہے یا ایسے امام کا نصب کرنا جو چھپا ہے اور رسوا ہو جو کہ تمام عالم کے گنہگار رہنے کا سبب ہو۔ الغرض ان بشارات متواترہ کا مدار صرف اسلام کی صورت ہے بغیر حقیقت کے تو وہ لطف نہ ہوگا بلکہ تلبیس ہوگی اور بنی آدم کے گروہوں کے ساتھ (ارادۂ فریب کے بجائے) ارادۂ شر ہوگا۔

سوال اگر تم یہ کہو کہ اس دلیل سے جس کی تم نے تقریر کی ہے مدعا اس وقت ثابت ہوگا جب کہ مخالف اس کے معارضہ میں دوسری دلیل نہ پیش کرے۔ لیکن شیعہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ (۸: ۷۵) اور جو لوگ رشتہ دار ہیں کتاب اللہ میں ایک دوسرے (کی وراثت) کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور حضرت مرتضیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اولوا الارحام (یعنی رشتہ دار) تھے نہ صدیق اکبر اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ (۵: ۵۵) تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایماندار لوگ ہیں جو کہ اس حالت میں نماز کی پابندی کرتے ہیں

واٰئمۂ تفسیر بصریح تصریح بآن کردہ اند کہ اشارت بمرتضیٰ است۔ وقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم یوم الغدیر من کنت مولاہ فعلیؓ مولاہ۔ وقال صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم خرج الیٰ تبوک انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی وقال صلے اللہ علیہ وسلم انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی الحدیث این ہمہ دلالت بر خلافت حضرت مرتضیٰ میدارد و زاد صاحب الاساس من الزیدیۃ حدیث الحسنؓ والحسینؓ امامان قاما او قعدا وابوہما خیر منہما۔

جواب گوئیم ظاہر بجانب ما است زیرا کہ متصل وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم این عزیزان متصدی امر خلافت شدند و جمہور اصحاب احکام خلافت ایشان را قبول نمودند و آثار جلیلہ بر خلافت آن بزرگواران مترتب گشت و ہیچکے رایت خلاف نصب نکرد و اتفاق سواد اعظم البتہ بر حق می باشد و عدول از حق نیست الا بعارض ہوا یا بعلت جہل و وجود این ہر دو در سواد اعظم بغایت بعید است و آنچہ ایشان کردند ہمہ خیر بود بدلالت قرآن و موافقت آن نقل اول سکوت قوم رضا و تسلیم است و حکم مدعی خلاف ظاہر است زیرا کہ حاصل مذہب خصم تفسیق یا تکفیر جمیع امت مرحومہ است خصوصاً طبقۂ اولیٰ از ایشان و ہیچ چیز شنیع تر از آن نتواند بود و آن دعوے نص است بر حضرت مرتضیٰؓ

اور صاف طور پر ائمہ تفسیر نے یہ صراحت کی ہے کہ اس میں اشارہ ہے حضرت مرتضیٰؓ کی طرف۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم الغدیر میں فرمایا ہے۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ یعنی جس کا میں محبوب ہوں علیؓ بھی اس کا محبوب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دن آپ تبوک کے لئے نکلے فرمایا (حضرت علیؓ سے) تو میرے لئے اس درجہ میں ہے جیسے ہارونؑ تھے موسیٰ کے لئے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم میں وہ چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو میرے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے آخر حدیث تک۔ یہ سب چیزیں حضرت مرتضیٰؓ کی خلافت پر دلالت کر رہی ہیں اور صاحب الاساس نے جو (فرقہ شیعہ) زیدیہ میں سے ہے اس حدیث کا اضافہ کیا کہ حسنؓ و حسینؓ دونوں امام ہیں خواہ وہ دونوں کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں اور ان کا باپ ان دونوں سے بہتر ہے۔

جواب ہم کہتے ہیں کہ ظاہر ہماری جانب میں ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متصل یہ عزیز حضرات (شیخینؓ) امر خلافت میں مشغول ہوگئے اور تمام اصحاب نے ان کی خلافت کے احکام کو قبول کیا اور ان بزرگواروں کی خلافت پر عمدہ آثار بھی مترتب ہوئے اور کسی نے خلاف کا جھنڈا بلند نہیں کیا۔ سواد اعظم کا اتفاق یقیناً حق پر ہوتا ہے۔ اور حق سے روگردانی خواہش نفس کے آڑے آجانے سے ہی ہوتی ہے یا جہل کی علت سے اور ان دونوں باتوں کا پایا جانا سواد اعظم میں بہت بعید ہے اور جو کچھ ان حضرات نے کیا قرآن کی دلالت اور اس کی موافقت میں سب خیر تھا۔ پہلی بات یہ ہے کہ قوم کا سکوت رضا اور تسلیم ہے اور دشمن مدعی کا دعوے خلاف ظاہر ہے اس لئے کہ دشمن کے مذہب کا حاصل تمام امت مرحومہ کی تفسیق یا تکفیر ہے خصوصاً امت میں سے طبقۂ اولیٰ کی اور اس سے زیادہ بدترین کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور حضرت مرتضیٰؓ کے حق میں نص کا دعویٰ

و نکیس از صحابہ آن را روایت نہ کرد و نہ خود
مرتضیٰ در خطب و محاورات خود ایراد آن نمود
و نہ از اولاد او اثبات آن ظاہر گردید و مع ہذا
مذہب ایشان ثابت است یعنی حجت معصوم
مفترض الطاعت ، و اگر این معنے ثابت می بود
واجب بود فرقہ از فرق اسلامیہ اعتراف بآن می کرد
باز میگوئیم علامت قوت این مذہب ہمین
است کہ در اوائل ملت نبود بعد ازان شیئاً
فشیئاً ظاہر شدن گرفت بر صفت خوف و
تقیہ و ہر چند زمان قرب بعید آمد آن عقیدہ
محکم می شدن گرفت تا آنکہ کتب و دفاتر پرداختہ
باز میگوئیم سخافت ادلۂ ایشان پیدا است
کہ متشابہات قرآن و سنت را تتبع کردہ تاویلہا
دور از کار اختراع نمودہ کہ سیاق و سباق
ازان ابا می نماید باز نکتہ بیان کنیم اگر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم بفرض محال امری فرمودہ
باشند کہ بر خلافت حضرت مرتضیٰ دلالت
دارد و بعد ازان متصل وفات خطبہ خواندہ در
مناقب صدیق و امامت صلوٰۃ بصدیق تفویض
فرمودند پس این منافی ناسخ حکم پیشین بودہ
است و تصرف آن کلام از ظاہر خود بمعنے
دیگر نمودہ اند و اگر ازین مقام نیز تنزل نمائیم
گوئیم کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اعقل
است از انکہ ندانند کہ ذکر مناقب صدیق اکبر
قریب بوفات وی صلے اللہ علیہ وسلم
و تفویض منصب امامت صلوٰۃ بصدیق در آخر
حال متمسک خلاف خواہد شد پس احتراز ازان لازم است
کہ امساک فرمایند ازان و الا تلبیس و تلبیس
باشد چون امساک نفرمودند دانستیم کہ

اور اصحاب میں سے کسی نے بھی اس کو روایت نہیں کیا اور نہ
خود حضرت مرتضیٰؓ نے اپنے خطبوں یا اپنی مکالمات میں اس کا
ذکر فرمایا اور نہ اُن کی اولاد سے کبھی اس امر کا اثبات ظاہر ہوا
اور اُن کے مذہب کا حاصل یہ ہے کہ اس معنے میں کہ وہ
ایسی حجت ہے جو معصوم ہے کہ اس میں خطا کا احتمال نہیں
اور اس کی فرمانبرداری فرض ہے ، اگر یہ معنے ثابت ہوتے تو
لازمی تھا کہ فرق اسلامیہ میں سے کوئی فرقہ تو اس کا اعتراف
کرتا۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ اس مذہب کی اختراعیت کھلی ہوئی بات
ہے کہ یہ اوّل ملت (یعنی دور اول کے مسلمانوں) میں نہیں
تھا بعد میں بتدریج ظاہر ہوتا خوف اور تقیہ کی صفت پر شروع
ہوا اور جس قدر صدر اوّل سے بُعد ہوتا رہا اس عقیدے نے مستحکم
ہونا شروع کیا یہاں تک کہ کتابیں اور دفتر بن گئے۔ پھر ہم
کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے دلائل کا پھسپھسا پن ظاہر ہے کہ ان
لوگوں نے قرآن و حدیث کے متشابہات کو تلاش کر کے ایسی
دور از کار تاویلیں اختراع کیں کہ کلام کا سیاق و سباق
جن کا انکار کرتا ہے جو تفصیل جن کی منقول ہو چکی ہے وہ ذکر کی
ہے ، پھر ہم ایک نکتہ بیان کرتے ہیں کہ اگر بالفرض آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اوّل امر میں کوئی ایسا کلام فرمایا ہو
جو حضرت مرتضیٰؓ کی خلافت پر دلالت کرتا ہو اور اس کے بعد
متصل وفات کے آپ نے تقریر فرمائی صدیقؓ کے مناقب میں اور
نماز کی امامت بھی صدیقؓ کے سپرد فرمائی تو یہ بعد کا ناسخ
ہوگا پہلے حکم کا ، اُس کلام کو اس کے ظاہر (یعنی ظاہری) معنے
سے پھیرنا ہوگا۔ اگر ہم اس مقام سے بھی نیچے اتر آئیں تو ہم
کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عقل اس سے بالاتر
ہے کہ وہ یہ خیال فرمائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
کے قریب صدیق اکبرؓ کے مناقب کا بیان کرنا اور منصب امامت
نماز اُن کے سپرد کرنا آخر حال میں خلافت کی دلیل بن سکتی
ہے تو آپ کو چاہیے تھا کہ آپ اس سے بچیں ورنہ کہ لبس
اور تلبیس ہو جائے گی۔ لیکن جب آپ اس سے نہیں بچے تو ہم جان

قرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استخلاف
مرتضیٰ نبود باز نکتۂ دیگر بگوئیم در قرآن عظیم
ذکر استخلاف مرتضیٰ بصریح لفظ واقع نشدہ
است ونہ در حدیث مشہور وارد شدہ باعتراف
موافق ومخالف باقی ماند اشارۂ خفیہ کتاب در
حدیث مشہور یا صریح خبر واحد کہ مخالف بروے
آن متفرد است ہرچہ اشارۂ خفیہ است قول
سواد اعظم بصفتے کہ ذکر کردیم منع آن اشارہ
وصرف کلام بغیر آن می تواند کرد باجماع ما
ومخالفینا وخبر واحد کہ در مقابلہ اتفاق کذا
وکذا واقع شود غیر مسموع است باجماع
ما ومخالفینا باز نکتۂ دیگر
گوئیم بسیارے از ادلہ صریح نص نیست
در استخلاف بلکہ بیان استحقاق شخصے
کند استخلاف را وحاصل آن ادلہ آن است
کہ شخصے فی نفسہ کامل است وشروط
خلافت در وے متوفر اگر اتفاق بران واقع
شود آن خلافت راشدہ خواہد بود واین نہ
عین استخلاف است واین ادلہ پیش ما موجود
است برائے ہر یکے از صدیق ومرتضیٰ
ودر مقدمہ معاملہ آنحضرت با خلفاء آنچہ
امراء با منتظر الامارۃ مے کنند قولاً وفعلاً
ذکر کردیم چون فرمانروائی در خارج برائے
شخصے متحقق شد این ادلہ ثبات خلافت راشدہ را
خواہند کرد زیرا کہ خلافت راشدہ دو جزو
دارد یکے فرمانروائی وآن بالحس معلوم
خواہد بود ودیگر اہلیت فرمانروائی
باوصافے کہ خدای تعالیٰ در
استعداد این شخص

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ
قرار دینا نہیں تھی۔ پھر ہم ایک دوسرا نکتہ ذکر کرتے ہیں کہ
قرآن عظیم میں مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ قرار دینے کا ذکر صریح لفظ کے
ساتھ واقع نہیں ہوا اور نہ حدیث مشہور میں وارد ہوا
اور مخالف سب کو اس کا اعتراف ہے۔ باقی رہا کتاب وحدیث
مشہور میں کوئی اشارۂ خفیہ یا صریح خبر واحد کہ جس کی روایت
میں مخالف متفرد (یعنی تنہا) ہے۔ تو جو کچھ اشارۂ خفیہ ہے
سواد اعظم کا قول جس صفت کے ساتھ ہم ذکر کر چکے ہیں وہ اس
اشارے کو منع (یعنی منسوخ) بھی کر سکتا ہے اور کلام کو اس کے دوسرے
معنے کی طرف بھی پھیر سکتا ہے اس پر ہمارا اور ہمارے مخالفین
کا اجماع ہے۔ اور خبر واحد جو ایسے اتفاق کے مقابلہ
میں واقع ہو (جس کی مفصل کیفیت تحریر کی جا چکی ہے) غیر
مسموع ہے اس پر بھی ہمارا اور ہمارے مخالفین کا اجماع ہے
پھر ہم ایک اور نکتہ بیان کرتے ہیں کہ صریح دلائل میں سے
بہت سی استخلاف کے بارے میں نص نہیں ہیں بلکہ کسی
شخص کے استحقاق استخلاف کا بیان کرتی ہیں۔ ان ادلہ کا
حاصل یہ ہے کہ وہ شخص فی نفسہ کامل ہے اور خلافت کی
شرطیں اس شخص میں پوری موجود ہیں اگر اس پر اتفاق واقع ہو جائے
تو وہ خلیفۂ راشد ہوگا۔ اور یہ بات عین استخلاف نہیں
ہے اور اس قسم کی دلیلیں ہمارے سامنے صدیق رض اور مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
دونوں کے لئے موجود ہیں۔ اور مقدمہ میں ہم آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے اس معاملہ کا جو خلفاء رض کے ساتھ آپ ایسی
قسم کا کرتے تھے جو امراء اپنے (ولی عہد) منتظر الامارت کے
ساتھ کرتے ہیں قولاً اور فعلاً ذکر کر چکے ہیں۔ جب ایسے ایک
شخص کے لئے خارج میں فرمانروائی متحقق ہو گئی تو یہ ادلہ
اس کی خلافت راشدہ کا اثبات کریں گی۔ کیونکہ خلافت راشدہ
کے دو جزو ہیں۔ ایک فرمانروائی اور وہ (حسی امر ہے) حس
سے معلوم ہو جائے گا۔ اور دوسرا جزو فرمانروائی کی اہلیت
ان اوصاف کے ساتھ جن کو حق تعالیٰ نے اس شخص کی استعداد میں

ودیعت نہادہ است و آن ہمین نصوص
معلوم خواہد شد و چون فرض واقعی در کسے
متحقق نشدہ ہیں اوتر بر کمال شخص نفسے
دلالت خواہند کرد نہ بر ایجاب خلافت
او پس این دلیل خالی از غرض مستدل
خواہد بود و جملہ این مقالہ بمنزلہ نقض
اجمالی است و اگر مخالف را تنبیہ جملے
است بر طریق تفصیے از اشکالات ایشان
الحال متوجہ جواب تفصیلی می شویم قولہ
تعالیٰ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ
فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اگر انصاف را کار فرمایم
و نظر بسیاق و سباق آیہ برگماریم واضح
تر از رابعۃ النہار معلوم خواہد شد کہ خدا
تعالیٰ درین آیات فضائل مہاجرین و
انصار بیان می فرماید و چون ہمہ در
مرتبہ علیا از است واقع اند امری
تاید بتواصل بایکدیگر شدند مثل یک قبیلہ
بایکدیگر میکنند در انکہ عیادت مریض و
شہود جنازہ وغیر آن و این مرتبہ را از
غیر ایشان آن سلب میفرماید وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ
مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا الآیہ باز در
یک حکم کرد کہ اگر استنصار کنند از عامہ مسلمین
بر کفار لازم است نصر ایشان اگر این نصرۃ
مسلمان نباید فتنہ عظیم برخیزد کہ غلبہ کفار
بر مسلمین است و استیصال مسلمین را شاید بعد
ازین میفرماید و اولوا الارحام بعضہم اولیٰ
ببعض فی کتاب اللہ یعنی وجوب تواصل
بین المہاجرین والانصار تابع تواصل ارحام

ودیعت رکھا ہے اور وہ انہیں نصوص سے معلوم ہوگا اور جب
فرض واقعی کسی شخص میں متحقق نہ ہوگی تو یہ دلائل اُس شخص
کے نفس کمال پر دلالت کریں گی نہ اس کی خلافت کے ایجاب
پر تو اس قسم کی اور سے استدلال کرنے والے کی غرض (جو کہ
ایجاب خلافت ہے) پوری نہ ہوگی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ مقالہ
(جو سپرد قرطاس کیا گیا ہے) اور مخالف کے مقابلہ پر نقض
اجمالی کے مرتبہ میں ہے اور ایک تنبیہ مجمل ہے ان کے اشکالات
سے خلاصی کی راہ نمائی کے لئے۔ اب ہم جواب تفصیلی کی
طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد وَاُولُوا الْاَرْحَامِ
بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ میں اگر ہم انصاف
کو کام میں لائیں اور آیت کے سیاق اور سباق کو پیش نظر
رکھیں تو دوپہر کے سورج کی طرح واضح طور پر معلوم ہو جائیگا
کہ خدا تعالیٰ نے ان آیات میں مہاجرین اور انصار کے فضائل
بیان فرمائے ہیں اور چونکہ سب حضرات اسی کے اونچے مرتبہ
میں واقع ہوئے ہیں تو ایک دوسرے کے ساتھ ایسے میل ملاپ
کا طریقہ لئے ہیں جیسا کہ ایک قبیلہ کے لوگ ایک دوسرے کے
ساتھ رکھتے ہیں عیادت بیمار اور جنازے میں شرکت وغیرہ کی
پابندی کرتے ہیں۔ اور اس مرتبہ تواصل یعنی اس قدر میل
ملاپ کو غیر مہاجرین و انصار سے لزوم کو سلب فرمایا ہے یہ
اس ارشاد سے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا الخ (پ ۱۰ ع ۵)
اور جو لوگ ایمان تو لائے اور ہجرت نہیں کی تمہارا اُن سے
رفاقت کا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں الخ
دوسرا یک حکم یہ ہے کہ اگر عام مسلمانوں میں سے کفار کے مقابلہ میں
مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرنا لازم ہے اگر یہ مدد نہ کی جائیگی
تو ایک فتنہ عظیم اٹھ کھڑا ہوگا کہ کفار کا غلبہ مسلمانوں پر
ہو جائے اور دوسرے مسلمانوں کی بربادی واقع ہو جائے
اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا ہے وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ
یعنی مہاجرین و انصار کے درمیان تواصل یعنی میل ملاپ کا
وجوب تواصل ارحام (یعنی قرابت کے تعلق سے میل ملاپ)

نیست گفتیم کہ توسل ارحام گذارید و توسل
مہاجرین و انصار پیش گیرید بلکہ لزوم وصل
ارحام بر طور خود است حکم غیر منسوخ و توسل
بین المہاجرین والانصار مزاحمت آن نمی‌کند ہر دو
واجب اند و ہر دو مطلوب پس سیاق و سباق
دلالت می‌کند کہ مراد از اُولٰی ببعض صلہ
رحم است نہ توارث و جمعی کہ توارث فہمیدہ اند
آیہ را از سیاق و سباق منقطع ساختہ تکلف کردہ
و درین آیت مخالف را اصلاً جائے ناخن زدن
نیست لیکن تعصب و بغض اہل ایمان را بر تاویل
باطل حمل کردہ گفتند الآیۃ عامۃ فی الامور
کلہا بصحۃ الاستثناء و منہا الامامۃ و علی
من اُولی الارحام دون غیرہ ابو بکر اولیٰ
بخلافۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
و عجب است کہ از اہل عقل این کلام صادر
شود زیرا کہ غایۃ الامر آنست کہ مطلق باشد و
پرسیدہ شود اَولٰی کدام چیز است مثلاً گوئیم
زید مقدم است بر عمرو و سوال متوجہ شود کہ در
علم یا در نسب یا در شجاعت الی غیر ذلک پس
پایا ملازمت اطلاق است یا نہ اول مطلق است
و ثانی مقید مطلق را حوالہ بر قرائن می‌کنند یا قید
را صریحاً ذکر می‌نمایند و صحت استثناء برآن
دلالت نمی‌کند زیرا کہ اگر استثناء باشد مثلاً
گوئیم اَولٰی اِلّا فی کذا آنجا تقدیر مستثنیٰ منہ خواہیم
کرد بقرینہ مستثنیٰ مانند قرأت الا یوم الجمعۃ
معناہ قرأت کل یوم الا یوم الجمعۃ
ودر قلت قرأت

کا ناسخ نہیں ہے۔ ہم نے یہ نہیں کہا کہ تو ارحام (رشتہ داروں) کا
میل جول چھوڑ دو اور مہاجرین و انصار کا توسل اختیار کرو
بلکہ تعلق قرابت کا لزوم اپنے طور پر حسب سابق حکم ہے، منسوخ
نہیں ہوا ہے اور مہاجرین و انصار کا بھائی چارہ، تو اس کے
ساتھ مزاحمت نہیں رکھتا، دونوں واجب ہیں اور دونوں مطلوب
ہیں۔ تو ظاہر سیاق و سباق اس پر دلالت کرتا ہے کہ اُولٰی
ببعض سے مراد صلہ رحم ہے نہ کہ توارث۔ جس جماعت نے اس کا
مطلب توارث سمجھا ہے انھوں نے آیت کو سیاق و سباق سے
منقطع کر دیا ہے تو اس آیت میں مخالف کو قطعاً ناخن مارنے کی
بھی گنجائش نہیں لیکن دلوں کی کجی اور غلبہ ہوائے نفس نے
تاویل باطل پر ابھارا۔ کہتے ہیں کہ آیت عام ہے تمام امور میں
استثناء کی صحت کی وجہ سے اور ان امور میں سے ایک امامت
بھی ہے اور اولوا الارحام میں سے علیؓ ہیں نہ ابوبکرؓ، اس لئے
وہ اولیٰ بخلافت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت
کے زیادہ حقدار ہیں اور تعجب ہے کہ اہل عقل سے یہ کلام صادر ہو
کیونکہ غایت الامر یہ ہے کہ مطلق ہو اور پوچھا جائے کہ (اولیٰ
کس چیز میں ہیں) اس میں ہیں یا اس میں ہیں۔ جیسا کہ ہم کہیں
کہ زید مقدم ہے عمرو پر۔ اور پھر سوال پیدا ہو کہ (کس چیز میں
مقدم ہے) علم میں؟ یا نسب میں؟ یا شجاعت میں؟ الی غیر ذلک
پس در استثناء ملازمت اطلاق کے ساتھ ہے یا نہیں، پہلا مطلق
ہے اور دوسرا مقید۔ مطلق کو قرائن کے حوالے کر دیتے ہیں یا
قید کو صریحاً ذکر کرتے ہیں اور صحت استثناء اس پر دلالت
نہیں کرتی کیونکہ اگر استثناء ہوگا مثلاً یوں کہیں اولیٰ الا فی
کذا وہاں مستثنیٰ منہ کو مقدر کریں گے بقرینہ مستثنیٰ۔ جیسا قرأت
الا یوم الجمعۃ (میں نے پڑھا بجز جمعہ کے دن کے) اس کے
معنے ہیں قرأت کل یوم الا یوم الجمعۃ کے (یعنی میں نے
پڑھا ہر دن میں بجز یوم جمعہ کے) اور اگر ہم صرف قرأت

لہ یہاں یہ نکتہ بھی ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ اس معنے کے لحاظ سے حضرت مرتضیٰؓ کے بجائے حضرت عباسؓ مقدار ٹھہرتے ہیں جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے۔ جس چچا کا موجود ہونا ہے تو اصول وراثت میں بھتیجا محروم ہوتا ہے۔ مترجم

بگوئی تعاور اہل قرابت تا کلالہ تنہا داری اگر چنیں گفتہ
صحیح باشد و لازم آید کہ چوں اہل بیت را
نادر و نایاب عام در میان خود را قسمت نمایند
مثل زنان و دانائی بہ ... ایں جا نکتہ ایست بس
شیریں در عالم دو سنت مسلوک بود یکی طریقہ
انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ علیہم کہ توارث در
نبوت نیست حضرت موسیٰ و ہارون از سبط لاوی
مبعوث شدند و حضرت یوشع از سبط بنی
یامین و حضرت داؤد و سلیمان از سبط یہودا
بہمیں قیاس دیگر طریقہ ملوک چنانکہ در تواریخ
سلاطین ہر کہ معلوم کند ہمیں است کہ پادشاہی
می میرد و یکے از اولاد او در سلطنت می نشیند
و اگر دیگرے پادشاہی مے خواست وارث ملک
را از میان برمی داشت و او دفع می
ساخت تا آنکہ غالب آید و چنیں دولت از
خاندان پادشاہ اول بیروں می رفت و خلافت
نبوت دو احتمال داشت یکے آنکہ بہ نبوت ملحق
شود و توارث دراں جاری نگردد دوم آنکہ
بہ پادشاہی راجع شود بہ مقتضائے طبیعت بشر
توارث دراں جاری کنند اگر بہ نبوت ملحق
سازند کسے را خلیفہ بگیرند کہ متمم کار ہائے
نبوت باشد و اگر بہ پادشاہی گیرند نفوس و طبائع
انسان بہ اقامت توارث میل کنند چوں دیدیم کہ
ہمہ بر خلاف سنت مستمرہ ملوک عمل کردند
دانستیم کہ مراد ایشاں اقامت سنت سالفہ انبیاء
بود و ایں نکتہ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ فرمودہ
است در قصہ استخلاف معاویہ پسر
خود را حیث قال سنۃ کسریٰ و قیصر
بلکہ سنۃ ابی بکر و عمر و اگر از ایں مقام

ہو گئے تو یہ صرف خبر ہو گی کسی بھی قرابت کی اسی طرح بیان
سمجھ لیجئے۔ اور اگر یہ کلام صحیح ہو گا تو لازم آئے گا کہ جب کوئی
امام مرے تو اولوا الارحام امت کو اپنے درمیان بطور مال
کے تقسیم کر لیا کریں اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اور یہ
ایک نہایت قیمتی نکتہ ہے۔ دنیا میں دو طریقے مروج ہیں ایک طریقہ
انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ علیہم کا کہ نبوت میں توارث نہیں ہے
حضرت موسیٰ اور ہارون لاوی کی اولاد میں سے مبعوث ہوئے
اور حضرت یوشع بن یامین کی اولاد میں سے اور حضرت داؤد
اور سلیمان یہودا کی اولاد میں سے۔ اسی طرح ہر ایک ہوتے
انبیاء ہوتے رہے۔ اور ایک طریقہ بادشاہوں کا جیسا کہ بادشاہوں
کی تاریخوں میں تو جس نے تتبع کیا ہے معلوم کیا ہو گا کہ ایک بادشاہ
مرتا ہے اور ایک شخص اس کی اولاد میں سے سلطنت پر بیٹھ جاتا
ہے اور اگر کوئی دوسرا بادشاہی کا خواستگار ہوتا تھا تو وارث
ملک وہ ہو کر جاتے تھے لوگ جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے
اور اس کو دفع کرتے تھے کہ یہاں تک وہ غالب آجاتے اور اس
حالت میں دولت پہلے بادشاہ کے خاندان میں سے باہر نکل جاتی
اور خلافت نبوت میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ نبوت کے ساتھ
ملحق ہو اور اس میں توارث جاری نہ ہو دوسرا یہ کہ بادشاہی
کی طرف راجع ہو اور بمقتضائے طبیعت بشر جس میں توارث
جاری کر دیا۔ اگر نبوت کے ساتھ ملحق کریں گے تو کسی کو خلیفہ بنانا
چاہئے جو نبوت کے کاموں کو پورا کرنے والا ہو۔ اور اگر بعد
بادشاہی کے لیں گے تو لوگوں کے نفوس اور طبائع میراث
کے قائم کرنے کی طرف رغبت کریں گی۔ جب ہم نے دیکھا کہ سب
لوگوں نے اس طریقے کے خلاف عمل کیا جو بادشاہوں میں جاری
تھا تو ہم نے جان لیا کہ ان کی مراد انبیاء کی سنت سابقہ کو
قائم کرنا تھا۔ اس نکتہ کی طرف عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے اشارہ
فرمایا تھا اس قصہ میں جب معاویہ نے اپنے بیٹے کو خلیفہ قرار
دینا چاہا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ یہ کسریٰ اور قیصر کی سنت
ہے ابوبکر اور عمر کی سنت نہیں ہے۔ اور اگر ہم اس مقام

تنزل نمائیم گوئیم کہ ترک عادت مستمرہ بدون
دلیل ہست برآنکہ اینجا دلیلے قوی تر یافتند
برخلاف عادت مستمرہ با وجود رغبت طبائع دران
قولہ تعالیٰ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ
سیاق آیت ذکر مرتدین ہست وجہاد با ایشان و
این معنے باتفاق مفسرین در حق صدیق اکبر است
تا از قتادۃ والضحاک والحسن البصری مروی است
کہ در عالم پیدا شد آن دلیل است بران از میان
مومنین یکیست کہ باور دارد کہ کسی درین مدد استادہ
بوصف جمع رجال نصب قتال با مرتدین نمودہ
باشد سوائے صدیق اکبر ولفظ اِنَّمَا در کلام عرب
برائے دلیل جملہ سابقہ و تحقیق و تثبیت او
مے آید یعنی اے مسلمانان از ارتداد عرب مجموع
مجمعہ ایشان چرا می ترسید طیراز نیست کہ
کارساز شما در حقیقت خدا است کہ الہام مے
کند و تدبیر امور بآن الہام مے فرماید و رسول
او کہ سررشتہ ترغیب بر جہاد او در عالم کوبیدہ
است در دعائے خیر دستگیر امت خود است
و در ظاہر متقین اہل ایمان کہ با قامت صلوٰۃ
و ایتاء زکوٰۃ بوصف نیایش و خشوع
متصف اند و اہلیت تحمل داعیہ الٰہیہ
دارند و خدای تعالیٰ بدست ایشان اتمام
اصلاح عالم مے فرماید پس اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ
بشہادت سیاق و سباق نازل است در باب
صدیق اکبر و تعریض است بار و تابعان
او و اگر بعموم صیغہ تمسک نمائیم
جمیع متقین را شامل است
و ہٰکذا

تنزل کریں تو کہیں گے کہ عادت مستمرہ کا ترک کرنا دلیل ہے
اس بات پر کہ ان کو کوئی ایسی دلیل ملی تھی جو عادت مستمرہ کے
خلاف اور اس سے زیادہ قوی ہے۔ باوجودیکہ اس کی طرف
طبیعتیں رغبت رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اِنَّمَا
وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ (المائدہ: ۵۵۔ جس کو شیعہ نے حضرت مرتضیٰ
کے حق میں بیان کیا) اس آیت کا سیاق مرتدین کا ذکر اور
ان کے ساتھ جہاد ہے اور یہ معنے باتفاق مفسرین حضرت صدیق
اکبرؓ کے حق میں ہیں۔ اس کے قائل ہیں قتادہؓ اور ضحاکؒ اور
حسن بصریؒ اور سب سے بڑی دلیل اس پر وہ حوادث ہیں
جو کہ عالم میں پیدا ہوئے تھے۔ مومنین میں سے کون ہے جو
باور رکھتا ہے کہ کسی بھی مدد وار ذمت میں صدیق اکبرؓ کے
سوا کوئی اور بھی تھا جو یہ وصف رکھتا تھا کہ اس نے لوگوں
کو جمع کر کے مرتدین کے ساتھ قتال کیا۔ اور لفظ اِنَّمَا کلام عرب
میں جملہ سابقہ کی دلیل اور اس کی تحقیق و تثبیت کے لئے
آتا ہے۔ معنے یہ ہوئے کہ اے مسلمانو! عرب کے ارتداد اور ان
کے اجتماع سے تم کیوں ڈرتے ہو سوائے اس کے کچھ نہیں کہ
تمہارا کارساز درحقیقت خدا ہے جو کہ الہام کرتا ہے اور الہام
کے ذریعہ سے تدبیر امور فرماتا ہے اور اس کا رسول کہ جہاد
پر ترغیب کا سلسلہ عالم میں اسی کی ذات سے وابستہ ہے اور
وہ دعائے خیر سے اپنی امت کی مدد کرتا ہے اور ظاہری اسباب
کے ذریعہ) بھی متقین ترکی زبان رہیں جو کہ اقامت صلوٰۃ اور
ایتاء زکوٰۃ اور اس کی حمد و ثنا کرنے کے اوصاف اور خشوع
سے متصف ہیں اور داعیہ الٰہیہ کے تحمل کی اہلیت رکھتے ہیں
اور خدا تعالیٰ ان کے ہاتھ پر اصلاح عالم کی تکمیل فرماتا ہے۔ بہرحال
آیت مذکورہ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ سیاق و سباق کی شہادت سے
صدیق اکبرؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور وہاں کی اور ان کے
تابعین کی طرف تعریض کرتی ہے۔ اور اگر صیغہ کے عموم سے
ہم دلیل پکڑیں تو تمام متقین کو دیکھئے ان سب کو جن سے اس
سلسلہ میں ساتھی متعلق ہوتیں) شامل ہے۔ اور اسی طرح

قال ابوجعفر محمد بن علی الباقر حین قیل لہ انہا
نزلت فی علیؓ قال ہو من المؤمنین اخرجہ
الثعلبی وقال جابر بن عبد اللہ نزلت فی عبد اللہ
ابن سلامؓ اخرجہ ثعلبی ایضاً پس ابن مطہر
را تماشا کن کہ ایں سیاق و سباق را گذاشتہ
در پے ترویج ہوائی باطل خود افتادہ استدلال
کردہ بما سیق لہ بقولہ والذین
آمنوا علی وحدہ و تواتر الخبر بذلک بین
المفسرین واہل التواریخ ورود لفظ جمع
در باب اطلاق العام علی الخاص ونظیرش
قولہ تعالیٰ ہُمُ الَّذِینَ یَقُولُونَ لَا تُنفِقُوا
عَلَیٰ مَنْ عِندَ رَسُولِ اللَّہِ والیٰ غیر ذلک بہا
ابن ابی وحدہ اما تواتر پس ایں قوم را علم
مجہول است معنی تواتر آن است کہ جماعت
عظیمہ کہ تواطؤ ایشان عادۃً بر کذب ممتنع باشد
چیزی ادراک کردہ باشند چنانچہ او خبر دہند از
ادراک خویش ایں است خبر صحیح. و صادق
مصدوق نمی تواند بود ہیچ حدیث مرفوع ثابت
نیست پس جای تواتر و اگر بمسامحہ لفظ تواتر
اتفاق ارادہ کردہ شود آن ہم غیر مسلم است
زیرا کہ من جابر والباقرؓ ایں تاویل امریست
مختلف فیہ تامل می باید کرد واں اگر بر قاعدہ
باشد اتفاقیم و اگر خلاف قاعدہ است رد نمائیم
باز میگوئیم کہ کدام ضرورت پیش آمدہ کہ از لفظ
عام معنی خاص ارادہ نمایند خصوصاً اگر
از لفظ جمع مفرد را مراد باید گرفت ایں قسم
تاویل بعید را قرینہ قویہ می باید و آں
قرینہ کجا است آنچہ غایت تعصب
کار می کند آں است کہ بعض

ابوجعفر محمد بن علی الباقرؒ سے جب کہ ان سے کہا گیا کہ یہ آیت علیؓ
کے بارے میں نازل ہوئی فرمایا کہ وہ بھی ان مؤمنین میں سے ہیں
ثعلبیؒ نے اس کو نقل کیا ہے اور جابر بن عبداللہؓ کا یہ قول ہے کہ
یہ عبداللہ بن سلامؓ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ ان کو ان کی
قوم نے چھوڑ دیا تھا۔ اب ابن مطہر کی کج روی کا تماشا دیکھو کہ
اس سیاق و سباق کو چھوڑ کر اپنی ہوائے باطل کی ترویج کے
کس طرح پیچھے پڑے ہیں۔ اور یہ کہہ دیا کہ قول باری
تعالیٰ وَالَّذِينَ آمَنُوا سے تنہا علیؓ مراد ہیں کیونکہ اس پر مفسرین
و اہل تواریخ کا تواتر واقع ہوا ہے۔ صیغہ جمع سے آیت کا ورود
ہوا۔ یہ اطلاق العام علی الخاص کی قسم میں سے ہے اور اس
کی نظیر یہ ارشاد ہے هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ الخ (۱۳۲)، یہ
وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو۔ اور مراد اس سے
تنہا ابن ابی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ شخص جس تواتر کو سمجھ کر
نکال رہا ہے وہ یہاں نہیں ہو سکتا تواتر کے معنے یہ ہیں کہ ایک
جماعت عظیم کہ جن لوگوں کا عادۃً کذب پر جمع ہونا محال ہو وہ
کسی چیز کو جیسے ادراک کریں اور اسی طرح اپنے ادراک کی خبر دیں۔
یہاں تو یہ بھی کوئی نہیں ہو سکتی خبر صحیح کے صادق و مصدوق
صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور اس بارے میں کوئی حدیث مرفوع
بھی ثابت نہیں تو تواتر کہاں سے آجائے گا اور اگر تواتر کے یہ
اصطلاحی معنے مراد نہ لئے جائیں بلکہ بطور مسامحت لفظ تواتر
بول کر اتفاق مراد لیا جائے تو یہ بھی ممنوع ہی کی حد میں داخل
ہے جیسا کہ حضرت جابرؓ اور باقرؓ سے روایت گزر چکی ہے۔ بلکہ یہ
تاویل خود ایک امر مختلف فیہ ہے اس میں تامل کرنا چاہئے اگر قاعدہ
کے مطابق ہو تو ہم لے لیں اور خلاف قاعدہ ہو تو رد کر دیں پھر
ہم کہتے ہیں کہ کونسی ضرورت پیش آئی کہ لفظ عام سے معنے خاص
مراد لینے چاہئیں بالخصوص جب کہ لفظ جمع کو مفرد مراد لینا ہو تو
اس قسم کی تاویل بعید کے لئے قرینہ قویہ ہونا چاہئے اور ایسا
قرینہ کہاں ہے۔ نظیر کا قائل جو یہ کام کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ بعض

مردم بطریق تعریض حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ را زین
لفظ فہمیدہ و شناختہ و تعریض امر جداگانہ است
غیر تخصیص عام اینجا عام بمعنے عموم خود باقی
است بوجود قرائن و دلالت میکند بر دخول فرد
واحد در عام بلکہ بنا بر سوق کلام بر اتیان ایں لفظ
است چنانکہ در فصل تعریضات بسط نمودہ ولیکن
ایں شخص بسبب قلت معلومات خود آن معنے
را شناخته است بر تخصیص فرد حمل نمودہ آنست
کہ گوئیم کہ اینجا تعریض وقتے راست بیاید کہ و
ہم راکعون حال واقع شود از یؤتون
الزکوۃ باشد و آن قصہ زکوۃ دادن مرتضیٰ
واقع شدہ و کلاہما ممنوع اند بسہ وجہ یکے آنکہ
و ہم راکعون حال واقع شدہ بعد دو جملہ
متناسقہ و داخل در جز صلہ و مشتمل بر ضمیر جمع
کہ فاعل آن ہر دو است پس ظاہر آن است
کہ از ہر دو جملہ حال واقع شدہ باشد و چنیں
معنے مربوط نگردد از یقیمون الصلوٰۃ و ہم
راکعون بخلاف آنکہ گوئیم و ہم خاشعون فیہ
فی ادائے الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ یا گوئیم
یقیمون الصلوٰۃ المفروضۃ و یؤتون
الزکوٰۃ المکتوبۃ و ہم راکعون مواظبون
علے النوافل دوم آنکہ یؤتون صیغہ
مضارع است دلالت مے کند بر
استمرار تجددی پس اگر مقید شود
بحال مے باید کہ چندین دفعہ ایتاء
زکوٰۃ در حین رکوع بعمل آمدہ باشد بیک
بار عادت نمے کند ولا قائل بہ
سیوم آنکہ ترجیح کہ اختیار
کردیم اولیٰ است

لوگ بطریق تعریض اس لفظ سے حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سمجھے ہوں
اور تعریض ایک جدا امر ہے تخصیص عام سے۔ اس جگہ عام اپنے
عموم پر باقی رہتا ہے اس کے باوجود قرائن دلالت کرتے ہیں عام میں
صرف فرد واحد کے داخل ہوسکنے پر بلکہ اس بات پر کہ بات کا یہ
انداز بیان اسی کے لئے تھا جیسا کہ تعریضات کی فصل میں ہم نے
مفصل لکھا ہے۔ لیکن یہ شخص اپنی قلت معلومات کے سبب اس
معنے کا آشنا نہیں ہے اس لئے تخصیص پر محمول کر رہا ہے ہم یہ
کہتے ہیں کہ یہاں تعریض اس وقت صادق آسکتی جب کہ وہم
راکعون حال واقع ہوتا یؤتون الزکوٰۃ سے اور وہ قصہ
جو حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہ واقع ہوا ہو اور یہ دونوں باتیں
ممنوع ہیں تین وجہ سے ایک یہ کہ وہم راکعون حال واقع
ہوا ہے بعد ایسے دو جملوں کے جو ایک ہی نسق پر رکھے ہوئے ہیں
(یعنی یقیمون الصلوٰۃ اور یؤتون الزکوٰۃ) جو صلہ (الذین)
کے احاطہ میں داخل ہیں اور جو مشتمل ہیں ضمیر جمع پر جو کہ ان دونوں
کی فاعل ہے تو ظاہر یہ ہے کہ دونوں جملہ سے حال واقع ہو اور
اور اس صورت میں معنے مربوط نہیں ہوسکتے۔ یہ صورت ہوگی کہ
یقیمون الصلوٰۃ وہم راکعون۔ بخلاف اس کے کہ یوں کہا
جائے کہ وہم خاشعون فیہ فی اقامۃ الصلوٰۃ وایتاء
الزکوٰۃ (وہ اللہ کے لئے عاجزی کرنے والے ہیں نماز قائم رکھنے اور
زکوٰۃ ادا کرنے میں) یا یوں کہا یقیمون الصلوٰۃ المفروضۃ
ویؤتون الزکوٰۃ المکتوبۃ وھم راکعون مواظبون علی
النوافل (فرض نماز قائم رکھتے ہیں اور فرض زکوٰۃ ادا کرتے
ہیں درانحالیکہ وہ رکوع کرنے والے ہیں یعنی نوافل پر مواظبت
رکھنے والے ہیں)۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یؤتون صیغہ مضارع
ہے جو دلالت کرتا ہے استمرار تجددی پر۔ تو اگر یہ حال سے مقید
ہوگا تو چاہیئے کہ بار بار زکوٰۃ دینا رکوع کے وقت عمل میں آیا ہو
اور ایک بار کا عمل استمرار تجددی کے لئے کافی نہیں ہوتا اور
کوئی اس کا قائل نہیں۔ ممنوع ہونے کی تیسری وجہ یہ
ہے کہ جو ترجیح ہم نے اختیار کی ہے وہ تہذیب نفس میں بڑا دخل

در تہذیب نفس واوثق است بکتاب و سنت
زیرا کہ خشوع در وقت صلوٰۃ و صدقہ مطلوب
شرعی است و ہزاران دلیل شرعی بر طلب
آن دلالت مینماید و ہمچنان اقامت بر فرائض
با مواظبت بر نوافل مرغوب است در شریعت و
مدار افضلیت و اکملیت افراد بشر واقع شدہ بخلاف
صدقہ دادن در وقت رکوع کہ ہیچ مناسبت با
مقاصد شرعیہ پیدا نمی کند الا آنکہ فی الجملہ دلالت
دارد بر مسارعت در صدقات و بعضے تحسین عبارت
آن باشد کہ گویند و ہم یتبادرون فی الصدقۃ
خصوصیت رکوع را مطلقا نیست کہ مدح وارد گردد
برای آن و اگر تسلیم نمائیم کہ آیت نازل شدہ است
در شان حضرت مرتضیٰ نہایت دلالت آن آیت
کہ حضرت مرتضیٰ ناصر مسلمین است و الامر کذلک
زیرا کہ خدای تعالیٰ مرتضیٰ را در مشاہد آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم توفیق عظیم کرامت فرمودہ تا امور
عجیبہ از وے بظہور آمد مثل مبارزت در روز
بدر و جنگ احد و قتل عمرو بن عبدود در
غزوۂ خندق و فتح حصن در وقعہ خیبر الے
غیر ذلک و این نصیر مسلمین بود خلافت از
کجا مفہوم شد و اگر شیعہ گویند ولی بمعنی
متصرف است در امور مانند ولی مراۃ در
نکاح و ولی صبی در معاملات او و ضمیر خطاب
برای امت است و ولی امت نمی باشد مگر امام
جواب گوئیم اولاً بنقض اجمالی اگر این آیت دال
است بر امامت او فی الحال پس در حال حیات
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امام باشد
ولا قائل بہ و اگر بمعنی ثانی بعد حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
بہ ما ... بعض گردد زیرا کہ در وقتے

رکھتی ہے اور کتاب وسنت کے ساتھ پوری موافقت رکھتی
ہے اس لئے کہ خشوع نماز کے وقت میں اور صدقہ (دونوں)
مطلوب شرعی ہیں اور ہزاروں دلائل شرعیہ اُن کے مطلوب ہونے
پر دلالت کرتی ہیں اور اسی طرح فرائض کو قائم رکھنا اور نوافل
پر مواظبت شریعت میں ممدوح ہے اور افراد بشر کی افضلیت
و اکملیت کا ان پر مدار واقع ہوا ہے، بخلاف رکوع کے وقت
صدقہ دینے کے کہ کوئی مناسبت مقاصد شرعیہ کے ساتھ اس میں
واضح نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ صدقات میں مسارعت پر فی الجملہ
دلالت رکھے اور اس صورت میں تحسین عبارت یہ ہوگی کہ یوں کہیں
وہم یتبادرون فی الصدقۃ۔ خصوصیت رکوع کا اس میں کوئی دخل
نہیں کہ مدح اس پر وارد ہو۔ پھر اگر ہم تسلیم کرلیں کہ آیت حضرت
مرتضیٰؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے تو زیادہ سے زیادہ دلالت
اس بات پر ہوگی کہ حضرت مرتضیٰؓ مسلمانوں کی مدد دینے والے تھے
اور یہ بات حسب واقعہ ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے مرتضیٰؓ کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مواقع قتال میں توفیق عظیم عطا
فرمائی تھی یہاں تک کہ آپ سے امور عجیبہ کا ظہور ہوا جیسا کہ روز
بدر اور جنگ احد میں آپ کا مقابلہ کرنا اور عمرو بن عبدود کو قتل
کرنا اور غزوۂ خندق میں اور واقعہ خیبر میں قلعہ کا فتح کرنا اور
اس طرح کے بہت واقعات ہیں اور یہ نصیر مسلمین (یعنی مسلمانوں
کی مدد) تھی۔ خلافت کہاں سے مفہوم ہوگئی۔ اور اگر شیعہ یہ
کہیں کہ ولی کے معنے امور میں تصرف کرنے والے کے ہیں جیسا
عورت کا ولی نکاح کے بارے میں اور لڑکے کا ولی اس کے معاملات
کے بارے میں اور ضمیر خطاب کی امت کے واسطے ہے اور امت
کا ولی صرف امام ہی ہوتا ہے۔ تو ہم جواب دیں گے اولاً بنقض اجمالی
اگر یہ آیت حضرت مرتضیٰؓ کی امامت فی الحال پر دلالت کرنے
والی ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کی حالت
میں بھی امام ہوں گے اور اس کا کوئی قائل نہیں۔ اور اگر اس کے
معنے ثانی بعد میں سمجھیں (یعنی خلافت کا ظہور ہوگا اگرچہ کچھ
زمانہ گزرنے کے بعد ہو) تو یہ تو ہماری تائید کرنے کی کیونکہ اس وقت

از اوقات وجود وقت قیام بامر الخلافۃ ممکن بود۔ و ثانیاً لفظ ولایت در قرآن جا بجا آمدہ بمعنی نصرت است۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ الآیۃ۔ و در سورۃ المائدۃ لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ و غیر ذلک نصوصاً و در آیت سیاق و سباق صریح بر معنی نصرت دلالت می نماید زیرا کہ در اول می فرماید يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ الآیۃ و این اشارت بنصرت است بعد از ان میفرماید وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔ و این صریح است در نصرت انصاف باید کرد این دلیل بے نص دلالت بر وجوب خلافت حضرت مرتضیٰ می نماید یا غایتش ہوا دفعاً بالصدر بر آنکہ در و دروازی فرود آوردہ اند قولہ تعالیٰ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ یعنی الخلافۃ و ابوبکر کان ظالماً لانہ

سے کسی وقت (سے ہم وہ وقت مراد لیتے ہیں) جو آپ کے خلافت پر قیام کا وقت تھا اور آپ امام برحق تھے۔ اور دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے جس جگہ لفظ ولایت آیا ہے اس کے معنی نصرت (یعنی مدد) لئے گئے ہیں۔ سورۂ انفال میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا الخ (۸: ۷۲) بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے راستہ میں جہاد بھی کیا اور جن لوگوں نے مہاجرین کو جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو ایمان لائے اور ہجرت نہیں کی تم کو ان کی رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک وہ ہجرت کر کے نہ آجائیں اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں تو تم کو لازم ہے ان کی مدد کرنا الخ اور سورۂ مائدہ میں ہے لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ الخ (۵: ۵۱) اے ایمان والو مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست وہ آپس میں یار و مددگار ہیں ایک دوسرے کے۔ ان کے علاوہ اور بھی ہیں نصوص۔ اس آیت میں سیاق و سباق نصرت کے معنی پر صاف دلالت کر رہا ہے کیونکہ اول یہ فرما کر پھر آگے یہ فرماتے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ الخ (۵: ۵۴) اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی الخ۔ اور یہ نصرت ہی کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ الخ (۵: ۵۶) اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول سے اور ایمانداروں سے سو اللہ کا گروہ بلاشک غالب ہے۔ اور یہ نصرت کے معنی میں صریح ہے۔ انصاف کرو کہ یہ دلیل بھی نص حضرت مرتضیٰؓ کی خلافت کے وجوب پر دلالت کرتی ہے یا بولنے والے شخص کی بیماری ہے اپنے سینہ کو ہلکا کرنے کے لئے دور دراز سے کھینچ کر لئے ہیں اور آیت کو ڈال دیا ہے۔ نویں دلیل (یہ ہے) قولہ تعالیٰ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (۲: ۱۲۴) ارشاد ہوا کہ میرا یہ عہدہ (نبوت) ظلم و زیادتی کرنے والوں کو نہ ملے گا۔ یعنی خلافت اور ابوبکرؓ ظالم تھا کیونکہ

کان کافراً فی اول عمرہ حتی بعث النبی صلے اللہ علیہ وسلم ودعاہ الی الاسلام حاصل قصہ آنست کہ خدای تعالیٰ خطاب فرمود بحضرت ابراہیم علیہ صلوات اللہ وسلامہ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ کریمہ معنی امام پیشوا است نبی باشد یا خلیفہ یا عالم مقتدا لیکن مراد درینجا نبی است بلا شک پس حاصل کلام این است کہ خدای تبارک و تعالیٰ حضرت ابراہیم را نبی ساخت برائے مردمان و مبعوث گردانید و چون مردمان صلوات اللہ علیہ سوال نمود کہ بار خدایا از ذریت من جمعے را انبیاء گردان حق سبحانہ فرمود وعدۂ من یعنی نبوت من ظالمان را نرسد و حکایت این نیز رد است بر مشرکان عرب بالطبع وغیرہ کہ میگفتند لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ چون معنی آیت دانستہ شد پس معلوم گردید کہ اصلا ذکر خلافت نیست و دلالت آیت با مسئلہ خلافت ندارد و ذکر نبوت و وحی است و علی التسلیم لفظ ظالم حقیقۃً بر شخصے منطلق است کہ در وقت وقوع مضمون جملہ ظالم باشد نہ بر شخصے کہ در زمانے قبل او یا بعد او ظالم بود و اطلاق صغیر بر کبیر یا کبیر بر صغیر مجاز است بالاتفاق و ابوبکر صدیق در وقت نیل خلافت ظالم نبود و قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ اصل قصہ آن است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ شد بغزوۂ تبوک

وہ اوائل عمر میں کافر تھا یہاں تک کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور ان کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ اصل قصہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب فرمایا إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ (۲: ۱۲۴) کہ میں تم کو لوگوں کا مقتدا بنانے والا ہوں اور انھوں نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے بھی کسی کسی کو (نبوت دیجیے) ارشاد ہوا کہ میرا یہ عہد (نبوت) خلاف ورزی کرنے والوں کو نہ ملے گا۔ اگرچہ امام کے معنے پیشوا ہیں نبی ہو یا خلیفہ یا عالم مقتدا۔ لیکن بلا کسی شک کے یہاں نبی مراد ہے تو کلام کے معنے یہ ہیں کہ خدائے تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لوگوں کے لئے نبی بنایا اور ان کو لوگوں کی طرف مبعوث کیا اور آپ صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے سوال کیا کہ خدایا میری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو انبیاء بنا لیجیے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میری وحی یا میری نبوت ظالموں کو نہیں پہنچے گی۔ اور اس ماجرا کے بیان کا مقصد مشرکین عرب کے اس قول کا بلیغ طور پر رد کرنا مقصود ہے جو وہ کہتے تھے لَوْلَا نُزِّلَ الخ (۴۳: ۳۱) اور کہتے تھے کہ یہ قرآن (اگر کلام الٰہی ہے تو) ان دونوں بستیوں (مکہ و طائف کے رہنے والوں) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ جب آیت کے معنے معلوم ہو گئے تو ہم کہتے ہیں کہ یہاں قطعاً خلافت کا کوئی ذکر نہیں اور آیت کے دلالت نے مسئلہ خلافت کو چھوا بھی نہیں۔ یہاں مقصد نبوت اور وحی کا ذکر ہے۔ اور بنا بر تسلیم ہم کہتے ہیں کہ لفظ ظالم حقیقۃً ایسے شخص پر بولا جاتا ہے جو کہ مضمون جملہ کے واقع ہونے کے وقت ظالم ہو نہ ایسے شخص پر جو کسی زمانہ میں اس سے پہلے یا بعد میں ظالم ہوا ہو۔ صغیرے کا اطلاق کبیر پر یا کبیر کا صغیر پر بالاتفاق مجاز ہے اور ابوبکر صدیقؓ خلافت ملنے کے وقت ظالم نہیں تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ الخ یعنی کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تیرا مرتبہ میرے ساتھ وہ ہو جو ہارون کا مرتبہ تھا موسیٰ کے ساتھ۔ اصل قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کی طرف متوجہ ہوئے

و حضرت مرتضیٰ را در خانہ گذاشت بسبب مصلحتِ خانہ خود زیرا کہ وجہ ثوثہ طلب بیجا بود حضرت مرتضیٰ را بہم رسید کہ وقت جنگ جدا ہمراہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ شد آنحضرت فرمود الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ اخرج الترمذی والحاکم من حدیث سعد سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لعلی وخلفہ فی بعض مغازیہ فقال علی یا رسول اللہ تخلفنی مع النساء والصبیان فقال لہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبوۃ بعدی حاصل آنست کہ حضرت موسیٰ در وقت غیبت خود نزدیک اسرائیل حضرت ہارون را خلیفہ ساخت پس حضرت ہارون جمع کرد در میان سہ خصلت اول آنکہ از اہل بیت حضرت موسیٰ بود و خلیفہ او بود بعد غیبت وی بود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمچنین مرتضیٰ را خلیفہ ساخت در غزوہ تبوک مرتضیٰ تشبہ پیدا کرد بحضرت ہارون در دو خصلت اول خلافت در وقت غیبت دوم بودن از اہل بیت نہ در خصلت ثالثہ کہ نبوۃ است این معنی با خلافت کبریٰ کہ بعد وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باشد ہیچ علاقہ ندارد زیرا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در ہر غزوہ شخصے را امیر مدینہ مقرر می ساخت خلافت کبریٰ دیگر است و خلافت صغریٰ در وقت غیبت از مدینہ دیگر و دلالت نکند بر آنکہ مرتضیٰ حقیق است بآنکہ تفویض امور بوے نمودہ باشد

اور حضرت مرتضیٰؓ کو اپنی خانگی مصلحتوں کی وجہ سے گھر میں چھوڑا اس کی وجہ سے ایک گونہ ملال حضرت مرتضیٰؓ کے دل میں پیدا ہوا کہ جنگ کے وقت وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ ہوں گے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ وہ ہو جو ہارونؑ کا مرتبہ تھا موسیٰؑ کے ساتھ۔ اخذ کیا ترمذی اور حاکم نے سعد کی حدیث سے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے اور بعض غزوات میں آپ نے ان کو اپنا نائب بنا کر چھوڑ دیا تھا (تو) علیؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور لڑکوں کے ساتھ چھوڑے جاتے ہیں تو ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ وہ ہو جو ہارونؑ کا مرتبہ تھا موسیٰؑ کے ساتھ بجز اس کے کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور کی طرف جاتے وقت اپنی غیر حاضری تک بنی اسرائیل پر حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ بنایا تھا تو حضرت ہارونؑ میں تین خوبیاں جمع ہو گئی تھیں (پہلی) یہ کہ وہ حضرت موسیٰؑ کے اہل بیت میں سے تھے۔ (دوسری) یہ کہ ان کی عدم موجودگی میں ان کے خلیفہ ہو گئے۔ (تیسری) یہ کہ نبی تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب مرتضیٰؓ کو خلیفہ بنایا غزوۂ تبوک میں تو حضرت مرتضیٰؓ نے حضرت ہارونؑ کے ساتھ دو خوبیوں میں مشابہت حاصل کر لی اوّل (یعنی صلے اللہ علیہ وسلم کی) غیبت کے وقت ان کی خلافت دوسری اہل بیت نبوت میں سے ہونا۔ تیسری خوبی جو نبوت تھی اس میں مشابہت نہ ہوئی۔ یہ مفہوم خلافت کبریٰ کے ساتھ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہوگی کوئی ربط نہیں رکھتا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر غزوہ میں کسی شخص کو امیر مدینہ مقرر کرتے تھے خلافت کبریٰ اور بات ہے اور خلافت صغریٰ مدینہ سے غیر حاضری کے وقت میں اور بات۔ اور اگر (یہ ارشاد نبوی) اس بات پر دلالت کرے کہ مرتضیٰؓ اس بات کے حقدار ہیں کہ امور مہمات ان کے سپرد کیا

و چون تب لشکریان معلوم گردید در اثنای رجوع
از حجة الوداع خطبه بر خواند در امر برعایت
صلۂ اہل بیت و در آخر خطبه در بعض
روایات مروی است که زجر فرمود از
خشونت با مرتضیٰ و امر نمود بدوستی او
اخرج مسلم من طریق اسمٰعیل بن ابراہیم عن ابی
حیان عن یزید بن حیان قال انطلقت انا
وحصین بن سبرة وعمر بن مسلم الی
زید بن ارقم فلما جلسنا الیه قال له حصین
لقد لقیت یا زید خیرا کثیرا رأیت رسول
الله صلی الله علیه وسلم وسمعت حدیثه
وغزوت معه وصلیت خلفه لقد لقیت یا زید
خیرا کثیرا حدثنا یا زید ما سمعت من رسول الله
صلی الله علیه وسلم قال یا ابن اخی والله لقد
کبرت سنی وقدم عهدی ونسیت بعض الذی
کنت اعی من رسول الله صلی الله علیه
وسلم فما حدثتکم فاقبلوا وما لا فلا تکلفونیه
ثم قال قام رسول الله صلی الله علیه وسلم
یوما فینا خطیبا بماء یدعی خما بین مکة و
المدینة فحمد الله واثنی علیه ووعظ وذکر
ثم قال اما بعد الا یا ایها الناس فانما انا
بشر یوشک ان یاتی رسول ربی
فاجیب وانا تارک فیکم ثقلین
اولهما کتاب الله فیه الهدی و
النور فخذوا بکتاب الله واستمسکوا
به فحث علی کتاب الله ورغب فیه
ثم قال واهل بیتی اذکرکم الله فی
اهل بیتی اذکرکم الله فی
اهل بیتی

اور جب لشکر والوں کی آپؓ کے ساتھ سرکشی معلوم ہو گئی تو حجۃ الوداع
سے واپسی کے دوران میں آپ ﷺ نے اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک کے
بارے میں ایک خطبہ پڑھا اور آخر خطبہ میں بعض روایات میں مروی
ہے کہ آپ نے حضرت مرتضیٰؓ کے ساتھ تند کلامی پر لوگوں کو جھڑکا
اور ان کے ساتھ دوستی رکھنے کا حکم دیا۔ اخرجہ مسلم نے بروایت
اسمٰعیل بن ابراہیم از ابی حیان از یزید بن حیان: انہوں نے بیان
کیا کہ میں اور حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم زید بن ارقمؓ کے
پاس گئے۔ جب ہم ان کے پاس بیٹھ گئے تو ان سے حصین نے کہا
کہ اے زیدؓ آپ کو خیر کثیر نصیب ہوئی کہ آپ نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ کا کلام سنا اور آپ کے ساتھ
جہاد کیا اور آپ کے پیچھے نماز پڑھی بیشک اے زید آپ کو خیر کثیر نصیب
ہوئی۔ اے زید آپ ہمیں کوئی ایسی بات بیان کیجئے جو آپ نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی۔ زیدؓ نے فرمایا کہ اے بھتیجے
واللہ میری عمر بڑی ہو گئی اور میرا زمانہ پرانا ہو گیا اور میں بعض
وہ باتیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد
کی تھیں بھول گیا ہوں تو جو کچھ میں نے تم سے بیان کیا
اُن کو قبول کرو اور جو نہیں کہیں ان پر مجھے تکلیف نہ دو پھر
کہا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے خطبہ
دینے کے لئے اس مقام پر کھڑے ہوئے جس کو خم کہا جاتا ہے جو مکہ
اور مدینہ کے درمیان ہے تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور
وعظ و نصیحت کی پھر فرمایا اما بعد یاد رکھو اے لوگو! میں ایک بشر
ہوں وہ وقت قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد آ جائے اور میں اس
کی دعوت قبول کروں اور میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں
ان میں سے پہلی کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے تو
کتاب اللہ کو پکڑو اور اس کو سنبھالے رہو تو آپ ﷺ نے کتاب اللہ پر
لوگوں کو ابھارا اور اس کی طرف رغبت دلائی۔ پھر فرمایا اور
دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے
بارے میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے
میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں (کہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے

قال الحصین ومن اہل بیتہ یا زید الیس
نساءہ من اہل بیتہ قال نساءہ من اہل
بیتہ ولکن اہل بیتہ من حرم الصدقۃ بعدہ
قال ومن ہم قال ہم آل علی وآل عقیل
وآل جعفر وآل عباس قال کل ہؤلاء
حرم الصدقۃ قال نعم ۔ ومن طریق محمد
ابن فضیل وجریر عن ابی حیان نحو حدیث
اسمٰعیل ۔ ومن طریق سعید بن مسروق عن
یزید بن حیان نحوہ ۔ این قدر خود صحیح
است مذکور در صحیح مسلم در زیادۃ قصہ
امر ناس بموالاۃ مرتضیٰ اینجا مذکور نیست
واہل حدیث دران زیادۃ مختلف اند
طائفہ صحیح دانند و طائفہ غریب
مطلق و میل بندہ ضعیف آن است کہ
این زیادۃ نیز صحیح است لیکن نہ
بدرجہ حدیث مسلم ۔ اخرج الحاکم من
طریق سلیمان الاعمش عن حبیب بن
ابی ثابت عن ابی الطفیل عن زید بن
ارقم قال لما رجع رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم من حجۃ الوداع ونزل غدیر
خم امر بدوحات فقممن قال کانی قد
دعیت فاجبت انی قد ترکت فیکم
الثقلین احدہما اکبر من الآخر کتاب اللہ
تعالیٰ وعترتی فانظروا کیف تخلفونی
فیہما فانہما لن یتفرقا حتی یردا
علی الحوض ثم قال ان اللہ عز
وجل مولای وانا ولی کل
مومن ثم اخذ بید علی رضی
اللہ عنہ فقال من کنت ولیہ

میرے اہل بیت کے ساتھ نیک برتاؤ کرو)۔ تو ان سے حصین نے
کہا کہ اے زید! اہل بیت نبی کون ہیں۔ کیا آپ کی بیبیاں آپ کی
اہل بیت میں سے نہیں۔ زید بن ارقم نے کہا کہ آپ کی بیبیاں آپ
کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن (در حقیقت) آپ کے اہل بیت وہ
ہیں کہ آپ کے بعد جن پر صدقہ لینا حرام کیا گیا۔ حصین نے کہا کہ
وہ کون ہیں؟ زید نے فرمایا کہ وہ آل علی اور آل عقیل و آل جعفر
اور آل عباس ہیں۔ حصین نے کہا کیا ان سب پر صدقہ لینا حرام
ہے؟ زید نے کہا ہاں! اور بروایت محمد بن فضیل اور جریر
از ابی حیان مثل حدیث اسمٰعیل (مذکورہ بالا)۔ اور بروایت
سعید بن مسروق از یزید بن حیان۔ اسی طرح۔ اتنی بات تو
بلاشبہ صحیح ہے جو صحیح مسلم میں مذکور ہے اور حضرت مرتضیٰ
کی موالاۃ کے قصہ کا اضافہ یہاں مذکور نہیں ہے۔ اور اس اضافہ
کے بارے میں اہل حدیث مختلف الرائے ہیں ایک جماعت نے صحیح
قرار دیا اور ایک جماعت نے غریب مطلق۔ اور بندہ ضعیف کا
رجحان یہ ہے کہ یہ اضافہ بھی صحیح ہے۔ لیکن حدیث مسلم کے
درجہ میں نہیں۔ تخریج کیا حاکم نے بروایت سلیمان الاعمش از
حبیب بن ابی ثابت از ابی الطفیل از زید بن ارقم۔ کہا جب کہ
واپس ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے
اور اترے غدیر خم میں، تو آپ نے حکم دیا [illegible] کے متعلق
تو ان کو صاف کر دیا گیا۔ (جن پر آپ نے مع اصحاب آرام
فرمایا پھر آپ نے ایک خطبہ دیا جس کے دوران میں) آپ نے
فرمایا گویا کہ میں بلایا گیا ہوں اور جواب قبول بھی دے چکا ہوں
تحقیق تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں! ان میں سے ایک
دوسرے سے بڑی ہے۔ کتاب اللہ اور میرے اہل بیت۔ اور دیکھو
کہ ان دونوں کے ساتھ میرے بعد تمہیں کیا معاملہ کرنا ہے۔ یہ
دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے
پاس حوض پر وارد ہوں گے۔ پھر آپ نے فرمایا بیشک اللہ عزوجل
میرا مولا یعنی حبیب ہے اور میں دوست قریبی ہوں ہر مومن کا۔ پھر
آپ نے علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا پھر فرمایا کہ جس کا دوست میں ہوں

فلذا ولیہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وذکر الحدیث بطولہ

(و) اخرج الحاکم من طریق سلمۃ بن کہیل عن ابیہ عن ابی الطفیل انہ سمع زید بن ارقم یقول نزل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بین مکۃ والمدینۃ عند شجرات خمس دوحات عظام فکنس الناس ما تحت الشجرات ثم راح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عشیۃ فصلی ثم قام خطیبا فحمد اللہ واثنی علیہ وذکر ووعظ فقال ما شاء اللہ ان یقول ثم قال ایھا الناس انی تارک فیکم امرین لن تضلوا ان اتبعتموھما وھما کتاب اللہ واھل بیتی عترتی ثم قال اتعلمون انی اولی بالمؤمنین من انفسھم ثلاث مرات قالوا نعم فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من کنت مولاہ فعلی مولاہ (و) اخرج الحاکم عن بریدۃ رضی اللہ عنہ قال غزوت مع علی الیمن فرأیت منہ جفوۃ فقدمت علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فذکرت علیا فتنقصتہ فرأیت وجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یتغیر فقال یا بریدۃ الست اولی بالمؤمنین من انفسھم قلت بلی یا رسول اللہ فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ

(و) اخرج

یہ بھی اس کا دوست ہے جسے اللہ آپ ہی سے محبت کیجئے جو علیؓ سے محبت کرے اور اس شخص سے دشمنی کا معاملہ کیجئے جو اس سے دشمنی کرے اور ذکر کیا (زید بن ارقمؓ نے) حدیث کو اس کی تفصیل کے ساتھ۔

اور روایت کیا حاکم نے بروایت سلمہ بن کہیل از کہیل از ابی الطفیل کہ انھوں نے زید بن ارقمؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ اترے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان نزدیک پانچ بڑے درختوں کے پانچ بڑے دوحات میں تو لوگوں نے سمرات[1] کے نیچے کی زمین پر جھاڑو دیدی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا عشا تک پھر نماز پڑھی پھر آپ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ اور اللہ کی حمد وثنا کی اور اللہ کا ذکر اور وعظ کہا۔ اور جو اللہ کو منظور تھا کہ آپ کہیں وہ آپ نے کہنے کے بعد فرمایا اے لوگو میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں اگر تم نے ان دونوں کا اتباع کیا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ دونوں کتاب اللہ ہیں اور میرے اہل بیت اور عترت یعنی خاص اقربا ہیں پھر آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں مؤمنین کے ساتھ ان کے نفسوں سے بھی زیادہ تعلق رکھتا ہوں۔ یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا (ہر مرتبہ) لوگوں نے کہا نعم یعنی بیشک۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جس کا مولا ہوں علیؓ بھی اس کا مولیٰ ہے (یعنی ولی الامحبوب) اخذ کیا حاکم نے۔ بریدہ اسلمیؓ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے یمن کی طرف علیؓ کی معیت میں جہاد کیا وہاں میں نے ان سے ترشی دیکھی پھر جب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو میں نے علیؓ کا ذکر کیا اور ان کی برائی بیان کی۔ تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو متغیر ہوتے ہوئے دیکھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے بریدہ کیا میں مؤمنین کے ساتھ ان کے نفسوں سے زیادہ تعلق والا نہیں ہوں؟ میں نے کہا کہ بیشک یا رسول اللہ پھر آپ نے فرمایا کہ میں جس کا مولا ہوں علیؓ بھی اس کا مولا ہے۔ اخذ کیا

[1] سمرہ ایک خاردار درخت ہے کیکر کے مشابہ جس پر بیری بھی لگتی ہے جو اہل عرب کھاتے ہیں ۱۲ مترجم عفی عنہ یاد رہے کہ مشہور قول یہی ہے کہ عترت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ان اہل بیت کو کہتے ہیں جن پر زکوٰۃ لینا حرام ہے۔

الحاکم والترمذی نحوه عن عمران بن حصین قال
بعث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سریۃ
واستعمل علیہم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
فمضی علی فی السریۃ فاصاب جاریۃ فانکروا
ذلک علیہ فتعاقد اربعۃ من اصحاب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اذا لقینا النبی صلے اللہ علیہ
وسلم اخبرناہ بما صنع علی قال عمران وکان
المسلمون اذا قدموا من سفر بدأوا برسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم فنظروا الیہ وسلموا علیہ
ثم ینصرفون الی رحالہم فلما قدمت
السریۃ سلموا علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فقام احد الاربعۃ فقال یا رسول اللہ الم تر
الی علی صنع کذا فاعرض عنہ ثم قام
الثانی فقال مثل ذلک فاعرض عنہ ثم قام
الثالث فقال مثل ذلک فاعرض عنہ ثم
قام الرابع فقال یا رسول اللہ الم تر
الی علی صنع کذا وکذا فاقبل علیہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و
الغضب فی وجہہ فقال ما تریدون من
علی ان علیا منی وانا منہ وہو
ولی کل مؤمن واخرج الحاکم عن عمرو
بن شاس الاسلمی وکان من اصحاب الحدیبیۃ
قال خرجنا مع علی رضی اللہ عنہ الی الیمن
فجفانی فی سفرہ ذلک حتی وجدت
فی نفسی فلما قدمت اظہرت شکایتہ
فی المسجد حتی بلغ ذلک
رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم قال فدخلت المسجد

حاکم نے اور ترمذی نے بھی اسی طرح۔ مروی ہے عمران بن حصین
سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا
اور اس پر امیر بنایا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اور علی
سریہ میں بڑھے جاتے تھے کہ انھوں نے ایک جاریہ پر اپنا قبضہ
کر لیا ان کی یہ بات لوگوں کو ناگوار ہوئی اس کے بعد اصحاب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے چار نے باہم عہد کر لیا
کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملیں گے تو جو کچھ علی
نے کیا ہے اس کی ہم آپ کو خبر دیں گے۔ عمران کہتے ہیں اور مسلمانوں
کا یہ معمول تھا کہ جب سفر سے آیا کرتے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم سے شروع کرتے اور آپ کی طرف دیکھتے اور آپ کو سلام
کرتے پھر اپنے کجاووں کی طرف واپس ہوتے تو جب سریہ آیا تو
لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو ان چاروں
میں سے ایک کھڑا ہوا اور بولا یا رسول اللہ کیا آپ کو علم نہیں
ہے کہ علی نے ایسا کیا تو آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ پھر دوسرا کھڑا
ہوا تو اس نے بھی ایسا ہی کہا تو آپ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا
پھر تیسرا کھڑا ہوا اور اس نے بھی وہی کہا۔ اس سے بھی آپ نے
منہ پھیر لیا۔ پھر چوتھا کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ علی نے
ایسا اور ایسا کیا تو اس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
متوجہ ہوئے اور آپ کے چہرے پر غضب کے آثار تھے اور آپ نے
فرمایا کہ تم لوگ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا ارادہ رکھتے ہو۔ بیشک علی
مجھ سے ہے اور میں اس سے (یعنی نہ میں علی کو چھوڑ سکتا ہوں
اور نہ علی مجھے چھوڑ سکتا ہے) اور وہ ہر مومن کا قریبی دوست
ہے۔ انتہی۔ اور حاکم نے روایت کی ہے عمرو بن شاس اسلمی سے
اور وہ اصحاب حدیبیہ میں سے تھے کہا کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کے
ساتھ یمن کی طرف گئے تو انھوں نے اس سفر میں مجھے تکلیف
پہنچائی یہاں تک کہ میرے دل میں رنج پیدا ہو گیا۔ جب میں مدینہ
آیا تو میں نے مسجد میں لوگوں کے سامنے ان سے جو شکایت
تھی اس کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ یہ بات رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم تک پہنچ گئی۔ عمرو نے کہا کہ میں اگلے دن صبح کو مسجد میں

ذات غداة ورسول الله صلى الله عليه وسلم في ناس من اصحابه فلما رآني ابدّني عينيه قال يقول حدّد الي النظر حتى اذا جلست قال يا عمرو اما والله لقد آذيتني فقلت اعوذ بالله ان اؤذيك يا رسول الله قال بلى من آذى عليا فقد آذاني. واخرج الحاكم عن ابي سعيد الخدري شكى الناس عليّ بن ابي طالب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام فينا خطيبا فسمعته يقول ايها الناس لا تشكوا عليا فوالله انه لأخيشن في ذات الله او في سبيل الله. واخرج الترمذي عن البراء قال بعث النبي صلى الله عليه وسلم جيشين وأمّر على احدهما علي بن ابي طالب وعلى الآخر خالد بن الوليد وقال اذا كان القتال فعلي قال فافتتح علي حصنا فأخذ منه جارية فكتب معي خالد كتابا الى النبي يشي به قال فقدمت على النبي صلى الله عليه وسلم فقرأ الكتاب فتغير لونه ثم قال ما ترى في رجل يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله قال قلت اعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله وانما انا رسول فسكت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائی معالجہ این داء عضال صبالغہ بکار بردہ و تہدیدات شدیدہ فرمودہ از آنجملہ فرمودہ من سب علیاً فقد سبنی

داخل ہوا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت میں موجود تھے تو جب آپ نے مجھے دیکھا تو اپنی دونوں آنکھوں کو مجھ پر جما دیا۔ راوی نے کہا کہ ان کا یہ کہنا تھا کہ آپ نے میری طرف تیز نظر سے دیکھا۔ یہاں تک کہ جب میں بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے عمرو! خبردار ہو جا تو نے مجھے اذیت پہنچائی۔ میں نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ آپ کو اذیت پہنچاؤں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کیوں نہیں جس نے علیؓ کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔ اخذ کیا حاکم نے روایت کیا ابو سعید خدریؓ سے کہ لوگوں نے علیؓ بن ابی طالب کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ ہمارے سامنے بحیثیت خطیب کھڑے ہوئے تو میں نے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ لوگو علیؓ کی شکایت نہ کرو۔ واللہ وہ اللہ کی ذات یا فرمایا کہ اللہ کی راہ کے بارے میں کچھ تشدد ہے۔ اخذ کیا ترمذی نے مروی ہے براء سے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر بھیجے اور ان میں سے ایک پر امیر بنایا علیؓ بن ابی طالب کو اور دوسرے پر خالد بن الولید کو اور فرمایا کہ جب قتال ہو تو علیؓ (تم سب لشکر کے) امیر ہوں گے (براءؓ نے) کہا کہ پھر علیؓ نے ایک قلعہ فتح کیا اور (غنیمت میں سے) ایک جاریہ لے لی اس کے بعد خالدؓ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خط لکھ کر میری معرفت بھیجا جس میں علیؓ کی مخبری کی تھی۔ براءؓ نے کہا کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ خط لیکر پہنچا جب آپ نے وہ خط پڑھا تو آپ کا رنگ بدل گیا۔ پھر فرمایا کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے جو محبت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اللہ کے غضب سے اور اس کے رسول کے غضب سے میں تو صرف ایک ایلچی ہوں۔ تو آپ خاموش ہو گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس لا علاج بیماری کے معالجہ کے لئے بڑی کوششیں فرمائی ہیں اور سخت تنبیہات بھی کی ہیں۔ ان میں سے یہ ہے کہ فرمایا جس نے علیؓ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی

اخرجه الحاکم من حدیث ام سلمة و آزان جملہ است فرمودہ بحضرت مرتضیٰ من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن اطاعک فقد اطاعنی ومن عصاک فقد عصانی اخرجه الحاکم من حدیث ابی ذر و آزان جملہ حب علی آیۃ الایمان و بغض علی آیۃ النفاق اخرجه الحاکم و فرمود یا علی طوبی لمن احبک و صدق فیک وویل لمن ابغضک وکذب فیک واین ہمہ الفاظ متقارب المعنی است و اوقات ورود آن نیز متقارب بودہ است چون این حدیث و سبب ورود آن منقح شد حالا باصل سخن متوجہ شویم تا حق اہل بیت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ است ان ابر البر صلۃ الرجل اہل ود ابیہ اخرجه مسلم من حدیث ابن عمر شک نیست چون صلہ اہل ود پدر مطلوب شد صلہ اقارب حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم بالاولیٰ مطلوب است و معقول المعنی است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم البتہ بآن فرمودہ و عباس و اولاد او و ازواج طاہرات آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ درین امر داخل اند عن عبد المطلب ابن ربیعۃ ان العباس دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغضبا وانا عندہ فقال ما اغضبک قال یا رسول اللہ ما لنا ولقریش اذا تلاقوا بینہم تلاقوا بوجوہ مبشرۃ واذا لقونا لقونا بغیر ذلک فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی

اس کو اخذ کیا حاکم نے حدیث ام سلمہؓ سے۔ اور ان میں سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مرتضیٰؓ کو خطاب فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے تیری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے تیری نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ اس کو حاکم نے اخذ کیا ابوذرؓ سے۔ اور ان میں سے یہ ہے کہ علیؓ کی محبت ایمان کی علامت ہے اور علیؓ سے بغض نفاق کی علامت ہے اس کو حاکم نے اخذ کیا۔ اور فرمایا اے علیؓ مبارک ہے وہ شخص جس نے تجھ سے محبت کی اور بدانجام ہے وہ شخص جس نے تجھ سے بغض رکھا اور تجھ پر جھوٹ بولا۔ اور یہ تمام الفاظ قریب معنے کے ہیں اور ان کے فرمانے کے اوقات بھی قریب قریب ہیں۔ جب یہ حدیث اور اس کا سبب ورود منقح ہو گیا تو اب ہم اصل بات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اہل بیت کے حق کے بارے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت بڑی نیکی یہ ہے نیک برتاؤ کرنا اپنے باپ سے محبت کرنے والوں کے ساتھ اس کو اخذ کیا مسلم نے حدیث ابن عمرؓ سے۔ اور اس میں شک نہیں کہ جب باپ سے محبت کرنے والوں کے ساتھ نیک برتاؤ مطلوب شرعی ہے تو حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدرجۂ اولیٰ مطلوب ہے اور یہ بات قرین عقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائیں اور حضرت عباسؓ اور آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور ازواج طاہرات سب اس امر میں داخل ہیں۔ عبد المطلب ابن ربیعہ سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ) عباسؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غصہ سے بھرے ہوئے آئے اور میں آپ کے پاس موجود تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ آپ کو کس بات پر غصہ آرہا ہے۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے ساتھ قریش کا یہ کیا معاملہ ہے کہ جب یہ لوگ باہم ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو بکشادہ پیشانی ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو ان کا حال بدل جاتا ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو غصہ آگیا یہاں تک کہ

أخرجه ... ثم قال والذي نفسي بيده لا يدخل قلبَ رجلٍ الإيمانُ حتى يحبكم لله ولرسوله ثم قال أيها الناس من آذى عمي فقد آذاني فإنما عم الرجل صنو أبيه. أخرجه الترمذي. وعن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول لنسائه إن أمركن مما يهمني من بعدي ولن يصبر عليكن إلا الصابرون الصديقون قالت عائشة يعني المتصدقين ثم قالت عائشة لأبي سلمة بن عبد الرحمن سقى الله أباك من سلسبيل الجنة وكان ابن عوف قد تصدق على أمهات المؤمنين بحديقة بيعت بأربعين ألفا. أخرجه الترمذي. وعن أم سلمة قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لأزواجه إن الذي يحنو عليكن بعدي هو الصادق البار اللهم اسق عبد الرحمن بن عوف من سلسبيل الجنة. رواه أحمد. و معنی جمع در کتاب و غیره آن است تا دانسته شود که ایمان بجناب الله واجب است و اداء حقوق اقارب و ازواج آنحضرت صلی الله علیه وسلم نیز واجب است و سیاق این کلام قریب بسیاق این حدیث است من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلیکرم ضیفه. و این معنی از لفظ مسلم در حدیث زید بن ارقم که جمع الفاظ او است ظاهر است لا خفاء [illegible] تا مذهب برائے مرتضیٰ

آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کسی شخص کے قلب میں ایمان داخل نہ ہوگا جب تک کہ وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کے لئے محبت کرے۔ پھر آپ نے (دوبارہ) فرمایا کہ اے لوگو! جس نے میرے چچا کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی کیونکہ کسی شخص کا چچا باپ کی ایک شاخ (یعنی باپ کے مرتبہ میں) ہے۔ اس کو اخذ کیا ترمذی نے اور مروی ہے حضرت عائشہؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) اپنی بیویوں سے فرماتے تھے کہ تمہارا معاملہ میرے بعد میرے اہم امور میں سے ہے تمہاری خدمت پر کمربستہ کوئی نہ ہوگا بجز صابروں کے اور چند لوگوں کے عائشہؓ نے کہا کہ آپ کی مراد (راہ اللہ) خرچ کرنے والوں سے تھی۔ پھر فرمایا عائشہؓ نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن (بن عوف) سے کہ اللہ تیرے باپ کو جنت کی (نہر) سلسبیل سے سیراب کرے اور ابن عوفؓ نے امہات المؤمنین پر ایک بڑا باغ صدقہ کیا تھا جو چالیس ہزار میں فروخت ہوا تھا۔ اخذ کیا اس کو ترمذی نے۔ اور ام سلمہؓ سے مروی ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ اپنی ازواج سے فرماتے تھے کہ جو شخص میرے بعد تم سے سخاوت کا معاملہ کرے گا وہ صادق اور نیک کردار ہوگا۔ اے اللہ عبد الرحمن بن عوفؓ کو سلسبیل جنت سے سیراب کر۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔ اور کتاب اللہ اور اس کے ساتھ دوسروں کو جمع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ جب تک کتاب اللہ پر ایمان لانا واجب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب و ازواج کے ساتھ حسن سلوک بھی واجب ہے۔ اور اس کلام کا سیاق اس حدیث کے سیاق کے قریب ہے کہ جو شخص تم میں سے اللہ اور یوم قیامت پر ایمان لاتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ اور یہ معنے زید بن ارقم کی حدیث میں مسلم کے الفاظ سے جو ان کے سب سے زیادہ جامع الفاظ ہیں ظاہر ہیں۔ اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔ رہا حضرت مرتضیٰؓ

۱؎ یہ تخریج اس حدیث سے متعلق ہے جو گزر چکی ہے کہ میں تم میں دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کتاب اللہ اور اپنے اہل بیت کو جو زید بن ارقم نے روایت کی ہے ۱۲ مترجم

اگر مولیٰ بمعنی اولیٰ باشد یاد ر لفظ ذکر اولیٰ آمدہ باشد ہنوز دار و گیر باقی است از کجا کہ ولایت در تصرف امور تکبیہ مراد است ۔

(الغرض) اگر مولیٰ بمعنی اولیٰ ہو یا کسی حدیث کے الفاظ میں ذکر اولیٰ کا آبھی گیا ہو تو پھر بھی یہ گرفت کرنے کا موقع موجود ہے کہ ولایت کو امور تکبیہ میں تصرف کرنے معنے میں مراد کہاں سے لے لیا گیا ۔

فصل ششم

در تفضیل شیخینؓ

و این مطلب مبیّن می شود بادلۂ نقلیہ و ادلۂ عقلیہ لہٰذا این فصل را بدو قسم منقسم ساختیم

مقصد اوّل

در ادلۂ نقلیہ باید دانست کہ تفضیل شیخینؓ بر سائر صحابہ ثابت است بدلالت کتاب و بتصریح احادیث سنیہ و باجماع امت و بتلازم میان استخلاف شخص بخلافت خاصہ و افضلیت او با رعیت خویش و لہٰذا مقصد اول را منقسم ساختیم بر چہار مسلک۔

مسلک اوّل در دلالت کتاب اللہ بر افضلیت صدیق اکبرؓ بر سائر امت خدای تعالیٰ تمام صحابہ را در یک مرتبہ ننہادہ است بلکہ بعض را بر بعض فضل دادہ و از استقراء ادلۂ شرع معلوم می شود کہ این فضیلت بدو وجہ در شریعت معتبر است یکی باعتبار سوابق اسلامیہ دوم باعتبار صفات نفسانیہ کہ صدیقیت و شہیدیت و حواریت از آنجملہ است و تبیین مراتب سابقین و ابرار از آن صفات نیز از آیات و احادیث بسیار مستنبط می شود کہ صباحت جمال و کثرت مال و ترتیب نسب اثری در این فضیلت ندارد قال اللہ تعالیٰ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ

فصل ششم

فضیلت شیخینؓ کے اثبات میں

اور اس مطلب کو واضح کیا جائے گا ادلۂ نقلیہ اور ادلۂ عقلیہ[1] سے اور اسی بنا پر اس فصل کو ہم دو قسموں پر منقسم کرتے ہیں۔

مقصد اوّل

(یہ پہلی قسم کا عنوان ہے) ادلۂ نقلیہ میں۔ جاننا چاہیے کہ شیخینؓ کی فضیلت تمام صحابہؓ پر ثابت ہے بدلالت قرآن و بدلالت سنت سنیہ تصریح کے ساتھ اور اشارات کے ساتھ اور اجماع امت سے اور کسی شخص کے بخلافت خاصہ استخلاف اور اس کے اپنی رعیت پر افضل ہونے میں لازم و ملزوم کی نسبت ہونا لہٰذا مقصد اول کو ہم نے چار مسلک پر منقسم کیا۔

مسلک اوّل کتاب اللہ کا دلالت کرنا اس پر کہ صدیق اکبرؓ کو تمام امت پر افضلیت ہے۔ خدا تعالیٰ نے تمام صحابہؓ کو ایک مرتبہ میں نہیں رکھا ہے بلکہ بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ دلائل شرعیہ پر تفصیلی نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فضیلت دو وجہ سے شریعت میں معتبر ہے۔ ایک سوابق اسلامیہ کے اعتبار سے دوسری نفسانی صفات کے اعتبار سے جن میں سے صدیقیت اور شہیدیت اور حواریت ہیں۔ اور سابقین و ابرار کے مراتب کا جدا جدا ہونا اسی سبب سے ہے اور نیز بہت سی آیات اور احادیث سے مستنبط ہوتا ہے کہ جمال کی خوبی اور مال کی کثرت اور نسب کی ترتیب ان میں اور صفات اس فضیلت میں بے اثر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ (پ ۲۲ ع ۱۲، ۳۷، ۳۴)

[1] دوسری قسم ادلۂ عقلیہ کسی مطبوعہ نسخہ میں موجود نہیں ہے اس کو طبع کرنے والے آخر جلد میں ملحق کر دیا ہے جس کا انشاء اللہ ترجمہ ہو کر ملحق کیا جائے گا۔

[2] ادلۂ عقلیہ در تفضیل مقصد دوم جو بجائے خود ایک تصنیف ہے الگ چھپ چکا ہے۔ اس جلد کے آخر میں شامل ہے۔ (ناشر)

بالتی تقربکم عندنا زلفی الا من آمن وعمل صالحا وقال وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم وقال المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا وخیر املا عن سہل بن سعد قال مر رجل علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال لرجل عندہ جالس ما رأیک فی ھذا فقال رجل من اشراف الناس ھذا واللہ حری ان خطب ان ینکح وان شفع ان یشفع قال فسکت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم مر رجل فقال لہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما رأیک فی ھذا فقال یا رسول اللہ ھذا رجل من فقراء المسلمین ھذا حری ان خطب ان لا ینکح وان شفع ان لا یشفع وان قال ان لا یسمع لقولہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ھذا خیر من ملء الارض مثل ھذا متفق علیہ انا وھم سوابق المسلمین حق تعالے می فرماید لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاہدون فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم فضل اللہ المجاہدین باموالہم

تمہارے اموال اور اولاد ایسی چیزیں نہیں جو درجے میں تم کو ہمارا مقرب بنادے (یعنی موجب قرب کی بھی نہیں) مگر ہاں جو ایمان لاوے اور اچھے کام کرے (یہ دونوں چیزیں البتہ موجب قرب ہیں) اور فرمایا وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا الخ (۲۶ ۱۳) اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ اور فرمایا اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ (۱۵ ۱۸) مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق ہے اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی (ہزار درجہ) بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی (ہزار درجہ) بہتر ہیں۔ سہل بن سعد سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرا تو آپ نے ایک شخص سے جو آپ کے پاس بیٹھا تھا فرمایا کہ اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے تو اس نے کہا کہ یہ شریف لوگوں میں سے ہے۔ یہ واللہ اس قابل ہے کہ اگر پیغام نکاح بھیجے تو اس سے نکاح کردیا جائے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے۔ کہا کہ یہ سنکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔ پھر ایک اور شخص گزرا تو اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے تو اس شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ فقراء مسلمین میں سے ہے یہ اس قابل ہے کہ اگر پیغام نکاح بھیجے تو نہ کیا جاوے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش نہ قبول کی جاوے اور اگر کچھ کہے تو اس کی بات کو نہ سنا جاوے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس جیسے آدمیوں سے زمین بھرجائے تو یہ ان سب سے افضل ہوگا۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ یہی وجہ سوابق اسلام خدا تعالے فرماتا ہے لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ الخ (۵ ۱۰ ۱۱) برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اللہ تعالے نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے اموال

وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ، دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

خدائے تعالیٰ درین آیت افادہ مے فرماید کہ صحابہ بریک طبقہ نیستند بلکہ بعض ایشان افضل از بعض اند و افضل جہاد ست فی سبیل اللہ بانفس یعنی مباشرت قتال کفار یا باموال تجہیز جیش بانفاق فی سبیل اللہ ازین آیت واضح گشت کہ مجاہدان بانفس خود و باموال خود سر دفتر امت اند طبقہ علیائے امت و ایشان افضل اند از غیر خود و از احادیث مشہورہ کہ تکلیف بان ثابت است و بعد ثبوت آنہا عذرے باقی نمے ماند ثابت شد کہ ہمہ این عزیزان در جمیع مشاہد بر رکاب سعادت آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم حاضر بودند الا آنکہ بعض اوقات بعذرے باز داشتہ مباشرت قتال زیادہ تر بوقوع آمد و از بعض دیگر انفاق بیشتر بظہور انجامید و از جمعے ہر دو بروجہ کمال متحقق گشت قال اللہ تعالیٰ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ و عن مجاہد فی قولہ لا یستوی منکم۔

اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت اور رحمت اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

خدا تعالیٰ اس آیت میں افادہ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہؓ ایک طبقہ کے نہیں ہیں بلکہ بعض ان میں سے بعض سے افضل ہیں اور افضلیت کا مدار جہاد ہے اللہ کے راستہ میں اپنی جانوں کو کفار کے خلاف قتال میں شریک ہوں اور اپنے اموال کے ساتھ یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے۔ اس آیت سے واضح ہو گیا کہ اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرنے والے امت کے سر دفتر یعنی اول درجہ پر ہیں اور امت کے طبقۂ علیاء میں سے ہیں۔ اور یہ حضرات اوروں سے افضل ہیں۔ پھر احادیث مشہورہ میں کہ جن سے تکلیف ہونا وابستہ ہے اور ان کے ثابت ہونے کے بعد کوئی عذر باقی نہیں رہتا ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بزرگ حضرات تمام مشاہد میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رکاب سعادت کے ساتھ حاضر رہے ہیں۔ یہ کہ بعض اوقات کسی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے ہوں لیکن ایک جماعت سے قتال میں بذات خود شرکت زیادہ وقوع میں آئی اور بعض دوسرے لوگوں سے مال کو خرچ زیادہ ظہور میں آیا اور ایک جماعت سے دونوں باتیں کامل صورت میں متحقق ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا الخ (پ ۲۷ ع ۱۷) اور تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمان زمین اخیر میں اللہ ہی کا رہ جائے گا۔ جو لوگ فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں ہیں، وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد میں خرچ کیا اور لڑے اور (یوں) اللہ تعالیٰ نے بھلائی (یعنی ثواب) کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔ اور مجاہد سے مروی ہے اس ارشاد کے بارے میں برابر نہیں تم میں سے وہ لوگ

من انفق من قبل الفتح یقول من اسلم
وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین
انفقوا من بعد یعنی اسلموا بعد الحدیبیۃ
ام لم یھاجروا وکلا وعد اللہ الحسنی
من قتادۃ فی قولہ لا یستوی منکم من انفق
من قبل الفتح وقاتل قال کان قتالان احدھما افضل
من الآخر وکانت نفقتان احدھما افضل من الآخر
النفقۃ والقتال قبل الفتح فتح مکۃ افضل من
النفقۃ والقتال بعد ذلک وکلا وعد
اللہ الحسنی قال الجنۃ این آیہ
نص است در آنکہ جمعے کہ قبل
فتح مکہ قتال وانفاق فی سبیل اللہ
بجا آوردند بہتر اند از آنہا
کہ بعد فتح مکہ قتال وانفاق بعمل
آوردہ اند واین آیت بطریق مفہوم موافق
دلالت می کند باآنکہ درمیان جمعے کہ انفاق
وقتال قبل الفتح متحقق اند نیز تفاوت مراتب
واقع است ہرچند اعانت پیغمبر
علیہ الصلوٰۃ والسلام باعتبار قتال و
انفاق سابق تر فضیلت زیادہ تر ودلائل
مفہوم موافق شاید بسیار وارد
از کتاب وسنت از آن جملہ آیت سورۃ
انفال وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ
جَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ
اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ
وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا
مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ

جنھوں نے خرچ کیا فتح سے پہلے فرمایا جو وہ جو اسلام لائے اور قتال
کیا وہ لوگ بڑے ہیں ان لوگوں سے جنھوں نے خرچ کیا بعد میں
یعنی جو اسلام لائے فرمایا ہے کہ جس نے ہجرت کی وہ مثل اس کے
نہیں جس نے ہجرت نہیں کی اور سب سے اللہ نے وعدہ کیا ہے نیک
اجر کا ماخذ قتادہ سے مروی ہے اس ارشاد کے متعلق برابر نہیں
تم میں سے وہ لوگ جنھوں نے خرچ کیا فتح سے پہلے اور قتال کیا
کہا کہ دو (طرح کے) قتال تھے لیکن دونوں میں کا ایک دوسرے سے
افضل تھا اور دو (طرح کے) خرچ تھے لیکن ان میں کا دوسرے سے
افضل تھا اور جو خرچ اور قتال قبل فتح یعنی قبل فتح مکہ تھا وہ
افضل تھا اس خرچ اور قتال سے جو اس کے بعد ہوا اور سب
سے اللہ نے وعدہ کیا ہے نیک اجر کا کہا کہ جنت کا۔ یہ آیت نص
ہے اس بارے میں کہ جس جماعت نے فتح مکہ سے پہلے فی سبیل اللہ
قتال اور مال کا خرچ کرنا ظہور میں آیا وہ لوگ بہتر ہیں اس جماعت
کے لوگوں سے جو کہ بعد فتح مکہ قتال اور انفاق عمل میں لائے
اور یہ آیت مفہوم موافق کے طور پر اس بات پر دلالت کرتی
ہے کہ اس جماعت میں بھی جو فتح سے پہلے انفاق اور قتال پر
متفق ہیں اختلاف مراتب موجود ہے۔ جس قدر کسی نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی اعانت باعتبار قتال اور انفاق کے زیادہ پہلے ہوگی
اتنی ہی فضیلت زیادہ تر ہوگی اور اس مفہوم موافق کے ثبوت
کے لیے کتاب اللہ اور حدیث میں بہت سی شہادتیں موجود
ہیں۔ ان میں سے سورۃ انفال کی یہ آیت ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَهَاجَرُوْا الخ (پ ۱۰ ع ۵) اور جو لوگ (اول) مسلمان
ہوئے اور انھوں نے (ہجرت نبویہ کے زمانہ میں) ہجرت کی
اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے ان مہاجرین
کو اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق
ادا کرنے والے ہیں ان کے لئے (آخرت میں) بڑی مغفرت اور
(جنت میں) بڑی معزز روزی ہے۔ اور جو لوگ (ہجرت نبویہ
کے) بعد کے زمانہ میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمھارے ساتھ
جہاد کیا سو یہ لوگ (گو فضیلت میں برابر نہیں لیکن تاہم) تمھارے

وغیرہ تجتمعہ فی نزول ایں آیت قال الواحدی لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل یعنی فتح مکۃ قال مقاتل لا یستوی فی الفضل من انفق ماله وقاتل العدو من قبل فتح مکۃ مع من انفق من بعد وقاتل قال الکلبی فی روایۃ محمد بن الفضیل نزلت فی ابی بکر ودلت علی ہذا انہ کان اول من انفق المال علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سبیل اللہ واول من قاتل علی الاسلام قال ابن مسعود اول من اظہر اسلامہ بسیفہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابو بکر وقد شہد لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنفقۃ قبل الفتح نبأنا بخبرنا عبد اللہ بن اسحٰق باسنادہ عن ابن عمر قال بینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم جالس وعندہ ابو بکر الصدیق علیہ عباءۃ قد خللہا علی صدرہ بخلال اذ نزل علیہ جبرئیل فاقرأہ من اللہ السلام فقال یا محمد مالی اری ابا بکر علیہ عباءۃ قد خللہا علی صدرہ بخلال قال یا جبرئیل انفق مالہ قبل الفتح علی قال فاقرأہ من اللہ السلام وقل لہ یقول لک ربک اراض انت عنی فی فقرک ہذا ام ساخط فالتفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی بکر فقال یا ابا بکر ہذا جبرئیل یقرئک من اللہ السلام ویقول لک ربک اراض انت عنی فی فقرک ہذا ام ساخط قال فبکی ابو بکر فقال علی ربی

دیگر اصحاب سے سبقت لے جانے کا مفہوم (آیت مذکورہ) واحدی نے کہا برابر نہیں ہیں تم میں سے وہ لوگ جنھوں نے خرچ کیا فتح سے یعنی فتح مکہ سے پہلے اور قتال کیا۔ مقاتل نے کہا وہ لوگ جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال خرچ کیا اور قتال کیا فضیلت میں ان لوگوں کے برابر نہیں ہیں جنھوں نے بعد میں انفاق مال اور قتال کیا۔ کلبی نے کہا محمد بن الفضیل کی روایت میں کہ یہ آیت نازل ہوئی ابو بکرؓ کے بارے میں اور یہ بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ ان میں کے پہلے شخص تھے جنھوں نے اللہ کے راستہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر مال خرچ کیا اور سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسلام کے لئے قتال کیا۔ ابن مسعودؓ نے کہا سب سے پہلے جس نے اسلام کی پشت پناہی اپنی تلوار سے کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں انفاق مال کی جو قبل فتح انھوں نے کیا شہادت دی اس کا ذکر اس خبر میں ہے جس کو عبد اللہ بن اسحٰق نے اپنی اسناد سے ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ اس دوران میں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور آپ کے پاس صدیق اکبرؓ اس حالت میں موجود تھے کہ ان کے جسم پر ایک جبہ تھا جس کے کنارہ کو اپنے سینہ پر لوہے یا لکڑی کے کانٹوں سے جوڑ رکھا تھا۔ آپ کے اوپر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور اللہ کی طرف سے سلام پہنچایا۔ پھر کہا اے محمدؐ کیا بات ہے کہ میں ابو بکرؓ کو اس حالت میں دیکھتا ہوں کہ ان پر ایک عبا ہے جس کو سینہ پر کانٹوں سے جوڑ رکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اے جبرئیلؑ انھوں نے فتح سے قبل اپنا مال مجھ پر خرچ کر دیا۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ ان کو اللہ کی طرف سے سلام پہنچا دیجئے اور ان سے کہیئے کہ آپ کا رب آپ سے یہ کہتا ہے کہ تو اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کی طرف التفات کر کے فرمایا کہ یہ جبرئیلؑ ہیں تم کو اللہ کی طرف سے سلام کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تم سے فرماتا ہے کہ کیا تو اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہے یا ناراض ہے؟ راوی نے کہا کہ اس پر ابو بکرؓ رونے لگے اور کہا کیا اپنے رب پر

أغضب أناسا من ربي راضيا أنا من ربي راضيا
وقوله أولئك أعظم درجة من الذين أنفقوا
من بعد وقاتلوا قال عطاء درجات الجنة
تتفاضل فالذين أنفقوا من قبل الفتح في
أفضلها قال الزجاج لان المتقدمين نالهم من
المشقة أكثر مما نال من بعدهم وكانت بصائرهم
أيضا أنفذ وكلا وعد الله الحسنى يعني الفريقين
وعد الله الجنة. أما قتال أبي بكر الصديق
قبل الهجرة فهي ثابتة بطرق
كثيرة أخرج البخاري عن عروة قال
قلت لعبد الله بن عمرو بن العاص أخبرني
بأشد شيء صنعه المشركون برسول الله صلى
الله عليه وسلم قال بينا رسول الله صلى
الله عليه وسلم يصلي بفناء الكعبة
إذ أقبل عقبة بن أبي معيط فأخذ
بمنكب رسول الله صلى الله عليه وسلم
ولوى ثوبه في عنقه فخنقه خنقا شديدا
فأقبل أبو بكر فأخذ بمنكبه ودفعه
عن النبي صلى الله عليه وسلم ثم
قال أتقتلون رجلا أن يقول ربي
الله وقد جاءكم بالبينات وعن عمرو
بن العاص قال ما تركوا من رسول الله
صلى الله عليه وسلم شيئا
كان أشد من أن طاف بالبيت
ضحى فلقوه حين فرغ فأخذوا بمجامع ردائه
وقالوا أنت الذي تنهانا عما كان يعبد
آباؤنا قال أنا ذاك فقام أبو بكر
فالتزمه من ورائه ثم قال
أتقتلون

میں غصہ کروں گا! میں اپنے رب سے خوش ہوں۔ کیا اپنے رب
سے خوش ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ اولئک اعظم درجۃ الخ عطاء
نے کہا جنت کے درجات ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں تو جن لوگوں
نے انفاق کیا فتح سے قبل وہ جنت کے افضل درجہ میں ہوں گے
زجاج نے کہا اس لیے کہ جو (اسلام میں) پیش قدمی کرنے والے
ہیں ان کو زیادہ مشقتیں پہنچیں ان کے بعد والوں کی بہ نسبت اور
اسلام پر ان کی بصیرتیں بھی زیادہ گہری ہیں۔ اور سب سے
اللہ نے نیک اجر کا وعدہ کیا یعنی دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے
جنت کا وعدہ کیا۔ رہا ابو بکر صدیقؓ کا قتال ہجرت سے پہلے تو
بہت طریقوں سے ثابت ہے۔ اخرج کیا بخاری نے مروی ہے عروہ
سے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہا کہ مجھے بتایئے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین نے سب سے
زیادہ کونسا سخت معاملہ کیا تھا؟ انھوں نے کہا کہ اس دوران
میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ
رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کا مونڈھا پکڑا اور ان کا کپڑا ان کی گردن میں ڈال کر
سختی کے ساتھ گلا گھونٹنے لگا تو ابو بکر آگئے اور انھوں نے
اس کے مونڈھے پکڑ کر اس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے
دھکیل دیا پھر کہا اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد
جاءکم بالبینات (کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو
کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمھارے پاس
واضح دلیلیں لایا ہے)۔ اور عمرو بن العاص سے مروی ہے
کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی جتنی سخت تکلیف
نہیں پہنچائی گئی جو اس سے زیادہ سخت ہو کہ آپ دن چڑھے
بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے جب آپ فارغ ہوگئے تو
مشرکین آپ سے ملے اور آپ کی چادر کے کونوں کو پکڑ کر کھینچنے
لگے اور کہا کہ تو ہی ہے وہ جو ہم کو ان سے منع کرتا ہے جن کو ہمارے
باپ دادا پوجتے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں میں ہی ہوں تو
ابو بکرؓ اٹھے اور آپ کو پیچھے سے لپٹ گئے پھر کہا اتقتلون

رجلا ان يقول ربي الله وقد جاءكم
بالبينات من ربكم وان يك كاذبا
فعليه كذبه وان يك صادقا يصبكم بعض
الذي يعدكم ان الله لا يهدي من
هو مسرف كذاب. انما سمعته من ذلك
وتقياه شيطان عنه آل سوء
وعن انس بن مالك قال لقد ضربوا
رسول الله صلى الله عليه وسلم
حتى غشي عليه فقام ابو بكر فجعل ينادي
ويلكم اتقتلون رجلا ان يقول ربي الله
قالوا من هذا قالوا هذا ابن ابي قحافة
وعن اسماء بنت ابي بكر انهم قالوا
لها ما اشد ما رأيت المشركين بلغوا
من رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت
كان المشركون قعودا في المسجد الحرام
فتذاكروا رسول الله صلى الله عليه
وسلم وما يقول في آلهتهم فبيناهم
كذلك اذ دخل رسول الله صلى الله عليه
وسلم المسجد فقاموا اليه وكانوا اذا
سألوه عن شيء صدقهم فقالوا الست تقول
في آلهتنا كذا وكذا قال بلى فتشبثوا به بأجمعهم
فأتى الصريخ الى ابي بكر فقيل له ادرك
صاحبك فخرج ابو بكر حتى دخل المسجد فوجد
رسول الله صلى الله عليه وسلم و
الناس مجتمعون عليه فقال ويلكم اتقتلون
رجلا ان يقول ربي الله وقد جاءكم
بالبينات من ربكم قال فلهوا
عن رسول الله صلى الله
عليه وسلم

رجلا الآیہ کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ یہ کہتا
ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے پاس واضح دلیلیں لایا
ہے تمہارے رب کے پاس سے اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کا جھوٹ
اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوا تو وہ جو کچھ پیشگوئی کر رہا ہے
اس میں سے کچھ تو تم پر ضرور ہی آ پڑے گا اللہ تعالیٰ ایسے
شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو اپنی حد سے گزر جانے والا ہو
جھوٹ بولنے والا ہو۔ یہ آیتیں آواز سے کہہ رہے تھے اور ان کی
آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے یہاں تک کہ انھوں نے آپ کو چھڑا لیا۔
اور انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کو اتنا مارا کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی تو ابو بکرؓ
کھڑے ہو گئے اور یہ پکارنے لگے ویلکم اتقتلون رجلاً الخ۔ لوگوں نے
پوچھا کہ یہ کون ہے تو بعضوں نے کہا کہ یہ ابو قحافہ کا بیٹا ہے۔ اور
اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ لوگوں نے اُن سے کہا کہ مشرکین
کی طرف سے جو سب سے زیادہ سختی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر
پہنچائی ہو تم نے کیا دیکھی ہے؟ انھوں نے کہا کہ مشرکین مسجد الحرام
میں بیٹھے ہوئے تھے پھر انھوں نے باہم ذکر کیا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا اور اس گفتگو کا جو آپ ان کے معبودوں کے بارے میں
کیا کرتے تھے۔ اسی دوران میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
مسجد میں داخل ہوئے تو یہ لوگ آپ کے مقابل ہوئے اور جب
یہ لوگ آپ سے کسی بات کو پوچھتے تھے (کہ کیا تو یہ کہتا ہے؟) تو
آپ اُس کی تصدیق کرتے تھے چنانچہ انھوں نے کہا تو جو ہمارے
معبودوں کے بارے میں ایسا اور ایسا نہیں کہتا؟ آپ نے فرمایا کہ
بیشک۔ تو یک بارگی سب کے سب آپ کو لپٹ گئے تو ایک چیخنے والا
ابو بکرؓ کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اپنے ساتھی کے پاس پہنچو
تو ابو بکرؓ نکلے اور مسجد میں پہنچے تو انھوں نے رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں پایا کہ لوگ آپ کو لپٹے ہوئے
تھے تو انھوں نے کہا کہ تم پر افسوس ہے کہ تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو
جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی
طرف سے واضح دلیلیں بھی لے کر آیا تو وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم واقبلوا على ابي بكر يضربونه قالت فرجع
الينا فجعل لا يمس شيئا من غدائره الا جاء
معه وهو يقول تباركت يا ذا الجلال والاكرام
رواه ابو عمر في الاستيعاب وعن علي انه
قال ايها الناس اخبروني باشجع الناس
قالوا لا نعلم فمن قال ابو بكر لقد
رأيت رسول الله صلى الله عليه
وسلم واخذته قريش فهذا يجؤه وهذا
يتلتله وهم يقولون انت الذي جعلت
الآلهة الها واحدا قال فوالله ما دنا منا
احد الا ابو بكر يضرب هذا ويجؤ هذا ويتلتل
هذا وهو يقول ويلكم اتقتلون رجلا
ان يقول ربي الله ثم رفع علي
بردة كانت عليه فبكى حتى اخضلت
لحيته ثم قال انشدكم بالله أمؤمن
آل فرعون خير ام ابو بكر فسكت
القوم فقال الا تجيبوني فوالله لساعة
من ابي بكر خير من مثل مؤمن
آل فرعون وذلك رجل يكتم ايمانه
وهذا رجل اعلن ايمانه وعن ابن
جريج قال حدثت ان ابا قحافة سب
النبي صلى الله عليه وسلم فصكه ابو بكر
صكة فسقط فذكر ذلك للنبي
صلى الله عليه وسلم فقال
أفعلت يا ابا بكر فقال والله
لو كان السيف قريبا مني
لضربته فنزلت لا تجد قوما
يؤمنون بالله واليوم
الآخر

وسلم کو چھوڑ کر ان کے سامنے آگئے اور ان کو مارنا شروع کر دیا۔ اسماءؓ
نے کہا جب ابو بکرؓ ہمارے پاس واپس آئے تو وہ اپنے بالوں کی
جس لٹ کو بھی چھوتے تھے وہ ہاتھ میں ہی (اکھڑی ہوئی) چلی آتی
تھی اور وہ یہ کہتے تھے تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔ اس کو
ابو عمر نے روایت کیا استیعاب میں۔ اور علی رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے کہ انھوں نے کہا اے لوگو مجھے سب سے زیادہ بہادر کی خبر
دو لوگوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے آپ بتائیے فرمایا کہ ابو بکرؓ
واللہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں
دیکھا ہے کہ آپ کو قریش نے پکڑ رکھا ہے کوئی گردن دبا رہا
ہے کوئی جھنجھوڑ رہا ہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ تو ہی ہے وہ جس نے
بہت سے معبودوں کے بجائے ایک ہی معبود بنا دیا۔ علیؓ نے کہا واللہ
ہم میں سے کوئی قریب بھی نہ گیا بجز ابو بکرؓ کے کہ کسی کو مارتے
تھے کسی کو دھکا دیتے اور کسی کو جھنجھوڑتے تھے اور کہتے جاتے
تھے تمہارا ناس ہو کیا تم اس شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ
میرا رب اللہ ہے۔ پھر علیؓ نے جو چادر اوڑھے ہوئے تھے اس کو
اٹھا لیا (یعنی منہ پر کر لیا) اور رونے لگے یہاں تک کہ ان کی
داڑھی بھیگ گئی پھر بولے میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتلاؤ
کیا آل فرعون والا مومن بہتر تھا یا ابو بکرؓ۔ پھر قوم چپ ہی رہی پھر
فرمایا کیا تم مجھے جواب نہیں دو گے۔ خدا کی قسم ابو بکرؓ کی ایک
ساعت بہتر ہے مومن آل فرعون کی مانند بہت سے لوگوں سے کہ
یہ وہ شخص تھا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا اور ابو بکرؓ
وہ شخص تھے جو اپنے ایمان کا اعلان کئے ہوئے تھا۔ ابن جریج
سے مروی ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ ابو قحافہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کو گالی دی تو ابو بکرؓ نے اتنے زور سے طمانچہ مارا کہ وہ گر پڑے پھر
اس کا ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو آپ نے
پوچھا کیا تم نے ایسا کیا ہے اے ابو بکرؓ؟ تو انھوں نے کہا واللہ
اگر تلوار میرے قریب ہوتی تو میں اس کے ضرور مار دیتا تو آیت
نازل ہوئی لا تجد قوما الخ (۲۲:۵۸) جو لوگ اللہ پر
اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو

لیراودوئن من حاد اللہ ورسولہ ولو
کانوا آباءہم الآیۃ و از اتفاق ابوبکر
صدیق پیش از ہجرت بیس ثابت است
بطرق بسیار چنانکہ عنقریب ذکر می کنیم
و از قتال فاروق اعظم پیش از ہجرت
قال ابن اسحٰق ولما قدم عمرو بن العاص
وعبد اللہ بن ربیعۃ علی قریش ولم یدرکوا
ما طلبوا وردہم النجاشی بما یکرہون واسلم
عمر بن الخطاب وکان رجلا ذا شکیمۃ
لا یرام ما وراء ظہرہ امتنع بہ اصحاب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبحمزۃ حتی
عازوا قریشا فکان عبد اللہ بن مسعود
یقول ما کنا نقدر علی ان نصلی عند الکعبۃ
حتی اسلم عمر بن الخطاب فلما اسلم
قاتل قریشا حتی صلی عند الکعبۃ وصلینا
معہ و اخرج الحاکم عن عبد اللہ بن عمر ان
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جاء والصلوٰۃ
قائمۃ ونفر ثلٰثۃ جلوس احدہم ابو جحش
اللیثی قال قوموا فصلوا مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقام اثنان وابی
ابو جحش ان یقوم فقال لہ عمر صل
یا ابا جحش مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال لا اقوم حتی یاتینی رجل ہو اقوی
منی ذراعین واشد منی بطشا فیصرعنی
ثم یدس وجہی فی التراب
قال عمر فقمت الیہ فکنت اشد
منہ ذراعا واقوی منہ بطشا فصرعتہ
ثم دسست وجہہ فی التراب فاتی
عثمان فحجزنی فخرج عمر بن الخطاب

نہ دیکھیں گے کہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور رسول
کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے ہی کیوں نہ
ہوں۔ اور ابو بکر صدیق کا مال خرچ کرنا ہجرت سے پہلے تو
بہت سی اسانید سے ثابت ہے جن کا عنقریب ہم ذکر کرتے ہیں۔ اور
فاروق اعظم کا قتال ہجرت سے پہلے۔ کہا ابن اسحٰق نے اور جب
عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ابی ربیعہ (حبشہ سے) قریش کے
پاس گئے اور اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے اور ان کو نجاشی
نے ایسی صورت سے واپس کیا جو ان کو ناگوار تھی۔ اور عمر بن الخطاب
نے اسلام قبول کر لیا۔ اور وہ ایک طاقتور بہادر تھے خطرات کو
پرواہ نہ کرتے تھے تو ان سے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے حوصلے بڑھ گئے اور حمزہ کے اسلام لانے سے یہاں تک کہ
قریش کا مقابلہ کرنے لگے۔ عبد اللہ بن مسعود کہا کرتے تھے کہ ہم
کعبہ کے نزدیک نماز پڑھنے پر قادر نہیں تھے یہاں تک کہ عمر بن
الخطاب اسلام لے آئے جب وہ اسلام لے آئے تو انھوں نے قریش
کے ساتھ قتال کیا یہاں تک کہ انھوں نے کعبہ کے نزدیک نماز پڑھی
اور ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ اخرج کیا حاکم نے مروی
ہے عبد اللہ بن عمر سے کہ عمر بن الخطاب مسجد الحرام میں آئے
اور نماز تیار تھی اور تین شخص (دروازے میں) بیٹھے ہوئے تھے
ان میں کا ایک ابو جحش اللیثی تھا۔ عمر نے ان سے کہا کہ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھو۔ تو دو آدمی تو کھڑے ہو گئے
اور ابو جحش نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ عمر نے اس سے کہا کہ ابو جحش
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ۔ اس نے کہا کہ میں
تو اس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب تک کوئی ایسا شخص میرے
پاس نہیں آئے گا جو میرے بازوؤں سے زیادہ طاقت رکھتا ہو اور
مجھ سے زور و ور پکڑ رکھتا ہو وہ مجھ سے کشتی لڑے اور میرے منہ
کو مٹی میں رگڑ دے۔ عمر نے بیان کیا کہ بس میں اس کی طرف بڑھ
گیا۔ میں اس سے زیادہ مضبوط بازو رکھتا تھا اور قوی گرفت والا
تھا اور میں نے اس کو پچھاڑ دیا اور اس کے منہ کو مٹی میں رگڑ دیا
اتنے میں عثمان آ گئے اور انھوں نے مجھ کو ہٹا دیا تو عمر بن الخطاب

مُتَغَضِّباً حتى انتهى الى النبي صلى الله عليه وسلم فلما
رآه النبي صلى الله عليه وسلم رأى الغضب في
وجهه قال ما رابك يا أبا حفص فقال يا رسول الله
أتيت على نفر جلوس بباب المسجد وقد أقيمت
الصلاة وفيهم أبو جحش الليثي فقال الآن ما
حديث ثم قال عمر أما والله يا رسول الله ما
معونة عثمان إياه إلا أنه ضافه ليلة فأحب
أن يشكر له فسمعه عثمان فقال يا رسول الله
ألا تسمع ما يقول لنا عمر عندك فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم في رضا عمر رحمة والله
لوددت أنك كنت جئتني برأس الخبيث فقام
عمر فلما بعد ناداه النبي صلى الله عليه وسلم
فقال هلم يا عمر أين أردت أن تذهب
فقال أردت أن آتيك برأس الخبيث فقال
اجلس حتى أخبرك بغنى الرب عن صلاة أبي
جحش الليثي إن لله في سماء الدنيا
ملائكة خشوعاً لا يرفعون رؤوسهم حتى
تقوم الساعة فإذا قامت الساعة رفعوا
رؤوسهم ثم قالوا ربنا ما عبدناك حق
عبادتك فقال له عمر بن الخطاب رضي
الله عنه وما يقولون يا رسول الله
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
أما أهل السماء الدنيا فيقولون سبحان
ذي الملك والملكوت وأما أهل
السماء الثانية فيقولون سبحان
الحي الذي لا يموت فقلها يا عمر
في صلاتك فقال يا رسول الله
كيف بالذي كنت أمرتني
أن أقوله في صلاتي

غصہ میں بھرے ہوئے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ جب ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور ان کے چہرے سے غصہ محسوس کیا تو آپ نے فرمایا اے ابو حفص کیا بات پیش آئی تو انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں چند لوگوں کے پاس آیا جو مسجد کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور نماز کھڑی ہو چکی تھی اور ان میں ابو جحش لیثی بھی تھا تو دو آدمی تو کھڑے ہوگئے الخ پورا قصہ بیان کر دیا۔ پھر عمرؓ نے کہا واللہ یا رسول اللہ عثمانؓ نے جو اُس کی مدد کی وہ صرف اس وجہ سے کی کہ اس نے ایک رات اُن کی دعوت کی تھی اس لئے انھوں نے چاہا کہ اب اس کو شکریہ کا موقع دیں۔ عثمانؓ نے یہ سنکر کہا یا رسول اللہ آپ ہی کچھ خیال فرما کر جائے متعلق عمرؓ آپ کے سامنے کیا کہہ رہے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک عمرؓ کی رضا رحمت ہے تمھیں ان کو راضی کر لینا چاہئے۔ واللہ میں خوش ہوتا اگر تم میرے پاس اُس خبیث کا سر لیکر آتے۔ یہ سنتے ہی عمرؓ اٹھ کر چل دئیے جب کچھ دور پہنچ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو پکارا اور فرمایا کہ عمرؓ یہاں آؤ۔ تم نے کہاں جانے کا ارادہ کیا تو عمرؓ نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے پاس اُس خبیث کا سر لیکر آؤں فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں تم کو بتاتا ہوں۔ خدا کو ابو جحش لیثی کی نماز کی کوئی پرواہ نہیں۔ آسمان دنیا پر اللہ کے بہت فرشتے سر جھکائے ہوئے ہیں وہ اپنا سر نہیں اٹھائیں گے قیامت قائم ہو جانے تک جب قیامت قائم ہو جائیگی تو وہ اپنا سر اٹھائیں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم آپ کی وہ عبادت نہ کر سکے جو آپ کی عبادت کا حق ہے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ (اس حالت میں) کیا کہتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو فرشتے آسمان دنیا والے ہیں وہ کہتے ہیں سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ اور جو دوسرے آسمان والے ہیں وہ کہتے ہیں سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ اے عمرؓ یہ تسبیحات تم بھی اپنی نماز میں کہہ لیا کرو۔ تو عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ جو آپ نے مجھے سکھایا تھا اور حکم دیا تھا کہ میں اپنی نماز میں پڑھا کروں اُس کا کیا ہو

ودر معنی این آیت آیات واحادیث بسیار است
متفق درین مضمون که امت مرحومه منقسم است
به سه قسم اول مقربین وسابقین دوم ابرار ومقتصد
سوم ظالم لنفسه ومقربین وسابقین بر سر دفتر مسلمین اند
وصدیقان وشهیدان از جمله مقربان وسابقان اند واین
عزیزان از جمله صدیقان وشهیدان اند چنانکه در تقریر
دو مقدمه متحقق شده است وباین نوع استدلال ایما
منقول است از حسن بصری وابو العالیه تا ایشان قوله
تعالی اهدنا الصراط المستقیم رسول الله وصاحباه
ودر سورهٔ تحریم قراءة ابی بن کعب این بود
وصالح المؤمنین ابوبکر وعمر ونقل عن ابن عباس قال
کان ابی یقرؤها وصالح المؤمنین ابوبکر وعمر و
سواد اعظم از مفسرین صالح المؤمنین را باین دو
بزرگ تفسیر کرده اند قال ذلک من الصحابة ابن
مسعود وابن عباس وبریدة الاسلمی وابو امامة
ومن التابعین سعید بن جبیر وعکرمة ومیمون بن
مهران والحسن البصری ومقاتل بن سلیمان وکفی
بهم قدوة وحاصل ایشان برین تفسیر آن است
که هر چند که کلمه وصالح المؤمنین عام است اما
قصه که سبب نزول آیت شده است دلالت
دارد بالقطع که صدیق وفاروق داخل اند در
آن عام بے شبهه تبیین این مقال آنکه در
زمان آن حضرت صلی الله علیه وسلم ابن لتبیه گفته
بود هذا لکم وهذا اهدی الی آنحضرت صلی الله علیه
وسلم خطبه فرمودند ما بال اقوام نستعملهم علی
ما ولانا الله فیقول هذا لکم وهذا اهدی
الی افلا جلس فی بیت
ابیه وامه فینظر أیهدی
الیه ام لا

اور اس آیت کے معنی میں بہت آیات اور احادیث ہیں جو اس
مضمون میں متفق ہیں کہ امت مرحومہ تین قسموں پر منقسم ہے
اول مقربین وسابقین دوم ابرار ومقتصد سوم ظالم لنفسہ (یعنی
گناہوں کے ارتکاب سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے) اور مقربین
وسابقین مسلمانوں کے سردفتر ہیں (یعنی سب سے بڑھے ہوئے ہیں)
اور صدیقین اور شہداء مقربین اور سابقین میں سے ہیں۔ اور یہ
بزرگ صدیقین اور شہیدوں میں سے ہیں اس حد تک کہ (اس
دلیل سے) جو مقدمہ میں تواتر سے متحقق ہو چکا ہے اور اسی طرح کے
استدلال کی طرف اشارہ ملتا ہے حسن بصری اور ابو العالیہ سے
جو منقول ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم میں رسول اللہ اور آپ کے
دونوں صحابیوں کا طریقہ مراد ہے۔ پھر سورہ تحریم میں قراءۃ ابی
بن کعب کی یہ تھی کہ وصالح المؤمنین ابوبکر وعمر۔ ابن عباس
سے مروی ہے کہ ابی پڑھا کرتے تھے وصالح المؤمنین ابوبکر
وعمر اور مفسرین کے سواد اعظم نے صالح المؤمنین کی تفسیر ان
ہی دونوں بزرگوں سے کی ہے۔ صحابہ میں سے یہی کہا ہے ابن مسعود
نے اور ابن عباس نے اور بریدہ اسلمی نے اور ابو امامہ نے اور
تابعین میں سے سعید بن جبیر اور عکرمہ اور میمون بن مہران اور
حسن بصری اور مقاتل بن سلیمان نے اور یہ لوگ پیشوا ہونے کے لئے
کافی ہیں۔ اور ان کی اس تفسیر کا باعث یہ ہے کہ اگرچہ کلمہ وصالح
المؤمنین عام ہے مگر جو قصہ کہ اس آیت کا سبب نزول ہوا
ہے وہ یقینی دلالت رکھتا ہے کہ صدیق وفاروق بے شبہ اس
عام میں داخل ہیں۔ یہ اسی قسم کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں ابن لتبیہ نے (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی طرف سے عامل تھے) کہا تھا یہ تحفے ملتے ہیں اور یہ مجھے
ہدیہ دیا گیا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا کہ ایسی
اقوام کو کیا ہو گیا جن کو ہم متولی بناتے ہیں ایسے عمل پر جس پر ہم
کو اللہ نے متولی بنایا ہے پھر ان میں کا ایک شخص کہتا ہے کہ یہ
تمہارے لئے ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے وہ کیوں نہ بیٹھ رہا اپنے ماں
باپ کے گھر میں پھر ہم دیکھتے کہ اس کو ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں

ودرین صورت قرائن بسیار دلالت کردند بر آنکہ این
تنبیہ داخل است درین معاتبہ بالقطع آنہ آنکہ
سوق کلام و تقریب سخن تقصہ او نمودہ است با
بیان لفظ کردی گفت پس حکایت کردند آن داخل
انکار قصہ زیچ ماقبل درو دخول او توقف نمی تواند
کرد چنانچہ در قصہ کہ درمیان ازواج طاہرات و
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رفتہ بود امور
بسیار واقع شدہ کہ مسلمانان منتظر شدند بر تحریم ونزول
این ہر دو عزیزہ در صالح المؤمنین حق رفت آنکہ
اخرج ابن المنذر عذری و کادت الامۃ تہلک فی
سببی فلما سُرّی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وجہ ذلک قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یا ابابکر اذہب الی ابنتک فاخبرہا ان اللہ
قد انزل عذرہا من السماء قالت فاتانی ابی
وہو یعدو یکاد ان یعثر فقال ابشری یا بنیۃ
بابی وامی فان اللہ قد انزل عذرک
فقلت بحمد اللہ لا بحمدک ولا بحمد صاحبک
الذی ارسلک ثم دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فتناول ذراعی فقلت بیدہ ہکذا فاخذ
ابوبکر النعل لیعلونی بہ فمنعتہ فضحک رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال اقسمت
لا تفعل وفی سورۃ التحریم قال عمر قال
اظن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ظن انی جئت من اجل حفصۃ
واللہ لئن امرنی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بضرب عنقہا لاضربن عنقہا
وجہ نفع مسلمین بسبب ایشان
قال اللہ تعالی کنتم خیر امۃ
اخرجت للناس

اس صورت میں بہت سے قرائن نے اس بات پر دلالت کی کہ یہ تنبیہ
قطعی طور پر اس معاتبہ میں داخل ہے ان میں سے ایک قرینہ یہ ہے
کہ سیاق کلام اور طرز گفتگو اسی کا متقاضی ہے پھر اسی لفظ
کی حکایت کی جو اس کا کہا ہوا تھا اور اسی پر گرفت فرمائی کوئی
صاحب عقل اس کے داخل ہونے میں توقف نہیں کر سکتا۔ اسی طرح
اس قصہ میں جو ازواج طاہرات اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے مابین پیش آیا تھا بہت سی ایسی باتیں پیش آئیں کہ
سننے والوں کے اذہان بے اختیار ان دونوں بزرگوں کے صالح
المؤمنین میں داخل ہونے کی طرف گئے۔ حضرت عائشہؓ سے
مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری بے گناہی کی شہادت نازل
فرمائی اور امت میرے سبب ہلاکت کے قریب پہنچ گئی تھی تو
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیفیت نزول وحی زائل
ہو گئی اور فرشتہ عروج کر چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
میرے باپ سے کہا کہ اپنی بیٹی کے پاس جا کر خبر کر دو کہ اللہ تعالیٰ
نے اس کی بے گناہی کو نازل فرمایا ہے۔ عائشہؓ نے کہا میرے
پاس میرے باپ دوڑتے ہوئے آئے قریب تھا کہ گر پڑیں اور کہا کہ
میری بیٹی خوشخبری سن میرے ماں باپ تجھ پر قربان اللہ تعالیٰ
نے تیری بے گناہی نازل کر دی ہے۔ میں نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ
تمہارا اور تمہارے ساتھی کا نہیں جنہوں نے تمہیں بھیجا پھر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تو انہوں نے میرے بازو
کو پکڑا۔ میں نے اس طرح آپ کے ہاتھ کو ہٹایا تو ابوبکرؓ نے اپنا
جوتہ پکڑا اور مجھ پر اٹھایا۔ میں اس سے بچنے لگی تو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے اور آپ نے فرمایا کہ تم کو قسم دیتا ہوں
ایسا نہ کرو۔ اور سورۂ تحریم کے بیان میں عمرؓ نے کہا کہ میں خیال
کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گمان کیا ہے کہ میں
حفصہؓ کی وجہ سے آیا ہوں واللہ اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم مارنے کا حکم دیں تو میں اس کی گردن مار دوں۔ اور ان
کے سبب مسلمانوں کے نفع کی صورت حق تعالیٰ نے فرمایا کنتم
خیر امۃ اخرجت (آل عمران ۱۱۰) تم لوگ بہترین جماعت ہو کہ وہ جماعت

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الآیہ ازین آیہ مسطورہ مفہوم می شود کہ امت مرحومہ بہتر است از سائر امم از جہت کمال این صفت کہ امر بمعروف و نہی از منکر باشد و مفہوماً دلالت می کند بر آنکہ ہر کہ ازین امت بکمال امر معروف و نہی از منکر متصف باشد افضل است از ما دون خود شاہد این مفہوم قول خدای عز وجل است وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۔ باز در آیۃ دیگر میفرماید در شان مہاجرین اولین الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ و در خارج تمکین واقع نشد الا مشائخ ثلثہ را پس واجب شد کہ وصف مذکور کہ مدار خیریت است درین بزرگواران متحقق شدہ باشد این آیات دلالت کردند بر تفضیل این جماعہ بر سائر مسلمین و تفضیل ثلثہ ہم متحقق شد آمدیم بر تعیین صدیق اکبر از میان ایشان پس میگوئیم خدای تعالیٰ در سورۃ واللیل فرمود وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۔ و سورۃ لیل از آن جملہ است کہ در اوائل بعثت نازل شدہ وقتیکہ کفار اشرار مسلمین را ایذا میدادند و صدیق اکبرؓ مال خود را

لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو۔ اس آیت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جہت سے امت مرحومہ تمام امتوں سے بہتر ہے کہ وہ اس صفت میں کمال رکھتی ہے کہ نیک کام کا حکم کرتی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اس کا مفہوم اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص کہ اس امت میں سے امر بمعروف اور نہی از منکر کے کمال سے متصف ہے وہ دوسرے لوگوں سے افضل ہے۔ اس مفہوم کی شہادت حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے ملتی ہے وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ الخ (۳، ۱۰۴) اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضرور ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کام کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔ پھر دوسری آیت میں مہاجرین اولین کی شان میں فرماتے ہیں الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ الخ (۲۲، ۴۱) یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور دوسروں کو بھی نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں۔ اور خارج میں تمکین (یعنی قیام حکومت) واقع نہیں ہوا مگر مشائخ ثلثہ یعنی صدیق اکبر و فاروق اعظم و ذی النورین رضی اللہ عنہم کے لئے تو واجب ہوا کہ وصف مذکور جو خیر ہونے کا مدار ہے ان بزرگواروں میں متحقق ہو گیا ہو۔ یہ آیتیں دلالت کرتی ہیں اس پر کہ اس جماعت کو تمام مسلمانوں پر فضیلت ہے اور مشائخ ثلثہ کی فضیلت کی تحقیق ہے۔ اب ہم ان میں سے صدیق اکبرؓ کی تعیین پر کلام کرتے ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے سورۃ واللیل میں فرمایا ہے وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الخ (۹۲، ۱۷-۱۸) اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال (محض اس) غرض سے دیتا ہے کہ (گناہوں سے) پاک ہو جائے۔ اور سورۃ لیل ان سورتوں میں سے ہے جو بعثت نبوی کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئیں جب کہ کفار اشرار مسلمین کو ایذا دیتے تھے اور ان کو کفار کی ایذاؤں سے رہائی کے لئے صدیق اکبرؓ اپنے مال کو

عامر بن فہیرہ عن ابن عباس فی قولہ وسیجنبہا الاتقی قال ہو ابوبکر الصدیق و قال عمار بن یاسر فی ذلک شعراً جزی اللہ خیرا عن بلال و صحبہ عتیقاً و اخزی فاکہاً و ابا جہل بالجملہ چون این مقدمہ ثابت گشت خدای تعالیٰ جائی دیگر میفرماید اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ پس صدیق اکبرؓ اتقی است و اتقی امت اکرم امت است و ہو المطلوب باین اسلوب کہ تقریر نمودیم کتاب اللہ بوجوہ بسیار بر افضلیت صدیق و فاروق دلالت می نماید

مسلک دوم در تصریحات و تلویحات سنت

افضلیت صدیق بر سائر امت ثم فاروق ثم ذوالنورین رضی اللہ عنہم و پیش از آنکہ در روایت احادیث شروع کنیم بدو نکتہ متفطن باشیم نکتہ اولی مسئلہ افضلیت شیخین در ملت اسلامیہ قطعی است و این قطع حاصل می شود بدو وجہ یکے تعدد طرق حدیث تا آنکہ اصل مسئلہ متواتر بالمعنی شود مانند سخاوت حاتم و شجاعت رستم دیگر حفوف قرائن زیرا کہ خبر واحد بسبب حفوف قرائن بسرحد یقین میرسد مانند آنکہ بیماری را دیدیم کہ صاحب فراش شد و اقارب وے پیش اطبا می روند و آمد و رفت ایشان از عیادت او بہم رسانیدند و باول ہم و الم گرفتار شدند بعد ازان روزے دیدہ شد کہ در خانۂ او نوحہ و شیون می کنند و جنازہ بر دروازہ نہادہ اند و از ہر جانب مردم غمگین بحالت جنازہ او می در آیند و درین حالت اگر شخصے خبر دہد کہ آن بیمار مُردہ است این خبر واحد بسبب حفوف قرائن

عامر بن فہیرہ ہیں۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وَسَیُجَنَّبُہَا الْاَتْقٰی کے بارے میں انھوں نے کہا کہ وہ ابوبکر صدیق ہیں۔ اور عمارؓ بن یاسر نے اس کے بارے میں یہ شعر کہا ہے: (ترجمہ) اللہ عتیق (یعنی ابوبکرؓ) کو جزائے خیر عطا کرے بلالؓ اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے اور رسوا کرے فاکہہ اور ابوجہل کو۔ غرض جب یہ مقدمات ثابت ہوگئے اور خدا تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (یعنی تم میں سب سے زیادہ مرتبہ والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے) اور صدیق اکبرؓ امت کے سب سے زیادہ متقی ہیں اور جو امت میں اتقی ہے وہ اکرم امت ہے اور یہی مطلوب ہے۔ جس اسلوب سے ہم نے تقریر کی ہے کتاب شریعت کئی وجوہ کے ساتھ صدیقؓ اور فاروقؓ کی افضلیت پر دلالت کرتی ہے۔

مسلک دوم احادیث نبویہ کی تصریحات و اشارات سے صدیق اکبرؓ کی افضلیت کے بیان میں تمام امت پر پھر فاروقؓ پھر ذی النورینؓ کی۔ اور روایات حدیث شروع کرنے سے پہلے ہم دو نکتوں پر مطلع کرنا چاہتے ہیں پہلا نکتہ افضلیت شیخینؓ کا مسئلہ ملت اسلامیہ میں قطعی ہے اور اس کی قطعیت حاصل ہوتی ہے دو وجہ سے ایک روایات حدیث کا تعدد یہاں تک کہ اصل مسئلہ متواتر المعنیٰ ہو جائے حاتم کی سخاوت اور رستم کی شجاعت کی طرح سے۔ دوسری صورت ہے قرائن کا پایا جانا کیونکہ خبر واحد قرائن کے محیط ہو جانے سے یقین کی حد میں پہنچ جاتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ہم نے ایک بیمار کو دیکھا کہ صاحب فراش ہو گیا ہے اور اس کے اقارب اطباء کے پاس جاتے ہیں آخر نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی زندگی سے سب ناامید ہو گئے اور بہت پریشانی و غم میں گرفتار رہے۔ اس کے بعد ایک دن دیکھا گیا کہ اس کے گھر میں بری طرح نوحہ کیا جا رہا ہے جنازہ دروازے پر رکھا ہے اور ہر جانب سے لوگ غمگین اور خاموش اس کے گھر میں جاتے ہیں۔ اس حالت میں اگر کوئی شخص خبر دے کہ وہ بیمار مر گیا ہے تو وہ خبر واحد قرائن کے پائے جانے کی وجہ سے

عبارت است از ان دو امانت آنحضرت صلی
الله علیه وسلم و ترویج اسلام در وقت غربت او
امن الناس علیّ ابوبکر و اشاره بآن باید و تفسیر
وعزت اسلام که از خصائص عمر است اشاره است
بآن سوم اتمام کارهائی مطلوب از نبوت بدست
این هردو عزیز رفت آنحضرت صلی الله علیه
وسلم در قصه منامیه در قصه آب کشیدن از بیر
ناقصی است ازان چهارم علو درجات ایشان
در معاد است بقول اهل الجنة و اقامت
درغرف عالیه و آوردن محشر و تجلی خاص برای
صدیق و معانقه حق برای عمر بیان ست
ازان و این خصلت هرگز جدائی ندارد شاید
یکی از خصال ثلثه زیرا که اکثریت ثواب
یا بسبب صفات نفسانی است یا بسبب اعزاز
اسلام و نصرت او یا بسبب اتمام کارهائی بعث
لیکن ممکن است که شخصی صحبت پیغامبر ندا
باشد بلکه آخر بسیار ایمان بیارد و هیچ مشهدی از
مشاهد خیر ادراک نکند و معهذا افضل امت
باشد باعتبار اتمام کارهائی مطلوب از بعثت
پیغامبر است او یا باعتبار صدیقیت و شهیدیت
و مناسبت قوت عاقله و عامله او بالنسبت بقوت
پیغامبر و ممکن است که در اعزاز اسلام
و نصرت پیغامبر اقصی الغایة سعی بجا
آورده و در آخر ایام آن حضرت صلی
الله علیه وسلم متوفی شود و کارهائی
مطلوب پیغامبر را بعد از وفات
از آنکه مباشرت آن نماید
باعتبار قوت عاقله و
عامله

تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت
کرتے رہنا اور ترویج اسلام اس کی غربت کے زمانہ میں، ارشاد
فرمایا گیا ہے کہ مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والا ابوبکر ہے
اس نے میرا ساتھ دیا اپنے مال سے اور اپنی جان سے۔ اور عزت
اسلام جو کہ عمرؓ کی خصائص میں سے ہے اسی خصلت کی
طرف اشارہ ہے۔ تیسری جو کام نبوت سے مطلوب تھے ان
دونوں بزرگوں کے ہاتھوں سے ان کا پورا ہونا۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں ڈول کا ذکر ہے اور
وہ خواب جس میں کنویں سے پانی کھینچنے کا قصہ مذکور ہے اسی
کی ایک شاخ تھی۔ چوتھی عالم آخرت میں ان کے درجات
کا بلند ہونا۔ یہ ارشاد کہ یہ دونوں تمام ادھیڑ عمر والے اہل جنت
کے سردار ہوں گے اور جنت کے بالاخانوں میں ان کے قیام کی
خبر دینا اور حشر میں ان کی اولیت اور صدیق کے لئے تجلی
خاص اور حق تعالیٰ کا معانقہ کرنا عمرؓ سے اسی کا بیان ہے۔ اور یہ
خصلت تینوں خصال میں سے کسی ایک سے کبھی جدا نہیں ہوتی
کیونکہ ثواب کی اکثریت یا تو صفات نفسانی کے سبب سے ہے
یا اسلام کو عزت اور مدد دینے کے سبب سے یا نبوت کے کاموں
کو پورا کرنے کے سبب سے۔ لیکن ممکن ہے کہ کسی شخص کو پیغمبر کی
صحبت حاصل نہ ہوئی ہو بلکہ وہ سب سے آخر میں ایمان لایا ہو اور
غزوات میں سے کسی غزوہ کو بھی وہ نہ پائے اس کے باوجود
جو کام بعثت پیغمبر سے مطلوب تھے اس کے ہاتھ سے پورے
ہونے کے اعتبار سے وہ افضل امت ہو یا باعتبار صدیقیت اور
شہیدیت کے اور اس کی قوت عاقلہ اور عاملہ کو پیغمبر کے نفس
قدسیہ سے مناسبت ہونے کے اعتبار سے اور ممکن ہے (ایسے شخص
کی افضلیت) کہ اسلام کو عزت دینے اور پیغمبر کی مدد دینے
میں انتہائی کوششیں کرتا رہا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے آخری ایام میں اس کی وفات ہو جائے اور وہ یہ بھی
نہ جانتا ہو کہ پیغمبر سے کون کون سے کام مطلوب ہیں چہ جائیکہ وہ
ان کی انجام دہی میں مشغول ہو۔ یا باعتبار قوت عاقلہ اور عاملہ

اوپیغامبر مناسبت متعدد و مادہ وتحقیق مرتبہ بعثت
درمیان است بہ احوال بعد از ین است مقتضائے
بامکان عقل لیکن سنۃ اللہ جاری شدہ است بآنکہ
رجالی بزرگ بعد از جد نفوس قدسیہ کسانیکہ
زیر تربیت پیغامبر پرورش یافتہ باشند و آنکہ تربیت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقاضا میکرد کہ خلیفہ
او نباشد الا اکمل امت باعتبار این خصال پس
جمیعا با جملہ در احادیث این باب تأمل وافی
بکار باید برد و مدار افضلیت از ہر حدیثی جدا
استنباط باید نمود چون این ہمہ گفتہ شد بروایات
احادیث مشغول شویم۔

اما اعتبار کارہائی کہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم
آن را از جہت پیغامبری کرد و شیخین
را فضیلت ثابت است باحادیث بسیار

اول حدیث ابی ہریرہؓ قال سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بینا
انا نائم رأیتنی علی قلیب علیہا دلو فنزعت
منہا ما شاء اللہ ثم اخذہا ابن ابی قحافۃ فنزع
منہا ذنوبا او ذنوبین وفی نزعہ ضعف واللہ
یغفر لہ ضعفہ ثم استحالت غربا
فاخذہا ابن الخطاب فلم ار عبقریا
من الناس ینزع نزع عمر
ابن الخطاب حتی ضرب الناس
بعطن۔ و حدیث عبد اللہ بن
عمر ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قال

پیغمبر کے ساتھ متعدد مناسبت اور تحقیق ہو کر اس کی بعثت کی
بلندی کی انتہا ان کے احوال میں سے کسی حال تک ہو جاتی ہے
یہ بامکان عقل کا مقتضٰی لیکن عادت خداوندی اس امر
پر جاری ہو چکی ہے کہ بڑے بڑے دوامی رجیسے کفار کی طاقتور
جماعتوں اور سلطنتوں سے مقابلہ کا افاضہ صرف ان نفوس
قدسیہ ہی پر ہوتا ہے خصوصاً جو رسول تک پیغمبر کے زیر تربیت
رہ کر پرورش پائی ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
بلند مرتبہ کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا خلیفہ کوئی نہ ہو بجز ایسے
شخص کے جو امت میں کامل ترین ہو ان تمام ہر چہار خصائل
کے اعتبار سے۔ تو اصل اس باب کی احادیث میں پورے غور
و فکر کو کام میں لانا چاہیئے اور ہر ایک حدیث سے مدار افضلیت
جداگانہ استنباط کرنا چاہیئے۔ جب یہ سب بیان کر دیا گیا تو اب
ہم روایات احادیث میں مشغول ہوتے ہیں۔

ان کاموں کے اعتبار سے جن کو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پیغمبری کی
حیثیت سے انجام دیتے تھے شیخینؓ کی فضیلت بہت سی احادیث
سے ثابت ہوتی ہے۔

پہلی حدیث ابوہریرہؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جب میں سو رہا تھا تو
میں نے اپنے کو ایک پرانے کنویں پر دیکھا جس پر ایک ڈول موجود
تھا جتنے ڈول اللہ نے چاہے میں نے اس میں سے کھینچے پھر
اس کو ابوبکرؓ ابن ابی قحافہ نے پکڑ لیا تو انہوں نے اس میں سے
چند ڈول یا دو ڈول کھینچے اور ان کے کھینچنے میں اور اللہ ان کو
معاف کرے ضعف تھا پھر وہ ڈول چرس[1] بن گیا تو اس کو ابن
الخطاب نے لے لیا تو میں نے لوگوں میں کسی طاقتور شخص کو
اس طرح ڈول کھینچتے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح عمرؓ ابن الخطاب
کھینچ رہا تھا یہاں تک کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو پانی پلا کر
باڑے کے گرد بٹھا دیا (کہ دوبارہ پانی پئیں)۔ اور حدیث عبداللہ
بن عمرؓ کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

[1] چرس پانی کے بڑے ڈول کو کہتے ہیں جس سے کاشتکار زمینوں کی سینچائی کرتے ہیں ۱۲ مترجم

فرقع ثم رفعت۔

سوم حدیث جابر بن عبد اللہ انہ کان یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اُرِیَ اللیلۃ رجل صالح ان ابا بکر نیط برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونیط عمر بابی بکر ونیط عثمان بعمر قال جابر فلما قمنا من عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنا اما الرجل الصالح فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما تنوط بعضہم ببعض فہم ولاۃ ہذا الامر الذی بعث اللہ بہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم

چہارم حدیث سمرۃ بن جندب ان رجلا قال یا رسول اللہ انی رأیت اللیلۃ کان دلوا دلی من السماء فجاء ابوبکر فاخذ بعراقیہا فشرب شربا ضعیفا ثم جاء عمر فاخذ بعراقیہا فشرب حتی تضلع ثم جاء عثمان فاخذ بعراقیہا فشرب حتی تضلع ثم جاء علی فاخذ بعراقیہا فانتشطت وانتضح علیہ منہا شیء۔

پنجم حدیث ابن عباس وابی ہریرۃ کہ تسمیہ خلفاء اربعہ بتصریح مذکور شدہ و شاہد عدل این احادیث می تواند شد انّ ابن عباس کان یحدث ان رجلا اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی رأیت اللیلۃ فی المنام ظلۃ تنطف منہا السمن والعسل فاری الناس یتکففون منہا فالمستکثر والمستقل واذا سبب واصل من الارض الی السماء فاراک اخذت بہ فعلوت

تو اس کا پانی بھی جھلکا دیا۔ پھر ترازو اٹھا لی گئی۔

تیسری حدیث جابر بن عبداللہ کی وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج ایک مرد صالح کو خواب میں دکھایا گیا کہ ابوبکرؓ لٹکے ہوئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور عمرؓ لٹکے ہوئے ہیں ابوبکرؓ کے ساتھ اور عثمانؓ لٹکے ہوئے ہیں عمرؓ کے ساتھ۔ تو جب ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ گئے تو ہم نے کہا کہ مرد صالح تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ بعض کا بعض کے ساتھ لٹکنا تو یہ لوگ اس امر کے والی ہوں گے جس سے اللہ تعالٰے نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔

چوتھی حدیث سمرۃ بن جندب کی کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میں نے آج کی رات میں دیکھا گویا ایک ڈول آسمان سے لٹکا اور ابوبکرؓ آئے اور انھوں نے اس کے دونوں عرقوے پکڑے (عرقوے ڈول کا منہ کھلا رکھنے کے لئے جو لکڑی باندھی جاتی ہے اس کو عرقوہ کہتے ہیں) اور پھر آہستہ آہستہ پیا۔ پھر عمرؓ آئے اور انھوں نے اس کے دونوں عرقوے پکڑے پھر خوب شکم سیر ہو کر پیا۔ پھر عثمانؓ آئے اور انھوں نے اس کے دونوں عرقوے پکڑے اور پیا یہاں تک کہ شکم سیر ہو گئے۔ پھر علیؓ آئے اور انھوں نے اس کے عرقوے پکڑے تو وہ عرقوہ جیسی کہ لکڑی کھل گئی اور اس میں سے کچھ پانی ان کے اوپر بکھر گیا۔

پانچویں حدیث ابن عباسؓ اور ابوہریرہؓ کی کہ خلفاء کے ناموں کا ذکر وہاں تصریح کے ساتھ مذکور ہوا اور ان احادیث کی شاہد عدل ہو سکتی ہے۔ یہ کہ ابن عباسؓ بیان کرتے تھے کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ ایک سائبان ہے جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے۔ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ اس میں سے ہتھیلیوں میں لے رہے ہیں۔ بہت لینے والے بھی ہیں اور کم لینے والے بھی اور رسی لٹکی ہوئی ہے۔ یعنی کہ ایک رسی ہے زمین سے آسمان تک تنی ہوئی آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ نے اس کو پکڑا اور بلند ہو گئے

قائم در مقام آنحضرت خواہند بود۔

هفتم حديث بنی المصطلق عن انس بن مالك قال بعثنی بنو المصطلق الی رسول الله صلی الله عليه وسلم فقالوا سل لنا رسول الله صلی الله عليه وسلم الی من ندفع صدقاتنا بعدك قال فأتيته فسألته فقال الی ابی بكر فأتيتهم فأخبرتهم فقالوا ارجع اليه فاسأله فان حدث بابی بكر حدث فالی من فأتيته فأخبرته فقال الی عمر فقالوا ارجع اليه فاسأله فان حدث بعمر حدث فالی من فأتيته فسألته فقال الی عثمان فأتيتهم فأخبرتهم فقالوا ارجع فاسأله فان حدث بعثمان حدث فالی من فأتيته فسألته فقال ان حدث بعثمان حدث فتبًّا لكم الدهر تبًّا۔

هشتم حديث وضع احجار عن عائشة قالت اول حجر حمله النبی صلی الله عليه وسلم لبناء المسجد ثم حمل ابو بكر حجرا آخر ثم حمل عمر حجرا آخر ثم حمل عثمان حجرا آخر فقلت يا رسول الله الا ترى الی هؤلاء كيف يساعدونك فقال يا عائشة هؤلاء الخلفاء من بعدی۔

مستشیعین آپ کے قائم مقام ہوں گے۔

ساتویں حدیث بنی مصطلق کی ہے۔ مروی ہے انسؓ بن مالک سے کہا کہ مجھ کو بنو مصطلق نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور انھوں نے کہا کہ ہماری طرف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کرو کہ ہم اپنے صدقات آپ کے بعد کس کو دیں؟ انسؓ نے کہا کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کو دینا۔ میں نے جاکر بنو مصطلق سے کہہ دیا۔ انھوں نے کہا کہ پھر آپ کے پاس جاؤ اور یہ پوچھو کہ اگر ابوبکرؓ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو پھر کس کو دیں؟ میں نے آپ کے پاس اس سوال کی اطلاع کی۔ تو آپ نے فرمایا عمرؓ کو دینا۔ یہ سنکر پھر ان لوگوں نے کہا کہ آپ کے پاس واپس جاکر یہ پوچھو کہ اگر عمرؓ کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجائے تو کس کو دیں؟ تو میں نے پھر آپ سے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ عثمانؓ کو۔ پھر میں اُن کے پاس آیا اور ان کو اطلاع دی۔ تو انھوں نے کہا کہ واپس جاؤ اور یہ سوال کرو کہ اگر عثمانؓ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو کس کو دیں۔ تو میں نے آپ کی خدمت میں جاکر یہ سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر عثمانؓ کو بھی کوئی حادثہ پیش آگیا تو پھر زمانہ دراز تک تمہارے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہوگی۔[1]

آٹھویں حدیث وضع احجار والی مروی ہے عائشہؓ سے مسجد کی بنیاد کے لئے سب سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پتھر اٹھایا تھا۔ پھر دوسرا پتھر ابوبکرؓ نے اٹھایا۔ پھر اور پتھر عمرؓ نے اٹھایا پھر اور پتھر عثمانؓ نے اٹھایا۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ ان لوگوں کو نہیں دیکھتے کہ کیونکر آپ کی موافقت کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ یہ لوگ خلفاء ہوں گے میرے بعد۔

---

[1] سوال کا منشاء دراصل زکوٰۃ و صدقات نہ تھا بلکہ یہ ایک عنوان تھا اس امر کے جاننے کے لئے کہ آپ کا خلیفہ کون ہوگا اور خلیفہ کے بعد پھر کون والی امر ہوگا اور اسکے بعد کون۔ جناب [illegible] اس منشاء کو بخوبی سمجھ رہے تھے آپ نے ترتیب سے بیان فرما دیا [illegible] عنوان سوال کی رعایت کرکے [illegible] آپ نے جو اصل منشاء سوال تھا [illegible] آپ نے عثمانؓ کے بعد ہونے والے فسادات کی خبر دی اور صدقات کے بارے میں کچھ نہ فرمایا کہ مقصود بالذات سوال کرنیوالوں کا صدقات سے متعلق نہ تھا۔ علہ المنتقب الهلاك یعنی اگر بعد عثمانؓ حوادث ہوا تو تمام عمر ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

نہم حدیث جبیر بن مطعم قال اتت امرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرہا ان ترجع الیہ قالت أرأیت ان جئت ولم اجدک کأنہا تقول الموت قال ان لم تجدینی فأتی ابا بکر

دہم حدیث عرباض بن ساریۃ اذ یقول وعظنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موعظۃ ذرفت منہا العیون ووجلت منہا القلوب فقلنا یا رسول اللہ ان ہذہ لموعظۃ مودع فماذا تعہد الینا قال قد ترکتکم علی البیضاء لیلہا کنہارہا لا یزیغ عنہا بعدی الا ہالک من یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بما عرفتم من سنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ وعلیکم بالطاعۃ وان عبدا حبشیا فانما المؤمن کالجمل الانف حیثما قید انقاد بعد از آن تفسیر کردند خلافت را بوجہے کہ منطبق باشد بر خلفاء ثلثہ لا غیر از حدیث ابی ہریرۃ الخلافۃ بالمدینۃ والملک بالشام اخرجہ الحاکم آنکہ صدیق بہتر بود از فاروق وفاروق بہتر بود از ذی النورین ہم این معنی مفہوم است از حدیث مستفیض وآن است از احادیث این باب

یازدہم حدیث سفینۃ مولی ام سلمۃ رضی اللہ عنہا قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی الصبح ثم اقبل

نویں حدیث جبیر بن مطعم کی کہا کہ ایک عورت آئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ آپ کے پاس پھر آئے (وہ مالی امداد چاہتی تھی اور مال آپ کے پاس بالفعل موجود نہیں تھا) اس نے کہا کہ یہ بتلائیے کہ اگر میں آپ کے پاس آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ گویا وہ موت کے خیال سے کہہ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکرؓ کے پاس آ جانا۔

دسویں حدیث عرباض بن ساریہ کی وہ کہتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحتیں کیں جن سے ہماری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل ان کی وجہ سے خوف زدہ ہو گئے ہم نے کہا یا رسول اللہ یہ تو رخصت کرنے والے کی سی نصیحتیں ہیں تو آپ ہمیں کس پر چھوڑیں گے؟ فرمایا کہ میں تم کو ایسے روشن کردار طریقے پر چھوڑوں گا جس کی رات اس کے دن کی طرح ہے۔ اس سے میرے بعد کوئی سرکشی نہ کریگا مگر وہی جو ہلاک ہونے والا ہوگا جو تم میں زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھے گا تو تم پر لازم ہے کہ میرے طریقہ کی پیروی کرو جس کو تم پہچانتے ہو اور خلفاء راشدینؓ کے طریقہ کی جو ہدایت یافتہ ہیں اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لو اور تم پر فرمانبرداری لازم ہے اگرچہ کسی حبشی غلام کی ہو کیونکہ مومن (کی بستی فساد سے بچنے اور بھلائی لینے والے مسلمانوں) کی مثال نکیل پڑے ہوئے اونٹ کی سی ہے جس طرف اس کو ہنکایا جائیگا ادھر ہی چل پڑے گا۔ اس کے بعد آپ نے خلافت کی ایسے طریقے سے تفسیر کی جو صرف تینوں خلفاءؓ ہی پر منطبق ہوتی ہے اور کسی پر نہیں، حدیث ابوہریرہؓ میں ہے خلافت مدینہ میں ہوگی اور بادشاہی شام میں، اخراج کیا اس کو حاکم نے۔ جب ہم اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ صدیقؓ بہتر تھے فاروقؓ سے اور فاروقؓ بہتر تھے ذی النورینؓ سے۔ یہ حقیقت مفہوم ہوتی ہے حدیث مستفیض سے اور وہ اس باب کی احادیث میں سے ہے۔

گیارہویں حدیث سے مروی ہے سفینہ سے جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو اس کے بعد

علے اصحابہ فقال ایکم رای رؤیا فقال رجل انا
یا رسول اللہ کان میزانا نزل بہ من السماء فوضعت
فی کفۃ ووضع ابو بکر فی کفۃ اخری فرجحت بابی
بکر فرفعت وترک ابو بکر مکانہ فجیء بعمر بن الخطاب
فوضع فی الکفۃ الاخری فرجح ابو بکر ثم
رفع ابو بکر وجیء بعثمان فرجح عمر ثم رفع عمر
ورفع المیزان قال فتغیر وجہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ثم قال خلافۃ النبوۃ ثلاثون عاما
ثم یکون ملک وعن ابی بکرۃ ان النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قال ذات یوم من رأی منکم
رؤیا فقال رجل انا رأیت کان میزانا نزل
من السماء فوزنت انت بابی بکر فرجحت انت
بابی بکر ثم وزن ابو بکر وعمر فرجح ابو بکر ثم
وزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان فرأینا
الکراہیۃ فی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وعن عرفجہ نحو من ذلک اینجا باید دانست کہ مضمون
حدیث ابن عمر دیگر است و آن موازنہ با سائر
امت است ومضمون حدیث ابی بکرۃ وعرفجہ دیگر
و آن موازنہ خلفا است بایکدیگر و ہر دو معنی
صحیح است روایۃً ودرایۃً ونیز باید دانست کہ
دارمی روایت میکند عن ابی ذر الغفاری
قال قلت یا رسول اللہ کیف علمت انک نبی
حتی استیقنت فقال یا ابا ذر اتانی
ملکان وانا ببعض بطحاء مکۃ
فوقع احدہما

اصحاب کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب
دیکھا ہے؟ تو ایک شخص نے کہا کہ میں نے یا رسول اللہ گویا ایک ترازو
آسمان سے اتاری گئی اور آپ کو اس کے ایک پلے میں رکھا گیا اور
ابوبکرؓ کو دوسرے پلے میں تو آپ وزنی ہے ابوبکرؓ سے، پھر آپ
اٹھا لیے گئے اور ابوبکرؓ آپ کی جگہ اتر گئے۔ پھر عمرؓ بن الخطاب
لائے گئے اور ان کو دوسرے پلے میں رکھا گیا تو ابوبکرؓ وزنی نکلے
پھر ابوبکرؓ کو اٹھا دیا گیا اور عثمانؓ کو رکھا گیا تو عمرؓ وزنی رہے
پھر عمرؓ کو اٹھا دیا گیا اور ترازو بھی اٹھائی گئی۔ راوی نے کہا کہ
پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا[1]
پھر فرمایا کہ خلافت نبوت تیس سال رہے گی پھر بادشاہی ہو جائیگی
اور مروی ہے ابوبکرہؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن
فرمایا کون ہے جس نے تم میں سے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ایک شخص
کہا میں نے دیکھا گویا ایک ترازو آسمان سے نازل ہوئی پھر آپ
تولے گئے ابوبکرؓ کے ساتھ تو آپ ابوبکرؓ سے بھاری ہے۔ پھر
تولا گیا ابوبکرؓ اور عمرؓ کو تو ابوبکرؓ بھاری ہے۔ پھر تولا گیا عمرؓ
وعثمانؓ کو تو عمرؓ بھاری ہے۔ پھر ترازو اٹھائی گئی تو ہم نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر ناگواری کا اثر معلوم
کیا۔ اور عرفجہ سے بھی اسی کی طرح مروی ہے۔ یہاں یہ جاننا چاہیے
کہ حدیث ابن عمرؓ کا مضمون دوسرا ہے اور وہ موازنہ تمام امت
کے ساتھ ہے اور ابوبکرہ اور عرفجہ کی حدیث کا مضمون دوسرا
ہے اور یہ موازنہ خلفاء کا ہے ایک دوسرے کے ساتھ اور روایۃً و
درایۃً دونوں معنے صحیح ہیں۔ اور نیز جاننا چاہیے کہ دارمی روایت
کرتے ہیں ابوذر غفاریؓ سے انھوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا یا
رسول اللہ جب آپ نبی بنائے گئے تھے تو کیونکر سمجھے کہ آپ نبی
ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوذرؓ میرے پاس (خواب میں) دو
فرشتے آئے جب کہ میں بطحاء مکہ کے بعض مقام پر تھا۔ ان دونوں میں

[1] بصیرت معنوی اس تنزلی دور کے سلسلہ کو دیکھ رہی تھی جو مستقبل کی جانب میں روز بروز بڑھتی ہوئی امت میں برحسب تنزل ہونے والے تھے
ان کے مشابہ تھا جو کہ ترجیح ہوا۔ ورنہ انبیا اور صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ دونوں ایک ہی رتبہ کے مراتب کا تفاوت آپ کے لئے اس وقت کوئی نیا
علم نہ تھا اور نہ یہ تفاوت کسی قابل ناگواری کا موجب ہو سکتا تھا۔ مترجم

الارض وکان الآخر بین السماء والارض فقال احدھما لصاحبہ زِنہ ہو فقال فوزنہ برجل فوزنتہ ثم قال زِنہ بعشرۃ فوزنت بہم فرجحتہم ثم قال زنہ بمائۃ فوزنت بہم فرجحتہم ثم قال زنہ بالف فوزنت بہم فرجحتہم فکانی انظر الیہم ینتثرون من خفۃ المیزان قال فقال احدہما لصاحبہ لو وزنتہ بامتہ لرجحہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آنچہ از رؤیا در ذات نبوت خود دانستہ بودند فہمانیدند و وزن بر رجحان عند اللہ دلالت کرد اینجا از ین واقعہ خلافت و افضلیت خلفائے ثلاثہ معلوم فرمودند و از باب اعانت اسلام در وقت غربت تمام بحضرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در حالت ایذاء کفار و شدت حال بین شیخین را افضلیت ثابت است باحادیث بسیار یکی از آنہا کہ دوازدہم است از احادیث این مسلک حدیث ابی سعید خدری قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما من نبی الا ولہ وزیران من اہل السماء و وزیران من اہل الارض فاما وزیرای من اہل السماء فجبرئیل و میکائیل و اما وزیرای من اہل الارض فابوبکر و عمر و عن سعید بن المسیب مرسلا قال کان ابوبکر الصدیق من النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکان الوزیر فکان یشاورہ فی جمیع امورہ و کان ثانیہ فی الاسلام و کان ثانیہ فی الغار و کان ثانیہ فی العریش یوم بدر

ایک تو زمین پر آگیا اور دوسرا آسمان اور زمین کے بیچ میں ٹھہر گیا پھر اُن میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا یہ وہی ہے؟ تو اس نے کہا کہ ہاں! تو اس کو ایک مرد کے ساتھ تولو۔ پھر میں اُس کے ساتھ تولا گیا تو میں وزنی نکلا پھر کہا کہ اس کو دس کے ساتھ تولو پھر میں اُن کے ساتھ تولا گیا تو میں ان سے بھی جھکا رہا۔ پھر کہا کہ اس کو سَو کے ساتھ تولو تو پھر مجھے اُن کے ساتھ تولا گیا تو میں اُن سے بھی جھکا رہا۔ پھر کہا کہ اس کو ہزار سے تولو۔ پھر اُن کے ساتھ مجھ تولا گیا تو میں بھاری جھکا رہا گویا کہ میں اُن لوگوں کو دیکھ رہا ہوں ترازو کے ہلکے ہونے سے بکھر کر منتشر ہوتے ہوئے۔ کہا کہ ایک نے اپنے ساتھی کو کہا کہ اگر تو اس کو اس کی تمام اُمت کے ساتھ تولے گا تو بھی ان سے جھکا رہے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ خواب اپنی نبوت کا وزن بیان کیا۔ کیونکہ وزن ہے اللہ کے نزدیک رجحان پر دلالت کی (اسی طرح) اس جگہ آپ نے اس واقعہ سے تینوں خلفاء کی خلافت اور افضلیت معلوم کی۔ رہا اعانت اسلام کا اعتبار غربت کے زمانہ میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے کھڑے ہونے کا اعتبار ایذاء کفار اور شدت حال کی حالت میں تو شیخینؓ کی افضلیت بہت سی احادیث سے ثابت ہے تو ان میں سے ایک جو اس سلسلہ کی احادیث میں سے بارہویں حدیث ہے حدیث ابوسعید خدریؓ کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی نبی نہیں مگر اس کے لئے دو وزیر (یعنی مددگار) ہوتے ہیں آسمان والوں میں سے اور دو وزیر ہوتے ہیں زمین والوں میں سے۔ تو میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرئیلؑ اور میکائیلؑ ہیں اور جو دو وزیر زمین والوں میں سے ہیں تو وہ ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ اور سعید بن المسیبؒ سے مرسلاً مروی ہے کہا کہ ابوبکر صدیقؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وزیر کے مرتبہ میں تھے تو آپ اُنہی سے تمام امور میں مشورہ کیا کرتے تھے اور وہ آپ کے دوسرے تھے اسلام میں اور دوسرے تھے غار میں اور دوسرے تھے بدر کے دن عریش میں (بدر کی جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے میدان

وکان ثانیہ فی القبر ولم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقدم علیہ احدا۔

سیزدہم عن ابی اروی الدوسی قال کنت جالسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطلع ابوبکر وعمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ الذی ایدنی بہما۔ وعن حذیفۃ بن الیمان قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لقد ہممت ان ابعث الی الآفاق رجالا یعلمون الناس السنن والفرائض کما بعث عیسی بن مریم الحواریین قیل لہ فاین انت من ابی بکر وعمر قال انہ لا غنی بی عنہما انہما من الدین کالسمع والبصر۔

چہاردہم - اثبات منت صدیق بر خود و آن مستفیض است از حدیث ابی سعید خدری وابی ہریرۃ وحضرت مرتضیٰ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امن الناس علی فی مالہ وصحبتہ ابوبکر۔ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لاحد عندنا ید الا وقد کافیناہ ما خلا ابابکر فان لہ عندنا یدا یکافیہ اللہ بہا یوم القیامۃ وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر۔ در این اشارت است بافضلیت باعتبار اعانت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وترویج اسلام۔

پانزدہم اولیت اسلام صدیق اکبر از میان احرار بالغین و ظاہر است کہ نکایت در ملت کفر از خبر بالغ حر ظہور

میں ایک بڑی بھاری گھڑی تھی جس میں صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آپ ٹھہرے تھے (یعنی چھپنے سے مراد ہے) اور دوسرے یہ ہے کہ آپ کے ساتھ قبر میں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو ان کا مقدم نہیں کرتے تھے۔

تیرھویں حدیث مروی ہے ابوارویٰ دوسی سے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ان دونوں سے مجھے تقویت بخشی۔ اور حذیفہ بن الیمان سے مروی ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میں نے بے شک ارادہ کیا ہے کہ اطراف ملک میں لوگوں کو بھیجوں جو عوام کو سنن اور فرائض سکھائیں جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریین کو بھیجا تھا۔ آپ سے کہا گیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ میں ان دونوں سے مستغنی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ دین کے لئے سمع وبصر کی مانند ہیں۔

چودھویں فضیلت اپنے اوپر صدیق رضی اللہ عنہ کے احسان کا اثبات اور یہ مستفیض ہے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ کی حدیثوں سے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والا اپنے مال اور ساتھ دینے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر کسی کا احسان نہیں جس کی ہم نے مکافات نہ کر دی ہو مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کیونکہ ان کے ہم پر ایسے احسان ہیں کہ ان کی مکافات بروز قیامت ان کے ساتھ اللہ کرے گا اور مجھے کسی کے مال نے کبھی اتنا نفع نہیں پہنچایا جس قدر نفع ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے مجھ کو پہنچایا۔ اور یہ اشارہ اس افضلیت کی طرف ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت اور ترویج اسلام کے اعتبار سے ہے۔

پندرھویں فضیلت - احرار بالغین میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسلام کی اولیت۔ اور ظاہر ہے کہ ملت کفر پر خبیر بالغ اور آزاد کے اسلام کے

حق قرا دہد۔ و این نیز مستفیض است از حدیث
ابی درداء و عمرو بن عبسہ و مقدام و عمار بن
ابی الدرداء۔ فی اثنائے منازعۃ عمر و صدیق قال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت
وقال ابوبکر صدقت وواسانی بنفسہ ومالہ
فہل انتم تارکون لی صاحبی۔

شانزدہم دعای آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
باعزاز فاروق اللہم اعز الاسلام وظہور اجابت
این دعا و این نیز مستفیض است
از حدیث ابن عمر و ابن عباس و عائشہ و ابن
مسعود عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال اللہم اعز الاسلام باحب
ہذین الرجلین الیک بابی جہل او بعمر بن الخطاب
قال وکان احبہما الیہ عمر۔ و اما حصول
عزت اسلام باسلام فاروق از حدیث ابن
مسعود و ابن عباس و حذیفہ عن ابن مسعود ما زلنا اعزۃ منذ
اسلم عمر و فی روایۃ ما استطعنا ان
نصلی عند الکعبۃ ظاہرین حتی اسلم عمر۔

ہفدہم استبشار اہل سموات باسلام
فاروق و این نیز تحوی است باثبات اسلام
مسلمین از حدیث ابن عباس قال
لما اسلم عمر نزل جبرئیل فقال یا محمد
لقد استبشر اہل السماء باسلام
عمر۔

ہیجدہم حدیث عمر غلق فتنہ
است و غلق جہنم است
و این حدیث مستفیض است
عن حذیفہ

کوئی چوٹ نہیں پڑ سکتی تھی اور یہ بھی مستفیض ہے ابودرداءؓ
عمروؓ بن عبسہ اور مقدام اور عمار کی احادیث سے۔ تو وہ مروی ہے
ابودرداءؓ سے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حضرت عمرؓ کی رنجش واقع
ہونے کے زمانہ میں۔ یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ
نے مجھے تمھاری طرف مبعوث کیا تو تم نے مجھے جھوٹا کہا اور ابوبکرؓ
نے میری تصدیق کی اور میرا ساتھ دیا اپنی جان سے اور اپنے مال
سے تو کیا تم میرے لئے میرے رفیق کو چھوڑ دو گے!

سولھویں فضیلت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا
فاروقؓ کے بارے میں۔ اللھم اعز الاسلام اور اعلیٰ طریقہ پر اس
دعا کی قبولیت کا ظہور اور یہ بھی مستفیض ہے۔ ابن عمرؓ
اور ابن عباسؓ اور عائشہؓ اور ابن مسعودؓ کی حدیث
سے مروی ہے ابن عمرؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے دعا کی کہ اے اللہ ابوجہل یا عمر بن الخطاب دونوں میں سے
جس کو تو زیادہ پسند کرے اس سے اسلام کو عزت دے۔ کہا کہ ان
دونوں میں سے اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمرؓ تھے۔ اور عزت
اسلام کا حصول فاروقؓ کے اسلام سے تو یہ مستفیض ہے ابن
مسعودؓ و ابن عباسؓ و حذیفہؓ کی حدیث سے۔ ابن مسعودؓ سے
مروی ہے کہ جب سے عمرؓ اسلام لائے ہم برابر عزت کے ساتھ ہیں
اور ایک روایت میں ہے کہ ہم میں یہ استطاعت نہ تھی کہ برملا
کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ لیں یہاں تک کہ عمرؓ اسلام لائے

سترھویں فضیلت آسمان والوں کا ایک دوسرے کو
عمرؓ کے اسلام سے خوشخبری دینا۔ اور یہ بھی اثبات اسلام
مسلمین کی طرف اشارہ ہے۔ خود حدیث ابن عباسؓ سے کہا کہ
جب عمرؓ اسلام لائے تو جبرئیل نازل ہوئے۔ اور انھوں نے
کہا اے محمدؐ! اہل آسمان نے عمرؓ کے اسلام لانے پر ایک دوسرے کو
بشارت دی۔

اٹھارھویں حدیث عمرؓ فتنہ کا بند دروازہ تھے اور
جہنم کا بند دروازہ تھے اور یہ حدیث مستفیض ہے مروی ہے

سلہ یہ سب حدیث ان صحابہ میں سے ... کتاب کے دیباچہ میں لکھ چکا ہیں۔ عمرو بن عبسہ کی حدیث ... دیکھو۔ مترجم

و قد سأله عمر عن الفتنة التي تموج موج البحر
ليس عليك منها بأس يا امير المؤمنين ان بينك
وبينها بابا مغلقا ثم فتحه ابواب بعد ازان
در قاطع مثل الشمس في رابعة النهار ظاهر شد
که فتح فارس و روم که در بعثت آنحضرت صلی
الله علیه وسلم ملفوف بود بدست ایشان بظهور
رسید بدخل غیری و جمع قرآن که در کتاب الله
موعود بود باهتمام ایشان بعمل آمد بغیر مشارکت
احدی و اجماع که اصل ثالث است از اصول شرع
بسعی ایشان بروی کار آمد بدون سعی دیگری
و همچنین تحقیق مقامات تصوف وغیر آن تا آنکه
بدلیل مشاهده این احادیث تا آنکه آنها وقتی
این مشائخ ظاهر شد و نیز متواتر رسیده
صدیق بیشتر از همه ایمان آورد و بنصرت
آنحضرت صلی الله علیه وسلم تقدم شده
سالهای بسیار و نزدیک بششم سال از نبوت
فاروق اسلام آورد و عزت اسلام بسبب
او ظاهر گردید و این همه دلیل قاطع است
بر افضلیت ایشان و تفسیر این احادیث
و انهم یفوقهم به صدیق اکبر است از فاروق
و این وصف بمعنی مفهوم است از خطاب که
آنحضرت صلی الله علیه وسلم در قصه منازعه صدیق
با فاروق هل انتم تارکون لی صاحبی و آن
نزدیکتر است از احادیث این مسلک
اخرج البخاری عن ابی الدرداء قال کنت
جالسا عند النبی صلی الله علیه وسلم اذ
اقبل ابوبکر آخذا بطرف ثوبه
حتی ابدی عن رکبتیه فقال النبی صلی
الله علیه وسلم

حذیفہؓ سے اور آپ سے حضرت عمرؓ نے اس فتنہ کے بارے میں سوال
کیا تھا جس کی موجیں دریا کی موجوں کی طرح اٹھیں گی تو
حذیفہؓ نے یہ جواب دیا تھا کہ اے امیر المؤمنین اس فتنہ سے
آپ کو کوئی اندیشہ نہیں ہے آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک
بند دروازہ ہے پھر (مسروقؒ کے پوچھنے پر) انھوں نے بند دروازہ
کی تفسیر حضرت عمرؓ کے ذریعہ سے کی اس کے بعد قاطع دلیل روشن
کے سورج کی طرح ظاہر ہوگیا کہ فارس اور روم کی فتح آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں ملفوف تھی جس کا ظہور ان کے
ذریعہ ہوا بغیر کسی دوسرے کے دخل کے۔ اور جمع قرآن جس کا
کتاب اللہ میں وعدہ کیا گیا تھا ان ہی کے اہتمام سے بغیر کسی کی
مشارکت کے عمل میں آیا۔ اور اجماع جو کہ اصول شریعت میں کی
تیسری اصل ہے ان ہی کی کوشش سے بروئے کار آیا بغیر کسی
دوسرے کی سعی کے، اور اسی کی طرح مقامات تصوف وغیرہ
کی تحقیق یہاں تک کہ ان احادیث کے اشارے کے مطابق جو کہ
ان مشائخ کا اختلاف بھی ظاہر ہوگیا۔ اور نیز یہ خبر تواتر کے ساتھ
پہنچی ہے کہ صدیقؓ سب سے پہلے ایمان لائے اور آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے کھڑے ہوگئے تھے بہت سے مواقع
میں اور نبوت کے تقریباً چھٹے سال میں فاروقؓ اسلام لائے اور
ان کے ہونے سے اسلام کی عزت نمایاں ہوئی اور یہ سب ان کی افضلیت
پر قطعی دلیل ہے اور ان احادیث کی تفسیر ہے، و انهم يفوقهم اب
ہم اس پر آتے ہیں کہ صدیقؓ افضل ہیں فاروقؓ سے اسی
وصف سابقیت میں، یہ معنے مفہوم ہوتے ہیں آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے اس خطاب سے جو صدیقؓ اور
فاروقؓ کے مابین ایک جھگڑا پیش آنے پر تھا، ان الفاظ کے ساتھ
ہل انتم تارکون لی صاحبی اور اس مسلک کی احادیث میں سے
اقرب والی حدیث ہے۔ تخریج کیا بخاری نے۔ روایت ہے ابی الدرداءؓ
سے کہا کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب کہ
ابوبکرؓ آئے اپنے کپڑوں کو سمیٹے ہوئے یہاں تک کہ ان کے دونوں
زانو بھی ظاہر ہو رہے تھے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

بعد از عمرؓ الاجماع انما کان آنا باست نزد
کمالِ نفسانی و بودن از طبقۂ علیۂ
امت پس ثابت است باحادیث بسیار
یکے از آنہا گواہی دادن آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم صدیق را بصدیقیت
و فاروق اعظم و ذی النورین را بشہید
و آن حدیث ہیجدہم است از احادیث این
مسلک و آن حدیث مستفیض است
بروایت عثمان و انس و ابوہریرہ و سعید
ابن زید و صحابی مبہم در مسند احمد عن
ثمامۃ بن حزن القشیری فی قصۃ
طویلۃ قال عثمان انشدکم باللہ
والاسلام ہل تعلمون ان رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کان علے
ثبیر مکۃ ومعہ ابوبکر وعمر وانا
فتحرک الجبل حتی تساقطت حجارتہ
بالحضیض قال فرکضہ برجلہ فقال
اسکن ثبیر فانما علیک نبی وصدیق
وشہیدان قالوا اللہم نعم قال
اللہ اکبر شہدوا لی ورب
الکعبۃ انی شہید۔

حدیث دوم اثبات مرتبۂ کہ تلو خلافت
باشد صدیق را و آن نیز حدیث مستفیض
است جیدۃ الاسانید از حدیث ابن
عباسؓ و ابن الزبیرؓ و ابوسعید خدری
و عبد اللہؓ بن مسعود و ابو
المعلے عن ابن عباس عن
النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال
لو کنت متخذا من امتی

عمرؓ کی رضامندی سے ہے۔ اس کو نافذ کیا جا سکے۔ (ابوبکر بیٹی) کو
حضرت عمرؓ نے پکڑ رکھا تھا اور نیچے گرا کر اس کا سر زمین سے رگڑ رہے
تھے حضرت عثمانؓ آگئے تو انھوں نے چھوڑا دیا۔ یہ بات حضرت عمرؓ
کو ناگوار ہوئی اور انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا
کہ آپ کے سامنے ایک بات ان کی دعوت کی تھی اس لئے انھوں نے اس کی
حمایت کی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا ارشاد
فرمایا تھا۔ چند صفحات قبل یہ حدیث مفصل تحریر کی جا چکی ہے) (دوسرا
کمالِ نفسانی کے اعتبار سے اور امت کے طبقۂ علیا میں ہونے کے
لحاظ سے افضل ہونا تو یہ بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ ان میں سے
ایک یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیقیت کی گواہی دینا
صدیق اکبرؓ کے لئے اور شہیدیت کی گواہی دینا فاروق اعظمؓ اور
ذی النورینؓ کے لئے اور وہ اس مسلک کی احادیث میں سے اٹھارویں
حدیث ہے اور یہ حدیث مستفیض ہے بروایت عثمانؓ و انسؓ
و ابوہریرہؓ و سعیدؓ بن زید اور ایک اور صحابی کی روایت سے
جن کا نام معلوم نہیں۔ مسند احمد میں ثمامہ بن حزن القشیری سے
ایک طویل قصہ میں مروی ہے کہ عثمانؓ نے کہا کہ میں تمہیں اللہ کا
اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم ثبیر پر تھے (ثبیر مکہ کی ایک پہاڑی کا
نام ہے) اور آپ کے ساتھ ابوبکرؓ و عمرؓ تھے اور میں تھا تو پہاڑ نے
حرکت کی یہاں تک کہ اس کے پتھر لڑھک کر نشیب میں گرے کہا
پھر آپ نے اس پر اپنا پاؤں مارا اور فرمایا اے ثبیر ساکن ہو کیونکہ
تجھ پر ایک نبی ہے اور ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ لوگوں نے
کہا بیشک۔ عثمانؓ نے کہا اللہ اکبر سب لوگوں نے شہادت دی
رب کعبہ کی قسم کہ میں شہید ہوں۔

بائیسویں حدیث صدیقؓ کے لئے ایسے مرتبہ کے اثبات
میں جو قریب ہے خلافت کے اور وہ بھی حدیث مستفیض ہے جس کی
اسناد جید ہیں۔ حدیث ابن عباسؓ و ابن الزبیرؓ و ابوسعید خدریؓ
و عبد اللہ بن مسعودؓ و ابو المعلے سے جو مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو

خلیلاً لاتخذت ابابکر ولکن اخی
وصاحبی۔
حدیث سوم موافقت رأی صدیقؓ با وحی
در حدیث بسیار واقع شد تا آنکہ قدر مشترک متواتر
بالمعنی گشتہ از آنجملہ قصہ فنحاص یہودی
عکرمہ و مجاہد و سدی آن را روایت
کردہ روی عن عکرمۃ ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم بعث ابابکر الی فنحاص الیہودی
یستمدہ وکتب الیہ وقال لابی بکر
لاتفتات علی بشیء حتی ترجع الی فلما
قرأ فنحاص الکتاب قال قد احتاج
ربکم قال ابوبکر فہممت ان امدہ بالسیف
ثم ذکرت قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لاتفتات علی بشیء فنزلت لقد سمع
اللہ قول الذین قالوا ان اللہ فقیر
ونحن اغنیاء وقولہ ولتسمعن
من الذین اوتوا الکتاب من
قبلکم وقال ابن جریج حدثت
ان ابا قحافۃ سب النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فصکہ ابوبکر صکۃ
فسقط فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ
وسلم فقال أفعلت یا ابابکر فقال
واللہ لو کان السیف قریبا منی لضربتہ
فنزلت لا تجد قوما یؤمنون باللہ و
الیوم الآخر الآیۃ وعن ابی ایوب
الانصاری عن النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قال
انی رأیت فی المنام غنما
سود

خلیل بناتا (یعنی ایسا دوست جس سے زیادہ کوئی محبوب نہ ہو)
تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن وہ میرا بھائی اور رفیق ہے۔
تیسری حدیث کئی واقعات میں صدیقؓ کی رائے کی
موافقت وحی کے ساتھ یہاں تک کہ قدر مشترک متواتر بالمعنی
ہو گیا۔ ان میں سے ایک یہ فنحاص یہودی کا قصہ ہے عکرمہ اور
مجاہد اور سدی نے اس کو روایت کیا۔ روایت ہے عکرمہ سے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو بھیجا فنحاص یہودی کے پاس اس سے
کچھ امداد لینے کے لئے اور اسے ایک خط لکھ کر بھیجا اور ابوبکرؓ
سے یہ فرمایا کہ مجھ سے کوئی بات نہ اٹھا رکھنا (یعنی مجھ سے پوچھے
بغیر کوئی کام نہ کرنا) یہاں تک کہ تم میرے پاس واپس آؤ۔ تو
جب فنحاص نے خط کو پڑھا تو اس نے کہا کہ تمہارا رب محتاج
ہو گیا۔ ابوبکرؓ نے کہا تو میں نے قصد کر لیا کہ اس کو تلوار سے
ختم کر دوں پھر مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا یاد آ گیا
کہ کوئی کام مجھ سے پوچھے بغیر نہ کرنا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی
لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ الخ (۳: ۱۸۱) بیشک اللہ نے
سن لیا ہے ان لوگوں کا قول جنھوں نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ
مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں۔ اور یہ آیت وَلَتَسْمَعُنَّ الخ
(۳: ۱۸۶) اور البتہ آگے کو اور سنوگے بہت سی باتیں دل آزاری
کی ان لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں۔ اور ابن جریج
نے کہا کہ مجھ سے نقل کیا گیا کہ ابو قحافہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کو گالی دی تو ابوبکرؓ نے اس کے ایک زور سے تھپڑ مارا کہ وہ گر گیا۔
اس واقعہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا تو آپ نے
کہا کیا اے ابوبکرؓ تم نے ایسا کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم
اگر تلوار میرے قریب ہوتی تو اس پر چلا دیتا۔ اس پر یہ آیت
نازل ہوئی لَا تَجِدُ قَوْمًا الخ (۵۸: ۲۲) جو لوگ اللہ پر اور
قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ
دیکھیں گے کہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور
رسول کے برخلاف ہیں الخ۔ ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا سیاہ بکریاں

دخلت فيها غنم عفر، يا ابا بكر اعبرها، فقال ابو بكر يا رسول الله هي العرب تتبعك ثم تتبعها العجم فقال النبي صلى الله عليه وسلم كذا عبرها الملك سحر۔ عن ابن عباس قال قال النبي صلى الله عليه وسلم يوم بدر اللهم انشدك عهدك ووعدك اللهم ان شئت لم تعبد فاخذ ابو بكر بيده فقال حسبك فخرج وهو يقول سيهزم الجمع ويولون الدبر۔ وفي الحديبية قال لعمر مثل ما قال له النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا ايها الرجل انه رسول الله صلى الله عليه وسلم وليس يعصي ربه وهو ناصره فاستمسك بغرزه فوالله انه على الحق۔

بیست وچہارم تعبیر پیغمبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم از صدیق رؤیائے بسیارے وایں دلالت می نماید بر موافقت قوت عاقلۂ او با قوت عاقلۂ پیغامبر

قال محمد بن اسحق وقد بلغني ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لابي بكر الصديق رضي الله عنه وهو محاصر ثقيفا يا ابا بكر اني رأيت اني اهديت الي قعبة مملوءة زبدا فنقرها ديك فهراق ما فيها فقال ابو بكر ما اظن ان تدرك منهم يومك هذا ما تريد فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا لا ارى ذلك قال ابن هشام حدثني بعض اهل العلم عن ابراهيم بن جعفر المحمدي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

جن میں بہا سفید رنگ بکریاں داخل ہوگئیں۔ اے ابوبکرؓ اس کی تعبیر دو۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ یہ (سیاہ بکریاں) عرب ہیں جو آپ کا اتباع کریں گے پھر ان کے پیچھے عجم کے لوگ آجائیں گے یہاں تک کہ ان پہ چھا جائیں گے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی تعبیر سحر کے وقت فرشتے نے اسی طرح دی تھی۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر میں کہا اے اللہ میں آپ کو واسطہ دیتا ہوں آپ کے عہد کا اور آپ کے وعدے کا اے اللہ اگر آپ چاہیں آپ کی عبادت نہ کی جائے تو ابوبکرؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا بس کافی ہے۔ تو آپ یہ کہتے ہوئے نکلے سیھزم الجمع (یعنی عنقریب اس جماعت کو شکست دی جائیگی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے) اور ابوبکرؓ نے بھی حدیبیہ میں عمرؓ سے وہی کہا جو کہ ان سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور (یہ بھی) اے شخص وہ اللہ کے رسول ہیں صلے اللہ علیہ وسلم اور وہ ایسے نہیں کہ اپنے رب کی نافرمانی کریں اور وہ ان کا مددگار ہے۔ بس ان کی رکاب مضبوط پکڑے رکھو۔ خدا کی قسم وہی حق پر ہیں اور یہ جو مصالحت آپ کرتے ہیں ٹھیک درست اور منشاء حق کے مطابق ہے۔

چوبیسویں فضیلت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صدیقؓ سے بہت سے واقعات میں تعبیر پوچھنا یہ دلالت کرتا ہے ان کی قوت عاقلہ کی موافقت پر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت عاقلہ کے ساتھ محمد بن اسحق نے کہا مجھ کو خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب وہ ثقیف کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ اے ابوبکرؓ میں نے دیکھا کہ میرے پاس ایک کاسی مکھن سے بھری ہوئی رکھی ہوئی ہے جو بطور ہدیہ میرے پاس بھیجی گئی اس کو ایک مرغے نے چونچ ماری تو جو اس میں تھا وہ سب بہہ گیا تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میں یہ گمان نہیں کرتا کہ بس ان میں آپ جو ارادہ کئے ہوئے ہیں وہ ان سے حاصل کرلیں گے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور مجھ کو درحقیقت دکھایا جارہا ہے۔ اور ابن ہشام نے کہا کہ مجھ سے روایت کی بعض اہل علم نے ابراہیم بن جعفر المحمدی سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

یا ما دخل الجنۃ۔

حدیث بست وسوم ندا کردن ملائکہ صدیق را از ابواب ثمانیہ جنت از حدیث ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من انفق زوجین فی سبیل اللہ نودی من ابواب الجنۃ یا عبداللہ ہذا خیر فمن کان من اہل الصلوۃ دعی من باب الصلوۃ ومن کان من اہل الجہاد دعی من باب الجہاد ومن کان من اہل الصیام دعی من باب الریان ومن کان من اہل الصدقۃ دعی من باب الصدقۃ فقال ابوبکر بابی انت وامی یا رسول اللہ ما علی من دعی من تلک الابواب من ضرورۃ فہل یدعی احد من تلک الابواب کلہا قال نعم وارجو ان تکون منہم اخرجہ البخاری ومسلم والترمذی ومالک فی الموطا۔

حدیث بست وچہارم وضع اللہ الحق علی لسان عمر و این فضیلتے است در فاروقؓ نظیر وحی است در انبیاء و این حدیث مستفیض است از حدیث ابن عمر وابی ذر رضی اللہ عنہم و غیر ایشان عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال جعل اللہ الحق علی لسان عمر وقلبہ اخرجہ الترمذی۔

حدیث بست وپنجم اثبات محدثیت کہ نظیر وحی است فاروقؓ را و این مستفیض است از حدیث ابی ہریرۃؓ وعائشۃ وعقبۃ بن عامر عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیما کان قبلکم من الامم ناس محدثون فان یکن فی امتی احد منہم

وہ جنت میں داخل ہوگا۔

تئیسویں فضیلت حضرت صدیقؓ کو ملائکہ کا جنت کے آٹھوں دروازوں سے پکارنا۔ یہ ثابت ہے حدیث ابوہریرہؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایک جوڑا خرچ کیا[1] راہ خدا میں اس کو پکارا جائے گا جنت کے دروازوں سے کہ اے بندۂ خدا یہ خیر ہے (یعنی جنت خیر کا مقام) تو جو اہل صلوٰۃ میں سے ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے پکارا جائے گا اور جو اہل جہاد میں سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے پکارا جائے گا اور جو اہل صیام (یعنی روزے والوں) میں سے ہوگا اس کو باب الریان سے پکارا جائے گا اور جو اہل صدقہ میں سے ہوگا اس کو باب الصدقہ سے پکارا جائے گا۔ تو ابوبکرؓ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ جو شخص ان دروازوں سے پکارا جائے گا اس پر ہر دروازے پر جانا ضروری تو نہ ہوگا تو کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جس کو ہر دروازے سے پکارا جائے گا۔ فرمایا ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ تو ان ہی میں سے ہوگا۔ تخریج کیا اس کو بخاری اور مسلم اور ترمذی نے اور امام مالک نے موطا میں۔

چوبیسویں فضیلت۔ اللہ کا عمرؓ کی زبان پر حق کو رکھنا اور فاروقؓ میں یہ فضیلت ہے جو مماثل وحی ہے جو انبیاء کے حق میں ہوتی ہے۔ یہ حدیث مستفیض ہے ابن عمرؓ اور ابوذرؓ اور عمر رضی اللہ عنہم وغیرہم سے۔ مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے حق کو عمرؓ کی زبان اور ان کے قلب میں رکھ دیا ہے۔ اس کو اخذ کیا ترمذی نے۔

پچیسویں فضیلت محدثیت کا اثبات فاروقؓ کے لئے جو مماثل وحی ہے۔ اور یہ مستفیض ہے حدیث ابوہریرہؓ وعائشہؓ و عقبہ بن عامرؓ سے۔ مروی ہے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم سے پہلے جو امتیں گزر چکی ہیں ان میں محدث لوگ ہوتے تھے تو اگر میری امت میں ان میں سے کوئی

[1] حدیث کی رو سے زوجین کے بعد فی سبیل اللہ کا لفظ ہے یعنی کسی چیز کا بھی ایک جوڑا ہو مثلاً دو روپے یا دو اشرفی یا دو کپڑے وغیرہ ۱۲ مترجم

اخرجہ الشیخان و ہو غریب البخاری۔

سی و یکم فرار شیطان از ظل عمر و این نیز بصحت است و آن نیز مستفیض است از حدیث سعد ابن ابی وقاص و ابی ہریرہ و بریدہ اسلمی و عائشہ عن سعد بن ابی وقاص قال استاذن عمر علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عندہ نساء من قریش یکلمنہ و یستکثرنہ عالیۃ اصواتہن فذکر الحدیث الی ان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایہاً والذی نفسی بیدہ ما لقیک الشیطان قط سالکاً فجاً الا سلک فجاً غیر فجک اخرجہ البخاری و مسلم۔

سی و دوم دادن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لبن فاروق را در منام از حدیث عبداللہ ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بینا انا نائم شربت یعنی اللبن حتی انظر الی الری یجری فی ظفری او فی اظفاری ثم ناولت عمر قالوا فما اولتہ قال العلم اخرجہ البخاری و مسلم۔

سی و سوم موافقت رای فاروق با وحی الٰہی و آن متواتر است و این حدیث مستفیض است از حدیث عمر رضی اللہ عنہ قال وافقت ربی فی ثلث فی مقام ابراہیم و فی الحجاب و فی اساری بدر اخرجہ مسلم و البخاری نحوہ

سی و چہارم دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیادت دین فاروق عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بینا انا نائم رأیت الناس عرضوا علیّ

شخص ہے تو وہ عمرؓ ہے۔ اس کو نقل کیا بخاری نے۔

تیسویں فضیلت شیطان کا بھاگنا عمرؓ کے سایہ سے اور یہ صحت کے مماثل ہے اور یہ بھی مستفیض ہے سعدؓ بن ابی وقاص اور ابوہریرہؓ اور بریدہ اسلمیؓ اور عائشہؓ کی احادیث سے۔ مروی ہے سعدؓ بن ابی وقاص سے کہا کہ عمرؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی اور قریش کی عورتیں آپ سے باتیں کر رہی تھیں اور بہت بول رہی تھیں اور ان کی آوازیں اونچی ہو رہی تھیں۔ اس حدیث کا بیان کرتے کرتے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جب شیطان کو کسی گلی میں چلتے ہوئے تم سے سامنا ہوتا ہے تو وہ گلی سے ہٹ کر دوسری گلی میں چلنے لگتا ہے۔ اس کو نقل کیا بخاری اور مسلم نے۔

اکتیسویں فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فاروقؓ کو خواب میں دودھ عطا کرنا۔ یہ ثابت ہے عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے سوتے ہوئے (خواب میں) پیا یعنی دودھ یہاں تک کہ میں اس کی تازگی کو دیکھتا تھا کہ میرے ناخن یا ناخنوں میں (ظاہر یا) جاری ہو رہی تھی۔ پھر وہ میں نے عمرؓ کو دے دیا۔ لوگوں نے کہا کہ پھر آپ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ فرمایا کہ علم۔ اس کو نقل کیا بخاری اور مسلم نے۔

بتیسویں فضیلت۔ فاروقؓ کی رائے کا وحی الٰہی کے موافق ہونا اور وہ متواتر ہے اور یہ حدیث مستفیض ہے حدیث عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تین امور میں میری رائے موافق ہوئی میرے رب کے حکم سے مقام ابراہیم کے بارے میں اور پردے کے اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں۔ مسلم اور بخاری نے ایسی روایت نقل کی ہے۔

تینتیسویں فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فاروقؓ میں دین کی زیادتی کو دیکھنا۔ مروی ہے ابوسعید خدریؓ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے سوتے ہوئے (خواب میں) لوگوں کو دیکھا جو میرے سامنے پیش کیے

عليهم قمص منها ما يبلغ الثدي ومنها ما يبلغ دون ذلك وعرض علي عمر وعليه قميص يجره قالوا فما أولته يا رسول الله قال الدين. أخرجه البخاري ومسلم.

اما فضیلت شیخینؓ باعتبار اکثریت ثواب و اعلیٰ بودن درجۂ ایشان در بہشت پس ثابت است باحادیث بسیار۔ یکی حدیث سیدا کہول الجنۃ و آن سی و چہارم است از احادیث این مسلک و آن مستفیض است از حدیث انس و مرتضیٰ و ابی جحیفہ۔ عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لابي بكر وعمر هذان سيدا كهول اهل الجنة من الاولين والآخرين الا النبيين والمرسلين لا تخبرهما يا علي. اخرجه الترمذي. وعن علي بطرق متعددة منها طريق علي بن الحسين بن علي عن علي بن ابي طالب قال كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ طلع ابوبكر وعمر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هذان سيدا كهول اهل الجنة من الاولين والآخرين الا النبيين والمرسلين يا علي لا تخبرهما.

سی و پنجم اختصاص ایشان بغرفت جنت از حدیث ابی سعید خدریؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اهل الدرجات العلى ليراهم من تحتهم كما ترون النجم الطالع في أفق السماء وان ابابكر

اس حالت میں کہ وہ قمیصیں پہنے ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض کی قمیص چھاتی تک تھی اور بعض کی اس سے نیچے پہنچی ہوئی تھی اور میرے سامنے عمرؓ کو پیش کیا گیا اور اس کے اوپر ایسی قمیص تھی جس کو وہ کھینچتا ہوا جا رہا تھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ فرمایا کہ دین۔ اس روایت کو بخاری اور مسلم نے ذکر کیا۔

شیخینؓ کی فضیلت اکثریت ثواب اور جنت میں ان کا اعلیٰ مقام ہونے کے اعتبار سے تو بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ ایک حدیث ہے سیدا کہول اہل الجنۃ (کہ یہ دونوں ادھیڑ عمر والے اہل جنت کے سردار ہیں) اور وہ چونتیسویں حدیث ہے اس مسلک کی احادیث میں سے اور وہ مستفیض ہے انسؓ کی اور مرتضیٰؓ کی و ابو جحیفہؓ کی احادیث سے۔ ترمذی نے انسؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں ادھیڑ عمر والے اہل جنت کے سردار ہیں (وہ اہل جنت) اولین میں سے ہوں (جو ان سے پہلے گزر چکے) یا آخرین میں سے ہوں (جو ان کے بعد پیدا ہونے والے ہیں) بجز نبیین و مرسلین کے۔ اے علیؓ ان دونوں کو خبر نہ کرنا۔ اس کو ذکر کیا ترمذی نے۔ اور مختلف سندوں کے ساتھ حضرت علیؓ سے مروی ہے ان میں سے ایک سند ہے علی (زین العابدین) ابن الحسین بن علی از علیؓ بن ابی طالب۔ فرمایا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جب کہ سامنے دکھائی دیئے ابوبکرؓ و عمرؓ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں بجز انبیاء و مرسلین کے تمام اہل جنت کے اولین میں سے ہوں یا آخرین میں سے سب کے سردار ہیں۔ اے علی ان کو خبر نہ کرنا۔

پینتیسویں فضیلت۔ جنت کے بالاخانوں کے ساتھ ان کا اختصاص ثابت ہے ابو سعید خدریؓ کی حدیث سے۔ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درجات عالیہ والے اہل جنت کو نیچے درجات والے اہل جنت اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم اس ستارے کو دیکھتے ہو جو آسمان کے افق پر طلوع ہو رہا ہو۔ و ابوبکرؓ

وعمر بسبتہ و اثنتین -

سی و پنجم تقدم شیخین بامامت در حشر از حدیث ابن عمر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم خرج ذات یوم فدخل المسجد وابوبکر وعمر احدھما عن یمینہ والآخر عن شمالہ وھو آخذ بایدیھما وقال ھکذا نبعث یوم القیامۃ وفی روایۃ عندہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انا اول من تنشق الارض عنہ ثم ابوبکر ثم عمر۔

سی و ششم اول کسے کہ در بہشت آید صدیق خواہد بود از حدیث ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اتانی جبرئیل علیہ السلام فاخذ بیدی فارانی باب الجنۃ الذی تدخل منہ امتی فقال ابوبکر یا رسول اللہ وددت انی کنت معک حتی انظر الیہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اما انک یا ابابکر اول من یدخل الجنۃ من امتی

سی و ہفتم تجلی کردن خدائے عزوجل خاصۃ برائے صدیقؓ از حدیث جابر فی قصۃ وفد عبد القیس قال فاجابھم ابوبکر رضی اللہ عنہ بجواب و اجاد الجواب فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا ابابکر اعطاک اللہ الرضوان الاکبر فقال بعض القوم وما الرضوان الاکبر

وعمرؓ ان ہی میں سے ہیں بلکہ ان سے زیادہ اچھے۔

چھتیسویں فضیلت۔ قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنے میں شیخینؓ کا امت پر مقدم ہونا۔ یہ ثابت ہے ابن عمرؓ کی حدیث سے کہ ایک دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے اور ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں میں سے ایک آپ کے داہنی تھا اور ایک بائیں اور آپ ان دونوں کے ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھے اور فرمایا کہ ہم قیامت کے دن اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔ اور ان کی ایک روایت یہ ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پہلا شخص جس پر سے زمین پھٹے گی میں ہوں پھر ابوبکرؓ پھر عمرؓ۔

سینتیسویں فضیلت۔ پہلا جو شخص بہشت میں داخل ہوگا صدیق اکبرؓ ہوں گے۔ یہ ثابت ہے حدیث ابوہریرہؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا پھر انھوں نے جنت کا دروازہ مجھے دکھلایا جس سے میری امت داخل ہوگی۔ تو ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ مجھے شوق ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہوتا اور میں بھی اس کو دیکھتا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنو اے ابوبکرؓ میری امت میں سے تو ہی پہلا شخص ہوگا جو جنت میں داخل ہوگا۔

اڑتیسویں فضیلت۔ خدائے عزوجل کا صدیقؓ کے لئے خاص طور پر تجلی کرنا۔ یہ ثابت ہے جابرؓ کی حدیث سے وفد عبد القیس[1] کے قصہ میں کہا کہ ابوبکرؓ نے ان کو جواب دیا اور اچھا جواب دیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ تم کو اللہ تعالیٰ نے رضوان اکبر عطا کیا۔ تو بعض لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ

---

[1] قبیلہ عبد القیس کا ایک وفد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا جس کے شرکاء کی تعداد باختلاف روایات چودہ سے چوبیس تک تھی ان میں سے بعض اپنے یہاں کی [illegible] تعریف کرتے رہے پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابوبکرؓ جو کچھ انھوں نے کہا تم نے سنا؟ ابوبکرؓ نے کہا ہاں یا رسول اللہ اور ان کو سمجھا بھی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم ان کو جواب دو۔ تو ابوبکرؓ نے بہت عمدہ تقریر کی۔ یہ حدیث صفحہ ۳۲۹ پر بھی ذیل میں مذکور ہے ۱۲ مترجم

یا رسول اللہ قال یتجلی اللہ للعباد فی الآخرۃ عامۃ و
یتجلی لابی بکر خاصۃ۔

سی و نہم حاضر شدن صدیق رضی اللہ عنہ بر
حوض کوثر ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از
حدیث عبد اللہ بن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال لابی بکر انت صاحبی علی الحوض
وصاحبی فی الغار۔

چہلم آنکہ خدائی تعالیٰ بار معانقہ نماید
کہ فاروقؓ باشد از حدیث ابی بن کعب قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول من یعانقہ الحق
عمر واول من یصافحہ واول من یؤخذ بیدہ فیدخلہ
الجنۃ۔ و در روایۃ آخر عنہ اول من یعانقہ الحق
یوم القیامۃ عمر واول من یصافحہ و یؤخذ بیدہ فینطلق بہ
الی الجنۃ عمر بن الخطاب۔ آمدیم باثبات افضلیت
صدیقؓ بر فاروقؓ پس از کجا مفہوم می شود آن مفہوم
است از حدیث عمار و عائشہ و آن چہل و یکم
است از احادیث این مسلک عن عمار بن
یاسر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یا عمار اتانی جبرئیل آنفا فقلت یا جبرئیل
حدثنی بفضائل عمر بن الخطاب فی السماء فقال
یا محمد لو حدثتک بفضائل عمر مثل ما لبث نوح
فی قومہ الف سنۃ الا خمسین عاما ما نفدت
فضائل عمر وان عمر لحسنۃ من حسنات
ابی بکر و عن عائشۃ رضی اللہ عنہا
قالت بینا راس رسول اللہ صلی

رضوان اکبر کہا ہے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے ایک عام
تجلی کرے گا اور ابوبکرؓ کے لئے خاص طور پر تجلی کرے گا۔

انتالیسویں فضیلت۔ صدیق رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حوض کوثر پر حاضر ہونا۔ یہ ثابت ہے عبد اللہ
ابن عمرؓ کی حدیث سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ سے
فرمایا کہ تم میرے ساتھی ہوگے حوض پر اور میرے غار کے ساتھی ہو۔

چالیسویں فضیلت۔ سب سے پہلے جس شخص سے اللہ تعالیٰ معانقہ
اور مصافحہ فرمائے گا وہ فاروقؓ ہوں گے۔ ثابت ہے اُبی بن
کعب کی حدیث سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
کہ پہلا شخص جس سے اللہ تعالیٰ معانقہ کرے گا عمرؓ ہوگا اور
سب سے پہلے اُس پر سلام فرمائے گا اور سب سے پہلے اُس کا ہاتھ پکڑ کر
جنت میں داخل کرے گا۔ اور دوسری روایت میں اُبیؓ سے یوں مروی
ہے کہ پہلا شخص جس سے حق تعالیٰ قیامت کے دن معانقہ کرے گا
عمرؓ ہوں گے اور پہلا شخص جس کا ہاتھ پکڑ کر جنت کی طرف لے کر
چلے گا عمرؓ بن الخطاب ہیں۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فاروقؓ
پر صدیقؓ کی فضیلت کہاں سے مفہوم ہوتی ہے۔ اور یہ ثابت
ہوتی ہے عمارؓ اور عائشہؓ کی حدیث سے اور یہ اس مسلک کی
احادیث میں سے اکتالیسویں حدیث ہے۔ مروی ہے عمار بن
یاسر سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اے عمار
میرے پاس ابھی جبرئیل آئے تھے۔ میں نے کہا اے جبرئیل مجھ سے
عمرؓ بن الخطاب کے فضائل جو کہ آسمان میں (مشہور) ہیں بیان
کرو۔ تو انہوں نے کہا اے محمدؐ اگر میں تم سے عمرؓ کے فضائل بیان
کروں اتنے زمانہ تک جتنے زمانہ تک نوحؑ اپنی قوم میں ٹھہرا
یعنی پچاس کم ایک ہزار سال تو عمرؓ کے فضائل ختم نہ ہوں
اور عمرؓ ابوبکرؓ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہے۔ اور عائشہ
رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس دوران میں کہ رسول اللہ صلے

ل بعض روایات میں ہے کہ عمرؓ زمین سے زیادہ آسمان میں مشہور ہے اور یہ بھی کہ فرشتے کہتے ہیں کہ [illegible]
[illegible] عمرؓ کی محبت عام ہے [illegible] تعریف کرتا ہے [illegible] بیان کیا جائے [illegible]
مراد ہے [illegible] نہیں ہے۔ اس لئے اس کو مبالغہ سمجھا جائے ۔ مترجم

چہل و چہارم امر کردن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بامامت صدیق رضی اللہ عنہ و نہی از امامت غیر او کرد لہذا معلوم است کہ امام می باید افضل باشد و آں حدیث مستفیض است من عائشۃ و ابن عمر و ابی موسیٰ و عبد اللہ بن زمعۃ و عمر بن الخطاب و ابن عباس و ابن مسعود و علی بن ابی طالب و زبیر بن العوام و غیرہم عن عائشۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال مروا ابا بکر فلیصل بالناس فقالت عائشۃ یا رسول اللہ ان ابا بکر اذا قام مقامک لم یسمع الناس من البکاء فمر عمر فلیصل بالناس قالت فقال مروا ابا بکر فلیصل بالناس قالت عائشۃ فقلت لحفصۃ قولی لہ ان ابا بکر اذا قام مقامک لم یسمع الناس من البکاء فمر عمر فلیصل بالناس ففعلت حفصۃ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انکن لانتن صواحب یوسف مروا ابا بکر فلیصل بالناس فقالت حفصۃ لعائشۃ ما کنت لاصیب منک خیرا اخرجہ الجماعۃ وعنہا قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا ینبغی لقوم فیہم ابوبکر ان یؤمہم غیرہ وعن ابن عمر لما اشتد برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وجعہ قیل لہ فی الصلوۃ فقال مروا ابا بکر فلیصل بالناس قالت عائشۃ ان ابا بکر رجل رقیق اذا قرأ غلبہ البکاء قال مروہ فلیصل فعاودتہ قال مروہ فلیصل انکن صواحب یوسف اخرجہ البخاری۔

چہل و پنجم تنویہ کردن آنحضرت صلے اللہ

چوالیسویں فضیلت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیماری میں ابوبکرؓ کو امامت کے لئے حکم دینا اور ابوبکرؓ کے سوا دوسروں کو امامت سے منع کرنا۔ اور یہ معلوم قطعی ہے کہ امام کو افضل ہونا چاہیے اور یہ حدیث مستفیض ہے عائشہؓ اور ابن عمرؓ اور ابو موسےٰؓ اور عبد اللہ بن زمعہ اور عمر بن الخطابؓ اور ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ اور علی بن ابی طالبؓ اور زبیر بن العوامؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے۔ مروی ہے عائشہؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہدو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ ابوبکرؓ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو قراءت نہ سنا سکیں گے تو آپ عمرؓ کو حکم دیجئے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ عائشہؓ نے بیان کیا کہ آپ نے پھر کہا کہ ابوبکرؓ سے کہدو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ عائشہؓ نے کہا کہ میں نے پھر حفصہؓ سے کہا کہ ان سے کہدو کہ ابوبکرؓ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو نہ سنا سکیں گے آپ عمرؓ کو حکم دیجئے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو حفصہؓ نے ایسا کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تم عورتیں یوسفؑ والی عورتوں کی طرح ہو۔ کہدو ابوبکرؓ کو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تو حفصہؓ نے عائشہؓ سے کہا کہ کبھی مجھے تم سے بھلائی نہ پہنچی۔ اس کو ایک جماعت نے ذکر کیا۔ اور عائشہؓ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی قوم کے لئے زیبا نہیں جن میں ابوبکرؓ موجود ہو کہ ان کے سوا کسی اور کو امام بنائے۔ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تکلیف شدید ہوگئی تو آپ سے نماز کے بارے میں کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہدو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ عائشہؓ نے کہا کہ ابوبکرؓ نرم دل شخص ہیں جب قراءت شروع کریں گے تو ان پر گریہ غالب آجائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ تم یوسفؑ والی عورتیں ہو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

پینتالیسویں فضیلت۔ شاندار صورت پر ذکر کرنا آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم بمناقب شیخین ؓ جمعے از صحابہ
و آں مستفیض است از حدیث مرتضیٰ
رضی اللہ عنہ و انس و ابی جحیفہ عن علی
رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم رحم اللہ ابابکر زوجنی ابنتہ
وحملنی الی دار الہجرۃ و اعتق بلالا من
مالہ رحم اللہ عمر یقول الحق و ان کان
مرا ترکہ الحق و ما لہ صدیق رحم اللہ
عثمان تستحیی منہ الملٰئکۃ رحم اللہ
علیا اللہم ادر الحق معہ حیث دار

چہل و ششم تشبیہ دادن آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم شیخین را بملائکہ مقربین و بہ
پیغامبران اولی العزم اخرج الطبرانی بسند حسن
عن ام سلمۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال ان فی السماء ملکین احدھما یامر بالشدۃ
والآخر یامر باللین وکل مصیب وذکر
جبریل ومیکائیل ونبیان احدھما یامر باللین
والآخر بالشدۃ وکل مصیب وذکر ابراہیم
ونوحا ولی صاحبان احدھما یامر باللین والآخر
بالشدۃ وکل مصیب وذکر ابابکر وعمر وعن
عبد اللہ بن عمرو قال جاء نفر من الناس الی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یا رسول اللہ ان ابابکر
یزعم ان الحسنات من اللہ والسیئات من العباد وقال
عمر الحسنات والسیئات من اللہ فتابع ہذا قوم
وتابع ہذا قوم فقال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لاقضین بینکما
بقضاء اسرافیل بین جبریل
ومیکائیل الخ
میکائیل قال

علیہ وسلم کا مناقب شیخینؓ کو صحابہ کی ایک جماعت کے سامنے۔
اور یہ مستفیض ہے حدیث مرتضیٰؓ و انسؓ و ابو جحیفہ رضی اللہ عنہم
سے۔ مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ رحم کرے اللہ ابوبکرؓ پر کہ آنحضرتؐ نے اپنی بیٹی مجھ سے بیاہ
دی اور مجھے دار الہجرت تک سوار کرکے لایا اور بلالؓ کو اپنے مال
سے خرید کر آزاد کیا۔ رحم کرے اللہ عمرؓ پر حق بات کہتا ہے اگرچہ
کڑوی ہو۔ اس کو حق گوئی نے ایسے حال پر پہنچا دیا ہے کہ اس کا کوئی
مخلص دوست نہ رہا۔ اللہ رحم کرے عثمانؓ پر کہ اس سے ملائکہ بھی
شرم کرتے ہیں۔ رحم کرے اللہ علیؓ پر۔ یا اللہ جس طرف وہ پھرے
حق کو (بھی) اسی طرف پھیر دے۔

چھیالیسویں فضیلت۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا شیخینؓ
کو مقرب فرشتوں اور دو اولوالعزم پیغمبروں سے تشبیہ دینا۔
اخرج کیا طبرانی نے بسند حسن ام سلمہؓ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
سے آپ نے فرمایا۔ آسمان میں دو فرشتے ہیں ان میں سے ایک کا
حکم میں سختی ہوتی ہے اور دوسرے کے حکم میں نرمی اور ہر ایک کا
حکم درست ہوتا ہے اور آپ نے ذکر کیا جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کا۔
اور دو نبی ہیں ان میں سے ایک کے حکم میں نرمی ہے اور دوسرے کے
حکم میں سختی اور ہر ایک کا حکم درست ہے اور آپ نے ذکر کیا ابراہیمؑ
اور نوحؑ کا۔ اور میرے دو ساتھی ہیں، ان میں سے ایک کے حکم
میں نرمی ہوتی ہے اور دوسرے کے حکم میں سختی اور ہر ایک کا حکم
درست ہوتا ہے۔ اور آپ نے ذکر کیا ابوبکرؓ اور عمرؓ کا۔ اور عبد اللہ
ابن عمروؓ سے مروی ہے کہ ایک جماعت کے لوگ نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کے پاس گئے اور انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ابوبکرؓ یہ
گمان کرتے ہیں کہ بھلائیاں اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں اور برائیاں
بندوں کی طرف سے۔ اور عمرؓ یہ کہتے ہیں کہ بھلائیاں اور برائیاں
سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں تو ایک جماعت ان کی ہمنوا
ہے اور ایک ان کی۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ میں تم دونوں کے درمیان وہ فیصلہ کروں گا جو اسرافیل نے
کیا جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کے درمیان۔ میکائیلؑ نے وہ کہا جو

ثم عمر ثم عثمان ثم نترک اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینہم اخرجہ ابوداؤد و این حدیث خبر واحد است لیکن امر صحیح شی است شیخین وغیر ایشان بصحت آن جازم اند ازین راہ در مسلک سنت ہم توان آورد باعتبار آنکہ این صیغہ تقریر است و در مسلک اجماع نیز باعتبار منطوق خود۔

فصل بست وہشتم قبول فرمودن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مشورہ شیخین را در وقائع بسیار

عن عبد الرحمن بن غنم الاشعری ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر وعمر لو اجتمعتما فی مشورۃ ما خالفتکما رواہ احمد واخرج مسلم فی قصۃ طویلۃ عن ابی ہریرۃ فقال یعنی عمر یا رسول اللہ بابی انت وامی ابعثت ابا ہریرۃ بنعلیک من لقی یشہد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بہا قلبہ بشرہ بالجنۃ قال نعم قال فلا تفعل فانی اخشی ان یتکل الناس علیہا فخلہم یعملون فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فخلہم

فصل بست ونہم تشریف صدیق اکبر بلقب صدیق از حدیث مرتضیٰ وعائشہ رضی اللہ عنہما عن النزال بن سبرۃ قال وافقنا علیا رضی اللہ عنہ طیب النفس وہو یمزح فقلنا حدثنا عن اصحابک قال کل اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اصحابی فقلنا حدثنا عن ابی بکر فقال ذاک امرؤ سماہ اللہ صدیقا علی لسان جبرئیل ومحمد صلے اللہ علیہ وسلم اخرجہ

اُن کے بعد عمرؓ کے اور پھر عثمانؓ کے برابر (نہیں سمجھتے تھے) پھر ہم اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مابین تفاضل چھوڑ دیتے تھے۔ اس کو ابوداؤد نے ذکر کیا اور یہ حدیث خبر واحد ہے لیکن ایک بہت صحیح چیز ہے۔ شیخین اور ان کے علاوہ دوسرے اس کی صحت کا یقین رکھتے ہیں۔ اس کو مسلک سنت میں بھی لا سکتے ہیں اس اعتبار سے کہ یہ کلام قرار پائے ہوئے امر کو بیان کرتا ہے اور اس کلام کے اعتبار سے یہ مفہوم اجماع میں شامل ہو گیا ہے۔

اٹھائیسویں فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت سے واقعات میں شیخینؓ کے مشورے کو قبول کرنا۔ مروی ہے عبدالرحمن بن غنم الاشعری سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ و عمرؓ سے فرمایا کہ جب تم دونوں کسی مشورے میں متفق ہو جاؤ تو میں تمہاری رائے کے خلاف نہیں کرتا۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور ذکر کیا مسلم نے ایک طویل قصہ میں جو ابوہریرہؓ سے مروی ہے تو کہا یعنی عمرؓ نے یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا آپ نے اپنے نعلین دے کر ابوہریرہؓ کو بھیجا ہے کہ جو ملے اور اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا دل اس پر یقین رکھتا ہو تو اُس کو جنت کی بشارت دیدے۔ فرمایا کہ ہاں۔ عمرؓ نے کہا کہ (یا رسول اللہؐ) یہ (اعلان) نہ کیجئے مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ اس کا سہارا لیں گے تو ان کو رہنے دیجئے کہ اعمال کرتے رہیں۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا رہنے دو۔

انتیسویں فضیلت۔ صدیق اکبرؓ کا لقب صدیق سے مشرف ہونا۔ یہ ثابت ہے حدیث مرتضیٰ وعائشہ رضی اللہ عنہما سے۔ نزال بن سبرہ سے مروی ہے کہ ہم نے حضرت علیؓ کو پاکیزہ نفس پایا اور وہ مزاح (بھی) کرتے تھے۔ ہم نے ان سے کہا ہمیں اپنے اصحاب کا حال سنائیے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب میرے اصحاب تھے تو ہم نے کہا کہ ہمیں ابوبکرؓ کا حال سنائیے تو فرمایا کہ وہ ایسے شخص تھے جن کو اللہ نے صدیق کے نام سے موسوم کیا جبرئیلؑ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر۔ اس کو

الحاکم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت لما اسری بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد الاقصی اصبح یتحدث الناس بذلک فارتد ناس ممن کان آمنوا بہ وصدقوہ وسعوا بذلک الی ابی بکر فقالوا ہل لک الی صاحبک یزعم انہ اسری بہ اللیلۃ الی بیت المقدس قال او قال ذلک قالوا نعم قال لئن کان قال ذلک لقد صدق قالوا وتصدقہ انہ ذہب اللیلۃ الی بیت المقدس وجاء قبل ان یصبح قال نعم انی لاصدقہ فیما ہو ابعد من ذلک اصدقہ بخبر السماء فی غدوۃ او روحۃ فلذلک سمی ابوبکر الصدیق۔

پنجاہم اختیار کردن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر را برائے امارت حج اخرج الحاکم عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث ابابکر رضی اللہ عنہ وامرہ ان ینادی بہؤلاء الکلمات الخ واخرج البخاری من ابی ہریرۃ فی مستقل معناہ۔

امارت حج یکے از امور عظیمہ است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آن را بنابر نبوت بجا می آوردند مثل امامت صلوٰۃ بلکہ اول است بر استخلاف از امامت صلوٰۃ زیرا کہ امامت صلوٰۃ در ہر مسجد شخصے را می سپارند و امارت حج در تمام عالم بیکے دادہ می شود و امامت صلوٰۃ تقدم است بر قوم محصور و امارت حج تقدم بر اقوام غیر محصورین و بحقیقت امارت حج در قسمت ا

حاکم نے۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہا کہ جب رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ کی طرف لیجایا گیا اور صبح کو آپ نے لوگوں سے اس کا تذکرہ کیا تو ان میں سے جو آپ پر ایمان لاچکے اور آپ کی تصدیق کر چکے تھے کچھ لوگ پھر گئے اور سعی کرتے ہوئے ابوبکرؓ کے پاس پہنچے اور بولے کہ کیا آپ کو اپنے صاحب کا حال معلوم ہے وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کو آج رات بیت المقدس لیجایا گیا۔ ابوبکرؓ نے کہا کیا انھوں نے ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں! ابوبکرؓ نے کہا اگر ایسا ہی ہے کہ انھوں نے یہ کہا ہے تو یقیناً سچ کہا۔ لوگوں نے کہا اور تم ایسی بات میں ان کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ رات میں بیت المقدس جاکر صبح سے پہلے واپس بھی آگیا۔ ابوبکرؓ نے کہا ہاں میں تو اس بات میں ان کی تصدیق کرتا ہوں جو اس سے زیادہ عجیب ہے۔ میں ان کی تصدیق آسمان کی خبروں میں کرتا ہوں (جو) صبح یا شام میں (ان کے پاس آجاتی ہیں)۔ اسی وجہ سے ان کا لقب صدیق ہوا۔

پچاسویں فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبرؓ کو امارت حج کے لئے متعین کرنا۔ حاکم نے اخذ کی ابن عباسؓ کی روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ ان کلمات کے ساتھ منادی کریں (یعنی ابتدائی آیات سورۂ توبہ کے ساتھ)۔ اور بخاری نے اخذ کی ابوہریرہؓ کی روایت جو اسی روایت کے مثل ہے۔

امارت حج ایک امور عظیمہ میں سے ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنا بر نبوت انجام دیتے تھے نماز کی امامت کی طرح بلکہ استخلاف پر نماز کی امامت سے یہ زیادہ قوی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز کی امامت تو ہر مسجد میں ایک شخص کی طرف سونپی ہوتی ہے اور امارت حج تمام عالم میں صرف ایک شخص کی طرف عائد ہوتی ہے۔ امامت نماز میں ایک (چھوٹی) جماعت پر تقدم ہوتا ہے جو ایک محدود جماعت ہوتی ہے اور امارت حج میں تقدم غیر محصور جماعتوں پر ہوتا ہے اور استخلاف کی طرف اشارہ ہونے کے بارے میں درحقیقت امارت حج جاری کرنا اسلام میں تو اتنا بڑا رتبہ رکھتی ہے

عثمان ثم نسکت اصحاب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینہم اخرجہ
ابوداؤد و ہرچند این حدیث خبر واحد است
اما شئ است درین باب معروف است
بقرائن بسیار کہ نزدیک اجتماع آنہا
قطع حاصل شود زیرا کہ در نقل اجماع
دلالۃً و در روایت اقوال جم غفیر
بیان خواہیم کرد کہ ہر وقت کہ در استخلاف
خلیفہ سخن رفتہ است لفظ خیر الامۃ
وافضل الناس و احق بالخلافۃ
و احق بہذا الامر گفتہ اند و آن
را بہیچ سر داده اند گویا پیش ازین
در نظر ایشان محقق بوده است و احتیاج
استدلال و تحقیق مقال نداشتہ اند مرتبہ ثانیہ
نقل اجماع دلالۃً و بنای آن بر اصلے است
و آن آن است کہ سکوت قبل از تدوین مذاہب
اجماع است و آن را در پنج نوع تقریر کنیم

نوع اول وقت انعقاد خلافت صدیق
بعضے از فضلائے صحابہ صدیق را افضل امت
گفتند و بآن استدلال کردند بر استخلاف
او و دیگران تسلیم نمودند و موافقت کردند
در اول حال یا بعد توقف و سکوت و
تسلیم قبل تدوین مذاہب اجماع
است کما بیّن فی محلہ آنحدیث
فاروق رضی قال قلت یا معشر
الانصار یا معشر المسلمین ان اولی الناس
بامر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
من بعدہ ثانی اثنین اذ ہما فی
الغار ابو بکر

عثمان کو برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے ، پھر ہم اصحاب رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیتے تھے اور ان میں سے کسی کو دوسرے پر
فضیلت نہ دیتے تھے ۔ اس کو ذکر کیا ابوداؤد نے ۔ اگرچہ یہ حدیث
خبر واحد ہے مگر اس باب میں بہت صحیح چیز ہے اور بہت سے قرائن
اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں جن کے اجتماع سے قطعیت حاصل ہو جاتی
ہے کیونکہ اجماع پر بدلالت کے اعتبار سے ہم نقل کریں گے اور
بہت بڑے گروہ کے اقوال کی روایت جو ہم بیان کریں گے کہ جس
وقت خلیفہ کے استخلاف پر گفتگو ہوتی ہے تو لوگوں نے لفظ
خیر الامۃ اور افضل الناس اور احق بالخلافۃ (زمین خلافت کے
سب سے زیادہ مستحق) اور احق بہذا الامر (اس امر کے سب سے
زیادہ حقدار) کہے اور اس طرح استعمال کئے ہیں کہ گویا ان کی
نظر میں پہلے ہی سے یہ بات محقق رہی ہے اور اس مقولہ پر ان کو
کسی تحقیق اور استدلال کی ضرورت نہیں پڑی ۔ یہ سب
قرائن مذکورہ بالا خبر واحد کو قطعیت کا مرتبہ دینے والے ہیں (یہ تو
پہلی صورت کا) دوسرا مرتبہ ہے نقل اجماع دلالۃً ۔ اور اس کی
بناء ایک اصل پر ہے اور وہ یہ ہے کہ سکوت قبل از تدوین مذاہب
اجماع ہے (یعنی مذاہب کے بننے سے پہلے اس پر کسی کا کلام نہ کرنا
بھی مسلم اور متفق علیہ بات سمجھی جاتی) اور اس کی تقریر ہم
پانچ طریقے کے ساتھ کریں گے ۔

نوع اول خلافت صدیق کے انعقاد کے وقت فضلاء صحابہ
کی ایک جماعت نے صدیق کو افضل امت کہا اور اس سے ان کی
خلافت پر استدلال کیا اور دوسروں نے تسلیم کیا اور موافقت کی
اول حال میں یا بعد توقف کے ۔ اور سکوت و تسلیم قبل تدوین
مذاہب اجماع ہے جیسا کہ اس کے موقع پر بیان کیا جا چکا ہے حضرت
فاروق رضی کی حدیث سے ۔ فرمایا کہ میں نے کہا اے جماعت انصار
اے جماعت مسلمین! تمام لوگوں سے زیادہ اولیت رکھنے والا
شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے لئے ان
کے بعد ثانی اثنین اذ ہما فی الغار (یہ آیت کی طرف تلمیح ہے یعنی
دو میں کا دوسرا جب کہ وہ دونوں غار میں تھے) ابوبکر ہیں

الثاني لسبق ثم اخذت بيده الحديث۔ اخرجه ابن ابي شيبة من حديث ابن عباس في قصة سقيفة بني ساعدة۔ و نيز از حديث فاروقؓ در قصة بيعت عامه عن انس بن مالك انه سمع خطبة عمر الآخرة حين جلس على المنبر وذلك الغد من يوم توفي النبي صلى الله عليه وسلم فتشهد وابوبكر صامت لا يتكلم قال كنت ارجو ان يعيش رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى يدبرنا يريد بذلك ان يكون آخرهم فان يك محمد قد مات فان الله عز وجل قد جعل بين اظهركم نورا تهتدون به هدى الله محمدا وان ابابكر صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم ثاني اثنين وانه اولى المسلمين بامركم فقوموا فبايعوه اخرجه البخاري۔ و نيز از حديث فاروقؓ بروايت ابن مسعود قال لما قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت الانصار منا امير ومنكم امير قال فاتاهم عمر فقال يا معشر الانصار الستم تعلمون ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر ابابكر ان يصلي بالناس قالوا بلى قال فايكم تطيب نفسه ان يتقدم ابابكر قالوا نعوذ بالله ان نتقدم ابابكر۔ و از حديث ابو عبيدة بن الجراح فقال تاتوني وفيكم ثالث ثلاثة يعني ابابكر اخرجه

(دو میں سے دوسرا) کھڑا ہو سبقت کرنے والا شخص ہے۔ پھر میں نے ان کا ہاتھ پکڑا آخر حدیث تک۔ اس کو اخذ کیا ابن ابی شیبہ نے ابن عباسؓ کی حدیث سے سقیفہ بنی ساعدہ کے قصہ میں۔ اور نیز حضرت فاروقؓ کی حدیث سے بیعت عامہ کے قصہ میں۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ انھوں نے عمرؓ کا دوسرا خطبہ سنا جب کہ وہ منبر پر بیٹھے اور یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اگلے دن کی بات ہے۔ عمرؓ نے کلمہ شہادت پڑھا اور ابوبکرؓ خاموش تھے کچھ نہیں بول رہے تھے۔ عمرؓ نے کہا میں امید (یعنی آرزو) کرتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زندہ رہیں گے یہاں تک کہ وہ جائے پیچھے ہمارے اس سے مراد یہ تھی کہ سب کے بعد ان کی وفات ہوتی۔ لیکن جو ہوا یہ کہ آپ کی وفات پہلے ہوئی۔ (اور محمد مر گئے) اور اللہ تعالےٰ نے تمہارے درمیان ایسے نور کو باقی رکھا جس سے تم ہدایت پاتے رہو اور اسی سے اللہ نے ہدایت کی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اور یہ کہ ابوبکرؓ کو باقی رکھا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحب اور ثانی اثنین ہیں اور وہ مسلمانوں میں سے تمہارے امور کی ولایت کے لئے سب سے بہتر ہیں اس لئے اٹھو اور ان سے بیعت کرو۔ اس کو ذکر کیا بخاری نے۔ اور نیز حضرت فاروقؓ سے جس کے راوی ابن مسعودؓ ہیں۔ کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے۔ کہا کہ پھر ان کے پاس عمرؓ پہنچے اور انھوں نے کہا اے گروہ انصار کیا تم جانتے نہیں ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں انھوں نے کہا بیشک۔ کہا کہ پھر تم میں کون ہے جس کا نفس اس سے خوش ہو کہ وہ ابوبکرؓ سے آگے بڑھے انھوں نے کہا خدا کی پناہ ہم ابوبکرؓ سے آگے بڑھیں۔ اور ابو عبیدہؓ ابن الجراح کی حدیث سے۔ تو ابو عبیدہؓ نے کہا کہ تم میرے پاس آئے ہو اور تم میں ثالث ثلاثہ یعنی ابوبکرؓ موجود ہیں۔ اخذ کیا

۱ حضرت ابوبکرؓ کی تمامت فضیلت کا اظہار کیا گیا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ سے فرمایا تھا لا تحزن ان اللہ معنا جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہاں ہم دونوں ہی نہیں ہیں بلکہ تیسرا خدا بھی ہے۔ اسی سے حضرت ابو عبیدہؓ نے آپ کو ثالث ثلاثہ یعنی تین میں کا تیسرا کہا۔ مترجم

و خود نیز نقول بسیار است کہ متواتر بالمعنی گشتہ
و در مقالات فاروقیہ بسیارے ازین مقالات
مذکور کردیم و روی ان عمر قال یوما علی المنبر
یا معاشر المسلمین ماذا قلتم لو ملت براسی
الی الدنیا کذا و خیل راسہ فقام الیہ رجل فسل
سیفہ فقال اجل کنا نقول بالسیف کذا
و اشار الی قطعہ فقال ایای تعنی بقولک قال
نعم ایاک نعنی بقولی فنہرہ عمر ثلاثا و ہو
ینہرہ فقال رحمک اللہ الحمد للہ الذی
جعل فی رعیتی اذا تعوجت قومنی۔

نوع سوم صدیق در وقت استخلاف
فاروق بیان افضلیت فاروق کرد و
برو کسی انکار نہ نمود از حدیث
زبید بن الحارث ان ابا بکر حین حضرہ
الموت ارسل الی عمر یستخلفہ فقال
الناس تستخلف علینا فظا غلیظا
و لو قد ولینا کان افظ و اغلظ
فما تقول لربک اذا لقیتہ
و قد استخلفت علینا عمر قال
ابو بکر ابربی تخوفونی اقول اللہم
استخلفت علیہم خیر خلقک ثم
ارسل الی عمر فقال انی
موصیک بوصیۃ الحدیث اخرجہ
ابن ابی شیبۃ و از حدیث صدیق
عن جابر بن عبد اللہ قال قال عمر لابی بکر یا خیر
الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ا
بو بکر اما ان قلت ذاک فلقد سمعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما طلعت الشمس
علی رجل خیر من عمر اخرجہ

بہت سی نقول ہیں، خود یہاں تک کہ متواتر بالمعنی ہو گئی۔ اور مقالات
فاروقیہ میں ہم نے ان میں سے بہت سے مقالات ذکر کر دیے ہیں۔ اور
روایت ہے کہ ایک دن انھوں نے منبر پر کہا کہ مسلمانو اگر میں اپنا
سر جھکا دوں اپنا سر دنیا کی طرف پھیر لوں اس طرح اور اپنے سر
کو آپ نے پھیرا تو ان کے سامنے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنی
تلوار کھینچی اور کہا ہاں تو ہم تلوار سے ایسا کریں گے اور اشارہ کیا
ان کی گردن کاٹنے کی طرف۔ آپ نے کہا کہ تو نے یہ بات میری ذات
کو مراد لے کر کہی ہے۔ اس نے کہا ہاں آپ ہی کی ذات کو مراد لے کر کہی ہے تو
جس کو عمرؓ نے تین مرتبہ جھڑکا اور وہ عمرؓ کو جھڑکتا رہا۔ اس کے بعد
عمرؓ نے کہا خدا تجھ پر رحم کرے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری رعیت
میں ایسے لوگ رکھے کہ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو وہ مجھے سیدھا کر دیں۔

نوع سوم حضرت صدیقؓ نے فاروقؓ کو خلیفہ بنانے کے
وقت فاروقؓ کی فضیلت بیان کی اور کوئی شخص منکر نہ ہوا انکار کے
پیش نہیں آیا۔ زبید بن حارث کی حدیث سے کہ جب ابوبکرؓ پر
موت کا وقت آیا تو انھوں نے عمرؓ کو بلایا وہ ان کو خلیفہ بنانا چاہتے
تھے تب لوگوں نے کہا کہ آپ ہم پر ایسے شخص کو خلیفہ بنانا چاہتے
ہیں جو تیز کلام اور سخت مزاج ہے اور اگر وہ ہم پر حاکم بن گئے تو اور
بھی زیادہ سخت کلام اور تند مزاج ہو جائیں گے تو آپ اپنے خدا کو کیا
جواب دیں گے جب آپ اس سے ملیں گے اس صورت میں کہ آپ نے ہمارے
اوپر عمرؓ کو خلیفہ بنا دیا۔ ابوبکرؓ نے کہا کیا تم مجھے میرے رب سے
ڈراتے ہو؟ میں یہ کہوں گا کہ یا اللہ میں نے ان پر ایسے شخص کو خلیفہ
بنایا جو آپ کی مخلوق میں سب سے بہتر تھا پھر عمرؓ کو بلایا اور فرمایا
کہ میں تم کو ایک وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ آخر حدیث تک۔ اخرجہ
اس کو ابن ابی شیبہ نے۔ اور حدیث صدیقؓ سے جو جابر بن عبد اللہ
سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ ایک مرتبہ عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ
اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر شخص! تو ابوبکرؓ
نے کہا کہ جب کہ تم نے مجھ سے ایسا کہا تو اب مجھ سے بھی سن لو میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کسی ایسے
شخص پر آفتاب طلوع نہیں ہوا جو عمرؓ سے بہتر ہو۔ اخرجہ کیا اس کو

الترمذی والحاکم والمعنے انہ خیر من فی ایام خلافتہ

نوع چہارم عبدالرحمن بن عوف وقت استخلاف ذی النورین در بیعت عظیم شرط کرد که بر سیرت شیخینؓ عمل کند و حاضران تسلیم نمودند و مرتضی رضی اللہ عنہ در افضلیت ذی النورینؓ بر خود مناقشہ کرد و این شرط بیان معنی دلیل قاطع شد بر افضلیت شیخینؓ زیراکہ حوالہ کردن احد المجتہدین بر مفضول یا مساوی غیر معقول است۔ از حدیث مسور بن مخرمہ فارسل یعنی عبدالرحمن الی من کان حاضرا من المہاجرین والانصار وارسل الی امراء الاجناد وکانوا وافوا تلک الحجۃ مع عمر فلما اجتمعوا تشہد عبدالرحمن ثم قال اما بعد یا علیؓ انی قد نظرت فی امر الناس فلم ارہم یعدلون بعثمان فلا تجعلن علی نفسک سبیلا فقال ابایعک علی سنۃ اللہ ورسولہ والخلیفتین من بعدہ فبایعہ عبدالرحمن وبایعہ الناس والمہاجرون والانصار وامراء الاجناد والمسلمون اخرجہ البخاری۔ و از حدیث ابی الطفیل قال لما احتضر عمر جعلہا شوری بین علیؓ وعثمانؓ وطلحۃ والزبیر وعبدالرحمن وسعد فقال لہم علیؓ انشدکم اللہ ہل فیکم احد آخا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینہ وبینہ اذ آخا بین المسلمین غیری قالوا

ترمذی اور حاکم نے اور معنے یہ ہیں کہ یہ اپنے زمانۂ خلافت میں سب سے بہتر ہوگا۔

نوع چہارم عبدالرحمنؓ بن عوف نے ذی النورینؓ کو خلیفہ بنانے کے وقت بیعت عظیم میں شرط کی کہ سیرت شیخینؓ پر عمل کریں اور حاضرین نے اس کو تسلیم کیا اور مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ذی النورینؓ سے کیا وہ اپنی ذات کے مقابلہ پر کیا نہ کہ اس شرط پر۔ تو یہ معنے افضلیت شیخینؓ پر دلیل قاطع ہوئے کیونکہ ہر دو اجتہاد کرنے والوں (یعنی خلافت کے امیدواروں) کو مفضول (یعنی کم مرتبہ) یا برابر مرتبہ والے کا حوالہ دینا کہ تم کو ان کی سیرت پر عمل کرنا ہوگا، عقل میں آنے والی بات نہیں۔ حدیث مسور بن مخرمہ سے، پھر انھوں نے یعنی عبدالرحمن بن عوف نے جو مہاجرین و انصار موجود تھے ان کو بلایا اور امراء جیوش کو بلوایا جو اس سال حضرت عمرؓ کے پاس حج کے لئے آئے ہوئے تھے۔ جب کہ سب لوگ جمع ہوگئے تو عبدالرحمنؓ نے خطبہ پڑھا پھر کہا، اما بعد اے علیؓ! میں نے لوگوں کی رائے معلوم کرنے کی کوشش کی تو میں نے ان کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی کو عثمانؓ کے برابر سمجھتے ہوں تو آپ اپنی ذات کے لئے اب اس خیال کو چھوڑ دیجئے۔ تو حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں اللہ اور رسول اور ان دونوں خلیفہ کے طریقہ پر جو ان کے بعد ہوئے ہیں۔ پھر ان سے عبدالرحمنؓ بن عوف نے بیعت کی اور عام لوگوں نے بیعت کی اور مہاجرین و انصار اور امرائے جیوش اور سب مسلمانوں نے۔ اس روایت کو بخاری نے اخذ کیا۔ اور حدیث ابی الطفیل سے کہا کہ جب عمرؓ کا وفات کا وقت آیا تو انھوں نے خلافت کو علیؓ اور عثمانؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ اور عبدالرحمنؓ (بن عوف) و سعدؓ (بن ابی وقاص) کے مشورہ پر موقوف کیا، تو علیؓ نے کہا کہ میں تم سے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ اس کے اور اپنے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات قائم کی ہو سوائے میرے جب آپ نے مسلمانوں کے درمیان مواخات قائم کی تھی، سب نے جواب دیا کہ

وقیل المأخذ و آن را اصلاً فی نفسہ مذہبے باشد
با آن اختلاف نماید خصوصاً از آنکہ بانی تاویل شود
و مذہب خود گیرد زیرا کہ نفوس در ادراک
مفہومات و مقتضیات مختلف اند و در رد و قبول
آن مذاہب پراگندہ وارند و این سخن بہمان
می ماند کہ اصولیان گفتہ اند کہ سکوت قوم از
رد قولی اجماع ست بر آن قول پیش از تدوین
مذاہب نہ بعد از آن پس ہر گاہ حدیثی یافتہ بر
افضلیت شیخین دلالت کند بطول روایت
کردہ است آن را در عداد اجماع و اتفاق می
توان شمرد و چون این نکتہ ذکر کردہ شد باصل
غرض متوجہ شویم۔

(۱) حکایت اقوال فقہائے صحابہؓ و تابعینؒ
مسئلہ افضلیت شیخینؓ تفصیلاً و استیعاب آن متعذر
است بر نمونہ اکتفا کنیم۔ (۱) اقوال صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ در افضلیت خود اخرج
الترمذی عن ابی سعید الخدری قال قال
ابوبکر الست احق الناس بہا الست اول من
اسلم الست صاحب کذا الست صاحب کذا
قد اختلف فی ارسال ہذا الحدیث ووصلہ وعن عمرو
ابن الحارث عن ابیہ ان ابابکر الصدیق قال ایکم یقرأ
سورۃ التوبۃ قال رجل انا قال اقرأ فلما بلغ
اذ یقول لصاحبہ لا تحزن بکی وقال انا واللہ
صاحبہ۔

(۲) اقوال صدیقؓ در افضلیت فاروقؓ اخرج الترمذی
عن جابر بن عبداللہ قال قال عمر لابی بکر یا خیر الناس
بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابوبکر اما انک
ان قلت ذاک فلقد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما طلعت
الشمس علی رجل خیر من عمر

جو دقیق المأخذ ہے اور وہ اس کو قبول نہ کیے اور اس کا ذہن
اس کی جانب منتقل نہ ہو جاتے کہ اس کا قائل ہو اور اس کو
اپنا مذہب بنالے کیونکہ مفہومات و مقتضیات کے ادراک میں لوگ
مختلف ہیں اور اُن کے رد اور قبول کی بنا پر الگ الگ مذاہب
رکھتے ہیں اور یہ بات اسی طرح کی ہے جو اصولی حضرات نے کہی ہے
کہ قوم کا سکوت کسی قول کے رد سے اس قول پر اجماع ہوتا ہے جو
(وہ) قبل تدوین مذاہب پیدا ہوا اُن کے بعد کا نہ ہو لہذا جب
کبھی ایسی حدیث کی روایت کی ہے جو کہ افضلیت شیخینؓ پر دلالت
کرتی ہیں کو اجماع و اتفاق کے زمرہ میں شمار کر سکتے ہیں۔ یہ نکتہ
ذکر کرنے کے بعد اب ہم اصل غرض کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

فقہائے صحابہؓ و تابعینؒ کے اقوال کی حکایت افضلیت شیخینؓ
کے بارے میں تو اُن سب کا احصا کرنا تو دشوار ہے بطور نمونہ
(صرف) اقوال پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔ اب صدیق اکبرؓ کے اقوال
لیجیے اپنی افضلیت میں۔ ترمذی نے روایت کیا ہے ابو سعید
خدریؓ سے کہا کہ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ کیا میں اس کا سب لوگوں سے
زیادہ حقدار نہیں ہوں۔ کیا میں وہ شخص نہیں ہوں جو سب سے
پہلے اسلام لایا۔ کیا میں صاحب فلاں وصف اور صاحب فلاں
وصف نہیں ہوں اور اس حدیث کے ارسال اور وصل میں اختلاف
کیا گیا ہے۔ اور عمرو بن الحارث سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت
کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ تم میں کون سورۃ توبہ پڑھ
سکتا ہے ایک شخص نے کہا کہ میں۔ فرمایا کہ پڑھو۔ جب وہ اذ
یقول لصاحبہ لا تحزن پر پہنچا تو رونے لگے اور کہا واللہ وہ صاحب
آپ کا میں تھا۔

اور اب لیجیے صدیقؓ کے اقوال فاروقؓ کی افضلیت میں۔
ترمذی نے روایت کیا جابر بن عبداللہؓ سے کہا کہ ایک مرتبہ عمرؓ
نے ابوبکرؓ سے کہا کہ اے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
سب سے بہتر شخص تو ابوبکرؓ نے کہا کہ جب تم نے یہ کہا تو مجھ سے
بھی سن لو، واللہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ
فرماتے تھے کہ آفتاب طلوع نہیں ہوا کسی ایسے شخص پر جو عمرؓ سے بہتر ہو

و اخرج ابوبکر بن ابی شیبۃ عن زبید بن الحارث ان ابابکر حین حضرہ الموت ارسل الی عمر یستخلفہ فقال الناس تستخلف علینا فظا غلیظا ولو قد ولینا کان افظ و اغلظ فما تقول لربک اذا لقیتہ وقد استخلفت علینا عمر قال ابوبکر ابربی تخوفونی اقول اللھم استخلفت علیھم خیر خلقک الحدیث و اخرج ابوبکر بن ابی شیبۃ عن عمرو عن رجل من بنی زریق فی قصۃ طویلۃ قال ابوبکر لعمر انت اقوی منی فقال عمر انت افضل منی

اما اقوال فاروقؓ در افضلیت صدیقؓ بیرون از حد شمار است تا آنکہ بحد تواتر رسیدہ است در بعض روایات خیر الناس گفتہ و در بعض سباق الی الخیر و در بعض احق بالخلافۃ و معلوم است کہ خلافت مشروط است بشروط کمال و احق بالخلافۃ اکمل مردمان است درآن صفات آنجملہ حدیث عائشہ اخرج البخاری عن عائشۃ فی قصۃ سقیفۃ بنی ساعدۃ فقال عمر بل نبایعک انت فانت سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و اخرج الحاکم عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ عن عمر قال کان ابوبکر سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و از ان جملہ حدیث ابن عباس اخرج البخاری عن ابن عباس خطبۃ عمر فی قصۃ الالتفاف علی ابی بکر و جواب من قال انما کانت بیعۃ ابی بکر

اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا زبید بن الحارث سے کہ جب ابوبکرؓ کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے عمرؓ کو بلوایا تاکہ ان کو خلیفہ بنائیں تو لوگوں نے کہا کہ آپ ہم پر ایک تیز کلام اور سخت مزاج شخص کو خلیفہ بناتے ہیں اور جب کہ وہ خود ہمارا والی امور ہو جائے گا تو اور بھی زیادہ درشت کلام اور تند خو ہو جائے گا تو آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے جب کہ آپ عمرؓ کو خلیفہ بنا کر اس سے ملیں گے تو ابوبکرؓ نے کہا کہ کیا تم میرے رب سے مجھے ڈراتے ہو۔ میں کہوں گا کہ اے اللہ میں نے ایسے شخص کو ان پر خلیفہ بنایا جو آپ کی مخلوق میں سب سے اچھا تھا۔ آخر تک۔ اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا عمرو سے انھوں نے بنی زریق کے ایک شخص سے ایک طویل قصہ میں کہ ابوبکرؓ نے عمرؓ سے کہا کہ تم مجھ سے زیادہ قوی ہو۔ تو عمرؓ نے کہا کہ تم مجھ سے افضل ہو۔

لیکن فاروقؓ کے اقوال صدیقؓ کی افضلیت میں۔ تو وہ شمار سے باہر ہیں یہاں تک کہ حد تواتر پر پہنچے ہوئے ہیں۔ بعض روایات میں آپ کو خیر الناس (سب لوگوں سے بہتر) اور بعض میں سبّاق الی الخیر (خیر کی طرف سب سے زیادہ بڑھنے والے) اور بعض میں خلافت کے سب سے زیادہ مستحق کہا ہے اور معلوم ہے کہ خلافت شروط کمال کے ساتھ مشروط ہے، اور جو احق بالخلافت ہے وہ ان صفات (کمال) میں سب لوگوں سے کامل تر ہے۔ حدیث عائشہؓ سے بخاری نے عائشہؓ سے روایت کیا سقیفہ بنی ساعدہ کے قصہ میں کہ عمرؓ نے کہا بلکہ ہم بیعت کریں گے آپ سے، صرف آپ سے، کیونکہ آپ ہمارے سردار اور ہم میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیارے ہیں۔ اور روایت کیا حاکم نے ہشام بن عروہ سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ (زبیر) سے وہ (اپنی خالہ) عائشہؓ سے وہ عمرؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ ابوبکرؓ ہمارے سردار اور ہم میں سب سے بہتر اور ہم میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیارے تھے۔ اور حدیث ابن عباسؓ سے بخاری نے ابن عباسؓ سے عمرؓ کا خطبہ روایت کیا ابوبکرؓ پر بیعت کے متفق ہو جانے کے بارے میں اس شخص کے جواب میں جس نے کہا تھا کہ ابوبکرؓ کی بیعت

فلتۃ۔ وفی تلک الخطبۃ قال عمر انہ بلغنی ان قائلا منکم یقول واللہ لو مات عمر بایعت فلانا فلا یغترن امرؤ ان یقول انما کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ وتمت الا وانہا قد کانت کذلک ولکن اللہ وقی شرہا ولیس منکم من تقطع الاعناق الیہ مثل ابی بکر۔ وفی ہذا الحدیث ایضا کان واللہ ان اقدم فیضرب عنقی لا یقربنی ذلک من اثم احب الی من ان اتامر علی قوم فیہم ابوبکر۔ ومن حدیث انس اخرج البخاری عن انس انہ سمع خطبۃ عمر الآخرۃ۔ وفیہا فان یک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد مات فان اللہ قد جعل بین اظہرکم نورا تہتدون بہ ہدی اللہ محمدا صلی اللہ علیہ وسلم وان ابابکر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وثانی اثنین وانہ اولی المسلمین بامورکم فقوموا فبایعوہ۔ ومن حدیث شیبۃ اخرج البخاری عن ابی وائل قال جلست مع شیبۃ علی الکرسی فی الکعبۃ فقال لقد جلس ہذا المجلس عمر فقال ہممت ان لا ادع فیہا صفراء ولا بیضاء الا قسمتہ قلت ان صاحبیک لم یفعلا قال ہما المرآن اقتدی بہما۔

اچانک ہو گئی۔ اور اس خطبہ میں عمرؓ نے کہا مجھ کو یہ بات پہنچی کہ تم میں سے کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ واللہ اگر عمرؓ کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں سے بیعت کروں گا تو کوئی شخص ہرگز اس دھوکے میں نہ پڑے کہ ابوبکرؓ کی بیعت تو صرف اچانک ہو گئی اور مکمل بھی ہو گئی (یعنی اچھی طرح سوچ سمجھ کر نہیں کی گئی اور جلد مکمل ہو جانے کی وجہ سے اس پر کلام کرنے کا موقع نہ مل سکا) یاد رکھو وہ بھی اسی طرح سے ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بچا لیا اس کی شر سے اور ایک بہترین شخص پر لوگوں کو متفق بنا رہے جیسے کہ بعد میں کرنا پڑا) اور تم میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کی جانب اس طرح لوگوں کی گردنیں جھکتی ہوں جس طرح ابوبکرؓ کے سامنے جھکتی تھیں۔ اور اس حدیث میں یہ بھی ہے۔ حال یہ تھا واللہ کہ میں آگے بڑھا لیا جاتا اور میری گردن ماری جاتی اور اس حال پر مجھے کسی گناہ کی حیثیت نہ پہنچاتے (یعنی بے گناہ قتل ہو جاؤں) یہ مجھے پسند تھا بجز اس کے کہ میں امیر بنوں اس قوم پر جس میں ابوبکرؓ موجود ہوں۔ اور حدیث انسؓ سے۔ روایت کیا بخاری نے انسؓ سے کہ انہوں نے عمرؓ کا آخری خطبہ سنا اور اس میں تھا اب یہ حادثہ واقع ہو چکا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے ایسا نور بھیجا جس سے تم ہدایت حاصل کرتے ہو اور اسی سے اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی تھی اور یہ (نعمت بھی تم کو میسر ہے) کہ ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب خاص موجود ہیں اور ثانی اثنین اور تمہارے امور کے مالک ہیں تمام مسلمانوں سے اولیٰ ہیں تو اٹھو اور ان سے بیعت کرو۔ اور حدیث شیبہ سے۔ روایت کیا بخاری نے ابو وائل سے کہا کہ میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا تھا۔ شیبہ نے کہا کہ اس مقام پر (ایک مرتبہ) عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے اور یہ فرمایا تھا کہ میں نے ارادہ کیا کہ کعبہ میں زرد اور سفید (یعنی سونا چاندی) نہ چھوڑوں بلکہ سب تقسیم کر ڈالوں۔ میں نے کہا کہ آپ کے دونوں صاحبوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ) نے تو ایسا نہیں کیا۔ فرمایا وہی دونوں شخص تو ہیں جن کی اقتداء کرتا ہوں (اور ان کو بحال چھوڑ

و من حدیث رجل من بنی تیم اخرج ابوبکر بن ابی شیبۃ فی قصۃ الاتفاق علی ابی بکر قال عمر تبایعوا ابابکر فقال ابوبکر لعمر انت اقوی منی فقال عمر انت افضل منی فقالا لہا الثانیۃ فلما کانت الثالثۃ قال لہ عمر ان قوتی لک مع فضلک قال فبایعوا ابابکر و من حدیث جابر بن عبد اللہ قال عمر لابی بکر یا خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابوبکر اما انک ان قلت ذلک فلقد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر اخرجہ الترمذی و من حدیث ابن عمر قال قیل لعمر الا تستخلف قال ان استخلف فقد استخلف من ہو خیر منی ابوبکر وان اترک فقد ترک من ہو خیر منی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ البخاری و من ضبۃ بن محصن قال قلت لعمر بن الخطاب انت خیر من ابی بکر فبکی وقال واللہ للیلۃ من ابی بکر ویوم خیر من عمر وآل عمر ہل لک ان احدثک بلیلتہ ویومہ قال قلت نعم یا امیر المؤمنین قال اما لیلتہ فلما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاربا من اہل مکۃ خرج لیلا فتبعہ ابوبکر فجعل یمشی مرۃ امامہ ومرۃ خلفہ ومرۃ عن یمینہ ومرۃ عن یسارہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ہذا یا ابابکر من فعلک قال یا رسول اللہ اذکر الرصد فاکون امامک و اذکر الطلب

ہوتے ہو۔ اور بنی تیم کے ایک شخص کی حدیث سے۔ ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا حضرت ابوبکرؓ پر اتفاق کے قصہ میں کہ عمرؓ نے لوگوں سے کہا کہ ابوبکرؓ سے بیعت کرو۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ تم مجھ سے زیادہ قوی ہو۔ اس پر عمرؓ نے کہا کہ تم مجھ سے افضل ہو یہی بات پھر دوبارہ ہوئی۔ پھر جب تیسری مرتبہ کی نوبت آئی تو اُن سے عمرؓ نے کہا کہ میری قوت آپ کے لئے آپ کی فضیلت کے ساتھ (مل جائیگی) تو لوگوں نے ابوبکرؓ سے بیعت کی۔ اور جابر بن عبداللہؓ کی حدیث سے۔ عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا اے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر تو ابوبکرؓ نے کہا کہ جب تم نے یہ کہا (تو مجھ سے بھی سُن لو) واللہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ آفتاب طلوع نہیں ہوا کسی ایسے شخص پر جو عمرؓ سے بہتر ہو۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اور ابن عمرؓ کی حدیث سے۔ کہا کہ عمرؓ سے کہا گیا کہ آپ (کسی کو) خلیفہ نہیں بناتے۔ کہا کہ اگر میں خلیفہ بناؤں تو (گنجائش ہے کہ) جو شخص مجھ سے بہتر تھا یعنی ابوبکرؓ اس نے خلیفہ بنایا اور اگر چھوڑ دوں تو (اس کی بھی گنجائش ہے کہ) جس نے اس کام کو چھوڑا جو مجھ سے بہتر تھا یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ضبہ بن محصن سے مروی ہے کہا کہ میں نے عمر بن الخطابؓ سے کہا کہ آپ ابوبکرؓ سے بہتر ہیں تو رو پڑے اور کہا کہ واللہ ابوبکرؓ کی ایک رات اور ایک دن عمرؓ کی تمام عمر سے بہتر ہے۔ کیا میں تم سے ان کی رات اور ان کے دن کی بات بیان کروں۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے امیرالمومنین ضرور فرمایئے۔ کہا کہ ان کی رات کی بات تو یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اہل مکہ سے بھاگ کر نکلے رات کے وقت نکلے اور ابوبکرؓ ان کے ساتھ ہو گئے تو چلنا شروع کیا کبھی اُن کے آگے چلنا شروع کر دیتے تھے اور کبھی اُن کے پیچھے اور کبھی ان کے داہنے اور کبھی ان کے بائیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ یہ تم کیا کرتے ہو تو ابوبکرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ گھات لگانے والوں کا خیال آ جاتا ہے تو میں آپ سے آگے ہو جاتا ہوں اور تعاقب کرنے والوں کا خیال آجاتا

فأتيته وأنا أريد نصحًا فقلت يا خليفة رسول الله
تألف الناس وارفق بهم فقال
جبار في الجاهلية خوار في الإسلام
بماذا أتألفهم بشعر مفتعل أو
بسحر مفترى قبض النبي صلى الله
عليه وسلم وارتفع الوحي فوالله لو منعوني
عقالا مما كانوا يعطون رسول الله صلى
الله عليه وسلم لقاتلتهم عليه فقاتلنا
معه وكان والله رشيد الأمر فهذا
يومه. ومن حديث علقمة بن قيس قال
جاء رجل إلى عمر وهو بعرفة فذكر
قصة عبد الله بن مسعود وبشارة النبي
صلى الله عليه وسلم له قال عمر قلت
والله لأغدون إليه فلأبشرنه قال
فغدوت إليه لأبشره فوجدت
أبا بكر قد سبقني إليه فبشره
ولا والله ما سابقته إلى
خير قط إلا سبقني إليه أخرجه
أحمد. ومن حديث أسلم مولى
عمر قال سمعت عمر بن الخطاب
يقول أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم
أن نتصدق فذكر الحديث إلى أن
قال قلت لا أسبقه إلى شيء أبدا
أخرجه الترمذي. ومن حديث مالك
بن أوس بن الحدثان النضري أخرجه
البخاري في قصة بني
النضير ومخاصمة عباس وعلي
والله يعلم إنه بار
راشد تابع

میں اُن کے پاس آیا اور میں اُن کی خیر خواہی میں کوشش کر رہا تھا
میں نے کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ! لوگوں کی دلجوئی کیجئے اور
ان کے ساتھ نرمی کیجئے تو فرمایا کہ جاہلیت میں تو جبار تھا اور
اسلام میں بزدل بن گیا۔ کس بات سے میں اُن کی دلجوئی کروں
کیا شعر کے بنائے ہوئے اشعار کے ساتھ یا (جھوٹے) جادو کے ساتھ
(دلجوئی کروں) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات
ہو چکی اور وحی اٹھ چکی، تو واللہ اگر ان لوگوں نے مجھ سے اونٹ
باندھنے کی ایک چھوٹی سی رسی بھی روکی ان اشیاء میں سے جو
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس پر ان
سے قتال کروں گا تو ہم نے ان کے ساتھ مل کر قتال کیا اور واللہ
اس امر میں صائب الرای تھے (کہ انھوں نے اسلام کو ضائع
ہونے سے بچالیا) تو یہ اُن کا دن ہے۔ اور حدیث علقمہ بن قیس
سے کہا کہ ایک شخص عمرؓ کے پاس آیا جب کہ وہ عرفہ میں تھے اور
قصہ عبداللہ بن مسعودؓ کا اور ان کو نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کے بشارت دینے کا ذکر کیا۔ عمرؓ نے بیان کیا کہ میں نے کہا کہ
واللہ صبح ہی میں عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس جا کر ان کو ضرور بشارت
دے کر آؤں گا۔ فرمایا میں صبح کو بشارت دینے کے لئے ان کے پاس
پہنچا تو میں نے وہاں ابوبکرؓ کو پایا وہ اُن کے پاس مجھ سے پہلے پہنچ کر
بشارت دے چکے تھے اور واللہ جب کبھی میں نے کسی خیر میں
اُن کے ساتھ دوڑ لگائی تو وہی خیر کی طرف مجھ سے سبقت لے گئے
اس کو روایت کیا احمد نے۔ اور اسلم مولے عمرؓ کی حدیث سے کہ
میں نے سنا کہ عمر بن الخطاب فرماتے تھے کہ ہم کو رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ صدقہ دیں۔ پس حدیث کو ذکر کیا یہاں
تک کہ عمرؓ نے کہا میں نے سمجھ لیا کہ میں ابوبکرؓ سے کسی چیز میں کبھی
آگے نہ بڑھ سکوں گا۔ اس کو روایت کیا ترمذی نے۔ اور مالک بن
اوس بن حدثان النضری کی حدیث سے روایت کیا بخاری نے
بنی نضیر کے قصہ میں اور عباسؓ و علیؓ کی مخاصمت میں (جو باہم
جھگڑا کر کے بغرض فیصلہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے تھے۔ عمرؓ نے کہا)
واللہ جانتا ہے کہ وہ یعنی ابوبکرؓ نیکی کرنے والے صائب الرای

ترجمہ

(۱) اقوال فاروق رضی اللہ عنہ در افضلیت خود پس از آن جملہ است قول او وافقت ربی فی ثلاث فی مقام ابراہیم وفی الحجاب وفی اساری بدر اخرجہ مسلم والبخاری نحوہ و در صحیح مسلم حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کہ سوال کرد عمر رضی اللہ عنہ از آن دو زن کہ صغت قلوبکما در شان ایشان نازل شد و صریح مذکور است اخرجہ مسلم و اخرج محمد بن الحسن فی الموطا عن سالم بن عبداللہ قال قال عمر بن الخطاب لو علمت ان احدا اقوی منی علی ھذا الامر لکان ان اقدم فتضرب عنقی احب الی من ان ألی ھذا الامر فمن ولیہ بعدی فلیعلم ان سیردہ عنہ القریب والبعید ولعمر اللہ ان کنت لا قاتل الناس عن نفسی

(۲) اقوال فاروق رضی اللہ عنہ در فضیلت ستہ کہ وصیت خلافت برای ایشان کرد از آنجملہ است حدیث مسلم فان عجل بی امر فالخلافۃ شوری بین ہؤلاء الستۃ الذین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنہم راض

(۳) اقوال ذی النورین رضی اللہ عنہ کہ در فضیلت شیخین و افضلیت خود گفتہ از آنجملہ است حدیث مرفوع کہ در جواب منکرین خلافت خود روایت کردہ قال عثمان نشدتکم باللہ والاسلام ہل تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حق کا اتباع کرنے والے تھے۔

اب لیجئے فاروق رضی اللہ عنہ کے اقوال اپنی افضلیت میں۔ تو ان میں سے ان کا یہ قول ہے میری رائے تین چیزوں میں رب سے موافق رہی مقام ابراہیم، پردے اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے اور بخاری نے بھی اسی طرح۔ اور صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان عورتوں کے بارے میں سوال کیا جن کی شان میں صغت قلوبکما (تمہارے دل مائل ہو گئے) وارد ہوا ہے اس میں نزول صریح مذکور ہے۔ اخرجہ مسلم۔ اور محمد بن الحسن نے موطا میں سالم بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا عمر بن الخطاب نے کہ اگر میں جانتا کہ اس امر (خلافت) کے (سنبھالنے کے) لئے کوئی مجھ سے زیادہ قوی موجود ہے تو ایسا ہوتا کہ مجھے آگے کر کے میری گردن اڑا دینا مجھ پر آسان ہوتا (بہ نسبت خلافت قبول کرنے کے) تو جو شخص والی امر خلیفہ بنے میرے بعد اس کو جان لینا چاہیے کہ نزدیک اور دور والوں کی طرف سے اس پر رد و قدح (بھی) ہوگا اور خدا کی قسم میں ہوتا تو لوگوں سے لڑ بھڑ کر اپنی ذات کی طرف سے مدافعت کر لیتا۔ (اور یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے)۔

اب لیجئے فاروق رضی اللہ عنہ کے اقوال ان چھ[1] حضرات کے حق میں جن کے واسطے خلافت کی وصیت کی تھی ان میں سے حدیث مسلم ہے کہ اگر میرے ساتھ امر الٰہی نے جلدی کی (یعنی موت آگئی) تو خلافت ان چھ اصحاب کے مشورے سے طے کیا جائے جن کی شان یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک ان سے خوش رہے۔

اب لیجئے ذی النورین رضی اللہ عنہ کے اقوال جو انہوں نے شیخین کی فضیلت اور اپنی افضلیت پر فرمائے۔ ان میں سے ایک حدیث مرفوع ہے جس کو اپنی خلافت سے انکار کرنے والوں کے جواب میں روایت کیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں تم کو اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] وہ چھ اصحاب یہ ہیں حضرت علی ابن ابی طالب، عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، طلحہ، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم

کان علے ثبیر مکة ومعه ابوبکر وعمر وانا فتحرک الجبل حتی تساقطت حجارته بالحضیض قال فرکضه برجله فقال اسکن ثبیر فانما علیک نبی وصدیق وشهیدان قالوا اللهم نعم قال الله اکبر شهدوا لی ورب الکعبة انی شهید ثلاثا واز آنجمله است فضائل خود وبشارات آنحضرت صلی الله علیه وسلم در حق خود وآن بابی است مبسوط از آثر ذی النورینؓ می باید جست واز آنجمله قول او در مسئلہ جد چون فاروقؓ بتقریب قائل شد وان نتبع الشیخ قبلک فنعم الشیخ کان یعنی ابوبکر وقول او در حدیث ان نجاة هذا الامر صدیق ما کنت احق بهذا وقول او در جواب تعریضات عبدالرحمن بن عوف بطلب او قول انی لم اترک سنة عمر فانی لا اطیقها ولا انتم اخرجه احمد و عبد الله بن عدی بن خیار روایت کرده است قال عثمانؓ اما بعد فان الله بعث محمدا صلے الله علیه وسلم بالحق فکنت ممن استجاب لله ورسوله وآمنت بما بعث به وهاجرت الهجرتین کما قلت وصحبت رسول الله صلے الله علیه وسلم وبایعته فوالله ما عصیته ولا غششته حتی توفاه الله عزوجل ثم ابوبکر مثله ثم عمر مثله ثم استخلفت أفلیس لی من الحق مثل الذی لهم قلت بلے قال فما هذه الاحادیث التی

ثبیر مکہ پر تھے (ثبیر مکہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) اور آپ کے ساتھ ابوبکرؓ اور عمرؓ تھے اور میں۔ تو پہاڑ ہلنے لگا یہاں تک کہ اس کے پتھر ٹوٹ کر نیچے گر گئے۔ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاؤں مار کر فرمایا کہ اے ثبیر ساکن ہو۔ بس تجھ پر ایک نبی ہے اور صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ لوگوں نے کہا یا اللہ ایسا ہی ہے۔ آپ نے کہا اللہ اکبر لوگوں نے میری گواہی دی۔ قسم ہے رب کعبہ کی بیشک میں شہید ہونا۔ تین مرتبہ فرمایا۔ اور ان میں سے ہے ذکر اپنے فضائل اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کا اپنے حق میں اور یہ ایک طویل الذیل مضمون ہے۔ ذی النورینؓ کے آثار میں مطالعہ کر لیا جائے۔ اور ان میں سے ہے آپ کا قول دادا کے مسئلہ میں مثل فاروقؓ کے شریک قرار دینے کے قائل ہوئے کہ اگر ہم ان شیخ کا اتباع کریں جو آپ سے پہلے تھے تو وہ بھی بہترین شیخ تھے اس سے ابوبکرؓ کو مراد لے رہے تھے۔ اور انہی میں سے ہے ان کا قول ان نجاة ہذا الامر والی حدیث میں صدیق اکبرؓ سے کہ آپ سب سے زیادہ اس کے مستحق تھے اور ان کا قول عبدالرحمٰن بن عوف کی تعریضات کے جواب میں جس میں کن طعن تھے جس میں یہ قول کہ میں نے عمرؓ کا طریقہ ترک نہیں کیا وترک تو اختیار کر کے چھوڑنے پر صادق آتا ہے لیکن میں نے اختیار ہی نہیں کیا کیونکہ مجھ میں اس کی طاقت نہیں اور نہ ان میں یعنی عبدالرحمٰنؓ میں بھی۔ اس کو احمد نے روایت کیا۔ اور عبداللہ بن عدی ابن خیار نے روایت کیا ہے۔ عثمانؓ نے کہا اما بعد اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا حق کے ساتھ تو میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے اللہ اور رسولؐ کی دعوت کو قبول کیا اور جس چیز کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے تھے میں اس پر ایمان لایا اور میں نے دو ہجرتیں کی ہیں جیسا کہ میں اس کو بیان کر چکا ہوں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا تو واللہ میں نے نہ کبھی ان کی نافرمانی کی اور نہ کبھی ان کے ساتھ خیانت کی یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے ان کو وفات دی۔ پھر ابوبکرؓ کے ساتھ یہی معاملہ رہا پھر عمرؓ کے ساتھ یہی معاملہ رہا۔ تو کیا میرا ایسا حق نہیں ہے جیسا ان کا تھا۔ میں نے کہا بیشک۔ پھر یہ باتیں کیسی ہیں جو

تنبیہ ثانی متکلم از حدیث .

اما اقوال علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
پس باید دانست کہ ہر چند افضلیت شیخین
مذہب جمیع اہل حق است اما ہیچ کس آن
را صریح تر و محکم تر چون علی مرتضیٰ بیان
نکردہ است مرفوعاً و موقوفاً و ہر صحابی
تصریح ذکر کردہ است بافضلیت شیخین
بیکے از خصائل ذیگر کہ سابقاً تقریر کردیم و
علی مرتضیٰ بہر چہار تصریح فرمودہ و از وی
مستفیض است یا خبر واحد و از وی رضی اللہ
عنہ و از فاروق اعظم متواتر است آنکہ مرفوعاً
حدیث ابوبکر و عمر سیدا کہول اہل الجنۃ من
الاولین والآخرین ما خلا النبیین والمرسلین
لا تخبرہما یا علی اخرجہ الترمذی و ابن ماجہ
و این حدیث صریح است بافضلیت ایشان بر
جمیع صحابہ و مستفیض است از مرتضیٰ بروایت
شعبی عن الحارث عن علی عند الترمذی و ابن ماجہ
و بروایۃ الحسن بن زید بن الحسن عن ابیہ عن جدہ
عن علی عند عبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند
و بروایۃ الزہری عن علی بن الحسین عن علی بن ابی طالب
عند الترمذی و تفرد است علی بہذا الحدیث بلکہ
رواہ انس مثلہ و حدیثہ عند الترمذی و
ابو جحیفۃ مثلہ و حدیثہ عند ابن ماجہ
و حدیث اجعلنا رتبا اخرجہ
الترمذی عن علی و حدیث ان تؤمروا
ابابکر تجدوہ ہادیاً امیناً
اخرجہ الترمذی و حدیث رحم
اللہ ابابکر اخرجہ الترمذی

تمہاری طرف سے میرے پاس پہنچ رہی ہیں۔ آخر تک۔ دیا امر تو وہ
کا ایک جز ہے جس میں آپ نے ناصر و کمک والوں کو اپنے مکان کے
اوپر سے خطاب کیا تھا۔

ب لیکن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اقوال۔ تو جاننا چاہیے کہ
اگرچہ تفضیل شیخین تمام اہل حق کا مذہب ہے مگر کسی نے اس کو اس
قدر صریح اور اس قدر قوت کے ساتھ بیان نہیں کیا جس قدر
حضرت علی مرتضیٰ نے بیان کیا ہے مرفوعاً اور موقوفاً ہر دو واسطوں
کے ساتھ۔ اور ہر صحابی نے شیخین کی افضلیت پر خصائل ان میں
سے جن کی ہم تقریر کر چکے ہیں کسی ایک خصلت کے ذریعہ صراحت یا
اشارات کے ساتھ کلام کیا ہے اور حضرت علی مرتضیٰ نے چاروں
خصائل کی تصریح فرمائی ہے۔ اور دوسروں سے جو روایات ہیں
وہ مستفیض ہیں یا خبر واحد از حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاروق
اعظم رضی اللہ عنہ کی روایات متواتر ہیں۔ آپ کی مرفوع حدیث
یہ ہے کہ ابوبکر و عمر دونوں سردار ہیں ادھیڑ عمر والے اہل جنت
کے اولین کے بھی اور آخرین کے بھی سوائے انبیاء اور مرسلین کے
اے علی ان کو خبر نہ کرنا۔ اس کو روایت کیا ترمذی اور ابن ماجہ
نے۔ اور تمام اصحاب پر ان کی افضلیت کے بارے میں یہ حدیث
صریح ہے اور حضرت مرتضیٰ سے بطریق مستفیض ثابت ہے
بروایت شعبی از حارث از علی، ترمذی و ابن ماجہ کے نزدیک
اور بروایت حسن بن زید بن الحسن از زید از حسن از علی زوائد
میں عبد اللہ بن احمد کے نزدیک۔ اور بروایت زہری از علی بن
الحسین از علی بن ابی طالب ترمذی کے نزدیک۔ اور اس حدیث
میں حضرت علی کی موافقت دوسروں نے بھی کی ہے۔ چنانچہ
انس نے ایسی ہی روایت کی ہے ان کی حدیث کو ترمذی نے لیا
ہے اور ابو جحیفہ نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ اور ان کی حدیث
کو ابن ماجہ نے لیا ہے۔ اور بہار رتبا والی حدیث جس کو ترمذی
نے حضرت علی سے روایت کیا۔ اور یہ حدیث کہ اگر تم ابوبکر
کو امیر بناؤ گے تو ان کو ہادی اور امین پاؤ گے۔ اس کو ترمذی
نے روایت کیا۔ اور حدیث رحم اللہ ابابکر والی کو ترمذی نے

من حدیث ابی حیان التیمی عن ابیه عن علیؓ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم
اللہ ابا بکر زوجنی ابنته۔

و اما موقوفه فمنه خیر هذه الامة ابوبکر
ثم عمر متواترة رواه ثمانون نفسا من علیؓ
منهم ابنه محمد بن الحنفیة عند البخاری و
منهم عبد اللہ بن سلمة و علقمة بن قیس و
عبد خیر صاحب لواء علیؓ روی ذلک عن
ابی الخیر بطرق متکثرة و منهم ابو جحیفة روی
عنه جماعات منهم عاصم عن زر عن ابی جحیفة
والشعبی عن ابی جحیفة و ابو اسحٰق عن ابی
جحیفة و عون بن ابی جحیفة عن
ابیه و منهم نزال بن سبرة عن
علیؓ و من موقوفه سبقنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و صلی ابوبکر
و ثلث عمر و روی عن ابی جحیفة
وجابر نحوه و من موقوفه حکمه بالتعزیر
علی من فضله علی الشیخین اخرج ابو عمر
فی الاستیعاب عن الحکم بن حجل قال
قال علیؓ لا یفضلنی احد علی ابی بکر
و عمر الا جلدته حد المفتری و اخرج
ابو القاسم الطلحی فی کتاب السنة له
من طریق سعید بن ابی عروبة عن منصور عن
ابراهیم عن علقمة قال بلغ علیا ان اقواما
یفضلونه علی ابی بکر و عمر فصعد المنبر
فحمد اللہ و اثنی علیه ثم قال ایها الناس
انه بلغنی ان قوما یفضلونی علی
ابی بکر و عمر و لو کنت
تقدمت فیه لعاقبت فیه فمن

روایت کیا حدیث ابی حیان تیمی سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ
سے وہ علیؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحم کرے
اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر کہ اُنھوں نے اپنی بیٹی مجھ سے بیاہ دی الخ۔

اب ان کی حدیث موقوف کو لیا جائے اُن میں سے یہ ہے
اس اُمت کے سب سے بہتر فرد ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ۔ یہ حدیث متواتر
ہے اس کو اسّی لوگوں نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے۔ ان میں
سے اُن کے بیٹے محمد بن الحنفیہ ہیں بخاری کے نزدیک اور ان میں
سے عبد اللہ بن سلمہ اور علقمہ بن قیس اور عبد خیر حضرت علیؓ کے
علمبردار ہیں مروی ہے ابو الخیر سے بہت سے طریقوں سے اور ان
میں سے ابو جحیفہ ہیں ان سے جماعتوں نے روایت کیا۔ ان میں سے
عاصم از زر از ابی جحیفہ ہیں اور شعبی از ابی جحیفہ اور ابو اسحٰق
از ابو جحیفہ اور عون بن ابی جحیفہ سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے
روایت کرتے ہیں اور ان میں سے ہے نزال بن سبرہ از علیؓ۔
اور یہ ان کی موقوف حدیثوں میں سے ہے کہ (افضلیت میں) سبقت
لے گئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ان سے ملے ہوئے ابوبکرؓ
(یعنی آپ کے بعد ابوبکرؓ کا مرتبہ ہے) اور تیسرے درجہ پر عمرؓ ہیں
اور ابو جحیفہ اور جابرؓ نے بھی اسی طرح روایت کیا۔ اور ان کی
موقوف حدیثوں میں سے ایک یہ ہے آپ کا اس شخص پر (افتراء
و بہتان کی) حد جاری کرنے کا حکم دینا جو علیؓ کو شیخین پر فضیلت
دے۔ نقل کیا ابو عمر نے استیعاب میں بروایت حکم بن حجل کہا کہ
فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے کہ کوئی مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت
نہ دے ورنہ میں اس کے کوڑے لگاؤں گا مفتری کی حد کے۔
اور روایت کیا ابو القاسم طلحی نے اپنی کتاب السنہ میں از
طریق سعید بن ابی عروبہ از منصور از ابراہیم از علقمہ۔ کہا کہ علی رضی
اللہ عنہ کو یہ اطلاع پہنچی کہ کچھ ایسی جماعتیں ہیں جو ان کو ابوبکرؓ
و عمرؓ پر فضیلت دیتی ہیں تو آپ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد
و ثنا کی پھر فرمایا کہ اے لوگو! مجھے معلوم ہوا کہ کچھ ایسی جماعتیں
ہیں جو مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دیتی ہیں اگر مجھے پہلے سے اس کی
اطلاع ہو جاتی تو میں اس پر گرفت کرتا تو میں جس شخص سے

سمعتہ بعد ہذا الیوم یقول ہذا فہو مفتر علیہ حد المفتری ثم قال ان خیر ہذہ الامۃ بعد نبیہا ابوبکر ثم عمر ثم اللہ اعلم بالخیر بعد قال وفی المجلس الحسین بن علی فقال واللہ لو سمی الثالث سمی عثمان وأخرج ابوالقاسم الطلحی عن عبد خیر صاحب لواء علی ان علیا قال الا اخبرکم باول من یدخل الجنۃ من ہذہ الامۃ بعد نبیہا فقیل لہ بلی یا امیر المومنین قال ابوبکر ثم عمر قیل فیدخلانہا قبلک یا امیر المومنین فقال ای والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ انہما لیدخلانہا وانی لمع معاویۃ موقوف فی الحساب

اما اقوال سادات اہل بیت در تفضیل شیخین پس بسیار است برنمونہ اکتفا کنیم آما عباس بن عبدالمطلب کہ اسن اہل بیت واکبر ایشان بود پس ابن عباس قال لما نزلت اذا جاء نصر اللہ والفتح جاء العباس الی علی رضی اللہ عنہ فقال انطلق بنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان کان ہذا الامر لنا من بعدہ لم تشاحنا فیہ قریش وان کان لغیرنا سألناہ الوصاۃ بنا قال لا فسأل العباس بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرا فذکرت ذلک لہ فقال ان ابابکر خلیفتی علی دین اللہ ووحیہ فہو مستوصی فاسمعوا لہ واطیعوا تہتدوا واقتدوا بہ ترشدوا قال ابن عباس

اس دن کے بعد سنوں گا کہ وہ ایسا کہتا ہے تو وہ مفتری ہے اس پر مفتری کی حد جاری کی جائے گی۔ پھر فرمایا کہ بیشک اس امت کے نبی کے بعد سب سے افضل ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ پھر اللہ سب سے بہتر جانتا ہے کہ کون اچھا ہے۔ راوی نے کہا اور اس مجلس میں حسن بن علیؓ موجود تھے انہوں نے کہا واللہ اگر وہ تیسرے کا نام لیتے تو عثمانؓ کا نام لیتے۔ اور روایت کیا ابوالقاسم طلحی نے حضرت علیؓ کے علمبردار عبد خیر سے کہ علیؓ نے فرمایا کہ میں تم کو بتادوں کہ اس امت میں سے سب سے پہلے کون جنت میں داخل ہوگا اس کے نبی کے بعد؟ ان سے کہا گیا کہ ضرور بتلائیے اے امیر المومنینؓ۔ فرمایا کہ ابوبکرؓ پھر عمرؓ۔ آپ سے کہا گیا تو کیا یہ دونوں آپ سے پہلے داخل ہوں گے اے امیر المومنین تو علیؓ نے کہا ہاں قسم ہے اس ذات کی جو بیج پھاڑ کر درخت بناتا ہے اور جان پیدا کرتا ہے وہ دونوں داخل ہو جائیں گے جنت میں اور میں معاویہؓ کے ساتھ حساب میں کھڑا ہوا ہوں گا۔

اب لیجئے اقوال سادات اہل بیت کے تفضیل شیخینؓ کے بارے میں تو وہ بہت ہیں ان میں سے چند پر بطور نمونہ ہم اکتفا کرتے ہیں۔ عباسؓ بن عبدالمطلب کو لیجئے جو ان سب سے بڑی عمر کے اور رتبہ کے اعتبار سے سب سے بڑے تھے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہا کہ جب نازل ہوئی اذا جاء نصر اللہ والفتح تو عباسؓ گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اور کہا کہ ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو تو اگر یہ امر خلافت ان کے بعد ہمارے لئے ہوگا تو قریش اس بارے میں ہم سے نہ جھگڑیں گے اور اگر کسی اور کے لئے ہو تو ہم پوچھتے ہیں ان سے وصیت کرنے کی درخواست کریں۔ علیؓ نے کہا نہیں۔ عباسؓ نے بیان کیا کہ میں چھپ کر خفیہ طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ میں نے ان سے اس کا ذکر کیا تو کہا کہ صرف ابوبکرؓ ہی اللہ کے دین پر اور وحی پر میرے خلیفہ بنائے گئے اور انہیں کے لئے وصیت ہوئی ہے تو تم ان کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو اور ہدایت پاؤ اور ان کی اقتدا کرکے راہ صواب پر رہو۔ کہا ابن عباسؓ نے

فما اتفق ابو بكر على مرتبة ولا وزره على
امره ولا اعانه على شانه اذ فاتقه
صحابة النبي واتفقوا العرب اما العباس
فقال لو شهد المسلمين رأيتها وحرمهم رأي
اهل الارض اجمعين واما علي بن ابي طالب
فسيأتي اقواله وآثاره وذكرناهم.

واما عبد الله بن عباس فسيأتي اقواله
ان ذكر خواهيم كرد واما عبد الله بن جعفر فقد
اخرج الحاكم عن جعفر بن محمد عن ابيه عن
عبد الله بن جعفر قال ولينا ابو بكر فكان
خير خليفة الله وارحمه بنا واحناه علينا

واما حسن مجتبى اخرج ابو يعلى عن ابي
مريم رضيع الحسن قال كنت بالكوفة
فقام الحسن بن علي خطيبا فقال يا ايها
الناس رأيت البارحة في منامي عجبا
رأيت الرب تعالى فوق عرشه فجاء
رسول الله صلى الله عليه وسلم
حتى قام عند قائمة من قوائم
العرش فجاء ابو بكر فوضع يده
على منكب رسول الله صلى الله
عليه وسلم ثم جاء عمر فوضع يده
على منكب ابي بكر ثم جاء عثمان
فكان بيده رأسه فقال رب سل عبادك
فيم قتلوني قال فانبعث من السماء ميزابان
من دم في الارض قال فقيل لعلي الا ترى
ما يحدث به الحسن قال يحدث بما رأى
وذكر المحب الطبري عن ابن السمان انه اخرج
في كتاب الموافقة عن الحسن بن علي قال
ما كنت لعلي

تو اتحاد عرب کے موقع پر ابو بکرؓ کی بیعت کی موافقت۔ ورنہ کسی
پشت پناہی ان کے کام پر اور ان کی اعانت ان کے عظیم نظریہ
کسی نے بھی نہ کی تھی بجز عباسؓ کے جب ان کے تمام اصحاب
ان کی رائے کے مخالف تھے۔ تو وہ تمام اہل ارض ان دونوں
کی رائے کی برابری کرتے۔ ورنہ ان کو ہٹا سکتے۔ تیسرے ان
میں سے علی بن ابی طالب تو ان کے اقوال اور آثار کا ذکر ہم
کر چکے ہیں۔

اب لیجئے عبد اللہ بن عباسؓ تو ان کے اقوال عنقریب ہم
ذکر کریں گے۔ اور رہے عبد اللہ بن جعفر تو حاکم نے روایت کی
جعفر بن محمد سے وہ لیتے اپنے باپ سے وہ عبد اللہ بن جعفر سے انھوں نے
کہا کہ ہم پر والی بنے ابو بکرؓ تو وہ بہترین خلیفۃ اللہ تھے ہم پر انھوں
نے ہمارے ساتھ ان کو بڑی مہربانی کرنے والا اور ہم پر بہت
شفقت کرنے والا پایا۔

اب لیجئے حسن مجتبیٰؓ تو روایت کی ابو یعلیٰ نے بروایت ابو مریم
جو حسن کے دودھ شریک بھائی تھے کہا میں کوفہ میں تھا میں
نے دیکھا حسن بن علیؓ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور
فرمایا کہ لوگو آج رات میں نے عجیب خواب دیکھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ
کو عرش کے اوپر دیکھا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آئے
اور عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ کے پاس کھڑے ہو گئے پھر
ابو بکرؓ آئے اور انھوں نے اپنا ہاتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے شانے پر رکھا۔ پھر عمرؓ آئے اور انھوں نے اپنا ہاتھ ابو بکرؓ
کے شانے پر رکھا۔ پھر عثمانؓ آئے اور ان کا سر ان کے ہاتھ میں
تھا۔ پھر بولے کہ اے رب اپنے بندوں سے پوچھئے انھوں نے مجھے
کس گناہ میں قتل کیا۔ کہا پھر آسمان سے خون کے دو پرنالے زمین
کی طرف جاری ہوگئے۔ مدوی نے کہا کہ پھر علیؓ سے کہا گیا کہ کیا
آپ نہیں دیکھتے کہ حسنؓ کیا بات کہہ رہے ہیں؟ فرمایا۔ جو کچھ
دیکھا وہ بیان کر رہے ہیں۔ اور محب طبری نے ذکر کیا کہ مروی ہے
ابن السمان سے کہ انھوں نے اپنی کتاب میں حسن بن علیؓ سے ایک
روایت درج کی کہ آپ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ علیؓ نے

فخالف عمر وما غيّر شيئاً مما صنع حين
قومهم الفتوح. وذكر ايضاً منها في كتاب الفقه
عن ابي جعفر قال بينا عمر يمشي في
طريق من طرق المدينة اذ لقيه علي
ومعه الحسن والحسين رضي الله عنهم
واخذ بيده وتكنفاه الحسن والحسين
عن يمينه وشماله قال فعرض له من
البكاء ما كان يعرض له فقال له علي
ما يبكيك يا امير المؤمنين قال عمر ومن
أحق مني بالبكاء يا علي وقد وليت
امر هذه الامة احكم فيها ولا
ادري امحسن انا ام مسيء فقال
له علي والله انك لتعدل في كذا
وتعدل في كذا قال فما منعه ذلك من البكاء ثم
تكلم الحسن بما شاء الله فذكر من ولايته
وعدله فلم يمنعه ذلك فتكلم الحسين بمثل
كلام الحسن فقال اتشهدان بذلك
يا ابني اخي فسكتا فنظر الى ابيهما
فقال علي اشهدا وانا معكما شهيد

آثار اولاد حسنين. اخرج عبد الله
ابن احمد في زوائد المسند عن الحسن بن
زيد بن حسن قال حدثني ابي عن ابيه
عن علي قال كنت عند النبي صلى الله
عليه وسلم فاقبل ابوبكر وعمر فقال
يا علي هذان سيدا كهول اهل الجنة و
شبابها بعد النبيين والمرسلين
ذكر المحب الطبري عن
عبد الله بن الحسن بن الحسن

کبھی عمرؓ کی مخالفت کی اور نہ انھوں نے عمرؓ کے بہت سی
کاموں میں تغیر کیا جب وہ کوفہ میں آئے۔ اور کتاب موافقہ میں ان
سے یہ روایت بھی ہے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمرؓ مدینہ کے
کوچوں میں سے ایک کوچہ میں جا رہے تھے کہ ان کی ملاقات علیؓ
سے ہوئی اور ان کے ساتھ حسن اور حسین رضی اللہ عنہم بھی تھے
اور عمرؓ نے علیؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور حسنؓ اور حسینؓ دونوں کے
دائیں اور بائیں کھڑے ہو گئے۔ کہا کہ پھر ان کو رونا آ گیا جیسا
کہ اکثر ان کو رونا آ رہتا تھا تو ان سے علیؓ نے کہا کہ اے
امیر المومنین آپ کس وجہ سے روتے ہیں؟ عمرؓ نے کہا اے
علیؓ اور مجھ سے زیادہ رونے کے قابل کون ہے اس حال میں کہ
امت کے کاموں کا ذمہ دار بنا دیا گیا ہوں ان کے بارے میں حکم
دیتا ہوں اور نہیں جانتا کہ اللہ کے نزدیک میں برے کام کرنے
والا ہوں یا اچھے کام کرنے والا۔ تو علیؓ نے کہا کہ واللہ آپ تو
یقیناً عدل کرتے ہیں فلاں کام میں اور فلاں کام میں۔ کہا کہ
اس جواب نے ان کو رونے سے نہ روکا۔ پھر حسنؓ نے گفتگو کی جو
اللہ نے چاہی ان کی ولایت اور ان کے عدل کا ذکر کیا۔ یہ بات
بھی ان کو نہ روک سکی۔ پھر حسینؓ نے مثل کلام حسنؓ کے گفتگو
کی تو عمرؓ نے کہا اے میرے دونوں بھتیجو کیا تم دونوں اس کی
شہادت دیتے ہو تو دونوں نے خاموش ہو کر اپنے باپ کی طرف
دیکھا۔ تو علیؓ نے کہا کہ تم دونوں گواہی دو اور میں بھی تم دونوں
کے ساتھ گواہ ہوں۔

آپ کے حسنینؓ کی اولاد کے اقوال۔ عبداللہ بن احمد
نے زوائد المسند میں یہ روایت کی ہے کہ مروی ہے حسن بن زید
ابن حسن سے انھوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے باپ نے
باپ کی روایت سے وہ حضرت علیؓ سے انھوں نے کہا کہ میں نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ پھر سامنے آئے ابوبکرؓ
اور عمرؓ تو آپ نے فرمایا کہ اے علیؓ یہ دونوں ادھیڑ عمر والے اور
جوان اہل جنت کے سردار ہیں انبیاء اور مرسلین کے بعد اور محب
طبری نے ذکر کیا کہ روایت ہے عبداللہ بن الحسن بن الحسن

بن علی بن ابی طالب وقد سُئل عن ابی بکر وعمر فقال اللهم اعطهما واستغفر لهما فقیل له لعلها تقیة وفی نفسک خلافه قال لا نالتنی شفاعة محمد صلی الله علیه وسلم ان کنت اضمر خلاف ما اقول فی نفسی وقد حکی عنهما فقال رحمهما الله وصلی علیهما ولا صلی علی من لم یصل علیهما۔

قوله: وولاء الحسین رضی الله عنه ممن آمر بقوله فقد اخرج الترمذی عن الزهری عن علی بن الحسین عن علی بن ابی طالب قال کنت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم اذ طلع ابو بکر وعمر فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هذان سیدا کهول اهل الجنة من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین لا تخبرهما [illegible] فقد اخرج احمد فی مسند ذی الیدین عن ابی حازم قال جاء رجل الی علی بن الحسین فقال ما کان منزلة ابی بکر وعمر من النبی صلی الله علیه وسلم فقال منزلتهما الساعة۔ واخرج اللالکائی من طریق عبد الله بن عمر بن ابان قال حدثنا سفیان بن عیینة عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جابر بن عبد الله ان علیاً دخل علی عمر وهو مسجّی فقال صلی الله علیک ثم قال ما من الناس احد احب الی ان القی الله بما فی صحیفته من هذا المسجّی۔ واخرج محمد بن الحسن عن ابی حنیفة قال حدثنا ابو جعفر محمد بن علی قال جاء علی بن ابی طالب الی عمر بن الخطاب

بن علی بن ابی طالب سے اور ان سے پوچھا گیا تھا ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق تو انھوں نے کہا کہ اے اللہ ان دونوں کے لئے دعاء رحمت اور دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ پھر اُن سے کہا گیا کہ شاید یہ قول بہ تقیہ ہے اور آپ کے نفس میں جو بات ہے وہ اس کے خلاف ہے تو فرمایا کہ مجھے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو اگر میں نے وہ بات کہی ہو جو میرے نفس کے خلاف ہو۔ اور ان سے مروی ہے کہ جب اُن سے ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنھوں نے کہا اُن دونوں پر اللہ رحمت نازل کرے اور جو اُن پر دعائے رحمت نہ کرے اللہ اس پر رحمت نہ کرے۔

اور اولاد حسین رضی اللہ عنہ کے اقوال میں سے مروی یہ ہے جس کو ترمذی نے روایت کیا زہری سے علی بن الحسین سے وہ علی بن ابی طالبؓ سے کہا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ دکھائی دیئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں ادھیڑ عمر کے اہل جنت کے سردار ہیں اولین کے بھی و آخرین کے بجز انبیاء و مرسلین کے۔ ان دونوں سے یہ بیان نہ کرنا۔ اور مسند نے ذکر کیا ہے جس کو احمد نے ذی الیدین کی مسند میں ابو حازم سے روایت کیا ہے کہا کہ ایک شخص آیا علی بن الحسین کے پاس اور اس نے کہا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کا مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کیا تھا تو فرمایا کہ جو اُن کا مرتبہ اس ساعت میں ہے (کہ دونوں آپ کے برابر مدفون ہیں)۔ لالکائی نے عبد اللہ بن عمر بن ابان کی سند سے اخذ کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا سفیان بن عیینہ سے وہ روایت کرتے ہیں جعفر بن محمد سے وہ اپنے باپ سے وہ جابر بن عبد اللہ سے کہ علیؓ عمرؓ کے پاس پہنچے جب کہ وہ چادر میں لپٹے ہوئے تھے اور کہا کہ اللہ تم پر رحمت نازل کرے پھر فرمایا کہ لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس جیسے نامہ اعمال کے ساتھ اللہ کے سامنے جانا مجھے محبوب ہو اس کفن پوش سے زیادہ۔ اور محمد بن الحسن نے ابو حنیفہ سے روایت کیا کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو جعفر محمد بن علی نے کہا کہ علی بن ابی طالب عمر بن الخطاب

حين يحين فقال رحمك الله ثم التفت إلى الأرض وقال كرمت ألقى الله بصحيفة أحب إلي منك. وروي عن ابن أبي حفصة قال سألت محمد بن علي وجعفر بن محمد عن أبي بكر وعمر فقالا يا سالم تولهما وابرأ من عدوهما ثم التفت إلى جعفر بن محمد فقال يا سالم أيسب الرجل جده أبو بكر الصديق جدي لا نالتني شفاعة جدي محمد صلى الله عليه وسلم إن لم أكن أتولهما وأبرأ من عدوهما. وعن أبي جعفر أنه قال من جهل فضل أبي بكر وعمر جهل السنة. قيل له ما ترى في أبي بكر وعمر فقال إني أتولاهما وأستغفر لهما وما رأيت أحدا من أهل بيتي إلا وهو يتولاهما. وعنه قال من شك فيهما كمن شك في السنة وبغض أبي بكر وعمر نفاق وبغض الأنصار نفاق. إنه كان بين بني هاشم وبين بني عدي وبني تيم شحناء في الجاهلية فلما أسلموا تحابوا ونزع الله ذلك من قلوبهم حتى إن أبا بكر اشتكى خاصرته فكان علي يسخن يده بالنار ويكمد بها خاصرة أبي بكر ونزلت فيهم هذه الآية ونزعنا ما في صدورهم من غل إخوانا على سرر متقابلين.

کے پاس آئے جب آپ مجروح کئے گئے اور کہا کہ اللہ آپ پر رحمت کرے خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی نہیں کہ اس کے جیسے اعمال کے ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے ملوں وہ تم سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔ اور ابن ابی حفصہ سے مروی ہے کہ میں نے سوال کیا محمد بن علی اور جعفر بن محمد سے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں تو دونوں نے کہا کہ امام عادل تھے ہم دونوں سے محبت کرتے ہیں اور ان کے دشمن سے اظہار بیزاری کرتے ہیں۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے جعفر بن محمد اور کہا اے سالم کیا کوئی شخص اپنے دادا کو گالی دیتا ہے ابوبکر صدیقؓ میرے دادا ہیں۔ مجھے اپنے دادا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں ان دونوں سے محبت نہ کرتا ہوں اور میں ان ہر دو کے دشمن سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ اور ابو جعفر سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کی فضیلت نہیں جانتا وہ سنت نہیں جانتا۔ اور ان سے کہا گیا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے تو فرمایا کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوں اور میں نے اپنے اہل بیت میں سے کسی کو نہیں دیکھا مگر کہ وہ ان دونوں سے محبت کرتا تھا۔ اور ان سے مروی ہے کہا کہ جس نے ان دونوں میں شک کیا وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے سنت میں شک کیا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ سے بغض رکھنا نفاق ہے اور انصار سے بغض رکھنا نفاق ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بنی ہاشم اور بنی عدی اور بنی تیم میں عداوت تھی۔ پھر جب یہ خاندان اسلام لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے اس عداوت کو ان کے دلوں سے نکال دیا یہاں تک کہ (ایک مرتبہ) ابوبکرؓ کے پہلو میں (جو بنی تیم میں سے تھے) درد ہوا علیؓ (جو بنی ہاشم میں سے تھے) اپنے ہاتھ کو آگ سے گرم کرتے تھے اور اس سے ابوبکرؓ کے پہلو کی سینکائی کرتے تھے اور ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی و نزعنا ما فی صدورھم۔

(۱۵: ۴۷) اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم نے وہ سب دور کر دیا کہ سب بھائی بھائی کی طرح تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے رہیں گے۔

وأما أقوال المهاجرين الأولين فمنهم الزبير ابن العوام أخرج الحاكم من حديث إبراهيم ابن عبد الرحمن بن عوف في حديث طويل فيه خطبة أبي بكر وفي آخر الحديث قال علي رضي الله عنه والزبير ما غضبنا إلا أنا قد أخرنا عن المشاورة وإنا نرى أبا بكر أحق الناس بها بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم إنه لصاحب الغار وثاني اثنين وإنا لنعلم بشرفه وكبره ولقد أمره رسول الله صلى الله عليه وسلم بالصلاة بالناس وهو حي ومنهم طلحة بن عبيد الله ذكر المحب الطبري عن ابن مسعود رضي الله عنه أن عمر شاور الناس في الزحف إلى قتال أهل فارس التي اجتمعت بنهاوند فقام طلحة ابن عبيد الله وكان من خطباء الصحابة فتشهد ثم قال أما بعد يا أمير المؤمنين فقد أحكمتك الأمور وجرستك البلايا وأحنكتك التجارب وأنت وشأنك وأنت ورأيك إليك هذا الأمر فمرنا نطع وادعنا نجب واحملنا نركب وقدنا ننقد فإنك ولي هذا الأمر وقد بلوت واختبرت وجربت فلم ينكشف لك من شيء من عواقب قضاء الله عز وجل إلا عن خيار ثم جلس ومنهم عبد الرحمن بن عوف روى حديث بشارة العشرة بالجنة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عشرة في الجنة أبو بكر في الجنة وعمر في الجنة الحديث وأخرج الحاكم عن إبراهيم بن عبد الرحمن أن عبد الرحمن

مہاجرین اولین کے اقوال تو ان میں سے زبیر بن العوام ہیں حاکم نے ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف کی ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں ابوبکرؓ کا خطبہ ہے اور آخر حدیث میں ہے کہ علی اور زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم ناراض نہیں ہوئے مگر صرف اس وجہ سے کہ مشاورت میں ہم کو پیچھے کر دیا گیا اور ابوبکرؓ کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ سب لوگوں سے زیادہ امامت کے مستحق ہیں۔ وہ صاحب غار ہیں اور ثانی اثنین ہیں اور اُن کے شرف اور بزرگی کو ہم خوب جانتے ہیں۔ اور ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا جب کہ وہ زندہ تھے۔ اور ان میں سے طلحہ بن عبید اللہ ہیں ذکر کیا محب طبری نے کہ روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ عمرؓ نے لشکر فارس کی جو نہاوند میں جمع ہو رہے تھے جنگ کے لئے لشکر بھیجنے کے بارے میں مشورہ کیا تو طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہوئے اور وہ معتبر ترین صحابہؓ میں سے تھے انھوں نے بعد کلمہ شہادت و حمد و ثنا کہا کہ اے امیر المومنینؓ آپ کو (جو پیش آنے والے) امور نے پختہ کر دیا اور جفاکشی آپ کے خمیر میں داخل ہو گئی اور تجربات نے آپ کو مضبوط کر دیا۔ آپ جانیں اور آپ کا کام آپ جانیں اور آپ کی رائے۔ یہ کام آپ ہی کی ذات سے متعلق ہے۔ ہمیں تو آپ حکم دیجئے ہم اطاعت کریں گے آپ ہمیں بلائیے ہم حاضر ہو جائیں گے۔ آپ ہمیں بھیجیں ہم فوراً سوار ہو جائیں آپ ہمیں چلائیے ہم چلیں گے کیونکہ ان تمام امور کا اختیار آپ کو ہے اور آپ (رزم کی) آزمائش اور حال معلوم کر چکے اور تجربہ کر چکے تو قضاء خداوندی عز وجل کے نتائج میں سے بجز بہترین انجام کے اور کوئی (بری) چیز آپ پر منکشف نہیں ہوئی۔ پھر بیٹھ گئے اور ان میں سے عبد الرحمٰن بن عوف ہیں انھوں نے اس حدیث کو روایت کیا جس میں دس آدمیوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دس آدمی جنت میں ہوں گے ابوبکرؓ جنت میں عمرؓ جنت میں آخر حدیث تک۔ اور حاکم نے روایت کیا ابراہیم بن عبد الرحمٰن سے کہ عبد الرحمٰن

صلے اللہ علیہ وسلم بقدمہ ثم قال اسکن حراء فانہ لیس علیک الا نبی وصدیق او شہید وعلیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحۃ والزبیر وسعد وعبد الرحمٰن وسعید بن زید الذی حدث الحدیث وہو القائل لو ان احدا ارفض للذی صنعتم بعثمان لکان ومنہم ابو عبیدۃ بن الجراح وکونہ طلیح عمر فی استخلاف ابی بکر مشہور وہو القائل انتونی ولکم ثالث ثلاثۃ یعنی ابابکر وروی من النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان ہذا الامر بدا نبوۃ ورحمۃ ثم کائن خلافۃ ورحمۃ ثم کائن ملکا فسرنا الحدیث وجعل قولہ خلافۃ ورحمۃ علی خلافۃ الشیخین ومنہم عبد اللہ بن مسعود وروی حدیث بشارۃ الشیخین بالجنۃ وحدیث اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر واخرج ابو عمر فی الاستیعاب عن ابن مسعود اجعلوا امامکم خیرکم فان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جعل ابابکر امامہم واخرج ابو عمر عنہ انہ قال لمجلس مع عمر ساعۃ خیر عندی من عبادۃ سنۃ واخرج الحاکم عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی جہل بن ہشام فجعل اللہ دعوۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعمر فبنی علیہ ملک الاسلام وہدم بہ الاوثان واخرج الدارمی عن ابراہیم قال عبد اللہ کان عمر اذا سلک بنا طریقا وجدناہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی ماری پھر فرمایا ساکن ہو کیونکہ تیرے اوپر نبی یا صدیق یا شہید ہیں اور اس کے اوپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور سعدؓ اور عبدالرحمٰنؓ اور سعید ابن زید جنھوں نے حدیث بیان کی اور اس قول کے کہنے والے وہی ہیں کہ اگر احد پہاڑ تمھاری اس حرکت سے پھر جائے (یعنی کانپ اٹھے) جو تم نے عثمانؓ کے ساتھ کی تو ہو سکتا ہے۔ اور ان میں سے ابو عبیدۃ بن الجراحؓ ہیں اور ابوبکرؓ کو خلیفہ بنانے کے وقت ان کا عمرؓ کا ساتھ دینا مشہور ہے اور وہی یہ کہنے والے تھے کہ تم میرے پاس آئے ہو اور تم میں ثالث ثلاثہ یعنی ابوبکرؓ موجود ہیں اور روایت کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ یہ امر شروع ہوا نبوت اور رحمت سے۔ پھر ہونے والا ہے خلافت اور رحمت پھر ہونے والا ہے بادشاہت مارکوٹ والی۔ آخر حدیث تک۔ اور آپ کا قول خلافت و رحمت محمول ہے خلافت شیخینؓ پر۔ اور ان میں سے عبداللہ بن مسعودؓ ہیں اور وہی اس حدیث کے راوی ہیں جس میں شیخینؓ کو جنت کی بشارت دی گئی۔ اور اس حدیث کے کہ اقتدا کرو ان دونوں کی میرے بعد والوں ابوبکرؓ و عمرؓ کی۔ اور ابو عمر نے استیعاب میں یہ روایت لی ہے مروی ہے ابن مسعودؓ سے کہ اپنا امام اس کو بناؤ جو تم میں افضل ہو کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا امام ابوبکرؓ کو بنایا تھا۔ ابو عمر نے ان سے یہ بھی روایت کی کہ انھوں نے کہا یقیناً میرا عمرؓ کے ساتھ ایک ساعت بیٹھنا میرے نزدیک ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور حاکم نے روایت کی ابن مسعودؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے اللہ اسلام کو غلبہ عطا کر دیجئے عمر بن الخطاب یا ابی جہل بن ہشام کے ساتھ تو اللہ تعالے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کو عمرؓ کے حق میں قبول کر لیا اور انھی پر اسلام کی حکومت کی بنیاد رکھی اور بتوں کو منہدم کیا۔ اور دارمی نے روایت کی ابراہیم سے کہا کہ عبداللہؓ نے فرمایا کہ عمرؓ جب ہم کو ایک طریق پر چلاتا تو ہم نے

حیاتك وما لقوا بعد ان استخلفوا عثمان قال کما اتینا من اعلانا ذا فوق اخرجه ابن ابی شیبة وقال والله لو قتلوا عثمان لا یصیبوا منه خلفا

ومنهم عمار بن یاسر روی حدیث اتانی جبرئیل آنفا فقلت یا جبرئیل حدثنی بفضائل عمر بن الخطاب فی السماء فقال یا محمد لو حدثتك بفضائل عمر بمثل ما لبث نوح فی قومه الف سنة الا خمسین عاما ما نفدت فضائل عمر وان عمر لحسنة من حسنات ابی بکر وذکر شعره فی سوابق ابی بکر

جزی الله خیرا عن بلال وصحبه
عتیقا واخزی فاکها وابا جهل
عشیة هما فی بلال بسوءة
ولم یحذرا ما یحذر المرء ذو العقل
بتوحیده رب الانام وقوله
شهدت بان الله ربی علی مهل
فان تقتلونی تقتلونی ولم اکن
لاشرك بالرحمن من خیفة القتل
فیا رب ابراهیم والعبد یونس
وموسی وعیسی نجنی ثم لا تملی
لمن ظل یهوی الغی من آل غالب
علی غیر بر کان منه ولا عدل

ومنهم حذیفة بن الیمان روی حدیث انهما منی کالسمع والبصر وحدیث اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر وهو القائل کان الاسلام فی زمان عمر

عمرؓ کو زمرۂ حسنات سے شمار کیا؛ اور جب ان کو یہ خبر پہنچی کہ لوگوں نے عثمانؓ کو خلیفہ بنایا تو کہا کہ ہم نے اپنے اعلیٰ مرتبہ والے کے ساتھ جو صاحب فوقیت تھا کوتاہی نہیں کی۔ ابن ابی شیبہ نے یہ روایت لی ہے اور حضرت عبداللہؓ نے کہا واللہ اگر لوگوں نے عثمانؓ کو قتل کر ڈالا تو ان کو ان کا جانشین نصیب نہ ہوگا۔ اور ان میں سے عمار بن یاسرؓ ہیں انھوں نے اس حدیث کی روایت کی کہ میرے پاس ابھی جبرئیلؑ آئے تھے تو میں نے کہا اے جبرئیلؑ مجھ سے عمر بن الخطابؓ کے فضائل بیان کرو جو آسمان میں (مشہور) ہیں تو انھوں نے کہا اے محمد اگر میں آپ سے عمرؓ کے فضائل اتنے زمانے تک بیان کروں جتنے زمانہ تک نوحؑ اپنی قوم میں ٹھہرے تھے یعنی پچاس کم ایک ہزار برس تو عمرؓ کے فضائل ختم نہ ہوں گے اور یہ کہ عمرؓ (کے تمام فضائل) ایک نیکی (کے برابر) ہیں ابوبکرؓ کی نیکیوں میں سے۔ اور ابوبکرؓ کے حسنات سابقہ پر ان کے چند اشعار ہیں (ترجمہ) ہے

اللہ تعالیٰ عتیق (یعنی ابوبکرؓ) کو بلالؓ کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے اور رسوا کرے فاکہ اور ابوجہل کو جس وقت کہ ان دونوں نے پکا ارادہ کر لیا تھا بلالؓ کو ایک بری بات میں مبتلا کرنے کا اور وہ دونوں اس چیز سے نہیں ڈرے جس سے عقلمند آدمی ڈرا کرتا ہے اس کے پروردگار عالم کی توحید کرنے کی وجہ سے اور اس قول کی وجہ سے کہ میں بلا تامل اللہ کی ربوبیت کی شہادت دیتا ہوں پھر اگر مجھے قتل کرنا چاہو تو قتل کر دو اور میں قتل کیے جانے کے خوف سے رحمٰن کے ساتھ شرک کرنے والا نہیں ہوں۔ پس اے ابراہیمؑ اور اپنے بندے یونسؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے رب! مجھے نجات دے۔ پھر اور وہ ان لوگوں کو مہلت نہ دے جو ہمیشہ گمراہی میں لگے رہتے ہیں غالب کی اولاد میں سے کہ ان سے کوئی نیکی سرزد ہوئی نہ انصاف کیا۔

اور ان میں سے حذیفہ بن الیمانؓ ہیں جنھوں نے اس حدیث کی روایت کی کہ وہ دونوں (یعنی شیخینؓ) دین کے حق میں سمع و بصر کی مانند ہیں۔ اور اس حدیث کی کہ اقتدا کرو ان دونوں کی جو میرے بعد ہوں گے ابوبکرؓ و عمرؓ کی۔ اور ان ہی کا یہ قول ہے کہ عمرؓ کے زمانہ

كان رجل اشتمل لا يزداد الا كثرة فلما قتل
عمر كان كرجل انثلم لا يزداد الا بعدا
ومنهم ابوذر روى حديث انه صاحب
سبيع واخرج الحاكم عن ابي ذر قال
مر فتى على عمر فقال عمر نعم الفتى قال
فتبعه ابوذر فقال يا فتى استغفر لي
فقال يا ابا ذر استغفر لك وانت صاحب
رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال استغفر لي قال لا او تخبرني
فقال انك مررت على عمر فقال نعم
الفتى واني سمعت رسول الله صلى الله
عليه وسلم يقول ان الله جعل الحق
على لسان عمر وقلبه ومنهم بريدة
الاسلمي روى حديث اثبت حراء فانما
عليك نبي او صديق او شهيدان وحديث
رؤيا قصر في الجنة لعمر وحديث ان الشيطان
ليفرق منك يا عمر ومنهم سفينة روى
رؤيا الميزان وقول النبي صلى الله عليه وسلم
خلافة النبوة ثلثون عاما ومنهم عبدالرحمن
ابن غنم الاشعري روى حديث قال
قال النبي صلى الله عليه وسلم لابي بكر
وعمر لو اجتمعتما في مشورة ما خالفتكما
ومنهم ابو موسى الاشعري روى
حديث البشارة للشيخين بالجنة
ومنهم ابو امامة الباهلي فسر قوله
تعالى وصالح المؤمنين ابوبكر
وعمر ومنهم ابو اروى الدوسي
روى حديث الحمد لله الذي

اسلام اس شخص کی مانند تھا جو (روز بروز) آگے بڑھنے والا ہو کہ اس کا قرب برابر بڑھتا ہی رہتا ہے۔ پھر جب عمرؓ قتل ہوگئے تو اسلام اس شخص کی مانند ہو گیا جو پشت پھیر کر جا رہا ہو کہ اس کا بعد برابر بڑھتا ہی رہتا ہے۔ اور ان میں سے ابوذرؓ ہیں۔ یہ راوی ہیں سات تک پہنچنے والی حدیث کے۔ اور حاکم نے ابوذرؓ سے یہ روایت لی ہے کہا کہ ایک مرتبہ ایک جوان عمرؓ کے سامنے سے گزرا تو عمرؓ نے کہا کہ اچھا جوان ہے (راوی نے) کہا کہ ابوذرؓ اس کے پیچھے ہو لئے اور کہا کہ اے جوان میرے لئے دعاء مغفرت کر۔ اس نے کہا کہ اے ابوذرؓ میں آپ کے لئے مغفرت کی دعا کروں حالانکہ آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں۔ ابوذرؓ نے کہا کہ تو میرے لئے دعائے مغفرت کر دے۔ اس نے کہا کہ نہیں جب تک آپ وجہ نہ بتائیں گے۔ تو ابوذرؓ نے کہا کہ تو عمرؓ کے سامنے سے گزرا تو انہوں نے کہا اچھا جوان ہے اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے حق کو قائم کر دیا ہے عمرؓ کی زبان اور قلب پر۔ اور ان میں سے بریدہ اسلمیؓ ہیں۔ انہوں نے اس حدیث کی روایت کی جس میں ہے اے حرا ساکن رہ کہ تیرے اوپر صرف ایک نبی ہے یا صدیق اور دو شہید۔ اور اس حدیث کی جس میں اس خواب کا بیان ہے جس میں جنت میں عمرؓ کا محل دیکھنے کا ذکر ہے۔ اور اس حدیث کی جس میں ارشاد ہوا کہ شیطان تجھ سے الگ رہتا ہے اے عمرؓ۔ اور ان میں سے سفینہ ہیں۔ انہوں نے ترازو والے خواب کی روایت کی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی کہ خلافت نبوت تیس برس تک رہے گی۔ اور ان میں سے عبدالرحمن بن غنم الاشعری ہیں۔ انہوں نے وہ حدیث روایت کی جس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ و عمرؓ سے فرمایا کہ جب تم دونوں کسی مسئلہ میں متفق ہو جاتے ہو تو میں تمہارا خلاف نہیں کرتا۔ اور ان میں سے ابوموسیٰ اشعری ہیں۔ انہوں نے شیخین کے لئے جنت کی بشارت والی حدیث کو روایت کیا۔ اور ان میں سے ابوامامہ باہلیؓ ہیں۔ انہوں نے قولہ تعالیٰ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ کی تفسیر کی ابوبکرؓ و عمرؓ۔ اور ان میں سے ابواروی دوسی ہیں۔ انہوں نے اس ارشاد والی حدیث کو روایت کیا اللہ کا شکر ہے جس نے ان دونوں

عثمان. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اثبت احد فما عليك الا نبي او صديق او شهيدان ومنهم عويم بن ساعدة اخرج الحاكم من طريق عبد الرحمن بن سالم بن عبد الرحمن بن عويم بن ساعدة عن ابيه عن جده عن عويم بن ساعدة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله تبارك وتعالى اختارني واختار لي اصحابا فجعل لي منهم وزراء وانصارا واصهارا فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين ولا يقبل منه يوم القيامة صرف ولا عدل ومنهم حسان بن ثابت المنشد بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم شعرا في الثناء على ابي بكر وثاني اثنين في الغار المنيف و منهم ابو الهيثم بن التيهان القائل اني ارجو ان يقوم بامرنا.

والمكثرون من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم عبد الله ابن عمر القائل كنا نخير بين الناس في زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم فنخير ابا بكر ثم عمر ثم عثمان وروى حديث رؤيا القليب وحديث ارأف امتي بامتي ابو بكر واشدهم في الاسلام عمر واصدقهم حياء عثمان الحديث وروى انهما

عثمانؓ تھے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ٹھہر رہ اے احد تجھ پر نہیں ہیں مگر ایک نبی یا صدیق یا دو شہید ہیں اور ان میں سے عویم بن ساعدہ ہیں۔ حاکم نے اخراج کیا اور روایت عبد الرحمن بن سالم بن عبد الرحمن بن عویم بن ساعدہ۔ روایت کیا انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے ان کے دادا سے۔ عویم بن ساعدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا (یعنی فضیلت بخشی) اور میرے لئے میرے اصحاب کو پسند فرمایا تو ان میں سے بعض کو میرے لئے وزراء بنایا اور انصار بنایا اور داماد بنائے تو جو ان کو گالی دیوے اس کے اوپر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی سب کی لعنت اس پر ہے قیامت کے دن نہ توبہ قبول کی جائے گی اور نہ فدیہ۔ اور ان میں سے حسانؓ بن ثابت ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اشعار پڑھنے والے ہیں ابوبکرؓ کی مدح میں وثانی اثنین فی الغار المنیف (یعنی حضرت صدیقؓ غار شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثانی اثنین تھے الخ) اور ان میں سے ابو الہیثمؓ بن التیہان ہیں جو یہ کہنے والے تھے کہ میں امید کرتا ہوں کہ (ابوبکرؓ) ہمارے امر کے لئے قائم ہوں گے۔

اب بیچے ان حضرات کے اقوال جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بکثرت روایت کرنے والے ہیں۔ تو ان میں سے ہیں عبد اللہ بن عمرؓ جن کا یہ قول ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب لوگوں کی افضلیت پر گفتگو کرتے تھے تو سب سے افضل ابوبکرؓ کو قرار دیتے تھے پھر عمرؓ کو پھر عثمانؓ کو۔ اور انھوں نے قلیب کے خواب کی روایت کی (جس میں کنویں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ڈول کھینچنے کا ذکر ہے) اور اس حدیث کی روایت کی کہ میری امت میں سے سب سے زیادہ مہربان میری امت پر ابوبکرؓ ہے۔ اور اسلام کے بارے میں سب سے زیادہ سخت عمرؓ ہے اور حیاء کے لحاظ سے سب سے زیادہ صادق عثمانؓ ہے الخ۔ اور انھوں نے یہ روایت کی کہ وہ دونوں یعنی

سلہ بہ اشاعۃ بیج ترجمہ جلد اول صفحہ ۲۲۴ بعد طبع ۲ تحریر

يصحبان مع النبي صلى الله عليه وسلم وروى من مناقب الشيخين شيئا كثيرا ومنهم عبد الله ابن عباس روى حديث لو كنت متخذا خليلا غير ربي لاتخذت ابا بكر خليلا وحديث لما اسلم عمر نزل جبرئيل فقال يا محمد استبشر اهل السماء باسلام عمر وهو القائل لعمر لما طعن لقد صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم فاحسنت صحبته ثم فارقته وهو عنك راض ثم صحبت ابا بكر فاحسنت صحبته الحديث وهو القائل في حديث النهي عن الركعتين بعد العصر اخبرني رجال مرضيون وارضاهم عندي عمر ومنهم عبد الله بن عمرو بن العاص روى حديث دفع الكفار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ومنهم ابو هريرة روى حديث القليب وحديث ما نفعني مال احد ما نفعني مال ابي بكر وحديث ارجو ان تكون منهم يعني ممن يدعى من جميع ابواب الجنة وحديث رؤيا القصر في الجنة لعمر وحديث اسكن فانما عليك نبي او صديق او شهيد ومنهم ام المؤمنين عائشة رضي الله عنها القائلة لو استخلف لاستخلف ابا بكر ثم عمر والقائلة كان ابو بكر احب الناس الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم عمر

شیخین رضی اللہ عنہما نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ اور انھوں نے شیخین کے مناقب میں بہت کچھ روایت کیا ہے۔ اور ان میں سے عبد اللہ بن عباسؓ ہیں۔ انھوں نے اس حدیث کی روایت کی کہ اگر میں کسی کو دوست بنانے والا ہوتا بجز اپنے رب کے تو ابوبکرؓ کو دوست بناتا۔ اور اس حدیث کی کہ جب عمرؓ اسلام لائے تو جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے محمد! اہل آسمان عمرؓ کے اسلام سے بشارت لے رہے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کے جب خنجر مارا گیا تو انھوں نے ان سے کہا تھا بیشک آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور حق صحبت خوبی کے ساتھ ادا کیا۔ پھر آپ ان سے جدا ہوئے اور وہ آپ سے خوش تھے پھر آپ ابوبکرؓ کی صحبت میں رہے اور حق صحبت خوب ادا کیا۔ الخ۔ اور اس حدیث میں بعد العصر دو رکعت پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اس میں یہ کہنے والے وہی ہیں کہ مجھ کو اس کی خبر ایسے لوگوں نے دی جو مقبول ہیں اور ان میں سے سب سے زیادہ مقبول میرے نزدیک ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ اور ان میں سے عبد اللہ ابن عمرو بن العاص ہیں انھوں نے اس حدیث کی روایت کی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوبکرؓ کا کفار کو دفع کرنے کا بیان ہے۔ اور ان میں سے ابوہریرہؓ ہیں۔ انھوں نے قلیب والی حدیث کو (یعنی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں کنوئیں سے ڈول کھینچنے کا ذکر ہے پھر ابوبکرؓ و عمرؓ کا) روایت کیا اور اس حدیث کو کہ کسی کے مال نے مجھے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابوبکرؓ کے مال نے نفع پہنچایا۔ اور اس حدیث کو جس میں یہ لکھا ہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ تو ان میں سے ہوگا۔ یعنی ان میں سے جن کو جنت کے ہر دروازے سے بلایا جائے گا۔ اور اس خواب والی حدیث کو جس میں آپ نے جنت میں عمرؓ کا محل دیکھا تھا۔ اور روایت کیا تھرتھرانے والی حدیث کو اور اس حدیث کو جس میں یہ ہے کہ تجھ پر نبی ہے یا صدیق یا شہید۔ اور ان میں سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ جن کا قول ہے کہ اگر آپ خلیفہ بناتے تو ابوبکرؓ کو پھر عمرؓ کو بناتے اور جن کا قول ہے کہ ابوبکرؓ سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے پھر عمرؓ انھیں کے

وروت حديث الإمامة في مرضه صلى الله عليه وسلم وحديث تلقيب النبي صلى الله عليه وسلم أبا بكر بالعتيق وحديث إني لأنظر إلى شياطين الجن والإنس قد فروا من عمر وحديث ثم الخلفاء من بعدي في قصة تأسيس المسجد وأنها قالت كان عمر أحوذيا نسيج وحده خلق لإظهار كلمة الإسلام ومنهم أنس بن مالك روى حديث إنما عليك نبي وصديق وشهيدان وحديث سيدا كهول أهل الجنة وحديث أرحم أمتي بأمتي أبو بكر وأشدهم في أمر الله عمر وأصدقهم حياء عثمان وروى حديث أنت مع من أحببت ثم قال أنا أحب النبي صلى الله عليه وسلم وأبا بكر وعمر وأرجو أن أكون معهم بحبي إياهم وإن لم أعمل مثل أعمالهم ومنهم أبو سعيد الخدري روى حديث إن أمن الناس علي في صحبته وماله أبو بكر ولو كنت متخذا خليلا الحديث وحديث رؤيا القميص لعمر وحديث وإن أبا بكر وعمر منهم وأنعما من أهل الدرجات العلى في الجنة ومنهم جابر بن عبد الله روى حديث يا أبا بكر أعطاك الله الرضوان الأكبر وحديث رؤيا قصر في الجنة لعمر وأما سائر أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم منهم معاوية بن أبي سفيان القائل عليكم من الأحاديث

روایت کی حدیث امامت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے زمانہ میں اور اس حدیث کی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدیقؓ کو عتیق کا لقب دینے کا ذکر ہے۔ اور اس حدیث کی کہ میں دیکھتا ہوں شیاطین الجن والانس کو کہ عمرؓ سے بھاگتے ہیں۔ اور اس حدیث کی کہ یہ خلفاء ہوں گے میرے بعد، مسجد کی بنیاد رکھنے کے قصہ میں۔ اور ان کا قول ہے کہ عمرؓ بڑے ذہین یگانہ تھے۔ کلمہ اسلام کو بلند کرنے کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ اور ان میں سے ہیں انس بن مالکؓ۔ انس حدیث کی روایت کی کہ یہی بات ہے کہ تجھ پر نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں۔ اور اس حدیث کی کہ یہ دونوں سردار ہیں ادھیڑ عمر والے اہل جنت کے اور اس حدیث کی کہ میری امت میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے میری امت پر ابوبکرؓ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمرؓ ہیں اور حیاء کے اعتبار سے سب سے زیادہ صادق عثمانؓ ہیں۔ اور اس حدیث کی کہ تو اس کے ساتھ ہوگا جس کو دوست رکھتا ہے۔ پھر کہا کہ میں دوست رکھتا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کو اور امید کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ ہوں گا اپنی محبت کی وجہ سے جو ان سے ہے اگرچہ میں نے ان کے جیسے عمل نہیں کئے۔ اور ان میں سے ہیں ابوسعید خدریؓ۔ اس حدیث کی روایت کی کہ سب سے زیادہ احسان کرنے والا مجھ پر اپنی صحبت سے (یعنی شرکت میں ہر موقع پر ساتھ دینے سے) اور مال سے ابوبکرؓ ہے اگر میں کسی کو دوست جانی بنانے والا ہوتا۔ آخر حدیث تک۔ اور اس حدیث کی جس میں خواب میں عمرؓ کی قمیص کا بیان ہے۔ اور اس حدیث کی کہ ابوبکرؓ و عمرؓ ان میں سے ہیں" و دان سے زیادہ نعمت والے یعنی جنت میں بلند درجات والوں میں سے۔ اور ان میں سے جابرؓ بن عبداللہ ہیں انھوں نے اس حدیث کی روایت کی کہ اے ابوبکرؓ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو رضوان اکبر عطا کیا اور اس رؤیا والی حدیث کی جس میں عمرؓ کے قصر کا جنت میں دیکھنا ذکر ہے۔

آپ کے دیگر اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے معاویہ بن ابی سفیان ہیں، جن کا یہ قول ہے تم پر ان احادیث کا جمع کرنا ضروری

أنه كان يروي في زمن عمر فانه كان يخيف
الناس في الله ومنهم عمرو بن العاص القائل
والله لئن كان أبو بكر وعمر تركا هذا المال
وهو يحل لهما شيء منه لقد غبنا ونقص رأيهما
وايم الله ما كانا مغبونين ولا ناقصي الرأي
ولئن كانا امرأين يحرم عليهما من هذا
المال الذي أصبنا بعدهما لقد هلكا و
ايم الله ما جاء الوهم إلا من قبلنا أخرجه ابن
أبي شيبة وروى أحب الناس إلى رسول
الله صلى الله عليه وسلم عائشة ومن
الرجال أبو بكر ثم عمر ومنهم عبدالرحمن
ابن أبي بكر راوي حديث الكتاب ائتوني
بكتاب أكتب لكم كتابا لن تضلوا بعده أبدا ثم أقبل
علينا فقال أبى الله والمؤمنون إلا
أبا بكر ومنهم عمران بن حصين الراوي
حديث خير القرون قرني ثم الذين يلونهم
ومنهم عبدالله بن هشام بن زهرة
الراوي حديث قال عمر يا رسول الله
لأنت أحب إلي من كل شيء إلا
نفسي فقال النبي صلى الله عليه وسلم
لا والذي نفسي بيده حتى أكون أحب إليك
من نفسك فقال له عمر فإنه الآن والله
لأنت أحب إلي من نفسي فقال النبي صلى
الله عليه وسلم الآن يا عمر أخرجه البخاري
ومنهم عثمان بن الأرقم الراوي حديث
اللهم أعز الإسلام بأحب الرجلين
إليك عمر بن الخطاب وعمرو
ابن هشام ومنهم الأسود
ابن سريع الراوي

جو عمرؓ کے بارہ میں روایت کی جاتی تھیں کیونکہ وہ اللہ کے بارے میں لوگوں
کو ڈراتے رہتے تھے۔ اور ان میں سے عمرو بن العاص ہیں جو اس
بات کے کہنے والے ہیں واللہ اگر ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں نے اس مال
کو چھوڑ دیا تھا حالانکہ وہ ان کے لئے حلال تھا تو دیکھا جائیگا کہ دونوں
کو فریب دیا گیا اور دونوں کی سمجھ ناقص تھی حالانکہ خدا کی قسم
نہ وہ دونوں فریب خوردہ تھے اور نہ ناقص الرائے تھے اور واللہ
اگر وہ دونوں ایسے شخص ہوتے کہ ان پر حرام ہوتا اس مال میں سے
لینا جو ان کے بعد ہمارے ہاتھ لگا تو پھر یقیناً ہلاک ہو گئے اور خدا
کی قسم کوئی بھی چوک نہیں ہے وہ ہماری جانب سے ہے۔ اس کو ابن
ابی شیبہ نے اخذ کیا۔ انھوں نے یہ روایت کی کہ رسول اللہ کو سب
سے زیادہ محبوب عائشہؓ تھیں اور مردوں میں سے ابوبکرؓ پھر عمرؓ
اور ان میں سے عبدالرحمن بن ابی بکر ہیں انھوں نے اس حدیث
کی روایت کی کہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد تم
کبھی نہ بھٹک سکو پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اللہ تعالیٰ
اور مومنین کو سب کا انکار ہے بجز ابوبکرؓ کے۔ اور ان میں سے
عمران بن حصین ہیں جو راوی ہیں اس حدیث کے کہ تمام زمانوں
سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ جو اس زمانہ کے لوگوں سے ملتے
ہیں۔ اور ان میں سے عبداللہ بن ہشام بن زہرہ ہیں جو اس
حدیث کے راوی ہیں کہ عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ آپ مجھے ہر چیز
سے زیادہ محبوب ہیں بجز میرے نفس کے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان
ہے جب تک میں تجھ کو تیرے نفس سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ تو
آپ سے عمرؓ نے کہا کہ اب یہ حالت پیدا ہو گئی ہے یا رسول اللہ
بیشک آپ مجھ کو میرے نفس سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو نبی صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب اے عمرؓ تمہارا ایمان کامل ہوا
اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ان میں سے عثمان بن ارقم ہیں
جو اس حدیث کے راوی ہیں کہ اے اللہ اسلام کو عزت عطا فرما
دو آدمیوں میں سے ایک کے سبب جو آپ کو پسند ہو عمر بن الخطاب
یا عمرو بن ہشام۔ اور ان میں سے اسود بن سریع ہیں جو اس حدیث کے

حدیث لیس من اباطیل فی شیٔ تالہ الخضر۔ و منہم ابو جحیفۃ السوائی الراوی حدیث سیدا کہول اہل الجنۃ۔ و منہم ابوبکرۃ الثقفی الراوی رؤیا المیزان و منہم سمرۃ بن جندب الراوی رؤیا الدلو و منہم ابو الطفیل الراوی رؤیا القلیب و منہم جبیر بن مطعم الراوی حدیث ان لم تجدینی فاتی ابابکر وقصۃ تفتیشہ فی ذہابہ الی الشام ورؤیتہ تصاویر الانبیاء فیہ تصویر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر آخذ بعقبیہ و اخبار اہل الکتاب انہ خلیفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من بعدہ و منہم عبداللہ بن زبیر الراوی حدیث لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا والراوی سبب نزول آیۃ لا ترفعوا اصواتکم و منہم جندب بن عبداللہ الراوی حدیث لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت الخ۔

واما التابعون فمنہم سعید بن المسیب قال کان ابوبکر الصدیق من النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکان الوزیر فکان یشاورہ فی جمیع امورہ وکان ثانیہ فی الاسلام وکان ثانیہ فی الغار وکان ثانیہ فی العریش یوم بدر وکان ثانیہ فی القبر ولم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقدم علیہ احدا اخرجہ الحاکم و منہم قاسم بن محمد روی عن ابن ابی ملیکۃ ان رجلا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لبنی ہاشم ان ہذا القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق واللہ ما کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من موطن الا وابوہ معہ فیہ

راوی ہیں کہ باطل کی کوئی چیز اس میں نہیں ہے جس بات کو خضر نے کہا۔ اور ان میں سے ابو جحیفہ سوائی ہیں جو حدیث ہر دو سردار کہول اہل جنت الخ کے راوی ہیں۔ اور ان میں سے ابوبکرہ ثقفی ہیں جو راوی ہیں ترازو والے خواب کے۔ اور ان میں سے سمرہ بن جندب ہیں جو راوی ہیں ڈول والے خواب کے۔ اور ان میں سے ابو الطفیل ہیں جو راوی ہیں قلیب (کنویں) والے خواب کے اور ان میں سے جبیر بن مطعم ہیں جو راوی ہیں اس حدیث کے کہ اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکرؓ کے پاس آنا الخ اور ان کا شام کی طرف جانا ایک خاص قصہ ہے اور ان کا دیکھنا انبیاء کی تصاویر کو جن میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر تھی اور اس میں ابوبکرؓ آپ کے دونوں قدم پکڑے ہوئے تھے اور اہل کتاب کا خبر دینا کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے ان کے بعد۔ اور ان میں سے عبداللہ بن زبیر ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں کہ اگر میں کسی کو دوست جانی بنانے والا ہوتا تو ابوبکرؓ کو دوست جانی بناتا اور راوی ہیں اس آیت کے سبب نزول کے لا ترفعوا اصواتکم اور ان میں سے جندب بن عبداللہ ہیں جو راوی ہیں حدیث لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت الخ کے۔

اب سنئے علمائے تابعین کے اقوال۔ ان میں سے سعید ابن المسیب ہیں فرمایا کہ ابوبکر صدیقؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں وزیر کے مرتبہ میں تھے۔ آپ ان سے اپنے تمام امور میں مشورہ کیا کرتے تھے اور آپ کے دوسرے تھے غار میں اور دوسرے تھے عریش میں (یعنی اس سائبان میں جو بدر کے دن آپ کے لئے بنایا گیا تھا) بدر کے دن اور آپ کے دوسرے تھے قبر میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان پر کسی کو مقدم نہیں کیا کرتے تھے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور ان میں سے قاسم بن محمد ہیں۔ مروی ہے کہ ایک شخص نے جو اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے تھا ایک مجلس میں جس میں قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق موجود تھے یہ کہا واللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی مقام نہیں تھا مگر اس میں ان کے باپ ساتھ ہوتے

فقال القاسم وكيف قال بكرة قال لانه
ما ذكره قال الله عز وجل ثاني اثنين
اذ هما في الغار اخرجه ابو عمر في الاستيعاب
ومنهم مسروق قال حب ابي بكر وعمر ومعرفة
فضلهما من السنة اخرجه ابو عمر ومنهم
الحسن البصري روى عن يونس قال
كان الحسن ربما ذكر عمر فيقول والله
ما كان اولهم اسلاما ولا افضلهم نفقة
في سبيل الله ولكنه غلب الناس
بالزهد في الدنيا والصرامة في امر الله
ولا يخاف لومة لائم اخرجه ابن ابي
شيبة ومنهم محمد بن سيرين قال
ما اظن رجلا ينتقص ابا بكر وعمر يحب
النبي صلى الله عليه وسلم اخرجه الترمذي
ومنهم عمرو بن ميمون وابراهيم النخعي
روي عن عمرو بن ميمون انه قال
ذهب عمر بثلثي العلم فذكر لابراهيم
فقال ذهب عمر بتسعة اعشار العلم
اخرجه البخاري ومنهم ابو العالية
فسر الصراط المستقيم بابي بكر
وعمر فصدقه الحسن البصري
ومنهم عكرمة والكلبي فسرا واولي
الامر منكم بابي بكر وعمر ومنهم قتادة
قال كنا نتحدث ان هذه الآية في ابي بكر
واصحابه فسوف ياتي الله بقوم يحبهم
ويحبونه ومنهم الضحاك قال
في هذه الآية ابو بكر واصحابه
ومنهم الحسن قال في
هذه الآية

پس ذکر قاسم نے کہا میرے بھائی قسم نہ کھاؤ۔ جس چیز کا تم کو پیچھے
توقع کرتا ہوں انھوں نے کہا ہاں ابا ایسا کہ تم قسم نہیں کر رہے ہو کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثانی اثنین اذ ہما فی الغار۔ اس کو ذکر کیا
ابو عمر نے استیعاب میں۔ اور ان میں سے مسروق ہیں، ان کا قول
ہے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کی محبت اور ان کی فضیلت کو پہچاننا سنت
میں سے ہے۔ اس کو ذکر کیا ابو عمر نے۔ اور ان میں سے حسن بصری
ہیں، مروی ہے یونس سے کہا کہ حسن بسا اوقات عمرؓ کا ذکر کرتے
اور کہتے کہ واللہ یہ اوّل اسلام لانے والوں میں سے نہیں تھے اور
نہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں ان سے بڑھے ہوئے تھے لیکن فضیلت
میں سب لوگوں پر غلبہ پا گئے دنیا سے بے رغبت اور اللہ کے کام میں
بہادر ہونے کی وجہ سے، اور کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہیں
کرتے تھے اس کو ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا۔ اور ان میں سے محمد بن
سیرین ہیں، ان کا قول ہے کہ میں نہیں خیال کرتا اس شخص کے
بارے میں جو ابوبکرؓ اور عمرؓ میں عیب لگاتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اس کو ترمذی نے روایت کیا اور
ان میں سے عمرو بن میمون اور ابراہیم نخعی ہیں۔ روایت کیا گیا
ہے عمرو بن میمون سے کہ انھوں نے کہا کہ عمرؓ دو تہائی علم لے
گئے۔ اس کا ذکر کیا گیا ابراہیم سے تو انھوں نے کہا کہ دس حصوں
میں سے نو حصے لے گئے" اس کو بخاری نے ذکر کیا۔ اور ان میں
سے ابو العالیہ ہیں انھوں نے الصراط المستقیم کی تفسیر ابوبکرؓ
وعمرؓ کی راہ سے تو ان کی تصدیق کی حسن بصری نے۔ اور
ان میں سے عکرمہ اور کلبی ہیں۔ ان دونوں نے واولی الامر منکم
کی تفسیر کی ابوبکرؓ وعمرؓ سے اور ان میں سے قتادہ ہیں۔ انھوں نے
کہا کہ ہم ایک دوسرے کو بتایا کرتے تھے کہ یہ آیت ابوبکرؓ اور ان
اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم
تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لے آئے گا جن سے اللہ تعالیٰ
کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی۔ اور ان
میں سے ضحاک ہیں انھوں نے اس آیت کی تفسیر میں ابوبکرؓ اور
ان کے اصحاب کہا۔ اور ان میں سے حسن ہیں انھوں نے اس آیت میں

ابوبکر واصحابہ و منہم زید بن اسلم قال فی
آیۃ او من کان میتا فاحییناہ نزلت فی
عمر بن الخطاب وابی جہل و منہم الحسن و
الضحاک وابی سنان و منہم کعب الاحبار عن
ابن ابی ملیکۃ قال لما طعن عمر جاء کعب فجعل
یبکی بالباب ویقول واللہ لو ان امیر المؤمنین
یقسم علی اللہ ان یؤخرہ لاخرہ فدخل ابن
عباس فقال یا امیر المؤمنین ہذا کعب یقول
کذا وکذا قال اذا واللہ لا اسألہ ثم یقول
فی کتاب اللہ المنزل من السماء ابوبکر و
عمر وعثمان و منہم عروۃ بن الزبیر قال بعث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر امیرا
علی الناس سنۃ تسع وکتب سنن الحج وبعث
معہ علی بن ابی طالب واصل القصۃ متواتر
عن ابن عمر وجابر وانس وابی ہریرۃ و
ابن عباس وعن الحسن انہ سئل عن یوم الحج
الاکبر فقال ذاک عام حج فیہ ابوبکر استخلفہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحج بالناس
ومن الذین ذہبوا الی ان خلافۃ ابی بکر وعمر
انما کانت بنص من النبی صلی اللہ علیہ وسلم
علی وابن عباس ومیمون بن مہران و
حبیب بن ابی ثابت والضحاک ومجاہد فانہم
قالوا ان ابابکر وعمر فی کتاب اللہ اسرّ
النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہا الی عائشۃ
ومن الذین ذہبوا الی ان ابابکر وعمر
مرادان من قولہ تعالٰی وصالح
المؤمنین ابی وابن عمر وابن
عباس وابن مسعود وابو امامۃ
وعکرمۃ و

ابوبکرؓ اور ان کے اصحاب کہا۔ اور ان میں سے زید بن اسلمؓ ہیں
انھوں نے اس آیت میں اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا (الانعام: ۱۲۲) ایسا شخص جو
کہ پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ بنا دیا الخ کہا کہ نازل ہوئی
عمر بن الخطاب اور ابوجہل بن ہشام کے بارے میں اور یہی قول
ہے حسن کا اور ضحاک اور ابوسنان کا۔ اور ان میں سے کعب
الاحبار ہیں۔ مروی ہے کعب احبار سے کہ جب عمرؓ کو زخم پہنچایا گیا
تو کعب آئے اور انھوں نے دروازے پر رونا شروع کر دیا اور یہ کہا
کہ واللہ اگر امیر المومنین اللہ کو قسم دیں کہ وہ ان کی موت کے
وقت کو مؤخر کر دے تو وہ ضرور مؤخر کر دے گا۔ اس کے بعد ابن
عباسؓ اندر داخل ہوئے اور انھوں نے کہا اے امیر المومنینؓ یہ
کعب ایسا اور ایسا کہتے ہیں۔ فرمایا ایسا ہے تو واللہ میں یہ سوال
نہ کروں گا۔ اور وہ کہا کرتے تھے کہ اللہ کی آسمان سے نازل کی
ہوئی کتابوں میں ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ موجود ہیں۔ اور
ان میں سے عروہ بن الزبیر ہیں کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے ابوبکرؓ کو لوگوں پر امیر الحاج بنا کر سنہ نو ہجری میں بھیجا اور
حج کے طریقے لکھے اور ان کے ساتھ علی بن ابی طالب کو بھیجا اور
اصل قصہ متواتر ہے ابن عمرؓ اور جابرؓ اور انسؓ اور ابوہریرہؓ اور
ابن عباسؓ سے اور حسنؓ سے مروی ہے کہ ان سے یوم حج اکبر کے بارے
میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ یہ وہ سال ہے جس میں ابوبکرؓ
نے حج کیا تھا۔ ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ بنایا
تھا تو انھوں نے لوگوں کو حج کرایا۔ اور ان لوگوں میں سے جو اس
طرف گئے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب
سے منصوص تھی۔ وہ علیؓ ہیں اور عبد اللہ بن عباسؓ اور میمون بن
مہران اور حبیب بن ابی ثابت اور ضحاک اور مجاہد۔ یہ سب
اس بات کے قائل ہیں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت کتاب اللہ میں
موجود ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے راز کے طور پر یہ بات عائشہؓ
کو بتائی تھی۔ اور جو لوگ اس طرف گئے کہ قولہ تعالیٰ وَصَالِحُ
الْمُؤْمِنِيْنَ سے ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں مراد ہیں وہ اُبیؓ ہیں اور ابن
عمرؓ اور ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ اور ابوامامہؓ اور عکرمہ اور

میمون بن مہران و عبداللہ بن بریدۃ و سعید
ابن جبیر و الحسن و مقاتل بن سلیمان و من
الذین ذہبوا الیٰ ان آیۃ وسیجنبہا الاتقی
نزلت فی ابی بکر الصدیق ابن مسعود و ابن
عباس و عبداللہ و عروۃ ابنا الزبیر و سعید بن
المسیب۔
و من علماء تبع التابعین سفیان الثوری اخرج
ابوداود عن عبدالرزاق قال سمعت سفیان
یقول من زعم ان علیا کان احق بالولایۃ منہما
فقد خطأ ابابکر و عمر والمہاجرین والانصار رضی
اللہ عنہم اجمعین وما اراہ یرتفع لہ مع ہذا عمل
الی السماء۔ و منہم مالک بن انس اشتہر عنہ
انہ قال بتفضیل الشیخین و حب الختنین و قد
صنف الطحاوی کتابا فی عقائد ابی حنیفۃ و صاحبیہ
والبیہقی کتابا فی عقیدۃ الشافعی فنصا علی
مذہبہم تفضیل الشیخین بعد ازاں مذہب
جماہیر متکلمین مانند اشاعرہ و ماتریدیہ چنانکہ
معلوم است کہ بتفضیل شیخینؓ قائل شدند
بلکہ اوائل معتزلہ ہم بآن قائل بودند بعد ازان
فقہاء از ہر طبقہ و متصوفین از ہر طبقہ بآن
قائل اند و این است آنچہ درین مسلک میسر
شد و شاید آنچہ ترک کردیم درین باب اکثر است
از آنچہ ذکر کردیم واللہ اعلم بالحال می باید دانست
کہ این مسلک را بر دو نکتہ ختم نمائیم۔
نکتہ اولیٰ حق متفطن لبیب آن است
کہ در اقاویل صحابہ و تابعین تأمل کند
کہ کدام فضیلت را وجہ افضلیت
نہادہ اند درین مسئلہ اگر فکر صائب
را بکار فرمائیم شویم بدانیم

میمون بن مہران اور عبداللہ بن بریدہ اور سعید بن جبیر اور حسن
اور مقاتل بن سلیمان ہیں۔ اور ان لوگوں میں سے جو اس طرف
گئے کہ آیت وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں نازل
ہوئی ابن مسعودؓ ہیں اور ابن عباسؓ اور عبداللہ بن زبیر و عروہ
ابن زبیر اور سعید بن المسیب ہیں۔
اور علمائے تبع تابعین میں سے سفیان ثوری ہیں۔ ابوداؤدؒ
نے روایت کیا عبدالرزاق سے کہا کہ میں نے سفیان سے سنا کہ فرماتے
تھے کہ جو اس بات کا گمان رکھتا ہے کہ علیؓ خلافت کے زیادہ مستحق
تھے ان دونوں سے اس نے خطا کار ٹھہرایا ابوبکرؓ کو اور عمرؓ کو اور
سب مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم اجمعین کو اور میں نہیں خیال
کرتا کہ اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے اس کا کوئی بھی ایسا عمل (جو
مقبول ہو کر) آسمان کی طرف اٹھ جائے۔ اور ان میں سے مالک
ابن انسؒ ہیں اور ان سے یہ روایت مشہور ہے کہ وہ تفضیل شیخینؓ
اور محبت ختنین (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دونوں
دامادوں عثمانؓ و علیؓ) کی محبت کے قائل تھے۔ اور طحاویؒ نے
ایک کتاب تصنیف کی ہے عقائد ابوحنیفہؒ و صاحبین (امام ابویوسفؒ
و امام محمدؒ) کے بارے میں اور بیہقی نے ایک کتاب لکھی عقیدۂ شافعیؒ
پر دونوں نے صاف صاف لکھا ہے کہ ان کا مذہب تفضیل شیخینؓ
ہے اس کے بعد جمہور متکلمین کے مذاہب دیکھیے مانند اشاعرہ و ماتریدیہ
کے یہ سب جیسا کہ معلوم ہے تفضیل شیخینؓ کے قائل ہوئے ہیں۔ اس کے
بعد ہر طبقہ کے فقہاء اور ہر طبقہ کے متصوفین کو دیکھئے تو وہ بھی اسی
کے قائل ہیں یہ ہے جو کچھ اس مسلک میں آسانی کے ساتھ فراہم
ہو گیا اور شاید جو ہم نے اس باب میں ترک کیا ہے وہ اس سے
زیادہ ہے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے اور اللہ ہی پورے حال کا جاننے
والا ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ اس مسلک کو ہم دو اہم نکتوں پر ختم
کریں گے۔
پہلا نکتہ۔ ایک ذہین اور صاحب عقل کا کام یہ ہے کہ صحابہؓ اور
تابعینؒ کے اقوال پر خود غور کرے کہ کونسی خصلت کو وجہ افضلیت
قرار دیا ہے اس مسئلہ میں اگر فکر صائب کو ہم کام میں لائیں تو ہم جان لیں گے

که اکثر صحابه و تابعین بافضلیت شیخین را مبهم
بیان کرده اند و بعضے از خصال محموده ایشان
آن را بخود ساخته اند برہ شش آنچه ذکر کردیم
از وجوه بیست در مسلک سنت سنیه و نقباء ایشان
که بجزیه تعلق مخصوص اند بوجه افضلیت و بعضی
کلام خود اشاره نموده آمد بیکے از وجوه چهارگانه
چنانکه علی مرتضیٰ باحکام خلافت و ترویج دین
اشاره کرده است جائیکه گفته استخلف ابوبکر رحمة
الله علی ابی بکر فاقام واستقام ثم استخلف عمر
رحمة الله علی عمر فاقام واستقام حتی ضرب
الدین بجرانه و بارتفاع مکانت در آخرت اشاره
کرده است جائیکه گفته در شان فاروق ما من
احد احب الیّ ان القی الله بما فی صحیفته
من هذا المسجّی و سوابق اسلامیه صدیق بوفور
مرتبه و ابلغ ترین عبارت بیان کرده است
و عائشه صدیقه صدیق و فاروق را بترویج اسلام
وصف کرده جائیکه گفته ما اختلفوا فی نقطة الا طار
ابی بحظها وغنائها فی الاسلام و ابن مسعود
سوابق اسلامیه فاروق تقریر کرده است جائیکه گفته
ما زلنا اعزة منذ اسلم عمر و حذیفه بن الیمان
حسن قیام بحقوق خلافت بیان کرده است جائیکه
گفته کان الاسلام فی زمان عمر کالرجل
المقبل لا یزداد الا قربا فلما قتل عمر
کان کالرجل المدبر لا یزداد الا
بعدا و عبد الله بن عمر جد
در عبادت و زهد بیان نموده
جائے که گفته ما رأیت احدا
بعد رسول الله صلی الله علیه
وسلم اجد و اجود

کہ اکثر صحابہ اور تابعین نے شیخین کی افضلیت کو مبہم بیان کیا ہے
اور خصال محمودہ میں کسی خاص خصلت پر انحصار نہیں کر دیا ہے۔
جس کو شروع میں ہم نے ذکر کیا ہے نہ کہ ہم نے سنت سنیہ اور ان کے نقباء
کے مسلک کے تحت بیس وجوہات کے ساتھ مخصوص ہیں انھوں نے
اپنے سیاق کلام میں ان وجوہ چہارگانہ میں سے کسی وجہ کی طرف
اشارہ کیا ہے جیسا کہ علی مرتضیٰ نے خلافت کے مضبوط کرنے اور
ترویج دین کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں کہ یہ فرمایا کہ خلیفہ بنائے
گئے ابوبکر اللہ کی رحمت ہو ابوبکر پر انہوں نے خلافت کو قائم
کیا اور سیدھے رہے۔ پھر خلیفہ بنائے گئے عمر انھوں نے اس کو قائم
کیا اور سیدھے رہے یہاں تک کہ دین نے اپنی گردن ٹیک دی یعنی
جڑ پکڑ لی یعنی راسخ ہوگیا اور کوئی بات خفا میں نہ رہی اور
آخرت میں ان کے بلند مقامات کی طرف اشارہ کیا ہے جس جگہ
حضرت فاروق کی تعریف میں یہ فرمایا کہ اب دنیا میں کوئی ایسا نہیں
کہ اور میرا ایسا پسندیدہ ہو کہ اس کے جیسے اعمال نامے کے ساتھ میں
اللہ سے ملنا چاہوں جیسے اس چادر میں لپٹے ہوئے شخص کے ہیں۔
اور حضرت صدیق کے سوابق اسلامیہ کو ان کی وفات کے دن
بہت فصیح عبارت میں بیان کیا ہے۔ اور عائشہ صدیقہ نے صدیق
و فاروق کی تعریف میں ترویج اسلام کا وصف بیان کیا جس
جگہ یہ کہا کہ کوئی نقطہ بھی نہیں دیکھا مگر میرے باپ اس کی طرف
اڑ کر پہنچے اسلام کی طرف ان کا بڑا حصہ اور کامل توجہ ہونے کی
وجہ سے۔ اور ابن مسعود نے فاروق کے سوابق اسلامیہ کی
تقریر کی جہاں یہ کہا جب عمر اسلام لائے ہم ہمیشہ عزت سے
رہے۔ اور حذیفہ بن یمان نے حقوق خلافت بحسن قیام کا ذکر کیا
جس جگہ یہ ذکر کیا کہ اسلام عمر کے زمانہ میں آنے والے شخص کی
مانند تھا کہ اس کا قرب برابر بڑھتا ہی رہتا ہے۔ پھر جب عمر قتل
ہوگئے تو اس شخص کی مانند ہوگیا جو پیٹھ پھیر کر جانے والا ہو کہ
اس کا بُعد برابر بڑھتا رہتا ہے۔ اور عبداللہ بن عمر نے عبادت اور
زہد میں جد وجہد کا بیان کیا۔ جس جگہ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عبادت میں بہت کوشش اور بہت

آن اخلاق ناشی شوند لیکن در سابقین متقربین
تتمہ کمالات معنوی الشان بگردد و معین در
انجام حقوق خلافت میشود و در غیر ایشان تحقق
آن کمالات معین نہ و قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فاسئل عن الاکرم فعن معادن العرب
تسئلونی خیارہم فی الجاہلیۃ خیارہم فی الاسلام
اذا فقہوا و عقل ہدی بآنکہ مصدر افعال از شیم
اخلاق است ہر گاہ خلق قوی افعال محکم و متین
ظاہر خواہند شد و تحقیق درین باب آنست کہ
خلافت خاصہ اوصاف چند است از کمالات کسبیہ
کہ در شریعت مدار فضائل آن را نہادہ اند و آن ہفت
چیز است کہ از لوازم خلافت خاصہ شمردیم
و اوصاف چند است از کمالات جبلیہ کہ خلفاء
راشدین آن را داشتند مانند قریشیت و سمع و بصر
و شجاعت و کفایت و اوصاف چند است از کمالات
جبلیہ کہ حسن سیاست قوم موقوف است بر آن
صحابہ و تابعین در وقت مشورہ خلافت و وقت
ثنائی خلفاء ذکر آن اوصاف کردہ اند صدیق اکبر
فاروق اعظم را اقوی میگفت و فاروق اعظم حضرت
صدیق را افضل میگفت پس افضل عبارت است
از زیادت فضائل شرعیہ صدیقیت و شہیدیت
از آن قبیل است و سوابق اسلامیہ نیز از آن
جملہ و اقوی عبارت است از زیادت اخلاق
جبلیہ کہ معین بر احکام خلافت و مجہز بر حسن سیاست
امت تواند بود و روایتے چند درین باب بنویسیم
اخرج ابو عمر فی الاستیعاب عن ابن عباس
قال بینا انا امشی مع عمر یوما اذ تنفس نفسا
ظننت انہ قد قضبت اضلاعہ فقلت
سبحان اللہ

ان اخلاق سے پورے مند ہوتے ہیں لیکن سابقین مقربین میں یہ باطنی کمالات کے لئے بمنزلہ معاون بنتے ہیں اور حقوق کی تکمیل میں ان سے مدد پہنچتی ہے اور دوسرے لوگوں میں کوئی ایسی چیز ہو کہ کمالات میں مدد معین بنے موجود نہیں ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آپ سے پوچھا گیا کیا تم مجھ سے سوال کرتے ہو عرب کے خاندانوں میں بزرگتر کے بارے میں (تو سمجھ لو) کہ ان میں سے جو جاہلیت کے زمانہ میں (یعنی قبل از اسلام) اچھے تھے وہی اسلام کے دور میں بھی اچھے ہیں جب کہ وہ دین میں سمجھ سے کام لیتے ہوں۔ عقل اس کو باور کرتی ہے کہ افعال کے صادر ہونے کا تعلق جبلی اخلاق سے ہے جس کا خلق قوی تر ہوگا اس سے افعال بھی مضبوط اور مستحکم ظاہر ہوں گے۔ اور اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ خلافت خاصہ میں چند اوصاف تو وہی کمالات کسبیہ ہیں کہ شریعت میں مدار فضائل ان پر رکھا ہے اور یہ وہی سات اوصاف ہیں جن کو خلافت خاصہ کے لوازم میں سے ہم نے شمار کیا ہے اور چند اوصاف وہی کمالات جبلیہ میں سے کہ خلافت راشدہ کا مدار ان پر رکھا ہے جیسے قریشیت اور سمع و بصر اور شجاعت و کفایت اور کمالات جبلیہ میں سے چند اوصاف ایسے ہیں کہ عمدگی کے ساتھ قوم پر حکمرانی کرنا ان پر موقوف ہے۔ صحابہؓ و تابعینؒ نے خلافت کے مشورے کے وقت اور خلفاء کی تعریف و توصیف کے وقت ان اوصاف کا ذکر کیا ہے۔ صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ کو اقوی کہتے تھے اور فاروق اعظمؓ حضرت صدیقؓ کو افضل کہتے تھے۔ تو افضل عبارت ہے فضائل شرعیہ کی زیادتی سے کہ صدیقیت اور شہیدیت اسی قسم میں سے ہیں اور تمام سوابق اسلامیہ اسی میں داخل ہیں اور اقوی عبارت ہے اخلاق جبلیہ کی زیادتی سے جو کہ خلافت کے مستحکم کرنے پر معین اور امت پر عمدگی کے ساتھ سیاست پر مدد ہو سکتے ہیں۔ اس بارے کے متعلق چند روایتیں لکھتے ہیں۔ ابو عمر نے استیعاب میں روایت کیا ہے ابن عباسؓ سے کہ ایک دن میں عمرؓ کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ انھوں نے بڑے زور سے سانس لیا کہ جیسے ان کی پسلیاں ٹوٹ گئی ہوں۔ میں نے کہا سبحان اللہ اے امیر المومنین

في الشام. والله قلت سعد بن أبي وقاص
قال ليس بصاحب ذلك صاحب
مقنب يقاتل فيه قلت عبد الرحمن بن
عوف قال نعم الرجل ذكرت ولكنه
ضعيف عن ذلك والله يا ابن عباس
ما يصلح لهذا الأمر إلا القوي في غير عنف اللين
في غير ضعف الجواد في غير سرف الممسك
في غير بخل قال ابن عباس كان والله عمر
كذلك. وأخرج أبو عمر في الاستيعاب قيل لابن
عباس أخبرنا عن أصحاب رسول الله صلى
الله عليه وسلم أخبرنا عن أبي بكر قال كان و
الله خيرا كله مع حدة كانت فيه قلنا فعمر
قال والله كان كيّسا حذرا كالطير الذي قد
نصب له شرك فهو يراه ويخشى أن يقع فيه مع
العنف وحدة السياق قلنا فعثمان قال
والله كان صواما قواما من رجل غلبته رقدة قلنا
فعلي قال كان والله قد ملئ علما وحلما من رجل
غرته سابقته وقرابته فقلما أشرف على شيء
من الدنيا إلا ناله. وأخرج أبو عمر في الاستيعاب
قول عثمان بل استطعت أن أكون مثل لقمان
الحكيم. وأخرج أبو يوسف عن أبي المليح بن أسامة
الهذلي قال خطب عمر بن الخطاب فقال أيها
الرعاة إن لنا عليكم حق النصيحة بالغيب و
المعونة على الخير أيها الرعاة إنه ليس من حلم
أحب إلى الله ولا أعم نفعا من
حلم إمام ورفقه وليس من جهل
أبغض إلى الله ولا أعم ضررا
من جهل إمام وخرقه والله
من يأخذ

مارا پھرتا ہو گا۔ میں نے کہا کہ سعد بن ابی وقاص کو تجویز کیجئے فرمایا
کہ وہ اس کے اہل نہیں وہ تو سواران جنگ پر افسری کے قابل
ہے کہ قتال کرے۔ میں نے کہا تو عبدالرحمن بن عوف کو تجویز کیجئے
فرمایا کہ بہت اچھا شخص ہے جس کا تم نے ذکر کیا لیکن وہ اس کام میں
کمزور ہے گا۔ واللہ اے ابن عباسؓ اس امر کے قابل وہی شخص
ہے جو قوی ہو بغیر اس کے کہ تند خو ہو، نرم ہو بغیر اس کے کہ کمزور
ہو، جواد ہو بغیر فضول خرچی کے، مال کو روکنے والا ہو بغیر بخل
کے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ واللہ عمرؓ ایسے ہی تھے۔ اور ابو عمر نے
استیعاب میں روایت کیا کہ ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ ہمیں اصحاب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات بتلائیے، ہمیں ابوبکرؓ کے
حالات بتلائیے تو کہا کہ واللہ وہ بالکل خیر ہی خیر تھے باوجود اس بات
کے کہ ان میں تیزی تھی۔ ہم نے کہا اور عمرؓ کیسے تھے تو انھوں نے
کہا واللہ ایسے ہوشیار تھے جیسے اس پرندے کی طرح جس کے لئے
جال بچھایا گیا ہو اور وہ اس کو دیکھتا ہو اور ڈرتا ہو کہ اس میں پھنس
جائے باوجود سخت مزاجی کے اور تیزی سے آگے بڑھنے کی عادت کے
ہم نے کہا عثمانؓ کا کیا حال تھا، کہا بہت روزے رکھنے والے بہت نماز
پڑھنے والے ایسے حال میں جیسے کسی شخص پر نیند کا غلبہ ہو رہا ہو
ہم نے کہا کہ علیؓ کا حال بتائیے کہا واللہ وہ علم اور بردباری سے بھر
ہوئے تھے ان کی شان اُس شخص سے بالا و برتر تھی کہ اس پر سابقیت
اسلامیہ کی صفت یا اس کی قرابت کا امتیاز غرور پیدا کرتے جب
کبھی ان کو متاع دنیا حاصل کرنے کا موقع ملا اس کو چھوڑ دیا۔ اور ابو عمر
نے استیعاب میں حضرت عثمانؓ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ کہا میں یہ
استطاعت رکھتا ہوں کہ مثل لقمان حکیم کے ہو جاؤں۔ اور روایت
کیا ابو یوسف نے ابو الملیح بن اسامۃ الہذلی سے بیان کیا کہ خطبہ دیا
عمر بن الخطابؓ نے کہا اے لوگو بیشک تمھارے اوپر ہمارا حق ہے پیٹھ
پیچھے خیر خواہ بنے اور خیر پر مدد کرنے کا۔ اے حاکمو! خوب سمجھو کہ حلم
سے زیادہ کوئی صفت اللہ کو پسند نہیں اور امام کے حلم اور اس کی
نرمی سے کوئی چیز عام نفع نہیں رکھتی اور امام کے جہل اور اس کی کج خلقی
سے زیادہ کوئی چیز عام ضرر نہیں رکھتی اور جو شخص ان لوگوں کے حق میں

ولا يخاف في الله لومة لائم والسلام
وفي رواية ولا يكافئ في بعض ما يصلح
قرابة مكانه ولا يحنق في الحق
على قرابة قلت والقرابة ما يحافظ
عليه الأحرار من الحماية لقرابتهم والأنفة
من التخلف في تقديمهم وأخرج محمد
ابن علي بن الحسين عن مولى
لعثمان بن عفان قال بينا أنا
مع عثمان في مال له بالعالية
في يوم صائف إذ رأى رجلا
يسوق بكرين وعلى الأرض مثل
الفراش من الحر فقال عثمان
ما على هذا لو أقام بالمدينة حتى يبرد
ثم يروح ثم دنا الرجل فقال انظر
من هذا فنظرت فقلت أرى رجلا
معتما بردائه يسوق بكرين ثم دنا
الرجل فقال انظر فنظرت فإذا هو عمر بن
الخطاب فقلت هذا أمير المؤمنين فقام
عثمان فأخرج رأسه من الباب فإذا
لفح السموم فأعاد رأسه حتى إذا حاذاه
قال ما أخرجك هذه الساعة فقال بكران
من إبل الصدقة تخلفا وقد
مضي بإبل الصدقة فأردت أن
ألحقهما بالحمى وخشيت أن يضيعا
فيسألني الله عنهما فقال عثمان
يا أمير المؤمنين هلم إلى
الماء والظل ونكفيك

بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کرے، والسلام
اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حق کے بارے میں درگذر نہ کرے قریب
مکان (یعنی پڑوسی) کی بنا پر اور حق کے بارے میں لوگوں سے
غضبناک ہو کر ہتک ناموس۔ میں کہتا ہوں کہ قرابۃ اس چیز کو
کہتے ہیں جس کی احرار پابندی اور خیال رکھتے ہیں اپنی قرابت اور
ننگ و عار کی وجہ سے ایسے امور سے بچنا ضروری سمجھتے ہیں جو ان کی
قدر و منزلت میں خلل انداز ہوں۔ مروی ہے محمد بن علی بن الحسین
وہ روایت کرتے ہیں ایک مولیٰ (آزاد کردہ) عثمانؓ بن عفان سے
بیان کیا کہ میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ اُن کے کچھ مال کے جائزے میں
ایک سخت گرمی کے دن (مدینہ طیبہ کی جانب شرق کے ایک مقام) عالیہ
میں تھا کہ عثمانؓ نے ایک (دُور سے آنے والے) شخص کو دیکھا جو کہ
دو جوان اونٹوں کو ہنکاتا ہوا آرہا ہے اور حال یہ تھا کہ زمین کے اوپر
سخت حرارت کی وجہ سے پروانوں کی مانند چنگاریاں (اُڑتی ہوئی)
نظر آرہی تھیں، تو عثمانؓ نے کہا کہ کیا ہوا اس شخص کو (ایسی سخت
فضا میں چلا آرہا ہے) اس کو ٹھنڈا وقت ہو جانے تک شہر میں
ٹھہرا چاہیے تھا پھر شام کو نکلتا۔ پھر وہ شخص کچھ اور قریب ہوا
تو مجھ سے کہا کہ دیکھو تو یہ کون ہے میں نے غور سے دیکھا اور
کہا کہ ایک ایسا شخص نظر آرہا ہے جو اپنی چادر کو سر پر عمامہ کے طور پر
باندھے ہوئے ہے اور دو اونٹوں کو ہنکا رہا ہے۔ پھر وہ اور قریب
ہوا تو عثمانؓ نے کہا پھر دیکھو تو میں نے دیکھا کہ وہ تو عمرؓ بن الخطاب
تھے تو میں نے عثمانؓ سے کہا کہ یہ تو امیر المؤمنینؓ ہیں۔ تو عثمانؓ کھڑے
ہو گئے اور انھوں نے اپنا سر دروازے سے باہر نکالا ہی تھا کہ لو
کا ایک جھونکا لگا تو پھر سر کو اندر کر لیا یہاں تک کہ جب عمرؓ ان کے
برابر آگئے تو ان سے کہا کہ ایسے وقت میں کس چیز نے آپ کو باہر نکالا
تو فرمایا کہ صدقہ کے اونٹوں میں کے دو اونٹ پیچھے رہ گئے تھے اور
باقی سب آگے بڑھ گئے تو میں نے ارادہ کیا کہ ان کو چراگاہ میں پہنچا دوں
اور مجھے یہ ڈر ہوا کہ اگر یہ دونوں ضائع ہو گئے تو ان کے بارے
میں اللہ تعالیٰ مجھ سے باز پرس کرے گا۔ پھر عثمانؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین
آپ پانی اور سایہ کی طرف آجائیے اور یہ کام ہمارے سپرد کر دیجئے۔

قال قد ان ذلک و بعضہ فقال عثمانؓ من احب ان ینظر الی القوی الامین فلینظر الی ہذا اخرجہ الشافعیؒ فی مسندہ و اوصاف چند است از روایت عقوق عباد و تورع در آن کہ حضرت مرتضیٰ بآن اوصاف تفضیل دادہ است شیخین را و خود بلکہ جمیع فقہاء صحابہؓ و تابعین تفضیل شیخین بآن اوصاف زدہ اند قال علی رضی اللہ عنہ سبق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صلی ابوبکر و ثلث عمر ثم خبطتنا فتنۃ و قیل لعلی أیدخلانہا قبلک ای الجنۃ ابوبکر و عمر قال ای تبارک تعالیٰ علی ای والذی فلق الحبۃ و برء النسمۃ لیدخلانہا و انی لمع معاویۃ موقوف فی الحساب۔

نکتۂ ثانیہ اگر سوال کنی کہ در کتاب اللہ دو صفت را سبب تفضیل بعض صحابہ بر بعض ساختہ اند کہ سوابق اسلامیہ باشد و اوصاف قرب معنوی کہ صدیقیت و شہیدیت عبارت است از آن و در سنت سنیہ چہار خصلت را سبب تفضیل بعض صحابہ بر بعض اختیار کردہ اند دو صفت متقدم و دو دیگر یکے ارتفاع درجات در جنت و تقدم است روز حشر و دیگر قیام بموعود خدائے تعالیٰ برائی پیغمبر خود صلی اللہ علیہ وسلم و تمیز باوصاف دیگران زیادہ کردند یکے از آن علم بکتاب و سنت است دیگر تعفا و حزم و حسن سیاست امت و سوم اجتناب از شبہات مثالی مسلمین و در روایت بیت المال و مانند آن

جواب یہ کہ تم مدینہ کی طرف واپس جاؤ اور چلد بچے۔ تو عثمانؓ نے کہا کہ جو قوی امین کو دیکھنا چاہے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ اس کو شافعیؒ نے اپنی مسند میں ذکر کیا۔ اور چند وصاف ہیں حقوق عباد کی رعایت اور ان میں تقویٰ کو قائم رکھنے سے متعلق کہ ان اوصاف میں حضرت مرتضیٰؓ نے شیخینؓ کو اپنے اوپر فضیلت دی ہے بلکہ تمام فقہاء صحابہؓ و تابعین فضیلت شیخینؓ کے بیان میں ان اوصاف کی طرف گئے ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبقت کر گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نماز پڑھائی ابوبکرؓ نے (یعنی آپ کے خلیفہ ہوئے) اور تیسرے مرتبہ پر تھے عمرؓ پھر ہم کو روند ڈالا فتنہ نے اور پوچھا گیا علیؓ سے کیا یہ دونوں آپ سے پہلے داخل ہوں گے سائل کی مراد یہ تھی کیا ابوبکرؓ و عمرؓ جنت میں آپ سے پہلے جائیں گے فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے ہاں قسم ہے اس ذات کی جس نے بیج کو پھاڑا اور درخت بنایا اور جان کو پیدا کیا وہ دونوں البتہ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور میں معاویہؓ کے ساتھ موقوف حساب میں کھڑا ہوں گا۔

دوسرا نکتہ اگر تم یہ سوال کرو کہ کتاب اللہ میں دو صفتوں کو بعض صحابہ کی بعض پر افضلیت کا سبب قرار دیا ہے یعنی سوابق اسلامیہ اور اوصاف قرب معنوی کو (بالفاظ) صدیقیت اور شہیدیت اسی طرف اشارہ کرتے ہیں اور سنت سنیہ (یعنی احادیث) میں بعض صحابہؓ کی بعض پر افضلیت کا سبب چار صفات کو بتایا ہے۔ دو صفات مذکورہ اور دوسری دو میں سے ایک ہے جنت میں اونچے مقام پر ہونا اور روز حشر میں ان کا تقدم اور دوسری ہے ان کا قیام ان فتوحات کے حصول کے لئے جن کا وعدہ حق تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تھا اور صحابہؓ نے ان پر اور اوصاف بڑھا دیئے۔ ان میں سے ایک ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا علم اور دوسرا وصف ہے کفایت (یعنی جملہ امور میں کافی ہونا) اور حزم (کہ عاقل ذہین ہونا) اور ہر کے تمام پہلوؤں پر اس کی نظر ہو اور امت پر خوبی کے ساتھ سیاست کرنا اور تیسرا وصف ہے مالِ مسلمین اور بیت المال کی رعایت میں شبہات سے پرہیز کرنا۔ اور ان کے مانند

پس تطبیق درمیان ہر سہ چگونہ باشد گوئیم تطبیق
درمیان این اختلاف مثل تطبیق فقہا می باید کرد در
اختلاف واقع در مسئلہ قتل در قرآن عظیم قسمت ثنائیہ
ذکر فرمودہ اند کہ قتل یا عمد است یا خطا و در سنت سنیہ قسمت
ثلاثیہ تقریر نمودہ اند کہ قتل یا عمد است یا خطا یا شبہ
یا خطا فی شبہ عمد و فقہای حنفیہ بقسمت خماسیہ قائل
شدہ اند پس این قسمت ثلاثیہ را بقسمت ثنائیہ راجع
ساختہ اند و خماسیہ را بثلاثیہ ہمچنین اینجا بگوئیم کہ دو
صفت زائدہ در سنت راجع است بآن دو صفت کہ
در کتاب اللہ مذکور است تفصیل او است و شرح و بیان او
زیرا کہ ارتفاع مکان در جنت بسبب این دو خصلت
است یا کمال نفسانی شخص بآن می رساند یا سعی
در اعانت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و قیام
بمرضیات خدای تعالی فرعی از سوابق اسلامیہ است
زیرا کہ اصل در سوابق اسلامیہ اعانت آنحضرت
است صلی اللہ علیہ وسلم در ترویج دین آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم و این گاہی در مبدأ اسلام می باشد و گاہی
در آخر یعنی بعد انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
برفیق اعلی و سہ صفت زائدہ در آثار صحابہ
راجع است باین خصلت آخرہ کہ اتمام
موعود آنحضرت است صلے اللہ
علیہ وسلم زیرا کہ اعانت
باعتبار

دیگر صفات۔ ان تینوں (یعنی کتاب و سنت و اقوال صحابہ) کے
درمیان تطبیق کی کیا صورت ہوگی۔ ہم کہتے ہیں کہ اس اختلاف میں
تطبیق اسی طرح کر لینا چاہئے جس طرح فقہا اس اختلاف میں کرتے ہیں
جو کہ مسئلہ قتل میں واقع ہوا۔ قرآن عظیم میں اس کو دو قسموں پر
تقسیم فرمایا ہے کہ قتل یا عمد ہے یا خطا۔ اور سنت سنیہ میں تین قسمیں
مقرر کی گئی ہیں کہ قتل یا عمد ہے یا خطائے خالص یا خطائے شبہ عمد
اور فقہا حنفیہ[1] پانچ قسموں کے قائل ہوئے ہیں۔ تطبیق اس طرح
کی گئی کہ قسمت ثلاثیہ یعنی تین کی تقسیم کو قسمت ثنائیہ یعنی دو والی
تقسیم کی طرف راجع کیا اور خماسیہ یعنی پانچ والی تقسیم کو تین
والی تقسیم کی طرف۔ اسی طرح ہم یہاں کہتے ہیں کہ سنت میں جو دو
صفت زائد ہیں وہ ان دو صفت کی طرف راجع ہیں جو کتاب اللہ
میں مذکور ہوئیں اور یہ ان کی تفصیل اور ان کی شرح اور بیان
ہے کیونکہ جنت میں جو ارتفاع مکان ہے وہ انہی دو خصلتوں کے
سبب ہے کہ یا تو کسی شخص کا کمال نفسانی وہاں پہنچا دیتا ہے یا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی اعانت میں سعی نے پہنچایا۔ اور تمام مرضیات
خداتعالے (یعنی مذکورہ بالا چوتھی صفت) سوابق اسلامیہ کی ایک
فرع ہے۔ کیونکہ سوابق اسلامیہ میں جو بنیادی بات ہے وہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی آپ کے دین میں اعانت ہے اور یہ کبھی اسلام
کے شروع میں ہوتی ہے کبھی آخر میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال فرمانے کے بعد۔ اور اقوال صحابہ میں
جو تین صفات زائد ہیں وہ اسی آخری خصلت یعنی موعود آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو پورا کرنے کی طرف راجع ہیں۔ کیونکہ اعانت
(مختلف اعتبارات سے ہیں) باعتبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی

[1] امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتل کی پانچ قسمیں ہیں جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ قتل عمد جس میں قاتل نے کوئی ہتھیار تلوار، خنجر، بندوق وغیرہ کا استعمال کیا ہو اور ان ہتھیاروں کے تمام اقسام ہوں جیسے دھار دار لکڑی یا پتھر وغیرہ۔ قتل شبہ عمد جس میں قاتل نے کوئی ایسی چیز استعمال نہ کی ہو جس کو ہتھیار کہا جاتا ہے یا جسم کو کاٹنے میں ہتھیار کا کام دیتی ہے۔ قتل خطا یہ ہے کہ کسی نے تیر یا بندوق وغیرہ کا نشانہ شکار کو بنایا اور دیکھا کہ جس کو شکار سمجھا تھا وہ آدمی تھا اسی سے وہ ہلاک ہو گیا۔ نشانے کی اس غلطی کو کہتے ہیں یا جیسے کوئی بلندی پر سے گرے اور آدمی کے جا لگی۔ یہ قسم ہے قتل قائم مقام خطا کی جیسا کہ کوئی سوتا ہوا شخص کروٹ بدلتا ہوا دوسرے پر جا گرا اس کو مار ڈالے۔ یہ پانچویں قسم ہے قتل بالسبب جیسا کہ کسی شخص نے کسی کی ملک میں کنواں کھودا یا کسی دوسرے کی ملکیت زمین میں اور کوئی شخص بے خبری میں چلتے ہوئے یا اندھیرے میں گر پڑا اور مر گیا۔ آخری کی دونوں قسمیں قتل خطا کی طرف راجع ہیں اور شبہ عمد قتل عمد کی طرف۔ ۱۲ اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

متقی و فاسق ہر دو باین متصف می توانند شد لیکن
گاہی وسیلہ فضیلتی از فضائل معتبرہ در شریع
میگردد باین اعتبار می توان از فضائل ذکر ساخت
مثلاً تزویج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جگر پارۂ
خود را بختنین مناسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بشان اوست و سنۃ اللہ چنین جاری شدہ کہ پیغمبر
بہترین انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام گرداند مر
شخصے را کہ لائق او در شریعت محمود باشد الطیبات
للطیبین والطیبون للطیبات پس باین اعتبار
بر بعض فضائل نفسیہ دلالت میکند وہمچنین
ابن عم بودن سبب قرابت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نسبت او را بتعلیم و تثقیف او
وہمچنین شجاعت و فصاحت گاہی صرف کردہ میشود
در نصرت اسلام و اعلاء کلمۃ اللہ پس باین اعتبار
با فضائل معتبرہ نسبتی پیدا میکند و چہ زیبا است
باین بحث بیت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ

علم را بر تن زنی مارے بود
علم گر بر دل زنی یارے بود

پس اسقاط این صفات از وجہ اعتبار باین معنی
است کہ درحد ذات خود فضیلت معتبرہ نیست و
اثبات این معانی در ذیل مراتب باین معنی است کہ
در مادۂ خاص وسیلہ کسب فضائل معتبرہ شدہ پس
ہم این چیزہا بسیار و مزد بخیال فضائل
معتبرہ سے دارند و بجوہر آن حسن است و در
مسئلہ اول این دو قسم قد جعل اللہ لکل
شیء قدراً پس اگر ثابت شود وجود
فضائل از قسم اول قسم ثانی
زیادہ رونق او خواہد افزود

متقی اور فاسق دونوں اُن سے متصف ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ کبھی
اُن فضائل میں سے جو شریعت میں معتبر ہیں کسی فضیلت کا وسیلہ
بن جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے کبھی کا ذکر ان فضائل کے ساتھ کیا جاتا
ہے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی جگر پارہ (صاحبزادی)
کو نکاح میں دیدینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مناسبت (دامادی)
کو ختنین ہے۔ آپ کی شان کے مناسب بھی ہے اور سنت اللہ بھی
یوں ہی جاری ہوتی ہے کہ بہترین انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
داماد صرف ایسے ہی شخص کو بناتے ہیں جس کا حال شرع میں محمود ہو
الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات۔ تو اس اعتبار سے بعض
فضائل نفسانیہ پر دلالت کرتے ہیں اور یہ دلالت معتبرہ کو
متضمن ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح ابن عم (چچا کا بیٹا) ہونا اُن کی
نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا سبب ہے اور ان
کی تعلیم و اصلاح کا۔ اور اسی طرح شجاعت و فصاحت کبھی نصرت
اسلام و اعلاء کلمۃ اللہ میں صرف کی جاتی ہے تو اس اعتبار سے یہ صفت
فضائل معتبرہ کے ساتھ نسبت حاصل کرلیتی ہیں۔ اور اس بحث
میں کس قدر مناسب بیت ہے مولانا رومی قدس سرہٗ کا: علم
را بر تن زنی الخ۔ (ترجمہ) علم کو اگر تو تن پر مارے گا (یعنی مقصد
تن پروری قرار دے گا) تو یہ ایک سانپ ہوگا (جو تجھے ہلاک کرے گا)
اور اگر علم کو دل پر مارے گا (یعنی اس کو دل کی اصلاح کا ذریعہ بنائیگا
کہ اس کو نورِ معرفت حاصل ہوجائے) تو وہ تیرا یار و مددگار ہوگا
(تجھ کو نفس کے فریب اور شیطان کے جال سے خبر کرتا رہیگا)۔ تو
ان صفات کا وجہ اعتبار سے ساقط کرنا اس معنے سے ہے کہ وہ اپنی
ذات میں فضیلت معتبرہ میں سے نہیں ہیں۔ اور ذیل مراتب ان کا
اثبات اس معنے سے ہوتا ہے کہ امور خاص میں یہ فضائل معتبرہ کے
کسب کا وسیلہ ہوتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ ہم تو ان چیزوں کا بیج ہی
جو مراد سمجھتے ہیں وہی فضائل معتبرہ ہیں۔ ان دونوں قسموں کے
مراتب میں کھلا ہوا بُعد ہے۔ قد جعل اللہ لکل شیء قدراً (اللہ
نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر دیا ہے) تو اگر قسم اول کے فضائل کا
وجود ثابت ہو جائے تو قسم ثانی اس کی رونق بڑھا دے گی اور

وگواہی بر تحقیق او خواہد داد و اگر قسم اول
ثابت نشود و دوم مرتبہ دیگران ثابت شود ایشان فضائل
در شریعت مروی را بالا نخواہند شناخت۔

مسلک رابع در اثبات افضلیت شیخین
از جہت لازم بودن خلافت خاصہ افضلیت را و
این مسلکے است دقیق المأخذ محققین از صحابہ و
غیر ایشان آن را اثبات نمودہ اند و با سالیب متفرقہ
بیان آن کردہ و اصل درین مسئلہ آنست کہ حقیقت
خلافت خاصہ ارادہ حق است تبارک و تعالیٰ
اصلاح عالم را بوجہے کہ آن نیز اصلاح
عالم است ببعثت انبیاء چون عالم ممتلی شود بکفر
و فسوق و تظالم مدبر حق جل شانہ شخصے را کہ
جوہر نفس او شبیہ باشد بملائکہ مقربین برگزیند
و از بطنان عرش ارادہ تعلیم آن شخص و
شیوع علم او در میان مردم پیدا شود و
جبرئیل ندا کند کہ فلان بندہ مراد حق است
تعلیم او بر عالم و جمع عالم بر انقیاد علم او
و از شیوع علم او در آفاق و تہذیب
نفوس بنی آدم بآن علم حق و درہم
شکستن مخالفان او بعد از آن جبرئیل ندا
کند در ملکوت سماوات الا ان اللہ احب
فلانا فاحبوہ پس ہمہ ملائکہ محب او شوند
و لعنت بر مخالفان او نمایند و استغفار و طلب خیر
برائے اعوان او کنند کما قال اللہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ
یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَہٗ یُسَبِّحُوْنَ
بِحَمْدِ رَبِّہِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ
لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ
کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَۃً وَّعِلْمًا
فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَ

اس کے تحقیق پر گواہی دے گی۔ اور اگر قسم اول ثابت نہ ہو اور دوسروں
سے کم مرتبہ ثابت ہو تو وہ فضائل شریعت میں اس کو بلند مرتبہ پہ
نہیں پہنچائیں گے۔

مسلک چہارم افضلیت شیخینؓ کے اثبات میں اس جہت سے
کہ خلافت خاصہ کو افضلیت لازم ہے۔ اور یہ ایک مسلک ہے جس کا
ماخذ دقیق ہے۔ صحابہؓ اور غیر صحابہ میں سے جو محققین ہیں انہوں نے
اس کو ثابت کیا ہے اور کئی اسلوب سے اس کا اظہار کیا ہے۔ اور اصل
اس مسئلہ میں یہ ہے کہ خلافت خاصہ کی حقیقت اصلاح عالم کے لئے
اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارادہ ہے اس صورت کے ساتھ کہ وہ ایسی
اصلاح عالم سے مماثل ہو جو بعثت انبیاء سے مقصود تھی۔ جب
عالم کفر اور فسق اور ایک دوسرے پر ظلم سے بھر جاتا ہے تو مدبر عالم
حق جل شانہ ایک شخص کو جس کا جوہر نفس ملائکہ مقربین سے زیادہ
مشابہ ہوتا ہے شرف قبول عطا فرماتا ہے اور بطنان عرش سے اس شخص
کی تعلیم دینے اور اس کے علم کو لوگوں میں شائع کرنے کا ارادہ پیدا
ہوتا ہے۔ اور جبرئیل یہ آواز دیتے ہیں کہ فلاں بندہ مقبول حق ہے
مراد حق ہے اس کا نصب عالم پر اور اس کے علم کی فرمانبرداری پر عالم
کو جمع کرنا پھر اس کے علم کو ہر طرف شائع کرنا اور اس علم حق کے ساتھ
بنی آدم کے نفوس کو مہذب بنانا پھر اس کے مخالفوں کو درہم برہم
کر دینا۔ اس کے بعد جبرئیل ندا کرتے ہیں آسمان کے فرشتوں کو آگاہ
ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں بندے کو اپنا محبوب بنایا ہے تم اس سے
محبت کرو۔ تو تمام فرشتے اس کے محب ہو جاتے ہیں اور اس کے
مخالفین پر لعنت کرتے ہیں اور اس کی پیروی کرنے والوں کے لئے
استغفار اور دعائے خیر کرتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:
اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ الخ (ترجمہ) جو فرشتے کہ عرش الٰہی کو
اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرداگرد ہیں وہ اپنے رب
کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان
والوں کے لئے اس طرح استغفار کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار
آپ کی رحمت (عامہ) اور علم ہر چیز کو شامل ہے سو ان لوگوں کو
بخش دیجئے جنہوں نے (شرک و کفر سے) توبہ کر لی ہے اور آپ کے

[illegible]
بعد از آن تجلی او نازل شود در زمین و افواج ملا
سفلیٰ باشاعت دین او و نصرت موافقین او ملتزم شوند
تا آنکہ مراد حق بکمال متحقق گردد این است حقیقت
نبوت و چون نبی در عالم پیدا شود و جماعہ را مہذب
گرداند و مراد حق از بعثت پیغامبر بکمال ظاہر نا شدہ
ایام حیات پیغامبر آخر شود کما قال عز من قائل فاما
نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک
تدبیر الٰہی شخصے را بر خلافت او برگزیند از یاران او
کہ در اصل فطرت جوہر نفس او نزدیک بجوہر
نفس پیغامبر آفریدہ باشد چنانکہ حال مومن آل
فرعون و مومن انطاکیہ دانستہ باشی بعد از
آن آن عزیز در امانت پیغامبر سعی بلیغ بتقدیم رساند
بالجملہ در ضمن آن امانت رحمت الٰہی کرت ثانی
حال او گشتہ باشد و نفس پیغامبر چندین بار
نفس او را بقوت قدسیہ در گرفتہ باشد و چندین
بار آن را زیر و زبر ساختہ تا آنکہ بواسطہ نفس
قدسیہ پیغامبر نفس او مستعد الہام الٰہی گردد و محدثیت
و تفہیم شعبہ است از آن انگاہ تدبیر الٰہی در اتمام
موعود ہائے پیغامبر این شخص را بجارحہ خود سازد
و انوار عنایت الٰہی در نفس قدسیہ او فرود
ریزد و مثل چراغ کہ در وسط
خانہ نگاہ داشتہ باشد و اجسام صقیلہ
خانہ بواسطہ او منور گردند نفوس بنی آدم
اثر پذیر آن خلیفہ باشند و ہمہ
جہان حرکت کہ مبدا آن در
غیب است متحرک شوند گاہے
راہ قتال دہند و گاہے افشاء
علم نمایند و گاہے ترتیل و حالاً

دست پر بیٹھے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے! اس کے
بعد اس کی محبوبیت زمین پر نازل ہوتی ہے اور افواج ملائکہ سفلیہ
(یعنی آسمان سے نیچے کے فرشتے) اس کے دین کی اشاعت اور
اس کے ساتھ موافقت کرنے والوں کی مدد کے لئے کمربستہ ہو جاتے
ہیں یہاں تک کہ جو ارادہ حق تعالیٰ نے کیا وہ متحقق ہو جائے۔ یہ
ہے حقیقت نبوت کی۔ اور جب نبی عالم میں پیدا ہو جائے اور وہ ایک
جماعت کو مہذب بنائے اور بعثت پیغمبر سے جو ارادہ اللہ تعالیٰ نے
کیا تھا وہ پورے طور پر ظاہر ہوئے بغیر اس کے ایام حیات ختم ہو جائیں
جیسا کہ سب سے بڑے صاحب عزت بولنے والے نے فرمایا ہے فاما نرینک
الآیۃ (۴۰:۴۶) اور جس (عذاب) کا ان سے ہم وعدہ کر رہے ہیں اس
میں سے کچھ تھوڑا سا (عذاب) اگر ہم آپ کو دکھا دیں یا (اس کے
نزول کے قبل ہی) ہم آپ کو وفات دیدیں الخ تو تدبیر الٰہی اس
کے اصحاب میں سے ایسے شخص کو اس کی خلافت کے لئے مقرر کرتی
ہے جس کے جوہر نفس کو اصل فطرت میں پیغمبر کے جوہر نفس کے
قریب پیدا کیا ہو جیسا کہ مومن آل فرعون اور مومن انطاکیہ کا
حال تم کو معلوم ہوگا۔ اس کے بعد وہ بزرگ (خلیفہ) پیغمبر کی امانت
میں سعی بلیغ کرتا رہا ہو اور ان امانتوں کے ضمن میں رحمت الٰہی
دوبارہ اس کے شامل حال ہوئی ہو اور پیغمبر کا نفس بہت مرتبہ اس
کو اپنی قوت قدسیہ کی گرفت میں لے کر کتنی ہی بار اس کو زیر و زبر
کر چکا ہو یہاں تک کہ نفس قدسیہ پیغمبر کے ذریعہ سے اس کے
نفس میں الہام الٰہی کی استعداد پیدا ہو جائے کہ محدثیت اور تفہیم
اسی کا ایک شعبہ ہے۔ اس وقت جو وعدے پیغمبر سے کئے تھے ان کو
پورا کرنے کے لئے تدبیر الٰہی اس شخص کو اپنا آلہ کار بناتی ہے اور
عنایت الٰہی کا فراوانی (زوال) فیضان اس کے نفس قدسیہ پر کرتی
ہیں اور اس چراغ کی مانند جس کو وسط مکان میں رکھا گیا ہو
جس کے ذریعہ سے صیقل شدہ اجسام منور ہو جائیں۔ نفوس بنی آدم
اس خلیفہ سے اثر پذیر ہوتے ہیں اور ہر سبب اس حرکت سے جس کا
مبدا غیب میں ہے متحرک ہو جاتے ہیں کبھی وہ قتال دیتے ہیں کبھی علم
(وحقائق) کا افشاء کرتے ہیں اور کبھی ترتیل و حالاً طالبین کے نفوس کو

افاضۂ برکات بر نفوس طالبان کنند این نفس
کہ در ظلام مشتبہ بچراغ است مبدأ این فیض خاص
است خلیفہ پیغامبر است بمنزلۂ دل نسبت با اعضا
آدمی و از لوازم خلافت خاصہ است نصرت او
بر عالم و القاء جاریۂ تسلیط شود و آن موعود
بدست او ظاہر گردد قال تعالیٰ وَلَقَدْ
سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ
لَهُمُ الْمَنصُورُونَ وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ
الْغَالِبُونَ و از لوازم خلافت خاص است
ظہور مواعید الٰہی بدست او قولہ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ
رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ
كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ و از لوازم خلافت
خاص است تالیف مسلمین با ہمدیگر و عدم اختلاف
و رحمت درمیان خویش و کبت کافران و وقوع بوار و
شکست کافران بر ایشان تا کہ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ متحقق گردد این است خلافت خاصہ پیغامبر کہ
خلافت رحمت گفتہ است و آن یعنی بار متحققین بفضیلت
شیخین از اصطفاء حق عز و جل ایشان را بودہ و لہٰذا
پیغامبر [illegible] اما اخرج ابو عمر فی الاستیعاب عن
عبداللہ بن مسعود قال ان اللہ تعالیٰ نظر فی قلوب
العباد فوجد قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیر قلوب
العباد فاصطفاہ و بعثہ برسالتہ ثم نظر فی قلوب
العباد فوجد قلوب اصحابہ خیر قلوب العباد
فجعلہم وزراء نبیہ یقاتلون عن دینہ و جمعی
از [illegible] خیر کہ عبارت از ائتلاف
مسلمین و برہم شکستن جمع کفار
است دانستہ اخرج الحاکم عن
ابی وائل قال قیل لعلی [illegible] استخلف

افاضۂ برکات کرتے ہیں، یہ نفس جو کہ تاریکی میں چراغ کی مانند اس
فیض خاص کا منبع ہے پیغمبر کا خلیفہ ہے جیسے دل کو نسبت ہوتی ہے
آدمی کے اعضاء کے ساتھ اور خلافت خاصہ کے لوازم میں سے ہے
عالم پر اس کی مدد کرنا اور وہ تسلیط ہوتی کا ذریعہ بنے گا
اور وہ وعدہ جو پیغمبر سے کیا گیا تھا اس کے ہاتھ پر ظاہر نہیں
ہوگا۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا الخ (پ ۲۳ ع ۹
صافات ۱۷۱) اور ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کے لئے ہمارا یہ قول
پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے کہ بیشک وہی غالب کئے جائیں گے اور
ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے۔ اور خلافت خاصہ کے لوازم میں سے
ہے اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا ظہور میں آنا۔ هُوَ الَّذِي
أَرْسَلَ رَسُولَهُ الخ (۱۰ : ۹) وہ اللہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول
کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو (دین) تمام (بقیہ)
دینوں پر غالب کرے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔ اور خلافت
خاصہ کے لوازم میں سے ہے مسلمانوں میں باہمی الفت پیدا کرنا اور وحدت
یعنی عدم اختلاف اور اپنے درمیان رحم کا برتاؤ کرنا اور کافروں کی ہلاکت
اور روز بروز ان پر شکست واقع ہونا تاکہ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ متحقق ہو جائے۔ یہ ہے "خلافت خاصہ پیغمبر" کہ
"خلافت رحمت" کے الفاظ سے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے
محققین کی ایک جماعت نے اپنے پیغمبر کی خلافت کے لئے ان بزرگوں
کو اللہ عزوجل کے برگزیدہ کرنے کا نتیجہ سمجھا ہے۔ ابو عمر نے استیعاب
میں عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے، فرمایا کہ اللہ نے بندوں
کے قلوب پر نظر ڈالی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو تمام بندوں
کے قلوب سے اچھا پایا تو ان کو منتخب کیا اور اپنی رسالت کے ساتھ
مبعوث کیا۔ پھر بندوں کے قلوب پر نظر ڈالی تو ان کے اصحاب کے
قلوب کو تمام بندوں کے قلوب سے بہتر پایا تو ان کو اپنے نبی کے
وزراء بنایا جو ان کے دین کی طرف سے قتال کرتے ہیں۔ اور ایک
جماعت خیر کے افاضہ کرنے کا مطلب یہی سمجھی ہے کہ اس سے مراد
ہے اتحاد قائم کرنا بین مسلمین اور جماعات کفار کو برہم کرنا۔ حاکم نے
ابو وائل سے روایت کی ہے کہ حضرت علی سے کہا گیا کہ ہم پر کسی کو

علینا قال ما استخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستخلف ولکن ان یرد اللہ بالناس خیراً فسیجمعہم بعدی علی خیرہم وأخرج ابوعمر فی الاستیعاب عن علی قال خیر ہذہ الامۃ بعد نبیہا ابوبکر وعمر ثم بین وجہ الخیریۃ فی حدیث آخر قال استخلف ابوبکر رحمۃ اللہ علی ابی بکر فاقام واستقام ثم استخلف عمر رحمۃ اللہ علی عمر فاقام واستقام حتی ضرب الدین بجرانہ و بعض محققین فضیلت شیخین از اجماع صحابہ دانستہ بر استخلاف شیخین قال سفیان الثوری من قال ان علیاً افضل منہما فقد خطأ المہاجرین و الانصار و لا أرى انہ یصعد لہ عمل. چون حقیقت خلافت خاص معلوم شد اکنون باید دانست که اتصاف بوصفے از آن اوصاف که داخل در حقیقت خلافت است یا لازم اوست باد نے تامل می توان شناخت و تقریر این مسلک وقتی تمام شود که بیان سہ مقدمہ نمایم اول ملازمت خلافت خاص و افضلیت برتبۂ خود ثانیہ ثبوت خلافت خاص این بزرگواران بحجت کتاب و سنت سنیہ و اجماع امت و معقول بوجہے که حقیقت خلافت نا مبرہن گردد چون مقدمہ ثانیہ سابقاً بطول و عرض بیان شد لاجرم اینجا مکتفی اے چند کنیم سوم بیان آنکہ خلافت خاص در ایام حضرت مرتضیٰؓ منتظم نشد هر چند حضرت مرتضیٰؓ متصف بصفات کمال بود که در خلافت خاص درکار است لیکن با وجود آن اوصاف

خلیفہ بنا دیجئے (یعنی اپنا ولی عہد قرار دے دیجئے) فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا کہ میں خلیفہ بناؤں لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو وہ لوگوں کو میرے بعد کسی ان میں کے بہتر شخص پر جمع کر دے گا اور ابوعمر نے استیعاب میں حضرت علیؓ کی روایت نقل کی ہے کہ اس امت کے سب سے بہتر شخص اس کے نبی کے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں پھر بہتر ہونے کی وجہ دوسری حدیث میں بیان کی فرمایا کہ خلیفہ بنائے گئے ابوبکر رحمت اللہ کی ابوبکرؓ پر انھوں نے (دین کو) قائم (یعنی مضبوط) کیا اور اس پر جمے رہے۔ پھر خلیفہ بنائے گئے عمر رحمت اللہ کی عمرؓ پر انھوں نے دین کو قائم کیا یہاں تک کہ دین نے اپنی گردن زمین پر ٹیک دی (یعنی کامل جماؤ حاصل ہو گیا) بعض محققین نے شیخینؓ کی افضلیت کو اجماع صحابہؓ سے جانا جو شیخینؓ کے خلیفہ بنانے کے وقت منعقد ہوا تھا۔ سفیان ثوری کا قول ہے کہ جس نے یہ کہا کہ علیؓ افضل ہیں ابوبکرؓ سے اس نے تمام مہاجرین و انصار کو خطاکار کہا۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ اس کا کوئی عمل قبول کیا جائے گا۔ جب خلافت خاص کی اصل حقیقت معلوم ہو گئی تو پھر استخلاف کا ربط کسی وصف کے ساتھ جن اوصاف میں سے جو حقیقت استخلاف میں داخل ہیں یا استخلاف کو لازم ہیں ادنیٰ تامل سے پہچانا جا سکتا ہے۔ اور اس مسلک کی تقریر اس وقت پوری ہو گی کہ ہم تین مقدمات کو بیان کر دیں۔ اول خلافت خاص اور اپنی رتبہ پر خلیفہ کی افضلیت کا ایک دوسرے کو لازم ہونا دوم ان بزرگواروں کی خلافت خاص کا ثبوت کتاب اور سنت سنیہ کی نص سے اور اجماع امت سے ایسی معقول وجہ کے ساتھ کہ خلافت خاصہ کی حقیقت بھی واضح ہو جائے۔ اور چونکہ مقدمہ ثانیہ (کا مضمون) بسط و تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے اس لئے اس موقع پر ہم منتخب ٹکڑوں پر اکتفا کریں گے سوم اس امر کے بیان میں کہ حضرت مرتضیٰؓ کے ایام میں خلافت خاص منتظم نہیں ہوئی۔ ہر چند کہ حضرت مرتضیٰؓ ان صفات کمال سے موصوف تھے جو کہ خلافت خاص کے لئے درکار ہیں لیکن ان اوصاف کے باوجود

وجہ اول را از لوازم حضرت عمرؓ تقریر کردہ است ان یرد اللہ بالناس خیرا فسیجمعہم علیٰ خیرہم و وجہ ثانی را عبداللہ ابن مسعود ذکر نمودہ قال ان اللہ نظر الی قلوب العباد فوجد قلوب اصحابہ خیر قلوب العباد فجعلہم وزراء نبیہ یقاتلون عن دینہ و وجہ ثالث را ابوبکر صدیقؓ و عبداللہ بن عباسؓ بیان فرمودہ بحدیث مرفوع و مقتضائے نص او وجہ رابع را نیز عبداللہ بن مسعودؓ تقریر کردہ است و سفیان ثوریؒ شرح و بیان آن نمودہ ما راٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن و کذلک المسلمون استخلاف ابی بکر ثم قال فی استخلاف عمر افرس الناس ثلثۃ الخ الی ان قال و ابوبکر حین استخلف عمر وقال سفیان الثوری من فضل علیا علی الشیخین فقد خطأ المہاجرین والانصار و گاہی تقریر کردہ می شود بآنکہ در کتاب اللہ امر بمعروف و نہی منکر را تعلیق کردہ اند بتمکین فی الارض و مجموع تمکین این صفات حقیقت خلافت خاصہ است و جائی دیگر فرمود کنتم خیر امۃ اخرجت للناس پس خیریت لازم امر بمعروف و نہی از منکر ساختہ شد و امر بمعروف و نہی از منکر داخل خلافت خاصہ است پس افضلیت از خواص خلیفۂ خاص باشد و گاہی تقریر کردہ می شود بآنکہ تعلیق خلیفہ فی حکم اللہ و شریعت

لازمہ کی پہلی صورت کی حضرت عمرؓ نے تقریر فرمائی ان یرد اللہ بالناس خیرا الخ اگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو وہ لوگوں کو ان میں کے بہترین شخص پر جمع کر دے گا۔ اور دوسری صورت کو عبداللہ بن مسعودؓ نے ذکر کیا قال ان اللہ نظر الخ یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے نظر ڈالی بندوں کے قلوب پر تو اس نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلوب کو تمام بندوں کے قلوب سے بہتر پایا تو ان کو اپنے نبیؐ کے وزراء بنایا جو اس کے دین کی طرف سے قتال کرتے ہیں۔ اور تیسری صورت کو ابوبکر صدیقؓ اور عبداللہ بن عباسؓ نے بیان فرمایا حدیث مرفوع اور اس کے مقتضا نص کے ساتھ۔ اور چوتھی صورت کی بھی عبداللہ بن مسعودؓ نے تقریر کی ہے اور سفیان ثوریؒ نے اس کی تشریح و توضیح کی ہے ما راٰہ المسلمون الخ جس کو مسلمان حسن سمجھیں تو وہ اللہ کے نزدیک حسن ہے اور سب مسلمانوں نے اچھا سمجھا ابوبکرؓ کے خلیفہ بنانے کو۔ پھر انھوں نے عمرؓ کے استخلاف کے متعلق کہا اور سب سے بڑے اہل فراست تین ہیں، یہاں تک کہ آگے کہا اور ابوبکرؓ جب انھوں نے عمرؓ کو خلیفہ قرار دیا۔ اور سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ جس نے علیؓ کو فضیلت دی شیخینؓ پر اس نے سب مہاجرین و انصار کو خطا کار ٹھہرایا۔ اور کبھی تقریر کی جاتی ہے اس طرح کہ کتاب میں امر بالمعروف اور نہی از منکر (نیک کام کا حکم کرنے اور برے کام سے روکنے) کو متعلق کیا تمکین فی الارض کے ساتھ اور مجموعہ تمکین اور ان صفات کا حقیقت ہے خلافت خاصہ کی اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الخ (یعنی جتنی امتیں نکالی گئی ہیں تم ان میں سب سے اچھی امت ہو الخ) پھر خیریت یعنی افضلیت کو امر بمعروف اور نہی از منکر کا لازم قرار دیا اور امر بمعروف اور نہی از منکر خلافت خاصہ میں داخل ہیں لہذا افضلیت خلیفۂ خاص کے خواص میں سے ہوئی۔ اور کبھی اس طرح تقریر کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور شریعت کے اجراء میں خلیفہ کو متعلق کیا

۱؎ حضرت ابوبکرؓ نے عمرؓ کے استخلاف کے وقت فرمایا تھا کہ میں خدا سے عرض کروں گا کہ میں نے آپ کے بندوں میں سے اچھے بندے کو خلیفہ بنایا ہے۔ یہ روایت پہلے گزر چکی ہے اور وجہ اول تقریر وجہ ثالث کے آخر میں جو عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے اسی کے ذیل میں مذکور ہوئی ہے۔ مترجم

نه مطلق دفع و اراده کرده است که بعد قتل کفره استیلا بر بلاد شام از دست کافران بسبب صالحان نه بسبب فجره ایشان و در حدیث شریف آمده است استقاموا لکم ما استقاموا لکم یعنی استقامت امت موقوف شد لازم آمد استقامت ائمه آن نیز باشد اگر تخلیط حق بباطل نمودند و اگر تعمیم کرده شود نزدیک اراده تمکین و رحمت چنین می باشد از آن جهت تعمیم کنیم که اراده اضلال قوم باشد استخلاف جابره و کفار مناسب است چنانکه در زمان جاهلیت واقع شد قال الله تعالی وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا ای کثرناهم وجعلناهم الولاة قال ابن مسعود و در زمان اراده رحمت وفيه و اضلال بوجه دیگر استخلاف مفضول جائز است قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم یکون ملکاً عضوضاً

تقریر وجه ثانی حق تعالی میفرماید اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ عقل مضطر میگردد بجزم آنکه الهام علوم حقه و تنزل وحی کلیه نمی باشد الا بر نفوس قدسیه و هر چند نفس پاک تر نزول دواعی الهیه بروے عظیم تر و اگر تنزل الهام نباشد و انچه سنگ و چوب تحریک کنند از قبیل ان الله یؤید هذا الدین بالرجل الفاجر خواهد بود و این معنی از خلافت خاصه بر اصل بعید است.

تقریر وجه ثالث اخرج الحاکم عن عبد الله بن عباس

محبت کرتے ہیں) مطلق شکست کا نہیں بلکہ مخصوص قوم کے ہاتھوں سے شکست دینے کا) اور ارادہ کیا ہے کفر کی جڑوں کی سرکوبی کا اور شام کے شہروں کو کافروں کے قبضہ سے رہائی دلانے کا صالحین کی سعی سے غیر صالحین کی سعی سے نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے اسْتَقِيمُوا لَهُمْ مَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ (امت کا حال اس وقت تک ٹھیک رہیگا جب تک ائمہ کا حال ٹھیک رہیگا) جب کہ استقامت امت موقوف ٹھہری تو ائمہ کی استقامت لازم آگئی۔ اور وہ وجود میں نہیں آتی مگر احق بالخلافت کے تسلط سے۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ دین کی تمکین اور رحمت کے ارادے کے وقت ایسا ہوتا ہے یہ ہم نے اس لئے کہا کہ اگر کسی قوم کو گمراہ کرنے کا ارادہ ہوگا تو جابروں اور کافروں کا استخلاف یعنی حاکم بنانا مناسب ہوگا جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں واقع ہوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ (۱۶:۱۷) اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش عیش لوگوں کو امر کرتے ہیں۔ تو وہ اس میں شرارتیں کرتے ہیں۔ (امر کرتے ہیں) یعنی ان کی کثرت کر دیتے ہیں اور ان کو حاکم بنا دیتے ہیں۔ یہ قول ابن مسعودؓ کا ہے اور ایسے زمانہ میں جب کہ کسی وجہ ہدایت کا ارادہ ہو اور کسی وجہ گمراہ کرنے کا تو مفضول کا استخلاف جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی۔

تقریر وجہ ثانی خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کہاں اپنی رسالت کو بھیجتا ہے) اور عقل مضطر ہو جاتی ہے اس امر کے یقین پر کہ علوم حقہ کا الہام اور وحی کلیہ کا نزول نہیں ہوتا مگر نفوس قدسیہ پر اور جس قدر بھی نفس پاکیزہ تر ہوگا دواعی الٰہیہ کا نزول اس پر اتنا ہی عظیم تر ہوگا اور اگر نزول الہام نہ ہو اور وہ پتھر اور لکڑی کی مانند تحریک کرے تو یہ بات إِنَّ اللَّهَ لَيُؤَيِّدُ هَذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ کی قسم میں سے ہوگی (یعنی اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تائید ایسے شخص سے بھی کرا لیتا ہے جو بدکار ہو) اور یہ معنی خلافت خاصہ سے کوسوں دور ہوں گے۔

تقریر وجہ ثالث حاکم نے روایت کیا عبداللہ بن عباسؓ سے

وبالجملہ ابتداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
طریق استخلاف فرمود بتقدیم در صلوٰۃ زیرا کہ
صلوٰۃ بہترین عبادات است و تدبیر عمر
رضی اللہ عنہ کہ امر مہم یعنی ریاست تبلیغ مومنین
است بوجہ کمال و تکمیل قوم بہتر است از
رعیت خود کہ مکملین اند بخلاف ملک عضوض
کہ ریاست است ظاہرا فقط اگر این چنین
نباشد فرقی پیدا نشود در خلافت نبوت و
غیر آن و خلافت نبوت بسی سال موقوف
نباشد و بخلفائی اربعہ مخصوص نگردد و حکیم
مشفق اسم خلیفہ نمی گرداند در حلقہ خود کہ
افضل جماعت را و اشبہ ایشان را و
اگر این چنین نبود آن اسم نباشد یا حکیم نہ
باشد پس خلیفہ گردانیدن آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کہ انصح ترین خلق و اعلم
خلق است باللہ کہ قال اللہ تعالیٰ اَلنَّبِیُّ
اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وقال
حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ
رَّحِیْمٌ وقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم انا اعلمکم باللہ و اتقاکم
صدیق اکبر را قوی دلیل است بر آنکہ
آنجناب افضل مسلمین بود و اشبہ ایشان
بآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اگر کسی در استحقاق خلافت
مستوی الاقدام بودند یأبی اللہ والمسلمون چہ
معنی میداشت و ابا کردن آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم از امامت غیری بچہ وجہ بودی و در
بعض احادیث رجحان دو وزن باین ترتیب ظاہر
شدہ آن نہ باعتبار کثرت فتوح است بلکہ
باعتبار کثرت فتوح در باب ابوبکر صدیق

اور بالجملہ یہی کہا وہ اسی بنا پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استخلاف
کی طرف اشارہ فرمایا (حضرت صدیقؓ کو) نماز میں آگے بڑھایا کیونکہ نماز
بہترین عبادات میں سے ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی وضاحت کی
ہے جیسا کہ گزر چکا اور ریاست کے معنے ہیں مروجین کو ذہنی دوا کر وہ
محکوم ہیں) بوجہ کمال پہنچانا اور تکمیل قوم بہتر ہے اپنی رعیت سے جو
مکملین ہیں بخلاف مارکاٹ والی حکومت کے کہ ریاست فقط ظاہرا
ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو خلافت نبوت میں اور اس کی غیر میں کوئی فرق
ہی نہ رہے گا اور خلافت نبوت تیس سال پر موقوف نہ رہتی اور نہ خلفاء
اربعہ کے ساتھ مخصوص رہتی۔ اور کوئی دانشمند جو اپنی جماعت پر
مہربان اور ان کا خیر خواہ ہو اپنے حلقہ میں سے بجز ایسے شخص کے کسی کو
خلیفہ نہیں بناتا جو جماعت میں سب سے افضل ہو اور ان میں سے اس
کہلانے سے مشابہ ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ شخص یا تو جماعت کا خیر خواہ
نہ ہوگا یا دانشمند نہ ہوگا تو صدیق اکبرؓ کو خلیفہ قرار دینا آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کا جو خلق کے سب سے زیادہ خیر خواہ تھے اور خلق میں
کے سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلنَّبِیُّ
اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ الخ (۳۳:۶) نبی مومنوں کے ساتھ خود ان کے
نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ اور فرمایا حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ
(۹:۱۲۸) جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں ایمانداروں
کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کو پہچاننے والا اور
اس سے ڈرنے والا ہوں۔ بڑی مضبوط دلیل ہے اس بات پر کہ آنجناب
افضل المسلمین تھے اور سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے مشابہ تھے۔ اور اگر استحقاق خلافت میں ایک جماعت برابر کے مرتبہ
کی تھی تو یَاْبَی اللّٰہُ وَالْمُسْلِمُوْنَ کا (یعنی اللہ تعالیٰ اور مسلمان
غیر ابوبکرؓ کا انکار کرتے ہیں) کیا مطلب تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا دوسرے کی امامت سے بہت ناگواری کی صورت کے ساتھ انکار کرنا کیوں
ہوا تھا۔ اور بعض احادیث میں وزن کا اسی ترتیب کے ساتھ جھکاؤ
ظاہر ہوا۔ اور وہ (افضلیت) باعتبار کثرت فتوح کے نہیں ہے کیونکہ
کثرت فتوح کے اعتبار سے ترتیب اُلٹے رُخ کی ہے حدیث میں حضرت ابوبکر

آمده ولی ترتیب ضعف لیس این ترتیب نباشد
ونه از جهت افضلیت نزدیک خدای تعالیٰ۔

تقریر وجه رابع فقهائے صحابه مثل عمر
فاروق و علی مرتضیٰ و ابن مسعود رضی الله
عنهم استنباط کرده اند از استخلاف افضلیت
ایشان را کما قالوا احق بها پس ایشان که
ائمه امت اند در وجوه استنباط و فهم
معانی شرائع استنباط نمی کردند تا آنکه
ملازمت قویه متحقق نمی بود قال عمر لکم
تطیب نفسه ان یتقدم علی ابابکر و
قد رویناه من قبل و قال علی والزبیر
ما غضبنا الا لانا قد اخرنا عن المشاورة
وانا نری ابابکر احق الناس بها بعد
رسول الله صلی الله علیه وسلم انه لصاحب
الغار وثانی اثنین وانا لنعلم بشرفه و
کبره ولقد امره رسول الله صلی الله علیه
وسلم بالصلوٰة بالناس وهو حی رواه
الحاکم و قال ابن مسعود جعلوا امامکم
خیرکم فان رسول الله صلی الله علیه
وسلم جعل امامنا خیرنا بعده رواه ابو عمر
فی الاستیعاب و اگر استقرار کرده شود
در عین عقد استخلاف ذکر افضلیت
بمیان آمده عمر فاروق احق بها ابوبکر
گفته و صدیق در استخلاف فاروق گفته
وست ابالله تخوفنی اقول استخلفت
علیهم خیر خلقک و چون امر
بشوریٰ کشید عبد الرحمن بن
عوف راجع شد گفت والله علیّ
ان لا آلو عن افضلهم

صدیقؓ کے زمانے میں آپ ہی کو اولیٰ ترتیب ضعف (یعنی ان کے قویٰ
کھنچنے میں کمزوری تھی) تو یہ ترتیب نہیں ہو سکتی کہ افضلیت عند
اللہ کی بنا پر

تقریر وجہ رابع فقہائے صحابہ مثل عمر فاروقؓ اور علی
مرتضیٰؓ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے استخلاف سے افضلیت کا
استنباط کیا چنانچہ سب احق بہا کہتے ہیں تو یہ حضرات جو کہ وجوہ
استنباط اور معانی شرائع کے سمجھنے میں ائمہ امت ہیں وہ استخلاف
سے (افضلیت کا) استنباط نہ کرتے اگر (استخلاف اور افضلیت میں کا)
باہمی لزوم متحقق نہ ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم میں کون ایسا
شخص ہے جس کا نفس اس سے خوش ہو کہ وہ ابوبکرؓ سے آگے بڑھ
کھڑا ہو۔ اور اس روایت کو اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور علیؓ
اور زبیرؓ نے یہ کہا کہ ہم ناراض نہیں ہوئے مگر اس وجہ سے کہ ہم کو مشورہ
کرنے میں مؤخر (یعنی نظر انداز) کیا گیا اور ہم جانتے ہیں کہ بعد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوبکرؓ سب لوگوں سے زیادہ خلافت کے
حقدار ہیں بے شک وہ صاحب غار ہیں ثانی اثنین ہیں اور ہم یقیناً
جانتے ہیں ان کی بزرگی اور بڑائی کو اور بے شک ان کو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھانے کا اس وقت حکم دیا تھا
جب کہ آپ زندہ تھے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور ابن مسعودؓ
نے فرمایا کہ تم اپنا امام ایسے شخص کو بناؤ جو تم میں سب سے بہتر ہو
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر ایسے شخص کو امام بنایا
تھا جو آپ کے بعد ہم میں سب سے بہتر تھا۔ اس کو روایت کیا ابوعمر نے
استیعاب میں۔ اور اگر استقراء کیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ عین
عقد استخلاف کے موقع پر افضلیت کا ذکر درمیان میں آیا۔ عمر فاروقؓ
نے حضرت صدیقؓ کو احق بہا (یعنی امر خلافت کا سب سے زیادہ
حقدار) کہا۔ اور صدیقؓ نے فاروقؓ کے استخلاف کے موقع پر فرمایا
تھا کہ کیا تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو۔ میں کہوں گا کہ میں نے ان پر
ایسے شخص کو خلیفہ بنایا جو آپ کی مخلوق میں سب سے بہتر ہے اور جب
شوریٰ کا معاملہ عبد الرحمن بن عوفؓ کی طرف رجوع ہوا تو انہوں نے
کہا کہ خدا مجھ پر ضروری ہے کہ میں ان میں افضل شخص کی بابت کوتاہی نہ کروں

ثم بیعت عثمان ہیچگاہ اختلاف از اعتقاد افضلیت بہم نرسیدہ است۔

تقریر وجہ خامس۔ قال اللہ تعالیٰ للمہاجرین الاولین الذین ان مکنٰہم فی الارض اقاموا الصلٰوۃ الآیۃ پس ثابت شد کہ اگر تمکین شخصے از مہاجرین اولین واقع شود ایں حقیقت خلافت عبارت از انتظام تمکین با صفات اربعہ مذکورہ خواہد بود و جائے دیگر فرمود کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر الآیۃ و ایں آیت را دو تاویل است یکی آنکہ مطلب تفضیل امت است نہ کیجے امت یعنی تفضیل امت تا بہترین امتہا شدید کہ برآوردہ شدند برائے مردمان و ایں تاویل اشہر است بآیت دیگر ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر و اولٰئک ہم المفلحون۔ و القرآن نزل متشابہا مثانی یفسر بعضہ بعضا دوم آنکہ مہاجرین اولین از ہمہ امت است کہ از مہاجرین اولین اند بہترین امتہا از جمیع امتہا کہ برائے ناس بیرون آوردہ شدند و مستجمع مضمون موافق تفسیر میشود کہ ہر کہ ازیں جماعت متصدی امر معروف و نہی منکر و دعا الی الخیر متصف باشد افضل است از ما دون خود و بہر تقدیر لازم است دعوت بخیر و امر معروف و نہی منکر آمد و ایں اصل در حقیقت خلافت خاصہ جزء است پس افضلیت لازم خلافت خاصہ آمد۔

تقریر وجہ سادس قال اللہ تعالیٰ ستدعون الی قوم اولی باس شدید الآیۃ از اینجا معلوم شد کہ

پھر عثمانؓ سے بیعت کرلی کسی زمانہ میں بھی افضلیت کے اعتقاد کے اختلاف پیدا نہیں ہوا۔

تقریر وجہ خامس: اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اولین کے بارے میں فرمایا الذین ان مکنٰہم الخ (۲۲: ۴۱) یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں گے اس سے ثابت ہے کہ اگر مہاجرین اولین میں سے کسی شخص کی تمکین ہو جائے تو لازمی طور پر حقیقت خلافت تام ہوگا جو چار اوصاف مذکورہ کے ساتھ تمکین کے منتظم ہونے کا۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں کنتم خیر امۃ الخ (۳: ۱۱۰) تم لوگ اچھی جماعت ہو جو کہ لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو الخ۔ اور اس آیت کی دو تاویلیں ہیں ایک یہ کہ مطلب تفضیل امت ہے نہ تمام امت کی تبیین یعنی اے تفضیل امت تم بہترین امتی ہو جو لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو۔ اور یہ تاویل زیادہ مشہور ہے اس دوسری آیت سے ولتکن منکم امۃ الخ (۳: ۱۰۴) اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کام کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔ اور قرآن نازل ہوا ہے متشابہ اور مثانی یعنی باہم ملتی جلتی بار بار دہرائی گئی۔ اس کا بعض بعض کے مشابہ ہے۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ (مطلب) مہاجرین اولین ہیں یعنی یہ امت جو کہ مہاجرین اولین میں سے ہیں بہترین ہیں تمام امتوں سے جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہیں۔ اور اس صورت میں تمام سوائے اس کے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس جماعت میں سے جو کہ جو امر معروف نہی منکر و دعوت الی الخیر سے متصف ہوگا وہ افضل ہے ما سوا سے۔ بہر صورت خیر کی طرف دعوت اور امر معروف اور نہی منکر لازم ہے اور یہ خلافت خاصہ کی حقیقت میں داخل اور اس کا جزو ہے تو افضلیت خلافت خاصہ کے لئے لازم آگئی۔

تقریر وجہ سادس: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ستدعون الی قوم الخ (۴۸: ۱۶) عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں سے (لڑنے) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے الخ۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ

حکم خلیفۂ خاص نافذ است بر قوم زیرا کہ وے نائب پیغامبر است و خلیفۂ خاص را الی حکم اللہ والشریعۃ تسلط است بر رعیت خود و این نوع افضلیت او را ثابت است بر رعیت اگر کسے صفت انسان واقف باشد یقین می داند کہ نبی گردانیدن شخصے را دلالت می کند بر افضلیت او بہ نسبت قوم مبعوث الیہم ہمچنین استخلاف شخصے بخلافت خاصہ دلالت می نماید بر افضلیت او بر رعیت او و ارادۂ انتظام است باکمل وجوہ بلکہ مردم ارباب دل می دانند کہ ارادۂ اصلاح عالم بر دست شخصے و ایجاب انقیاد او بر قوم عین افضلیت او است و سخن ما در ہمان افضلیت است کہ بمعنے تشبہ بہ پیغامبر از جہت پیغامبری باشد نہ بوجہ دیگر از افضلیت۔

تقریر وجہ رابع آنست کہ خدای تعالیٰ در آیت یا ایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ الآیۃ اشارہ فرمودہ است بآنکہ متولی رفع فتنہ ارتداد خواہد بود آنکہ ایشان یحبہم و یحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاہدون فی سبیل اللہ و لا یخافون لومۃ لائم صفت ایشان باشد و این خاص بآن جماعت است کہ فتنہ ارتداد از دست ایشان مندفع گردد بعد ازآن فرمود انما ولیکم اللہ و رسولہ و این عام است یعنی این ولایت مسلمین خاص است باکمل امت پس افضلیت لازم خلافت خاصہ شد واللہ اعلم

مقدمۂ دوم خدای عز و جل فرمودہ است وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات

خلیفۂ خاص کا حکم نافذ ہے قوم پر کیونکہ وہ نائب پیغمبر ہے اور خلیفۂ خاص کو اللہ کی طرف سے تسلط دیا جاتا ہے اپنی رعیت پر اور رعیت پر افضلیت کی یہ نوع اُن کے لئے ثابت ہے۔ اگر کسی شخص میں انسانیت ہوگا تو وہ جان لیگا اور یقین کرے گا کہ جس طرح کسی شخص کو نبی بنانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس تمام قوم سے افضل ہے جن کی طرف وہ مبعوث ہوا ہے اسی طرح خلافت خاصہ کے ساتھ کسی کو خلیفہ بنانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنی رعیت پر افضل ہے اور انتظام عالم ہے کے ارادۂ الٰہی اکمل ترین ہے اکمل وجوہ کے ساتھ بلکہ صاحب دل لوگ جانتے ہیں کہ کسی شخص کے ہاتھ سے عالم کی اصلاح کرنے کا ارادہ اور قوم پر اس کی فرمانبرداری کرنے کا وجوب یہی اس کی عین افضلیت ہے۔ اور ہماری گفتگو اسی افضلیت میں ہے جو پیغمبر کے ساتھ تشبہ کے معنے میں ہے اس کی پیغمبری کی جہت سے افضلیت کی دوسری وجوہ میں نہیں۔

تقریر وجہ رابع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یا ایہا الذین آمنوا من یرتد منکم الخ (۵، ۵۴) اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے آخر تک۔ اشارہ فرمایا ہے کہ اس فتنہ ارتداد کے دفع کرنے کی متولی صرف وہی جماعت ہوگی جن کی صفت یہ ہوگی کہ یحبہم و یحبونہ الخ (۵، ۵۴) جن کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی وہ نرم ہوں گے وہ مسلمانوں پر تیز ہوں گے کافروں پر جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔ اور یہ اس جماعت کے ساتھ خاص ہے کہ جس کے ہاتھ سے فتنہ ارتداد دفع ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا انما ولیکم (۵، ۵۵) تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایماندار لوگ ہیں۔ اور یہ عام ہے یعنی اسی طرح ولایت مسلمین خاص ہے افضل امت کے ساتھ۔ تو افضلیت خلافت خاصہ کو لازم ہوگئی۔

دوسرا مقدمہ۔ اللہ عز و جل نے فرمایا ہے وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات (۲۴، ۵۵) تم میں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے

تا آنکه فرمود وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي
ارْتَضَىٰ لَهُمْ مصداق این آیت شائع
نشد مگر آنکه پیش در غیب الغیب نزدیک حضرت
حق تعالیٰ ہمین دین مرتضیٰ مراد بود و استخلاف این
بزرگواران، و حق تعالیٰ فرموده است الَّذِينَ
إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ الآیة بعد از آنکه
در صدر بحث فرموده است وَلَوْلَا دَفْعُ
اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ و در سیاق آیت
فرمود وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ از این آیت لازم
شد که از استخلاف این جماعت دفع کفار و احیاء
اسلام مراد است و حق تعالیٰ فرموده است
وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ
الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ از این
آیت دانسته میشود که مراد حق در غیب الغیب پیش
از بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم این بود
که ارض شام بدست صالحین مفتوح شود و چون
فتح این دیار بدست شیخین واقع شد آن صالحان
ایشان بوده‌اند و حق تعالیٰ فرموده است
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن
دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَ
يُحِبُّونَهُ الآیة از اینجا مفهوم شد که پیش از وقوع
فتنۂ ارتداد در علم مقرر بود که قومی فلان این فتنه
را فرو نشانند و حق تعالیٰ فرموده است
سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ از این
آیت مفهوم شد که دعوت بجهاد فارس و روم شخصے
کند که نائب پیغمبر باشد خواهد بود و حکم او در شریعت
واجب الانقیاد
گردد

جہاں تک کہ فرمایا اور جس دین کو اس (خدا) نے ان کے لئے پسند کیا ہے
(یعنی اسلام) اس کو ان کے (نفع آخرت) کے لئے قوت دیگا۔ اور
مصداق اس آیت کے خلفاء ثلاثہ ہی ظاہر ہوئے۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ
کے نزدیک غیب الغیب میں دین پسندیدہ کو قوت دینے کا ارادہ کیا گیا
تھا ان بزرگواروں کو خلیفہ بنا دینے سے۔ اور خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے
الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ (۲۲: ۴۱) یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو
دنیا میں حکومت دیدیں الخ بعد اس کے کہ ابتداء بحث میں یہ فرمایا
وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ (۲۲: ۴۰) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ
(ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک کا دوسرے (کے ہاتھ) سے زور نہ گھٹواتا
رہتا۔ اور سیاق آیت میں فرمایا اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے
اختیار میں ہے (۲۲: ۴۱) اس آیت سے سمجھ میں آگیا ہے کہ ان حضرات
کے استخلاف سے ارادہ الٰہی دفع کفار اور احیاء اسلام کا ہوا ہے
اور خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ (۲۱: ۱۰۵) اور
ہم (آسمانی) کتابوں میں لوح محفوظ میں لکھنے کے بعد لکھ چکے ہیں کہ
زمین کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے! اس آیت سے معلوم
ہوا ہے کہ مراد حق غیب الغیب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
بعثت سے پہلے یہ تھی کہ سرزمین شام صالحین کے ہاتھوں سے فتح ہو
اور جب ان شہروں کی فتح شیخین کے ہاتھوں پر واقع ہوئی تو واضح
ہو گیا کہ وہ صالحین یہ تھے۔ اور خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ الخ (۵: ۵۴) اے ایمان والو جو شخص تم میں
سے اپنے دین سے پھر جاویگا (تو) جلد اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لے آئیگا
جن سے وہ محبت کرتا ہے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں! یہاں
سے یہ مفہوم ہو گیا ہے کہ فتنۂ ارتداد کے واقع ہونے سے پہلے علم
(الٰہی) میں یہ بات پختہ ہو چکی تھی کہ فلاں فلاں قوم اس فتنہ کو
بجھائیں گی۔ اور خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ
(۴۸: ۱۶) عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بلائے
جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے الخ اس آیت سے مفہوم ہوا
کہ جہاد فارس اور روم کی طرف ایسا شخص دعوت دیگا جو نائب
پیغمبر ہوگا اور اس کا حکم شریعت میں واجب الاطاعت ہوگا۔

وقال تعالیٰ فرمودہ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۔

مضمون این آیت مثل دعوات دیگر است که بار خدایا بعد از مدت حیات مرا بسلامت در آوردن نیک در آر مرا ازعالم بر آوردن نیک بیرون آر و در دنیا بعد وفات من غلبہ نصرت واقع شود چون خلفاء ثلاثہ غالب شوند و از غیب نوع نوع نصرت و تائید بر ایشان و بر اتباع ایشان فرود آمد ما این ہمہ دیدیم که بجانب چشمان ما دست بلکہ اجرای این دعا بشارت است بخلافت این بزرگواران۔ بالجملہ ازین آیت و مثال این آیات واضح شد که قومی از فضلای امت بکبرای ایشان که صفت ایشان بہترین صفات باشد خلفای آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواہند بود چون خلافت این عزیزان متحقق شد و آن موعودات بدست ایشان بظہور رسید بیقین دانستیم که خبر بشان این است بطریق اجمال مذکور شد لیکن تا وقتیکہ این عزیزان متصدی خلافت نشدہ بودند و موعودات سرانجام نیافتہ بود احتمالات مستشتی صدق می شود ظاہر می شد آمد و رفت می کرد درین حالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجانب غیب متوجہ گشتند بہ رؤیا قلیب و رؤیای میزان و رؤیای دلو و حقیقت آن کار واضح شد و آن معنی حل گشت بعد ازان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترتیب خلافت ایشان بر ساختہ تمام بیان فرمودند و وصیت اقتدائے ایشان نمود که اِقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ

اور خدا تعالیٰ نے فرمایا وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ الآیۃ (ترجمہ) اے حبیب یوں دعا کیجئے کہ اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور خوبی کے ساتھ نکالیو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ نصرت ہو۔ اس آیت کا مضمون متعدد دعاؤں میں سے ایک دعا ہے کہ اے خدا مجھ کو اجل کے عالم میں خوبی کے داخلے کے ساتھ اور نکال عالم سے خوبی کے ساتھ اور تمام کر دے میری وفات کے بعد دنیا میں غلبہ جو آپ کی دعا سے ہوا جب کہ خلفائے ثلاثہ غالب آگئے اور غیب سے طرح طرح ان کے اور ان کے تابعین کے لئے نصرت اور مدد نازل ہوئی تو ہم کھلی آنکھوں دیکھتے ہیں کہ یہ اسی دعا کی مقبولیت ہے بلکہ اس دعا کا ضمن ان بزرگوں کی خلافت کی بشارت ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ان آیات سے اور ان کی مانند دوسری آیات سے واضح ہے کہ امت کے فضلاء اور بزرگوں میں سے ایک قوم کے لوگ جن کی صفت بہترین اور اعلیٰ ہونی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ہوں گے اور جب ان عزیزوں کی خلافت متحقق ہو چکی اور اللہ کے وعدے ان کے ہاتھوں پر پورے ہو گئے تو ہم نے یقین کے ساتھ جان لیا کہ جو بات بطریق اجمال مذکور ہوئی تھی وہ ان ہی کی خبر اور پیشین گوئی تھی۔ لیکن جب تک یہ بزرگ منصب خلافت کی انجام دہی میں نہیں لگے اور خداوندی وعدے سرانجام نہ پایا تھا تو مختلف انواع کے احتمالات پیدا ہو سکتے تھے اور مفہوم آیات میں دعویداروں کی ہر جگہ آمد و رفت ہو رہی تھی۔ اس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی طرف متوجہ ہوئے تو کنویں والے خواب (جس میں آپ کا اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کا ڈول کھینچنا مذکور ہے) اور ترازو والے خواب (جس میں آپ کے بعد شیخینؓ کو وزن کرنا مذکور ہے) اور ڈول والے خواب سے (جس میں آسمان سے ڈول کے لٹکنے اور حضرت ابوبکرؓ کے پانی پینے کا ذکر ہے) اور دوسرے خوابوں سے حقیقت امر واضح ہوگئی اور وہ معمے حل ہو گیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانی طور پر ان حضرات کی ترتیبات کو تمام و کمال ظاہر فرمایا اور ان کی اقتداء کی وصیت فرمائی کہ میرے بعد ان دونوں یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ کی اقتداء کرنا۔

وایں معنے در بسیارے از احادیث مصرح و مبین و موکد گردید تا آنکہ ہمہ بجہت اجتماع ورود (اتر ہم رسانیدند) بآن معنے یقین کلی حاصل شد الا کسیکہ مارد و متمرد باشد برائے آنکہ قبول الحق مع وضوحہ عناداً و تعنتاً بعد از آن در مرض اخیر اشارات بلیغ بیش از تصریح بعمل آمد این ہمہ اقوال و اشارات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تفصیل ہمان اجمال است گویا ہمان اوصاف کہ ذکر آنہم علامت خلافت ایشان درست شدہ است مندرج در کلام آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم پس تعیینات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بایں معنی است کہ موصوفین در قرآن اینہا اند بعد از آن صحابہ مرغب شد بانقیاد ایشان و بیعت برایشان ہر چند در مبادی استخلاف امر نوعے از اجتہاد بکار رفت لیکن صورت ظن است و آخرش حقیقت یقین

مقدمہ آنکہ خدائے تعالیٰ حوادث غیبیہ و شرور را بحسب زمان منقسم ساخت و در عالم غیب ہر حادثہ را بجزوے از زمان مربوط گردانید و از آنچہ معرفت آن در شریعت مطلوب بود بر زبان انبیاء بیان فرمود تا آن حوادث پیش از وقوع بدانند و ہر حادثہ را حکمی تعیین نمود تا حکمت بالغہ تمام گردد قال اللہ تعالیٰ وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ہمچنین بر زبان پیغامبر ما صلے اللہ علیہ وسلم بیان فرمود کہ بعد زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ خیر خواہد بود و بعد از آن ظہور شر خواہد بود و فتن عظیمہ پیدا شود و از جملہ آن حوادث سہ فتنہ و دو ہدنہ کہ متخلل شد درمیان آنہا تعیین ساخت و ذکر نمود انتہی

اور یہ مفہوم بہت سی احادیث سے صاف اور واضح ہوگیا یہاں تک کہ سب نے مل کر بحیثیت اجتماعی تواتر کا درجہ حاصل کرلیا اور اس معنے پر یقین کلی (سب کو) حاصل ہوگیا۔ بجز ایسے ہٹ دھرم مردود و سرکش شخص کے کہ وہ تمرد و کینہ والا ہو حق کو قبول کرنے سے اس کے واضح ہوجانے کے باوجود از راہ بغض و افتراء پردازی۔ اس کے بعد آپ نے مرض اخیر میں ایسے اشارات فرمائے جو تصریح سے زیادہ بلیغ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تمام اقوال و اشارات اسی اجمال کی تفصیل ہیں۔ گویا کہ وہ تمام اوصاف کا ذکر جن سے خلافت کو خلافت خاصہ بنانا درست ہوا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں مندرج ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو متعین کرنا اس معنے سے ہے کہ جن لوگوں کے اوصاف قرآن میں مذکور ہوئے وہ یہی حضرات ہیں کوئی دوسرا نہیں۔ اس کے بعد صحابہ کو ترغیب دی گئی ان حضرات کی اطاعت اور ان کے لئے بیعت کرنے کی اگرچہ ابتداء میں ایک گونہ اجتہاد سے (بروقت استخلاف) کام لیا گیا۔ وہ ایسا اجتہاد تھا کہ جس پر قریب قریب ظن کی صورت رکھتا تھا اور اس کا آخر یقین کی حقیقت

تقسیم مقدمہ (یہ) کہ اللہ تعالیٰ نے حوادث غیبیہ و شر کو اجزاء زمانہ پر تقسیم کیا اور عالم غیب میں ہر حادثہ کو ایک زمانے سے مربوط فرمایا سو ان اوقات پر تقسیم شدہ حوادث میں سے ایسی چیز کہ جس کی معرفت شریعت میں درکار تھی پیغمبروں کی زبانوں پر بیان فرمایا تاکہ لوگ ان حوادث کو واقع ہونے سے پہلے جان لیں اور ہر حادثہ کا ایک حکم متعین کردیا تاکہ اس کی حکمت پوری ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ الخ (۱۷: ۴) اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات (بطور پیشین گوئی) بتلا دی تھی کہ تم سرزمین (شام) میں دوبارہ خرابی کروگے اور بڑا زور چلانے لگوگے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر بیان فرمادیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد ایک مدت تک خیر کا زمانہ ہوگا اس کے بعد شر کا ظہور ہوگا اور بڑے فتنے پیدا ہوں گے۔ ان حوادث میں سے تین فتنوں اور دو صلحوں کو جو ان فتنوں کے درمیان میں حائل ہوں گی واضح کیا اور ان

احادیث درین باب کثرت است تا آنکہ بحد تواتر
رسید و علم بآن از شریعت یقینی گشت از آنجملہ
حدیث صحیح خیر الناس قرنی ثم الذین یلونہم ثم
الذین یلونہم ثم یفشو اقوام تسبق ایمانہم شہادتہم و
شہادتہم ایمانہم روی باسانید الصحاح عن عمر بن
الخطاب و عمران بن حصین و سہل بن سعد
وغیرہم و بعد تأمل واضح میشود کہ قرن اول زمان
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از ابتداء ہجرت تا وفات
و قرن ثانی خلافت حضرت صدیق و فاروق است
و قرن ثالث خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تا
سال بود و قضیہ برخاست بعد از آن فتنہ اقوامی
کہ صفت شان خواندہ پیدا شد و از آنجملہ حدیث عبد اللہ
ابن مسعود تدور رحی الاسلام لخمس و ثلثین
فان یہلکوا فسبیل من ہلک الخ و حدیث ابی ہریرۃ
الخلافۃ بالمدینۃ والملک بالشام و حدیث حذیفۃ
لا تقوم الساعۃ حتی تقتلوا امامکم و تجتلدوا باسیافکم و
یرث دنیاکم شرارکم و حدیث کرز بن علقمۃ قال
اعرابی ہل للاسلام منتہی قال نعم ایما اہل بیت
من العرب والعجم اراد اللہ بہم خیرا ادخل اللہ
علیہم الاسلام قال ثم ماذا یا رسول اللہ قال ثم تقع
الفتن کانہا الظلل قال الاعرابی کلا یا رسول اللہ
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلی والذی نفسی
بیدہ ثم تعودون فیہا اساود صبا و حدیث
عتبۃ بن غزوان و انہا لم تکن نبوۃ قط الا تناسخت
حتی یکون آخر عاقبتہا ملکا فستخبرون و تجربون
الامراء بعدنا و حدیث ابی عبیدۃ و
معاذ بن جبل قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم

احادیث کی روایات نہایت کثرت میں ہیں یہاں تک کہ حد تواتر کو پہنچ
گئیں اور شریعت کی رو سے ان کا علم یقینی ہو گیا۔ ان میں سے یہ صحیح
حدیث ہے کہ سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں پھر وہ لوگ جو ان
سے ملیں گے پھر وہ جو ان سے ملیں گے۔ پھر ایسی قومیں پیدا ہوں گی
جن کی قسمیں سبقت کریں گی ان کی شہادت پر اور ان کی شہادت سبقت
کرے گی ان کی قسموں پر۔ اور اس کی متعدد سندیں ہیں اور سب راوی
ثقہ ہیں، اس کو روایت کیا عمر بن الخطاب اور عمران بن حصین اور سہل
ابن سعد نے اور بعد تامل کے واضح ہوتا ہے کہ قرن اول آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے ہجرت سے لے کر وفات تک اور
قرن ثانی حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ کی خلافت ہے اور قرن
ثالث حضرت عثمانؓ کی خلافت مدت بارہ سال تک جب پوری ہو گئی
اور فتنے اٹھے اس کے بعد وہ اقوام پیدا ہوئیں جن کا حال تم نے سنا
ہے۔ اور ان میں سے حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ کی ہے کہ اسلام کی چکی
چلتی رہے گی پینتیس سال میں پھر اگر لوگ ہلاک ہوں تو پہلے ہلاک شدہ
اقوام سابقین کی راہ پر ہوں گے الخ۔ اور ابو ہریرہؓ
کی حدیث ہے کہ خلافت مدینہ میں اور بادشاہی شام میں ہے۔ اور حدیث حذیفہؓ
کی کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم اپنے امام کو قتل کرو اور باہم تلواریں
چلاؤ اور تمہارے بدکار تمہاری دنیا کے وارث ہو جائیں۔ اور حدیث
کرز بن علقمہ کی کہ اعرابی نے کہا کیا اسلام کے لئے کوئی آخری حد ہے۔
فرمایا کہ ہاں جس بھی گھرانے عرب و عجم میں ہوں جن کے ساتھ اللہ نے
خیر کا ارادہ کیا اللہ ان پر اسلام کو داخل کر دیگا۔ اس نے کہا پھر کیا ہوگا
یا رسول اللہ۔ فرمایا پھر فتنے بادل کی طرح برسیں گے تو اعرابی نے
کہا ہرگز نہ ہوں یعنی خدا کرے ایسا کبھی نہ ہو یا رسول اللہ تو فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور ہوگا قسم ہے اس ذات کی کہ میری جان
جس کے قبضہ میں ہے تم عنقریب پھر کر جاؤ گے اسانپوں کی طرح
اس میں جا پڑو گے۔ اور حدیث عتبہ بن غزوان کی کہ کبھی کوئی نبوت
قائم نہیں ہوئی مگر بدل ڈالی گئی جب کہ اس کا انجام بادشاہی ہو گیا
تو عنقریب تم کو خبر ہو جائیگی اور ہمارے بعد کے امراء کا تم تجربہ کرو گے
اور حدیث ابو عبیدہ اور معاذ بن جبل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حتی استقر بالشام و حدیث عرفجۃ ثم رفع المیزان
بعد عثمان و حدیث ابی ہریرۃ ہلاک امتی علی یدی
غلمۃ من قریش و حدیث ام مالک البہزیۃ ذکر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنۃ فقربہا قلت یا رسول
اللہ من خیر الناس فیہا قال رجل فی ماشیتہ
الخ و حدیث سعد بن ابی وقاص قال عند فتنۃ
عثمان اشہد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال انہا ستکون فتنۃ القاعد فیہا خیر من القائم
الخ و حدیث اہبان صیفی جاءہ علی بن ابی طالب
فدعاہ الی الخروج معہ فقال ان خلیلی و ابن
عمک عہد الی اذا اختلف الناس ان اتخذ
سیفا من خشب و حدیث ابی موسی عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فی الفتنۃ کسروا فیہا قسیکم و قطعوا فیہا
اوتارکم و حدیث خباب بن الارت ذکر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فتنۃ القاعد فیہا خیر من القائم
والقائم خیر من الماشی و حدیث عبد اللہ بن مسعود
رفعہ تکون فتنۃ المضطجع فیہا خیر من القاعد والقاعد
خیر من القائم الخ و حدیث ابی ہریرۃ انہا ستکون
فتن کقطع اللیل المظلم الخ و حدیث ابی
... انہا ستکون فتن ثم تکون فتنۃ القاعد فیہا
خیر من القائم و حدیث محمد بن مسلمۃ قلت
یا رسول اللہ کیف اصنع اذا اختلف المصلون قال
تخرج بسیفک الی الحرۃ فتضربہا بہ ثم تدخل بیتک
و حدیث حسن بن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم رای بنی امیۃ یخطبون علی منبرہ رجلا رجلا
فساءہ ذلک فنزلت انا اعطیناک الکوثر
و حدیث وائل بن حجر رفع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یدیہ
نحو المشرق

اور شام میں جاکر ٹھہر گیا۔ اور حدیث عرفجہ کی کہ پھر عثمانؓ کے بعد ترازو
اٹھالی گئی۔ اور حدیث ابوہریرہؓ کی کہ میری امت کی ہلاکت واقع
ہوگی قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں سے۔ اور حدیث ام مالک بہزیہ
کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کا ذکر کیا اور اس کا نزدیک
ہونا بیان کیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ اس میں سب لوگوں سے
اچھا کون رہیگا؟ فرمایا کہ وہ شخص جو اپنے مویشیوں کے ساتھ جنگل
میں ہوگا، الخ۔ اور حدیث سعد بن ابی وقاص کی، انھوں نے
حضرت عثمانؓ کے فتنہ کے وقت کہا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ایسا فتنہ اٹھے گا کہ اس
میں بیٹھنے والا بہتر ہوگا کھڑے ہونے والے سے الخ۔ اور حدیث اہبان
صیفی کی کہ ان کے پاس علی بن ابی طالب آئے اور ان کو دعوت دی کہ ان
کے ساتھ (لڑائی کے لئے) نکلیں تو انھوں نے کہا کہ میرے محبوب اور
آپ کے چچا کے بیٹے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ سے
عہد لیا کہ جب لوگوں میں اختلاف واقع ہو جائے تو میں لکڑی کی تلوار
بنا لوں۔ اور حدیث ابوموسیٰؓ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
فتنہ کے بارے میں کہ اس زمانہ میں تم اپنی کمانیں توڑ دینا اور کمانوں
کے چلے کاٹ ڈالنا۔ اور حدیث خباب بن الارت کی کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا جس میں بیٹھنے والا بہتر ہوگا
کھڑا ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا بہتر ہوگا چلنے والے سے۔ اور
حدیث مرفوع عبد اللہ بن مسعودؓ کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ ایسا فتنہ اٹھے گا جس میں لیٹنے والا بیٹھنے والے سے اور
بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہوگا۔ اور حدیث محمد بن مسلمہ کی
کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میں کیا کروں جب نمازیوں میں
اختلاف پڑ جائے؟ فرمایا کہ اپنی تلوار حرّہ (پتھریلے مقام کا نام) کی
طرف لیجا اور اس کو پتھروں پر مار پھر اپنے گھر میں داخل ہو جا الخ۔
اور حدیث حسن بن علیؓ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب
میں دیکھا بنو امیہ کو کہ آپ کے منبر پر ان میں کا ایک ایک شخص
خطبہ پڑھ رہا ہے یہ آپ کو ناگوار ہوا تو نازل ہوئی انا اعطیناک الکوثر
اور حدیث وائل بن حجر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مشرق

فقال تحتم البلاء کتقطیع اللیل المظلم فشدد امرها
وعظم وجیزا فقلت لا بحی بن الاقوام یا رسول
اللہ وما الفتن قال یا وائل اذا اختلف سیفان
فی الاسلام فاعتزلهما وحدیث مرۃ بن کعب ذکر
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنۃ فقربها
فمر رجل مقنع فی ثوب فقال ہذا یومئذ علی
الہدی فاذا ہو عثمان وحدیث علی مرتضی انا عهد
الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الامۃ ستغدر بی
بعدہ وحدیث ابن عباس قال النبی صلی
اللہ علیہ وسلم لعلی اما انک ستلقی بعدی جہدا
قال فی سلامۃ من دینی قال فی سلامۃ من
دینک وحدیث مرتضی رضی اللہ عنہ ان تؤمروا
وان تؤمروا علیا ولا اراکم فاعلین تجدوہ
ہادیا مہدیا یأخذ بکم الطریق المستقیم وحدیث
جابر بن سمرۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم لعلی
انک مؤمر مستخلف وان ہذہ مخضوبۃ من
ہذہ یعنی لحیتہ من رأسہ وحدیث حذیفۃ
ذکر فتنتین وہدنۃ فقال فی الفتنۃ
الاولی جاءنا اللہ بہذا الخیر فہل
بعد ہذا الخیر من شر قال نعم دعاۃ
علی ابواب جہنم وکلام سعید بن المسیب
وقعت الفتنۃ الاولی فلم یبق
من اہل بدر احد ثم کانت الثانیۃ
فلم یبق من اہل الحدیبیۃ احد
قول البغوی اراد بالفتنۃ الاولی
مقتل عثمان وبالثانیۃ
الحرۃ وحدیث عبد اللہ بن
مسعود انکم ستلقون بعدی
اثرۃ

کی طرف اُٹھایا اور فرمایا کہ تم پر فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی
طرح آئیں گے پھر آپ نے اُن کی سختی کا بیان کیا اور اُن کے جلد
آنے اور جلد ہونے کا ذکر کیا تو قوم کے حاضرین میں سے میں نے
کہا کہ یا رسول اللہ وہ کیسے فتنے. فرمایا کہ اے وائل جب دو تلواریں
ایک دوسرے پر اسلام میں چلیں تو تو دونوں سے الگ رہ. اور
حدیث مُرّہ بن کعب کی ذکر کیا یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے ایک فتنہ کا اور اُس کے قریب آنے کا پھر ایک شخص سر کو
کپڑا لپیٹے ہوئے گذرا تو فرمایا کہ یہ اُس دن ہدایت پر ہوگا۔ دیکھا تو
وہ عثمانؓ تھے۔ اور حدیث علی مرتضےؓ کی کہ جن امور کی عہد کہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ امت
آپ کے بعد مجھ سے غدر کرے گی۔ اور حدیث ابن عباسؓ کی کہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے علیؓ سے فرمایا کہ تجھ پر میرے بعد پریشانیاں
آئیں گی۔ علیؓ نے کہا کہ کیا میرے دین کی سلامتی کی حالت میں؟
فرمایا کہ تیرے دین کی سلامتی میں نقصان نہ ہوگا۔ اور نیز حدیث
مرتضےؓ رضی اللہ عنہ سے جس کے آخر میں یہ ہے اور اگر تم امیر بناؤ گے
اور میں نہیں سمجھتا کہ تم ایسا کرنے والے ہو گے تو تم اُس کو ہدایت کرنے
والا ہدایت یافتہ پاؤ گے وہ تم کو سیدھی راہ پر چلائیگا۔ اور حدیث جابر
ابن سمرہ کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے علیؓ سے فرمایا کہ بیشک
تجھ کو امیر بنایا جائیگا خلیفہ بنایا جائیگا اور بیشک یہ خضاب کیا جائیگی
اس سے یعنی اُن کی داڑھی اُن کے سر (کے خون) سے رنگین ہوگی
اور حدیث حذیفہ کی انھوں نے دو فتنوں اور ایک وقفۂ صلح
کا ذکر کیا اور کہا کہ پہلے فتنہ کے بعد اللہ تعالی ہمارے پاس خیر کو
لائیگا۔ اُن سے پوچھا گیا کہ کیا اس خیر کے بعد پھر کوئی شر آئیگا؟ فرمایا
کہ ہاں جہنم کے دروازوں کی طرف دعوت دینے والے رہیں گے۔ اور نیز
اور کلام سعید بن المسیب کا کہ پہلا فتنہ اُٹھے گا تو اُن لوگوں میں سے کوئی
باقی نہ رہے گا جو بدر میں حاضر تھے۔ پھر دوسرا فتنہ اُٹھے گا تو حدیبیہ
میں حاضر ہونے والوں میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔ بغوی کا قول ہے
کہ پہلے فتنہ سے مراد ہے قتل عثمانؓ کا فتنہ اور دوسرے سے فتنۂ حرّہ
اور حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کی کہ تم عنقریب میرے بعد حق تلفیاں اور

ابدأ استكرهوا بها الخ وحديث ابي ذر كيف انت اذا كانت عليك امراء يميتون الصلوة ويؤخرونها عن وقتها وحديث ابي ذر ايضا كيف انت اذا غمر الدم احجار الزيت الخ وحديث ابي سعيد الخدري يوشك ان يكون خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال وحديث ابي ثعلبة الخشني في تفسير قوله تعالى عليكم انفسكم حديث صلى الله عليه وسلم في آخره فان وراءكم ايام الصبر فمن صبر فيهن كان كمن قبض على الجمر وحديث عبد الله بن عمرو كيف انت اذا بقيت في حثالة من الناس مرجت عهودهم واماناتهم واختلفوا فكانوا هكذا وشبك بين اصابعه الخ وحديث ذي الزوائد في خطبة حجة الوداع الا هل بلغت قالوا اللهم نعم ثم قال اذا تجاحفت قريش الملك بينها وعاد العطاء رشا فدعوه وحديث ابن مسعود رفعه ما من نبي بعثه الله في امته قبلي الا كان له من امته حواريون واصحاب يأخذون بسنته ويقتدون بامره ثم انها تخلف من بعدهم خلوف يقولون ما لا يفعلون ويفعلون ما لا يؤمرون فمن جاهدهم بيده فهو مؤمن الخ وحديث عرباض بن سارية ذكر خطبة النبي صلى الله عليه وسلم فيها وسترون من بعدي اختلافا شديدا فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين

ایسے جمود دیکھو گے کہ تم برا سمجھتے ہو گے الخ۔ اور حدیث ابو ذرؓ کی کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے امراء مسلط ہوں گے جو نماز کو غارت کرنے والے اور اس کو اس کے وقت سے مؤخر کر دینے والے ہوں گے۔ اور ابو ذرؓ کی ایک حدیث میں ہے کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب خون بھر دے گا احجار الزیت کو الخ (یہ ایک مقام کا نام ہے)۔ اور حدیث ابو سعید خدریؓ کی وہ زمانہ قریب ہے جب مسلمان کا اچھا مال بکریاں ہوں گی جن کے پیچھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھرے گا۔ اور حدیث ابو ثعلبہ خشنیؓ کی آیت علیکم انفسکم کی تفسیر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جس کے آخر میں ہے کہ بیشک تمہارے پیچھے (یعنی آئندہ) صبر کے ایام آنے والے ہیں۔ جس نے ان میں صبر کر لیا ایسا ہوگا کہ جیسے کسی نے انگارے پر قبضہ کر لیا۔ اور حدیث عبد اللہ بن عمروؓ کی کہ تیری کیا کیفیت ہوگی جب تو کمینہ لوگوں میں رہ جائے گا جن کے عہد و امانتیں سب فاسد ہوں گی اور آپس میں مختلف ہو کر ایسے ہو جائیں گے۔ اور دونوں انگلیوں کے درمیان جال کر کے دکھایا الخ۔ اور حدیث ذی الزوائد کی حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا کہ لوگو کیا میں نے تم کو پیغام حق پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا اللہم ہاں بیشک۔ پھر فرمایا کہ جب قریش میں بادشاہی پر آپس میں قتال ہونے لگے اور عطیات رشوت (بن جائیں) تو تم ان کو چھوڑ دینا۔ اور حدیث مرفوع ابن مسعودؓ کی کہ کوئی نبی جس کو اللہ نے اس کی امت میں بھیجا مجھ سے پہلے نہیں ہوا کہ اس کی امت میں اس کے حواری اور اصحاب ہوتے ہیں جو اس کی سنت کو اخذ کرتے اور اس کے امر کی اقتدا کرتے رہے ہیں۔ پھر یہ ہوا کہ ان کے بعد اُن کے ایسے جانشین ہوئے کہ وہ جو کہتے تھے ویسا خود نہیں کرتے تھے اور ایسے کام کرتے تھے جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا تو جو ایسے لوگوں کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کرے تو وہ مومن ہے الخ۔ اور حدیث عرباض بن ساریہؓ کی انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کا ذکر کیا جس میں یہ ہے کہ اور تم عنقریب میرے بعد سخت اختلاف دیکھو گے تو تم پر لازم ہے میرے طریقے پر عمل کرتے رہنا اور میرے خلفائے راشدین کے طریقے پر عمل کرنا جو ہدایت یافتہ ہوں گے

مفصولا علیها۔ فهو بعد بالجملة نماز و روزه و زکوة
و حج را بیقین میدانیم که آنحضرت صلی الله علیه
وسلم بعد زمان خود دو قرن خیر بهت وصف فرمود و
خلافت آن ایام را خلافت و رحمت گفته و آن را
زمان عافیت شمرده و بعد از آن از فتنهٔ عظیمه
انذار کرده و آن را بملک عضوض خوانده و زمان
بلا شمرده و در زمان اول مردمان را ترغیب بجهاد
فرموده و بقتال تحت رایت امام وقت تاکید نموده
و در زمان ثانی بکسر قسی و قطع اوتار و دور بودن
از میان مردمان ارشاد فرموده چنانکه بیقین می
دانیم که معراج البته بوده است و عذاب قبر ثابت
بوده است و دجال پیدا شدنی است و امام مهدی
خلیفه خواهد بود و حضرت عیسیٰ نزول خواهد نمود
و در همین وزن بیقین می دانیم که آنحضرت صلی
الله علیه وسلم قتل حضرت عثمانؓ و آنچه مترتب
است بر وی پیشنهاد کرده و آن را از این فتنهٔ اولی
نام نهاده و این معنی از جهت قرائن بسیار بدرجهٔ
صحت تعیین زمان نموده اند که تدور رحی الاسلام
بخمس و ثلثین سنة و تعیین مکان فرموده که مشرقی
مدینه خواهد بود چنانکه گفته الا ان الفتنة هٰهنا حیث
یطلع قرن الشیطان و صورت فتنه بیان کرده اند
که تقتلوا امامکم و تجتلدوا باسیافکم و یرث دنیاکم
شرارکم و شخصی را که نام بردند که بعد ایشان بخیر فی
خلافت خواهند بود صدیق اکبرؓ و عمر فاروقؓ
و ذی النورینؓ و در زمان فتنه بحضرت مرتضیٰؓ
بیعت کنند لیکن خلافت او منتظم نشود
و قوم بوجه مجتمع نشوند الی غیر
ذلک تا آنکه برای العین والیقین
که مراد همین حالت است

اُس کو دانتوں سے پکڑ لینا۔ الحاصل ہم نماز اور روزہ اور زکوٰۃ اور
حج کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم
کو اس کا امر فرمایا اور اسی مرتبہ میں ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے بعد کی ایک خاص مدت کو
خیریت کے ساتھ موصوف فرمایا اور ان ایام کی خلافت کو خلافت اور
رحمت فرمایا اور اس کو عافیت کا زمانہ شمار کیا اور اس کے بعد ایک
فتنۂ عظیمہ سے آپ نے ڈرایا ہے اور اس کو آپ نے ملک عضوض فرمایا
اور بلا کا زمانہ شمار کیا۔ زمانۂ اول میں آپ نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب
دی اور امام وقت کے جھنڈے کے نیچے قتال کی تاکید فرمائی اور زمانۂ
ثانی کے بارے میں آپ نے کمانوں کو توڑ دینے اور چلوں کو کاٹ ڈالنے اور لوگوں
کے درمیان سے دور رہنے کا ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ ہم یقین کے ساتھ جانتے
ہیں کہ البتہ معراج ہوئی ہے اور عذاب قبر ضرور ہونے والا ہے اور اس کی
تحقیق ہوئی اور دجال ظاہر ہونے والا ہے اور امام مہدی خلیفہ
ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے اسی مرتبہ میں
ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی اور اس پر جو نتائج مترتب ہونے والے
تھے ان کی طرف اشارہ کر دیا اور اس کا زمانۂ فتنۂ اولیٰ نام رکھا اور
بہت سے قرائن سے یہ معنے واضح ہو چکے ہیں آپ نے تعیین زمانہ بھی
فرمادی ہے کہ اسلام کی چکی پینتیس سال گھومے گی۔ اور مکان یعنی
سو فتنہ کا تعیین بھی فرمایا کہ وہ مدینہ کی مشرقی جانب ہوگا
جیسا کہ فرمایا کہ یاد رکھو کہ فتنہ وہاں ہے جہاں سے شیطان کا سینگ
طلوع ہوتا ہے اور فتنہ کی صورت بھی بیان کر دی کہ یہاں تک ہوگا
کہ تم اپنے امام کو قتل کر دو گے اور اپنی تلواریں چلاؤ گے اور تمہاری
دنیا کے وارث تمہارے بدکردار لوگ ہو جائیں گے اور تین شخصوں
کے آپ نے نام بھی لئے کہ یہ زمانۂ خیر میں متولی خلافت ہوں گے۔
صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ اور ذی النورینؓ اور فتنہ کے زمانہ
میں لوگ حضرت مرتضیٰؓ سے بیعت کریں گے لیکن ان کی خلافت
منتظم نہ ہوگی اور قوم (کے سب لوگ) اس پر مجتمع نہ ہوں گے وغیر
ذلک یہاں تک کہ آنکھ سے دیکھ کر ہم نے جان لیا کہ آپ کی مراد یہی حالت ہے

و آنچه بعد قتل حضرت عثمان بظهور آمد از اختلاف ناس
در حرب جمل و صفین بعد این همه ضرورت نقل کرده
شد که هر چند برائے مرتضیٰ بیعت کرده اند و خلافت
منعقد ساختند و در حکم شرع که بنائے آن خلافت
است لازم شد اطاعت او لیکن مراد حق اصلاح
عالم است که خلافت وسیلۂ آنست که برائے تحقق
آن مقصود شرع ساخته اند و اگر مراد حق می بود
از وجود متخلف نمی شد و مرتضیٰ درین خلافت
متعدے در دائرہ ثانی نبود و مانند حادثہ برائے
اتمام مراد حق و قوم مامور شدند که تحت رایت
او قتال کنند چنانکه مامور شدند بقتال تحت رایت
مشایخ ثلاثه و مطابق آنچه ازین احادیث فهمیده
شد بمعاینه دیده شد و جامع دیدیم که در زمان حضرت مرتضیٰ
عنایت الٰهی که سابق فتح فتح نازل می شد
گشت کوشش بسیار فائده نبخشید و مراد حضرت
که عبارت از الفت مسلمین فیما بینهم و
ترک منازعه است و اتفاق بر جهاد کفار و
روز بروز شکست بر کفار افتادن بود با جتهاد
بهادر و معنی وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي
ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم صورت
نه بست و تمکین فی الارض برائے دفع کفار
و اعلاء کلمۃ الاسلام مقرر بود واقع نشد و قابل
آن معنی که سُلْطَانًا نَّصِيرًا درین زمان
متحقق نگشت و در تمام مسلمین حکم او
نافذ شد و مسلمین همه تحت حکم او در نیامدند
و هیچ عاقلی درین معنی انکار نتواند کرد
چنانکه کسی نتواند انکار نمود که آفتاب
هر روز از مشرق طالع می شود
است

جو کچھ حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد ظہور میں آیا کہ لوگوں میں اختلاف
ہوا جنگ جمل اور جنگ صفین میں۔ اس سب کے بعد بضرورت نقل
ثابت ہو گیا کہ اگرچہ حضرت مرتضیٰؓ کے لئے لوگوں نے بیعت کر لی اور
خلافت منعقد کی اور حکم شرع میں کہ جس کی بنا خلافت پر ہوا ہو
ہے آپ کی اطاعت بھی لازم ہو گئی لیکن مراد حق اصلاح عالم
ہے کہ خلافت اس کا ایک وسیلہ ہے جس کو (اس) مقصود کے لئے
مشروع فرمایا ہے۔ اگر مراد حق ہوتی تو وہ وجود میں آنے سے متخلف
نہ ہوتی اور مرتضیٰؓ اس خلافت میں مانند تھے کے لئے نوازے
دین میں نہیں تھے اور نہ مراد حق کے اتمام کے لئے آنے کے مانند
تھے۔ اور قوم ان کے جھنڈے کے نیچے قتال کرنے کے لئے اس طرح
مامور نہ ہوئی جس طرح مشائخ ثلاثہؓ کے جھنڈے کے نیچے قتال کے
لئے مامور تھی۔ اور جو کچھ ان احادیث سے مفہوم ہوا اس کے مطابق
خارج میں ہم نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ حضرت مرتضیٰؓ کے زمانہ
میں وہ عنایت الٰہی جو پہلے دور میں فتح فتح زمین (کرا دان) کے ساتھ
نازل ہوتی تھی مستمر نہ ہو گئی بہت سی کوشش نے تھوڑا فائدہ بھی
نہ دیا اور حضرت کے مراد ہے کہ عبارت ہے مسلمانوں کے باہم محبت میں ہوں
اور نزاعات کے ترک سے اور کفار سے جہاد پر متفق ہو جانے سے اور
کفار پر روز بروز شکست واقع ہونے سے اپنا منہ چھپا لیا۔ اور وَلَيُمَكِّنَنَّ
لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم کے
معنے کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی (ترجمہ: اور تاکہ اللہ تعالیٰ مضبوط کر دے
یعنی ان کے سبب ان کے دین کو قوت بخشے جس کو اس نے ان کے لئے
پسند کیا) اور جو تمکین فی الارض (یعنی طاقت و حکومت) کفار کے دفع
کرنے اور کلمۂ اسلام کو بلند کرنے کے لئے مقرر تھی واقع نہ ہوئی۔ وَ
اجْعَلْ لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا (اور مجھ کو اپنے پاس سے
ایسا غلبہ دیجئے جس کے ساتھ نصرت ہو) اس زمانہ میں متحقق نہ ہوا
اور تمام مسلمانوں میں ان کا حکم نافذ نہ ہوا اور مسلمان سب کے
سب ان کے حکم کے تحت نہ آئے اور کوئی صاحب عقل جس طرح
اس کا انکار نہیں کر سکتا کہ آج آفتاب مشرق سے طلوع ہوا ہے اسی
طرح اس معنے کا انکار نہیں کر سکتا۔

واین نکتہ دقیقہ را بر غیر محل آن فرود نیاری غرض من آن نیست کہ حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ نبودند یا در حکم شرع خلافت او منعقد نگشت یا سعی او در محاربہ کہ پیش آمد للہ فی اللہ نبود اعوذ باللہ من ذلک بلکہ مقصود من این است کہ فضیلت جارحہ شیخین آنچہ در آن ظاہر نشد در این مقاتلات ولا خیریت واصلاح خلق قرن خیر ظہور نمود واین دقیقہ کہ زبان فقہاء و متکلمین از تقریر آن کوتاہ است اشارۃ فقہاء از آن گفتگو ملاء فقہاء صحابہ ببرکت صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم این نکتہ شناختہ اند ودر احادیث صحیحہ بآن نکتہ اشارہ رفتہ۔

اور اس دقیق نکتہ کو غیر محل پر چسپاں نہ کر لینا میری غرض یہ نہیں ہے کہ حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں تھے یا بحکم شریعت میں ان کی خلافت منعقد نہیں ہوئی یا جو لڑائیاں ان کو پیش آئیں ان میں ان کی سعی للہ فی اللہ نہیں تھی میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ایسی تمام چیزوں سے جو اللہ کو ناپسند ہوں۔ بلکہ میرا مقصود یہ ہے کہ ان جنگوں میں شیخین جیسی کا جارحہ (آلہ ہاتھ) کی فضیلت ان میں ظاہر نہیں ہوئی۔ ورنہ آپ کا خیر ہونا مسلّم ہے) اور اصلاح خلق بہت برائی کے ساتھ ظہور ہوتی رہی ہے۔ اور یہ باریک نکتہ میں فقہاء اور متکلمین کی زبانیں اس کی تقریر سے کوتاہ ہیں۔ فقہاء کے باتوں کے طور پر بھی اس نے کلام نہیں کیا۔ ان فقہاء صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے اس نکتہ کو پہچانا ہے اور احادیث صحیحہ میں اس نکتہ کی طرف اشارات کئے گئے ہیں۔

کتاب کا مختصر حال جلد اول کے دیباچہ میں لکھا جا چکا ہے اور اس مطبوعہ کتاب کا بھی جس کو ترجمہ کے لئے پیش نظر رکھا گیا ہو کہ ۱۲۸۶ھ میں بریلی مطبع صاحب دوست محمد ... چھپی تھی اسی کا ایک نسخہ اس جلد ثانی کے ترجمہ کے لئے بھی اصل قرار دیا گیا۔ حضرت مصنف رحمہ اللہ نے فصل ہشتم کو دو مقصدوں پر منقسم کیا ہے۔ مقصد اول میں دلائل نقلیہ اور مقصد دوم میں دلائل عقلیہ لیکن یہ دوسرا جزء یعنی مقصد دوم ناتمام ہے۔ نیز مقصد اول میں بھی کمی محسوس ہوتی ہے کیونکہ مصنف نے کسی موقع پر یہ بیان سے کام نہیں لیا جو کچھ فرمایا اس کو دلائل اربعہ سے ثابت کیا ہے لیکن یہاں ترجمہ ہذا اس قول کے بعد "فقہاء صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے اس نکتہ کو پہچانا ہے اور احادیث صحیحہ میں اس نکتہ کی طرف اشارات کئے گئے ہیں" نہ فقہائے صحابہ کا کوئی قول درج ہے اور نہ اس نکتہ پر اشارہ کرنے والی کوئی حدیث۔ یہ بات مصنف رحمہ اللہ کے معمول کے خلاف ہے۔ طباعت کا انصرام کرنے والوں نے خاتمۃ الطبع میں کتاب کی زبان یعنی فارسی میں اس کی وجہ بیان کی ہے اس کو اچھا کیا ہے جس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

خاتمۃ الطبع: احقر محمد احسن عرض کرتا ہے کہ چھاپنے کے وقت جو کتابیں موجود تھیں ان میں سے صرف ایک کتاب میں مقصد اول کی عبارت یہاں تک دستیاب ہوئی اور باقی کتابوں میں اس سے بھی تین ورق کم تھے۔ سیاق عبارت اور مصنف کی عادت ہے کہ خاتمہ رسالہ کے موقع پر جا بجا لکھتے ہیں "ہذا آخر ما اوردنا" ایراد وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقصد بھی ناتمام رہ گیا ہے۔ فقیر نے بہت تلاش کے باوجود اس سے زیادہ پر قدرت نہیں پائی ناظرین سے توقع ہے کہ اگر کہیں اس کا نسخہ مل جائے تو اس میں اضافہ فرمادیں اور فقیر کو بھی اطلاع کریں۔ والحمد للہ اولاً وآخراً وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

الحمد للہ کہ اس کتاب کا ترجمہ جلد ثانی ازالۃ الخفاء من خلافۃ الخلفاء سے ... ۱۳۸۶ھ یوم جمعہ ... فراغت ہوئی وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ ۔ دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

جیسا کہ ناظرین نے گزشتہ صفحوں میں ملاحظہ فرمایا "ازالۃ الخفا" کے مقصد اول کی فصل ہشتم کا نصف آخر جو اس کے مقصد دوم پر مشتمل تھا اور جس میں "فضیلت شیخین" پر دلائل عقلیہ کا بیان تھا، مولانا احسن نانوتوی کو نہ مل سکا جنہوں نے اس کتاب کا ناقص متن بہت محنت اور تلاش و جستجو کے بعد ۱۲۸۶ھ میں شائع فرمایا تھا۔ موصوف مرحوم نے خواہش ظاہر کی تھی کہ اگر کسی صاحب کو یہ حصہ مل جائے تو وہ کتاب میں اس کا اضافہ کر دیں۔

الحمد للہ کہ ان کی یہ خواہش اب سوا سو سال بعد پوری ہو رہی ہے۔ اور ہم یہ حصہ اگلے صفحات میں شائع کر رہے ہیں۔ اس حصہ کی شمولیت سے یہ کتاب اب مکمل ہو گئی ہے۔ واضح ہو کہ یہ گمشدہ حصہ حضرت شاہ ولی اللہ کی ایک دوسری تصنیف "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" میں پورا کا پورا مل گیا۔ یہ کتاب کے مجتبائی ایڈیشن مطبوعہ ۱۳۱۰ھ کے صفحہ ۲۶ کے آخر سے صفحہ ۹۳ تک اور پھر صفحہ ۹۳ سے صفحہ ۷۷ تک پھیلا ہوا ہے۔

محققین جانتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ نے پہلے "قرۃ العینین" تصنیف کی اور پھر اس کو بنیاد بنا کر "ازالۃ الخفاء" تصنیف فرمائی۔ اس طرح انہوں نے "ازالۃ الخفاء" میں "قرۃ العینین" کے تمام مضامین تنقیح اور تہذیب کے بعد شامل فرما لئے اور ان میں مزید اضافے کئے۔ یہی وجہ ہے ازالۃ الخفا، قرۃ العینین سے حجم میں چار یا پانچ گنی ہو گئی ہے۔

غالب یہ ہے کہ "قرۃ العینین" کے ان صفحات کو تنقیح و نظرثانی کے بعد شاہ ولی اللہ نے "ازالۃ الخفاء" میں شامل کر لیا تھا، مگر وہ صفحات "ازالۃ الخفا" کے ان قلمی نسخوں میں سے ضائع ہو گئے جو مولانا احسن نانوتوی کو ملے، لہٰذا ان کی مطبوعہ "ازالۃ الخفاء" میں فصل ہشتم ناقص رہ گئی۔

۱۲۸۶ھ میں "ازالۃ الخفاء" کی طباعت کے وقت مولانا نانوتوی کو یہ حصہ اس لئے نہ مل سکا کہ اس وقت تک "قرۃ العینین" شائع نہیں ہوئی تھی، اور غالباً انہیں اس کا کوئی مخطوطہ بھی نہیں ملا۔ یا اگر ملا تو یہ حصہ ان کی نظر سے اوجھل رہ گیا۔

بہرحال اب "ازالۃ الخفا" اپنی مکمل شکل میں پیش کی جا رہی ہے۔ "قدیمی کتب خانہ" بجا طور پر فخر کر سکتا ہے کہ اس نے شاہ ولی اللہ کی اس اہم تصنیف کا گمشدہ حصہ تلاش کر کے اس کو مکمل کیا اور عام قارئین و محققین کی اس تشنگی کو دور کیا جو وہ ایک عرصے سے محسوس کر رہے تھے۔ ہمارے کرم فرما پروفیسر علی محسن صدیقی صاحب نے اس حصہ کا اردو ترجمہ بڑے خلوص اور دیدہ ریزی کے ساتھ کیا ہے اور مطبوعہ متن کی کتابت کی غلطیوں کو بھی درست کیا ہے۔ نیز آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے حوالے بھی شامل کئے ہیں اور بعض تشریحات بھی کی ہیں جس سے اس کی افادیت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

ہماری کوشش ہے کہ شاہ صاحب کی دیگر تصانیف کو بھی اسی طرح بہتر سے بہتر صورت میں پیش کرتے رہیں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

خادم العلم والعلماء **معراج محمد**

قدیمی کتب خانہ۔ کراچی

"ازالۃ الخفا" کا گمشدہ حصہ

تتمہ فصل ہشتم

فصل ہشتم

کا

مقصد دوم

افضلیت شیخین رضؓ پر دلائل عقلیہ

تالیف۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحؒ

مترجم۔ پروفیسر علی محسن صدیقی صاحب

امور عقلا ادراک کنند، مانند آنکہ گویند یاقوت افضل است از حجر، و ذہب افضل است از نحاس، و فرس افضل است از گاو، و مطمح نظر عقلا در تفضیل یاقوت و ذہب تزیین است بآن، و رغبت ملوک در آن و غلاء ثمن آن و امثال آن مانند آن، و در تفضیل فرس صلاحیت آن برای سواری ملوک و جہاد اعداء و تزیین بر کوب آن و ربح در تجارات آن، و چون احسن و انفع بحسب رسوم و حاجات و صناعات مختلف است در ہر رسم فضل کلی را دو عدد پیدا شد فضل کلی بحسب عرف عام و بحسب عرف خاص۔

و فضل کلی بحسب عرف عام در آن اشیاء باشد کہ مردم بحسب جبلت در عموم آن احسن و انفع شمرند مثل آنکہ آن صفات اکثر باشد در نسل اول مردمان خصوصاً اذکیاء ایشان در ہر طبقہ باشند گندم بنسبت جو و ذہب بنسبت نحاس۔

و فضل کلی بحسب عرف خاص مختلف باشد بحسب حاجات و اغراض طبقات مردم مثلاً افراد انسان در اصطلاح طبقہ کہ بتدبیر ملک مشغول اند فضل کلی کسی را باشد کہ جمع رجال و نصب مکائد قتال و جبایت و تفریق اموال سیاست مدن در جمیع احوال احذق و اقدر باشد و در عرف طبقہ کہ باکتساب علوم و تعلیم آنہا مشغول اند فضل کلی کسی را باشد کہ احفظ و اقدر بر اقتناء علوم و تحریر و تقریر آن بود و در زمرہ صنّاع فضل کلی کسی را باشد کہ آلات حرب و ادوات ارتفاق را احسن وجہ بسازد، و اگر تفضیل در کسی از غیر جہتی کہ غرض این طبقات بدان متعلق است ظاہر شود مانند جمال یا شرافت نسب، آنرا فضل جزئی گویند و کار ہا بسی مشغول باشند

جز کے فائدے کا اکثر امور میں عقلمند لوگ ادراک کرتے ہیں، مثلاً یہ کہا جائے کہ یاقوت (عام) پتھر سے افضل ہے، سونا تانبے سے افضل ہے، گھوڑا بیل سے افضل ہے، صاحبان عقل یاقوت اور سونے کو اس لئے افضل کہتے ہیں کہ وہ (یاقوت اور سونا) ذریعۂ زینت، بادشاہوں کی رغبت اور اپنی بیش قیمتی کے سبب افضل ہیں۔ اور ایسے ہی دوسرے مقاصد بھی (اسی طرح) گھوڑے کو فضیلت دینے کے اسباب ہیں اس کا بادشاہوں کی سواری کے قابل ہونا، دشمنوں سے جہاد کرنا، اس پر سواری سے آرائش و تزئین اور تجارت میں اس سے نفع اندوزی ہے۔ اور چونکہ احسن و انفع ہونے کا معیار رسوم، احتیاجات و پیشوں کے اعتبارات سے مختلف ہوتا ہے اسلئے ضروری ہے کہ فضل کلی کی دو قسمیں (نوعیتیں) پیدا ہو جائیں (اول) فضل کلی عرف عام کے لحاظ سے اور دوم عرف خاص کے اعتبار سے۔

عرف عام کے لحاظ سے فضل کلی ان اشیاء میں ہوگا جنہیں سبھی لوگ اپنی جبلت اور رسم ورواج کے لحاظ سے احسن اور انفع سمجھتے ہیں کہ وہ صفات لوگوں کے ہر طبقہ خصوصاً فاضل حضرات میں بکثرت پائی جاتی ہیں، مثلاً جو کے مقابلے میں گیہوں اور تانبے کی بہ نسبت سونے کی برتری و فضیلت۔

عرف خاص کے لحاظ سے فضل کلی طبقات و اقوام کی احتیاجات اغراض کی مناسبت سے مختلف ہوتا ہے، مثال کے طور پر انسان کے افراد کو لیجئے تو اس گروہ کی اصطلاح میں جو ملک کے انتظام و انصرام میں مشغول ہے، فضل کلی اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو فوجوں کو اکٹھا کرنے، جنگ کے حیلوں کو قائم کرنے، محاصل نافذ کرنے، اموال کو تقسیم کرنے اور تمام حالات میں ملکی سیاست میں سب سے زیادہ ماہر اور سب سے زیادہ قدرت والا ہو۔ (اسی طرح) اس طبقہ کے عرف (رسم و رواج) میں جو علوم کی تحصیل اور ان کی تدریس میں مشغول ہے، فضل کلی اس کو حاصل ہوتا ہے جو علوم کے اکتساب اور انہیں تحریر و تقریر میں لانے میں سب سے زیادہ قوی الحافظہ اور صاحب قدرت ہو۔ (ایسے ہی) لوہاروں کے زمرے میں اسے فضل کلی ہوتا ہے جو جنگی اسلحے اور عام منفعت کے اوزار بہت عمدہ طریقہ سے بنا سکتا ہے اور اگر کسی شخص میں کوئی فضیلت کسی ایسے امر (وصف) میں ظاہر ہو جس سے ان طبقات کی اغراض وابستہ نہ ہوں مثلاً حسن و جمال یا شرافت نسب تو

بودن در عرف ایشان مستخرج باشد از نبودن او بودن معا
مانند خاندانی از سادات که نجابت و بسیار بزرگ در
معتبر باشد و مانند خاندانی از قریش که بعلم و نجابت
هر دو جمع باشد پس در میان ایشان آن امر
شخصی علم و بسیار نداشته و نجابت کامل دارد او را
فضل کلی بعرف ایشان توان داد و این مقدمه
از تفتیش استعمالات قوم واضح گردد.

مقدمه ثالثه: هرگاه اهل ملت که جامع باشند
جهت محدود بر پیغامبری مبعوث من عند الله تعالیٰ بعلمی
و کتابی جداگانه معتقد باشند که سعادت محصور است
اتباع دین پیغمبر و این پیغمبر از غیر وی افضل است
چنانکه در حدیث شریف آمده و احسن الهدی هدی
محمد صلی الله علیه وسلم و این پیغمبر افضل بشر است
بلکه افضل از ملائکه نیز فضل کلی استعمال کنند در علوم ملت
خود بحکم مقدمه سابقه مراد ایشان نباشد الا اشبه بودن
به پیغامبر در صفاتی که پیغامبر را از جهت پیغامبری
ثابت است و تحمل بار ترویج و نشر آن ملت و
واسطه بودن در میان پیغامبر و امت او در آن علوم و
تربیت کردن امت بر منهاج تربیت پیغامبر نظیر
آنکه در مذهب شافعی ابو اسحاق شیرازی و بعد از وی
امام محمد غزالی و بعد از وی امام رافعی و بعد از وی امام
نووی افضل اصحاب او شمرده شد ما لا یخفی علی متتبعی مذهبه
و در مذهب حنفی امام ابو یوسف و امام محمد و بعد از ایشان
طحاوی و کرخی و بعد از ایشان قدوری و برهان الدین
مرغینانی و ابو البرکات نسفی افضل اصحاب ابی حنیفه
بوده‌اند و در طریق نقشبندیه شیخ علاء الدین عطار
و بعد از ایشان خواجه عبید الله احرار افضل اصحاب
او شمرده شد الی غیر ذلک من الامثله والنظائر بعلم

ایسے شخص کو فضل جزئی کہتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ لوگ دو فن یا چیزوں کی
تحصیل میں مشغول ہوتے ہیں اور ان کا عرف ان دونوں فنون سے یکجا مستخرج
(حاصل) ہوتا ہے جیسے سادات کا خاندان جنہیں نجابت و سیادت دونوں ہی فخر
حاصل ہیں یا مثلاً قریش کا کوئی خاندان جسے علم اور نجابت دونوں ہی (اوصاف کی
بدولت) فخر و شرف ملا ہو۔ تو اگر لوگوں میں سے کسی میں علم اور تونگری نہ ہو مگر کامل نجابت
(بھرپور نسلی شرافت) ہو تو ایسے شخص کو ان کے عرف کے مطابق فضل کلی کا حامل سمجھا جا سکتا ہے
اور یہ مقدمہ مصنف کو اہل زبان کے استعمالات (کے طریقوں) کی تفتیش (و جستجو) سے
واضح ہوتا ہے۔

تیسرا مقدمہ: ایک مذہب و ملت کے ماننے والے جنہوں نے اپنی ہمت
کو ایک ایسے پیغمبر پر جمع کر لیا ہے جو اللہ کی جانب سے ایک خاص علم
اور ایک علیحدہ کتاب کے ساتھ مبعوث ہوا اور یہ کہ وہ لوگ اس بات کے
معتقد ہیں کہ اسی پیغمبر کی پیروی میں سعادت و فلاح کا انحصار ہے اور
یہ کہ یہ پیغمبر ہی فضیلت کی میزان اور معیار ہے جیسا کہ حدیث شریف
میں آیا ہے کہ سب سے اچھی راہ ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ ہدایت ہے
اور یہ کہ یہ پیغمبر تمام انسانوں بلکہ فرشتوں سے بھی افضل ہے۔ جب یہ
لوگ اپنی ملت کے علوم (کے بارے) میں فضل کلی (کا لفظ) استعمال کرتے
ہیں تو مقدمہ سابقہ کی بنا پر ان کا مقصد صرف اپنے پیغمبر سے ان
صفات میں سب سے زیادہ مشابہ ہونا ہے جو پیغمبر ہونے کے سبب
ان کے لئے ثابت ہیں اور اس ملت کی ترویج و اشاعت کی ذمہ داری
سنبھالنا ہے اور ان علوم میں پیغمبر اور ان کی امت کے درمیان واسطہ
بننا ہے اور پیغمبر کے طریقہ پر اس امت کی تربیت کرنا ہے۔ اس کی
مثال یہ ہے کہ امام شافعی کے مذہب میں ابو اسحاق شیرازی، ان کے
بعد امام محمد غزالی، ان کے بعد امام رافعی اور ان کے بعد امام نووی کو ان (امام
شافعی) کے اصحاب میں افضل سمجھتے ہیں اور یہ بات ان کے مذہب کے
پیروؤں پر پوشیدہ نہیں ہے (اسی طرح) مذہب حنفی میں امام ابو یوسف
اور امام محمد، ان کے بعد طحاوی، کرخی اور ان کے بعد قدوری و برہان الدین
مرغینانی اور ابو البرکات نسفی (امام) ابو حنیفہ کے اصحاب میں سب سے
افضل تھے (اسی طرح) طریقہ نقشبندیہ میں شیخ علاء الدین عطار اور ان کے
بعد خواجہ عبید اللہ احرار ان کے اصحاب میں سب سے افضل ہوئے

شود، چون جمیع اعتقادات مرقوم شد، الآن از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در عالم چہ چیز باقی ماند، برحسب اینها حق و ابراز است اما سر [illegible] بجا رسد، انتقال کہ باید کرد، بعد من زمان او، باید فرمود۔ قال اللہ تعالیٰ: ہو الذی بعث فی الامیین رسولا منہم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین وآخرین منہم لما یلحقوا بہم وہو العزیز الحکیم۔

پس باید دانست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در زمانی مبعوث شدند کہ شرک در عبادت شائع بود و معاد را اثبات نمی کردند، عبادات را فراموش ساختہ بودند و دین حنیفی کہ منسوب است بحضرت ابراہیم تحریفہا در یافتہ بود، در اول بعثت ابطال شرک نمودند و شبہات بسیار ذکر [illegible] و تحریفات در ملت حنیفہ [illegible]، عرب عامہ و قریش خاصہ تعصب برخاستند و ایذا دادند، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقوت خود [illegible] در دفع [illegible] ایشان استقامت نمودند تا آنکہ [illegible] واضح شد [illegible] انکم [illegible] گشت و مردمان در دین حق در آمدند، بعد از آن مامور شدند بہجرت و جہاد، در این باب جانفشانی سعی کردند [illegible] تا آنکہ فتح [illegible] واقع شد و جزیرۃ العرب [illegible] دولت جاہلیت [illegible] و [illegible] نعمت بعثت عادلہ [illegible] عدم [illegible] تا آنکہ [illegible] علم قرآن و علم ایمان یعنی ارکان پنجگانہ اسلام با توقیت اوقات و تعیین آداب و مانند آن و علم معاد

اپنے زمانہ میں کس چیز کی بات پوری ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا چیز دنیا میں باقی رہی۔ ہر چند کہ بات تفصیل طلب ہے مگر جزئیات کلیات کی موجب عقل ہو جاتی ہیں اور درست قیاس سے کام لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وہ اللہ وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیۂ نفس کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔ اور یہ اللہ نے ان لوگوں کو دوسرے لوگوں کی طرف بھی بھیجا ہے جو ابھی تک ان عربوں میں شامل نہیں ہوئے ہیں اور آخرکار آ ملیں گے اور اللہ غالب و حکمت والا ہے" (جمعہ)

پس جاننا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے زمانے میں مبعوث ہوئے جبکہ عبادت میں شرک عام تھا۔ آخرت و اثبات بعد الموت کو لوگ نہ مانتے تھے، عبادات کو لوگوں نے فراموش کر دیا تھا، دین حنیفی میں جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب منسوب ہے تحریفات ہو گئی تھیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کے آغاز میں شرک کا ابطال کیا، اور بہت سے شبہات کا جواب دیا، تحریفات کو ختم کیا۔ اس وقت عرب بالعموم اور قریش بالخصوص تعصب سے آپ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو تکلیفیں پہنچائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مدد اور قوت سے ان کے مقابلہ میں [illegible] ثابت قدمی دکھائی جس کی بدولت [illegible] (حق) واضح ہو گئی [illegible] نمایاں ہو گئی، لوگ دین حق میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہجرت اور جہاد کا حکم دیا گیا، اس سلسلہ میں آپ نے تائید خداوندی سے ایسی کوشش کی جس سے زیادہ [illegible] یہاں تک کہ (نتیجتاً) فتوحات حاصل ہوئیں، کافروں کو شکستیں اٹھانی پڑیں، جاہلیت کا دور پاش پاش ہو گیا، صفت عادلہ [illegible] کی [illegible] اور ظلم و ستم سے جن کا [illegible] ہو گیا تھا، عدم کی راہ لی، یہاں تک کہ جس سے وہ (عرب) [illegible] بالکل نا آشنا تھے ان میں رائج ہو گیا، اور یہ دو علم ہیں۔

علم قرآن، علم الایمان یعنی اسلام کے ارکان پنجگانہ اپنے اوقات کی پابندی اور آداب کی تعیین وغیرہ کے ساتھ، علم معاد (آخرت) یعنی برزخ، حشر، جنت و دوزخ کے حالات کی تشریح

تا ستون تتمون سبعین امۃ انتم خیرہا واکرمہا علی اللہ اخرجہ الترمذی

تم لوگ ستر امتوں کا تکملہ و تتمہ ہو اور تم اللہ کے نزدیک ان سب سے بہتر اور سب سے مکرم ہو۔ (ترمذی)

وعن ابن عباس فی قولہ عزوجل کنتم خیر امۃ اخرجت للناس قال ہم الذین ہاجروا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مکۃ الی المدینۃ اخرجہ الحاکم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی نے اس آیت قرآنی (کنتم خیر امۃ) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی۔ (مستدرک حاکم)

وقال اللہ تعالیٰ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان سے اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں اسی طرح زمین میں اپنا نائب و خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے ان سے اگلوں کو خلیفہ و نائب بنایا تھا اور جس دین کو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے لئے جما کر رہے گا۔ اور خوف و خطر جو ان کو لاحق ہے اس کے بعد عنقریب ان کو اس کے بدلے میں امن دے گا کہ ہماری عبادت کیا کریں گے اور کسی کو ہمارا شریک نہ گردانیں گے اور جو اس (تمام احسانات) کے بعد بھی ناشکری کرے تو ایسے ہی لوگ بدکار اور فاسق ہیں" (النور ۵۵)

عن ابی بن کعب قال لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ المدینۃ واٰواہم الانصار رمتہم العرب عن قوس واحدۃ کانوا لا یبیتون الا بالسلاح ولا یصبحون الا فیہ فقالوا ترون انا نعیش حتی نبیت امنین مطمئنین لا نخاف الا اللہ فنزلت وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم الآیۃ اخرجہ الحاکم

حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مدینہ آگئے اور انصار نے انہیں پناہ دی اور تمام عرب نے انہیں ایک کمان سے مارا (سارا عرب ان کا دشمن ہو گیا) تو وہ لوگ رات کو ہتھیار لگا کر سوتے تھے اور جب صبح کو اٹھتے تو ہتھیار بند رہتے تھے۔ سو انہوں نے کہا کیا ہم اس وقت تک جئیں گے کہ رات کو سلامتی و سکون کے ساتھ سو سکیں اور اللہ کے سوا کسی اور کا خوف نہ ہو۔ تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مستدرک حاکم)

وعن ابی عروۃ قال کنا عند مالک بن انس فذکروا رجلا ینتقص اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالک من اصبح من الناس وفی قلبہ غیظ علی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد اصابتہ ہذہ

ابو عروہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضرت مالک بن انس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، لوگوں نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی برائی کرتا تھا، اس پر حضرت مالک بن انس رضی نے فرمایا۔" جس شخص کے دل میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت ہو گی تو اس پر آیت (وعد اللہ الذین الآیۃ) کی مار پڑ کے رہے گی۔ (واحدی)

الآية وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات
أخرجه الواحدي.

ومنها بينا أن الله تعالى كشف على نبيه
فيما رأى أصحابه أن المراد بهذا استخلاف
أصحابه ثلثين سنة. وقال الله تعالى
ذلك مثلهم في التوراة ومثلهم في
الإنجيل كزرع أخرج شطأه فآزره
فاستغلظ فاستوى على سوقه يعجب
الزراع ليغيظ بهم الكفار وعد الله الذين
آمنوا وعملوا الصالحات منهم مغفرة و
أجرا عظيما

عن خيثمة قال قرأ رجل على عبد الله
سورة الفتح فلما بلغ كزرع أخرج شطأه
فآزره فاستغلظ فاستوى على سوقه
يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار قال
ليغيظ الله بالنبي صلى الله عليه وسلم
وبأصحابه الكفار قال ثم قال عبد الله
أنتم الزرع وقد دنا حصاده أخرجه
الحاكم. وعن عائشة في قوله تعالى
ليغيظ بهم الكفار قالت أصحاب رسول
الله صلى الله عليه وسلم أمروا بالاستغفار
لهم فسبوهم أخرجه الحاكم وقال
الواحدي هذا مثل ضربه الله تعالى
لمحمد صلى الله عليه وسلم فالزرع
محمد والشطأ أصحابه والمؤمنون حوله
وكانوا في ضعف وقلة كما كان أول
الزرع دقيقا ثم غلظ وقوي وتلاحق
كذلك المؤمنون قوى بعضهم بعضا
حتى استغلظوا واستووا على أمرهم

ہم پر واضح (بیان) کر چکے ہیں کہ اللہ نے اپنے نبی پر آپ کے صحابہ کے خوابوں کے
ذریعہ یہ بات منکشف کر دی تھی کہ اس سے مراد آپ کے اصحاب کا تیس سال تک
منصب خلافت پر فائز رہنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہی اوصاف ان (اصحاب)
محمد کے تورات میں بھی مذکور ہیں اور (یہی) اوصاف ان کے انجیل میں بھی ہیں اور
وہ مضبوط ہونے کی طرح ترقی کرتے جائیں گے جیسے کھیتی کہ اس نے (پہلے زمین سے) سوئی
نکالی پھر اس نے (اس کو قوی کیا) پھر وہ اور موٹی ہوئی پھر اپنے
تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی (اور) کسانوں کو خوش کرنے لگی (اسی طرح صحابہ میں اول ضعف تھا پھر روز
بروز ترقی ہوتی رہی ہے) تاکہ ان (کی ترقی) سے کافروں کو جلائے اللہ نے ان لوگوں سے جو کہ
ایمان لائے اور نیک عمل کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔
خیثمہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ کے سامنے ایک شخص نے سورۂ فتح کی
تلاوت کی اور جب وہ آیت کے اس حصہ کزرع اخرج الخ پر پہنچا تو انھوں
نے کہا تاکہ اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کے ذریعہ
کافروں کو جلائے اور جلانے کا سبب بنے۔ اسی راوی کا بیان
ہے کہ بعد ازاں حضرت عبداللہ نے کہا تم لوگ کھیتی ہو اور کھیتی کے
کٹنے کا وقت آ پہنچا ہے (مستدرک حاکم) اور حضرت عائشہ
نے اللہ کے اس ارشاد ليغيظ بهم الكفار کے بارے
میں فرمایا (مسلمانوں کو) اصحاب رسول اللہ کے بارے میں مغفرت
چاہنے کا حکم دیا گیا مگر انہوں نے ان اصحاب رسول کو گالیاں
دیں (مستدرک حاکم) واحدی کا قول ہے کہ یہ ایک مثال
ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے
بیان کیا ہے، سو کھیتی (زرع) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
اور شطأ (کونپل) ان کے اصحاب اور ان کے گرد جمع ہونے والے
مومنین ہیں یہ کمزور اور قلیل تھے جس طرح کھیتی ابتدا میں پتلی اور
کمزور ہوتی ہے پھر موٹی اور مضبوط ہو جاتی ہے اسی طرح مومنین
ہیں کہ انھوں نے ایک دوسرے کو مضبوط کیا تا آنکہ وہ مضبوط و
قوی ہو گئے اور ان کی حالت (معاملات) درست اور اعلیٰ ہو
گئی۔ ليغيظ بهم الكفار کی تفسیر ہے کہ اللہ نے اصحاب

لہ رواہ الحاکم

او است، و مقبول او ہرچہ موافقت ملت و مخالفت آن باشد یا اصابت رای و تفطن المعنی بلکہ مشابہ گردد این امر آنچہ ارادہ الہی افتادہ و ہرچہ می اندیشید از کمین غیب برحسب اندیشہ او ظاہر می شود چنانکہ حضرت مرتضیٰ فرمودہ‌اند عمر کان رشید الامر و فرمودہ تازیانہ عمر بہتر از سیف ما است ۔

رد کرتا ہے تو اس بنا پر کہ وہ مذہب کے مخالف ہے اور کسی بات کو قبول کرتا ہے تو اس بنا پر کہ وہ مذہب کے موافق ہے، یا اس کی رائے کی درستگی اور اس کی عقلی فہم ایسی ہوتی ہے کہ گویا اس کی رائے خود ارادہ و مشیت الٰہی کا آئینہ ہے وہ جو کچھ سوچتا ہے پردۂ غیب سے اس کی سوچ کے مطابق ظاہر ہوتا ہے چنانچہ حضرت (علی) مرتضیٰ کا قول ہے کہ حضرت عمر صائب الرائے تھے۔ (حضرت علی نے) یہ بھی فرمایا کہ حضرت عمر کا درہ ہماری تلوار سے بہتر ہے۔

وجہ ثانی آنکہ تربیت کند جمیع اصحاب خود را بتاثیر صحبت، و ہر یکی را امر معروف کند بر وفق بقدر آن حالت، و مواعظ و خطب بلیغ او موثرترین کلمات باشد در نفوس و کرامات عجیبہ و خوارق غریبہ از وی مشاہدہ افتد ۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ شخص اپنی تاثیر صحبت سے اپنے تمام اصحاب کی تربیت کرے۔ اور ہر شخص کو اس کے حال کے مطابق عمل کا حکم دے۔ اس کے بلیغ مواعظ اور خطبے کا لوگوں کے نفوس میں سب سے زیادہ اثر ہو اور عجیب و غریب کرامتیں اور حیرت انگیز خوارق اس سے ظہور میں آئیں۔

اما تشیید در باب تحمل اعباء دعوت بیک وجہ تواند بود کہ مرد جلیل القدر در نظر مردمان محترم باشد و آن روی در حل و عقد خویش حساب میکردہ باشند و جماعتی از ہر بطن جماعتی موالف باشند بالتعمیم ہمت در اسلام مقصود راسخ زند و بمجرد دخول او در اسلام جمعے در اسلام در آیند و بمجرد دخول او عزت اسلام ظاہر شود و در نظر مردمان چنان ظاہر گردد کہ این ملت را ظہوری شدنی است و دست متعصبان از تطاول این ملت بسبب قیام او بستہ گردد و توقع غلبہ از خاطر ایشان بسبب رسوخ قدم او منہزم باشد، باز چون جہاد در میان آید ہمہ جا تعیین او در قتال باشد در حل و عقد و جمیع رجال و نصب قتال او مشورت او در پذیرائی تمام باشد پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۔

دعوت و تبلیغ (اسلامیہ) کی ذمہ داری اٹھانے میں اس شخص کا (نبی سے) تشبہ اس طرح سے ہو سکتا ہے کہ ایسا جلیل القدر شخص جو لوگوں کی نظر میں لائق احترام ہو اور لوگ اس سے اپنے امور کے سلجھانے اور مسائل حل کرانے میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں اور ہر قبیلے کی شاخ سے ایک گروہ اس کے ساتھ وابستہ ہو اور وہ شخص اپنی اقبال مندی یا مردی (دولت مندی) سے صدق دل سے قبول کرے اور اس کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں اور اس کے دائرہ اسلام میں آنے کے ساتھ ہی اسلام کو غلبہ ہو اور یہ بات لوگوں کی نظر میں بالکل واضح ہو جائے کہ یہ مذہب غالب ہو کر رہے گا اور اس کے کھڑے ہو جانے کی وجہ سے دشمنوں کے ہاتھ اس ملت پر ظلم کرنے سے رک جائیں۔ اور اس شخص کے اسلام میں ثبات و استقلال کے باعث دشمنوں کے دلوں سے اپنے غلبہ کی امید جاتی رہے۔ پھر جب جہاد درمیان آ جائے تو ہر معرکہ میں اس کا دخل پورا ہو، حل و عقد، لوگوں کو اکٹھا کرنے اور قتال برپا کرنے میں اس کا دخل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اس کے مشورے کو پوری پذیرائی حاصل ہو۔

و اما تشبہ او با پیغمبر در نشر علوم بیان تواند بود کہ تصرف کند در علوم مرویہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارشاد طرق روایت و حمل ناس بر تعلیم علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، و اگر در مسئلہ اقوال

علوم کی اشاعت میں اس کا پیغمبر کے ساتھ تشبہ یوں ہو سکتا ہے کہ وہ روایت کے طریقوں کی جانب صحیح رہنمائی کر کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی تعلیم پر لوگوں کو آمادہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی علوم میں تصرف کرے۔ اور اگر کسی مسئلہ میں دلیل

روایات مختلف شوند خرق نماید از مضیق اختلاف بقضا و اجماع و ارشاد نماید طریق اجتہاد را و سد کند طرق تحریف را با جملہ احکام تمامیہ اخذ علم از پیغامبر واہم باشد درین وزہ دو واسطہ باشد درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و امت او در اخذ علوم۔

کے اقوال مختلف ہوں تو وہ اختلاف کی تنگنائے سے قضاء (فیصلہ) اور اجماع کے ذریعہ نکل جائے۔ اجتہاد کے راستے کی طرف صحیح رہنمائی کرے اور تحریف کے راستے کو بند کر دے، وہ تمام احکام میں پیغمبر سے علم حاصل کرے اس راستہ کا اہم ہو اور علوم کی تحصیل و اخذ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کے درمیان واسطہ و ذریعہ ہو۔

فائدہ :- در حدیث متواتر آمدہ است خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم (الحدیث) و سر در تفضیل صحابہ بر ہر کہ بعد از ایشان آمد آنست کہ ایشان واسطہ اند میان پیغامبر و این جماعت متاخرہ و از جہت غلبہ اسلام بواسطہ ایشان و رسیدن علم بسبب ایشان بعمرا گر میتوانی فہمید کہ در صنعت متابعت تمام دارد بدیواری کہ ہر خشت فوقانی متفرع است بر خشت تحتانی و بواسطہ استقامت او راست تا آخر کار بر اساس رسید۔ ہمچنین ہر قرن متاخر مستمد است بہ قرن متقدم است در شرائع اسلام و علوم و ہدایت و شرح تا آنکہ امر منتہی گردد بصاحب شرع کہ از جانب خدا تعالیٰ شرع را بلا واسطہ آورد۔ وہ نمی بینی کہ امروز کافری چون میخواہد کہ مسلمان شود چہ قدر حرکات عنیف می باید کرد کہ از میان اہل کفر و رسم کفر برآمدہ از اہل اسلام یاد گیرد و در آن متحقق گردد و تعلم زحمت تمام ناشی گردد ما را پدر و اجداد و اساتذہ و مشائخ باکرم و بجز تربیت خود ما را پیدا کرد تا داخل کلمہ کرد ما رسانیدند کلمہ اسلام بود داخل رسمی کرد ما شود ندرسم اسلام بود آن ہمہ محنت دشوار از سر ما بر داشتند و ب ادھما کہ ما در تیار ف صفیما در رحمت دیگر ا دارد داتم

فائدہ :- حدیث متواتر میں آیا ہے کہ سب سے اچھا قرن (زمانہ) میرا قرن ہے، پھر ان لوگوں کا جو میرے بعد آئیں گے الی آخر الحدیث، اپنے بعد آنے والے تمام لوگوں سے صحابہ کرام کے افضل ہونے کا راز یہ ہے کہ وہ پیغمبر اور بعد میں آنے والی جماعت کے درمیان ایک واسطہ و ذریعہ ہیں اور یہ کہ انہیں کے ذریعہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوا، اور یہ کہ انہیں کی بدولت علم (بعد میں آنے والوں تک) پہنچا اگر سمجھ سکتے ہو تو سمجھ لو کہ ملت کے امور و معاملات دیوار سے پوری مشابہت رکھتے ہیں جس کی ہر اوپر والی اینٹ نچلی اینٹ پر ٹکی ہوتی ہے اور وہی اس کی پائیداری کا سبب ہے اور اس کا سلسلہ بنیاد تک پہنچتا ہے۔ بالکل اسی طرح اسلامی شریعت و علوم ہدایت میں ہر متأخر قرن (بعد میں آنے والا زمانہ) اپنے متقدم قرن (اگلے زمانہ) عصر سے مدد حاصل کرتا ہے اور اس کا احسان مند ہوتا ہے تا آنکہ یہ بات صاحب شریعت پر جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے شریعت کو بغیر واسطہ و ذریعہ کے لیتا ہے آکر ختم ہو جاتی ہے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ آج اگر کوئی کافر مسلمان ہونا چاہتا ہے تو اسے کتنی پریشانیاں اٹھانی پڑتی ہیں اور اسے اہل کفر اور کفری رسم سے نکل کر اہل اسلام (کی رسوم و عادات کو) یاد کرنے اور ان کا عادی ہونے میں کس قدر سخت محنت و مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ خدا تعالیٰ ہمارے باپ دادا اساتذہ و مشائخ پر بے پناہ رحمت نازل کرے کہ انہوں نے ہمیں اپنی آغوش تربیت میں پالا اور ہم تک جو بھی بات انہوں نے پہنچائی وہ کلمہ اسلام تھی اور جو بھی رسم انہوں نے ہمیں سکھائی وہ اسلام کی رسم تھی اور انہوں نے اس محنت و مشقت کو جو ہمیں سہنی پڑتی برداشت کیا اے میرے پالنے والے ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا

(زان) بسبب اصول ایشان گردانا و کرا ایشان را بحیثین
در بحر نور و تربیت کرده و ایذا این مؤنت خلاص
گردانید بعد بحیثین تا آنکہ صلوات نامیہ و تحیات
کاملہ تحفہ جناب عالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کرده و بعدد ہر مسلمانی کہ بایں ملت متقیہ منتسب
گردید علماً و عملاً این بحیثین با بدواشت این چنین
مشت در ہر جان خود را بدنہاد تا بر آبای ظاہری
و باطنی کرده باشیم و از عقوق ایشان در دو جہان
والحمد للہ رب العالمین۔

مقدمہ سادسہ بیان تحقیق این خصال در شیخین بوجہ کمال۔

داخل بودن بعثت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم
بعث ایشان را و اعلام از جانب غیب بایں معنی
پس بفصل و از ان در مسلک اول تقریر کرده شد
و از ین باب است قصہ اسقف عن الاقرع
مؤذن عمر بن الخطاب قال بعثنی عمر بن
الخطاب الی اسقف فدعوتہ فقال لہ
عمر ھل تجدنی فی الکتاب قال نعم قال
کیف تجدنی قال اجدک قرنا فرفع
علیہ الدرۃ فقال قرن مہ قال قرن
حدید امین شدید قال کیف تجد
الذی یجیئ بعدی قال اجدہ خلیفۃ
صالحا غیر انہ یؤثر قرابتہ قال عمر
یرحم اللہ عثمان ثلثا قال کیف تجد
الذی بعدہ قال اجدہ صدأ حدید
قال فوضع عمر یدہ علی رأسہ فقال
یا دفراہ فقال یا امیر المؤمنین انہ خلیفۃ
صالح ولکنہ یستخلف حین یستخلف
والسیف مسلول والدم مھراق قال

بعد اس سے بھی زیادہ بھرپور اور پوری رحمت ان (والدین) کے اصول
(آباؤ اجداد) پر نازل فرما کہ انہیں ان لوگوں سے بھی اسی طرح اپنی آغوش
میں پالا ہے اور شفقت و مہربانی سے نجات دلائی ہے۔ اور
اسی طرح رحمت فرما تا آنکہ مکمل درود و کامل سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
بارگاہ عالی میں ان سب ماؤں کی تعداد کے برابر جو اس مذہب (اسلامیہ)
سے علم و عمل کی نسبت سے منتسب ہیں بطور تحفہ بھیجے علم و عمل کی رو سے ایسا ہی جانا
جائے اور ایسے ہی احسان اپنی جان پر رکھنا چاہئے تاکہ اپنے ظاہری
و باطنی آباء کے حق میں دعا کریں اور ان کی نافرمانی سے دور رہیں۔ اور ساری
تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو اہل عالم کا پالنے والا ہے۔

چھٹا مقدمہ۔ ان فضائل (یا اوصاف) کے شیخین میں بدرجہ کمال پائے جانے کا بیان۔

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت میں ان (شیخین) کی بعثت کا داخل
شامل ہونا اور اس مفہوم کی غیب سے اطلاع دینا تو اس سے متعلق مسلک اول
میں ایک فصل تحریر کی جا چکی ہے۔ اور اسقف (عیسائی پادری) والا قصہ
بھی اسی باب سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب کے مؤذن اقرع کا
بیان ہے کہ مجھے (حضرت) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے اسقف
(راہب) کے پاس بھیجا سو میں اسے بلا لایا۔ اس سے حضرت عمر نے پوچھا کہ
تمہاری کتاب میں میرا ذکر ہے؟ اسقف (راہب) نے جواب دیا ہاں ہے۔
حضرت عمر نے فرمایا میرا ذکر کس طور سے ہے؟ اسقف نے کہا آپ کا
ذکر ایک قرن (قلعہ) کے طور پر ہے۔ اس پر حضرت عمر نے اپنا درہ اٹھا
لیا اور فرمایا کیسا کوئی قلعہ (قرن)؟ اسقف (راہب) نے جواب دیا کہ لوہے کا
قلعہ ایک سخت امین۔ پھر حضرت عمر نے دریافت فرمایا کہ جو (خلیفہ) میرے
بعد آئے گا اس کا ذکر تمہاری کتاب میں کس طرح ہے؟ اسقف (راہب)
نے کہا وہ ایک صالح خلیفہ ہوں گے مگر وہ اپنے قرابتداروں کو حکومت
کے عہدے دیں گے۔ اس پر حضرت عمر نے تین بار فرمایا کہ اللہ عثمان پر رحم کرے
پھر پوچھا جو (خلیفہ) ان (عثمان) کے بعد آئے گا وہ کیسا ہوگا؟ اسقف
(راہب) نے کہا وہ ہمیشہ زرہ پوش و مسلح رہے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سنکر
حضرت عمر نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کیسی بدبو ہے؟ (یا دفراہ) اس پر
اسقف (راہب) بولا اے امیر المومنین وہ ایک صالح خلیفہ ہونگے مگر جب

ابو داؤد والذی فرقہ المتن اخرجہ
ابو داؤد فی بعض النسخ۔

واری باب سنت رؤیای عوف بن
مالک عن عوف بن مالک الاشجعی انہ
رأی فی المنام کان الناس جمعوا واذا
فیہم رجل فرعہم فہو فوقہم بثلث
اذرع قال فقلت من ہذا قال عمر
قلت لم قالوا لان فیہ ثلث خصال
لانہ لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم
وانہ خلیفۃ مستخلف وشہید
مستشہد قال فاتی ابا بکر فقصہا
علیہ فارسل الی عمر فدعاہ لیبشرہ
قال فجاء عمر قال فقال لی ابو بکر
اقصص رؤیاک قال فلما بلغت خلیفۃ
مستخلف زجرنی عمر وانتہرنی وقال
اسکت تقول ہذا وابو بکر حی قال
فلما کان بعد ان ولی عمر مررت
بالشام وہو علی المنبر قال فدعانی
وقال اقصص رؤیاک فقصصتہا فلما
قلت انہ لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم
قال انی لارجو ان یجعلنی اللہ منہم
قال فلما قلت خلیفۃ مستخلف
قال قد استخلفنی اللہ فسلہ ان
یعیننی علی ما ولانی فلما ان ذکرت
شہید مستشہد قال انی لی بالشہادۃ
وانا بین اظہرکم تغزون ولا اغزو
ثم قال بلی یأت اللہ بہا ان شاء
اللہ اخرجہ ابو عمر فی الاستیعاب۔

انہیں خلافت ملے گی اس وقت تم لوگ انہیں ہو گے خون بہا کر جنگ اور خونریزی اور جنگ کا
بازار گرم ہوگا ابو داؤد کا بیان ہے کہ دفرۃ بدبلا کو کہتے ہیں۔ اس حدیث کو
ابو داؤد نے اپنے بعض نسخوں میں روایت کیا ہے۔

عوف بن مالک کا خواب بھی اسی سلسلے سے تعلق رکھتا ہے، عوف بن مالک
اشجعی سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا گویا لوگ اکٹھے ہو رہے ہیں
انہیں میں ایک شخص ایسا ہے جو قد میں سب سے تین ہاتھ اونچا ہے
عوف نے پوچھا یہ شخص کون ہے؟ جواب ملا کہ یہ عمر ہیں۔ (راوی کا بیان
ہے کہ) میں نے پھر دریافت کیا کہ یہ تین ہاتھ اونچے کیوں ہیں؟ لوگوں نے
جواب میں کہا یہ اسلئے کہ ان میں تین اوصاف ہیں (اول یہ) کہ وہ اللہ کے بارے
میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے (دوم یہ کہ) وہ ایسے خلیفہ
ہیں جنہیں خلیفہ سابق نے اپنا جانشین مقرر کیا ہے اور (سوم یہ کہ) وہ شہید
مستشہد ہیں۔ عوف کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر کے پاس جا کر یہ
خواب انہیں سنایا۔ اس پر (حضرت ابو بکر نے) حضرت عمر کو بشارت دینے کی
غرض سے بلوا بھیجا جب حضرت عمر آئے تو حضرت ابو بکر نے راوی سے
فرمایا کہ اپنا خواب بیان کرو۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں "خلیفہ مستخلف"
پر پہنچا تو حضرت عمر نے مجھے ڈانٹا اور کہا کہ خاموش رہو تم یہ بات ابو بکر
کی زندگی میں کہتے ہو۔ راوی نے مزید کہا کہ جب حضرت عمر منصب خلافت
پر فائز ہوئے تو میں ملک شام سے گزرا وہاں وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔
انہوں نے مجھے بلا کر خواب والی بات بیان کرنے کو کہا میں نے اسے بیان کیا
جب میں اس بات پر پہنچا کہ وہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت
سے نہیں ڈرتے تو حضرت عمر نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ مجھے ایسے ہی لوگوں
میں شامل کریگا۔ راوی نے جب "خلیفہ مستخلف" کہا تو فرمایا اللہ نے
مجھے خلیفہ بنایا ہے اللہ سے دعا کرو کہ جس منصب پر اس نے مجھے فائز
کیا ہے اس میں میری مدد فرمائے۔ راوی نے کہا کہ جب میں نے شہید
مستشہد کہا تو حضرت عمر نے فرمایا مجھے شہادت کیسے نصیب ہوگی
کیونکہ میں تو تم لوگوں کے درمیان ہوں تم لوگ جہاد کرتے ہو اور میں
جہاد نہیں کرتا۔ پھر فرمایا کہ اگر اللہ کی مشیت ہی ہے تو اس (شہادت)
کو بھی لائے گا۔ استیعاب میں اس روایت کو ابو عمر نے
نقل کیا ہے۔

واما تشبیہ شیخین بحضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم در جزء عقل نفس ناطقہ بآن دو طریقہ کہ بیان کردیم پس شواہد بسیار دارد، از انجملہ حدیث ابی الدرداء قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدقت وواسانی بنفسہ ومالہ فہل انتم تارکوا لی صاحبی مرتین فما اوذی بعدہا۔ اخرجہ البخاری۔

وحدیث عائشۃ قالت لما اسری بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد الاقصی اصبح یتحدث الناس بذلک فارتد ناس ممن کان آمنوا بہ وصدقوہ وسعوا بذلک الی ابی بکر رضی اللہ عنہ فقالوا ہل لک الی صاحبک یزعم انہ اسری بہ اللیلۃ الی بیت المقدس قال لو قال ذلک لقد صدق قالوا او تصدقہ ان ذہب اللیلۃ الی بیت المقدس وجاء قبل ان یصبح قال نعم انی لاصدقہ فیما ہو ابعد من ذلک اصدقہ بخبر السماء فی غدوۃ او روحۃ فلذلک سمی ابوبکر الصدیق۔ اخرجہ الحاکم۔

قال ابو عمر سمی الصدیق لبدارہ الی تصدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل ما جاء بہ وقیل بل قیل لہ الصدیق لتصدیقہ فی خبر الاسراء وفی حدیث التخییر قال علی کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اب رہا شیخین کا جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفس ناطقہ کے جزو عقل میں ان دو طریقوں سے تشبیہ جنہیں ہم نے بیان کیا ہے، تو (تشبیہ) کے شواہد بہت سے ہیں۔ انہیں میں حضرت ابو درداء کی حدیث ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے تم لوگوں کی طرف مبعوث کیا تو تم نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو جبکہ ابوبکر نے کہا کہ آپ سچے ہیں۔ انہوں نے اپنی ذات اور اپنے مال سے میری غمخواری کی تو کیا تم لوگ میری خاطر میرے ساتھی کو چھوڑ دو گے، یہ بات (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) دوبار کہی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر کو کوئی اذیت نہ دی گئی۔ یہ حدیث بخاری نے بیان کی ہے۔

(اسی سلسلہ کی) حضرت عائشہ کی حدیث ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں مسجد اقصیٰ تک تشریف لے گئے تو آپ نے صبح کے وقت لوگوں سے اس واقعہ کو بیان کیا (اس پر) کچھ لوگ جو آپ پر ایمان لا چکے اور آپ کی تصدیق کر چکے تھے دین سے پھر گئے (مرتد ہو گئے) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا کیا آپ نے سنا کہ آپ کے ساتھی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہتے ہیں کہ انہیں رات کے وقت بیت المقدس کی سیر کرائی گئی ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا اگر انہوں نے یہ کہا ہے تو سچ کہا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اے ابوبکر کیا تم اس بات پر ان کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ رات کو بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے وہاں سے واپس آ گئے۔ حضرت ابوبکر نے کہا ہاں! میں تو ان باتوں میں بھی ان کی تصدیق کرتا ہوں جو اس (واقعہ اسراء) سے بھی زیادہ بعید از قیاس ہیں۔ صبح و شام آسمان (غیب) کی خبریں دیتے ہیں میں ان کی تصدیق کرتا ہوں (راوی کا بیان ہے کہ) حضرت ابوبکر کو اسی وجہ سے صدیق کا لقب ملا۔ یہ روایت حاکم نے بیان کی۔

ابو عمر کا قول ہے کہ حضرت ابوبکر کو صدیق اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام باتوں کی جو آپ نے پیش کیں فوراً سب سے پہلے تصدیق کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہیں اس لئے صدیق کا نام دیا گیا کہ انہوں نے اسراء (معراج) کی خبر کی تصدیق کی تھی۔ حدیث تخییر کے ضمن میں حضرت علی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخیر تھے اور ابوبکر

هو المخير فكان ابو بكر اعلمنا به وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم دعوا لي صاحبي فانكم قلتم لي كذبت وقال لي صدقت وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم في كلام البقرة والذئب آمنت به أنا وأبو بكر وعمر وما هما ثَمَّ علماً منه بما كان عليه من اليقين والايمان انتهى قول ابي عمر۔

اس کے بارے میں ہم سب سے زیادہ جانتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے ساتھی (دوست) کو میری خاطر چھوڑ دو کیونکہ تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر نے میری تصدیق کی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گائے اور بھیڑیے کی بات کے متعلق فرمایا "اس پر میں اور ابوبکر و عمر ایمان لائے۔" حالانکہ وہ دونوں وہاں موجود نہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر کے یقین اور ایمان سے واقفیت کی بنا پر ان کی طرف سے تصدیق فرمائی۔ ابو عمر کا قول ختم ہوا۔

وعن ابي سعيد الخدري ان رسول الله صلى الله عليه وسلم جلس على المنبر فقال ان عبدا خيره الله بين ان يؤتيه من زهرة الدنيا ما شاء وبين ما عنده فاختار ما عنده فقال ابو بكر فديناك يا رسول الله بآبائنا وامهاتنا قال فعجبنا فقال الناس انظروا الى هذا الشيخ يخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن عبد خيره الله بين ان يؤتيه من زهرة الدنيا ما شاء وبين ما عند الله وهو يقول فديناك بآبائنا وامهاتنا فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم هو المخير وكان ابو بكر هو اعلمنا به فقال النبي صلى الله عليه وسلم ان من امن الناس علي في صحبته وماله ابو بكر ولو كنت متخذا خليلا لاتخذت ابا بكر خليلا ولكن اخوة الاسلام لا يبقين في المسجد خوخة الا خوخة ابي بكر اخرجه الترمذي والشيخين

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا ایک بندے کو اللہ نے اس بات میں اختیار دیا کہ خواہ دنیا کی نعمت جتنی وہ چاہے اللہ اسے دیدے یا جو اللہ کے ہاں ہے (آخرت میں) وہ لے لے۔ سو اس بندے نے وہ پسند کیا جو اللہ کے ہاں ہے" یہ سنکر حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ آپ پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس پر ہمیں تعجب ہوا اور لوگوں نے کہا کہ ذرا اس بزرگ کو تو دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے بندے کے بارے میں خبر دے رہے ہیں جسے اللہ نے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی نعمتیں جتنی چاہے لے لے یا وہ پسند کرلے جو اللہ کے ہاں ہے" اور یہ کہہ رہے ہیں کہ "ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں"۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخیر تھے (انہیں اختیار دیا گیا تھا کہ وہ دنیا اور اللہ میں سے ایک کو پسند کرلیں) اور حضرت ابوبکر کو اس بات کا سب سے زیادہ علم تھا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی دوستی (صحبت) اور مال کے متعلق لوگوں میں سب سے زیادہ ابوبکر کا مجھ پر احسان ہے۔ اور اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ضرور ابوبکر کو دوست بناتا لیکن (اخوت تو اسلام کی ہے) مسجد میں کوئی (دروازہ) ابوبکر کے (دروازے) کے سوا باقی نہ رکھا جائے۔ اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا ہے اور شیخین (بخاری و مسلم) نے بھی ایسی ہی حدیث مختصر

نحوه من طريق متعددة.

وعن عائشة ان ابا بكر لم يقل بيت شعر في الاسلام حتى مات وانه كان قد حرم الخمر في الجاهلية هو وعثمان رضي الله عنهما اخرجه ابو عمر في الاستيعاب.

وعن سعيد بن المسيب ان رجلا من اسلم جاء الى ابي بكر الصديق فقال له ان الآخر زنى فقال له ابو بكر هل ذكرت هذا لاحد غيري فقال لا فقال له ابو بكر تب الى الله واستتر بستر الله فان الله يقبل التوبة عن عباده فلم تقرره نفسه حتى اتى عمر بن الخطاب فقال له مثل ما قال لابي بكر فقال له عمر مثل ما قال له ابو بكر قال فلم تقرره نفسه حتى جاء الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له ان الآخر زنى قال سعيد فاعرض عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلث مرات كل ذلك يعرض عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى اذا اكثر بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم الى اهله فقال ايشتكي ام به جنة فقالوا يا رسول الله والله انه لصحيح فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابكر ام ثيب قالوا بل ثيب يا رسول الله فامر به رسول الله صلى الله عليه وسلم فرجم. اخرجه مالك.

وعن المسور بن مخرمة في قصة الحديبية

سلسلوں سے روایت کی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی وفات تک کوئی شعر نہیں کہا اور یہ کہ انہوں نے اور حضرت عثمانؓ نے زمانہ جاہلیت (ہی) میں شراب کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ اس روایت کو ابو عمر نے استیعاب میں نقل کیا ہے۔

سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ قبیلۂ اسلم کا ایک آدمی حضرت صدیقؓ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ مجھ بدبخت سے زنا ہو گیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس سے کہا کہ کیا تم نے اس بات کا میرے سوا کسی اور سے بھی ذکر کیا ہے؟ اس آدمی نے کہا نہیں، تب اس سے حضرت ابوبکرؓ نے کہا اللہ سے توبہ کر لو اور اس گناہ کو چھپاؤ، اللہ بھی اسے چھپائے گا، کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ مگر اس بات سے (اس آدمی کا) دل مطمئن نہ ہوا۔ اور وہ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس آیا اور ان سے بھی وہی کہا جو حضرت ابوبکرؓ سے کہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے بھی اسے وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکرؓ نے دیا تھا۔ لیکن اب بھی اس کا ضمیر مطمئن نہ ہوا۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ ذلیل نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ (راوی) سعید (بن مسیب) کا بیان ہے کہ تینوں بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا۔ اس شخص نے یہ بات تین بار دہرائی اور ہر بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ موڑ لیا۔ مگر جب اس نے یہ بات بار بار کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے گھر والوں کو بلا بھیجا اور ان سے فرمایا کہ کیا اسے کسی قسم کی بیماری ہے؟ یا یہ دیوانہ ہے؟ ان لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول یہ صحت مند ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا یہ کنوارا ہے یا شادی شدہ؟ اس کے گھر والوں نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول یہ شخص شادی شدہ ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ یہ روایت مالک کی ہے۔

حدیبیہ اور ابوجندل کے واقعہ سے متعلق مسور بن مخرمہ سے

وحديث أبي جندل فقال عمر بن الخطاب فأتيت نبي الله صلى الله عليه وسلم فقلت ألست نبي الله حقا قال بلى قلت ألسنا على الحق وعدونا على الباطل قال بلى قلت فلم نعطي الدنية في ديننا إذا قال إني رسول الله ولست أعصيه وهو ناصري قلت أوليس كنت تحدثنا أنا سنأتي البيت فنطوف به قال بلى أفأخبرتك أنا نأتيه العام قلت لا قال فإنك آتيه ومطوف به قال فأتيت أبا بكر فقلت يا أبا بكر أليس هذا نبي الله حقا قال بلى قلت ألسنا على الحق وعدونا على الباطل قال بلى قلت فلم نعطي الدنية في ديننا إذا قال أيها الرجل إنه رسول الله وليس يعصي ربه وهو ناصره فاستمسك بغرزه فوالله إنه على الحق قلت أليس كان يحدثنا أنا سنأتي البيت فنطوف به قال بلى أفأخبرك أنك تأتيه العام قلت لا قال فإنك آتيه ومطوف به. أخرجه البخاري.

مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے کہا "کیا آپ اللہ کے سچے نبی ہیں؟" رسول اللہ نے فرمایا "ہاں بیشک" پھر میں نے کہا "کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟" تو اس کا جواب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات میں دیا۔ اب میں نے کہا "تو پھر ہم اپنے دین میں کمزوری کا مظاہرہ کیوں کر رہے ہیں؟" جواب میں رسول کریمؐ نے فرمایا "میں اللہ کا رسول ہوں اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ میرا ناصر و مددگار ہے۔" میں نے کہا "کیا آپ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب خانہ کعبہ میں جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب یہ دیا "ہاں! مگر کیا میں نے یہ خبر دی تھی کہ ہم اسی سال جائیں گے؟" میں نے عرض کیا "نہیں" رسول کریمؐ نے فرمایا "تم خانہ کعبہ آؤ گے، اس کی زیارت کرو گے اور اس کا طواف بھی کرو گے۔" حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور ان سے کہا "اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟" انہوں نے کہا "ہاں! وہ اللہ کے سچے نبی ہیں" میں نے کہا "کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟" انہوں نے اس کا جواب بھی اثبات میں دیا۔ اب میں نے کہا "تو پھر ہم اپنے دین میں کمزوری کا مظاہرہ کیوں کر رہے ہیں؟" حضرت ابوبکرؓ نے جواب میں فرمایا "اے بندۂ خدا! وہ اللہ کے رسول ہیں وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہے سو ان کی رکاب کو مضبوطی سے پکڑے رہو کیونکہ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔" میں نے کہا "کیا وہ ہم سے یہ بیان نہیں کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟" حضرت ابوبکرؓ نے کہا "ہاں! مگر کیا انہوں نے تمہیں یہ بتایا تھا کہ تم اسی سال کعبہ کی زیارت کرو گے؟" میں نے کہا "نہیں" اب حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "تو تم کعبہ آؤ گے اس کی زیارت کرو گے اور اس کا طواف کرو گے۔" یہ حدیث بخاری نے بیان کی ہے۔

وعن ابن عباس قال لما أخرج أهل مكة النبي صلى الله عليه وسلم قال أبو بكر الصديق رضي الله عنه إنا لله وإنا إليه راجعون أخرجوا نبيهم ليهلكوا قال فنزلت أذن للذين يقاتلون بأنهم ظلموا وإن الله على نصرهم لقدير قال أبو بكر الصديق فعلمت أنها قتال

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اہل مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر سے نکال دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا "انا للہ وانا الیہ راجعون" انہوں نے اپنے نبی کو نکال دیا اب یہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اس بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی "جن مسلمانوں سے کافر لڑتے ہیں ان کو ان کافروں سے لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا ہے اور بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے (الحج ۳۹)" تب حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ مجھے معلوم

اخرجه الحاكم.

ہو گیا کہ یہ جہاد (و قتال) کا حکم ہے۔ اسے حاکم نے بیان کیا ہے۔

وفي قصة رؤيا النبي صلى الله عليه وسلم غنما كثيرة سودا دخلت فيها غنم كثيرة بيض وفي رواية ابي ايوب قول النبي صلى الله عليه وسلم يا ابا بكر اعبرها فقال ابو بكر يا رسول الله هي العرب تتبعك ثم تتبعها العجم حتى تغمرها فقال النبي صلى الله عليه وسلم هكذا اعبرها الملك السحر اخرجه الحاكم.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رویا کے قصہ میں کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ سیاہ بھیڑوں کی بہت بڑی تعداد میں سفید بھیڑوں کی بھاری تعداد گھس آئی ہے۔ ابو ایوب کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے اپنے اس خواب کی تعبیر بیان کرنے کو فرمایا۔ سو حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے اللہ کے رسول۔ (سیاہ بھیڑیں) عرب ہیں جو آپ کی پیروی کریں گے بعد ازاں عجم اس کثرت سے آپ کے متبع ہوں گے کہ عرب کو ڈھانپ لیں گے۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل (علیہ السلام) نے بھی یہی تعبیر کی ہے۔ اس حدیث کی تخریج حاکم نے کی ہے۔

وقال ابن هشام حدثني بعض اهل العلم عن ابراهيم بن جعفر المحمودي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت اني لقمت لقمة من حيس فالتذذت طعمها فاعترض في حلقي منها شيء حين ابتلعتها فادخل علي يده فنزعه فقال ابو بكر الصديق رضي الله عنه يا رسول الله هذه سرية من سراياك تبعثها فيأتيك منها بعض ما تحب ويكون في بعضها اعتراض فتبعث عليا فيسهله.

ابن ہشام کا قول ہے کہ ان سے بعض اہل علم نے ابراہیم بن جعفر محمودی کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے حیس (خرما اور گھی سے تیار کردہ) ایک کھانے کا لقمہ لیا (وہ مجھے بڑا لذیذ معلوم ہوا) مگر جب میں نے اسے نگلا تو اس میں سے تھوڑا سا میرے حلق میں پھنس گیا۔ علیؓ نے اپنا ہاتھ ڈال کر اسے باہر نکال دیا۔ یہ خواب سنا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول یہ آپ کے سرایا (دستہ فوج) میں سے ایک سریہ ہے جسے آپ (دشمنوں کے خلاف) بھیجیں گے پس ان سے کچھ ایسی باتیں آپ تک آئیں گی جنہیں آپ پسند فرمائیں گے اور ان کی بعض باتوں سے آپ کو تکدر (تکلیف) ہوگی۔ آپ علیؓ کو بھیجیں گے اور وہ اس (مشکل) کو آسان کر دیں گے۔

وعن عائشة قالت رأيت ثلاثة اقمار سقطن في حجرتي فقصصت رؤياي على ابي بكر الصديق قالت فلما توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم ودفن في بيتها قال لها ابو بكر هذا احد اقمارك وهو خيرها. اخرجه مالك في الموطا.

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے حجرہ میں تین چاند ٹوٹ کر گرے ہیں۔ میں نے اس خواب کو حضرت ابوبکرؓ سے بیان کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ حضرت عائشہؓ کے گھر (حجرہ) میں سپرد خاک کیا گیا تو حضرت ابوبکرؓ نے ان سے کہا کہ تمہارے حجرے میں گرنے والے چاندوں میں سے یہ ایک ہے اور یہ ہر سہ چاندوں سے بہتر ہے۔ امام مالک نے الموطا میں اس کی تخریج کی ہے۔

وعن ابي هريرة قال قال رسول الله

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یکن فی امتی منہم احد فانہ عمر۔ اخرجہ البخاری۔

نے فرمایا۔ تم سے پہلے کی امتوں میں محدث[1] تھے۔ سو اگر ان میں سے میری امت میں کوئی (محدث) ہوا تو وہ عمر ہوں گے۔ اس روایت کی تخریج بخاری نے کی ہے۔

قال ابو عمر من حدیث ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ ونزل القرآن بموافقتہ فی اسری بدر وفی الحجاب وفی تحریم الخمر وفی مقام ابراہیم۔

ابو عمر نے حضرت (عبداللہ) ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ نے عمر کی زبان اور دل پر حق (بیج) کو (رواں) کر دیا ہے۔ "اسیران بدر" "حجاب" (عورتوں کا پردہ) "حرمت شراب" اور "مقام ابراہیم" کے بارے میں (حضرت) عمر کی رائے کے مطابق قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں۔

وروی من حدیث عقبۃ بن عامر وابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لو کان بعدی نبی لکان عمر۔

عقبہ بن عامر اور ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہما) کی حدیث ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔

ومن حدیث ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینا انا نائم اتیت بقدح لبن فشربت حتی رأیت الری یخرج من اظفاری ثم اعطیت فضلی عمر قالوا فما اولت ذلک یا رسول اللہ قال العلم و قال علی ما کنا نبعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر۔

عبداللہ ابن عمر کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حالت خواب میں تھا کہ میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا میں نے پیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ سیرابی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے (یعنی میں سیراب ہو گیا) پھر میں نے اپنا جوٹھا عمر کو دیا۔ (اس پر صحابہ نے) کہا کہ اے اللہ کے رسول اس کی کیا تاویل ہے؟ آپ نے فرمایا "علم" اور حضرت علی نے کہا کہ ہم اس بات کو بعید از قیاس نہیں جانتے تھے کہ سکینہ[2] عمر کی زبان پر بولتی ہے (ان کی گفتگو سے لوگوں کو تسکین قلب حاصل ہوتی تھی)۔

عن ابن سیرین قال کعب لعمر یا امیر المؤمنین ہل تری فی منامک شیئا فانتہرہ فقال انا نجد رجلا یری امر الامۃ فی منامہ اخرجہ ابن عساکر۔

ابن سیرین سے مروی ہے کہ کعب (احبار) نے حضرت عمر سے عرض کی کہ اے امیر المومنین کیا آپ کو خواب میں کچھ دکھائی دیتا ہے۔ اس پر حضرت عمر نے انہیں ڈانٹا۔ (کعب نے) کہا "مجھے اپنی کتابوں میں ایک شخص ایسا دکھائی دیتا ہے جو امت (مسلمہ) کے معاملات کو اپنے خواب میں ٹھیک ٹھیک دیکھتا ہے" یہ روایت ابن عساکر کی ہے۔

ذکر ابن ابی داؤد فی کتاب المصاحف

ابن ابی داؤد نے کتاب المصاحف میں بیان کیا ہے کہ حضرت

[1] محدث وہ شخص ہے جس کے دل میں کوئی بات الہام کی جائے اور وہ اپنی ذات و گمان سے اس کی خبر دے یعنی شخص صادق و راست گمان۔ [2] ایسی گفتگو جس سے لوگوں کے دلوں کو تسکین ہو۔

انه كان ابوبكر يسمع مناجاة جبرئيل للنبي صلى الله عليه وسلم ولا يراه. من كتاب الخصائص في باب ما كان يظهر عليه في الوحي من الآيات. وقال حذيفة كان علم الناس كلهم قد دس في جحر مع علم عمر.

(ابوبکر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبرئیل کی سرگوشی کو سنتے تھے مگر انہیں (جبرئیل کو) دیکھتے نہ تھے۔ (یہ روایت کتاب الخصائص کے اس باب میں از مشرح ہے جو ان آیات وحی سے متعلق ہیں جو ان پر ظاہر ہوئی تھیں) حضرت حذیفہ کا بیان ہے کہ تمام لوگوں کا علم حضرت عمر کے علم کے ساتھ ایک سوراخ میں پنہاں کر دیا گیا تھا۔ (یعنی حضرت عمر کا تنہا علم سب کے علم پر بھاری تھا۔)

وقال ابن مسعود لو وضع علم احياء العرب في كفة ميزان ووضع علم عمر في كفة لرجح علم عمر ولقد كانوا يرون انه ذهب بتسعة اعشار العلم ولمجلس كنت اجلسه من عمر اوثق في نفسي من عمل سنة انتهى كلام ابي عمر.

اور (عبداللہ) ابن مسعود کا قول ہے کہ اگر تمام قبائل عرب کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں عمر کا علم رکھا جائے تو عمر کے علم کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اور (صحابہ) کی یہ رائے تھی کہ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے حضرت عمر کے حصے میں آئے۔ میں حضرت عمر کی جس مجلس میں بیٹھتا تھا وہ میرے ایک سال کے عمل سے بھی زیادہ تقرب کی موجب ہے۔ ابو عمر[1] کا کلام ختم ہوا۔

عن عبد الله بن عمر قال ما سمعت عمر لشيء قط يقول اني لاظنه كذا الا كان كما يظن. اخرجه البخاري.

عبداللہ ابن عمر کی روایت ہے کہ میں نے جب بھی حضرت عمر کو یہ کہتے سنا کہ "میرا خیال (گمان) یہ ہے" تو وہ معاملہ ان کے گمان و خیال کے مطابق ہی ہوتا تھا۔ یہ روایت بخاری کی ہے۔

وعنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله جعل الحق على لسان عمر وقلبه. وقال ابن عمر ما نزل بالناس امر قط فقالوا فيه وقال فيه عمر الا نزل فيه القرآن على نحو ما قال عمر. اخرجه الترمذي.

انہی سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ نے حق کو عمر کی زبان و دل پر (جاری) کر دیا ہے" یہ ابن عمر نے کہا جب بھی لوگوں کو کوئی واقعہ پیش آیا اور اس سے متعلق لوگوں نے ایک رائے ظاہر کی اور حضرت عمر نے اپنی الگ رائے ظاہر کی تو قرآن حضرت عمر کی رائے کے مطابق ہی نازل ہوا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

وعن عمرو بن شرحبيل عن عمر بن الخطاب انه قال اللهم بين لنا في الخمر بيان شفاء فنزلت التي في البقرة يسألونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير الآية فدعي عمر

عمرو ابن شرحبیل سے مروی ہے حضرت عمر ابن خطاب کا یہ قول مروی ہے کہ "اے اللہ! خمر (شراب) سے متعلق ہمارے (مسلمانوں کے) لئے ایک شافی بیان ظاہر فرما" اس پر وہ آیت نازل ہوئی جو سورۂ بقرہ میں ہے کہ یسألونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر[2] (لوگ آپ سے خمر اور میسر (جوئے) کے

[1] یعنی علامہ ابن عبدالبر کا کلام۔ [2] سورۃ البقرۃ : ۲۱۹

فقرئت علیه ثم قال اللهم بین لنا فی الخمر بیان شفاء فنزلت التی فی النساء یا أیها الذین آمنوا لا تقربوا الصلوة وانتم سکاری فدعی عمر فقرئت علیه ثم قال اللهم بین لنا فی الخمر بیان شفاء فنزلت التی فی المائدة إنما یرید الشیطان الی قوله فهل انتم منتهون فدعی عمر فقرئت علیه فقال انتهینا انتهینا.

أخرجه الترمذی

مقدمه سابعه: در بیان رجحان شیخین بر غیر خویش در این خصال که مناط فضل کل را آنها دانیم و پیش از خوض در این مقدمه نکته چند تقریر نمائیم تا خوض در مقصد بر وجه بصیرت واقع شود۔

نکتهٔ اولیٰ: باید دانست که سنة الله جاری شده که بندگان مقرب او تعالیٰ در جمیع صفات کمال برابر نباشند بلکه تفاوت باشند در کارخانه الٰهی رحم ابوبکر درکار است چنانکه شدت عمر درکار است نمی بینی که انبیاء صلوات الله علیهم که خلاصه بشر اند و افضل بنی آدم اند و نقصان هیچ وجه در میان ایشان نیست در صفات کمال مختلف اند داؤد و سلیمان ملوک بودند و عیسیٰ و یونس اهل تجرید بودند نمی بینی که قاعده سلطنت بدون امراء و سپاهیان

نفع بھی ہیں تو لوگ پیتے رہے اس لئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے۔ حضرت عمرؓ کو بلا کر آیت سنائی گئی۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! ہمارے لئے خمر کے بارے میں ایک شافی بیان فرما۔ اس پر سورۂ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکٰری (اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ) پس حضرت عمرؓ کو بلا کر آیت سنائی گئی۔ انہوں نے پھر دعا کی کہ اے اللہ! ہمارے لئے (مسلمانوں کے لئے) خمر کے متعلق ایک شافی بیان ظاہر فرما۔ اس پر سورۃ المائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی انما یرید الشیطٰن تا قول خداوندی فہل انتم منتہون۔ اے ایمان والو! شراب (خمر) اور جوا اور بت اور تیر (الانصاب والازلام) یہ سب ایک ناپاک شیطانی کام ہیں تو بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان چاہتا ہے کہ شراب (خمر) اور جوئے (میسر) کی وجہ سے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تم کو یاد الٰہی اور نماز سے باز رکھے تو کیا تم باز آنے والے ہو؟ حضرت عمرؓ کو بلا کر آیت ان کے سامنے پڑھی گئی تو انہوں نے کہا ہم باز آگئے ہم باز آگئے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

ساتواں مقدمہ: اس بیان میں کہ ان اوصاف میں جنہیں ہم نے فضل کلی کا اساس قرار دیا ہے شیخین کو دوسروں پر ترجیح حاصل ہے۔ اس مقدمہ پر غور کرنے سے پہلے ہم چند نکات بیان کرتے ہیں تاکہ مقصود میں غور و خوض کلی وجہ بصیرت واقع ہو۔

پہلا نکتہ: جاننا چاہئے کہ اللہ کی عادت یہ جاری ہے کہ اس کے مقرب بندے تمام صفات کمال میں ایک دوسرے کے برابر نہیں ہوتے بلکہ ان میں باہم دگر تفاوت و فرق ہوتا ہے۔ اللہ کے کارخانہ قدرت میں حضرت ابوبکرؓ کا رحم اختیاری ضروری ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ کی سختی ضروری ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ انبیاء علیہم السلام جو خلاصہ بشر اور اولاد آدم میں سب سے افضل ہیں اور ان پر کسی طرح کی کمی نہیں ہے وہ بھی صفات کمال میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ حضرت داؤد و سلیمان بادشاہ تھے اور حضرت عیسیٰ و یونس اہل تجرید (دنیا کے جھمیلوں سے علیحدہ) تھے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ امراء و سپہ سالاروں اور اہل نظر کے بغیر

۱؎ النساء: ۴۳ ۔ ۲؎ المائدۃ: ۹۱

واہل قلم راست نمی نشینند در امور صفت
ریاست و فوج کشی و حل و عقد مصالح
ملکی مطلوب است و در سپاہیان صفت
شجاعت و جنگجوئی مطلوب است و در اہل
قلم کیاست و کاروائی مطلوب است کار
ملک بدون اجتماع این ہمہ میسر نمیشود و
کاری کہ از یکی می آید از دیگری نمی آید و در
ہیئت اجتماعیہ سلطنت ہمہ مطلوب اند
ہمچنین در نبوت کبری کہ جامع خلافت و
رسالت باشد ہمہ این امور مطلوب اند
حسان بن ثابت بشعر و مدح آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم مبشر بہ بہشت شد و ابی بن کعب
بحفظ قرآن و عبد اللہ بن مسعود بحفظ قرآن
و خالد بشمشیر زنی، و خلفاء اربعہ ہر چند جامع
بودند در اکثر صفات کمال اما باعتبار کثرت
و قلت مختلف و متفاوت بودند صحبت
و اثر باخلاص محبت و فنا در کل او نمودہ او را
مرضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گم کردن
یکی کردن و در ہیچ حال راہ مخالفت اگرچہ امر
ادنی چیزی باشد نہ پابیدن و جان فشانی و
بذل مال و جاہ در محبت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم و در انتشار اسلام خصیصہ ایست
کہ حضرت صدیق بآن تفوق نمود، و قیام
بحل و عقد ملت و تمشیت اسلام در اقطار
زمین با ملاحظہ جانب تعظیم آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم خصیصہ ایست کہ حضرت فاروق
بآن تفوق نمود و اعانت بمال در ہر موطن
و حسن سلوک با قربای آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم و صلہ ارحام بوجہی کہ خوبتر از آن

سلطنت کا نظام درست نہیں بیٹھتا۔ امور ریاست، فوج کشی
ملکی مصالح کا بندوبست مطلوب و مقصود ہوتا ہے اور سپاہیوں
میں بہادری اور جنگجوئی کی صفت مطلوب ہوتی ہے اور اہل قلم کی ذہانت، معاملہ فہمی اور
کارگزاری کی صفت مطلوب ہوتی ہے۔ ملکی امور کا نظام سب کے اجتماع کے بغیر سر
سے انجام نہیں ہو پاتے اور جو کام ایک فرد سے ہو پاتا ہے وہ دوسرے سے نہیں ہو پاتا سلطنت
کی ہیئت اجتماعی میں سب ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی طریقہ نبوت کبریٰ میں کہ خلافت
اور رسالت کی جامع ہوتی ہے سب ہی باتیں مطلوب ہوتی ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں شعر کہنے سے جنت کی بشارت ملی۔ حضرت
ابی بن کعب کو حفظ قرآن کے سبب سے، حضرت عبد اللہ بن مسعود
کو حفظ قرآن کی وجہ سے، حضرت خالد کو شمشیر زنی کے باعث
(سرفرازی حاصل ہوئی) اور ہر چند کہ خلفائے اربعہ میں اکثر
صفات کمال موجود تھیں لیکن ان اوصاف کی کثرت و قلت
کے اعتبار سے ان میں باہم فرق تھا۔ خلوص و محبت کے ساتھ رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہمیشہ رہنا اپنے کو (ذات
رسول میں) بالکل فنا کر دینا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی رضا جوئی میں خود کو اس طور سے محو و گم کر دینا کہ کسی حال
میں معمولی سی بات میں بھی مخالفت نہ کرنا، جان نثاری کرنا، اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اسلام کی اشاعت و تبلیغ
میں مال و جاہ خرچ کرنا ایسی خصوصیات ہیں جن میں حضرت صدیق
رضی اللہ عنہ کو دوسروں پر فوقیت و برتری حاصل ہے۔
اسی طرح ملت کے حل و عقد کا اہتمام روئے زمین کے مختلف
علاقوں میں اسلام کی ترویج اور اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھنا ایسی خصوصیات
ہیں جن میں حضرت فاروق کو دوسروں پر فوقیت و برتری
حاصل ہے۔ ہر موقع پر مالی اعانت کرنا، آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے عزیز و اقارب کے ساتھ حسن سلوک سے
پیش آنا، اسی طرح صلہ رحمی کرنا کہ جس سے بہتر تصور نہ کیا جا
سکے۔ اور وفور حیا کہ تمام اسباب شہوت و غضب کے بھڑک
اٹھنے کے وقت انکسار نفس کا۔ فی طریقہ عبادت و

مغفور نشود، و کیاں حیا کہ عبارت از انجمام نفس است در وقت توزن داعیہ شہوت و غضب با حفظ وا از نور طبیعت در عب وقت، و تلاوت و قیام بعبادات نافلہ از اعتاق و انفاق خصیصہ ایست کہ حضرت ذی النورین بآن تفوق نمود، و قرابت قریبہ با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ہمیشہ در تربیت آنحضرت بمنزلہ فرزند در تربیت والد بودن، و نجابت کاملہ و شجاعت وافرہ کہ بہ پہلوانے معتبر شود و زہد کامل و ورع عظیم کہ بولیا بہت مناسب است، و ذکاء ثاقب کہ سرعت انتقال یا مضر مسئلہ در قضایا و فصاحت کاملہ خصیصہ ایست کہ حضرت مرتضیٰ بآن تفوق نمود، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتفوق ہر یکی بآن خصال از سائر مسلمین گواہی دادہ اند

اخرج الترمذی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ارحم امتی بامتی ابو بکر واشدہم فی امر اللہ عمر واشدہم حیاءً عثمان واقضاہم علی واعلمہم بالحلال والحرام معاذ بن جبل وافرضہم زید بن ثابت واقرأہم أبی بن کعب ولکل قوم امین وامین ہذہ الامۃ ابو عبیدۃ بن الجراح وما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء اصدق لہجۃ من ابی ذر شبہ عیسیٰ فی ورعہ۔

واخرج الحاکم عن النزال بن سبرۃ قال وافقنا علیا طیب النفس

تلاوت سے محظوظ فرمانا، (ورنہ) نفلی عبادات مثلاً غلاموں کو آزاد کرنا اور راہ خدا میں خرچ کرنا، یہ ایسی خصوصیات ہیں جن میں حضرت ذوالنورین ؓ (دوسروں سے) برتر و فائق ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریبی قرابت، اور ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں یوں رہنا جیسے بیٹا باپ کی تربیت میں رہتا ہے، نجابت کاملہ (مکمل خاندانی شرافت) ایسی شجاعت وافرہ جو کسی پہلوان میں معتبر ہوا کرتی ہے، کامل زہد و ورع عظیم جو ولیوں کے مناسب حال ہو، ذکائے ثاقب (بات کی تہ تک پہنچ جانے والی حاضر دماغی) فیصلوں میں مسئلے کو اخذ کرنے میں ذہن کا نہایت سرعت سے اصل مناسب محل کی طرف منتقل ہونا اور فصاحت کاملہ، یہ ایسی خصوصیتیں ہیں جن میں حضرت مرتضیٰ کو فوقیت و برتری حاصل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (چاروں خلفاء کے) ان خصال و اوصاف میں تمام مسلمانوں سے برتری کی گواہی دی ہے۔

ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! "میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہیں، اور ان میں اللہ کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں، اور ان میں سب سے زیادہ باحیا عثمان ہیں اور مقدمات اور فصل خصومات میں سب سے اقضیٰ (اچھا فیصلہ کرنے والے اور نظر رکھنے والے) علی ہیں، حلال و حرام کو ان میں سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں، علم فرائض میں سب سے زیادہ واقف زید بن ثابت ہیں اور قرات قرآن کا سب سے زیادہ علم ابی کو ہے ہر قوم کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابو عبیدہ بن جراح ہیں، اور آسمان کے نیچے (روئے زمین پر) ابو ذر سے زیادہ راست گفتار کوئی نہیں ہے، وہ اپنی پارسائی میں حضرت عیسیٰ کے مانند ہیں۔

حاکم نے نزال بن سبرۃ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا، "ایک مرتبہ حضرت علی بڑے خوشگوار مزاج میں تھے اور

وهو يمزح فقلنا له حدثنا عن اصحابك فقال كل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اصحابي فقلنا حدثنا عن ابي بكر فقال ذلك امرؤ سماه الله صديقا على لسان جبرئيل و محمد صلى الله عليهما۔

وہ مزاح فرما رہے تھے، ہم نے ان سے کہا آپ اپنے اصحاب کے بارے میں ہمیں بتائیے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے اصحاب میرے اصحاب ہیں، سو ہم نے ان سے کہا کہ آپ ہمیں حضرت ابوبکر کے بارے میں بتائیے، حضرت علی نے کہا وہ ایسے آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بزبان جبرئیل اور حضرت محمد صلی اللہ علیہما کی زبان سے صدیق کا لقب دیا۔"

واخرج ابن عبد البر عن طارق قال جاء ناس الى ابن عباس فقالوا جئناك نسألك فقال سلوا عما شئتم فقالوا اي رجل كان ابو بكر قال كان خيرا كله او قال كالخير كله على حدة كانت فيه قالوا فاي رجل كان عمر قال كان كالطير الحذر الذي يظن ان له في كل طريق شركا قالوا فاي رجل كان عثمان قال رجل الهته نومته عن يقظته قالوا فاي رجل كان علي قال كان قد ملئ جوفه حلما وعلما وبأسا ونجدة مع قرابة من رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان يظن ان لن يمد يده الى شيء الا ناله فما مد يده الى شيء فناله۔

ابن عبدالبر نے طارق سے روایت کیا ہے کہ کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس گئے اور کہا ہم آپ سے کچھ پوچھنے کے لئے آئے ہیں۔ ابن عباس نے کہا جو چاہو پوچھو، ان لوگوں نے کہا حضرت ابوبکر کیسے آدمی تھے؟ ابن عباس نے کہا "وہ سب کا سب خیر تھے، یا یہ کہا کہ وہ مکمل خیر کی مانند تھے، جو الگ الگ ان میں تھیں؟ پھر ان لوگوں نے کہا کہ حضرت عمر کیسے آدمی تھے؟ ابن عباس نے کہا" وہ اس محتاط پرندے کے مانند تھے جو یہ سمجھتا ہے کہ ہر راستے میں اس کے لئے جال بچھا ہوا ہے، پھر ان لوگوں نے کہا کہ حضرت عثمان کیسے تھے؟ ابن عباس نے جواب دیا "وہ ایسے آدمی تھے جنہیں ان کی نیند نے اپنی بیداری سے غافل کر دیا"، پھر ان لوگوں نے پوچھا کہ حضرت علی کیسے تھے؟ ابن عباس بولے "ان کا بطن (جوف) حلم، علم، بہادری اور شجاعت سے پر تھا۔ ان کے ساتھ ساتھ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت بھی حاصل تھی۔ وہ یہ گمان کرتے تھے کہ وہ جس چیز کی طرف بھی ہاتھ بڑھائیں گے اسے حاصل کر لیں گے؟"

بالجملہ ہیچکس از اہل عقل نمیتواند گفت کہ غیر حضرت مرتضیٰ در حسب و نسب و مبارزت اقران مانند حضرت مرتضیٰ بود، چنانکہ نمیتواند گفت کہ غیر فاروق در حسن سیاست است و تدبیر امور فتح و مدد رعایا مانند فاروق بود، چنانکہ نمیتواند گفت کہ در صحبت دائمہ بارضا جوئی وفنا و فدا جسبت آنحضرت

مختصر یہ کہ کوئی عقل مند شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت مرتضیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہاشمی نسب اور مقابل سے جنگ آزمائی میں ان جیسا تھا، اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ امت کی اچھی سیاست، فتوحات کے امور کے انتظام اور دور اندیشی میں کوئی شخص حضرت فاروق کے مانند تھا، اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ جانبازی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہمیشہ رہنے میں اور اول اسلام سے اخیر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم از اول اسلام تا آخر و بذل
اموال در جمیع حقوق صدیق بود چنانکہ گفتہ اند
گفتہ کہ غیر ذی النورین در انفاق و اعتاق
و حیا و کظم غیظ و ترک خوض در فتنہ نزدیک
بہتا بودن آن مانند ذی النورین بود ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میل او اندر دلش انداختند

نکتہ ثانیہ در باید دانست کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ترجمان غیب بودند آنچہ در
مناقب ہر یکے از صحابہ بیان فرمودند ہر یکے را
بفضیلتے کہ در وی بود خاصۃ الامر بآن فضیلت
بہروی کاملے را اختصاص داد از ابی بن کعب را
سید القراء گفت و فرمود کہ خدا تعالی مرا فرمودہ
است کہ سورۃ لم یکن را تعلیم تو کنم ابی گفت اَوَ
سمانی اللہ قال نعم فذرفت عینا ابی آنچہ
میدانی کہ نکتہ در تخصیص ابی چیست آنست کہ
سلسلہ جماعہ عظیمہ از قراء امت مرحومہ بواسطہ او
بجناب رسالت رسیدنی مقدر بود و عبد اللہ
بن مسعود را چرا فرمود کہ ما امرکم ابن ام عبد
فخذوہ وما اقرأکم فاقرؤہ براے آنکہ
سلسلہ فقہ و قراءت جمے غفیر از امت بجناب رسالت
بواسطہ او رسیدنی مقدر بود و در حق خالد چرا فرمود
سیف من سیوف اللہ براے آنکہ فتوح
بسیار بر دست او شدنی بود و در حق سعد چرا
فرمود عسی ان تبقی حتی ینتفع بک اقوام
ویضر بک آخرون براے آنکہ فتح عراق و
حکومت آن بر دست او شدنی بود و در حق
ابوعبیدہ چرا گفت امین ھذہ الامۃ
ابو عبیدۃ براے آنکہ حل عقدہ شام بر دست

کی نسبت سے تن و رضا میں اور مال و دولت خرچ کرنے میں حضرت
صدیق جیسا کوئی اور نہ تھا۔ اسی طرح یہ کہنا بھی ممکن نظر آتا ہے کہ مال
خرچ کرنے، غلاموں کو آزاد کرنے، حیاء، غصہ کو پینے اور فتنہ
کے پیش آنے کے وقت اس فتنہ میں پڑنے سے رک کے رہنے میں
ذوالنورین جیسا کوئی دوسرا بھی نہ تھا ؎

ہر شخص کو ایک خاص کام کے لئے بنایا گیا۔ اور
اس کام کی محبت اس کے دل میں ڈال دی گئی۔

دوسرا نکتہ :- جاننا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہر
صحابی کے متعلق فرمایا ہے اس میں وہ غیب کے ترجمان تھے۔ ہر شخص میں جو فضیلت
تھی آخر کار اسی فضیلت میں خصوصیت حاصل ہوئی۔ آپ نے حضرت اُبی بن
کعب کو سید القراء کہا اور فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تمہیں سورۃ
لم یکن کی تعلیم دوں۔ حضرت اُبی نے عرض کیا کہ کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے
ارشاد فرمایا ہاں اس پر حضرت اُبی آبدیدہ ہو گئے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ
اُبی کو مخصوص کرنے میں کیا باریکی تھی؟ وہ نکتہ یہ تھا کہ امت مرحومہ کے
قاریوں کی ایک جماعت کا سلسلہ انہیں کے واسطے سے جناب رسالت مآب
صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا مقدر ہو چکا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت عبد اللہ بن مسعود کے بارے میں یہ کیوں فرمایا کہ ام عبد کے بیٹے
(عبد اللہ بن مسعود) تمہیں جو حکم دیں اسے لے لو اور جو قرآن پڑھائیں اسے
پڑھ لو؟ یہ اس لئے فرمایا کہ امت (محمدیہ) کی ایک بڑی جماعت کی فقہ و
قراءت کا سلسلہ ان کے واسطے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک
پہنچنا مقدر ہو چکا تھا۔ اور آپ نے حضرت خالد کو اللہ کی تلواروں میں
سے ایک تلوار کیوں کہا؟ یہ اسلئے فرمایا کہ ان کے ذریعہ بہت سی فتوحات
ہونی تھیں۔ اور حضرت سعد (ابن ابی وقاص) کے حق میں یہ کیوں فرمایا
کہ ممکن ہے کہ تم باقی رہو تاکہ تم سے کچھ لوگوں کو فائدہ پہنچے اور
کچھ کو نقصان؟ یہ اس لئے ارشاد ہوا کہ انہیں کے ہاتھ پر عراق
کی تسخیر اور حکومت . . . . حاصل ہونی تھیں۔ اور
حضرت ابوعبیدہ کے بارے میں یہ کیوں کہا کہ اس امت کے
امین حضرت ابوعبیدہ ہیں؟ اس وجہ سے یہ فرمایا کہ شام
کی عقدہ کشائی ان کے ہاتھوں ہونے والی تھی۔ حضرت

او افتاد وآن بود در حق عمرو بن العاص چہ گفت نعم
المال الصالح للرجل الصالح. برائے آن گفت
کہ ایالت مصر او را بود. و در حق معاویہ
چہ گفت ان ولیت امر الناس فاحسن
الیہم، برای آن گفت کہ خلافت آخر بوی رسید.
و در حق ابن عباس چہ دعا کرد اللھم علمہ الکتاب
برائے آن گفت کہ تفسیر قرآن بدست او شد. و در حق
انس چہ دعا کرد اللھم اکثر مالہ و ولدہ، برای آنکہ او را
این معنی شد. و در حق ابوذر چہ گفت شبہ عیسیٰ
فی الزھد برائے آنکہ این صفت در وی کامل بود، و ابوہریرہ
را بحفظ علم امر کرد زیرا کہ اکثار روایت حدیث
مشاہدہ فرمودہ بود. و در حق شیخین چہ گفت اقتدوا
بالذین من بعدی ابی بکر و عمر، برای
آنکہ خلافت ایشان مقدر بود.

بالجملہ ترجمانیت غیب و کمال او فراست مظہر
اتم نشناختہ است کسی کہ ہر یکی از مناقب صحابہ
را جداگانہ نشناختہ و منزلت ہر یکی از دیگرے
علیحدہ ندانستہ است. پس ممکن نیست کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم شخصی را بخلافت و لوازم آن
مثلاً مبشر کند و این معنی بوجود نیاید. لیکن
اگر بشارت صحیح برائے غیر آنکہ آثار آن امر در وی
ظاہر شوند روایت کند محال گفتہ است، و اگر
بشارت بچیزی کہ واقع شد روایت کردہ شود
صورت واقعہ بیش از تصحیح سند تصحیح او میکند.
[illegible] است کہ زیدیہ گمان میبرند کہ
در شرع امامت را حق فاطمیین ساختہ اند.
فقیر میگوید این گمان ایشان فاسد است زیرا
کہ تکلیف بچیزے کہ ہیچگاہ نبود از مثل این مظہر
اتم نہایت مستبعد است، و نیز اگر این قبیل از رجال

عمرو بن عاص کے متعلق یہ کیوں فرمایا گیا کہ اچھا مال اچھے صالح آدمی کے لئے
ایسا اسلئے فرمایا کہ مصر کے صوبہ کی ولایت (گورنری) انہیں ملی تھی۔ حضرت معاویہ
کے حق میں یہ کیوں فرمایا کہ اگر تمہیں مسلمانوں کے امور کا والی بنایا جائے تو تم انکے
ساتھ بھلائی سے پیش آنا! یہ اس وجہ سے فرمایا کہ خلافت آخرکار ان کو ملنی
تھی۔ حضرت (عبداللہ) بن عباس کے حق میں یہ دعا کیوں کی کہ اے اللہ انہیں
کتاب (قرآن) کا علم دے! ۔ ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلئے کہا کہ انکے
ذریعہ قرآن کی تفسیر ہونی تھی۔ اور حضرت انس کیلئے یہ دعا کیوں کی کہ اے اللہ
انکے مال اور اولاد میں کثرت عطا فرما۔ یہ اس لئے کیا کہ جنہیں یہ چیز نصیب ہونی
تھی۔ اور حضرت ابوذر کے بارے میں یہ کیوں فرمایا کہ وہ زہد میں حضرت عیسیٰ کے مشابہ
ہیں۔ اسلئے ایسا فرمایا کہ یہ صفت (زہد) ان میں بدرجہ کمال موجود تھی۔ اور حضرت
ابوہریرہ کو کیوں علم کی حفاظت کا حکم دیا کہ وہ صاحب علم ہو گئے) یہ اس لئے کہ انکے نصیب
میں روایت حدیث کی کثرت کو آپ نے مشاہدہ فرمالیا تھا۔ شیخین (حضرات ابوبکر و
عمر) کے متعلق یہ کیوں فرمایا ان لوگوں کی پیروی کرو جو میرے بعد آنے والے ہیں یعنی ابوبکر و عمر کی پیروی
کرو۔ اس لئے کہ ان دونوں کی خلافت مقدر ہو چکی تھی۔

مختصر یہ کہ جس شخص نے ہر ایک صحابی کے مناقب و فضائل کو علیحدہ علیحدہ
(جداگانہ) نہ پہچانا اور ہر ایک صحابی کے مرتبہ کو دوسرے صحابی سے علیحدہ نہ
جانا اس نے ان مظہر اتم (یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی ترجمانی
غیب اور (ان کی) فراست کامل کو نہ پہچانا۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کسی کو خلافت اور اس کے لوازمات کی بشارت دیں اور یہ بات
وقوع میں نہ آئے۔ اسلئے اگر کوئی راوی اس شخص کے لئے صحیح بشارت کی
روایت کرے جس میں وہ امر ظاہر ہی نہ ہوا ہو تو وہ محال و ناممکن بات
ہوگی۔ اور اگر کسی ایسی بات کی بشارت کی روایت کی جائے جو
واقع ہو گئی تو اسناد کی جانچ ہے۔ کے بعد عمل واقعہ اس کی تصدیق
کرے گا۔ اس سے بھی زیادہ (عجیب) یا ایک بات یہ ہے کہ زیدیہ کا یہ خیال
ہے کہ امامت شریعت کی رو سے اولاد فاطمہ کا حق ہے۔ یہ فقیر کہتا
ہے کہ ان (زیدیہ) کا یہ خیال فاسد اور غلط ہے کیونکہ اس مظہر اتم
(حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے لوگوں کو
ایسے امر کا مکلف کرنا جو کبھی ہوا ہی نہیں، نہایت مستبعد اور
بعید ہے۔ اور اس لئے بھی کہ اس قبیل کا امر پیغمبر ہی کا مقام ہے

مرطل می آید کہ تقدیر عداوت از آنہا است و اگر
چنیں بود لطف نباشد بلکہ اقرب باشد بمعصیت
نعوذ باللہ من سوء الاعتقاد۔ و چون
می فہمیم کہ شارع مسائل عبادات و معاملات و
مناکحات و جراحات و قضا و حدود بیان کرد و
شروط خلافت عظمیٰ بیان نکرد۔ سبب آن در
اکثر امت خلافت بشروط خود بودنی نیست۔
پس شفقت بر امت ترک تصریح بآن است
تا ضروریات دین بمعاصی نشوند و اکثر امسلم
[illegible] اعمال۔

نکتۂ ثالثہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
قدرشناس ترین مردمان بودند و اوفی ایشان
بذمم و اوصل ایشان ارحام را و احسن ایشان در
مراعات حقوق پس بیش از امت کہ صلہ ارحام را
رعایت فرماید و برای ایشان غضب کند و در حق
عباس چہ فرماید او ما شعرت یا عمر ان عم الرجل
صنو ابیہ و در حق سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا
چہ فرماید انما ہی بضعۃ منی یریبنی ما رابہا و یؤذینی ما اذاہا
ان بنی فلان استأذنونی ان ینکحوا
بنتہم علی بن ابی طالب فلا اذن لہم
ثم لا اذن لہم و در حق ابوبکر صدیق چہ
فرماید ہل انتم تارکوا لی صاحبی۔ و در
حق علی چہ فرماید ہو منی و انا منہ
یؤذینی ما اذاہ۔ من کنت مولاہ
فعلی مولاہ۔ من سب علیا فقد
سبنی۔ و برای علی چہ غضب کند کہ ان علیا
وجد فی بطنہ مغصا۔ و در حق انصار
چہ فرماید الانصار شعار والناس دثار
اللہم ا[illegible] من احب

جہاں سے عداوت و واقعات مقدر ہوتے ہیں۔ اور اگر ایسا ہی
ہو (یعنی بندوں کو ایسی باتوں کا مکلف کیا جائے جو سرے سے
واقع ہی نہیں ہو سکتیں) تو یہ لطف و کرم خداوندی نہ ہوگا، بلکہ
معصیت اور گناہ کے نزدیک ہوگا اور ہم برا اعتقاد رکھنے سے خدا کی پناہ
مانگتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ صاحب شریعت نے عبادات، معاملات،
نکاح، جراحات (قصاص) قضاء اور حدود کے مسائل بیان فرمائے۔ مگر
خلافت عظمیٰ کے شرائط بیان نہ کئے۔ اس کا یہی سبب ہے کہ خلافت
اپنے شرائط کے ساتھ امت کے اکثر افراد میں نہیں ہوتی ہے۔ سو امت کی
شفقت کا تقاضا یہی تھا کہ اس کی تصریح و وضاحت کو ترک کر دیا جائے
تاکہ لوگ ضروریات دین ترک کر کے گناہ گار نہ ہوں، اکثر حقیقت [illegible]

تیسرا نکتہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں میں سب سے
زیادہ قدرشناس، اپنے عہد و پیمان کو سب سے بڑھ کر پورا کرنے
والے، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے، اور حقوق کی رعایت میں
سب سے اچھے تھے، سو اگر آپ صلہ رحمی کا خیال فرماتے اور قرابت
داروں کی رعایت کرتے۔ لہٰذا آپ حضرت عباس کے متعلق یہ کیوں نہ
فرماتے کہ اے عمر! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کا بھائی
ہوتا ہے؟ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیوں نہ فرماتے کہ جس
بات سے فاطمہ کو تشویش ہوتی ہے اس سے مجھے بھی تشویش ہوتی ہے اور جس چیز
سے فاطمہ کو تکلیف پہنچتی ہے اس سے مجھے بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ فلاں قبیلے
کے لوگ علی بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنے کی اجازت مجھ سے طلب
کرتے ہیں۔ مگر میں انہیں اس کی اجازت ہرگز نہ دوں گا۔ حضرت ابوبکر
صدیق کے حق میں کیوں نہ ارشاد فرماتے کہ کیا تم لوگ میرے لئے میرے دوست
کی اذیت رسانی سے باز نہ آؤ گے؟ اور حضرت علی کے متعلق یہ کیوں نہ فرماتے
کہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ جس بات سے انہیں تکلیف پہنچتی ہے اس
سے مجھے بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ جس کا میں مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ جس نے
علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔ اور جنگ [illegible] سے لوٹتے وقت حضرت علی
کے لئے جب ان کے پیٹ میں [illegible] کا درد ہوا، آپ کیوں لوگوں سے ناراض
ہوتے۔ اور جب اس غضب کا لوگ سبب پوچھتے تو فرماتے کہ علی کو پیچش ہو گئی
تھی، اس لئے ان کے منہ سے پیچھے ٹھہرنا پڑا۔ اور انصار کے بارے میں کیوں نہ فرماتے کہ

الناس الی۔

این دو مخصص را نیز دست انداکہ مراتب ارحام و خصوصیاتی کہ از قرابت خیزد جدا بفہمد وانچہ مناسب صفت مذکورہ نیست متعلق اتصاف بصفت خلافت نبوت باعتبار ہر دو شعبہ او باشد جدا اعتبار کند مثلاً اگر انما ہو منی وانا منہ بیان کمال خصوصیت قرابت است و ادای حقوق ارحام است با مسئلہ فضل کلی مساس ندارد۔ باین دلیل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چنانکہ در حق حضرت مرتضی و زہراء رضی اللہ عنہما این کلمہ گفت ہمچنان در حق عباس نیز این کلمہ تلفظ فرمود باز فرود تر آمدہ در حق درۃ بنت ابی لہب ہمان کلمہ بعینہا ادا فرمود کما اخرجہ احمد عن درۃ بنت ابی لہب قالت کنت عند عائشۃ فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ائتونی بوضوء فتبادرت انا وعائشۃ الکوز فبادرت واخذتہ فتوضأ فرفع بصرہ الی او طرفہ الی فقال انت منی وانا منک، از ینجا دانستہ شد کہ این کلمہ برای صلہ رحم است نہ از باب فضل و در صدقات بنی تمیم فرمودہ ہذہ صدقات قومنا باز در فضائل اسلم و غفار و جہینہ و مزینہ بر بنی تمیم تفضیل دادہ پس واضح شد کہ این اضافت بمعنی صلہ رحم است نہ از باب فضل، و ہمچنین من سبہ فقد سبنی ومن اذاہ فقد اذانی از قبیل وصل ارحام است باین دلیل کہ مثل این کلمہ در حق عباس و مانند او گفتہ شدہ اند۔

نکتہ رابعہ: لفظ احب و مانند آن در حق جمعی وارد شدہ و آنرا بحسب قرائن و

انصار شعار ہیں اور باقی لوگ دثار[1] ہیں اور اے انصار تم مجھے تمام لوگوں سے زیادہ عزیز ہو۔

پس انصاف پسند شخص کے لئے ضروری ہے کہ قرابت داری کے مراتب اور ان سے جو خصوصیات وابستہ ہیں انہیں علیحدہ سمجھے اور دونوں شعبوں کے اعتبار سے خلافت نبوت کی صفت کے ساتھ موصوف ہونے سے متعلق دینی معاملات اور مستایش کے مواقع کو الگ سمجھے، مثلاً یہ کہ "بیشک وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں" قرابتداری کی کامل خصوصیت کا بیان اور صلہ رحم کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ اس کا فضل کلی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح حضرت مرتضیٰ اور زہراؓ کے بارے میں یہ جملہ کہا ہے ویسے ہی حضرت عباس کے متعلق بھی اسے ادا کیا ہے۔ پھر اس سے بھی نیچے اتر کر آپ نے درۃ بنت ابی لہب کے حق میں بھی بعینہ یہی جملہ ادا فرمایا ہے۔ جیسا کہ احمد (بن حنبل) نے درۃ بنت ابی لہب سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں حضرت عائشہ کے پاس بیٹھی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندر آئے اور وضو کے لئے پانی مانگا (راوی کا بیان ہے کہ) برتن (کوزہ) لینے کے لئے میں نے اور حضرت عائشہ نے ایک دوسرے پر سبقت لے جانی چاہی، مگر میں نے برتن پہلے اٹھالیا سو اس سے آپ نے وضو فرمایا اور میری جانب دیکھ کر فرمایا "تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں"۔ اس سے یہ بات جانی گئی کہ یہ جملہ صلہ رحم کے طور پر کہا گیا ہے نہ کہ فضیلت سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو تمیم کے صدقات سے متعلق فرمایا "یہ ہماری قوم کے صدقات ہیں" پھر فضائل میں قبائل اسلم، غفار، جہینہ اور مزینہ کو آپ نے بنی تمیم پر فضیلت دی۔ سو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ اضافت صلہ رحم کے مفہوم میں استعمال ہوئی ہے نہ کہ فضیلت کے ضمن میں۔ اسی طرح یہ جملے "جس نے اس کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے اسے تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی" بھی صلہ ارحام کے قبیل سے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اسی قسم کے جملے حضرت عباسؓ اور ان جیسے دوسروں کے متعلق بھی فرمائے گئے ہیں۔

چوتھا نکتہ: لفظ "احب" (زیادہ محبوب تر) اور ایسے ہی دوسرے الفاظ بہتوں کے حق میں وارد ہوئے ہیں اور انہیں قرائن اور حالات

[1] لفظ شعار وہ لباس ہے جو انسانی جسم سے ملا ہوا ہوتا ہے جیسے کرتا قمیص وغیرہ، اور دثار وہ لباس ہے جو کپڑوں کے اوپر اوڑھا جاتا ہے مثلاً چادر، کمبل وغیرہ۔ [illegible] کی مخالفت اور [illegible]۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ [illegible]

و در فعل خویش و شغل خود در نوع سست باشد
و اولیا کہ نفرت است از دنیا و ترک مخالطت
ما حیدر آنها از دنیا جمع خود … طرح
ساختہ اصلاح عالم کنند و بہ مخالطت با خود و …
بہ وجاہ … کہ غیر از آن متصور نگردد و …
ذی القدر و اہل رجحان . . . . گو ہی باشد
باعتبار ظہور آثار آن صفت از یک دیگر …
گردن … شود کہ ملکہ یکے ارسخ است از ملکہ
دیگرے فافہم۔

نکتہ سادسہ: عقل تجویز میکند کہ شخصے با
پیغامبر صحبت نہ داشتہ باشد بلکہ آشنا نشدہ،
تقدیر الٰہی جاری شود بآنکہ این شخص را متمم
بعض کارہائے مقصودہ پیغامبر ساختہ شود و خدا
تعالیٰ پیغمبر را بآن سر مطلع فرماید پس وی پیغمبر
آن را خلیفہ خود ساختہ و وی بہترین امت باشد
و دیگران رعیت او و این فضیلت علیحدہ است
و نیز عقل تجویز میکند کہ شخصی در اول بعثت پیغامبر
باعتبار اتفاق و تالیف و تکمیل و افشا سنن
دین و بر پرداختن اعداء و مستقر ساختن قواعد ملت
امداد کردہ باشد و نظر رحمت الٰہی کہ سبب
پیغامبری باشد باعتبار این خصال در این شخص
کار خود بکند و بعد از آن ہم … پیغمبر متوفی
شود و وی افضل امت باشد و دیگران تابع
او و این فضیلت علیحدہ است و منت الٰہی
در حق شیخین آنست کہ ہر دو نوع فضیلت
جمع کردہ، اگر در فضیلت ثانیہ جمعی با شیخین
مساوی … و دیگران … شیخین کہ فضل
کلی … ایشان جمع
التفضیلین کردہ اند۔

کو دخل ہے اور ترقی کی دو قسمیں ہیں (۱) یہ کہ اولیاء کا تدبیر دنیا سے
نفرت (کا نام) ہے اور وہ دنیا میں دخل اندازی کو بالکل ترک کر
دیتے ہیں۔ (دوم) تدبیر انبیاء کہ وہ اپنی طبع کو مجبور کر کے دنیا و لوگوں
کی اصلاح کرتے ہیں اور مال و جاہ میں تصرف، نیز اس طور سے
مخالطت کرتے ہیں جس سے غیر کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ اور
کبھی افضلیت میں یہ تفاوت اس فضیلت (عادت) کے جس سے
زیادہ اس طرح ظاہر ہونے کے سبب ہوتا ہے جس سے یہ بات
جان لی جائے کہ ایک شخص کا ملکہ دوسرے شخص کے ملکہ سے
زیادہ راسخ ہے۔ اس نکتہ کو سمجھو۔

چھٹا نکتہ: عقل تجویز کرتی ہے کہ ایک شخص پیغمبر (صلی اللہ
علیہ وسلم) کی صحبت میں نہ رہا ہو بلکہ ان سے واقف بھی نہ ہو، مگر اللہ تعالیٰ کی
بات مقدر ہو کہ اس شخص کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض مقصود
کاموں کا اتمام و تکمیل کرنے والا بنایا جائے اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر
کو اس راز سے آگاہ کر دیا ہو۔ اس لئے پیغمبر اس شخص کو اپنا خلیفہ
بنا لیں اور وہ امت میں سب سے اچھا ہو اور دوسرے
اس کی رعایا ہوں، یہ ایک علیحدہ فضیلت ہوگی۔ عقل یہ بات بھی
تجویز کرتی ہے کہ ایک شخص نے پیغمبر کی بعثت کے آغاز میں لوگوں
کے اتفاق و تالیف قلوب کے اعتبار سے اور دین کی اشاعت
میں اور دشمنوں کو دور کرنے میں اور ملت کی بنیادوں کو
مستحکم کرنے میں پیغمبر کی امداد کی ہو اور اللہ کی نظر رحمت جو پیغمبر
کی جانب ہو وہ اس شخص کے ان خصائل کے باعث اس شخص میں کام
فرما ہو اور اس کے بعد اس کے سامنے پیغمبر وفات پا گئے، اور وہ امت
میں سب سے افضل ہو اور دوسرے اس کے تابع ہوں، یہ بھی
ایک علیحدہ فضیلت ہوگی۔ شیخین کے حق میں اللہ کا یہ احسان
ہے کہ ان کی ذاتوں میں فضیلت کی دونوں انواع جمع ہوگئی ہیں
اور گو دوسری فضیلت میں کسی کے خیال میں ایک جماعت شیخین کے
مساوی و برابر ہو تو ہم یہ بات تسلیم کر لیں گے کہ اس بنا پر فضل کلی
واضح ہوگا کیونکہ شیخین میں دونوں فضیلتیں جمع ہوگئی ہیں اور جبکہ
دوسرے حضرات میں صرف ایک طرح کی فضیلت موجود ہوگی۔

نکتۂ سابعہ: خدا تعالیٰ خواست کہ دین خود را بواسطۂ پیغمبر خود در آفاق منتشر گرداند و این معنی بدون علماء و قراء کہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علم قرآن و سنت روایت کنند متصور نمیشد پس بر زبان مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فضائل جماعۂ از صحابہ جاری ساخت تا مستعد باشند علم قرآن از ایشان و این فضائل نیز از جا اجازت نامہ ہای محدثین است برائے تلامذۂ خود تا خلق کہ رجال را باقوال نمی توانند شناخت باین اقوال رجال را بشناسند و درین فضائل جمیع علماء صحابہ مشترک اند چنانکہ از کتب حدیث ظاہر است "انا مدینة العلم وعلی بابها" ازین باب است "واقرأکم أبی" "واعلمکم بالحلال والحرام معاذ" نیز ازین باب۔

چون این نکتہ یاد کردہ شد باصل سخن رجوع کنیم شیخین افضل اند از سائر صحابہ۔ قال اللہ تعالیٰ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنی

قال الواحدی لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل یعنی فتح مکة، قال مقاتل لا یستوی فی الفضل من انفق ماله وقاتل العدو من قبل فتح مکة مع من انفق من بعد وقاتل، قال الکلبی فی روایة محمد بن الفضل نزلت فی ابی بکر

ساتواں نکتہ: اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی کہ اپنے دین کو اپنے پیغمبر کے ذریعہ دنیا میں پھیلائے اور یہ بات ان عالموں اور قاریوں کے بغیر جنہوں نے آنحضرت سے قرآن و سنت کے علم کو روایت کیا، تصور میں نہیں آسکتی، بنا بریں (اللہ نے) آنحضرت کی زبان مبارک سے صحابہ کی ایک جماعت کے فضائل بیان فرمائے تاکہ ان سے قرآن کے علم کو حاصل کرنے پر لوگوں کو آمادہ کیا جائے۔ اور یہ فضائل جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ان صحابہ کے حق میں بیان ہوئے، گویا ان اجازت ناموں کی طرح ہیں جو محدثین اپنے شاگردوں کو دیتے ہیں اور ایسا اس لئے کیا گیا تاکہ وہ لوگ جو رجال (حدیث) کو ان کے اقوال سے نہیں پہچان سکتے آنحضرت کے اقوال کو رجال کے ذریعہ سے پہچانیں۔ ان فضائل میں تمام علماء صحابہ مشترک ہیں جیسا کہ حدیث کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ" (والی حدیث) اسی قبیل سے ہے اور "تم میں قرآن کا علم سب سے زیادہ ابی کو حاصل ہے" اور "تم لوگ حلال و حرام کا علم معاذ سے سیکھو" (یہ حدیثیں بھی) اسی قسم سے متعلق ہیں۔

جب ان نکات کا ذکر ہو چکا تو ہم اب اصل بات کی طرف رخ کرتے ہیں اور وہ یہ کہ شیخین تمام صحابہ سے افضل ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے! "تم میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کئے اور دشمنوں سے لڑے وہ دوسرے مسلمانوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ لوگ درجہ میں ان مسلمانوں سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح کے بعد مال خرچ کئے اور لڑے، اور اللہ نے ان سبھوں سے حسن سلوک کا وعدہ کیا ہے" (الحدید) (اس آیت کی تفسیر میں) واحدی کا قول ہے کہ قبل الفتح سے مراد "فتح مکہ" سے پہلے ہے۔ مقاتل کا قول ہے (اس آیت کی تفسیر یہ ہے) کہ جن مسلمانوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کئے اور دشمنوں سے قتال کیا فضیلت میں ان کے برابر نہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کئے اور قتال کیا۔

کلبی نے محمد بن فضل کی روایت کے مطابق یہ کہا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں نازل ہوئی ہے "الحدید"

خواب دیدہ بود واقع شد اگر چہ بشارت واردند، بخلافت مرتضیٰ کہ فتوح اسلام در ایام خلافت وی متحقق نشد و وجود ہم امکان دارد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشارت بہ چیزی کہ واقع نشود، بدہد!

سوال :- اگر گوئی ہر چیزی کہ در عالم حادث میشود بارادۂ الٰہیہ است چہ خیر و چہ شر و منامات مبین و مخبر امر آیندہ است، پس منامات و بشارات موجب فضیلت چرا باشند و تشبہ با انبیاء از جہت منامات چرا حاصل شود۔

جواب :- گوئیم آری و لیکن عملی کہ از ملوک ظاہر می شود ہم بارادۂ الٰہیہ است و عملی کہ از انبیاء ظاہر میشود ہم بارادۂ الٰہیہ و ہمچنین تعلیم علمی کہ از علماء پیدا شود و تعلیم علمی کہ از انبیاء بوجود می آید، و لا بد میان ہر دو طبقہ بون بائن است، پس تامل باید کرد کہ فرق از کجا خاستہ؟ ہمیں فرق است کہ ایں را بمنزلہ سنگ و چوب می گردانند و کار را سرانجام میدہند و نفس او ہیچ اثری در ابرازی آن نصب کردہ اند نمی نہد و رنگ آن ارادہ را در خود جا نمی دہد و نفس او متلون بلون ارادۂ الٰہیہ نمیگردد و متوجہ نمیشود برای خدمت ارادۂ الٰہیہ مانند تیری است کہ بجانب کفار انداختہ اند و کافری را بآن کشتہ تقویت دین نمایند، تیر را چہ فضیلت و کدام قربت؟ و بعضے میشوند بسبب شوق بملأ اعلیٰ ہیئتی پیدا کردہ چیزی ارادہ کردہ اند رنگی از ارادۂ الٰہیہ در نفس او فرو دمیدہ و ازان رنگ در نفس او شعبہ بسیار ظاہر می گردد بعد از ان قوی عقلیہ و

بشارت دی وہ پوری بھی ہوئی حضرت مرتضیٰ کے برخلاف کہ ان کے عہد خلافت میں فتوحات نہ ہوئیں اور دوسرے سمجھنے کی بات ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات کی بشارت دیں جو سرے سے واقع ہی نہ ہو۔

سوال :- اگر آپ یہ کہیں کہ دنیا میں جو واقعہ خواہ خیر ہو خواہ شر پیش آتا ہے وہ اللہ کے ارادہ (وحکم) سے ہوتا ہے اور منامات (خواب) آنے والی باتوں کو بیان کرتے اور ان کی خبر دیتے ہیں (دیکھا) ان واقعات کی حقیقت اپنی جگہ سے وقوع پذیر ہونا ہی تھا، تو یہ منامات (خواب) اور بشارات فضیلت کا سبب کیسے ہو سکتی ہیں اور ان منامات (خواب) کی بنا پر انبیاء کے ساتھ تشبہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟

جواب :- اس (سوال کے) جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہاں! مگر جو عمل بادشاہوں سے ظاہر ہوتا ہے وہ بھی اللہ کے ارادہ (مشیئت وحکم) سے ہوتا ہے اور جو عمل کہ انبیاء سے ظہور پذیر ہوتا ہے وہ بھی اللہ ہی کے ارادے سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اسی طرح جس علم کی تعلیم علماء دیتے ہیں اور وہ تعلیم جو انبیاء سے وجود میں آتی ہے (وہ بھی) ارادۂ الٰہی سے ہی ہوتی ہے، اور یقیناً ان دونوں طبقوں (ملوک و انبیاء اور علماء و انبیاء) کے درمیان واضح فرق ہے (لیکن یوں ہی بھی ملوک و علماء سے افضل نہیں ٹھہر گئے) لہٰذا غور کرنا چاہئے کہ فرق کہاں سے پیدا ہوا (سو) اس فرق کا سبب و آغاز یہ ہے کہ ایک وہ لوگ بمنزلہ پتھر اور لکڑی کے قرار دیئے گئے ہیں جو ہر کام کو سرانجام دیتے رہتے ہیں! اور ان کا نفس اس چیز کو جس کے لئے اسے مقرر کیا گیا ہے نہیں سمجھتا اور ارادۂ الٰہی کے رنگ میں اپنے کو رنگین نہیں بناتا اور اس ارادۂ الٰہی کی خدمت کے لئے اپنے کو مجبور (رضا) نہیں کرتا۔ وہ ایسے تیر کی مانند ہے جس کو کافروں کی جانب چلایا گیا کافروں سے قتل کرکے دین کی تقویت کا سامان بہم پہنچتا ہے تو کیا تیر کو کوئی فضیلت اور کیسی قربت حاصل ہوگی؟ (دوسروں کے برعکس) جو ملأ اعلیٰ سے دلبستگی کے باعث بعض ہستیاں کہ ان سے کسی بات کا ارادہ کیا گیا ہے ان میں سے بعض میں ارادۂ الٰہی کا ایک رنگ اتر جاتا ہے اور اس رنگ کے ذریعہ جو ان حضرات کے نفس میں بہت سی شباہتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کے بعد ان کے تمام عقلی و قلبی قوی کی طرف

قلب پیغمبر شد ولی اسم بجای ترشیح متوجہ
میشوند ومستعدان من الامر تحقیق دو گران صورت
منقطع شد ترشیح بانی فضیلت بجز آن صورت
دیگر و دیگر بہان افزوده نمی گردد در سینہ پیغامبر
ظہور فرموده در بعض امور کہ صورت پیغامبر
بملاء اعلی پیش از اتمام آن مقدر شده تقاضا
نماید کہ بنوعی از نسبت پیغامبر در ان مداخلت
کنند و بحسب صورت بر دست دیگری ظہور
نماید پس این منامات خبر دہند تا آنکہ اتمام
این امور بر دست فلان و فلان واقع خواہد
شد و این منامات و بشارات بالجملہ کمال
رضای خود در ان باب و ترتیب پیغامبر صلی
اللہ علیہ وسلم ظاہرا و باطنا ایشان را و استخلاف
ایشان نص و اشارہ تمہید اصول آن کار و
تاسیس قواعد آن مطلب مداخلت پیغامبر
است در ان امر پس اگر کسی متکفل نیابت
پیغامبر در ان امر و در جنب این معنی در نفس ناطقہ
او فرود میرود و قوی قلبیہ و عقلیہ او را در میان
می آرد و گویا جزوی از جوارح پیغامبر میگردد
و رحمت خاص الہی کہ در حق پیغامبر معروف
بود در حق او نیز ہمان رحمت کار میکند ازین
جہت این بشارات و استخلاف مناط
فضیلت شدند و چون این نکتہ بخاطر اکثر علماء
نرسیده است ازین بشارات حسابی نگرفتہ
اند و در باب فضائل بران اعتماد کلی نکرده
اند ولکن الحق ما قلت۔

اما فضیلت شیخین باعتبار ترشیح در
جزو علمی پس بنسبت آنست کہ علم بر دو نوع
است نوعی کہ مخصوص شیخین است داخل

اللہ کے ساتھ اپنے کاموں کی طرف متوجہ و مشغول ہو جاتے ہیں۔ سو ان دونوں مراتب
میں (افضلیت) انبیاء و خلفاء کے درجات میں کسی قدر فرق ہے۔ جب نبوت کا
سلسلہ منقطع ہو گیا تو اس فضیلت سے مشابہت و ترشیح کی طرف بھی صورت
کو یہی رہا، اللہ جو پیغمبر کے سینہ میں ظاہر ہوا۔ ان بعض امور جن کی تکمیل
سے قبل ہی پیغمبر ملاء اعلیٰ کی جانب تشریف لے گئے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی
نسبت سے اس میں مداخلت کا تقاضا کرے اور حسب صورت (حال) کسی
اور کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔ یہ منامات (خواب) اس بات کی خبر دیتے ہیں کہ
ان امور کی تکمیل فلاں فلاں کے ذریعے ہوگی۔ اور یہ منامات اور اس
باب میں اپنی انتہائی رضامندی کے اظہار کی بشارات اور پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کا ان کی ظاہراً و باطناً تربیت کرنا اور انہیں نص و اشارہ سے
اپنا جانشین مقرر کرنا اور ان کاموں کے اصول کی ترتیب و تنظیم اور ان
مطالب کے قواعد کی تاسیس (یعنی گویا) اس امر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ
وسلم کی مداخلت (کے مانند) ہے۔ پس اگر ایک شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کی نیابت میں اس امر میں (جس کی تکمیل سے قبل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
نے وفات پائی) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا احساس کرتا ہے اور
حقیقت کا رنگ اس کے نفس ناطقہ میں اتر جاتا ہے اور اس کے قلبی
و عقلی قوی میں ہیجان پیدا کر دیتا ہے۔ گویا وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کے جوارح (اعضاء ظاہری) میں سے ایک جارحہ (عضو) ہوتا
ہے اور اللہ کی رحمت خاص جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں
مصروف (عمل) ہوتی ہے اس کے حق میں بھی وہی رحمت کام کرتی
ہے۔ اس بنا پر یہ بشارات اور استخلاف (جانشینی) فضیلت
و برتری کا باعث ہو گئیں۔ چونکہ یہ نکتہ بیشتر علماء کے خیال
میں نہ آیا تھا اس لئے انہوں نے ان بشارات کو کوئی اہمیت نہ دی
اور فضائل کے ضمن میں ان پر مکمل اعتماد نہیں کیا ہے۔ لیکن حق
وہی ہے جو میں نے بیان کیا۔

اب رہی جزو علمی میں ترشیح کے اعتبار سے حضرات شیخین
کی فضیلت تو وہ اس بنا پر ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ وہ قسم
جو حضرات شیخین کے ساتھ مخصوص ہے، اسے خلافت نبوت

است در مخالفت نبوت از ذی کہ تصوص بمرتضیٰ است
و تفصیل این اجمال موقوف است بہ دو تحقیق۔
تحقیق اول فاروق و مرتضیٰ ہر دو مبشر شدند
بزیادۃ جزء علمی بصریح احادیث، و صدیق اکبر
بدلالت تضمنی در حدیث اقتدوا باللذین
من بعدی ابی بکر و عمر، زیراکہ مقتدا
نمی باشد الا ممتاز در علم لیکن از تتبع آثار منقولہ
از ایشان ظاہر میشود کہ حضرت مرتضیٰ زیادہ تر
بود در سرعت انتقال بماخذ مسئلہ لہٰذا
محاسبات عجیبہ و قیاسات دقیقہ از وے
بے شمار روایت کردہ شدہ است، و فاروق
در وقت انعقاد اجماع بوی بیشتر اعتنا
نمودی چنانکہ در رسائل بسیار تحریر نمودیم،
عن حنش ابن المعتمر ان علیا کان
بالیمن فاحتفروا زبیۃ للاسد فجاء حتی
وقع فوقع فیہا رجل وتعلق بآخر و
تعلق الآخر بآخر وتعلق الآخر بآخر
حتی صاروا اربعۃ فجرحہم الاسد
فیہا، فمنہم من مات فیہا ومنہم من
اخرج فمات، قال فتنازعوا فی ذلک
حتی اخذوا السلاح، قال فاتاہم علی
فقال ویلکم تقتلون مائتی انسان
فی شان اربعۃ اناسی تعالوا اقض
بینکم بقضاء فان رضیتم بہ والا
فارتفعوا الی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم، قال فقضی للاول ربع دیۃ
وللثانی ثلث دیۃ وللثالث نصف
دیتہ وللرابع الدیۃ الکاملۃ، قال
فرضی بعضہم وکرہ بعضہم وجعل

میں (شرکت) اس قسم سے جو حضرت مرتضیٰ کے ساتھ مخصوص ہے زیادہ دخل
حاصل ہو۔ اس اجمال کی تفصیل دو تحقیقوں پر موقوف ہے۔

پہلی تحقیق۔ حضرات فاروق و مرتضیٰ دونوں ہی کو جزء علمی میں
اضافہ کی صریح احادیث کی رو سے بشارت دی گئی ہے اور (ایسی ہی
بشارت) حضرت صدیق کو دلالت تضمنی کے ذریعہ دی گئی ہے۔
حدیث میں آیا ہے مسلمانو! اتباع کرو ابوبکر و عمر کی جو میرے بعد آنے والے
(اور تمہارے امیر ہوں گے) کیونکہ مقتدا و پیشوا یا امام جس کی اقتدا و اتباع
کی جائے، صرف وہی ہو سکتا ہے جو علم میں ممتاز ہو، مگر (حضرات
صدیق، فاروق، و مرتضیٰ کے متعلق) جو آثار (روایات) مروی و منقول
ہیں ان کے تتبع سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مسئلہ کو اخذ کرنے میں حضرت
مرتضیٰ کا ذہن بڑی تیزی کے ساتھ منتقل ہوتا تھا۔ اس لئے بیشمار عجیب
عجیب حسابات اور باریک قیاسات ان سے روایت کئے گئے ہیں۔ اور
حضرت فاروق انعقاد اجماع کے وقت ان کی جانب بہت زیادہ
توجہ فرماتے تھے جیسا کہ ہم نے بہت سے رسائل میں تحریر کیا ہے (مثلاً) حنش
ابن المعتمر سے روایت ہے کہ حضرت علی یمن میں تھے وہاں لوگوں
نے شیر کو پھنسانے کی غرض سے ایک گڑھا کھودا۔ شیر اس میں گر پڑا۔
بعد ازاں اس گڑھے میں ایک آدمی گر گیا۔ اس نے ایک دوسرے
آدمی کو پکڑنا چاہا وہ بھی گڑھے میں گر گیا۔ اس دوسرے شخص نے
ایک اور کو پکڑا اور اس نے ایک اور کو پکڑا یہاں تک کہ وہ
چاروں گڑھے میں جا گرے۔ اس گڑھے میں ان سبھوں کو شیر
نے زخمی کیا، سو ان میں سے کوئی گڑھے ہی میں مر گیا اور کوئی
گڑھے سے نکالے جانے کے بعد مر گیا وہاں کے لوگوں نے اس
بارے میں جھگڑا کیا یہاں تک کہ تلواریں نکل آئیں یہ سنکر حضرت علی ان
لوگوں کے پاس گئے اور کہا تمہارے! افسوس کی بات ہے کہ چار آدمیوں
کے لئے تم لوگ دو سو آدمیوں کو مارے ڈالتے ہو۔ آؤ میں تمہارے
درمیان فیصلہ کرتا ہوں اگر تم اس پر راضی ہو گئے تو خیر ورنہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم سے مرافعہ (اپیل کرنا) راوی کا بیان ہے کہ حضرت علی نے پہلے کیلئے
ایک چوتھائی دیت دوسرے کیلئے ایک تہائی دیت تیسرے کیلئے آدھی
دیت اور چوتھے کیلئے پوری دیت کا فیصلہ سنایا۔ اس فیصلہ کو کچھ لوگوں نے

فطرح إليهما ثمانية دراهم وقال خذا هذا عوضا مما أكلت لكما ونلته من طعامكما وقال صاحب الخمس الأرغفة لي خمسة دراهم ولك ثلثة وقال صاحب الأرغفة الثلثة لا أرضى إلا أن يكون الدراهم بيننا نصفين، وارتفعا إلى أمير المؤمنين علي ابن أبي طالب، فقصا عليه قصتهما، فقال لصاحب الثلاثة قد عرض عليك صاحبك ما عرض وخبزه أكثر من خبزك فارض بالثلثة، فقال لا والله لا رضيت منه إلا بمر الحق فقال علي ليس لك في مر الحق إلا درهم واحد وله سبعة، فقال الرجل سبحان الله يا أمير المؤمنين هو يعرض علي ثلثة فلم أرض وأشرت علي بأخذها فلم أرض وتقول لي الآن انه لا يجب لي في مر الحق إلا درهم واحد فقال له علي عرض عليك صاحبك أن تأخذ الثلثة صلحا فقلت لا أرضى إلا بمر الحق ولا يجب لك في مر الحق إلا واحد، فقال له الرجل فعرفني بالوجه في مر الحق حتى اقبله فقال علي أليس الثمانية الأرغفة أربعة وعشرين ثلثا أكلتموها وأنتم ثلثة أنفس ولا يعلم الأكثر منكم أكلا ولا الأقل فتحملون في أكلكم على السواء

کھا کر فارغ ہوا تو ان دونوں کے آگے آٹھ درہم ڈال دیے اور کہا کہ کھانے کے عوض ان درہموں کو لے لو۔ اب پانچ روٹیوں والے نے اپنے ساتھی سے کہا کہ پانچ درہم میرے اور تین درہم تیرے ہیں اور تین روٹیوں والے نے کہا کہ میں صرف اس صورت میں راضی ہوں گا جب یہ درہم ہم دونوں میں برابر بانٹے جائیں۔ اس پر یہ دونوں یہ مقدمہ حضرت علی کی خدمت میں لائے اور انہیں سارا قصہ سنایا۔ آپ نے تین روٹیوں کے مالک سے کہا کہ تمہارے ساتھی نے جس کی روٹیاں تم سے زیادہ تھیں جو پیش کش تمہیں کی ہے اس پر راضی ہو جاؤ۔ اس پر اس نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم میں اس سے صرف بہ رعایت انصاف ہی پر راضی ہوں گا۔ اس پر حضرت علی نے کہا کہ بہ شائبہ انصاف تو یہ ہے کہ تجھے صرف ایک درہم ملنا چاہئے اور تیرے ساتھی کو سات درہم اس پر اس شخص نے کہا سبحان اللہ امیر المومنین وہ مجھے تین درہم دے رہا ہے اور میں اس پر راضی نہیں ہو رہا ہوں اور آپ نے مجھے اس کے لے لینے کا مشورہ دیا مگر میں نے اسے قبول نہ کیا اور اب آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ بہ رو رعایت انصاف کی رو سے میرا حق صرف ایک درہم ہے۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا تمہارے ساتھی نے صلح کی غرض سے تمہیں تین درہموں کی پیش کش کی مگر تم نے کہا کہ میں صرف بہ شائبہ انصاف ہی پر راضی ہوں گا اور بہ رو رعایت انصاف کے مطابق تمہارا حق صرف ایک درہم کا بنتا ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ مجھے بہ شائبہ انصاف کی بنیاد کا سبب سمجھا دیجئے میں قبول کر لوں گا اس پر حضرت علی نے کہا کیا آٹھ روٹیاں چوبیس ثلث[1] نہیں ہیں؟ جنہیں تم تینوں نے کھایا اور یہ معلوم نہیں کہ تم میں سے کس نے زیادہ کھایا اور کس نے کم سو تم سب نے گویا انہیں برابر کھایا ہے۔ اس شخص نے کہا ہاں! حضرت علی نے کہا تو تم نے آٹھ ثلث کھائیں اور تمہارے پاس نو ثلث تھیں اور تمہارے ساتھی نے بھی آٹھ ثلث کھائیں اور اس کے

[1] یعنی اگر ہر روٹی کے تین حصے کئے جائیں تو آٹھ روٹیوں کے کل چوبیس حصے ہوں گے ۱۲

فقال علی: لا، قال: فاکلت انت ثمنیة اثلاث وانما لک تسعة اثلاث ولکل صاحبک ثمانیة اثلاث ولنا خمسة عشر ثلثا اکل منہا ثمانیة وبقی لہ سبعة واکل لک واحدا من تسعة ولک واحد بواحدک ولہ سبعة فقال الرجل رضیت الآن" اخرجہ ابوعمر فی الاستیعاب ودر مسئلہ عول گفت صار ثمنہا تسعا۔

اس کے نو ثلث تھیں، اس نے اپنے حصہ کی روٹیوں میں سے آٹھ (ثلث) کھائے اور اس کے پاس سات (ثلث) بچے جو تیسرے آدمی نے (تمہارے نو ثلث میں سے ایک (ثلث) کھایا اور ایک (ثلث) کے عوض تمہارا حق ایک درہم ہے اور (تیسرے شخص نے تمہارے ساتھی کے سات ثلث لئے ہیں) سو اس کا حق سات درہموں کا بنتا ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا اب میں راضی اور مطمئن ہو گیا۔ اس روایت کو ابوعمر نے استیعاب میں روایت کیا ہے۔ اسی طرح حضرت علیؓ نے عول کے مسئلہ میں کہا " اس کا ثمن (آٹھواں) تسع (نواں) ہو گیا۔"

و فاروق زیادہ تر بود در مناظرہ و مشاورہ در مسائل شرعیہ تا اقیسہ متعارضہ را بسنجد و بعلماء را بانچہ مرجح است قائل کنند و اختلاف از میان مردمان مرتفع شود و اصل ثالث کہ اجماع است متحقق گردد، لہذا ابن مسعود گفتہ است کان عمر اذا سلک مسلکا وجدناہ سہلا، و در زمان حضرت مرتضیٰ اجماعی منعقد نگشت و مشاورتی با علماء در میان نیامد و علمی کہ در بلاد اسلام شائع گردد ظاہر نشد و این معنی بر ہر شخصے کہ ادنیٰ معرفتی با آثار سلف داشتہ باشد واضح و غیر محتاج بہ بیان است، و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باختصاص ہر یکے بصفتی اشارہ فرمودہ اند کہ در باب فاروق فرمودہ قاولت الدین، و در باب مرتضیٰ فرمودہ اقضاکم علی، و انا مدینة العلم و علی بابہا، زیرا کہ قضا موقوف بر سرعت انتقال ذہن است و حکمت نیز ہمچنان و دین عبارت از چیزے نیست کہ مردمان بروی جمع شوند و رضا صاحب ملت

مگر حضرت فاروق مسائل شرعیہ میں غور و فکر کرنے (مناظرہ) اور مشاورت میں بڑھے ہوئے تھے تاکہ ایک دوسرے سے متعارض قیاسات میں موازنہ کر کے علماء کو اس بات کا جو قابل ترجیح ہو قائل کریں۔ لوگوں کے درمیان سے اختلاف کا خاتمہ ہو جائے اور (ادلہ شرعیہ کی) تیسری اصل کہ اجماع ہے متحقق ہو جائے اس لئے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا قول ہے " جب حضرت عمر کسی راستہ پہ چلتے تو ہم اسے ہموار اور نرم پاتے تھے۔" (حضرت عمر جو راستہ اختیار کرتے اس پہ عمل آسان ہوتا) لیکن حضرت مرتضیٰ کے زمانے میں کوئی اجماع منعقد نہ ہوا اور علماء کے مابین کوئی مشاورت نہ ہوئی اور وہ علم جو تمام مسلمانوں میں شائع ہوتا، نہ ہو۔ یہ بات ہر اس شخص پر جو آثار سلف سے معمولی واقفیت بھی رکھتا ہے واضح ہے اور کسی بیان کی محتاج نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کے ایک خاص صفت کے ساتھ مخصوص ہونے کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ حضرت فاروق کے متعلق فرمایا کہ انہیں " دین کا علم دیا گیا ہے"، اور جناب مرتضیٰ کے متعلق فرمایا کہ تم سب سے فصل خصومات کی سب سے زیادہ صلاحیت علی میں ہے" اور یہ کہ " میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں" کیونکہ قضا (فصل خصومات) ذہن کے سرعت انتقال پر موقوف ہے اور حکمت کا بھی یہی حال ہے۔ دین اس بات کا نام ہے جس پر لوگ مجتمع و متفق ہوں اور صاحب ملت سے

است نشست و او را نہی فرمود که در صورت حاجی است که
حقوق متساویہ جمع شوند برای اثبات حق و مثلاً
در صورتیکہ شخصی تعبیر رؤیا کند یا بطور فلانی محتلم
شد و ام ولد یا بسبب آن زنی لفلانی لاحق شود
علم تعبیری عالم مثال است که او را در آفتاب
ایستاده کنند و سایہ او را بکفش زنند نہ بر او که
عالم خیال ظل عالم شہادت است و علم فاروقی
حاکم بآن است که او را تعزیر یا تنبیہ کنند تا ردع
باشد از ایذاء مانند آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از
سب اموات کافرین منع کردند که لا تؤذوا
الأحیاء و مانند آنکہ حضرت عمر از ہجو منع نمود

جاتا ہے حضرت مرتضیٰ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور ان کا اس بات کو طے کرنا
اور حکم فرمانا کہ قرعہ ان حالات میں (فیصلہ کن ہے) جہاں فریقین کے حقوق
متساوی ہوں مگر وہ کسی کا حق ثابت کرنے کیلئے (فیصلہ کن) نہیں ہے۔ اور
مثلاً ایسی صورت میں کہ کوئی یہ کہے کہ میں نے خواب میں فلاں شخص کی ماں سے صحبت
کی ہے اور اس کی وجہ سے فلاں شخص کو ایک طرح کی اذیت پہنچے۔ حضرت مرتضیٰ
کا علم اس بات کا حکم دیتا ہے کہ خواب دیکھنے والے شخص کو دھوپ میں کھڑا کر
کے اس کے سایہ کو جوتے سے پیٹا جائے کیونکہ عالم خیال عالم شہادت (حقیقی عالم)
کا سایہ ہے مگر حضرت فاروق کا علم یہ حکم دیتا ہے کہ اس شخص کو زجر (ڈانٹ ڈپٹ)
یا تنبیہ کی جائے تاکہ ایذا رسانی سے اس کو روکا جا سکے۔ یہ (حکم فاروق) حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے (اس حکم کے) مانند ہے کہ آپ نے مرے ہوئے کافروں کو گالی دینے
سے اس لئے منع فرمایا کہ (لا تؤذوا الاحیاء) زندوں کو اس سے اذیت پہنچے گی (نیز یہ)
حضرت عمرؓ کے اس حکم کی طرح ہے جس کی وجہ سے آپ نے (شعراء کو) لوگوں کی ہجو کہنے سے
روک دیا تھا۔

تحقیق ثانی مشابہ خلافت نبوت آنست که آن
علوم که از انبیاء منقول است در میان جمہور
کرده آید آنچہ مجمل است او را در اجمال گذاشته
شود و آنچہ مفصل است بتفصیل بیان کرده آید
زیرا که شارع ہیچ چیز مجمل نگذاشته الا از جہت
حکمتی در اجمال او و مفصل نساخته الا از جہت
مصلحت در تفصیل او و صفت انبیاء علیہم
الصلوات آنست که عمل مقصود تر باشد از علم
و علم بقدر تہذیب نفوس عالم القا فرمایند
و سخن دقیق با ایشان نگویند و چنان نکنند که
اوہام متعلمین متحیر شوند یا مستغرق شوند تا آنکہ
ورای آنچہ بزبان گویند در دل چیزی دیگر
پنہان کرده باشند بالجملہ که بہ نیابت
تعلیم آن کنند ہر چند زیاده صاحب علم بیشتر
باشد استعداد وی کمتر و ہر چند تقلید
زیاده تر و خوض بعقل کمتر و ہر چند خروج از

دوسری تحقیق خلافت نبوت سے مشابہ یہ بات ہے کہ جو علوم انبیاء سے
منقول ہیں لوگوں میں ان کی اشاعت کی جائے۔ جو مجمل ہے اسے اجمال و اختصار
کی صورت میں چھوڑ دیا جائے اور جو مفصل ہے اسے تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے
کیونکہ شارع نے جس چیز کو مجمل چھوڑا ہے اس کے اجمال اختصار میں کوئی
حکمت رکھی ہے اور جس چیز کو مفصل بیان کیا ہے تو اس کی تفصیل میں کوئی
(دینی) مصلحت ہے۔ انبیاء علیہم الصلوات کی صفت یہ رہی ہے کہ علم سے زیادہ
عمل مقصود و مطلوب ہوتا ہے اور وہ اتنے ہی علم کا افادہ فرماتے جتنا لوگوں کے نفوس
کی تہذیب و آراستگی کے لئے ضروری ہو۔ وہ (لوگوں سے) باریک باتیں نہیں کہتے اور
وہ ایسا نہیں کرتے جس سے مخاطبین کی عقل حیرت زدہ ہو جائے یا وہ یہ سمجھنے لگیں کہ
(انبیاء) جو کچھ زبان سے کہتے ہیں ان کے پیچھے ان کے دلوں میں کوئی اور بات
چھپی ہوئی ہے (یعنی زبان سے کچھ کہتے ہیں اور دل میں کچھ اور رکھتے ہیں) بہرحال خلیفہ
جس علم کی (انبیاء کی) نیابت کی حیثیت سے لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں اس میں اہل
علم (دینی) کا جتنا زیادہ کمال ہوگا اور رائے زنی کی جرأت کم ہوگی جس قدر
(دین کی) تقلید زیادہ ہوگی اور عقل کی کارفرمائی کم ہوگی اور اختلاف کی
تنگیوں سے خروج جتنا زیادہ ہوگا اور آراء میں اتفاق جس قدر بیشتر
ہوگا تو (اس صورت میں) نبی کی نیابت زیادہ قوی اور خلافت

مناط اختلاف چیزے را بجائے آرد چیزے بنہایت قوی‌تر و خلافت محکم‌تر باشد۔

ازیں جا معلوم شد فضیلتی کہ خلفا را حاصل است آنست کہ علم موسس و ممہد پیغامبر را کہ بودند بشہرت رسیدہ بشہرت رسانیدند تا جارحہ باشند از جوارح پیغامبر در اتمام امر او علوم حادثہ اگرچہ بدقت نظر زیادہ باشند بجوی نمی ارزند در جنب جارحہ بودن از جوارح پیغامبر و لہذا اصحاب باوجود تکثر چندان تدقیق سخن نکردہ اند مقبول‌تر اند عند اللہ و عند رسول و عند الصالحین من المؤمنین و معقولیان زمان ما ہر چند دقیقہ شناس اند از فیض الٰہی دور تر افتادہ اند کوری خفاش چشم بینائی

کہ چشمۂ روشن آفتاب تیرہ شبی است

و این ہمہ بہ نسبت معقولیان زمان اکثر بعلوم مستحدثہ مشغول شدہ از میراث انبیاء محروم ماندہ اند گفتہ۔ ھدانا اللہ تعالیٰ و ایاہم طریق الحق۔

و از حضرت مرتضیٰ مردم چیزہا نقل کردہ اند چوں تفتیش آن چیزہا از جہت اسناد کردہ می شود آن ہمہ متلاشی میگردد اما جفر ابیض و مصحف فاطمہ پس باطل است بطریق تواتر از مرتضیٰ نقل کردہ شدہ عن ابی الطفیل قال سئل علی ھل خصکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشیٔ فقال ما خصنا

زیادہ مستحکم ہوگی۔

ہم اس سے بھی زیادہ دقیق (باریک) و خاص بات کہتے ہیں کہ جو فضیلت خلفاء کو حاصل ہے وہ یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جس علم کی بنیاد و استوار کی ہے اور جسے انہوں نے مرتب و منظم کیا ہے تکرار سے شہرت کا درجہ دیا ملا ہے (خلفاء نے بھی) تشہیر و اشاعت کریں تا کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے کاموں کے مکمل کرنے میں ان کے اعضا میں سے ایک عضو کے مانند ہو جائیں۔ علوم حادثہ (نئے علوم) اگرچہ دقت نظر سے زیادہ معلوم ہوں مگر وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے جارحہ (عضو) ہونے کے مقابلے میں ایک جو کے برابر بھی نہیں ہیں۔ اسی لئے صحابہ کرام نے اگرچہ تحقیق و تدقیق سے باتیں اور باریک بینیاں نہیں کی ہیں، مگر پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور صالح مسلمانوں کے نزدیک ہمارے زمانے کے معقولیوں سے زیادہ مقبول اور پسندیدہ ہیں۔ ہمارے زمانے کے معقولی اہل علم خواہ کتنے ہی دقیقہ شناس ہوں اللہ کے فیض سے وہ دور ہیں۔ وہ چمگادڑ کی آنکھ کی کوری پر قربان کر دیئے جانے کے قابل ہیں جو آفتاب کی چمک (اپنی غلطی) سے تیرہ و تاریک ہے۔ یہ بات ہمارے زمانے کے اہل علم معقولیوں کے تعلق سے کہی گئی ہے جو نئے نئے علوم میں مشغول ہو کر انبیاء کی میراث (علوم دینی) سے محروم رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور انہیں سچائی کا راستہ دکھائے۔

حضرت مرتضیٰ سے لوگوں نے بہت سی باتیں نقل کی ہیں مگر جب سند کے اعتبار سے ان چیزوں کی تحقیق و تدقیق کی جاتی ہے تو وہ ساری (روایات) پریشان خواب و معدوم ہو جاتی ہیں۔ سو سفید ترکش (جفر ابیض)[1] اور مصحف فاطمہ[2] کی (روایتیں) باطل ہیں (کیونکہ) حضرت مرتضیٰ سے اس کے برخلاف باتیں بطور تواتر نقل کی گئی ہیں۔ ابو الطفیل سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مخصوص چیز عطا کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا رسول اللہ صلی اللہ

[1] کہتے ہیں کہ حضرت علی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خصوصیات لکھ کر دی تھیں جنہیں وہ ایک سفید رنگ کے ترکش میں محفوظ رکھتے اور وہی جفر ابیض (سفید ترکش) کہلاتا ہے۔ ۱۲

[2] بقول شیعہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جبرئیل حضرت فاطمہؓ کے پاس آتے اور تسلی دیا کرتے اور ان کو بتاتے کہ آپ کی اولاد کن واقعات سے دوچار ہوگی۔ حضرت علی ان سب باتوں کو لکھ لیا کرتے، اسی مجموعہ کا نام مصحف فاطمہؓ ہے (اعیان الشیعہ ج۱ ص۱۸۱)

وعکس آن مختلف باشند.

سوال: اگر گوئی کہ فتح عراق و شام و مصر و کسر کسریٰ و قیصر قیصر و جمع امت را بقول یک تن ساختن بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محتمل کہ بسبب امور خارجیہ بودہ باشد مثلاً تعلق ارادہ حق و علا بتائید اسلام و غلبہ مسلمین بر کافرین کما قال عز من قائل وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ (الصافات ۱۷۱-۱۷۳) و مثلاً مردمان در عصر اول خوی فتنہ و فساد نداشتند و این خصلت آہستہ آہستہ درمیان ایشان پیدا شد و برکت صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رغبت تمام داشتند در جہاد و چون زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعید شد آن برکت مستتر گشت و درین صورت ازین امور ثبوت افضلیت نمی شود اگر متقدم در زمان متاخر می بودند احوال متاخر بروی کار می آمد و اگر متاخر در زمان متقدم می بودند احوال متقدم متحقق می شد.

جواب: گوئیم کہ فیض الٰہی ہر چند متوقف نیست بر استعداد و رعایت استعداد لیکن سنت اللہ بدان جاری شدہ کہ فیض الٰہی جاری نمی شود مگر بدست کسی کہ مستعد آن باشد پس اجرای فیض الٰہی بدست کسی فضل او دلیل بر شناخت. ولا نسلم کہ در عصر اول خوی فتنہ نداشتند، نمی بینی کہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسیاری مرتد گشتند و جمعہ قائم نمی شد الا در سہ مسجد مسجد حرام و

اور معذور رکھے یا معذور نہیں رکھے۔

سوال: اگر آپ یہ کہیں کہ عراق شام اور مصر کی فتوحات اور شہنشاہ ایران کی شکست اور قیصر روم کی سرحد مملکت کو تنگ کر دینا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام امت (مسلمہ) کو جسد واحد کی طرح بنا دینا ممکن ہے کہ خارجی اسباب کے باعث ہو۔ مثلاً یہ کہ اسلام کی تائید و نصرت اور کفار پر مسلمانوں کا غلبہ مشیت ایزد خداوندی کے سبب ہو جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور اپنے پیغمبر بندوں کے حق میں پہلے ہی ہمارا ارشاد ہو چکا ہے کہ بیشک انہیں کی مدد ہوتی ہے اور بیشک ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا" (والصافات ۱۷۱-۱۷۳) اور مثلاً یہ کہ اسلام کے ابتدائی زمانے میں لوگوں میں فتنہ و فساد کی عادت نہ تھی۔ اور یہ عادت ان میں آہستہ آہستہ پیدا ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت کی بدولت انہیں جہاد کرنے کی بڑی زبردست اور قوی خواہش تھی۔ جب جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دور ہوتا گیا (جہاد کی) وہ برکت بھی جاتی رہی اور اس بنا پر ان باتوں (فتوحات عراق، شام و مصر وغیرہ) سے کسی طرح کی افضلیت ثابت نہیں ہوتی۔ اگر وہ جو متقدم تھے (حضرات ابوبکر، عمر و عثمان) اس کے زمانے میں ہوتے جو متاخر (حضرت علی) تھے تو وہی حالات رونما ہوتے جو متاخر (حضرت علی) کے زمانے میں ظاہر ہوئے اور اگر متاخر (حضرت علی) متقدم (حضرات ابوبکر، عمر و عثمان) کے زمانے میں ہوتے تو متقدم (حضرات شیخین و عثمان) کے حالات (یعنی فتوحات و کثرت جہاد و اتفاق امت) یہاں بھی ظہور پذیر ہوتے۔

جواب: میں کہتا ہوں کہ اگرچہ فیض خداوندی کسی ایک ہستی کا اپنے بالمقابل کسی دوسری استعداد پر موقوف نہیں تھے[1] لیکن اللہ کی سنت یہی ہے کہ فیض الٰہی اسی شخص کے ہاتھ پر جاری ہوتا ہے جو اس کی صلاحیت رکھتا ہو۔ سو اگر کسی کے ذریعے فیض خداوندی جاری ہوتا ہے تو یہ اس بات کو اس شخص کی فضیلت سمجھنا چاہئے۔ اور ہم یہ بات نہیں مانتے کہ عصر اول میں لوگوں میں فتنہ کی عادت نہ تھی۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بہت سے لوگ مرتد ہو گئے۔ اور جمعہ صرف تین مساجد یعنی مسجد حرام (در مکہ)، مسجد مدینہ و مسجد جواثی

[1] یعنی ہر چند کہ خدا کا فیض ذرہ کو بھی بلا سبب بغیر صلاحیت کے پہنچ سکتا ہے مگر کسی کام یا صلاحیت ہو ہر جگہ دونوں کی مناسبت سے ہی ان پر کرم کیا جاتا ہے۔

مداخلت می نمودند چنانکہ در فتح شام و عراق
فرمودند دانستیم کہ فتح حضرت عمر می بود،
چون نفی این فساد واقع نشد بلکہ ہمہ تدبیری
منعکس گشت دانستیم کہ آن جماعت نیستند
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از نزدیک خدا
تعالیٰ بآن موعود شدہ باشند، و چون بعض از
اتمام منوط شد دیگری بآن قیام نمود و بر
دست دیگری صورت گرفت آری این معنی در
قتال خوارج متحقق است و بشارت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم در آن حادثہ واقع و حضرت
مرتضی خود این واقعہ را بیان کرد، عن ابی
کثیر مولی الانصار قال کنت مع سیدی
مع علی بن ابی طالب حیث قتل
اهل النهروان فكان الناس وجدوا
في أنفسهم من قتلهم فقال علي يا أيها
الناس ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قد حدثنا بأقوام يمرقون من
الدين كما يمرق السهم من الرمية ثم
لا يرجعون فيها ابدا حتى يرجع السهم
على فوقه وان آية ذلك ان فيهم
رجلا اسود مخدج اليد احدى يديه
كثدي المرأة لها حلمة كحلمة ثدي
المرأة حوله سبع هلبات فالتمسوه
فاني اراه فيهم فالتمسوه فوجدوه
فكبر علي فقال الله اكبر صدق الله
ورسوله وانه لمتقلد قوسا له عربية
فاخذها بيده فجعل يطعن بها
في مخدجته ويقول صدق الله
ورسوله وكبر الناس حين راوه

مداخلت کرتے جیسا کہ آپ نے شام و عراق کی فتح کے بارے میں فرمایا
اور ان کوششوں کے اچھے نتائج برآمد ہوئے۔ لیکن چونکہ حضرت
علی کے دور کے فسادات اور فتنہ انگیزیوں کا خاتمہ نہ ہوا بلکہ ان
کی ہر تدبیر الٹی ہو گئی تو یہی بات معلوم ہو گئی کہ یہ ان امور
کی جنس ہی سے نہیں تھے جن کا وعدہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا اور جن کی تکمیل سے قبل
آپ کی وفات ہو گئی تو کسی دوسرے شخص نے اس کام کو اپنے ذمے
لیا اور اس کے ذریعہ اس کی تکمیل ہوئی۔ ہاں یہ بات خوارج سے
قتال (جنگ) میں ضرور ثابت ہوئی اور اس حادثہ کے بارے میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت واقع ہوئی۔ حضرت مرتضیٰ
نے خود اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ انصار کے مولیٰ ابو کثیر نے روایت
کیا ہے کہ میں اپنے آقا کے ہمراہ حضرت علی کے ساتھ اس جگہ جہاں
اہل نہروان (خوارج) قتل ہوئے موجود تھا۔ ان کے قتل سے لوگوں
کو صدمہ ہوا۔ اس پر حضرت علی نے کہا اے لوگو! ہم سے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے گروہ کے بارے میں فرمایا تھا جو
دین سے ایسے نکل جائے گا جیسے کہ تیر شکار سے نکل جاتا ہے اس
کے بعد یہ لوگ پھر کبھی دین میں واپس نہ آئیں گے تا آنکہ تیر اپنی
سوفار کی طرف لوٹ آئے۔ (یعنی اس گروہ کا دین میں دوبارہ واپس
آنا ناممکن ہے) اور اس بات کی کہ یہی اہل نہروان وہ گمراہ گروہ
ہیں) علامت یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ فام شخص ہوگا جس کا ہاتھ ناقص
الخلقت ہوگا۔ یعنی اس کا ایک ہاتھ عورت کی پستان کے مانند ہوگا۔
اس پر ایسی ہی گھنڈی (سر پستان) ہوگی جیسی کہ عورت کے پستان پر
ہوتی ہے اور اس کے گرد چاروں طرف سات اونٹ جیسے بال ہوں گے
تو لوگو! اس آدمی کو تلاش کرو کیونکہ میں سے ان مقتولین نہروان میں
دیکھ رہا ہوں۔ لوگوں نے اس کی تلاش کی اور اسے پا لیا۔ اس پر حضرت
علی نے کہا اللہ اکبر! اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا۔ لوگوں
نے بھی جب (اس کی لاش) دیکھی تو تکبیر کہی اور ایک
دوسرے کو خوشخبری دی اور ان کا صدمہ دور ہو گیا۔

واستبشروا وذهب شحمها ولا يجيء منه أخرجه أحمد.

وعن الحسن بن قيس بن عباد قال كنا مع علي فكان إذا شهد مشهداً أو أشرف على أكمة أو هبط وادياً قال سبحان الله صدق الله ورسوله فقلت لرجل من بني يشكر انطلق بنا إلى أمير المؤمنين حتى نسأله عن قوله صدق الله ورسوله قال فانطلقنا إليه فقلنا يا أمير المؤمنين رأيناك إذا شهدت مشهداً أو هبطت وادياً أو أشرفت على أكمة قلت صدق الله ورسوله فهل عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم إليك شيئاً في ذلك قال فأعرض عنا وألححنا عليه فلما رأى ذلك قال والله ما عهد إلي رسول الله صلى الله عليه وسلم عهداً إلا شيئاً عهده إلى الناس ولكن الناس وقعوا على عثمان فقتلوه فكان غيري فيه أسوأ حالاً وفعلاً مني ثم إني رأيت أني أحقهم بهذا الأمر فوثبت عليه فالله أعلم أصبنا أم أخطأنا أخرجه أحمد.

اما فضیلت شیخین باعتبار زیادت و تاثیر عمل نفس ناطقه بنسبت تاثیر صحبت در نفوس همنشینان و معامله کنندگان بواسطه استماع این جماهر اقوال ایشان و مشاهده انجاه احوال و اقوال ایشان و این ظاهر است اما تاثیر اقوال پس بیان آن آنست که مسلمین در زمان شیخین متفق بودند بر آنکه سنت ظاهره که معتبر بفقه است و باطنا که معتبر باحسان و طریقه است

اس کو احمد نے بیان کیا ہے۔

الحسن نے قیس بن عباد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم حضرت علی کے ساتھ تھے سو وہ جب لوگوں کا کوئی مجمع دیکھتے یا کسی ٹیلے پر چڑھتے یا کسی وادی میں اترتے تو کہتے "صدق اللہ ورسولہ (پاک ہے) اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا" راوی کا بیان ہے کہ میں نے قبیلہ بنو یشکر کے ایک آدمی سے (جو ہمارے ساتھ تھا) کہا کہ ہمیں امیر المومنین کے پاس لے چلو تاکہ ہم ان سے ان کے قول "اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا (صدق اللہ ورسولہ)" کے بارے میں پوچھیں، سو ہم ان کے پاس گئے اور ہم نے ان سے کہا "اے امیر المومنین ہم نے آپ کو دیکھا، جب آپ لوگوں کے مجمع کو دیکھتے یا کسی وادی (نشیبی زمین) میں اترتے یا کسی ٹیلے پر چڑھتے تو فرماتے "اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا" تو کیا اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کوئی عہد دیا تھا۔ (کوئی خاص بات فرمائی تھی) یہ سنکر حضرت علیؓ نے ہم سے منہ پھیر لیا مگر ہم نے اصرار کیا، انہوں نے جب یہ دیکھا تو کہا "خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی عہد نہیں لیا اور مجھ سے کوئی ایسی بات نہیں کہی سوائے ان باتوں کے جو انہوں نے سب لوگوں سے فرمائی تھیں، لیکن لوگ حضرت عثمان کے مخالف ہو گئے اور ان پر الزام تراشی کی اور انہیں قتل کر دیا۔ اس سلسلے میں میرے علاوہ دوسرے کا حال و فعل مجھ سے بھی برا تھا۔ پھر میں نے یہ خیال کیا کہ میں اس امر خلافت کا زیادہ حقدار ہوں، پس میں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ سو خدا ہی جانتا ہے کہ آیا ہم نے صحیح کیا یا ہم سے غلطی ہوئی" اس روایت کو امام احمد نے بیان کیا ہے۔

اب رہا اپنے ہم نشینوں اور اپنے ساتھ معاملہ کرنے والوں کے نفوس میں ان کے اقوال سننے اور ان کے احوال و اقوال کو مشاہدہ کرنے کی صحبت سے متاثر ہونے کے تعلق سے نفس ناطقہ کے جزو عمل میں اضافہ ہونے کے اعتبار سے شیخین کی افضلیت تو یہ واضح و نمایاں ہے (اس میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے) جہاں تک (شیخین کے) اقوال سے ان کے ہم نشینوں کے متاثر ہونے کا تعلق ہے تو اس کا بیان یہ ہے کہ شیخین کے زمانے میں سنت کو نافذ کرنے میں (شیخین) ظاہر کے اعتبار سے جو کہ فقہ میں معتبر ہے اور خواہ باطن کی رو سے ہو کہ احسان و طریقت میں اس کا اعتبار

خود کردہ باشند۔

واما تغییر احوال بسیاری از متبوعین آنست کہ صاحبان شیخین ہمہ متادب بآداب شریعت وراغب بحسنات، واز کسی حرکتی مشتبہ ظاہر نشد و صاحبان حضرت مرتضیٰ اکثر ایشاں سپاہی منشان بودند اہل طمع وحرص وحقد وحسد، با حضرت مرتضیٰ خلوص محبت نداشتند ورسوخ انقیاد، چنانکہ جناب مرتضیٰ اکثر اوقات برسر منبر شکوہ ایشاں میکرد کہ کاشکی اہل کوفہ را بصرف تغییر با اہل شام مانند صرف دراہم بدنانیر دہ کس را دہم ویکی بستانم و بیوفائی بازا ایشاں ظاہر شد چنانکہ تا حال الکوفی لا یوفی مثل سائر ست وبا حسن مجتبیٰ وحسین شہید کربلا رضی اللہ عنہما آنچہ از بیوفائی ہا کردند محتاج بیان نیست۔ جمعی کہ خلوص محبت ورسوخ انقیاد داشتند در اعتقاد خود خیرہ شدہ افتادند چنین افراط کردند در اعتقاد وتعظیم تا انجا رسانیدند کہ حد غیر نبی نباشد و حضرت مرتضیٰ ایشاں را ازیں افراط منع بلیغ میداشت وایشاں منزجر نمیشدند چنانکہ قصہ ہای سبائیہ و سبیۃ انچہ در حق صحابہ طعن میکردند منقول است وجمعی تفریط کردند درآن آنچہ در حق اوّلی بایست وجمعی متوسط الحال بودند روات ایشاں اصحاب عبداللہ بن مسعود اند و در حمل کلام او بر معنی مناسب نیز مختلف شدند جمعی آنچہ بطور مبالغہ آمیدہ با آنکہ بر سر منبر میفرمود اعتنا نمیکردند و میگفتند مرد محارب است میگوید خلاف آنچہ در دل طور دارد

دونا ہو گیا ہے موافق و مخالف دونوں ہی متفق ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ (شیخین کے) اعوان کی تاثیر سے (ان کے ہم نشین و اصحاب) کس حد تک متاثر ہوئے تو یہ بات اس بات سے جانی جا سکتی ہے کہ شیخین کے سبھی ہم نشین آداب شریعت کا ادب کرتے اور احسان سے رغبت رکھتے تھے اور ان میں سے کسی سے بھی کوئی قابل اعتراض حرکت ظاہر نہیں ہوئی اس کے برعکس حضرت مرتضیٰ کے زیادہ تر مصاحبین سپاہی منش، لالچی حریص کینہ پرور اور حاسد تھے حضرت مرتضیٰ سے محبت کا خلوص ان میں نہ تھا اور نہ ان کی اطاعت کا جذبہ ان کے دلوں میں راسخ تھا۔ چنانچہ جناب مرتضیٰ اکثر مسجد کوفہ کے منبر پر ان کی شکایت کیا کرتے تھے کہ کاش اس طرح جیسے کہ درہم و دینار سے بدلے جاتے ہیں ہم اہل کوفہ کو اہل شام سے تبادلہ کر لیتے۔ دس دس کوفیوں کو دے کر ان کے بدلے میں صرف ایک شامی لے لیتا۔ ان کوفیوں سے اس قدر بے وفائیاں ظاہر ہوئیں کہ اب تک یہ کہاوت مشہور ہے کہ کوفی سے وفا نہیں (الکوفی لا یوفی) ان کوفیوں نے حضرت حسن مجتبیٰ و حضرت حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہما کے ساتھ جو بیوفائیاں کیں وہ محتاج بیان نہیں ہیں۔ ان میں کچھ لوگ ایسے تھے جن کو حضرت علی سے محبت تھی اور ان میں اطاعت کا جذبہ بھی تھا وہ اپنے اعتقاد میں بے اعتدالی کا شکار ہو گیا۔ ان میں سے ایک جماعت نے حضرت علی سے اعتقاد و تعظیم میں اس قدر غلو کیا اور اس حد تک ان کو پہنچایا جو غیر نبی کی حد نہیں (یعنی انہیں اعتقاد و تعظیم میں انبیاء کا ہم پلہ کر دیا) اور حضرت مرتضیٰ نے ان لوگوں کو اس افراط و مبالغہ سے بار بار منع کیا مگر یہ لوگ اس سے باز نہ آئے۔ چنانچہ اسی جماعت کی نسبت جو صحابہ (کرام) کو مطعون کرتی ہے بہت سے قصے نقل کئے گئے ہیں۔ (اسی طرح) ایک جماعت نے (حضرت علی سے اعتقاد و محبت کے سلسلے میں) تفریط (کمی) سے کام لیا اس سے بھی کم تر جو ان کے حق میں ضروری ہے (یعنی حضرت علی کی تعظیم و محبت ان لوگوں نے کم کی) اور ایک جماعت متوسط الحال (اعتدال پر) رہی اور یہ لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب ہیں۔ (اسی طرح) حضرت علی کے کلام کو مناسب معنی پر محمول کرنے میں بھی اصحاب علی باہم دگر مختلف الخیال ہو گئے۔ ایک گروہ ان باتوں کو جو بطور مبالغہ ادا کی گئیں اور جو حضرت علی (جامع کوفہ) کے منبر پر بیٹھ کر فرماتے تھے دھیان سے نہ سنتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ محارب شخص ہیں پردہ پوشی کرتے ہیں یہ باتیں ان کے دل میں جو ہے اس کے برخلاف ہے

فرمودند ما نفعنی مال احد ما نفعنی
مال ابی بکر و در مشاق آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نصرت داد و فاروق سبب عزت اسلام و غلبہ
مسلمین گردید۔ بخلاف مرتضیٰ کہ در آن عصر صغیر بود
زیرا کہ وقت اسلام ہفت سالہ بود یا دہ سالہ عن
عمر مولی غفرۃ قال سئل محمد بن کعب
القرظی عن اول من اسلم اعلی او ابوبکر
قال سبحان اللہ علی اولہما اسلاما وانما
اشتبہ علی الناس لان علیا اخفی اسلامہ
من ابی طالب واسلم ابوبکر فاظہر
اسلامہ ولا شک عندنا ان علیا اولہما
اسلاما اخرجہ ابوعمر فی الاستیعاب۔

وعن حبۃ العرنی قال رأیت علیا
ضحک علی المنبر لم ارہ ضحک ضحکا
اکثر منہ حتی بدت نواجذہ ثم
قال ذکرت قول ابی طالب ظہر
علینا ابوطالب وانا مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نصلی
ببطن نخلۃ فقال ماذا تصنعان یا
ابن اخی فدعاہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم الی الاسلام فقال ما
بالذی تصنعان باس او بالذی
تقولان باس ولکن واللہ لا تعلونی
استی ابدا وضحک تعجبا بقول ابیہ
ثم قال اللہم لا اعرف ان عبدا لک
من ہذہ الامۃ عبدک قبلی غیر
نبیک ثلاث مرات لقد صلیت
قبل ان یصلی الناس سبعا اخرجہ
احمد۔

کے مال سے جتنا نفع پہنچا اتنا نفع کسی اور کے مال سے نہ پہنچا۔ انہوں
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکلات میں ان کی نصرت کی اور حضرت
فاروقؓ اسلام کی عزت اور مسلمانوں کے غلبہ کا سبب ہوئے۔ حضرت
مرتضیٰ کے برخلاف کہ وہ اس زمانے میں صغیر (السن) تھے کیونکہ اسلام
(لانے) کے وقت ان کی عمر سات سال یا دس سال تھی۔ عفرہ کے مولیٰ
عمر سے مروی ہے کہ محمد بن کعب قرظی سے پوچھا گیا کہ سب سے پہلے کون
اسلام لایا علی یا ابوبکر؟ انہوں نے جواب دیا اللہ پاک ہے (سبحان
اللہ) علی ان دونوں میں پہلے اسلام لائے مگر لوگوں پر یہ بات مشتبہ ہو
گئی کیونکہ علی نے اپنا اسلام ابوطالب سے چھپایا اور ابوبکر نے اپنا اسلام
ظاہر کیا۔ اور اس بات میں ہمارے نزدیک کوئی شک نہیں
ہے کہ سب سے پہلے علی ہی اسلام لائے۔" اس روایت کو
ابوعمر نے استیعاب میں بیان کیا ہے۔

اور حبہ عرنی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا "میں نے حضرت علی کو
(کوفہ کی جامع مسجد میں) منبر پر ہنستے ہوئے دیکھا اور میں نے انہیں
منبر پر اس سے زیادہ ہنستے ہوئے نہیں دیکھا یہاں تک کہ ہنستے
ہنستے ان کے دانت دکھائی دیئے۔ پھر انہوں نے کہا ابوطالب
کی ایک بات یاد آ گئی، میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نخلہ کے بطن میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوطالب نے ہمیں دیکھ لیا
تو انہوں نے دریافت کیا کہ تم دونوں کیا کر رہے ہو۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ ابوطالب نے جواب
دیا کہ تم دونوں جو کر رہے ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یا انہوں نے یہ
کہا کہ تم دونوں جو بات کہہ رہے ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن خدا
کی قسم مجھ سے میری سرین کبھی بلند نہ ہوگی۔" حضرت علی اپنے باپ
کی بات (یاد کر کے) حیرت سے ہنستے تھے۔ بعد ازاں انہوں نے
فرمایا! "اے میرے اللہ مجھے نہیں معلوم کہ اس امت (اسلامیہ) میں
تیرے کسی بندے نے مجھ سے پہلے تیرے نبیؐ کے سوا تیری عبادت
کی ہو" یہ بات انہوں نے تین بار کہی۔ (پھر کہا) کیونکہ میں نے
لوگوں سے پہلے سات نمازیں پڑھیں۔ یہ روایت امام احمد
بن حنبل کی ہے۔

بایددانست کہ شجاعت دو قسم است شجاعت
پہلوانان و شجاعت امراء شجاعت پہلوانان
غلبہ برا قران است در مبارزت بقوت بطش
و ثبات قلب و شجاعت امراء فتح بلاد و ہزیمت
دادن جیوش است بسیاست جیش و حسن
استعمال آنہا در مواضع آنہا باثبات قلب و
زیادت عقل و عدالت و دانستن ہرچہ در وقت
مطلوب است از صلح و جنگ و تأنی و عجلت
و دانستن معرفت ہر یک از افراد جیش و کار مطلوب
گرفتن از ایشان و گاہی این دو شجاعت متفرق
می شوند چنانکہ عنتر موصوف بود بشجاعت
پہلوان فقط و امیر تیمور بشجاعت امراء فقط
پس تیمور اشجع ملوک بود ہر چند منقول نشد کہ
با پہلوانی مبارزت کردہ باشد و او را از پا
افگندہ باشد و ہر چند حضرات خلفا ہمہ
متصف بودند بہر دو شجاعت اما حضرات
شیخین را فضل بود در شجاعت امراء و حضرت
مرتضی را زیادت بود در شجاعت پہلوانان
و این معنی بدیہی است بنسبت کسی کہ سیرت
کتب سیر ایشان و آثار منقولہ از ایشان
دانستہ باشد و شجاعت امراء انفع است
در تمشیت ملت و شجاعت پہلوانان نیز
در آن دخلی دارد بقدر خود و لہذا نصیب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ میزان شرف
و فضل است و منتہای آن از شجاعت
امراء وافر و اتم بود بنسبت شجاعت پہلوانان
و ہمچنان از رؤسای دین و دنیا شدہ آمدہ
است۔

اما افضلیت شیخین باعتبار نشر علوم دینی

جاننا چاہئے کہ شجاعت کی دو قسمیں ہیں (ایک) پہلوانوں کی
شجاعت اور (دوسری) امراء اور سپہ سالاروں کی شجاعت۔ پہلوانوں
کی شجاعت یہ ہے کہ دو بدو لڑائی (مبارزت) میں دل کے ثبات
اور گرفت کی قوت سے مدمقابل پر غلبہ پایا جائے۔ اور سرداروں
کی شجاعت یہ ہے کہ عدالت و عقل کی زیادتی اور دل کی پامردی
(ثبات قلب) کے ساتھ فوج کی سیاست اور اپنی جگہ پر (اس کے
مقام پر) اس کے بہتر استعمال سے (دشمنوں کے) لشکروں کو شکست
دی جائے اور ملکوں کو فتح کیا جائے۔ (و نیز) یہ علم ہو کہ صلح و جنگ
اور سستی و عجلت میں سے کس وقت کیا چیز ضروری ہے؟ اور فوج کے
لوگوں کے بارے میں معلومات رکھنا اور ان سے جو کام مطلوب ہو وہ
لینا۔ کبھی یہ دونوں قسم کی شجاعتیں (افراد میں) الگ الگ ہوتی
ہیں مثلاً عنترہ (بن شداد جو ایک عربی شاعر) صرف پہلوانی شجاعت
کے وصف سے متصف تھا اور امیر تیمور صرف سرداروں کی شجاعت
(کے وصف سے موصوف تھا) پس تیمور بادشاہوں میں بہت زیادہ
بہادر تھا ہر چند کہ اس کے بارے میں یہ واقعہ کہیں بھی مذکور نہیں
ہے کہ اس نے کسی پہلوان سے دو بدو لڑائی لڑی ہو اور اسے
شکست دے کر پچھاڑا ہو۔ اگرچہ تمام خلفاء ان دونوں
ہی قسموں کی شجاعت سے متصف تھے۔ لیکن حضرات شیخین
کو شجاعت امراء میں برتری (فضیلت) حاصل تھی اور حضرت مرتضیٰ
کو شجاعت پہلوانان میں بڑائی حاصل تھی۔ اس شخص کے لئے جو ان
حضرات کی سیرت اور ان سے مروی آثار و اخبار سے واقف ہے
یہ بات بدیہی ہے۔ درحقیقت سرداروں کی شجاعت (شجاعت
امراء) ملت کو رواں دواں رکھنے میں زیادہ مفید ہے۔ اور
پہلوانوں کی شجاعت کو بھی اس میں کسی قدر دخل ہے۔ لہٰذا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شرف و فضل کا معیار اور اس کی انتہا
ہیں، شجاعت پہلوانی کے مقابلہ میں، شجاعت امراء سے وافر تر
کامل تر حصہ عطا ہوا تھا۔ اور ایسا ہی دین و دنیا کے سرداروں کے
حق میں) ہوتا چلا آیا ہے۔

اب رہی حضرات شیخین کی فضیلت دین کے علوم کو نشر

بیان آن آنست کہ افضل علوم قرآن عظیم است و جمع کنندہ قرآن و نصب کنندہ قاریان در آفاق شیخین اند و حضرت مرتضیٰ ہر چند روایت قرآن کردہ است اما روایت آن نکردہ اند الا اصحاب عبد اللہ بن مسعود از اہل کوفہ مثل زر بن حبیش و ابو عبد الرحمن سلمی و ایشان اول بار قرآن را بر عبد اللہ بن مسعود خواندہ بودند و بر مرتضیٰ دوبارہ گذرانیدہ اند و اگر اینقدر را نمیکردند ہم روایت ایشان صحیح می بود۔

کرنے کے اعتبار سے تو اس کا بیان یہ ہے کہ تمام علوم میں سب سے افضل قرآن عظیم ہے اور قرآن کو جمع کرنے والے اور ممالک و اطراف میں قاریوں کا تقرر کرنے والے شیخین ہیں۔ اگرچہ حضرت مرتضیٰ نے قرآن کی روایت کی ہے مگر ان سے یہ روایتیں حضرت عبد اللہ بن مسعود کے کوفی اصحاب مثلاً زر بن حبیش، ابو عبد الرحمن سلمی ہی نے کی ہے۔ ان (اصحاب ابن مسعود) نے پہلی بار قرآن کو حضرت عبد اللہ بن مسعود سے پڑھا تھا اور حضرت مرتضیٰ سے اس کا اعادہ کیا تھا۔ اگر یہ لوگ اعادہ نہ بھی کرتے تو ان کی روایت صحیح ہوتی۔

عن سعد بن عبیدۃ عن ابی عبد الرحمن السلمی عن عثمان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ قال واقرأ ابو عبد الرحمن فی امرۃ عثمان حتی کان الحجاج قال وذلک الذی اقعدنی مقعدی ہذا اخرجہ البخاری۔

سعد بن عبیدہ نے ابو عبد الرحمان سلمی سے اور انہوں نے حضرت عثمان سے روایت کیا ہے کہ نبی (کریم) صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں اچھا وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور اسے دوسروں کو سکھایا۔ (سعد بن عبیدہ نے) کہا کہ ابو عبد الرحمن (سلمی) نے حضرت عثمان کے دور خلافت میں قرآن کی تعلیم دی یہاں تک کہ حجاج (بن یوسف ثقفی) کا دور آ گیا۔ (سعد بن عبیدہ نے) مزید کہا اور اس تعلیم قرآن نے مجھے اس (اعلیٰ) مقام پر بٹھایا۔ اس روایت کی تخریج (امام) بخاری نے کی ہے۔

و بعد از قرآن عظیم حدیث آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم و فاروق محدثین را در آفاق فرستاد و اصل علم حدیث ہمانست۔ از جملہ ایشان عبد اللہ بن مسعود بود در کوفہ و روایت او در کوفہ ثابت است و از جملہ ایشان ابو موسیٰ و جمعی دیگر در بصرہ و جماعتی در شام از صحابہ۔ اما مرتضیٰ در بلاد کسی را نصب نکرد برای درس حدیث مثل عبد اللہ بن مسعود ہست لیکن اینجا فرقی ہست کہ اہل حدیث آن را میدانند و آن آنست کہ اصحاب عبد اللہ بن مسعود ثقات و فقہا اند و رواۃ حضرت مرتضیٰ اکثر ایشان مستور الحال و در حدیث مرتضیٰ بدرجہ صحت

قرآن عظیم (کے علم) کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا علم ہے۔ حضرت فاروق نے محدثین کو مختلف اطراف بلاد و ممالک میں بھیجا اور علم حدیث کی اصل وہی ہے۔ ان (محدثین) میں سے کوفہ میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود تھے ان کی روایتیں کوفہ میں ثابت ہیں۔ انہیں (محدثین) میں سے بصرہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری اور دوسرے حضرات ہیں۔ اسی طرح شام میں صحابہ (محدثین) کی ایک جماعت (حضرت عمر فاروق کی فرستادہ) تھی۔ اس کے برعکس حضرت مرتضیٰ نے کسی کو بلاد و امصار میں تعلیم حدیث کے لئے مقرر نہ فرمایا۔ وہ حدیث میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کی طرح ہیں لیکن یہاں (حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود میں) ایک فرق ہے جسے علمائے حدیث جانتے ہیں (وہ فرق) یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے اصحاب (تلامذہ) ثقہ (معتبر) اور فقیہ ہیں۔ اور حضرت مرتضیٰ سے روایت کرنے والے مجہول الحال ہیں اور حضرت مرتضیٰ سے مروی حدیث صحت کی

ز رسیده است، الا آنچه اصحاب عبدالله بن مسعود روایت کرده اند۔ عن ابن ابی ملیکة قال کتبت الی ابن عباس اسأله ان یکتب لی کتابا و یخفی عنی فقال ولد ناصح انا اختار له الامور اختیارا و اخفی عنه قال فدعا بقضاء علی فجعل یکتب منه اشیاء و یمر به الشیء فیقول والله ما قضی بهذا علی الا ان یکون ضل۔ وعن ابی اسحٰق قال لما احدثوا تلك الاشیاء بعد علی قال رجل من اصحاب علی قاتلهم الله ای علم افسدوا۔ وعن ابن عباس قال سمعت المغیرة یقول لم یکن یصدق علی علی فی الحدیث عنه الا من اصحاب عبدالله بن مسعود۔ روی الاحادیث الثلاثة مسلم فی مقدمة صحیحه۔ واما اهل مدینه و اهل شام از حضرت مرتضی حدیث ندارند الا قلیل۔

وبعد از قرآن و حدیث مدار اسلام بر فقه است و امهات فقه مسائل اجماعیه عمر فاروق است، و اگر اکثر اهل اسلام را بنظر امتحان نگاه کنی حنفیان و مالکیان و شافعیان اند، اما مذهب مالک پس بنائے آن موطا است و در موطا از روایت مرتضی بجز چند حدیث مرفوع و چند اثر شمرده شده منقول نیست و همچنین در مسند ابی حنیفه و آثار امام محمد که مبانی فقه حنفیه است از روایت مرتضی بجز حدیث مرفوع و چند

روپوشی سے بچ گئیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب (شاگردوں) نے روایت کی ہیں۔ ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عباس کو خط لکھ کر درخواست کی کہ وہ مجھے ایک مکتوب لکھیں اور مجھے مخفی طور پر نصیحت کریں۔ (مجھ سے ایسی حدیث نہ بیان کریں جس سے تعصب و فہم کے باعث فتنہ و فساد میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو) پس ابن عباس نے کہا کہ نصیحت پذیر بچے کے لئے میں بعض باتیں اختیار کروں گا اور اس سے کچھ باتوں کو پوشیدہ رکھوں گا (اور اسے نصیحت کروں گا) راوی کا بیان ہے کہ (حضرت عبداللہ بن عباس نے) حضرت علی کے فتاویٰ منگوائے ان میں سے کچھ باتیں لکھ کر بھیجیں ان کی نگاہ سے (فتاویٰ علی) میں کوئی بات گزرتی تو کہتے "خدا کی قسم بجز اس صورت کے کہ وہ گمراہ ہوگئے ہوں علی ایسا فیصلہ نہیں کرسکتے تھے"۔ ابو اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت علی کے بعد لوگ یہ باتیں (جھوٹی روایتیں) ان سے بیان کرنے لگے تو حضرت علی کے اصحاب (شاگردوں) میں سے ایک آدمی نے کہا: "اللہ ان لوگوں کو ہلاک کرے کس علم کو انہوں نے دروغ گوئی سے کام لے کر اسے خراب و برباد کردیا"۔ ابن عباس کی روایت ہے کہ میں نے حضرت مغیرہ کو یہ کہتے سنا کہ وہ حضرت علی سے مروی انہی احادیث کی تصدیق کرتے تھے (صحیح سمجھتے تھے) جنہیں حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب (شاگردوں) نے روایت کیا ہے۔ ان تینوں احادیث کو مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں بیان کیا ہے جہاں تک اہل مدینہ و اہل شام کا تعلق ہے تو انہوں نے حضرت مرتضیٰ سے چند ایک کے سوا کوئی حدیث نہیں لی۔

قرآن و حدیث (کے علوم) کے بعد اسلام کا دار و مدار (انحصار) فقہ پر ہے اور حضرت عمر فاروق کے اجماعی مسائل ہی فقہ کے امہات (اصول و اساس احکام) ہیں۔ اور جب آپ امتحان کی غرض سے اہل اسلام کی اکثریت پر نظر ڈالیں تو وہ حنفی، مالکی اور شافعی ہیں جہاں تک امام مالک کے مذہب (فقہی) کا تعلق ہے تو اس کی اساس موطا ہے اور موطا میں حضرت مرتضیٰ کی روایت سے چند حدیث مرفوع اور چند گنے چنے آثار کے سوا کچھ اور منقول نہیں ہے۔ اسی طرح مسند ابی حنیفہ اور آثار امام محمد میں کہ فقہ حنفی کی بنیاد انہیں پر قائم ہے حضرت مرتضیٰ سے چند مرفوع احادیث اور چند گنے چنے آثار کے سوا موطا سے زیادہ کچھ بھی مروی نہیں ہے۔ اسی طرح مسند شافعی میں کہ

لہ صحیح مسلم جلد اول ص ۱۰ کے مطابق "ابن عباس" ۱۲ مترجم

اثر مروی شدہ زیادہ از آنچہ در موطا است
بقلیل منقول نیست، و ہمچنین در مسند شافعی
مبانی مذہب شافعیہ است از روایت مرتضیٰ
بجز چند حدیث مرفوع و چند اثر موقوف کہ
بہ نسبت احادیث مرویہ از دیگران در نہایت
قلت است منقول نیست، و کسی کہ بر اصول
و امہات این مذاہب اطلاع دارد شک
نمی‌کند در آنکہ اصل این مذاہب ہمہ کی
اجماعیہ فاروقی است، و آن مانند امر مشترک
است درمیان ہمہ آنہا بعد از آن اختیارات
فقہاء صحابہ از اہل مدینہ مانند ابن عمر و عائشہ
و فقہاء سبعہ از کبار تابعین مدینہ و زہری و
مانند آن از صغار تابعین مدینہ اصل مذہب
مالک است کہ صورت نوعی مذہب او از آن
پیدا شدہ ہمچنین اعتماد بر فتاوی عبداللہ بن
مسعود در غالب حال و بر قضایائے مرتضیٰ در
بعض احوال بآن شرط کہ اصحاب عبداللہ بن
مسعود روایت کردہ باشند و اثبات نمودہ
و بعد از آن بر تحقیقات ابراہیم نخعی و شعبی و
تخریجات ایشان اصل مذہب ابی حنیفہ است
کہ بسبب آن صورت خاص مذہب او پیدا
شدہ، و ہمچنین تفتیش معتمد فقہائے مکہ و مدینہ
و عرض اقوال ایشان بر احادیث مرفوعہ و
تفتیش آنہا بر قواعد اصول و تطبیق مختلفات
آنہا و مانند آن سبب صورت نوعی مذہب
شافعی شدہ است و جمع و تنقیح احادیث مرتضیٰ
و آثار مرتضیٰ نیست، و این معنی را بجز ماہر

شافعیوں کے (فقہی) مذہب کا مدار اسی پر ہے حضرت مرتضیٰ سے چند مرفوع
احادیث اور چند موقوف آثار کے سوا جو دوسرے صحابہ سے مروی حدیثوں
کے مقابلہ میں نہایت قلیل ہیں کچھ منقول نہیں ہے۔ اور جو شخص ان (فقہی)
مذاہب کے اصول و مہمات پر نظر رکھتا ہے اسے اس بات میں کوئی شک
نہیں ہوگا کہ ان مذاہب کی اصل وہی مسائل ہیں جن پر حضرت فاروقؓ
(کے دور میں) اجماع (امت) ہو چکا تھا یہ بات گویا ان تمام مذاہب
(ثلثہ) میں امر مشترک کے بطور ہے (مسائل اجماعیہ فاروقیہ) کے بعد
مدینہ کے فقہائے صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر (بن خطاب) حضرت
عائشہ صدیقہ اور مدینہ کے کبار تابعین میں سے فقہائے سبعہ[1] اور زہری
اور ان جیسے مدینے کے دوسرے صغار تابعین یہ امام مالک کے مذہب
کا اعتماد و مدار ہے کیونکہ ان کے مذہب کی ایک خاص صورت و شکل انہیں
امور سے پیدا ہوئی۔ اسی طرح اکثر حالات میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے
فتاویٰ پر اور بعض حالتوں میں حضرت مرتضیٰ کے قضایا (فیصلوں) پر بشرطیکہ
انہیں حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب (تلامذہ) نے روایت کیا ہو
اور ان کا اثبات کیا ہو! اور ان کے بعد ابراہیم نخعی و شعبی کی تحقیقات اور
ان کی تخریجات پر اعتماد امام ابو حنیفہ کے مذہب کی اصل ہے کہ انہیں کی بنا
پر ان کے مذہب کی ایک خاص صورت و شکل ظاہر ہوئی۔ بالکل اسی طرح
مکہ و مدینہ کے فقہاء کے (معتمد علیہ) مسائل کی تلاش اور ان کے اقوال کو
مرفوع حدیثوں پر جانچنا اور اصول (حدیث) کے قواعد پر انہیں درست
کرنا ان کی تحقیق و تدقیق کرنا) اور اس سے ان کے (اختلاف
روایت) کی تطبیق کرنا اور ان جیسے دوسرے اصول امام شافعی کے
(فقہی) مذہب کی ایک مخصوص شکل پیدا ہونے کا سبب ہیں مگر
حضرت مرتضیٰ کی احادیث کی جمع و تدوین و تنقیح اور ان کے
آثار (ان مذاہب ثلثہ کے مخصوص شکل اختیار کرنے کا سبب
نہیں ہیں) لیکن اس بات کو اصول (فقہ) و مہمات (مسائل)
کے ماہر کے سوا کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔

[1] فقہائے سبعہ مدینہ یعنی سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد بن ابی بکر، سالم بن عبداللہ بن عمر، خارجہ بن زید
عبیداللہ بن عبداللہ، سلیمان بن یسار۔ (ضحی الاسلام جز ۲ صفحہ ۱۰)

مراد مختلط ست شود و اتحاد تام بآں متحقق نگشت. پس افضلیت مرتضیٰ را ازیں معنی ہیچ خلل نرسید۔

جواب: گوئیم آری فضل مرتضیٰ را فی نفسہ ایں معنی خلل نکرد و در استحقاق او خلافت را ہمیں است عقیدہ ما، و لیکن نیابت پیغمبر را از جہت جارحہ بودن و دراینچہ خدا تعالیٰ اجمالا پیغمبر را وارد و تفصیل او بدست یکے از متبعان او مطلوب بود خلل نمایاں کرد، زیرا کہ خلیفہ پیغامبر بحقیقت مانند نے است کہ در دہان نائی باشد ؎

او نے نائی و ما جز نائی نیم
او دمی بی ما و ما بی وی نیم

پس ارادہ الٰہی متعلق میشود بظہور علم و رشد در افراد انسان و دفع مظالم ایشان و انقیاد عالم ایں معنی را، و ایں ارادہ ہرگز متخلف نیست کما قال عز من قائل: وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ[1] و ایں بمنزلہ آنست کہ در دل نائی غزلی بہم میرسد کہ مقام راست یا عشاق را مثلاً در ضمن فلاں غزل بسرایند بعد از آں رنگے ازیں ارادہ در قوای عقلیہ و قلبیہ پیغامبر فرود می آید و قوای او را باعمال مناسب آں مقصود در ہیجان می آرد و پیغامبر متعاد ایں رنگ شدہ بہر روش ممکن در سعی آں مقصود عزمت میفرماید و ایں مشابہ آنست کہ نائی سیری از گلوی خود برمی آرد کہ اعلان بیان غرض است

ملنے والے محفوظ نہ رکھنے) کی وجہ سے حضرت مرتضیٰ کا علم گڈمڈ ہو گیا اور اس سے پورا پورا فائدہ نہ اٹھایا جا سکا۔ سو حضرت مرتضیٰ کی فضیلت میں اس بات سے کوئی خلل کیسے پڑ سکتا ہے؟

جواب: ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یقیناً اس بات سے فی نفسہ حضرت مرتضیٰ کی افضلیت میں کوئی خلل نہیں پڑا اور نہ ان کے استحقاق خلافت پر ہی اس سے کوئی خلل واقع ہوا، یہی ہمارا عقیدہ ہے لیکن یہ بات ہے کہ ان امور میں جو اللہ نے پیغمبر کو اجمالاً عطا فرمائے اور جن کی تفصیل کسی امتی کے ذریعہ مطلوب تھی پیغمبر کا جارحہ (دست و بازو) بننے کے اعتبار سے پیغمبر کی نیابت و جانشینی میں ضرور خلل پڑا! کیونکہ پیغمبر کا خلیفہ درحقیقت نے (بانسری) کی طرح ہوتا ہے جو نے نواز کے ہاتھوں میں ہوتی ہے ؎

وہ نے نواز اور ہم نے کے سوا کچھ اور نہیں ہیں
وہ ایک دم بھی ہمارے بغیر اور ہم اس کے بغیر نہیں ہیں

پس ارادۂ الٰہی یہ ہوتا ہے کہ انسانوں میں علم و رشد ظاہر ہو اور لوگوں سے مظالم کو دور کرنا اور سارے اہل عالم کا منقاد و مطیع ہو جانا اور ارادۂ الٰہی کے ہرگز خلاف نہیں ہے جیسا کہ خود اللہ عزوجل کا ارشاد ہے "اور اپنے پیغمبر بندوں کے حق میں پہلے ہی ہمارا ارشاد ہو چکا ہے کہ بیشک انہیں کی مدد کی جاتی ہے اور بیشک ہمارا لشکر ہی غالب ہو گا" اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ کسی غزل سرا بندے کے دل میں یہ بات آئے کہ فلاں غزل کے ضمن میں راست یا عشاق کا راگ الاپے۔ اس کے بعد اس ارادۂ الٰہی کا ایک رنگ پیغمبر کے عقلی و قلبی قویٰ پر آ جاتا ہے اور اس کے قویٰ کو اس مقصد کے مناسب اعمال کے ساتھ ہیجان میں لاتا ہے اور پیغمبر اس رنگ کے زیر اثر ہر ممکن طریقے سے اس مقصد میں عمل اندازی کرتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ نے نواز اپنے گلے سے ایک جیسی آواز (راگ) نکال رہا ہے جو اچھی راگوں کی جمالی کیفیت ہے جو لوگ کار آنے والی ہیں مگر آواز دیگی کرنے کی غرض سے بانسری میں حسن پیدا کرنے کی نیت سے وہ بانسری کو ہاتھ میں لے کر منہ پر رکھ لیتا اور مخولوں سے نکالتا ہے۔ بعد ازاں یہ ارادہ

[1] الصافات ۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳

کہ بسبب وی کار دنیا ساختہ آمد، ما بہ الفرق صورت
یا تخصیص آن است کہ در پیغمبری مبعوث گردد بانکہ
تعیین بعد از ان جمال ارادۂ الٰہی بواسطہ
جہت پیغامبری و عزیمت و مداخلت و
نسبت او در نفس شخصے کہ مستعد آن کار بودہ باشد
کار میکند، و از وی آن افعال انتشار می یابد و
این بمثابہ آن است کہ از نی صوتی خارج بہ تغییر در
و او را صفیری بیش نیست۔ اما خلافت
نبوت، ورای فضیلتے است قطع نظر از قابلیت
و استعداد، اگر در فضیلت جمعی مشترک باشند
و ارادۂ الٰہی تخصیص یکے از ان جمع کرد باعتبار
معانی کہ خدا تعالیٰ بعلم آن منفرد است، آن
شخص افضل امت باشد و نائب مطلق پیغامبر
اینجا وجود بالفعل مطلوب است نہ وجود
بالقوۃ، و تفاضل انبیا از ہمین جہت بکثرت
امت واقع است، در حدیث معراج آمدہ
است کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چون کثرت
امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دید
رقت کردند و گفتند بعث بعدی غلام
یدخل الجنۃ من امتہ اکثر ممن
یدخل من امتی، و آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرمودند تزوجوا فانی مکاثر بکم
الامم، اگر وجود بالفعل در باب فضیلت
مطلوب نبودے چرا کثرت طلب میکردند حال
آنکہ فضل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی
ہمانست کہ سابق بود، پس وجود خارجی این
کثرت ارادۂ الٰہی میشود و ہر چند کہ کثرت
زیادہ واقع شود خلافت نبوت محکم تر شود

الٰہی پیغمبر کی بعثت، عزیمت، مداخلت اور نسبت کے واسطے
سے ایک ایسے شخص کے نفس (وجود) پر اثر انداز ہوتا ہے جس میں
اس کام کے کرنے کی استعداد ہوتی ہے۔ اور اس شخص
سے ان افعال کو کراتا ہے۔ اس کی مثال
ایسی ہے کہ بانسری سے ایک دردناک آواز نکلتی ہے حالانکہ وہ
ایک خالی آواز سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی۔ خلافت نبوت کا
یہ مفہوم ہے، اور قابلیت و استعداد سے قطع نظر یہ ایک
فضیلت ہے۔ اگر (اس) فضیلت میں (کئی افراد) باہم دگر
شریک ہوں اور ارادۂ الٰہی ان مصلحتوں کے اعتبار سے جن کا علم
صرف خدا تعالیٰ کو ہے اس گروہ میں سے صرف ایک شخص کو مخصوص
کر دے تو یہ شخص امت میں سب سے افضل اور پیغمبر صلی اللہ علیہ
وسلم کا نائب مطلق ہوگا۔ یہاں (فضیلت کا) ایسا وجود مطلوب
ہے جو بالفعل ہو نہ کہ ایسا وجود جو بالقوۃ ہو۔ امت کی تعداد کی
کثرت میں انبیاء کے درمیان فضیلت اسی سبب سے قائم و
واقع ہے۔ معراج کی حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ
السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی کثرت دیکھی تو
ان پر رقت طاری ہو گئی اور بولے "ایک نوعمر شخص میرے بعد
مبعوث ہوا مگر اس کی امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے
زیادہ جنت میں داخل ہوتے ہیں" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا "اے مسلمانو! شادیاں کرو کیونکہ تم لوگوں کی وجہ سے
میری امت کی تعداد بڑھے گی"۔ اگر اس فضیلت (امت محمدیہ کی
کثرت تعداد) میں وجود بالفعل مطلوب نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کثرت تعداد کی خواہش کیوں کرتے؟ حالانکہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت (دوسرے انبیاء پر) جیسے پہلے
تھی ویسی ہی بعد میں بھی ہے (اس میں کثرت امت محمدیہ سے کوئی
فرق نہ پڑتا)، سو یہاں (فضیلت کے ظہور کا) خارجی وجود
(در اصل) ارادۂ الٰہی کی تشریح و وضاحت کرتا ہے۔ اور جس
قدر زیادہ فائدہ ہوگا اسی قدر خلافت نبوت محکم و مضبوط ہوگی

لے یعنی جو شخص سے اس فضیلت کا عملی ظہور ہو، یہ نہ ہو کہ اس کی صلاحیت تو ہے مگر عملی طور پر اس صلاحیت کا ظہور نہ ہو۔ ۱۲

است کہ انتفاء ریاست حاصل شود بخلاف زہد اولیاء۔
دوم مثال آنکہ اعظم انواع زہد آنست کہ
بے رغبتی کند در خلافت کہ صورت جاہ است
بلکہ اگر بحقیقت رجوع کنیم زہد ترک مقتضائے
نفس خود است ہر چہ باشد پس اگر شخصے کہ مقتضائے
نفس او مال است نہ جاہ، زہد او ترک مال
باشد از خوف خدا یا بجہت تفرغ برائے ذکر
او نہ ترک جاہ، و شخصے کہ مقتضائے نفس او جاہ
باشد نہ مال زہد او ترک جاہ باشد نہ ترک مال،
پس حضرت مرتضیٰ سعی ہا کرد برائے خلافت
و جنگہا بعمل آورد و تدبیرہا نمود، ہر چند ایں
ہمہ بسبب اجتہاد وی باشد در جہت شرع
لیکن کسی کہ اصلاً ایں حادثہ ہا از وی واقع نشد
حال او اصفی است از کسیکہ ایں حادثہ ہا
ازو زاد و اعظم انواع ورع آنست کہ ترک کند
مقاتلات مابین المسلمین زیرا کہ قتال خطر او
اعظم است و اثر او شدید پس اگر چہ در شرع
وجہ اباحت یافتہ شود باوقی شبہہ ترک نماید
وایں مقاتلات در شیخین واقع نشد بخلاف
حال مرتضیٰ، و ہمچنیں تواضع اعظم انواع او
تواضع با اقران خود است و ردو قدح کہ با ایشان
در میان فن ہمچنان باشند، و شیخین با اہل علوم
با مستحقین خلافت در میان خود نہایت تواضع
داشتند زیادہ از حضرت مرتضیٰ، و ہمچنیں ہر
صفتی ازیں صفات چون بر نقسیم انواع لب
مانند، و اعظم انواع آں در شیخین می یابیم، و
اگر زہد و ورع بمعنی تقلل در معاش بگیریم پس فضل

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ زہد کی سب سے عظیم قسم وہ ہے جس میں خلافت جو
جاہ و مرتبہ کی ایک صورت ہے سے بے رغبتی پیدا ہو، بلکہ اگر ہم حقیقت کی
جانب رجوع کریں (تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ) نفس کی جو بھی خواہش
و مقتضا ہو اس کے ترک کر دینے کا نام زہد ہے۔ سو اگر کسی شخص کے نفس کی
خواہش جاہ کے بجائے مال ہو تو مال کو ترک کرنا اس کا زہد ہوگا۱؎۔ (اسکے برعکس)
جس شخص کے نفس کی خواہش مال کے بجائے جاہ ہو اس کا زہد جاہ و منصب
کو ترک کر دینا ہوگا نہ کہ مال کو ترک کرنا۔ پس حضرت مرتضیٰ نے اپنی خلافت
کے لئے کوششیں کیں، جنگیں لڑیں اور تدبیریں کیں، اگرچہ یہ ساری مساعی
(لڑائیاں اور تدبیریں) ان کے اجتہاد کے مطابق اور شریعت کی جہت سے تھیں،
لیکن (ظاہر ہے) کہ جس شخص سے اس قسم کے حادثات وقوع پذیر ہی نہ
ہوئے ہوں۲؎ اس کا حال اس شخص (یعنی حضرت مرتضیٰ) سے زیادہ صاف ستھرا
جو ان حادثات میں ملوث ہو گیا۳؎۔ ورع کی سب سے بڑی قسم یہ ہے کہ
آدمی مسلمانوں کے مابین جنگ و قتال کو ترک کر دے، کیونکہ اس
قتال (وجنگ) میں بہت بڑے خطرات ہیں اور اس کا گناہ نہایت سخت
ہے۔ سو ہر چند کہ شریعت میں اس (قتال) کی اباحت و اجازت پائی
جاتی ہو مگر معمولی شبہ کی صورت میں بھی اسے چھوڑ دینا چاہئے، اس قسم
کے مقاتلات (یعنی جنگیں) شیخین کے زمانوں میں واقع نہ ہوئے،
جبکہ حضرت مرتضیٰ کا معاملہ اس کے برخلاف رہا ہے۔ اسی طرح تواضع
(کا حال) ہے کہ اس کی سب سے بڑی قسم وہ تواضع ہے جو اپنے ہم عمر
(دیگروں اور ہمسروں) کے ساتھ اس وقت کی جائے جب کہ ان سے علمی فنی خصوصیات
میں مساوی اور برابری ہو۔ حضرات شیخین اپنے زمانے میں اہل علم
اور مستحقین خلافت کے ساتھ حضرت مرتضیٰ کے مقابلہ میں زیادہ تواضع و انکسار
سے پیش آتے تھے۔ اسی طرح دیگر صفات کی ان صفات میں سے ہر صفت
پر جب ہم غور کریں گے اس کی بہت ساری قسمیں ہوں گی اور ان اقسام میں سب سے
اعلیٰ و عظیم اقسام حضرات شیخین میں پائیں گے۔ اگر زہد و ورع کو ہم معاش
میں تنگی کے معنی میں لیں تو اس کے اعتبار سے بھی حضرت مرتضیٰ کی

۱؎ یعنی خوف خدا یا ذکر الٰہی کے لئے فارغ خاطر ہونے کی غرض سے مال کو ترک کر دینا ہی اس کا زہد ہوگا ۱۲
۲؎ یعنی حضرات شیخین ۱۲ ۳؎ جیسے حضرت علی ۱۲

حضرت مرتضیٰ بحسب آن نیز محل تامل است
عن محمد بن کعب القرظی ان علیا
قال لقد رأیتنی مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وانی لاربط
الحجر علی بطنی من الجوع وان
صدقتی الیوم لاربعون الف وفی
روایۃ وان صدقۃ مالی لتبلغ
اربعین الف دینار اخرجہ احمد
واگر زہد وورع بمعنی احتیاط در تصرفات بیت
المال اعتبار کنیم ہمہ دران متساوی الاقدام
اند اثر تخصیص اختصاص حضرت مرتضیٰ بآن
ظاہر نمی شود۔

سوال :۔ اگر گوئی کہ ہمہ خلافت و منازعات
حضرت مرتضیٰ درین ہمہ امور للہ و فی اللہ
بودہ و ہر سعی کہ کردہ بنا بر بقائے تام و معرفت
کاملہ کردہ اینجا توکل با اسباب جمع میتواند
شد پس این معنی با افضلیت از جہت ورع
و زہد و توکل و تواضع و مانند آن منافاتے
ندارد۔

جواب :۔ گوئیم احسنت بعد از من تو ہم گفتی
وانچہ تحقیق است درین باب آوردی ع
اما بمعنی سخن پایان است ع
حفظت شیئا وغابت عنک اشیاء
در یاد شیعہ نیست کہ حضرت مرتضیٰ از کہ [illegible]
و [illegible] مثل این حرکات از مثل حضرت
مرتضیٰ [illegible] للہ و فی اللہ [illegible] سعی با
با توکل و زہد منافات ندارد زیرا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ ان روح القدس
نفث فی روعی ان نفسا لا تموت

(شیخین سے) افضلیت محل نظر ہے۔ محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے کہ
حضرت علی نے (لوگوں سے) فرمایا (ایک زمانہ بھی) وہ تھا کہ میں نے
خود اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (اس حال میں) دیکھا ہے
کہ بھوک کے مارے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے رہتا تھا اور آج (یہ حال ہے کہ) میرے
صدقہ زکوٰۃ کی رقم چالیس ہزار ہے ایک دوسری روایت میں الفاظ یوں
ہیں کہ میرے مال کی زکوٰۃ چالیس ہزار دینار تک
پہنچ گئی ہے۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے
بیان کیا ہے۔ اگر زہد و ورع کو بیت المال کے خرچ کرنے
میں احتیاط کے معنی میں لیں تو بھی حضرات شیخین
اور حضرت مرتضیٰ اس میں مساوی و ہم قدم ہیں۔ واقعات (تاریخیہ)
سے اس (وصف) میں حضرت مرتضیٰ کا اختصاص (کہ صرف آپ ہی
اس میں احتیاط کرتے تھے شیخین کی خصوصیت نہ ہو) ثابت و ظاہر نہیں ہوتا۔

سوال :۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ان تمام امور (طلب خلافت
و مقابلہ مخالفین) میں حضرت مرتضیٰ کی مشغولیت اور منازعت
صرف اللہ تعالیٰ کے لئے تھی اور انہوں نے جو کوشش بھی
کی وہ بقائے تام اور معرفت کاملہ کی بنا پر کی۔ یہاں توکل
کو اسباب ظاہری کے ساتھ جمع کیا جا سکتا ہے سو یہ بات ورع
زہد، توکل و تواضع وغیرہ کے اعتبار سے (حضرت مرتضیٰ کی)
افضلیت کے منافی نہیں ہے۔

جواب :۔ میرا جواب یہ ہے کہ آپ نے اچھی بات کہی اور
بات کی گہرائی تک پہنچ گئے اور اس ضمن میں جو تحقیق ہو سکتی ہے
وہ آپ نے کی مگر اب بھی بات کی گہرائی باقی ہے ع
"آپ نے ایک بات تو یاد رکھی مگر بہت سی باتیں بھول گئے۔"
یہاں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت مرتضیٰ کامل و اکمل اور سب میں سے تھے
اور اس طرح کی باتیں جو ان سے سرزد ہوئیں وہ صرف اللہ کے لئے
تھیں۔ اور ان کی یہ کوششیں توکل و زہد کے منافی نہیں ہیں۔ مگر
آنحضرت صلی اللہ کا ارشاد ہے بیشک روح القدس نے میرے دل میں
یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی نفس اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ
وہ اپنی روزی کی پوری تکمیل نہ کر لے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ طلب رزق

دباشد. بعد از فراغ حاصل کرده بودند و سر این همه آنست که سالک را باقی نمیدارند مگر بصورت اصل جبلت او. پس انبیاء و ورثهٔ ایشان در اصل جبلت بوضعی مخلوق میشوند که قوت ملکیه ایشان قوی تر باشد و قوت بهیمیه ایشان باوجود قوت خود منصبغ بصبغ ملکیه و متأثر ازوی بود، بحو شعله سراج که بالطبع مائل بعلو است. و بعد از فنا بصورتیکه ایشان را میدهند همان مائل بعلو و انصباغ قوت بهیمیه بصبغ قوت ملکیه خواهد بود. بخلاف غیر ایشان. و همین است وجه جمع در اقوال مختلفهٔ اکابر سلوک. خواجه نقشبند قدس سره بطریق تمثیل فرموده اند:

موسی اندر درخت آتش دید
سبز تر میشد آن درخت از نار
شهوت و حرص مرد صاحبدل
همچنین دان و این چنین انگار

و بعض اتباع خواجه نقشبند گفته اند که غضب فانی در باقی اشد است از غضب عامی. و سید عبدالقادر قدس سره میفرمایند که بعد حصول فنا و بقا ایمان دیگر پیدا می آید و کسر نفس دیگر باره ضروری میشود. پس هر یکے از ایشان از مقامی تعبیر نموده است. و اختلاف الاقوال لاختلاف الاحوال. و این مسئله یکے از غوامض علم سلوک است. فتدبر ترشد.

این است تقریر بالتحریر در بیان دلائل نقلی و عقلی بر تفضیل شیخین آنچه ایراد نموده ایم.

فراغت حاصل کرچکے ہوتے ہیں۔ ان تمام باتوں کا راز یہ ہے کہ سالک کو صرف اسی کی اصل جبلت و فطرت کی شکل میں باقی رکھتے ہیں۔ انبیاء اور ان کے وارثین اپنی اصلی جبلت (فطرت) میں ایسی وضع کے ساتھ تخلیق کئے جاتے ہیں کہ ان کی قوت ملکیہ قوی تر ہوتی ہے اور ان کی قوت بہیمیہ اپنی طاقت (و مضبوطی) کے باوجود قوت ملکیہ کے رنگ میں رنگ جاتی ہے اور اس سے متاثر ہوتی ہے۔ وہ چراغ کے شعلہ کی طرح ہوتی ہے جو بالطبع بلندی کی جانب مائل ہوتا ہے۔ اور فنا کے بعد ان انبیاء اور ان کے وارثین کو جو صورت دی جاتی ہے وہ بھی بلندی کی جانب مائل ہوتی ہے اور ان کی قوت بہیمیہ قوت ملکیہ کے رنگ میں رنگ جاتی ہے (جبکہ) ان کے سوا دوسروں کی کیفیت اس کے برخلاف و برعکس ہوتی ہے۔ اکابر سلوک طریقت کے مختلف اقوال کے درمیان تطبیق کی یہی ایک صورت ہے۔ خواجہ نقشبند قدس سرہ نے بطریق تمثیل فرمایا ہے:

حضرت موسیٰ نے درخت کے اندر آگ (ملکوتی) دیکھی
وہ درخت آگ سے نہایت سرسبز ہو رہا تھا
صاحب دل (شخص) کی نفسانی خواہشات اور اس کے حرص کو
بھی ایسا ہی سمجھو اور ایسا ہی خیال کرو۔

اور خواجہ نقشبند کے بعض متبعین نے کہا ہے کہ فانی (ولی) کا غیظ و غضب عام آدمی کے غیظ و غضب سے زیادہ شدید و سخت ہوتا ہے۔ سید عبدالقادر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ فنا و بقا کے حصول کے بعد ایک دوسرے قسم کا ایمان پیدا ہوتا ہے اور نفس کو توڑنا (کسر نفس) دوسری بار ضروری ہو جاتا ہے۔ سو ان میں سے ہر ایک نے ایک مقام کی تعبیر کی ہے۔ ان کے اقوال میں جو اختلاف ہے وہ احوال کے اختلاف کے سبب سے ہے۔ یہ مسئلہ علم سلوک کے دقیق ترین مسائل میں سے ایک ہے۔ سو غور و تدبر سے کام لو ہدایت پا جاؤ گے۔

یہ ہے ان نقلی و عقلی دلائل کا بیان جو ہم نے شیخین کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے اس رسالہ میں ذکر کئے ہیں۔